اُستاذُ الاساتذہ

# پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ

(۱۹۰۹ـ۱۹۸۹ء)

## حیات وخدمات

www.KitaboSunnat.com

جمع وترتیب:
محمد زکریا رفیق
(ایم اے عربی و اسلامیات)

نظرثانی:
پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی
(پی ایچ ڈی ہارورڈ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

اُستاذُالاَساتِذہ

# پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ

(۱۹۰۹ـ۱۹۸۹ء)

حیات وخدمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المكتبة الرحمانية
۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر.....134968....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُستاذُالاَساتِذہ

# پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ

(۱۹۰۹ـ۱۹۸۹ء)

## حیات و خدمات

پروفیسر عبدالقیوم لائبریری
دار المعارف
0142-37384692

www.kitabosunnat.com

جمع و ترتیب: محمد زکریا رفیق
(ایم اے عربی و اسلامیات)

نظرِ ثانی
پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی
پی ایچ ڈی (ہارورڈ)

بزمِ اقبال
۲۔کلب روڈ، لاہور
۲۰۲۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُستاذُالاَساتِذہ

# پروفیسر عبدُالقیوم رحمہ اللہ

## حیات و خدمات


جمع و ترتیب ........................ محمد زکریا رفیق

نظرِ ثانی ........................ پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی

طبع اوّل ........................ اپریل ۲۰۲۲ء

تعداد ........................ ۱۰۰۰

صفحات ........................ ۷۶۲

کمپوزنگ ........................ عبدالقدوس، محمد عمران

ناشر ........................ بزمِ اقبال، لاہور

اہتمام ........................ دارالمعارف، لاہور

قیمت ........................ ۲۰۰۰ روپے



ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884
ای میل: Kitabsaray@hotmail.com

نفیس آپ
فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 32212991-32629724


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| عرض ناشر | | ۱۱ |
| دیباچہ | ادارہ | ۱۳ |
| مقدمہ | پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان | ۱۷ |
| تقریظ | پروفیسر محمد یحیٰی جلال پوری | ۱۹ |


## حصہ اوّل

### پروفیسر عبدالقیوم نمبر

### اورینٹل کالج میگزین

(شمارہ ۲۵۱، ۲۵۲۔ سال ۱۹۹۰ء)


| | | |
|---|---|---|
| اداریہ | پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک | ۲۷ |
| ۱۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی یاد میں | پروفیسر سید امجد الطاف | ۲۹ |
| ۲۔ شہیدِ علم پروفیسر عبدالقیوم | شیخ نذیر حسین | ۳۳ |
| ۳۔ محبّ العلم والعلماء | مولانا فضل الرحمان بن محمد | ۳۹ |
| ۴۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا | پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم | ۴۵ |
| ۵۔ پیکر علم وعمل: پروفیسر عبدالقیومؒ | ڈاکٹر محمود الحسن عارف | ۵۱ |
| ۶۔ پروفیسر عبدالقیوم مرحوم | پروفیسر شیر محمد گریوال | ۱۰۱ |
| ۷۔ آخری لمحات | میجر زبیر قیوم (ر) | ۱۰۷ |


” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۸۔ مشاہیر اہل علم کے خطوط (پروفیسر عبدالقیوم کے نام) | ڈاکٹر محمود الحسن عارف | ۱۱۹ |
| ۹۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایک مشفق ومہربان استاد | پروفیسر ڈاکٹر امین اللہ وثیر | ۱۴۱ |
| ۱۰۔ میرے استاد محترم پروفیسر عبدالقیوم | عمر فاروق غازی | ۱۴۷ |
| ۱۱۔ پروفیسر عبدالقیوم علم وتحقیق کا خزینہ | حامد مجید | ۱۴۹ |
| ۱۲۔ پروفیسر عبدالقیوم (قدیم وجدید کے درمیان حسین ترین نقطۂ اتصال) | محمد اسحاق بھٹی | ۱۵۵ |
| ۱۳۔ پروفیسر عبدالقیوم۔ میرے سراپا شفقت استاد | پروفیسر مرزا محمد منور | ۱۸۱ |
| ۱۴۔ ایک سراپا شفقت استاد | پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک | ۱۹۱ |
| ۱۵۔ میرے پروفیسر صاحب | پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان | ۱۹۹ |
| ۱۶۔ آہ پروفیسر مولوی عبدالقیوم! | غلام رسول ازہر | ۲۰۹ |
| ۱۷۔ تاریخ التراث العربی (فؤاد محمد سزگین کا اہم کارنامہ) | شیخ نذیر حسین | ۲۱۱ |
| ۱۸۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، بحیثیت قاضی پانی پت | ڈاکٹر محمود الحسن عارف | ۲۲۱ |


## حصہ دوم

## نئے مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب، تغمدہُ اللہ برحمتہٖ | پروفیسر محمد یحیٰ جلال پوری | ۲۶۷ |
| ۲۔ پروفیسر عبدالقیوم، ایک عظیم استاد اور نامور محقق | پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت | ۲۷۵ |
| ۳۔ بیاد استاد محترم پروفیسر عبدالقیوم صاحب | پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی | ۲۷۷ |
| ۴۔ پروفیسر عبدالقیوم مرحوم | پروفیسر حافظ محمد سعید | ۲۸۳ |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۵۔ والد محترم: پروفیسر عبدالقیومؒ | غزالہ حامد | ۲۸۵ |
| ۶۔ پروفیسر عبدالقیوم کی دینی و علمی خدمات (دو اہم انٹرویو) | محمد شہزاد خان | ۲۹۳ |
| ۷۔ سیمینار بیادگار پروفیسر عبدالقیوم | پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | ۳۰۱ |
| ۸۔ پروفیسر صاحب کے دو عظیم اساتذہ کرام | محمد زکریا رفیق | ۳۰۹ |
| ۹۔ مسجد مبارک اور ختم نبوت | پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری | ۳۱۹ |
| ۱۰۔ علومِ حدیث اور پروفیسر صاحب | پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری | ۳۳۳ |
| ۱۱۔ پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی، میاں فضل دین | محمد زکریا رفیق | ۳۳۷ |
| ۱۲۔ میاں فضل دین، خاندانی پس منظر اور اہل علم احباب | سکواڈرن لیڈر محمد یحییٰ بٹ | ۳۴۷ |
| ۱۳۔ الأستاذ عبد القيوم وجهده في ترتيب فهارس لسان العرب | محمود الحسن و ابراہیم محمد | ۳۶۹ |
| ۱۴۔ تحقيق متن نوادر الأخبار مع الحواشي للأستاذ عبد القيوم | حافظ محمد اسلم | ۳۸۹ |


## حصہ سوم

# پروفیسر عبدالقیوم کی چند اہم تحریریں


| | |
|---|---|
| ۱۔ اقبال کا تصور ختم نبوت | ۳۹۵ |
| ۲۔ تاجدار اقلیمِ حدیث، حافظ ابن حجر العسقلانی" | ۴۱۱ |
| ۳۔ ابن منظور افریقی کی لسان العرب پر ایک نظر | ۴۴۳ |
| ۴۔ الشہاب الحجازی (مؤلف کتاب نوادر الاخبار) | ۴۵۳ |
| ۵۔ علوم الحدیث | ۴۶۹ |
| ۶۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور (پروفیسر عبدالقیوم کے زمانۂ طالب علمی کی ایک تحریر) | ۴۸۱ |
| ۷۔ پروفیسر عبدالقیوم کے چند خطوط، (زبیر قیوم کے نام) | ۴۸۵ |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## حصہ چہارم

# تصانیف اور علمی خدمات کا جائزہ


| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ فہارس لسان العرب (ایک تعارفی علمی جائزہ) | محمد زکریا زاہد | ۴۹۹ |
| ۲۔ نوادر الاخبار (ایک قدیم متن کی تحقیق) | محمد زکریا زاہد | ۵۰۹ |
| ۳۔ پروفیسر صاحب کی نصابی کتب کا جائزہ | حافظ کاشف الرحمٰن | ۵۱۳ |
| ۴۔ تاریخ اسلام، تعارف | پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان | ۵۲۷ |
| ۵۔ مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ، ایک علمی جائزہ | حافظ محمد اسلم | ۵۳۱ |
| ۶۔ فرینکلن اسلامی انسائیکلوپیڈیا اور پروفیسر صاحب | محمد زکریا زاہد | ۵۴۵ |
| ۷۔ پروفیسر صاحب کی نگارشات سیرت | حافظ محمد فیاض الیاس | ۵۵۳ |


# اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ اور پروفیسر عبدالقیوم

(حصہ اوّل)


| | | |
|---|---|---|
| اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (دانش گاہِ پنجاب کا عظیم علمی کارنامہ) | محمد زکریا زاہد | ۵۶۹ |
| ۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن، مختصر تاریخی جائزہ | | ۵۶۹ |
| ۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن، مختصر علمی جائزہ | | ۵۷۱ |
| ۳۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالات، عناوین کا مختصر جائزہ | | ۵۷۲ |
| ۴۔ لائیڈن انسائیکلو پیڈیا کے چند محل نظر مقامات کا تتی جائزہ | | ۵۷۳ |
| ۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن پر مسلم سکالرز کی رائے | | ۵۷۵ |
| ۶۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، آغاز وارتقاء | | ۵۷۷ |
| ۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تین اہم خصوصیات | | ۵۷۸ |
| (۱) جمہور اہل اسلام کی نمائندگی | | ۵۷۹ |
| (۲) معروف مغربی افکار کا علمی جائزہ | | ۵۸۰ |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




| | | |
|---|---|---|
| | (۳) اسلامی مباحث میں تاریخی جائزوں کی شمولیت | ۵۸۲ |
| ۸۔ | اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے چند اہم عنوانات کی مثالیں | ۵۸۵ |
| ۹۔ | اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں نئے عنوانات کی مقدار | ۵۸۶ |
| ۱۰۔ | اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور عربی دائرہ معارف اسلامیہ، ایک مختصر تقابل | ۵۸۶ |
| ۱۱۔ | خلاصۂ بحث | ۵۸۷ |

(حصہ دوم)

| | | | |
|---|---|---|---|
| | **اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے تین ارکان** | **محمد زکریا رفیق** | ۵۸۹ |
| ۱۔ | پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع | | ۵۹۰ |
| ۲۔ | پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ | | ۵۹۲ |
| ۳۔ | پروفیسر عبدالقیوم | | ۵۹۴ |
| ۴۔ | اصحاب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی لسانی مہارتیں | | ۵۹۹ |
| ۵۔ | مستند حوالہ جات کے ساتھ جمہور اہل اسلام کی نمائندگی | | ۶۰۰ |
| ۶۔ | اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور ارکان کی مشکلات | | ۶۰۲ |
| ۷۔ | خلاصۂ بحث | | ۶۰۷ |

(حصہ سوم)

| | | | |
|---|---|---|---|
| | **پروفیسر عبدالقیوم بحیثیت محقق و سینئر مدیر** | **محمد زکریا رفیق** | ۶۰۹ |
| ۱۔ | پروفیسر عبدالقیوم کا اُردو دائرہ سے اوّلین تعلق | | ۶۰۹ |
| ۲۔ | سینئر مدیر کی حیثیت سے ترقی بر بنائے استحقاق علمی | | ۶۱۱ |
| ۳۔ | اردو دائرہ میں پروفیسر عبدالقیوم کے چند اہم تحقیقی مقالات | | ۶۱۲ |
| ۴۔ | پروفیسر عبدالقیوم کا علوم قرآن پر تحقیقی کام | | ۶۱۶ |
| ۵۔ | پروفیسر عبدالقیوم کا علوم حدیث پر تحقیقی کام | | ۶۱۸ |
| ۶۔ | پروفیسر عبدالقیوم اور اردو دائرہ کے مقالاتِ سیرت | | ۶۱۹ |
| ۷۔ | سینئر مدیر کی حیثیت سے علمی کام | | ۶۱۹ |
| ۸۔ | صحیح اور بہتر اسلامی فکر سے وابستگی کا اہتمام | | ۶۲۱ |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۔ | تمام اسلامی مکاتب فکر کی علمی و تحقیقی نمائندگی | | ۶۲۲ |
| ۱۰۔ | اُردو دائرہ میں قوسین والی ایڈیٹنگ | | ۶۲۳ |
| ۱۱۔ | اُردو دائرہ کے لیے نئے مقالات لکھوانے کی مشقت | | ۶۲۶ |
| ۱۲۔ | پروفیسر عبدالقیوم کا اسلوب نگارش | | ۶۲۷ |
| ۱۳۔ | اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی خاطر پروفیسر صاحب کی محنت و استقلال | | ۶۲۸ |
| ۱۴۔ | اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور پروفیسر عبدالقیوم کی خدمات، اہل علم کی نظر میں | | ۶۲۹ |
| ۱۵۔ | اُردو دائرہ معارف اسلامیہ پر تحقیقی کام کی ضرورت | | ۶۳۰ |
| ۱۶۔ | عرب دنیا کے لیے اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کا تعارف | پروفیسر عبدالقیوم | ۶۳۱ |
| ۱۷۔ | مختصر موضوعاتی فہرست، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ | محمد زکریا رفیق | ۶۳۳ |


## حصہ پنجم

## آثارِ خیر


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری (ایک تعارفی جائزہ) | محمد زکریا رفیق | ۶۴۱ |
| ۲۔ | دار المعارف لاہور (مرکز اسلامی تحقیق و تالیف) | ادارہ | ۶۴۵ |
| ۳۔ | الجامع المبارک لاہور (تعارف و خدمات) | ادارہ | ۶۵۵ |


## فہارس، مصادر، تصاویر


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | پروفیسر صاحب کی زندگی (سن وار جائزہ) | محمد زکریا رفیق | ۶۶۵ |
| ۲۔ | احوال و سوانح پروفیسر صاحب (مختصر اشاریہ) | مرتب | ۶۶۹ |
| ۳۔ | فہرست حواشی (تعارف شخصیات) | مرتب | ۶۷۲ |
| ۴۔ | اہم مصادر و مراجع | مرتب | ۶۷۵ |
| ۵۔ | تصاویر | مرتب | ۶۷۹ |


نوٹ۔ انگریزی مقالات کے لیے کتاب کے آخر میں حصہ انگریزی ملاحظہ کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عرضِ ناشر

پروفیسر عبدالقیومؒ (۱۹۰۹۔۱۹۸۹ء) عربی و اسلامی علوم کے نامور استاذ، عالمِ باعمل اور بلند پایہ محقق تھے۔ اسلامیہ کالج سے بی اے آنرز کی ڈگری لی اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سے ایم اے عربی کیا۔ اس کے بعد چار سال میکلوڈ سکالرشپ کے تحت تحقیقی کام کیا جس سے انھیں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عالمی سطح پر بھی شہرت نصیب ہوئی۔ انھوں نے پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی زیرِ نگرانی ابن منظور افریقی کی مشہور عربی لغت ''لسان العرب'' کے اشعار اور شعراء کا اوّلین اشاریہ تیار کیا۔

تقسیم ہند سے پہلے وہ زمیندارہ کالج گجرات، گورنمنٹ کالج لدھیانہ اور گورنمنٹ کالج ہوشیار پور اور قیام پاکستان کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں مجموعی طور پر تیس برس تک عربی و اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ اسی طرح انھوں نے زندگی کے آخری اکیس برس دانش گاہِ پنجاب میں ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کی تحقیق و تدوین میں صرف کیے۔

مختلف مدارج کے طلبہ و طالبات کے لیے تالیف کردہ ان کی محققانہ اور عام فہم نصابی کتب کئی دہائیوں تک نسلِ نو کی تعمیر کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔

پروفیسر عبدالقیومؒ کا اسلوبِ تدریس اور طلبہ سے عمدہ مثالی برتاؤ انھیں عظیم اساتذہ کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔ وہ اپنے ہم عصر اساتذہ میں بھی نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ ان کی زندگی صوم و صلوٰۃ کی پابندی، دینی اقدار کی ترویج، مسجد سے گہرا تعلق اور تلامذہ و علماء و محققین سے اخلاص اور محبت میں گزری۔

بزمِ اقبال پنجاب ان کی پرشکوہ علمی و تحقیقی سوانح حیات شائع کر رہی ہے۔ ''پروفیسر عبدالقیومؒ، حیات و خدمات'' ان کے شاندار علمی و تحقیقی کارناموں پر مشتمل ہے جو طلبہ اور اساتذہ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔

ریاض احمد چودھری

سیکرٹری/ ڈائریکٹر

بزمِ اقبال پنجاب، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

# دیباچہ

پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ (۱۹۰۹ء۔۱۹۸۹ء) پنجاب کے عروس البلاد لاہور کے عظیم سپوت تھے۔ انھوں نے تعلیم و تحقیق کے میدان میں بڑا نام کمایا۔ انھوں نے میکلوڈ سکالرشپ کے تحت چار سال (۱۹۳۵ء۔۳۸) فنِ تحقیق میں گزارے اور فھارس لسان العرب مرتب کر کے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء کی دہائی میں مشہور مستشرقین ڈاکٹر بروکلمان (Dr. Brockelmann)، پروفیسر ڈاکٹر سپولر (Prof. Dr. Spuler) اور ڈاکٹر ایف کرنکو (Dr. F. Krenkow) نے انھیں اپنی اپنی کتابوں میں خراج تحسین پیش کیا۔ موصوف کی زندگی کے تیس سال (۱۹۳۹ء۔۶۸) زمیندارہ کالج گجرات، گورنمنٹ کالج ہوشیارپور، گورنمنٹ کالج لدھیانہ، گورنمنٹ کالج لاہور اور یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور جیسے نامور تعلیمی اداروں میں عربی و علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس میں صَرف ہوئے۔ اُن کی زندگی کے آخری اکیس سال (۱۹۶۸ء۔۸۹) پنجاب یونیورسٹی کے عظیم علمی منصوبے اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کی تحقیق و تدوین میں گزرے۔ یہ لگ بھگ نصف صدی کا عرصہ ہے جو عربی و اسلامی علوم کی تعلیم و تحقیق میں گزرا۔

پروفیسر عبدالقیوم تعلیم و تدریس میں ماہرانہ صلاحیت کے حامل تھے۔ انھوں نے مولانا اصغر علی روحی اور ڈاکٹر مولوی محمد شفیع جیسے کبار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا جبکہ علامہ عبدالعزیز میمنی اور پروفیسر ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ جیسے ممتاز فضلاء کے معتمد ساتھی رہے۔

اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے اساسی اَعیان مولوی محمد شفیعؒ، ڈاکٹر سید عبداللہؒ اور پروفیسر عبدالقیومؒ تھے۔ انھوں نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ مل کر اُردو دائرہ معارف کو ملتِ اسلامیہ کا عظیم علمی و فکری سرمایہ بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ پروفیسر عبدالقیومؒ نے اُردو دائرہ معارف کی اکیس جلدوں کی تدوین میں حصہ لیا اور انھیں مستشرقین کے محلِ نظر بیانات کے تنقیدی جائزہ کے ساتھ صحیح اسلامی فکر کی صورت میں پیش کیا۔ اس عظیم کام کا نام آج بھی اعلیٰ علمی حلقوں میں ایک مستند علمی حوالے کے طور پر نہایت وقیع اور معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کے علمی شاہکار محققین، طلبہ اور عوام کے لیے لکھی گئی متعدد تالیفات اور مقالات کی شکل میں موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب کا اُردو دائرہ معارف اسلامیہ سے متعلق تحقیقی کام اسلام کے ہمہ گیر تعارف کے ساتھ بہترین تاریخی، تہذیبی اور فکری معلومات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم ایک عالم باعمل، مشفق معلّم و مربی اور بلند پایہ محقق تھے۔ وہ اپنی اِن تینوں حیثیتوں میں نسلِ نو کے لیے نہایت مثالی کردار کے حامل تھے۔ زیرِ نظر کتاب میں اُن کی ان تینوں حیثیتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین ان کے اخلاقِ حسنہ، اُسلوبِ تدریس اور اندازِ تحقیق سے بیک وقت مستفید ہوں گے۔ زیرِ نظر کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ اورینٹل کالج میگزین کے اس خصوصی شمارے کی طبع جدید پر مشتمل ہے جو پروفیسر صاحب کی وفات کے بعد اُن کی یاد میں اورینٹل کالج لاہور کی طرف سے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا گیا تھا۔ اسے ادارتی اصلاح اور نظرِ ثانی کے ساتھ دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔ میگزین میں مذکور تمام اَعلام کا ضروری تعارف بھی ذیلی حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس حصے میں تمام مضامین بلند پایہ ہیں، لیکن حجم کے اعتبار سے زیادہ مفصل مضمون ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کا ہے جو پروفیسر صاحب کی حیات و خدمات پر سب سے زیادہ جامع معلومات فراہم کرتا ہے۔ ان مضامین میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کا پیش کردہ مواد بھی منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ پروفیسر صاحبؒ کے صاحب زادے میجر زبیر قیوم کا مضمون آپ کی نجی زندگی کی کچھ بیش قیمت معلومات پر مشتمل ہے۔ پروفیسر صاحب کی زندگی پر اُن کے اَرشد تلامذہ کے مضامین نہایت بیش قیمت ہیں۔ اُن کے تدریسی مزاج اور معلّمانہ اخلاق پر معنی خیز تحریر ڈاکٹر شیر محمد زمان کی ہے۔ سید امجد الطاف، غلام رسول ازہر اور پروفیسر خورشید رضوی نے پروفیسر صاحب کی خدمت میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

اورینٹل کالج میگزین کا آخری حصہ ان چند موضوعات پر مشتمل ہے جن سے پروفیسر صاحب کو شغف تھا۔ یہ مقالات بھی اسی طرح شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کا دوسرا حصہ نئے مضامین پر مشتمل ہے۔ یہ مضامین اورینٹل کالج میگزین میں شائع شدہ مواد کے علاوہ ہیں۔ پروفیسر صاحب کے تلامذہ اور مختلف اہلِ علم کے لکھے ہوئے یہ مضامین پروفیسر صاحب کی زندگی کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور قارئین کو بیش قیمت معلومات فراہم کرتے ہیں۔

سوانح عمری کا تیسرا حصہ پروفیسر صاحب کی ذاتی تحریروں پر مشتمل ہے۔

سوانح عمری کا چوتھا حصہ پروفیسر صاحب کی علمی خدمات اور تالیفات کے جائزہ پر مشتمل ہے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حصہ دارالمعارف لاہور کے فاضل رکن جناب محمد زکریا رفیق نے تیار کیا، البتہ چند مضامین دیگر رفقاء نے تحریر کیے۔ پروفیسر صاحب کی تعلیمی و تحقیقی خدمات کے کئی پہلو ہیں، لیکن اُن کا اہم اور پائیدار علمی کارنامہ ''اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ'' کی شکل میں ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ادارتی ٹیم میں وہ لگ بھگ ۲۱ سال تک سینئر مدیر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس گراں قدر علمی خدمت کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا۔

سوانح عمری کا پانچواں حصہ پروفیسر صاحب سے متعلق اہم آثار پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں مسجد مبارک کا تعارف کرایا گیا ہے جس کی نگہداشت اور ہمسائیگی میں ان کی زندگی گزری۔ اسی حصے میں اسلامی تحقیقی ادارہ ''دارالمعارف'' اور پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے۔

پروفیسر صاحب کی زندگی علم و تحقیق میں گزری لیکن وہ محض کتابی انسان نہ تھے۔ انھیں اپنے رب کی عبادت کا خاص ذوق تھا۔ وہ عام لوگوں کی عزت اور علماء و محققین سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ علماء، طلباء اور عام ملاقاتیوں کے لیے خوش دلی سے وقت نکالتے اور مسجد میں ایک طویل وقت ذکرِ الٰہی اور دعاؤں میں صَرف کرتے۔ ان کی زندگی دینی اقدار کے فروغ اور عربی و اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں گزری۔ سفر آخرت سے پہلے انھوں نے بیماری کے ایام نہایت صبر و تحمل کے ساتھ گزارے۔

بیماری کے ایام کا تذکرہ واضح کرتا ہے کہ جس طرح وہ اپنی عام زندگی میں اللہ کے نیک بندے تھے، اسی طرح اُن کے آخری ایام بھی اللہ کے تقرب میں گزرے۔ اللہ تعالیٰ اِس عظیم وَلی کی نیکیاں قبول فرمائے۔ اُن کی تدریسی خدماتِ جلیلہ قبول فرمائے اور اُن کی جلائی ہوئی علم و تحقیق کی شمع ہمیشہ روشن رکھے۔ آمین

یہ سوانح عمری پروفیسر صاحب کے علم و عمل، حیات و خدمات اور علمی کارناموں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے قارئین یقیناً مستفید ہوں گے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور آخری مرحلے کی تیاری دارالمعارف کے محقق محمد زکریا رفیق نے انجام دی۔ ابتدائی طور پر دارالمعارف کے سابق رکن حافظ محمد اسلم نے بھی تیاری میں کچھ حصہ ڈالا۔ معروف صحافی و ادیب جناب احمد کامران صاحب نے زبان و ادب کے لحاظ سے مضامین کی نوک پلک سنوارنے میں حصہ لیا۔ حواشی ادارے کی طرف سے قلم بند کیے گئے۔

پروفیسر عبدالقیومؒ کے تلمیذ رشید پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان نے کتاب کے پہلے دو حصوں کو لفظ بلفظ پڑھا اور اگلے حصوں کو جستہ جستہ پڑھ کر قیمتی تجاویز اور علمی رہنمائی سے نوازا اور متعدد بار اصلاح فرمائی۔ پیرانہ سالی کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



باوجود کتاب کے علمی معیار کی بہتری میں اُن کا وافر حصہ اُن کے اپنے محسن و مربی اُستاذ پروفیسر عبدالقیوم کے ساتھ دیرینہ محبت کا ثبوت بھی ہے اور علم وتحقیق سے وابستگی کی دلیل بھی۔ حصہ انگریزی کی نظر ثانی میں بھی انھوں نے بھرپور حصہ لیا۔ وہ کتاب کے آخری مراحل تک برابر علمی وفنی رہنمائی سے نوازتے رہے۔ ادارہ دارالمعارف اُن کی اس شفقت اور عنایت پر متشکر و ممنون ہے۔

پروفیسر صاحب کے دوسرے تلمیذ نامور سکالر پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری بھی اس کتاب کی تیاری میں مسلسل تعاون کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ تمام قلمی معاونین، مدوّنین، کمپوزنگ کے ذمہ داران اور ناشران و قارئین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

شعبہ تحقیق وتالیف

دارالمعارف، لاہور

۴۔ اگست ۲۰۲۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان

# مقدمہ

پروفیسر عبدالقیومؒ (۱۹۰۹-۱۹۸۹ء) کا شمار پاکستان کے اُن نامور اساتذہ و محققین میں کیا جاتا ہے جنھوں نے عربی زبان و ادب اور علوم اسلامیہ کے وسیع میدان میں مہتم بالشان خدمات سرانجام دیں۔ اُن کے علمی کارناموں کا اعتراف اُن کی زندگی میں اور اُن کی رحلت کے بعد برعظیم اور عرب و اسلامی دنیا ہی میں نہیں بلکہ مغرب میں مستشرقین کی طرف سے بھی کیا جاتا رہا ہے۔ اُن کا اجمالی ذکر بھی تفصیل کا متقاضی ہوگا، مگر ان مختصر تقدیمی سطور میں نہ اِس کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت، کیونکہ زیر نظر تالیف کا عنوان ہی پروفیسر صاحب کی حیات و خدمات کا ممکن حد تک مکمل احاطہ کرتے ہوئے، انھیں علماء و محققین علومِ اسلامیہ کی نژادِ نو کے لیے از سرِ نو منظر عام پر لاتا ہے۔

پروفیسر صاحب مرحوم و مغفور کی رحلت کے بعد سب سے پہلے اُن کے لائق شاگرد پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک کی سربراہی میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج نے اپنے علمی مجلّہ کا خصوصی شمارہ (۱۹۹۰ء) اُن کی شخصیت اور علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے شائع کیا۔

ادارہ دارالمعارف کی اِس مبسوط تالیف میں اربابِ جامعہ کے تعاون سے اس شمارہ کے تمام مندرجات کو صرف انتہائی ناگزیر ایڈیٹنگ کے ساتھ حصہ اوّل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ حصہ دوم ان کے ممتاز تلامذہ اور اہل علم کے نئے مضامین اور تاثرات پر مشتمل ہے۔ حصہ سوم میں پروفیسر صاحب کی چند منتخب تحریریں نقل کی گئی ہیں۔ اُن کے صاحبزادے میجر زبیر قیوم کے نام اُن کے چند خطوط بھی اس حصے میں شامل ہیں۔ حصہ چہارم میں اُن کی تصانیف اور علمی خدمات کے جائزے پر مشتمل مضامین ہیں۔ حصہ پنجم معنون بہ ''آثار خیر'' میں پروفیسر عبدالقیوم لائبریری، دارالمعارف اور الجامع المبارک کا تعارف ہے۔

اوّل الذکر دونوں اداروں کے مؤسس پروفیسر صاحب کے سعادت مند صاحبزادے میجر زبیر قیوم ہیں۔ مسجد مبارک قدیمی ادارہ ہے۔ اب تینوں ادارے زبیر صاحب کی سرپرستی میں مصروفِ عمل ہیں۔ زیر نظر تالیف کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علاوہ پروفیسر صاحب کی تمام مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ منتشر تحریروں کی ازسرِنو اشاعت کے علاوہ زبیر صاحب کی طرف سے ان اداروں کی مسلسل سرپرستی ''آدابِ فرزندی'' کا حق ادا کرنے کی درخشاں وتابندہ مثال ہے۔ ایسی مثالیں شاذ ونادر دیکھنے میں آتی ہیں۔

تصویری حصہ میں پروفیسر صاحب کے ساتھ ان کے رفقاء وتلامذہ کی چند اچھی جھلکیوں کے علاوہ ان کی چند خاندانی تصاویر اور اُن کے استاذ گرامی مولوی محمد شفیع مرحوم کی تصاویر شامل ہیں۔ اس میں انگریزی میں پروفیسر صاحب کی حیات وخدمات پر ناچیز کے ایک مختصر مضمون کے علاوہ ان کی بعض انگریزی تصانیف کے جائزے شامل ہیں، مگر بلاشبہ اس حصہ کی سب سے وقیع اور گراں قدر چیز خود پروفیسر صاحب کا مضمون بعنوان ''A Survey of Arabic Lexicography'' ہے جس میں اس وسیع مضمون کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

کوئی انسانی کاوش کمال کا دعویٰ کر سکتی ہے، نہ لغزش وخطا ونسیان یا افراط وتفریط سے خالی ہو سکتی ہے، تاہم ادارہ دارالمعارف ہدیہ تبریک وتحسین وستائش کا مستحق ہے کہ پروفیسر صاحب مرحوم کی حیات وخدمات پر ایک جامع اور مبسوط تالیف مرتب کرنے کے لیے ہر جانب سے موزوں مواد کی تحصیل اور اس کی سلیقہ مندی سے ترتیب وتدوین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی۔ اس کے لیے وہ پروفیسر صاحب مرحوم کے خوشہ چینوں کی طرف سے بالخصوص اور اساتذہ وطلبہ عربی وعلوم اسلامیہ کی طرف سے بالعموم دلی اعتراف وتشکر کے مستحق ہیں۔

پروفیسر صاحب مرحوم کے ایک ادنیٰ تلمیذ کی حیثیت سے دارالمعارف کے منصرمین کے ارشاد پر یہ تقدیمی شذرہ امتثالِ امر بھی ہے اور میرے لیے باعثِ صد افتخار ومباہاۃ بھی۔ اس اعزاز کے لیے میں اُن کا سراپا متشکر وممنون ہوں۔

ناچیز
شیر محمد زمان چشتی
یکم ذی الحج ۱۴۴۲ھ
بمطابق ۱۲ جولائی ۲۰۲۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری

# تقریظ

یہ کتاب پروفیسر عبدالقیوم ؒ کی زندگی پر ایک جامع اور خوب صورت دستاویز ہے۔ اس میں اُن کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا نہایت عمدہ انداز سے جائزہ لیا گیا۔ اس کتاب کی افادیت اور جامعیت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کی ذاتی زندگی پر جن لوگوں نے لکھا، وہ آپ کے قریبی رفقاء، طلباء وطالبات اور اہلِ خاندان تھے۔ ان اَصحاب و اَخلاف نے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا قریب سے مشاہدہ کیا اور عظمت وفضیلت کے معترف ہوئے۔

اولاد کا اپنے والد گرامی سے فطری قلبی تعلق ہوتا ہے لیکن کالج اور یونیورسٹی کے طلباء بلا وجہ کسی کے عقیدت مند نہیں ہوتے۔ یہ پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں جو خوب جانچ پرکھ کر کسی کے علم وفضل اور اخلاق وعادات کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کے تمام رفقاء اور فیض یافتگان کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ پروفیسر صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا مشن علم وتحقیق، نوجوانوں کی تربیت اور دینی اقدار کی تائید وترویج تھا۔ ہر شخص نے یہی کہا کہ وہ ہر دینی موضوع پر رہنمائی اور افادے کی بے مثال صلاحیت رکھتے تھے۔ اُن سے کسی بھی موضوع پر علمی گفتگو کی جاتی تو وہ نہ صرف اس کی گہرائی میں اترتے تھے بلکہ اس کے مصادر ومراجع بھی بیان فرما دیتے تھے۔ ان کے تمام شاگردوں نے یہ بات کی ہے کہ ان کا طریقۂ تعلیم غیر معمولی تھا۔ بعد از تعلیم وہ اپنے طلباء سے ساری زندگی تعلق نبھاتے، ان کی خیر خواہی کرتے اور ان کے فائدے کی بات سوچتے۔ کوئی بھی عام استاذ یہ سب کچھ نہیں کرتا۔ یہ صرف مثالی استاذ ہی کرتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے حلقہ احباب اور شاگردوں میں ہر مسلک اور مکتب فکر کے لوگ تھے۔ پروفیسر صاحب کی زندگی کے تمام پہلو اتنے خوب صورت تھے کہ فقہی مسالک کے فرق کے باوجود کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ پروفیسر صاحب کے عقیدت مندوں میں گدی نشین خاندانوں کے افراد بھی شامل تھے اور مختلف مسالک ومکاتب کے لوگ بھی۔ پروفیسر صاحب سے مستفید ہونے والوں نے اُن کی توصیف وتوثیق پر جو کچھ لکھا، وہ روایتی نہیں بلکہ یہ اُن کی دل کی آواز ہے۔ پروفیسر صاحب کے تمام شاگرد اور رفقاء اس بات پر متفق ہیں کہ پروفیسر نے جو کچھ لکھا، پڑھایا اور جو گفتگو فرمائی، اس میں بڑا توازن، گہرائی اور وسعت تھی۔ وہ میرٹ پر بات کرتے تھے، انصاف پسندی اور عدل کے حامل تھے اور ان میں مبالغہ آمیزی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کوئی شائبہ تک موجود نہ تھا۔ انھوں نے تاریخ کی متنازعہ شخصیات پر گفتگو کی تو خوبیوں کو چھپایا نہیں، اور لوگوں کی محبوب ہستیوں پر لکھا تو ان کی زندگی کا ہر اعتبار سے عادلانہ احاطہ کیا۔ انھوں نے جو کچھ لکھا، انتہائی شائستگی اور اخلاقی معیار کے مطابق لکھا۔ یہی ایک سچے محقق اور عالم ربانی کی شان ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی محبت ہر مسلمان کی زندگی کا مرکز و محور ہے۔ پروفیسر صاحب بھی اس کی بہترین مثال تھے۔ انھوں نے اپنی نگارشاتِ سیرت میں ہمیشہ اپنے نبی کی عظمتوں اور رفعتوں کو اجاگر کیا۔ اس کے باوجود انھوں نے کبھی حدّ اعتدال سے تجاوز نہ کیا۔ عیسائی ''عظیم نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کی مدح و توصیف میں بھٹک گئے اور ان کی شخصیت میں مبالغہ کیا، پروفیسر صاحب نے اپنے قلم کو اس طرح آلودہ نہیں ہونے دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات اتنی اعلیٰ ہے کہ اپنی طرف سے کی گئی کوئی بات حقیقت میں آپ کے شایانِ شان ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ کے کمالات کا صحیح ادراک اور صحیح طور پر ان کے اظہار ہی سے سیرت نگاری کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر صاحب صحابہ کی سیرت و کردار سے نہایت محبت کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے علمی ضرورتوں کے تحت مشاجرات صحابہ پر بھی نہایت سلیقے اور شائستگی سے گفتگو کی۔ انھوں نے واضح کیا کہ صحابہ کرام انسان تھے، ان میں نقطہ نظر اور ترجیحات کا ویسے ہی اختلاف تھا جیسے تمام بڑے انسانوں میں ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا سلیقۂ عدل و انصاف اتنا مضبوط تھا کہ جس کے بارے میں جو سنا اور جو کہا گیا، اُسے قالین کے نیچے چھپانے کے بجائے واضح کیا گیا۔ اس سب کے باوجود صحابہ کرام کے قول و فعل میں کسی قسم کی مبالغہ آمیزی، جھوٹ، غلط بیانی اور نت نئی چیزوں کی ایجاد نظر نہیں آتی جو ہمیں دیگر امتوں کے پیروکاروں میں نظر آتی ہے۔ سابقہ امتوں کے بعض پیروکاروں نے انبیاء کی وفات کے بعد ان کی تعلیمات میں تحریف کی اور اپنے بنیادی دین سے دُور جا پڑے۔ صحابہ کرام میں اختلافِ رائے تھا جو فطری تھا لیکن کسی طرح کی گھڑی ہوئی باتوں کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

صحت مند طریقہ یہی ہے کہ فطری اختلاف کو فطری ہی رکھا جائے، امت کو تقسیم نہ کیا جائے۔ فرقہ پرستی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ پروفیسر صاحب کی زندگی کا بھی یہی مشن تھا کہ تمام مسلمان متفق و متحد ہوں۔ صحابہ کرام کا عقیدہ ایک جیسا تھا، قرآن اور سنت کی بنیادی تعلیمات میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جہاں اختلاف ہے، وہ فقط اجتہادی امور میں فہم اور رائے کا اختلاف ہے۔ ایسے اختلاف کو برداشت بھی کیا جا سکتا ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں اس کو مطابقت اور موافقت کے بہت قریب بھی کیا جا سکتا ہے، صحابہ کرام اپنے اختلافات میں اسی منہج پر کاربند رہے۔ پروفیسر صاحب نے بڑوں کی طرف منسوب باتوں کی تحقیق و تنقیح بھی پیش کی۔ مختلف فرقوں نے صحابہ کرام کے حوالے سے جو باتیں کیں اور جو نئی چیزیں ایجاد کیں، پروفیسر صاحب نے علم و تحقیق کے ساتھ ان سب کی حقیقت واضح کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب نے واضح کیا کہ مسلمانوں کی تاریخ فقط سیاسی نوعیت کی نہیں بلکہ زندگی کے ہر میدان میں حقیقی انسانی ترقی اور علمی ارتقاء کی داستان ہے۔ پروفیسر صاحب کی زندگی کا ایک اہم موضوع علوم کی تاریخ تھا۔ انھوں نے واضح کیا کہ علوم وفنون کی ترقی میں مسلمانوں کی خدمات کتنی عظیم الشان ہیں۔ مسلمان اپنے دورِ عروج میں ہر شعبۂ علم میں تمام دنیا سے آگے بڑھ گئے اور ان کا علم انسانیت دوستی پر مبنی تھا۔ موجودہ سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کا روزافزوں استعمال فوائد سے زیادہ نقصانات کا حامل ہے۔ مغربی سائنس اور جدید ٹیکنالوجی سے زمین پر انسانی زندگی اور عام حیات کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے دَورِ قیادت میں ایسا کچھ نہ کیا جو عام انسانیت کو فائدہ دینے کے بجائے نقصان پہنچاتا۔ آج کل جو اقوام تہذیب اور جدید علم میں سب سے آگے نظر آتی ہیں، وہ چاہتی ہیں کہ ساری دنیا اُن کی تابع ہو جائے۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں ایسا کبھی نہ کیا، انھوں نے دیگر مذاہب، ادیان اور تہذیبوں سے وابستہ لوگوں کے ساتھ رواداری، نیکی اور زیادہ سے زیادہ خیر خواہی کا سلوک کیا۔ انھوں نے تو انسانی زندگی میں شائستگی اور فلاح کا چلن عام کیا۔

ہمارے دور میں اساتذہ بالعموم اپنے تعلیمی فرائض کے تحت ان مضامین کی تدریس تک محدود رہتے ہیں جو اُن کے ذمے ہوں۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک معلم کا اصل فریضہ شاگردوں کی شخصیت سازی تھی۔ وہ اپنے طلباء وطالبات میں وسعت نظر پیدا کرتے، انھیں مطالعہ کا عادی بناتے، انھیں محنت کی طرف راغب کرتے اور ان میں فکری توازن اور اعتدال کی آبیاری کرتے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کا بنیادی مشن خیر کی ترویج تھا۔ وہ اپنے فیض یافتگان میں اتفاق، برداشت، تحمل اور محبت ومودت کی اقدار کو ترویج دیتے۔ پروفیسر صاحب کے شاگردوں اور رفقاء کی تحریروں سے واضح ہو جاتا ہے کہ پروفیسر صاحب اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔

پروفیسر صاحب کے علمی کام کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، عربی زبان، ادب ولغت اور رجال وطبقات جیسے تمام علوم اسلامیہ پر دسترس تھی۔ وہ اُن نادر روزگار اربابِ علم میں سے تھے جو قدیم عربی واسلامی علوم کے ساتھ ساتھ اسلام اور جدید افکار کی کشمکش سے بھی خوب آگاہ ہوتے ہیں۔ اسلام کے مخالفین نے تاویلات، تحریفات اور خودساختہ باتوں کے ذریعے اسلام کا چہرہ بگاڑنے کی لگاتار کوشش کی لیکن پروفیسر صاحب کی زندگی کا مشن تھا کہ اسلامی تہذیب اور تاریخ پر وارد ہر وہمی اور جعلی اعتراض دور کیا جائے اور اسلام کا خوب صورت چہرہ دنیا کے سامنے عیاں کیا جائے۔ پروفیسر صاحب نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سیکڑوں مقالات کی تحقیق وتدوین کی اور ہر جگہ مستشرقین کی تدلیس اور تلبیس کا پردہ چاک کیا۔ پروفیسر صاحب کا اُردو دائرہ معارف کا کام انھیں برصغیر کے اجل علماء اور محققین میں شامل کرتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے قریب ترین لوگوں، خصوصاً اُن کے بچوں نے اُن کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے نہایت خوب صورت خانگی زندگی گزاری۔ انھوں نے ایک دوسرے سے محبت کرنے والا خاندان تشکیل دیا اور اُسے اپنی شفقتوں اور خوب صورت تربیت سے پروان چڑھایا۔

پروفیسر صاحب کی علمی زندگی کی تگ وتاز بڑی کٹھن ہے، لیکن اتنی محنتوں اور مصروفیتوں کے باوجود اُن کا اپنے اللہ سے تعلق بہت مضبوط تھا۔ وہ اپنے رب سے مناجات کرنے والے، ذکر سے زبان کو تر رکھنے والے، تہجد گزار اور اللہ کے حضور گڑگڑانے والے انسان تھے۔ ان کی زندگی کی خاص توجہ طلب بات یہ ہے کہ انھوں نے آخری بیماری میں ایک طویل عرصہ گزارا، لیکن اُن کے تعلق باللہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی، بلکہ اُس میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ انھوں نے ہر دکھ اور غم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ انھوں نے شدید بیماری میں بھی مایوسی کو قریب نہ پھٹکنے دیا، شکوہ وشکایت تو دُور کی بات ہے، ان کے ایک ایک عمل سے اللہ کی رحمت پر بھروسہ اور اس سے امیدیں چھلکتی تھیں۔ یہ ہمت اور بہادری اللہ پر بھروسے کے بغیر ممکن بھی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اُن کی زندگی کا بہترین بدلہ دینا چاہتا تھا۔ اُن کی زندگی کے آخری ایام کے متعلق جو کچھ ان کے بچوں نے بیان کیا، اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انھیں اللہ کی رحمت کی خوش خبریاں مل رہی تھیں۔ انھوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا، لیکن قرائن واِشارات دلالت کر رہے تھے کہ انھیں اُن کے صبر وشکر اور زندگی بھر کی محنتوں کا صلہ ملنے والا ہے۔

بہت کم لوگوں کو یہ نصیب ہوتا ہے کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کا مشن جاری رہے۔ یقیناً یہ پروفیسر صاحب کے اخلاص، محنت اور للّٰہیت کا نتیجہ ہے کہ اُن کا مشن نہ صرف جاری ہے بلکہ اُسے مسلسل وسعت بھی نصیب ہو رہی ہے۔ اُن کی مسجد اور اُن کے نام پر قائم لائبریری دین کی خدمت میں ترقی کر رہے ہیں۔ اُن کا تحقیقی مشن، آج ایک بڑے ادارے ''دار المعارف'' کی شکل اختیار کر چکا ہے اور دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ مقاصد آج بھی وہی ہیں جو پروفیسر صاحب کے پیشِ نظر تھے، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ، مسلمانوں کی خیر خواہی، مسلمانوں کو آپس میں جوڑنا اور دین کی روشنی پھیلانا۔۔۔ ان شاء اللہ یہ بشائر ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی جدوجہد کو اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت ملا ہے۔ اللہ کرے اُن کا قائم کردہ یہ سلسلہ چلتا رہے۔ اُن کی اولاد اور وابستگان دین کے مشن سے جڑے رہیں اور یہی ہر مسلمان کی زندگی کا خوب صورت ترین کام ہے۔ اسی بات کی پروفیسر صاحب نے تعلیم دی اور ان کی ساری تگ ودو انھی مقاصد کے لیے تھی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ.....

(پروفیسر) محمد یحییٰ جلال پوری

۲۱۔اپریل ۲۰۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

## حصہ اوّل

# اورینٹل کالج میگزین کا خصوصی شمارہ

یہ پروفیسر عبدالقیومؒ کے تذکار و اعزاز میں اوّلاً ۱۹۹۰ میں شائع ہوا اور اب پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کی اجازت سے دارالمعارف کے زیر اہتمام زیرنظر تالیف کے حصہ اوّل کے طور پر دوبارہ پیش کیا جارہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# اورینٹل کالج میگزین

جلد ٦٤ : شمارہ ١، ٢ شمارۂ مسلسل ٢٥١، ٢٥٢

مدیر

پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

پرنسپل

یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

پاکستان

١٩٩٠

اورینٹل کالج میگزین کے ٹائٹل کا عکس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اورینٹل کالج میگزین

جلد:۶۴ شمارہ:۱، ۲ شمارہ مسلسل:۲۵۱، ۲۵۲

مدیر

پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

پرنسپل

یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

پاکستان

۱۹۹۰ء

مجلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اکرم

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اداریہ

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم و مغفور کی پنجاب یونیورسٹی سے وابستگی ایک طویل مدت پر محیط ہے۔
بقول حفیظ جالندھری:

یہ نصف صدی کا قصہ ہے
دو چار برس کی بات نہیں

بی۔ اے (آنرز، عربی) اور ایم۔ اے (عربی) کی طالب علمی کے پانچ برس گزار کر وہ چار برس تک یہاں ریسرچ سکالر رہے۔ پھر ۱۹۴۷ء کے بعد تقریباً اکیس برس تک یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبہ عربی میں بلا معاوضہ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور اس کے بعد اکیس برس تک شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے ادارۂ تحریر کے ممتاز رکن رہے، تا آنکہ ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء کو وہ اپنی آخری منزل پر پہنچ گئے۔

ان کی تدریس سے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طلبہ اور طالبات نے فیض پایا۔ ان کی علمی تحقیقات نے اس روایت کو آگے بڑھایا جو پنجاب، بالخصوص اورینٹل کالج کے لیے مابہ الامتیاز رہی ہے اور اندرون ملک ہی نہیں بیرون ملک بھی داد پائی اور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم، ڈاکٹر ایف کرنکو اور ڈاکٹر ہے ووڈ (Hoywood) جیسے اہل علم و فضل نے مستقل مضامین لکھ کر انھیں خراج تحسین ادا کیا۔

اورینٹل کالج میگزین کا زیرِ نظر شمارہ مرحوم کے علمی و تحقیقی کارناموں اور ان کی خدمات جلیلہ کے اعتراف کے طور پر ان کی نذر کیا جا رہا ہے۔

ادارہ مرحوم کے ان رفقائے کار، اعزہ و احباب، تلامذہ اور دیگر معاصرین کا تہ دل سے شکر گزار ہے جنھوں نے ہماری درخواست پر ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور ان کے تدریسی، علمی اور تحقیقی کارناموں پر روشنی ڈالی۔

اس شمارے کے دوسرے حصے میں ایسے موضوعات پر تحقیقی مقالات شامل کیے جا رہے ہیں جن سے مرحوم کو زندگی بھر دلچسپی رہی۔ جناب شیخ نذیر حسین نے فؤاد سزگین کی ''تاریخ التراث العربی'' پر قلم اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کے دور قضا پر تحقیق کی ہے اور آخری مقالہ جو انگریزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زبان میں ہے، خود مرحوم پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی غیر مطبوعہ تحریر ہے۔

ہمیں اعتراف ہے کہ ہم ان پر لکھنے کا حق ادا نہیں کر سکے تاہم ان نگارشات سے آنے والے محققین کے لیے ایک بنیاد ضرور فراہم ہو جائے گی۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ اہل علم کی نگاہ میں قدر و منزلت حاصل کرے گا۔

مدیر[1]

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک اورینٹل کالج میں شعبہ عربی کے صدر، پرنسپل، جامعہ پنجاب کے پرو وائس چانسلر اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر رہے، ان کا تعلق شرق پور (شیخوپورہ) سے تھا، ان کے والد ملک حسن علی جامعی ایک ممتاز اور معروف شخصیت کے مالک تھے، اورینٹل کالج میگزین کا یہ خصوصی شمارہ ۱۹۹۰ء میں انھی کے زیرِ ادارت شائع ہوا تھا، انھوں نے ۹، اگست ۲۰۱۴ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سید امجد الطاف*

# پروفیسر عبد القیوم صاحب کی یاد میں

کہیے تو سہی لوٹ کے اب آئیں گے کب آپ؟
جی لیں گے اسی آس پہ ہم ، ہوں گے نہ جب آپ

اس دنیا میں سب کچھ ہے، مگر کچھ بھی نہیں ہے
ہم پوچھیں تو بتلائیں گے کیا اس کا سبب آپ

خوش فکر تھے، خوش ذوق تھے، خوش باش تھے ہم بھی
کس رنگ میں ہیں آ کے ذرا دیکھیے اب آپ

اب جی کی ترنگیں ہیں نہ جینے کی امنگیں
ہونٹوں کی ہنسی، دل کا سکون، لے گئے سب آپ

جینے کا سلیقہ تو سکھاتے رہے برسوں
اب جاں سے گزرنے کا بتا جایئے ڈھب آپ

---

* سید امجد الطاف ۱۰ مارچ ۱۹۲۴ء کو مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے، اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی پہلی جلد سے ہی بطور مدیر معاون ادارے سے وابستہ ہوئے، ان کی شمولیت ۱۱ جون ۱۹۵۴ء کو ہوئی، پھر مدیر / ایڈیٹر بنے، ساتویں جلد طبع ۱۹۷۱ء سے سینئر ایڈیٹر ہو گئے، انیسویں جلد طبع ۱۹۸۶ء میں رئیس ادارہ ڈاکٹر سید عبد اللہ کی رخصت پر پہلے ۱۹ مارچ ۱۹۸۶ء سے قائم مقام رئیسِ ادارہ / صدر شعبہ بنے، پھر اس ذمہ داری پر مستقل ہو گئے، آخری جلد نمبر ۲۴ ''اشاریہ'' طبع ۱۹۹۳ء تک ان کا نام شائع ہوتا رہا۔ پروفیسر عبد القیوم صاحب کے ساتھ ان کا تعلق ادارے کے تمام افراد کی بہ نسبت زیادہ عرصہ تک قائم رہا۔ وہ پروفیسر صاحب سے بہت گہری محبت رکھتے تھے۔ انھوں نے پروفیسر صاحب پر منظوم ہدیۂ محبت لکھنے کی کوشش کی تو شدت جذبات سے خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ دو مرتبہ طبیعت سخت خراب ہوئی۔ تیسری کوشش میں ناسازیِ طبع کے باوصف یہ اشعار ارشاد فرمائے۔ انھوں نے ۵ جولائی ۱۹۹۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



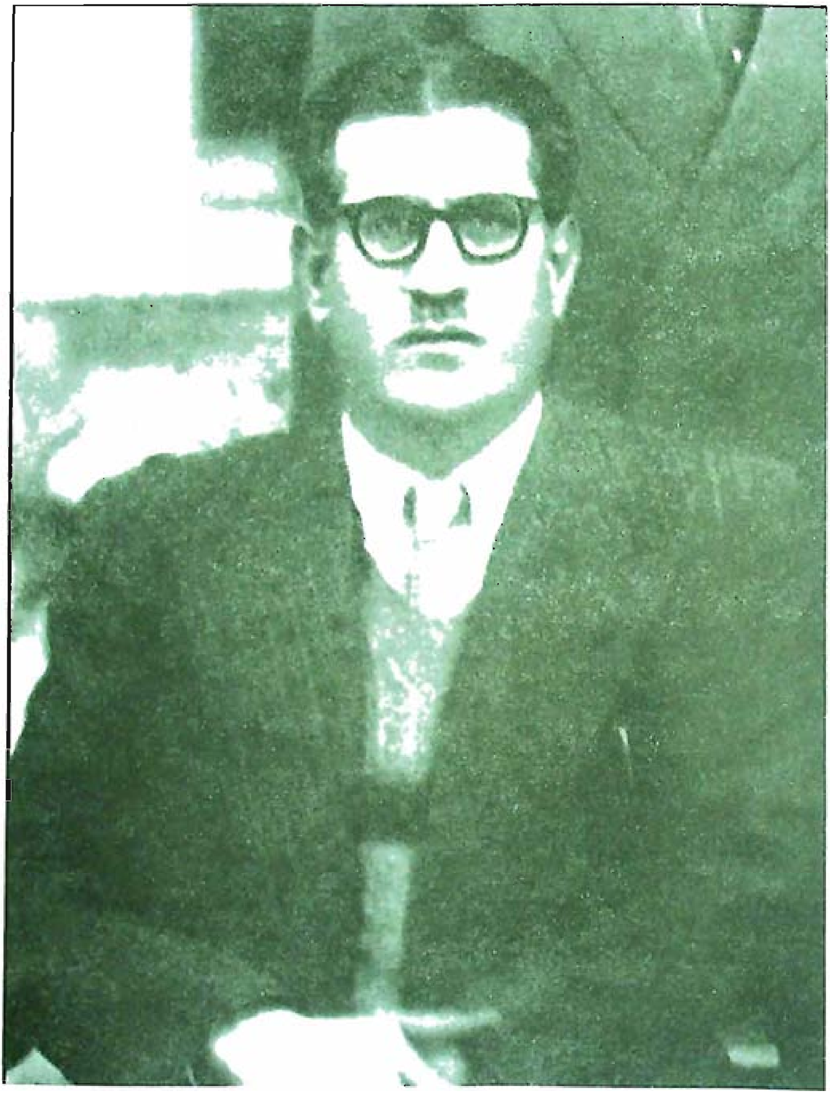

پروفیسر عبدالقیوم (۱۹۵۷ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



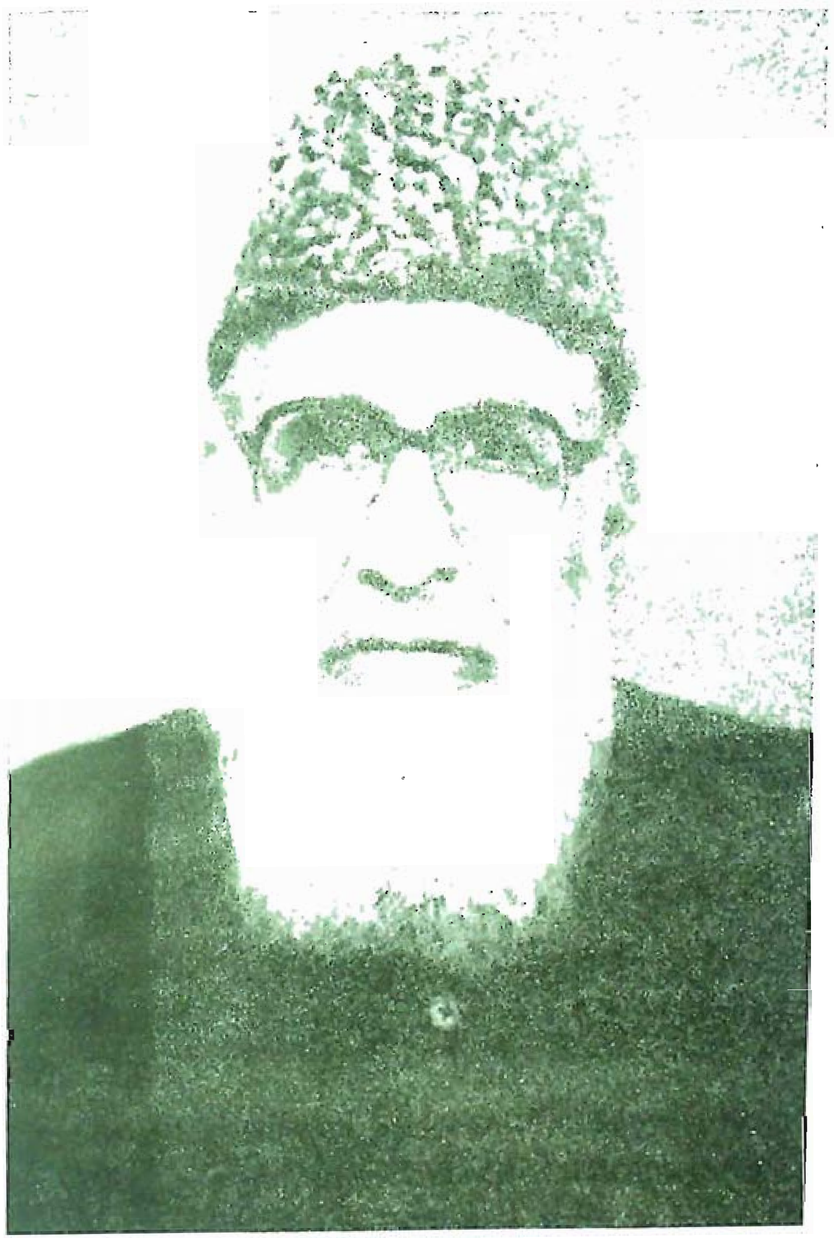

پروفیسر عبدالقیوم (۱۹۸۵-۸۶ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*شیخ نذیر حسین

# شہیدِ علم پروفیسر عبدالقیوم

عربی زبان و ادب کے مشہور استاد، علوم اسلامیہ کے فاضل محقق اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ممتاز مدیر نے اسی برس کی عمر میں ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء کو انتقال کیا۔ وہ ۱۹۰۹ء میں لاہور کے ایک معزز کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میاں فضل دین علماء و فضلاء کے خدمت گزار اور بڑے قدر دان تھے۔

پروفیسر صاحب کے سب سے بڑے بھائی پروفیسر اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے پرنسپل تھے۔ چار بھائی پاکستان کی فضائیہ میں ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے۔ ایک بھائی عبداللہ بٹ مشہور صحافی تھے، جو لاہور کی علمی، ادبی اور سیاسی محفلوں کی جان تھے۔[1]

پروفیسر عبدالقیوم کے والد کی مہمان نوازی اور فیاضی سے ان کا گھر برعظیم کے علماء و فضلاء کا مہمان خانہ بن گیا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی[2]، مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی[3] اور مولوی ثناء اللہ امرتسری[4] جب بھی لاہور آتے تو ان کے ہاں قیام کرتے۔ اس طرح پروفیسر صاحب نے دینی اور علمی ماحول میں پرورش پائی۔ انھوں نے میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور، ایف اے اور بی اے آنرز اسلامیہ کالج لاہور سے

---

* شیخ نذیر حسین اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ۸، دسمبر ۱۹۷۱ء کو بطورِ ایڈیٹر شامل ہوئے، پہلی مرتبہ ان کا نام آٹھویں جلد پر شائع ہوا اور یہ آخری جلد نمبر ۲۴ اشاریہ تک اس شعبہ سے بطورِ ایڈیٹر وابستہ رہے، ان کے متعدد مضامین اور تراجم اس لمبے عرصے میں دائرہ معارف کا حصہ بنے، ان کا ۱۹۹۹ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ اس طرح پروفیسر صاحب کے ساتھ ان کی رفاقت تقریباً اٹھارہ برس تک رہی۔

[1] پروفیسر صاحب کے والد اور بھائیوں کا تعارف آئندہ مضامین میں شامل ہے۔

[2] مولانا محمد حسین بٹالوی ۱، مارچ ۱۸۴۱ء کو بٹالہ میں پیدا ہوئے، قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کی، مسجد چینیاں والی میں خطیب رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۹، جنوری ۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔

[3] مولانا ابراہیم میر اپریل ۱۸۷۴ء کو پیدا ہوئے، ممتاز عالم دین اور تحریک پاکستان کے سرکردہ رہنما تھے، ان کی متعدد کتب ان کی زندگی میں مقبول ہوگئیں، انھوں نے ۱۲، جنوری ۱۹۵۶ء کو سیالکوٹ میں وفات پائی۔

[4] مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئے، ان کا آبائی علاقہ کشمیر تھا، عمدہ محقق، کامیاب مدرس، اعلیٰ مصنف، مشہور مناظر، سیاسی اور مذہبی لیڈر تھے، پروفیسر صاحب نے اپنے ایک مضمون میں اپنے ہاں متعدد بار ان کی آمد کا ذکر کیا ہے، ہجرت کے بعد پاکستان آئے اور ۱۵، مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاس کیا۔ یہ زمانہ اسلامیہ کالج کی ترقی و عروج کا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی[1] کالج کے پرنسپل تھے۔ ایم۔ اے غنی[2] اور محمد دین تاثیر[3] انگریزی کے استاد تھے۔ عربی اور دینیات مولوی اصغر علی روحی[4] مرحوم پڑھاتے تھے۔ مولوی روحی صاحب مرحوم کا سب سے بڑا فیض یہ تھا کہ انھوں نے مغربی طرز معاشرت کے مقابلے میں اسلامی تہذیب و تمدن کی برتری کا نقش قائم کیا۔ مولوی صاحب بڑے حق گو اور انصاف پسند تھے۔ ان کے زمانے میں ہندوؤں نے شاہ عالمی دروازہ کے باہر ایک سرکاری قطعہ زمین پر ناجائز قبضہ کر کے مندر تعمیر کر لیا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی جوشیلے مسلمانوں نے بھی راتوں رات مسجد بنا ڈالی۔[5] مسلمانان لاہور کی دینی حمیت اور جوش و جذبے کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی، لیکن مولوی روحی صاحب کو اس سارے کام سے اختلاف تھا۔ ان کی رائے میں شریعت کی رو سے سرکاری زمین پر قبضے سے پیشتر حاکم وقت کی رضامندی اور اجازت نہایت ضروری تھی۔ پروفیسر عبدالقیوم نے ایم۔ اے (عربی) کے لیے اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ اس وقت شعبہ عربی کے سربراہ مولوی محمد شفیع[6] (ایم اے کینٹب) تھے، جو کیمبرج سے علوم اسلامیہ میں علمی تحقیق و تفتیش کا نیا انداز سیکھ کر آئے تھے۔ مولوی صاحب کی علم پروری اور مردم شناسی سے یونیورسٹی اورینٹل کالج مجمع الکمال بن گیا تھا۔ مولوی عبدالعزیز میمنی،[7]

---

[1] علامہ عبداللہ یوسف علی نے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ لکھا، یہ ۱۴، اپریل ۱۸۷۲ء کو سورت میں پیدا ہوئے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے اور ریاست حیدرآباد کے وزیر رہے۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے پرنسپل بھی رہے۔ ۱۰، دسمبر ۱۹۵۳ء کو لندن میں وفات پائی۔

[2] پروفیسر سید ایم۔ اے غنی کو شیکسپئر پر سند سمجھا جاتا تھا۔ انھوں نے ۶، جنوری ۱۹۵۰ء کو وفات پائی اور قبرستان ملوک شاہ بہاولپور میں دفن ہوئے۔

[3] محمد دین تاثیر ۲۸، فروری ۱۹۰۲ء کو اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، ادیب، دانشور اور مدرس تھے۔ ۳۰، نومبر ۱۹۵۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[4] مولانا اصغر علی روحی کی پیدائش ۱۸۶۷ء کو کٹھالہ ضلع گجرات میں ہوئی، پروفیسر صاحب نے ان سے بہت استفادہ کیا اور ان پر ایک مضمون بھی لکھا جو مقالات پروفیسر عبدالقیوم (اردو) ج ۲، ص ۱۸۰ تا ۱۸۴ میں مطبوع ہے۔ ۳۱، مئی ۱۹۵۴ء کو لاہور میں وفات پائی اور امانتاً تدفین ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آبائی گاؤں میں انھی کے نام سے موسوم مسجد سے متصل قبرستان میں دفن کیے گئے۔

[5] ''مسجد شب بھر'' شاہ عالم چوک لاہور کے جنوب مشرقی کونے پر ہے، جبکہ شمال مغربی کونے پر یہ مندر واقع تھا جو ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد (ایودھیا، بھارت) کی شہادت کے بعد گرادیا گیا۔

[6] ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ۶، اگست ۱۸۸۳ء کو قصور میں پیدا ہوئے، اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے بانی و رئیس تھے، کئی کتابوں کے مصنف اور سرکاری اعزازات کے حامل تھے۔ ۱۴، مارچ ۱۹۶۳ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[7] مولانا عبدالعزیز میمنی ۲۳، اکتوبر ۱۸۸۸ء کو ضلع راج کوٹ میں پیدا ہوئے، متحدہ ہندوستان اور پاکستان کے متعدد کالجوں اور یونیورسٹیوں میں صدر شعبہ عربی رہے۔ وہ بین الاقوامی شخصیت تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں اور سرکاری اعزازات بھی پائے۔ ۷، اکتوبر ۱۹۷۹ء کو انھوں نے کراچی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اولاد حسین شاداں بلگرامی[۱] اور حافظ محمود شیرانی[۲] سٹاف کی زینت تھے۔

مولوی محمد شفیع مرحوم و مغفور کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے انگریزوں کے دورِ حکومت میں علوم اسلامیہ کی شمع روشن رکھی، انگریزی خواں مسلم طلبہ میں عربی اور فارسی کی تحصیل کا شوق پیدا کیا اور سب سے بڑھ کر پنجاب یونیورسٹی، جو عملی طور پر آریہ سماجی یونیورسٹی بن گئی تھی، میں مسلمانوں کے حقوق کی حمایت و وکالت کی۔ پروفیسر عبدالقیوم اپنے علمی شغف کی بنا پر جلد ہی مولوی شفیع صاحب کی توجہ کا مرکز بن گئے اور انھوں نے دو سال کے بعد ایم۔ اے عربی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور میکلوڈ ریسرچ سکالر شپ کے حقدار قرار پائے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے مولوی محمد شفیع صاحب کی زیرِنگرانی امام لغت ابن منظور الافریقی[۳] کی مشہور عالم لغت ''لسان العرب'' پر چار برس تک کام کیا۔ یہ لغت اپنی پیشرو عربی کتب لغت کی جامع اور عربیت کا خزانہ ہے۔ پروفیسر صاحب نے ''لسان العرب'' میں مذکور شعرا کے اسما، ان کے اشعار و شواہد اور قوافی کا انڈکس مرتب کیا۔ یہ فہرستیں اورینٹل کالج میگزین میں قسط وار شائع ہوتی رہیں اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کرتی رہیں۔ ان فہرستوں کا ذکر مشہور جرمن مستشرق براکلمان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ ادب عربی''[۴] میں بھی کیا ہے۔ بعد ازاں وہ سرکاری ملازمت میں چلے گئے اور گجرات[۵]، ہوشیار پور اور لدھیانہ کے گورنمنٹ کالجوں میں بطور لیکچرار عربی کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی پڑھاتے رہے اور یونیورسٹی میں ایم۔ اے (عربی) کی کلاسوں کو بھی تعلیم دیتے رہے اور ان کی علمی رہنمائی کرتے رہے۔ پروفیسر صاحب نہایت شفیق استاد تھے۔ افہام و تفہیم کا انھیں خاص ملکہ تھا۔ انھوں نے نہ تو لا حاصل کبھی کسی طالب علم کو جھڑکا اور نہ کسی کو سخت سست کہا۔ طلبہ سے ان کا سلوک ہمدردانہ اور ناصحانہ رہا۔ شاگردوں میں

---

۱ پروفیسر مولوی سید اولاد حسین شاداں بلگرامی بخاری ۱۸۶۹ء کو آرہ میں پیدا ہوئے، اورینٹل کالج میں شعبہ فارسی کے صدر رہے۔ انھوں نے ۱۹۳۸ء کو رام پور میں وفات پائی۔

۲ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی ۱۸۸۰ء کے ماہ اکتوبر کو ٹونک میں پیدا ہوئے، اردو اور فارسی کے ادیب و شاعر تھے، اورینٹل کالج میں پروفیسر رہے۔ ۱۵، فروری ۱۹۴۶ء کو اپنے علاقے ہی میں وفات پائی۔

۳ محمد ابن منظور الافریقی کا نسبی تعلق حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے، محرم الحرام ۶۳۰ھ کو مصر میں پیدا ہوئے، عربی زبان و ادب پر کئی کتابیں لکھیں، جن میں سے لسان العرب سب سے مفصل اور مشہور کتاب ہے۔ ماہ شعبان ۷۱۱ھ کو انھوں نے وفات پائی۔

۴ یہ کتاب جرمن زبان میں چھ جلدوں میں لکھی گئی، پھر اس کی پہلی تین جلدوں کا عربی میں ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم نجار نے اور آخری تین جلدوں کا عربی میں ترجمہ ڈاکٹر سید یعقوب بکر نے کیا اور دار الکتاب الاسلامی بیروت نے اسے پہلی مرتبہ ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔

۵ زمیندارہ کالج گجرات جہاں سے پروفیسر صاحب نے تدریس کا آغاز کیا، ان دنوں گورنمنٹ کالج نہیں تھا۔ (ڈاکٹر شیر محمد زمان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنا علمی ذوق منتقل کرنے میں انھیں کمال حاصل تھا۔ ان کی رہنمائی اور نگرانی میں بیسیوں طلبہ نے عربی اور اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی۔

سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ان کی زندگی کا قابل فخر کارنامہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سٹاف میں ان کی شمولیت ہے۔ جب وہ عملہ ادارت میں شامل ہوئے تو صرف تین جلدیں شائع ہوئی تھیں اور اب جبکہ یہ کام تکمیلی مراحل میں ہے، اس کی بائیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور آخری ایک جلد یعنی تیئسویں زیرِ طباعت ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم[1] کی رہنمائی اور اپنے ساتھی رفقاء کی معاونت سے یورپی فضلاء کے مقالات کے تراجم پر نظر ثانی کی، ان کی غلطیوں کی تصحیح کی، ادھورے اور نامکمل مقالات کو بنیادی ماخذوں اور جدید تصانیف کی روشنی میں مکمل کیا، اسلامی ہند کے ممتاز علماء، فضلاء اور صلحاء پر نئے مضامین لکھوائے گئے اور قرآنِ مجید کی ہر سورت پر علیحدہ علیحدہ مقالات شامل کیے گئے۔

بقول مولانا سید ابوالحسن ندوی[2] نہ صرف مسلم ممالک بلکہ عرب ممالک تک اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اور اس علمی کارنامے کے لیے پنجاب یونیورسٹی بجا طور پر مبارکباد کی مستحق ہے۔

## علم و فضل

پروفیسر عبدالقیوم عربی زبان و ادب کے صاحب بصیرت عالم تھے۔ انھیں عربی ادبیات کی تاریخ پر بڑا عبور تھا۔ عربی لغت کے ماہر تھے۔ عربی کے جدید ادب سے بھی گہری واقفیت رکھتے تھے اور جرمن زبان سے بھی شناسا تھے۔ عربی زبان و ادب کے بعد ان کی دلچسپی کا مرکز علم حدیث تھا۔

وہ آٹھویں، نویں صدی ہجری کے سرآمدِ روزگار محدث حافظ ابن حجرؒ پر[3] سند کی حیثیت رکھتے تھے اور

---

[1] ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۹۰۶ء کو تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے، جامعہ پنجاب میں شعبہ فارسی کے صدر اور اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے اور پھر ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۲ء تک صدر شعبہ رہے۔ کئی کتب تصنیف کیں اور سرکاری اعزازات حاصل کیے۔ انھوں نے ۱۴، اگست ۱۹۸۶ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[2] سید ابوالحسن علی ندوی المعروف علی میاں ۲۴، نومبر ۱۹۱۴ء کو رائے بریلی میں مولانا عبدالحی حسنی مؤلف "نزهة الخواطر" کے ہاں پیدا ہوئے، اردو اور عربی میں متعدد کتب تصنیف کیں، اسلامی اور عربی ادب نیز تاریخ اسلام اور شخصیات پر لکھنے اور لکھوانے کا خاص شغف رکھتے تھے، انھوں نے ۳۱، دسمبر ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔

[3] حافظ ابن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) دو سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے، صحیح بخاری شریف پر ان کی شرح "فتح الباری" لازوال یادگار ہے۔ پروفیسر صاحب کو ان کی شخصیت اور علمی کتب سے خاص شغف تھا، ان کی کتب کے تعارف پر پروفیسر صاحب نے ایک جامع مضمون تحریر کیا ہے جو مقالاتِ پروفیسر عبدالقیوم (اردو) کی جلد ۲ میں صفحہ ۱۱ تا ۵۷ میں مطبوع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کی بے نظیر تصنیف فتح الباری شرح صحیح البخاری کی منہ بھر کر تعریف کیا کرتے تھے۔ ذات پاک رسالت مآب ﷺ سے انھیں محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ سیرت پاک کی جزئیات کا جیسا علم انھیں تھا ویسا کسی شیخ الحدیث کو بھی شاید ہی ہوگا۔ انھیں کتب حدیث میں مذکورہ دعائیں سب کی سب زبانی یاد تھیں وہ پچھلے سال [1] حج اور زیارتِ مدینہ منورہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

وہ حدیث کے شیدائی اور سنت کے فدائی تھے، اس لیے اپنے تمام افرادِ خاندان کی طرح عامل بالحدیث تھے، لیکن اس کے ساتھ وہ فقہاء و مجتہدین کے بھی مرتبہ شناس تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے قلم کو کسی کی تحقیر یا تنقیص سے آلودہ نہیں ہونے دیا، نہ کسی کی دل آزاری کی اور نہ ان کے منہ سے کبھی خلافِ تہذیب وشائستگی کوئی بات سنی گئی۔

پروفیسر صاحب میں صبر و تحمل، بردباری کی خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ بحثا بحثی اور کٹ حجتی سے کوسوں دور تھے۔ وہ ہر واقف اور ناواقف کی خدمت اور مدد کے لیے تیار رہتے، سوالات اور اعتراضات کا خندہ پیشانی سے جواب دیتے۔ وہ ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے۔ میں نے اپنی دو سالہ شاگردی اور سترہ برس کی رفاقت کے عرصے میں انھیں کبھی مشتعل اور آپے سے باہر ہوتے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی شخص علمی مسئلے میں ان سے طالب رہنمائی ہوتا تو وہ سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور امکان بھر اس کی تسلی کر کے رہتے۔ انھوں نے بیسیوں شاگردوں کو ملازمت کے حصول میں مدد دی اور بے شمار دوسرے لوگوں کو کام پر لگایا۔ وہ رفقاء کی دلداری کا خاص خیال رکھتے۔ انھوں نے کسی کی عزت نفس کو کبھی مجروح نہیں کیا۔ وہ نہایت منکسر المزاج تھے۔ انھوں نے اپنے علم وفضل پر کبھی غرور نہیں کیا اور نہ کسی کے سامنے اپنی علمی برتری جتائی۔ وہ عمر بھر طالب علم بنے رہے اور علم کے قافلے سے کبھی بھی بچھڑنے نہ پائے۔

تعلیم و تدریس کے بعد ان کا دوسرا فطری ذوق تصنیف و تالیف تھا۔ انھوں نے انگریزی اور اردو میں سیکڑوں مقالات لکھے ہیں۔ تدریسی زمانے میں انھوں نے عربی کی درسی کتابیں لکھنے کے علاوہ شیخ احمد الاسکندری کی ''الوسیط فی العربی'' [2] کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جوانی میں انھوں نے علامہ مشرقی کے تذکرہ پر

---

[1] ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۴۰۸ھ۔

[2] احمد عمر الاسکندری ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء کو اسکندریہ مصر میں پیدا ہوئے، معلم بنے اور وزارتِ ثقافت کے عہدوں پر متمکن رہے، ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ الشیخ مصطفیٰ العنانی فاضل مصری (وفات ۱۹۴۳ء) کے ساتھ مل کر ''الوسیط فی العربی'' بھی لکھی۔ پروفیسر صاحب نے محمد بشیر صدیقی کے ساتھ مل کر اس کتاب کا ترجمہ کیا جو ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ لیکن یہ ترجمہ اصل کتاب کے نصف حصے پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انگریزی میں ناقدانہ تبصرہ لکھا تھا۔[1] عربی لغت کی تاریخ بھی زیر تصنیف تھی۔ ابتدائے عمر میں انھوں نے مرزائیوں اور احمدیوں کے رد میں ایک کتاب بنام "محمدی پاکٹ بک" بھی لکھی تھی جو محمد عبداللہ معمار[2] کے فرضی نام سے شائع ہوئی تھی اور دینی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی تھی۔ وہ لسان العرب میں وارد قرآنِ مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح وتفسیر کو کتابی صورت میں جمع کر رہے تھے، جس کا نام انھوں نے "جواہر اللسان فی لغات القرآن" رکھا تھا، لیکن ان کی دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے یہ مفید کتاب طبع نہ ہوسکی۔[3]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کی زبان کی خدمت کے صلے میں ان کے درجات بلند کرے، انھیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] یہ مضمون مقالاتِ پروفیسر عبدالقیوم (انگریزی) صفحہ ۱۶۰ تا ۲۰۱ میں مطبوع ہے۔

Some Notes on Islamic History and Arabic literature. p:160-201

[2] "محمدیہ پاکٹ بک" مرزائیوں کی کتاب "احمدیہ پاکٹ بک" کے جواب میں لکھی گئی تھی، یہ کتابیں چھوٹے سائز میں طبع ہوئیں تاکہ کوئی شخص بوقتِ ضرورت جیب میں ڈال سکے، اس لیے یہ پاکٹ بک کہلائیں۔ محمدیہ پاکٹ بک الجامع المبارک سے ہی شائع کی گئی تھی۔ اس کی اشاعت ششم مکتبہ سلفیہ سے ۲۰۱۸ء میں ہوئی۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں: "انجمن اہلِ حدیث مسجد مبارک لاہور کے شاندار کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کی تائید میں محمدیہ پاکٹ بک شائع کرکے دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا۔" (مقالاتِ پروفیسر عبدالقیوم اردو جلد ۲، ص ۲۷۴)۔

اس اقتباس میں کتاب کی اشاعت کا ذکر ہے لیکن مؤلف کا ذکر نہیں ہے۔ یہ جس دور کی بات ہے اس زمانے میں مرزائیوں کے ساتھ اہلِ اسلام کی کشمکش عروج پر تھی، مسجد مبارک سے چند قدم کے فاصلے پر لاہوری مرزائیوں کا مرکز احمدیہ بلڈنگ تھی جو اب بھی برانڈرتھ روڈ پر محمدیہ بلڈنگ کے نام سے معروف ہے۔ اس قرب مکانی کی وجہ سے پروفیسر عبدالقیوم اور مولانا حنیف ندوی کی سرپرستی میں یہ کتاب مرتب کی گئی ہو، لیکن احتیاطاً عبداللہ معمار کے فرضی نام سے شائع کی گئی ہو۔ اس کی مزید تفصیل مضمون "مسجد مبارک اور ختم نبوت" میں دیکھیں۔

[3] تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل مکمل مسودہ ضائع ہوگیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ پروفیسر صاحب کی وفات کے بعد اُن کا جملہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور کے لیے وقف کردیا گیا۔ کتب کے علاوہ تمام مسوّدات بھی وہیں بھیج دیے گئے، افسوس کہ بعد میں یہ مسودہ دستیاب نہ ہوسکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*مولانا فضل الرحمٰن بن محمد

# محبّ العلم والعلماء

ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو اس دنیا میں جنم لیتا ہے، ایک روز وہ اس کو چھوڑ کر عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے، یہ ایسا قانون ہے کہ ہر ذی روح پر جاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے والے کی جدائی پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ لیکن کچھ ایسے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں کہ ان کی جدائی اگرچہ اللہ کے اسی قانون کے مطابق ہوتی ہے، لیکن ان کے کردار اور نیک عملوں کی بنا پر ان کی یاد نہ صرف دلوں میں باقی رہتی ہے بلکہ ان کے جانے کے بعد ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کے پر ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ خاص طور پر جب رخصت ہونے والی کوئی علمی شخصیت ہو تو پھر اس کی کمی ایسی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ جس کو تحریر و تقریر کے ذریعے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی شخصیت پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کی تھی جنھوں نے اپنے پیچھے بہت سے ایسے نامور شاگرد چھوڑے ہیں جو ان کے لیے صدقہ جاریہ بن چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے رخصت ہونے کی وجہ سے جو خلا واقع ہوا ہے اس کا پر ہونا واقعتاً محال تو نہیں لیکن مشکل ضرور دکھائی دیتا ہے۔

ان کی زندگی پر طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی علم کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ۱۹۶۸ء میں مختلف کالجوں اور پنجاب یونیورسٹی میں پڑھانے کے بعد جب ریٹائر ہوئے تو اردو دائرۂ معارف اسلامیہ سے منسلک ہو گئے۔ انتہائی مشکل اور محنت طلب کام کو انھوں نے اپنی زندگی ہی میں کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔

* مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد ۱۱، جون ۱۹۳۵ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، کھیلوں سے دلچسپی کی بنا پر قومی کرکٹ ٹیم کے رکن بنے، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کیا۔ ۱۹۷۳ء کو الجامع المبارک میں خطیب مقرر ہوئے اور ۲۰۰۸ء تک یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے، متعدد کتب بھی تصنیف کیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے لگاؤ کا ان کا یہ عالم تھا کہ میں نے کئی بار ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مسجد مبارک لاہور کی تاریخ کو آپ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں، لہٰذا اس کو تحریر میں لے آئیں، تاکہ اس کی تاریخ مبہم نہ رہ جائے۔ پروفیسر عبدالقیوم کہا کرتے تھے: ان شاء اللہ ضرور لکھوں گا، ذرا اُردو دائرہ معارف اسلامیہ سے فراغت ہو جائے۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ سے نہ ان کو فراغت ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسجد مبارک کی تاریخ لکھنے کی مہلت دی۔ اگرچہ بیماری کے دوران میں انھوں نے مجھے کافی معلومات مہیا کر دیں، لیکن اگر وہ یہ کام خود کر جاتے تو اس کا رنگ ہی اور ہوتا۔

ویسے تو پروفیسر صاحب سے ملاقات ۱۹۷۳ء سے پہلے ہی ہو گئی تھی، کیونکہ میں اکثر جمعہ مسجد مبارک ہی میں پڑھا کرتا تھا اور مسجد مبارک میں ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ خطبہ علمی اور نماز مقررہ وقت پر کھڑی کر دی جائے اور یہ دونوں باتیں ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لیے کشش کا باعث ہوتی ہیں، لیکن پروفیسر عبدالقیوم کو قریب سے دیکھنے اور علم و علماء سے محبت کا اندازہ اس وقت ہوا جب میں نے باقاعدگی کے ساتھ مسجد مبارک میں خطبات جمعہ کا سلسلہ شروع کیا۔ عمر میں وہ مجھ سے پچیس سال بڑے تھے۔ علمی رہنمائی کے حصول کے لیے اہل علم دور دراز سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے سترہ سالوں میں مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ عمر، تجربہ اور علم میں وہ مجھ سے آگے ہیں۔ حالانکہ جب میں نے اسلامیات اور عربی میں ایم۔ اے کیا تو انھی کی رہنمائی کا نتیجہ تھا کہ عربی میں مجھے اول اور اسلامیات میں تیسری پوزیشن حاصل ہوئی۔ اس کے باوجود انھوں نے ہمیشہ میری عزت کی اور مسجد سے متعلقہ ان کاموں کو بھی میرے مشورے سے طے کرتے کہ جن میں میرے مشورے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یاد رہے کہ مسجد مبارک کے لیے ۱۹۲۰ء میں جب زمین خریدی گئی تو ان کے والد منشی فضل الدین نے اس کے بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ پھر ان کے بیٹوں میں سب سے زیادہ مسجد کی دیکھ بھال کرنے کا شرف پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔ اس کے باوجود ان کی یہ عادت تھی کہ مسجد کے بارے میں کوئی کام بھی مشورہ کے بغیر نہیں کیا کرتے تھے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ سترہ سالوں میں خطبات کے سلسلہ میں بھی انھوں نے کبھی دخل اندازی نہیں کی، بلکہ یہ کام میری صوابدید پر چھوڑ رکھا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کا یہ رویہ صرف میرے ہی ساتھ نہ تھا بلکہ تمام علمائے کرام کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے تھے۔ عالم چھوٹا ہو یا بڑا پرتپاک استقبال کرنے کے بعد پوری توجہ سے اس کی بات سنتے اور اس کے مقصد کو پورا کرنے میں بھرپور تعاون کیا کرتے تھے۔

مساجد اور مدارس کے لیے چندہ کے سلسلہ میں آنے والوں کو مایوس کرنا بھی ان کو پسند نہ تھا۔ ضرورت مند اور محتاج کی مدد اس طرح کیا کرتے کہ ان کے دائیں ہاتھ کے عمل سے بایاں بے خبر رہتا۔ علم اور علمائے کرام سے اُن کی محبت کا اندازہ خود ان کی اپنی ایک تحریر سے لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے میری کتاب ''شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری'' کے لیے تمہیدی کلمات کی صورت میں یوں رقم فرمائی:

''یہ کتنی بڑی خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ راقم الحروف کو بچپن ہی سے شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کی زیارت کا شرف حاصل رہا ہے۔ مولانا موصوف جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو ہمارے غریب خانے پر قیام فرماتے اور یہ اعزاز و شرفِ قیام صرف مولانا کی ذات تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ ملک بھر کے اہل حدیث اکابر علماء جب کبھی لاہور آتے تو قیام کا شرف ہمیں بخشتے۔ مرحوم والد صاحب الحاج منشی فضل الدین علمائے کرام کی خدمت اور مہمان نوازی کو اپنے سارے خاندان کے لیے باعث عزت و سعادت سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور دیگر مقتدر علمائے کرام نیز حاجی عبدالستار دہلوی [1] جیسے مؤقر اور وجیہ اکابر جماعت بے تکلف اکثر و بیشتر آتے جاتے رہتے تھے اور غریب خانے کو اپنا گھر سمجھتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ والد صاحب مرحوم احباب و بزرگان دین کی خدمت میں بخوشی خاصا وقت صرف کرتے اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ انجمن اہل حدیث لاہور اور پنجاب دونوں کے دفاتر بھی ہمارے غریب خانے میں قائم کیے گئے تھے۔ علاوہ ازیں چند کرم فرما احباب از راہ محبت بعض سرکردہ اور نامور بزرگوں کو تعارفی خط دے کر لاہور بھیج دیتے۔ انھی

[1] قرآن پاک کی تفسیر ستاری مرتب کرنے والے، مولانا عبدالستار دہلوی بڑے محقق اور مفتی تھے، وہ جماعت غرباء اہل حدیث کے امام بھی تھے، انھوں نے ۱۹۶۶ء کو کراچی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بزرگوں میں روس کے نامور عالم دین اور محقق موسیٰ جار اللہ[1] بھی تھے، جنھیں بنارس کے مشہور ومعروف محقق وادیب مولانا عبدالمجید حریری[2] نے راقم الحروف کے نام تعارفی خط دے کر لاہور بھیجا تھا۔"

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کو بچپن ہی میں نامور اور جید علمائے کرام کی خدمت کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جس سے انھوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور ان سے ملنے والی تربیت کے مطابق اپنی زندگی بسر کر دی۔

پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ سے معمولی سی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ انتہائی مصروف انسان تھے۔ ہمہ وقت علم کی خدمت میں کوشاں رہتے تھے۔ اس کا ایک یادگار تجربہ مجھے اس وقت ہوا جب میں نے یکم جنوری ۱۹۸۲ء میں ایک قاضی کلاس کا اہتمام مسجد مبارک میں کیا۔ پروفیسر صاحب رحمہ اللہ نے آغاز ہی میں مجھے باور کرا دیا تھا کہ وقت کی قلت کی بنا پر ان کا میرے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ممکن نہ ہوگا۔ لیکن جب کلاس کی ابتدا ہوئی تو ہر روز نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک دو پیریڈ کا پروگرام رکھا گیا۔ لیکچر دینے کے لیے نامور علمائے کرام اور قانون کے ماہرین تشریف لاتے تھے۔ کلاس کے شرکا اس پر شاہد ہیں کہ سارے ملک میں لگنے والی کلاسوں سے ہماری قاضی کلاس اس اعتبار سے منفرد تھی کہ پروگرام کے مطابق پیریڈ کے لیے استاد ضرور حاضر ہوتا تھا، ناغہ نہ ہوتا۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کا گھر[3] چونکہ مسجد سے ملحق تھا اور جب کبھی کوئی استاد کسی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ پاتا تو میں پروفیسر رحمہ اللہ کی خدمت میں پیریڈ لینے کی گزارش کر دیتا اور وہ تمام دن کی مصروفیت اور تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود لیکچر دینے کے لیے کلاس میں تشریف لے آتے۔ یوں نہ صرف غیر حاضر استاد کی کمی کو پورا کر دیا جاتا، بلکہ پروفیسر رحمہ اللہ کے چالیس سے اوپر لیکچر بھی ہو گئے۔

یہ محض ان کی علم دوستی تھی کیونکہ انھوں نے چھ ماہ کے دوران میں کوئی معاوضہ وصول نہ کیا، جبکہ معمول کے

---

1. موسیٰ جار اللہ روس کے علاقے روستوف میں ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے، عربی کے بڑے ماہر اور علوم اسلامیہ کے متبحر تھے، بتروغراد کی مرکزی مسجد میں امامت بھی کرواتے رہے، حج کے لیے گئے تو تین برس تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو مصر میں وفات پائی اور قاہرہ کے شاہی خدیو خاندان کے قبرستان حوش الباشا میں دفن کیے گئے۔

2. مولانا عبدالمجید حریری ۱۸۹۲ء کو بنارس میں پیدا ہوئے، بڑے محقق اور وسیع المطالعہ تھے، علماء ان کے پاس استفادے کے لیے آتے تھے، انھوں نے دسمبر ۱۹۷۲ء کو اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

3. یہ گھر ۱۹۹۸ء میں مکمل طور پر مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطابق دوسرے اساتذہ کرام کی خدمت کی جاتی تھی، ایسا کرنے والے دوسرے شخص ریٹائرڈ جسٹس خلیل الرحمٰن[۱] تھے۔

قرآن وسنت کی تعلیم کا بھی وہ بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے باخبر ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں داڑھی رکھ لی تھی۔ داڑھی رکھنے سے پہلے میں نے کئی مرتبہ ان سے کہا کہ آپ اتنے پڑھے لکھے اور دین ودنیا کو سمجھنے والے ہیں، لہٰذا آپ مسجد میں درس دیا کریں۔ ان کا فرمان تھا کہ داڑھی کے بغیر مسند درس پر بیٹھا ہوا انسان اچھا نہیں لگتا۔ البتہ جب داڑھی رکھ لی تو میری غیر حاضری میں کبھی کبھی جمعہ بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔

مسجد سے محبت کا یہ حال تھا کہ ساری عمر مسجد کے ساتھ ملحق مکان میں گزار دی، حالانکہ زندگی میں کئی ایسے مواقع بھی آئے کہ آسانی سے کسی ماڈرن کالونی میں گھر بنوا سکتے تھے یا بنا بنایا حاصل کر سکتے تھے، لیکن آخری دم تک مسجد سے جدائی کے تصور کو پاس نہ آنے دیا۔ داعی اجل کو لبیک کہنے سے پہلے اپنے بیٹے زبیر اور بیگم صاحبہ کو تاکید کر دی کہ میری وفات کے بعد مجھے میرے مسجد والے گھر لے جانا اور مجھے وہیں نہلانا، کفنانا اور مسجد مبارک میں میری نمازِ جنازہ پڑھنا۔ اس وصیت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ علاج کی سہولت کے پیشِ نظر ان کو آپ کے برخوردار میجر زبیر قیوم بٹ کیولری گراؤنڈ میں واقع اپنے گھر لے گئے تھے۔ ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء جمعہ کے دن نمازِ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے جب میں ان کی عیادت کے لیے میجر صاحب کے گھر پہنچا تو مجھے ان کی وصیت سے آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ نمازِ مغرب کے بعد جب ان کی روح اپنے ربِ حقیقی سے جا ملی تو ہم سب نے ان کے وصیت پر عمل کیا اور جس مسجد سے ان کو دلی لگاؤ تھا اسی مسجد سے ہفتہ کے دن ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد ان کے جسد خاکی کو خاک کے حوالے کرنے کے لیے اُٹھایا گیا، نمازِ ظہر سے پہلے ان کو ان کی آخری منزل تک پہنچایا گیا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَه وَارْحَمْهُ. وَ عَافِهٖ وَ اعْفُ عَنْهُ. وَ اَكْرِمْ نُزُلَه وَ وَسِّعْ مُدْخَلَه. وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. وَ نَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ. وَ اَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ، وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ

---

[۱] جسٹس خلیل الرحمٰن اپنے شعبے میں نہایت کامیاب شخصیت ہیں، لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے، دین پسند اور نیک آدمی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عَذَابِ النَّارِ............[1]......آمین

اے اللہ! اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اسے آرام اور عافیت دے۔ اس کی عمدہ مہمان نوازی کر اس کے داخل ہونے کی جگہ کو کشادہ کر دے اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔ اور اسے گناہوں سے صاف کر جس طرح تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے۔ اس کے لیے اس کے (دنیا کے گھر) سے بہتر گھر عطا فرما، اور اہل وعیال سے اچھا اہل و عیال عطا فرما، اس کی بیوی سے اچھی بیوی دے۔ اور اسے جنت میں داخل کر اور اس کو قبر اور آگ کے عذاب سے بچا۔

---

[1] صحیح مسلم:٩٦٣ وسنن النسائی:١٩٨٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر فضل کریم*

# حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

جناب پروفیسر عبد القیوم صاحب (سینئر مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) کی وفات تعلیمی دنیا کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی موت سے ملک ایک نامور ماہر تعلیم، قابل و عظیم استاد عربی زبان اور اسلامی علوم کے متبحر عالم سے محروم ہو گیا ہے۔ بالغ نظری، تبحر علمی، کم گوئی، زندہ دلی اور مرنجاں مرنج طبیعت ان کی ہمہ گیر شخصیت کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ انھی خصوصیات نے پہلی ہی ملاقات میں میرے جیسے اجنبی کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ سائنس کا ایک طالب علم ہونے کی وجہ سے مجھے ان کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہونے کا موقع نصیب نہ ہوا، لیکن ان کے لاتعداد شاگردوں میں ان کی یہ شہرت ہے کہ وہ ایک مثالی استاد تھے۔ میرے نزدیک ایک مثالی استاد میں تین خوبیاں ہونی چاہیں: اول طلباء سے شفقت، دوم اپنے مضمون پر کامل قدرت اور سوم اپنے علم کو دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت۔ یہ تینوں خوبیاں مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اس کے علاوہ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

انسان فانی ہے اور ہر ذی نفس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾. یہ قانون قدرت ہے کہ کائنات کی ہر شے فانی ہے۔ موت حقیقت ہے، پر آشوب اور خوفناک ہے۔ قلزم خاموش ہو، وسعت بیابان ہو یا روشنیوں کا شہر ہو اس کا کھیل جاری ہے۔ ازل سے ابد تک جاری ہے۔ لیکن اہل ہمت انسان، نیک، صالح اور عظیم انسان موت کے سامنے بے اختیار اور بے بس کب ہوئے ہیں۔ وہ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی کم نظری و کم مائیگی کا تماشہ کرتے

* پروفیسر فیکلٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہتے ہیں۔ وہ تو دریا ہیں جو سمندر میں اتر جاتے ہیں۔

بقول جناب احمد ندیم قاسمی ؎

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مرجاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

میرا مقصد پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ہے جو اسی سمندر میں اتر چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک عالم کی موت ایک عالَم (دنیا) کی موت ہوتی ہے۔ الفاظ اس المیے کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ دل کے صدمے تو آنکھیں بیان کرتی ہیں۔ لیکن سرگزشتہ غمار رسوم و قیود ہیں کہ محض تاثرات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں اور اظہارِ غم اور خراجِ عقیدت کے لیے تحریروں کو یادِ رفتگاں کا نام دیا جاتا ہے۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے میری شناسائی اس نہج پر نہ تھی کہ میں ان کی علمی، نظریاتی اور مذہبی شخصیت کی تصویر کھینچ سکوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے دوست واحباب آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔ میری اُن سے پہلی ملاقات غالباً ۷۴۔۱۹۷۳ء کے دوران ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب (مرحوم) کے دفتر میں ایک مجلس کے دوران ہوئی، چونکہ سید صاحب ایک ہی وقت میں اردو دائرۂ معارف اسلامیہ اور ادارہ تالیف و ترجمہ کے ناظم تھے، لہٰذا انھوں نے مجھے ادارہ کے لیے کوئی سائنسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی ہوئی تھی اور اسی سے متعلق بات کرنے کی غرض سے میں ان کے پاس گیا تھا۔ سید صاحب اپنے چند اصولوں پر سختی سے پابند تھے اور وضع داری اور مردم شناسی ان کی ہمہ گیر شخصیت کا حصہ تھیں۔ انھوں نے اپنے دفتر کے باہر ایک تختی لگا رکھی تھی جس پر تحریر تھا: ''صدر شعبہ سے ملاقات ۱۲ بجے کے بعد'' اگر کبھی میں ان کے مقررہ وقت سے پہلے ملاقات کے لیے گیا تو پھر سید صاحب کے کمرے کا رخ کرنے کے بجائے سیدھا پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے پاس چلا جاتا تھا، اگرچہ سید صاحب مجھے اپنے کمرے کے سامنے برآمدے میں جاتے ہوئے دیکھ لیتے تھے۔ اس طرح پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے بھی ادبی قسم کی گپ شپ ہو جاتی۔ سید صاحب ہر ملاقاتی سے بے تکلف نہ ہوتے تھے اور شروع میں میرے ساتھ بھی اُن کا رویہ کچھ اسی نوعیت کا تھا اور جب میں نے مزید سائنسی کتب اردو میں تحریر کیں تو سید صاحب مجھ سے خاصے بے تکلف ہو گئے اور پھر تو وہ اپنی تصنیف شدہ کتابوں کے نسخے بھی ازراہ شفقت اعزازی طور پر دینے لگے، ایک نسخے پر انھوں نے اپنے ہاتھ سے اور اپنی مخصوص سبز روشنائی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تحریر فرمایا:

”وہ عزیز جس سے ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں، ہونہار، نوجوان فاضل یعنی ڈاکٹر فضل کریم جن سے لڑائی بھی رہتی ہے مگر دوستی گہری اور پکی ہے۔ نیاز مند: سید عبداللہ“

ان کے ساتھ ہی دیگر رفقائے کار پروفیسر عبدالقیوم صاحب، جناب سید امجد الطاف صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالغنی صاحب[1]، جناب پروفیسر بدخشانی صاحب[2]، شیخ نذیر حسین صاحب اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب بھی میرے ساتھ بہت بے تکلف ہوگئے۔ اگرچہ ہمارا شعبہ ۱۹۷۸ء میں نیوکیمپس منتقل ہوگیا تھا لیکن دوری حائل نہ ہوئی اور میرا جب بھی اولڈ کیمپس آنا ہوا ان حضرات سے ملاقات ضرور ہوئی اور اب بھی ہوتی رہتی ہے۔

جب بھی پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو خواہ وہ کتنے ہی مطالعہ میں مستغرق ہوتے میرے ساتھ وہ نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کرتے اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور پھر کتاب یا مسودہ سے سر اُٹھا کر زیرِ لب مسکراتے اور پوچھتے کہ آج کل کیا لکھ رہے ہو؟ پھر ساتھ ہی اُن کی تلقین ہوتی کہ میں اخبارات میں سائنسی مضامین اردو میں لکھتا رہوں، یہ سائنس اور اردو دونوں کی خدمت ہوگی۔ بعض اوقات وہ میرے ایران کے دورہ یا لیبیا میں میری ملازمت سے متعلق بھی بات کر دیتے۔ ان ممالک میں لوگوں کی بود و باش، سماجی و اقتصادی زندگی کے بارے میں بھی دریافت فرماتے اور پھر بعض اوقات ایسے سوال داغ دیتے کہ ہم سب ہنس پڑتے۔ پردفیسر صاحب درحقیقت پیکر مروت و اخلاق تھے۔

دو دفعہ مجھے اپنی کتابوں پر رائٹرز گلڈ کا پہلا انعام ملا تو ہر بار اُن کو بڑی خوشی ہوتی اور پھر سب احباب کے لیے اس خوشی کے اظہار کے لیے ایک چائے پارٹی کا اہتمام کیا جاتا اور اس میں سب دوست شرکت

---

[1] ڈاکٹر عبدالغنی موضع بھلو ضلع سرگودھا میں ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے، ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تیرھویں جلد میں شامل ہوئے، وہ تاریخ ادبیات پاکستان کے مدیر بھی رہے، روح بیدل اور امیر حزب اللہ اردو میں جبکہ انگریزی میں لائف اینڈ ورکس آف عبدالقدیر بیدل کتب تحریر کیں، وہ اپنے علاقے موضع بھلو میں دفن کیے گئے۔

[2] پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی ۱۶ جولائی ۱۹۰۵ء کو موضع مغلاں والی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج لاہور میں فارسی کے پروفیسر رہے، ۱۱ فروری ۱۹۷۱ء کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بطورِ مدیر شامل ہوئے اور ۲۴ ویں جلد اشاریہ تک شامل رہے۔ انھوں نے متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۱ مئی ۱۹۹۳ء کو لاہور میں وفات پائی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



فرماتے۔ علاوہ ازیں جب بھی چائے کے وقفہ پر ان حضرات کی ملاقات کے لیے گیا تو پروفیسر عبدالقیوم صاحب بہ اہتمام خاص نمکین چائے اور سپیشل میٹھا بسکٹ پیش کرتے۔ یہ بسکٹ خاص طور پر وہ الکریم بیکری انارکلی سے منگواتے تھے۔

دفتری اوقات میں ماسوائے چائے کے وقفہ کے کبھی کتاب کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ کبھی فارغ نہ بیٹھتے۔ ہمیشہ کسی نہ کسی مسودہ یا کتاب کی ورق گردانی میں مصروف رہتے۔ یونیورسٹی کے اندر بھی اُن سے ملاقات ہو جاتی اور جب وہ دفتر سے فراغت پا کر گھر کی طرف خراماں خراماں جارہے ہوتے تب بھی۔ ان کا معمول تھا کہ دفتر سے پیدل چل کر نیلا گنبد جاتے اور پھر وہاں سے رکشہ پر گھر جاتے۔ سادہ زندگی کے حق میں تھے۔

پروفیسر عبدالقیوم کے دیرینہ دوست سید امجد الطاف صاحب بڑی باغ و بہار طبیعت رکھتے ہیں، لیکن چند ایک دنیاوی صدمات کی وجہ سے غمگین بھی ہو جاتے ہیں اور غم جاناں وغم دوراں کا رونا بھی روتے ہیں، لیکن اندرونی طور پر شکستہ ہونے کے باوجود ایسی گپ شپ شروع کر دیتے ہیں جس سے افسردہ محفل بھی کشتِ زعفران بن جایا کرتی ہے، مگر اس کے برعکس پروفیسر عبدالقیوم صاحب قدرے کم گو اور خاموش طبع واقع ہوئے تھے، لیکن بعض اوقات ہنسی مذاق اور مزاحیہ گفتگو میں بھی حصہ لیتے تھے۔

جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب اور جناب امجد الطاف صاحب کی پڑھنے لکھنے کی میزیں ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھیں، جن پر ان دونوں حضرات کے سامنے اسلامی لٹریچر اور کتب حوالہ کے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ چند روز ہوئے ان کی وفات کے بعد مجھے سید امجد الطاف صاحب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی میز کتابوں سے خالی تھی تو مجھے کسی چیز کی کمی کا شدت سے احساس ہوا۔ کیونکہ ان دونوں حضرات کی موجودگی سے ادارے کی رونق دوبالا تھی۔ میں اب سوچتا ہوں کہ جب سید امجد الطاف صاحب اوپر نگاہ اُٹھاتے ہوں گے، سامنے پروفیسر عبدالقیوم کی خالی میز نظر آتی ہوگی تو افسردہ دل ہو جاتے ہوں گے۔ مکان موجود ہے مگر مکین جا چکا ہے:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

ایک روز ایک عمدہ تحریر نظر سے گزری اور وہ تحریر یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



’’زندگی برف کے ٹکڑے کی مانند ہے جیسے برف آہستہ آہستہ پگھلتی ہے بالکل اس طرح زندگی کے دن آہستہ آہستہ پورے ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ زندگی کے دن برف کی مانند پگھل جائیں آپ کچھ کریں۔ زندگی میں کچھ ایسے کام کر جائیں کہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد آپ کو اچھے لوگوں میں شمار کیا جائے اور دوسرے لوگ آپ کی باتوں اور زندگی سے کوئی سبق حاصل کریں۔ کوئی عبرت حاصل کریں۔‘‘

میری حقیر دانست کے مطابق پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے ۲۱ برس تک ایسا نیک کام کیا یعنی اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی تکمیل میں نہایت جانفشانی سے کام کیا، اگرچہ ان کی اور بھی تصانیف ہوں گی، مگر اس کی بدولت وہ زندہ جاوید ہوگئے ہیں۔ یہ کتاب لافانی ہے، جب تک کتاب موجود ہے، صاحب کتاب بھی انسانوں کے دلوں میں لافانی ہوتا ہے۔ میرے حساب سے انھوں نے ایک لمبی عمر پائی ہے، پھر ان کے دعا گو زندہ ہیں گویا پروفیسر عبدالقیوم صاحب بھی زندہ ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب صوم وصلاۃ کے بڑے پابند اور عالم باعمل تھے۔ سراپا مذہبی شخصیت تھے۔ اسلامیات اور عربی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کی ساری زندگی اسلامی ڈھانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ حقیقی معنوں میں مردمومن تھے۔ آپ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کی مبارک مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے اور اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتداء میں داڑھی نہ تھی۔ موت سے چند سال قبل باریش بزرگ ہوگئے تھے۔ داڑھی نے ان کی بارعب شخصیت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

علامہ اقبالؒ کا ایک شعر اُن پر بہت صادق آتا ہے جو انھوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھا تھا ؎

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے اپنے اہل وعیال، دوست واحباب اور عزیز واقارب کے ساتھ بھرپور زندگی گزاری، اپنی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی کبھار مشہور اطباء کے مفید نسخوں کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔ بعض سبزیوں اور پھلوں کے فوائد بتایا کرتے تھے۔ یقیناً خود بھی حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوں گے۔ آخری عمر تک بھلے چنگے نظر آتے تھے۔ میرے لیے یہ خبر روح فرسا تھی جب میں نے سنا کہ پروفیسر صاحب کینسر جیسی مہلک بیماری میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مبتلا ہو چکے تھے اور اسی بیماری سے اللہ کو پیارے ہوگئے، مگر سرخرو ہو کر گئے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم کی شمع جلائے رکھیں۔

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر محمود الحسن عارف*

# پیکر علم و عمل پروفیسر عبدالقیومؒ

یہ جون ۱۹۷۶ء کی بات ہے کہ مجھے شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ایک اسامی کا پتہ چلا۔ میں امتحان دینے کے لیے شعبے میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر سید محمد عبداللہ...... مرحوم و مغفور...... نے امتحان کے لیے مجھے صاف ستھرے لباس میں ملبوس ایک کلین شیو بزرگ کے پاس بھیج دیا۔ اس بزرگ نے پہلے تو مجھ سے میری تعلیم اور دیگر کوائف کے متعلق پوچھا اور پھر فرمایا: کیا تم نے بخاری شریف پڑھی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ پوچھا: پہلی حدیث کون سی ہے؟ میں نے حدیث ''اِنّما الاعمال......'' پڑھ کر سنائی، فرمایا: اس کو کاغذ پر لکھ کر دکھاؤ، میں نے کاغذ قلم سنبھالا اور اسے کاغذ پر منتقل کر دیا۔ حدیث میں ''لامرئ مّا نوی'' آتا ہے۔ اسے میں نے حرف یاء کے بغیر لکھا تھا۔ انھوں نے نہ صرف اس کی اصلاح فرمائی بلکہ ''لامرئ'' کی تمام اعرابی حالتیں اس شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمائیں کہ جس سے نہ صرف اس لفظ کے تمام متعلقات روز روشن کی طرح واضح ہو گئے بلکہ یہ بھی پتہ چلا کہ یہ کلین شیو بزرگ حدیث اور علوم عربیہ پر گہرا عبور رکھتے ہیں۔ یہ کلین شیو بزرگ پروفیسر عبدالقیوم تھے، جنھوں نے اس وقت داڑھی نہیں بڑھائی تھی۔

پروفیسر صاحب سے اس پہلی ملاقات کا تاثر ان کی علمی ہیبت کا نقش تھا جو دل پر اس طرح مرتسم ہوا کہ میں اس ملاقات کے بعد کئی روز تک ان کے سامنے جانے کی جرأت نہ کر سکا، غالباً تین چار دنوں کے بعد از خود بلایا۔ پاس بٹھا کر شفقت آمیز باتیں کیں، جس سے ان کے بارے میں پہلا تاثر محبت اور عظمت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔

ان دونوں ملاقاتوں کے بعد پروفیسر صاحب کے ساتھ ایسے تعلقات قائم ہوئے جو ان کی وفات ۸،

* ڈاکٹر محمود الحسن عارف ۱۹۵۳ء کو لاہور کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ عربی، اسلامیات اور تاریخ میں ایم۔اے کیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی حیات و خدمات پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی۔ ۱۹۸۰ء میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد ۱۴ پر پہلی دفعہ ان کا نام بطورِ مدیر شامل ہوا۔ ۱۹۹۹ء میں جب ''سیرت خیر الانام'' طبع ہوئی تو یہ سینئر مدیر اور نگران صدرِ شعبہ تھے، ۲۰۰۴ء میں صدرِ شعبہ کی حیثیت سے انھوں نے تکملہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی پہلی جلد شائع کی، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۰۱۴ء کو بحیثیت صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ریٹائرمنٹ لی۔ اس میگزین کی پہلی اشاعت اور پروفیسر عبدالقیومؒ کی کتب کی ترتیب، تدوین، تصحیح اور اشاعت میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ستمبر ۱۹۸۹ء تک قائم و دائم رہے۔ پروفیسر صاحب میرے استاد ہی نہیں بلکہ میرے محسن بھی تھے، انھوں نے قدم قدم پر نہ صرف میری رہنمائی کی، بلکہ حتی الوسع علمی وفکری امداد و اعانت بھی فرمائی۔ ۱۹۸۰ء میں جب میں نے ایم۔ اے عربی کا امتحان جامعہ میں تیسری پوزیشن کے ساتھ پاس کیا تو یہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہی تھے جنھوں نے ڈاکٹر سید عبداللہ کو مجھے شعبے میں بطور ایڈیٹر بلانے کا مشورہ دیا۔ شعبے کے موجودہ صدرِ شعبہ پروفیسر سید امجد الطاف صاحب بھی اس بارے میں ان کے ہم نوا تھے۔

پروفیسر صاحب کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کی یادیں تازہ کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حالات زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

## خاندان

پروفیسر صاحب کے اجداد شوپیاں جموں وکشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم منشی فضل دین ولد عبداللہ ولد قادر بخش پہلی دفعہ لاہور میں وارد ہوئے۔ اس خاندان کی علمی شہرت بھی آپ کے والد محترم منشی فضل دین مرحوم ہی کے زمانے سے ہوئی۔ وہ غالباً بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں لاہور منتقل ہو گئے اور اندرون موچی دروازہ میں اور بعد ازاں برانڈرتھ روڈ کے قریب ''جامع مسجد مبارک'' (جو اس زمانے میں موجود نہ تھی) کے شمالی جانب سکونت اختیار کی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب شہر لاہور اتنا وسیع اور اتنا بڑا نہ تھا۔ لاہور کی زیادہ تر آبادی اندرون شہر میں تھی۔ یہ علاقہ اس زمانے میں لاہور کی چار دیواری سے باہر واقع تھا اور نسبتاً کم آباد تھا۔ منشی صاحب نے لاہور میں ٹھیکیداری شروع کر دی تھی اور جلد اس میں نام پیدا کر لیا تھا، پروفیسر صاحب کے والد محترم انجمن اہل حدیث کے امین بھی رہے تھے۔

پروفیسر صاحب کے نانا مولوی سلطان احمد صاحب بھی اپنے زمانے کے ایک جید عالم دین تھے جو کافی عرصہ انجمن اہل حدیث لاہور کے صدر رہے اور مدت تک جامع مسجد مبارک کے خطیب رہے، جس سے ان کے علم وفضل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے والد محترم چونکہ انجمن اہل حدیث کے امین (سیکرٹری) اور نانا مولوی سلطان احمد اس کے صدر تھے اور ان دونوں بزرگوں کا شمار اس زمانے میں انجمن اہل حدیث کے سرکردہ لوگوں میں ہوتا تھا، اس لیے منشی صاحب کے گھر میں مختلف اہل علم وفضل کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ آمد و رفت سیاسی معاملات کے سلسلے میں بھی ہوتی تھی اور مذہبی اور ذاتی معاملات کے ضمن میں بھی۔

یہاں بکثرت آنے جانے والوں میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء)، حاجی عبدالغفار دہلوی اور حاجی عبدالستار دہلوی جیسے اکابر اہل حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شامل تھے جس کی وجہ پروفیسر صاحب کے بقول یہ تھی:

''والد صاحب مرحوم احباب و بزرگان دین کی خدمت میں بخوشی خاصا وقت صرف کرتے تھے اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ انجمن اہل حدیث لاہور اور پنجاب دونوں کے دفاتر بھی ہمارے غریب خانے میں قائم کیے گئے تھے۔ علاوہ ازیں چند کرم فرما احباب ازراہ محبت بعض سرکردہ اور نامور بزرگوں کو تعارفی خط دے کر لاہور بھیج دیتے۔ انھی بزرگوں میں روس کے نامور عالم دین اور محقق موسیٰ جار اللہ بھی تھے جنھیں بنارس کے مشہور و معروف محقق و ادیب مولانا عبدالمجید حریری نے راقم الحروف کے نام تعارفی خط دے کر لاہور بھیجا۔'' [1]

منشی فضل دین مرحوم دوسرے اہل علم کے ساتھ بھی مراسم رکھتے تھے۔ جن میں مولانا اصغر علی روحی جیسے علماء بھی شامل تھے، ان کے متعلق لکھے گئے ایک مضمون میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا اصغر علی روحی صاحب (نور اللہ مرقدہ) ان بزرگوں میں سے تھے جنھیں میں بچپن سے جانتا تھا، مولانا موصوف اسلامیہ کالج لاہور میں عربی زبان کے استاد تھے اور میرے والد بزرگوار کے بڑے گہرے اور مخلص دوست تھے۔ اسلامیہ کالج میں میرے داخل ہونے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ حضرت مولانا کالج آتے جاتے والد صاحب سے ملا کرتے تھے۔ جب اسلامیہ کالج لاہور کے پہلو میں مسجد مبارک تعمیر ہوئی تو حضرت مولانا روحی صاحب کا یہ معمول تھا کہ آپ روزانہ چاشت کی نماز ادا کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر مسجد مبارک میں آتے۔ نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر مسجد کے پڑوس میں والد صاحب کے پاس آ بیٹھتے۔ اس دوران میں علمی و ادبی باتوں کے علاوہ حُقہ بھی خوب چلتا۔ اس زمانے میں والد بزرگوار کو حُقہ نوشی کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنے لیے تو اہتمام کرتے ہی تھے، لیکن حضرت مولانا روحی کے لیے خاص اہتمام ہوتا تھا۔ والد صاحب کی طرح مولانا روحی بھی بہت اچھا تمبا کو استعمال کرتے تھے۔'' [2]

الغرض خاندان میں علم کا چرچا ہو تو اہل علم بھی آتے ہیں، کچھ یہی حال پروفیسر صاحب کے خاندان کا تھا۔

## ''جامع مسجد مبارک'' کی تعمیر و تاسیس

پروفیسر صاحب کے خاندان کی علمی یادگاروں میں سے ایک اہم علمی یادگار ''جامع مسجد مبارک'' کی

---

[1] تمہیدی کلمات از پروفیسر عبدالقیوم، مشمولہ در ''حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری'' از مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴

[2] ''مولانا اصغر علی روحی'' مقالات عبدالقیوم: ۲/ ۱۸۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



تعمیر و تاسیس بھی ہے، جسے اس زمانے میں لاہور کی چار دیواری سے باہر تعمیر کیا گیا تھا، جو لاہور شہر میں مسلک اہلحدیث کی تیسری مسجد تھی، جس کا اپنا ایک خصوصی ذوق اور مخصوص حلقہ تھا، اس مسجد کی تعمیر و تاسیس میں جس طرح پروفیسر صاحب کے والد بزگوار اور نانا مرحوم نے اہم کردار ادا کیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب اپنے ایک مضمون ''مسجد مبارک میں مولانا ندوی کا عہد'' میں لکھتے ہیں:

''بدلتے ہوئے حالات اور پھیلتے ہوئے لاہور کے پیش نظر انجمن اہل حدیث لاہور نے یہ محسوس کیا کہ جماعت کا کوئی مرکز شہر کی چار دیواری سے باہر بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ میرے والد محترم منشی فضل الدین کی تحریک اور میرے بزرگوار نانا مولوی سلطان احمد...... (کی تائید سے) یہ طے پایا کہ لاہور شہر کی چار دیواری سے باہر مگر کسی قریب علاقے میں مسجد کے لیے جگہ تلاش کی جائے۔ چنانچہ مسجد مبارک کی موجودہ جگہ مسجد کی تعمیر کے لیے انتخاب کی گئی، اگرچہ جماعت کے بعض نیک دل بزرگوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ جماعت بالکل محدود تعداد میں ہے، اس لیے کسی نئی مسجد کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی نئی مسجد معرض وجود میں آ بھی گئی تو اس کو آباد کرنے کے لیے پہلی دونوں مسجدوں (مسجد چینیاں والی[1] اور مسجد لسوڑھیاں والی[2]) کی رونق پر اثر پڑے گا۔ میرے بزرگوں نے ان حضرات کو یقین دلایا کہ اس قسم کے حالات ان شاء اللہ پیدا نہیں ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق سے مسجد مبارک کی تعمیر سے پرانی مساجد کی رونق پر کوئی اثر نہ پڑا۔ بلکہ ہم خود بھی ایک عرصے تک جمعۃ المبارک کی نمازوں کے لیے مسجد چینیاں والی میں حاضری دیتے رہے۔''

مسجد کی تعمیر کے علاوہ اس کی آبادی اور رونق بڑھانے میں بھی پروفیسر صاحب کے بزرگوں نے بڑا حصہ لیا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ پروفیسر صاحب کے نانا مولوی سلطان احمد ایک مدت تک اعزازی طور پر مسجد کی خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، جبکہ آپ کے والد محترم اپنے گھر میں آنے والے مہمانوں کی مدد سے

---

[1] یہ مسجد تقریباً چار سو سال پرانی ہے، بازار سریاں والا سے متصل اندرون کوچہ چابک سواراں، رنگ محل لاہور شہر کے قدیم ترین حصے میں واقع ہے۔ مولانا رحیم بخش لاہوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، سید محمد داؤد غزنوی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسے اکابرین یہاں خطبہ اور درس دیتے رہے، یہاں تجوید القرآن اور درس نظامی کا کامیاب اور پُر رونق مدرسہ بھی قائم رہا۔

[2] مسجد لسوڑھے والی کی تاریخ بھی ایک سو سال سے زیادہ قدیم ہے، کشمیری گیٹ سے داخل ہو کر اُلٹے ہاتھ اور شیرانوالہ گیٹ سے داخل ہو کر سیدھے ہاتھ، گویا ان دونوں دروازوں کے درمیانی محلہ بنگلہ ایوب شاہ میں یہ مسجد واقع ہے، یہاں حفظ اور تجوید القرآن کا ایک مدرسہ بھی قدیم زمانے سے قائم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی آبادی اور رونق کا ذریعہ بنتے رہے۔ کیونکہ ان کے گھر میں جو گرامی قدر علماء آتے تھے، منشی صاحب مسجد مبارک میں ان کے دروس اور خطبات کا اہتمام ضرور کرتے تھے۔ پروفیسر صاحب مولانا محمد حنیف ندوی[1] کے حالات پر لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابتدا میں تو خطابت کے فرائض میرے نانا بزگوار مرحوم مولوی سلطان احمد مدت تک انجام دیتے رہے۔ اس عرصے میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب کبھی کوئی جماعت کے بزرگ تشریف لاتے تو جمعہ کی امامت وخطابت کے لیے ان سے درخواست کی جاتی۔ اس ضمن میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری[2]، مولانا حکیم نورالدین لائل پوری[3] اور ایسے دیگر بزرگان جماعت بارہا مسجد مبارک کے منبر پر رونق افروز ہوتے رہے...... درس وتدریس بالخصوص نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن کا بھی اہتمام ہوتا رہا اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری جب کبھی لاہور میں تشریف لاتے تو نمازِ فجر کے بعد درس قرآنِ مجید بالالتزام دیا کرتے تھے۔''

یاد رہے کہ یہ بزرگ اکثر منشی صاحب ہی کے دولت کدے پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس طرح پروفیسر صاحب کے ددھیال اور ننھیال دونوں مل کر مسجد مبارک کی تعمیر وتاسیس اور رونق کا ذریعہ بنے رہے اور خود پروفیسر صاحب ایک طویل عرصے تک انجمن جامع مسجد مبارک کے جنرل سیکرٹری اور اس کے منتظم رہے۔

## منشی فضل دین کی اولاد

منشی فضل دین (م ۱۹۵۸ء) اس پہلو سے بھی بہت ہی خوش نصیب انسان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کثیر المال ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الاولاد ہونے کا شرف بھی بخشا تھا۔ منشی صاحب کی تمام اولاد پڑھ لکھ کر

---

[1] مولانا محمد حنیف ندوی ۱۰، جون ۱۹۰۸ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، مسجد مبارک کے ۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء خطیب رہے۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے مدیر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر اور اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن بھی رہے۔ ۱۲، جولائی ۱۹۸۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[2] قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو اردو میں سیرت النبی ﷺ پر اولین جامع کتاب لکھنے کا شرف حاصل ہے، وہ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج رہے، کئی کتب تصنیف کیں، انھوں نے ۳۰، مئی ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔

[3] حکیم نورالدین لائل پوری کا اصل علاقہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات تھا، وہ لائل پور (فیصل آباد) کے سرکردہ سیاسی اور مذہبی رہنما تھے۔ انھوں نے ۱۱، جون ۱۹۶۰ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہوئی۔ ان کے ہر ایک برخوردار نے اپنے اپنے شعبے میں نام پیدا کیا اور اپنے پیچھے خوشگوار یادیں چھوڑیں۔

منشی صاحب کی اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے:

| نمبر شمار | نام | عہدہ / پیشہ |
|---|---|---|
| ۱۔ | پروفیسر عبدالحی صاحب | اسلامیہ کالج کے سابق پرنسپل اور نامور استاد۔ |
| ۲۔ | پروفیسر عبدالقیوم صاحب | ہمارے اس مقالے کے موضوع۔ |
| ۳۔ | عبدالسلام بٹ | ایئر فورس میں ونگ کمانڈر رہے۔ |
| ۴۔ | رابعہ بٹ | لاہور میں اپنے خاندان کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ |
| ۵۔ | عبداللہ بٹ | مشہور صحافی۔ |
| ۶۔ | محمد یحییٰ بٹ | ایئر فورس میں سکواڈرن لیڈر رہے۔ |
| ۷۔ | محمد زکریا بٹ | ایئر فورس میں ایئر کموڈر رہے۔ |
| ۸۔ | محمد یونس بٹ | ایئر فورس میں گروپ کیپٹن رہے۔ |
| ۹۔ | محمد سلیمان بٹ | پہلے PAF اور پھر پولیس میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ |

ان میں سے فی الوقت عدد ۶ اور ۷ حیات ہیں، باقی تمام مرحوم ہو چکے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ماہ ستمبر میں پروفیسر صاحب سمیت تین بھائیوں کا انتقال ہوا۔

اس طرح پروفیسر صاحب کے تمام بھائی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ منشی صاحب کی دعائیں ان کی اولاد کے سروں پر سایہ فگن رہیں اور ہر ایک بیٹے نے کامیاب زندگی بسر کی۔[۱]

## پروفیسر صاحب کی ولادت اور ابتدائی تعلیم

پروفیسر صاحب کی ولادت ۱۵ جنوری ۱۹۰۹ء کو ہوئی۔ اس وقت آپ کے والدین اندرون موچی دروازہ میں رہائش رکھتے تھے۔ خاندان میں چونکہ وہ دوسرے نمبر پر تھے، اس لیے ان کی تعلیم و تربیت پر ان کے والدین نے خصوصی توجہ مبذول کی اور انھیں اعلیٰ تعلیم و تربیت دینے کی بھرپور کوشش کی۔

مذہبی خاندانوں میں عام طور پر تعلیم و تربیت کا آغاز "قرآنِ مجید" کی تعلیم سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ کا خاندان بھی بنیادی طور پر مذہبی تھا، اس لیے آپ کو بھی لازمی طور پر قرآنِ مجید کی تعلیم دلائی گئی۔

---

[۱] میاں فضل دین اور ان کے تمام بیٹوں کے تعارف کے لیے دیکھیے: پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی میاں فضل دین، ص: ۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گو آپ قرآنِ مجید کے حافظ تو نہ تھے، لیکن قرآنِ مجید اتنی روانی اور اتنی مہارت کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے کہ جس سے آپ کے حافظِ قرآن ہونے کا گمان گزرتا تھا، اس کے علاوہ آپ کو قرآنِ مجید کی آیات اور ان کے معانی پر اتنا عبور حاصل تھا کہ آپ بآسانی قرّاء اور حفّاظ کی غلطیاں پکڑ لیتے تھے، جبکہ قرآنی رسم الخط پر مہارت کا یہ عالم تھا کہ قرآنی آیات کی کتابت کی ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی بھی آپ کی نگاہ سے مخفی نہ رہتی تھی۔ ان تمام باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے سکول کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے قرآنِ مجید کی تعلیم بڑی مستعدی سے حاصل کی تھی۔

ابتدائی عمر میں قرآنِ مجید کی تعلیم سے آپ کے ذہن میں قرآنِ مجید کی محبت کی جو شمع فروزاں ہوئی تھی وہ عمر کے آخری سانس تک برابر جگمگاتی رہی۔ آپ کا سینہ قرآن اور علومِ قرآن سے ہمیشہ منور رہا۔ پروفیسر صاحب کے بارے میں عام طور پر لکھا جاتا ہے کہ آپ نے میٹرک بھاٹی گیٹ سکول سے پاس کیا۔ ہمارے خیال میں اس میں تھوڑی سی ترمیم کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ آپ نے بھاٹی گیٹ سکول سے مڈل پاس کیا تھا، البتہ میٹرک کا امتحان آپ نے قطعی طور پر پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیا تھا۔

## منشی عالم/عالم فارسی

ایک اہم نکتہ جو پروفیسر صاحب کی ابتدائی تعلیم کے متعلق دل میں ہمیشہ خلجان پیدا کرتا رہا، وہ آپ کے امتحانات کی اسناد دیکھنے کے بعد رفع ہو گیا ہے، وہ یہ کہ پروفیسر صاحب کی عربی، فارسی اور اسلامیات کی تعلیمی استعداد اور اس کی مضبوط بنیادوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ عربی زبان و ادب پر یہ اعلیٰ درجے کی مہارت و ممارست آپ کو محض بی۔ اے اور ایم۔ اے سے کیسے حاصل ہو گئی، بعد میں جب آپ کی اسناد دیکھیں تو یہ عقدہ کھلا کہ مرحوم نے میٹرک کرنے سے قبل منشی عالم (عالم فارسی) کا امتحان پاس کیا تھا۔ یہ آپ کا پہلا امتحان تھا جو آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ اس امتحان کی سند آپ کو ۲۲ دسمبر ۱۹۲۶ء کو جاری کی گئی اور اس کے الفاظ حسب ذیل تھے:

The University of the Punjab

In the Oriental Faculty

SESSION-1926

This is to certify that Abdul-Qayyum Registered No. Y-Z-578, son of Fazal-ud-din of the Distirct Lahore having passed the high proficiency in Persian Examination of the University of the Punjab.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سند سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے یہ سند باقاعدہ اورینٹل کالج میں داخل ہو کر اور تعلیم حاصل کر کے حاصل کی تھی۔[1]

مختلف کڑیوں کو آپس میں جوڑنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد محترم نے آپ کو مڈل کا امتحان دینے کے بعد سکول سے اٹھوا لیا تھا، پھر فارسی کا امتحان دینے کے لیے آپ کو اورینٹل کالج میں داخل کرا دیا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مسٹر وولنر[2] اورینٹل کالج کے پرنسپل تھے اور کالج کی مشرقی زبانوں کی کلاسوں کا معیار اور انداز بہت بلند تھا۔

بہر حال منشی عالم کا امتحان پاس کرنے کے بعد پروفیسر صاحب نے اگلے ہی سال پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پنجاب یونیورسٹی ہی سے جو اس زمانے میں تمام امتحانات کو کنٹرول کرنے والا واحد ادارہ تھا، ۱۹۲۷ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس سرٹیفکیٹ کی عبارت درج ذیل ہے:

**The University of the Punjab**

The Matriculation and School Leaving Certificate Examination

SESSION-1927

This is to certify that Abdul Qayyum son of M. Fazal-ud-din a private student of the Lahore District Passed in the Second Divison, the Matriculation and School leaving certificate Examination of the Punjab University held in March, 1927.

یوں میٹرک کی سند حاصل کرنے پر آپ کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ مکمل ہوا اور آپ نے اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لیے اعلیٰ اداروں میں داخلہ حاصل کیا۔

پیدائش سے لے کر میٹرک تک آنے میں آپ کو تقریباً اٹھارہ برس لگے۔ بظاہر یہ مدت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر اس زمانے کے سیاسی اور سماجی حالات پر نظر ڈالی جائے تو اس کی وجہ بآسانی سمجھ میں آتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا میں پہلی جنگ عظیم لڑی جا رہی تھی، جس میں یورپ کا ہدف خصوصی طور پر عظیم

---

[1] مقالہ نگار سے شاید سہو ہوا ہے کیونکہ اس طرح کا سرٹیفکیٹ پرائیویٹ طالب علم کے لیے جاری کیا جاتا تھا۔ (شیر محمد زمان)

[2] ڈاکٹر اے سی وولنر ۱۳ مئی ۱۸۷۸ء کو سلفورڈ شائر، برطانیہ میں پیدا ہوئے، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد ۱۹۰۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار اور اورینٹل کالج کے پرنسپل بنے، ۱۹۲۸ء کو انھیں پنجاب یونیورسٹی کا وائس چانسلر بنایا گیا۔ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مملکت اسلامیہ ترکی تھا۔ جس کے خلاف پورے عالم اسلام میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص شدید ردعمل ہوا، کچھ تو ان ابتر حالات کی بنا پر آپ کی ابتدائی تعلیم کی رفتار سست رہی اور کچھ اس لیے بھی اس میں قدرے زیادہ وقت لگا کہ آپ نے میٹرک کرنے سے پہلے "السنة شرقیہ" کی کلاسوں میں داخلہ لے لیا تھا۔ جیسا کہ اوپر تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

## اعلیٰ تعلیم

ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ایف۔ اے کرنے کے لیے اسلامیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ کچھ تو اس لیے کہ وہ آپ کے گھر کے قریب تھا اور کچھ اس لیے کہ وہاں کے اساتذہ کرام سے آپ کی پہلے ہی سے شناسائی تھی۔

پروفیسر صاحب اس زمانے کے اساتذہ کرام اور کالج کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ۱۹۲۷ء میں کالج میں داخل ہوا۔ اس وقت علامہ عبداللہ یوسف علی ایسے نامور اور شہرۂ آفاق شخص اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے اور اساتذہ میں ایم اے غنی انگریزی ڈرامہ پڑھایا کرتے تھے، سرالیگزانڈر ولسن[۱] انگریزی زبان وادب کے پروفیسر تھے۔ پروفیسر سراج الدین آرزو[۲] انگریزی کے استاد تھے۔ سید عبدالقادر[۳] تاریخ کے پروفیسر تھے۔ مسٹر یو کرامت[۴] اور پروفیسر غلام حسین[۵] اقتصادیات کا درس دیا کرتے تھے۔ مولانا محمد عمر خان[۶] فارسی کے استاد تھے۔ غرضیکہ اس زمانے میں آرٹس اور سائنس پڑھانے

[۱] سرالیگزنڈر ولسن ۲۱، نومبر ۱۹۲۷ء سے ۷، مارچ ۱۹۳۱ء کے تک اسلامیہ کالج کے پرنسپل رہے، اس دوران یہ اتار چڑھاؤ کا بھی شکار رہے، انگریزی زبان وادب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔

[۲] پروفیسر سراج الدین ۱۲، دسمبر ۱۹۰۶ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج اور جامعہ پنجاب میں صدر شعبہ انگریزی رہے، گورنمنٹ کالج اور ایم اے او کالج کے پرنسپل اور جامعہ پنجاب کے وائس چانسلر بھی رہے۔ انھوں نے ۲۸، اگست ۱۹۸۶ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[۳] پروفیسر سید عبدالقادر، ممتاز تاریخ دان تھے، یکم جولائی ۱۸۹۳ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے پرنسپل رہے، انھوں نے ۲۲، جنوری ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔

[۴] ان کا نام عمر کرامت یا کرامت اللہ تھا، گورنمنٹ کالج سے گریجویشن کی، گورنمنٹ کالج لاہور، شاہ پور، جھنگ اور لدھیانہ کے پرنسپل اور جامعہ پنجاب کے وائس چانسلر نیز محکمہ تعلیم کے کئی عہدوں پر متمکن رہے، انھیں کئی سرکاری اعزاز بھی ملے، ان کی پیدائش ۱۹، جولائی ۱۹۰۱ء اور وفات ۳، مئی ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔

[۵] پروفیسر غلام حسین ستمبر ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے، معاشیات میں خاص مہارت حاصل تھی، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے وائس پرنسپل اور ہفت روزہ اخبارات کے مدیر بھی رہے، انھوں نے ۱۳، جون ۱۹۷۶ء کو وفات پائی۔

[۶] مولانا محمد عمر خان کا تعلق اچھرہ کے علاقے سے تھا، وہ اسلامیہ کالج کے شعبہ اَلسنہ شرقیہ کے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۴ء تک صدر رہے، کالج ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے، ان کی ریٹائرمنٹ ۱۹۳۹ء کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کالج میں ناظم دینیات تعینات ہوئے، اس دور میں مولانا مودودی الجامع المبارک میں درسِ قرآن بھی دیتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والے اساتذہ کرام اپنے اپنے مضمونوں میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ اس عہد میں پروفیسر محمد دین تاثیر بھی یہاں موجود تھے۔ اس زمانے میں اسلامیہ کالج کے ساتھ جے۔اے۔وی کلاسیں بھی ملحق تھیں۔ میاں عبدالحکیم[1] ان کلاسوں کے سربراہ تھے اور پروفیسر تاثیر ان کلاسوں کی تدریس پر مامور تھے۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی[2] (برادر عبدالرحمٰن چغتائی)[3] بھی جے۔ای۔ دی کلاسوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ بعد میں پروفیسر تاثیر انگلستان گئے اور وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر آئے۔

بہر حال اسلامیہ کالج اس زمانے میں علم و فضل اور تعلیم و تربیت کا ایک قابل رشک گہوارہ تھا اور یہ پروفیسر صاحب کی حسن سعادت تھی کہ انھیں ایف۔اے اور بی۔اے کے لیے ایسی درسگاہ ملی کہ جہاں ایسے علمی جواہر جمع تھے۔ اس کالج سے آپ نے ۱۹۲۹ء میں ایف۔اے کی سند حاصل کی۔ یہ سند بھی پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے جاری ہوئی۔

۱۹۲۹ء میں جیسے ہی آپ نے ایف اے کی سند حاصل کی آپ کو اسلامیہ کالج ہی میں بی۔اے آنرز کی کلاسوں میں داخلہ مل گیا۔

بی۔اے آنرز میں آپ نے ''عربی زبان وادب'' کا مضمون خصوصی طور پر رکھا۔ یہ مضمون مولانا اصغر علی روحی پڑھاتے تھے۔ اس زمانے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> ''جب ۱۹۲۹ء میں ہم لوگ بی۔اے میں پہنچے تو بی۔اے کے سال رواں میں حضرت مولانا نے ہمیں عربی کا نصاب پڑھانا شروع کیا۔ ان کا دستور یہ تھا کہ ایک طالب علم کتاب پڑھتا مولانا اس کا زبانی ترجمہ اور تشریح فرماتے۔ ان دنوں بلکہ اس سے بہت پہلے کی بات ہے کہ ان کی بصارت میں فرق آچکا تھا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بینائی جاتی رہی تھی...... مولانا نے ہمیں عربی کی تدریس کے دوران میں دیوان الحماسہ کی کچھ نظمیں پڑھائیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر بی۔اے قریشی صاحب[4] نے

---

[1] میاں عبدالحکیم لاہور کے ممتاز ماہر تعلیم تھے، اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ سے بحیثیت ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے، انھوں نے ۳۰، جون ۱۹۶۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[2] ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ۲۳، نومبر ۱۸۹۶ء کو چابک سواراں اندرون لاہور میں پیدا ہوئے، بڑے ادیب، تاریخ دان اور جغرافیہ کے ماہر تھے، متعدد کتب تصنیف کیں۔ ۱۹، دسمبر ۱۹۸۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[3] عبدالرحمٰن چغتائی ۲۱، ستمبر ۱۸۹۹ء کو اندرون لاہور میں پیدا ہوئے، ممتاز مصور اور افسانہ نگار تھے۔ ۱۷، جنوری ۱۹۷۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[4] پروفیسر ڈاکٹر برکت علی قریشی ۱۵، نومبر ۱۸۹۶ء کو غازی آباد اُتر پردیش میں پیدا ہوئے، انگریزی میں چند کتب لکھیں، اسلامیہ کالج اور اورینٹل کالج کے پرنسپل، نیز اورینٹل کالج شعبہ عربی کے صدر بھی رہے۔ انھوں نے ۳۰، مئی ۱۹۶۰ء کو برلن، جرمنی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہماری تدریس عربی کے فرائض سنبھال لیے۔ ڈاکٹر قریشی بھی اپنی وضع کے خاص بزرگ تھے۔ نہایت نفیس اور شریف انسان، بڑے خوش پوش اور خوش وضع، بہت ہی کم گو اور کم آمیز۔ کتابوں کے شوقین اور کتابوں کو سلیقے اور قرینے سے سجانے کے دلدادہ۔ مولانا کو عربی زبان اور ادب سے شغف پیدا ہوا اور حماسہ ایسی اہم کتاب کو سمجھنے کے لیے تبریزی[1] کی شرح پڑھنی شروع کی اور آگے چل کر مرزوقی کی شرح[2] کا مطالعہ انھیں بزرگ اساتذہ کی شفقت اور تشویق کا نتیجہ تھا۔ مولانا کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی ان کے پاس بیٹھ گیا وہ علم و ادب کے موتی رولتا ہوا اُٹھا۔ ایک دو نہیں، ان کے تلامذہ میں سیکڑوں نامور اساتذہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ وہ ان بزرگ اساتذہ میں سے تھے جو اپنے تلامذہ کو صحیح ڈگر پر ڈال دیتے اور پھر عمر بھر ان کو عربی علوم کا خادم بنا دیتے تھے۔''

یہی مولانا اصغر روحی پروفیسر صاحب کے استاذ خاص ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے بھی استاد و مربی تھے۔ مولوی محمد شفیع مرحوم نے اس نابغہ روزگار فاضل سے کیسے پڑھا، اس کی روداد پروفیسر صاحب یوں بیان فرماتے ہیں:

''حضرت الاستاد مولانا روحی کا ایک دلچسپ قصہ میرے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم نے بیان کیا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایم۔ اے عربی کا امتحان دینا تھا اور میری خواہش تھی کہ کچھ کتابیں مولانا روحی صاحب سے پڑھوں۔ مولانا سے ملا تو انھوں نے اپنے مصروف اوقات کے باعث معذرت کر لی۔ میں نے عزم صمیم کر رکھا تھا کہ ان سے ضرور پڑھنا ہے۔ آخر کار میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کالج سے کب واپس تشریف لاتے ہیں، چنانچہ یہ طے پایا کہ وہ کالج سے گھر واپس جاتے ہوئے مجھے راستے میں چلتے چلتے پڑھا دیا کریں گے اور ہوا بھی یہی کہ مولانا کالج سے فارغ ہو کر گھر کی راہ لیتے تو طلب صادق رکھنے والا شاگرد آ موجود ہوتا اور مولانا کے گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ اپنے سبق سے فارغ ہو جاتا اور آگے چل کر یہی ہونہار طالب علم استاد الاساتذہ بنا اور تحقیق علمی کے میدان میں پنجاب کا نامور سپوت ثابت ہوا۔''

اب کہاں ایسے طالب علم اور کہاں ایسے اساتذہ۔ اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پروفیسر صاحب کے دل میں عربی زبان و ادب کی محبت جگانے والے اور انھیں اس کی خدمت پر آمادہ کرنے والے یہی مولانا اصغر علی روحی مرحوم ہی تھے۔

---

[1] یحییٰ بن علی تبریزی (م ۵۰۲ھ) کی دیوان حماسہ پر شرح ہے، جبکہ ابوتمام حبیب بن اوس طائی (م ۲۳۱ھ) کا مرتب کردہ ''دیوان حماسہ'' زیادہ تر جاہلی شعراء کے کلام کا ایک شاندار انتخاب کردہ مجموعہ ہے جو تعلیمی اداروں میں اکثر ہی شامل نصاب رہا ہے۔

[2] احمد بن محمد المرزوقی (م ۴۲۱ھ) کی دیوان حماسہ پر شرح معروف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



القصہ آپ نے اپنے اساتذہ کرام کی نگرانی میں ۱۹۳۲ء میں بی۔اے آنرز کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کرلیا۔

## ایم۔اے میں داخلہ

بی۔اے آنرز کرنے کے بعد پروفیسر صاحب نے اورینٹل کالج لاہور میں ایم اے کی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت شعبہ عربی کے صدر اور اورینٹل کالج کے وائس پرنسپل ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم تھے، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب قصبہ قصور کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔انھوں نے ۱۹۱۳ء میں عربی میں ایم۔اے کے امتحان میں شرکت کی۔ جس کے بعد انھوں نے 1915ء تک کیمبرج (انگلستان) میں تحصیل علم کیا۔ کیمبرج سے بی۔اے، ایم۔اے اور اعلیٰ تحقیق کے علاوہ ۱۹۱۸ء میں انھوں نے اسی دانش گاہ میں اردو زبان وادب کی تدریس بھی کی۔ ۱۹۱۹ء میں واپس آئے اور آکر پنجاب یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں کالج کے پرنسپل بنے اور ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہوئے۔وہ ۱۹۵۰ء میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے رئیس ادارہ مقرر ہوئے۔ان کی وفات ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔[1]

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع تحقیق علمی میں خصوصی اور منفرد مقام رکھتے تھے۔انھوں نے اس میدان میں یورپ کی تعلیم گاہوں سے خصوصی تربیت حاصل کی تھی۔ اس لیے انھیں مشرق ومغرب میں یکساں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔عربی وفارسی میں ان کی تحقیقات کو سند کا درجہ حاصل تھا۔ وہ لائیڈن کے دائرہ معارف اسلامیہ کی مشاورتوں میں بھی بطور Associate Member شریک رہے۔

پروفیسر صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ انھیں سرپرستی اور تربیت کے لیے ایک ایسا فاضل استاد ملا جو اپنے مضمون میں یگانہ اور بے مثال تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو شروع ہی سے اپنے اس شاگرد سے تعلق خاطر پیدا ہوگیا تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ روز افزوں رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو فراغت کے وقت اپنی طرف سے جو سرٹیفکیٹ (بزبان انگریزی) دیا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں:

جامعہ پنجاب (شعبہ عربی)

المورخ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ مسٹر عبدالقیوم نے پانچ سال تک مجھ سے عربی زبان وادب پڑھا ہے، یعنی بی۔اے آنرز (۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۲ء) اور ایم۔اے ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۴ء کے لیے۔

[1] ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: استاد الاساتذہ، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، طبع نشریات لاہور، ۲۰۱۳ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے ان دونوں امتحانات میں سیکنڈ ڈویژن حاصل کی ہے۔ ایم اے کے دوران میں وہ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے طالب علم تھے اور میرا اس دوران ان کے کام سے مسلسل رابطہ رہا۔ میں نے انھیں ذہین، محنتی، پابند وقت، علوم عربی زبان وادب کے مطالعے کا مشتاق اور عربی زبان وادب کے لیے گہری بصیرت کا حامل پایا۔ وہ اسلام کے ''فلسفۂ حیات'' پر مطالعے کا بھی خصوصی شوق رکھتے ہیں۔ ہم جماعت دوستوں اور اساتذہ کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا رہا۔

محمد شفیع

ایم۔اے کے زمانے میں پروفیسر صاحب کے دوسرے استاد ڈاکٹر برکت علی قریشی تھے۔ جو اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہونے کے ساتھ ساتھ اورینٹل کالج میں ایم۔اے عربی کی کلاس کو عربی ادب کی تاریخ پر لیکچر دیتے تھے۔ انھوں نے بھی اپنے اس لائق اور ہونہار شاگرد کے بارے میں بہت اچھی رائے دی تھی۔ وہ ۳۰ اگست ۱۹۳۴ء کو لکھے گئے ایک سرٹیفکیٹ میں لکھتے ہیں:

''اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے کہ مسٹر عبدالقیوم نے، جنھیں میں گزشتہ کئی سالوں سے جانتا ہوں، پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۳۴ء میں ایم۔اے کی سند حاصل کی ہے جس میں انھوں نے ہائی سیکنڈ کلاس پوزیشن حاصل کی ہے۔

جامعہ پنجاب میں ایم۔اے عربی کی کلاس میں، جسے میں عربی زبان کی تاریخ پڑھانے کے لیے جاتا رہا ہوں، شریک طالب علم کی حیثیت سے انھوں نے مجھے عربی کے بہت ہی زیادہ دلچسپی رکھنے والے طالب علم کی حیثیت سے بے حد متاثر کیا ہے۔ عربی کے متعلق ان کا علم عام سطح سے بہت بلند ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ مختلف کھیلوں اور اورینٹل کالج کی مختلف سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں۔ میرا ان کی تحصیل علم اور ان کے متعلق خیال بہت بلند ہے اور مجھے انھیں بہترین قسم کا طالب علم قرار دیتے ہوئے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ جن سے بجا طور پر یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیں گے۔

(برکت علی قریشی)

بہر حال ۱۹۳۴ء میں پروفیسر صاحب اورینٹل کالج لاہور سے، ایم۔اے کی سند حاصل کر کے فارغ ہوگئے۔ یونیورسٹی کی طرف سے آپ کو جو سند جاری کی گئی اس میں تحریر تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



The University of the Punjab

Arts

Session 1934

This is to certify that Abdul Qayyum son of M. Fazlud Din of the Oriental College, Lahore (Registered No. Y.Z. 578) has obtained the Degree of Master of Arts in the University at the examination in the year 1934, and he was placed in the second class, the subject of Examination being ARABIC.

پروفیسر صاحب نے ایم عربی کے بعد کسی اور ایم۔اے کے امتحان میں شرکت کی اور نہ اس کے بعد کسی اور ڈگری کے حصول کی کوشش ہی کی۔ اس کے بجائے انھوں نے علمی کام اور تحقیقی تصانیف کے کام کو زیادہ اہمیت دی، تمام زندگی اسی کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور اسی میں اپنی زندگی صرف فرمادی۔

جامعہ پنجاب میں اس زمانے میں متعدد سکالرشپ مستحق طلبہ کو دیے جاتے تھے، جن میں ایک میکلوڈ سکالرشپ بھی تھا، جس پر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب بھی چار سال تک (۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۶ء) کام کرتے رہے۔ پروفیسر صاحب ابھی امتحان دے کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء کو اخبارات میں جامعہ پنجاب کی طرف سے میکلوڈ (The Mcleod Punjab) سکالرشپ کا اشتہار شائع ہوا جس میں کہا گیا:

"Which is open to a graduate who has distinguished himself in Arabic"

گویا یہ سکالرشپ فقط ایسے طالب علم کے لیے تھا جو عربی میں غیر معمولی صلاحیت کا حامل ہو یا اس کا مدعی ہو۔

پروفیسر صاحب نے اپنے استاد محترم مولوی محمد شفیع صاحب کے ایماء پر اس کے لیے درخواست دے دی اور پھر انٹرویو کے نتیجے میں آپ کو اس سکالرشپ کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ آپ اس سکالرشپ پر اگلے چار سالوں تک تحقیقی کام کرتے رہے۔

اس سکالرشپ کے دوران میں آپ نے ''لسان العرب'' پر تحقیق کی، جس کے نتائج تحقیق اورینٹل کالج میگزین، اسلامک کلچر حیدر آباد دکن، معارف اعظم گڑھ، جنرل آف دی پنجاب یونیورسٹی عریبک اینڈ پرشین سوسائٹی وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔ بعد ازاں اسے دو مستقل جلدوں[1] میں اکٹھا کر دیا گیا:

[1] اب یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے، پہلی جلد میں فہرس اسماء الشعراء ہے، دوسری اور تیسری جلد فہرس القوافی پر مشتمل ہے جبکہ آخری جلد میں فہرس انصاف الأبیات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۔ جلد اول: ''لسان العرب'' میں موجود اشعار کے شعراء کا اشاریہ

۲۔ جلد دوم: ''لسان العرب'' میں موجود اشعار کا اشاریہ

اشعار کا اشاریہ مرتب کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے حسب ذیل امور کا التزام کیا:

بیت کا ابتدائی حصہ آخری قافیہ/ردیف بحر ''لسان العرب'' کا صفحہ[۱]

یہ کام جو آپ نے اپنے استاد گرامی کی رہنمائی اور نگرانی میں کیا بلاشبہ ایک اہم کام تھا، اس لیے بین الاقوامی سطح پر اس کی پذیرائی بھی خوب ہوئی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ[۲] نے جب فہارس ''لسان العرب'' کا مطالعہ کیا تو معارف (شمارہ نمبر۳، جلد۴۴، ص۲۳۳) میں اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا:

> خوشی کی بات یہ ہے کہ ''لسان العرب'' جو ابن منظور الافریقی (م۷۱۱ھ) کی کتاب ہے اور بیس جلدوں[۳] میں نہایت مستند اور ضخیم تالیف ہے، کی یہ خدمت ایک ہندی نژاد کی قسمت میں آئی ہے۔ مولوی عبدالقیوم صاحب ایم۔ اے ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی نے اس کام کو بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ انھوں نے پہلے تو یہ کیا ہے کہ ''لسان العرب'' میں جتنے شاعروں کے نام جہاں جہاں آئے ہیں ان کو یکجا کیا ہے اور پھر ان کو حروف تہجی پر ترتیب دیا ہے اور ہر جلد کے جس صفحہ میں وہ نام آئے ہیں ان کا حوالہ دیا ہے۔ اس طرح آپ نہایت آسانی سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس شاعر کا نام کہاں کہاں آیا ہے اور اس کے اشعار اس کتاب میں کہاں کہاں ہیں۔ اس کی دوسری جلد میں اشعار کی فہرست ہوگی کہ کون سا شعر اس میں ہے۔ یہ کام جتنی محنت، ہمت اور دیدہ ریزی کا ہے، اس کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ مؤلف نے اپنی اس محنت سے خدا جانے کتنے عالموں اور طالب علموں کو تلاش کی محنت اور زحمت سے بچا دیا ہے۔''

جبکہ کیمبرج کے مشہور مستشرق ایف کرنکو[۴] (F.Krenkow) نے اسلامک کلچر (Islamic Culture) حیدر آباد دکن میں اس پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

---

۱۔ پہلے موٹے قلم کے ساتھ جلد نمبر اور پھر اس سے باریک قلم کے ساتھ صفحات کے نمبر لکھے گئے ہیں۔

۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی ۲۲، نومبر ۱۸۸۴ء کو صوبہ بہار میں پیدا ہوئے، مولانا شبلی سے تلمذ اور رفاقت نے انھیں عظیم مصنف بنا دیا، سیرت النبی ﷺ کی تکمیل کے علاوہ متعدد کتب تصنیف کیں۔ ۱۹۵۳ء میں ۲۲، نومبر کو انھوں نے کراچی میں وفات پائی۔

۳۔ پروفیسر صاحب کا کام بیس جلدوں والے نسخے کے مطابق ہے لیکن بیس جلدوں والی ''لسان العرب'' اب دستیاب نہیں، اب یہ کتاب پندرہ جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔

۴۔ ڈاکٹر ایف کرنکو ۱۸۷۲ء کو جرمنی میں پیدا ہوئے، عربی اور اسلامیات پر خاص توجہ دی، بون جرمنی اور علی گڑھ کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر رہے اور ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



''اشاریہ ''لسان العرب'' (اشاریہ ا) اسمائے شعراء، مرتبہ ایم عبدالقیوم ایم۔اے، لاہور ۱۹۳۷۔۱۹۳۸ء، جب میں نے ۱۹۰۱ء میں ''لسان العرب'' کا اپنا نسخہ وصول کیا تو میں فوراً ہی اس بات کا قائل ہوگیا کہ عربی زبان کی اس سب سے عمدہ کتاب لغت میں جو شواہد پیش کیے گئے ہیں انھوں نے اس کو قدیم عربی شاعری کی جامع بیاض بنا دیا ہے۔ میں نے اپنے استعمال کے لیے اس کا ایک الف بائی اشاریہ بنالیا، جس نے اشعار تلاش کرنے میں نہ صرف میری مدد کی بلکہ میرے علاوہ بہت سے لوگوں کا کام بھی آسان کیا...... اسی لیے میں نے مسٹر عبدالقیوم کے اس کام کو سراہا ہے، جس نے اس گراں قدر عربی ادب کو سب لوگوں کے مطالعے کے لیے آسان بنا دیا ہے...... اس قوافی کے اشاریے سے ہمارے لیے بکھرے ہوئے اور متفرق اشعار کو باہم ملا کر مطالعہ کرنا آسان ہوگیا ہے، مثال کے طور پر:

ابق الدبیری، ۹۰: ۱۳۹، س ۱۶؛ ۱۳: ۳۰۴، س ۱۸؛ ۱۷: ۱۱۷، س ۲۔ ابی بن ہرثم ۱۰: ۱۵۴، س ۱۳ (اصلاح، ۱: ۲۳۵)......

ایک اور نکتہ جو اس اشاریہ قوافی سے واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے ایک ہی نام کے دو شعراء کے کلام کو الگ الگ جانا جاسکتا ہے۔ سو میں اس قابل ہوں کہ المراد نام کے دو شاعروں کا کلام ایک دوسرے سے متمیز کرسکوں...... یہ کہ اس بات کا افتخار (Credit) بھی انھی (مولوی محمد شفیع) کو حاصل ہے کہ وہ حقیقی طور پر خالص ایک سائنسی انداز میں مصر اور یورپ سے کہیں بہتر طریقے سے نئی نسل کی عربی زبان و ادب میں تربیت کر رہے ہیں۔ میں شدید اشتیاق کے ساتھ بقیہ اشاریے کا انتظار کر رہا ہوں۔[1]

ان کے علاوہ ڈاکٹر بروکلمان (C.A.Brockelmann) نے اپنی کتاب تاریخ أدب اللغة العربية (تکملہ ج ۳) میں، ہمبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر سپولر نے Biography of the Recent Research in oriental Studies میں اور ڈاکٹر پیرسن (J.D Pearson) نے (*Index Islamices*) کے اشاریہ (مطبوعہ کیمبرج ۱۹۵۸ء) میں آپ کے اس گرانقدر کام کا ذکر کرکے اس کی پذیرائی کی ہے۔

## کتاب نوادر الاخبار وظرائف الاشعار کی ایڈیٹنگ

اسی میکلوڈ سکالرشپ کے دوران میں آپ نے دوسرا کام یہ کیا کہ شہاب الدین احمد الحجازی[2] کی کتاب

[1] اسلامک کلچر۔ حیدر آباد دکن، بابت ماہ اپریل ۱۹۳۹ء؛ ص ۲۴۸۔۲۴۵۔ بزبان انگریزی۔ ترجمہ از مرتب (ڈاکٹر محمود الحسن عارف)

[2] نوادر الاخبار اور اس کے مؤلف کے احوال کے متعلق مفصل مضمون زیرنظر کتاب کے حصہ چہارم میں ملاحظہ فرمایئے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



''نوادر الاخبار وظرائف الاشعار'' کے جامعہ پنجاب کی لائبریری میں موجود واحد قلمی نسخے کو ایڈیٹنگ کے ساتھ مرتب کیا۔ اس میں بطور خاص حسب ذیل باتوں کا اہتمام فرمایا:

## ۱۔ مقدمہ

آپ نے نوادر الاخبار کا نہایت جامع اور مدلل مقدمہ لکھا۔ جس میں حسب ذیل باتوں پر روشنی ڈالی گئی:

الف۔ قلمی نسخہ

ب۔ مضمون، اجمالی موضوع، تفصیلی موضوعات

ج۔ مصنف (حالات زندگی)

د۔ الحجازی کا مرثیہ

ھ۔ الحجازی کی تصانیف (Work)

آخری عنوان کے تحت پروفیسر صاحب نے الحجازی کی ۲۶ کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔

## ۲۔ نقل نسخہ

آپ نے قلمی نسخے کی نہایت احتیاط کے ساتھ تحقیق کر کے قلمی نقل تیار کی ہے، جسے از اول تا آخر جلی قلم سے اپنے ہاتھ سے لکھا۔

## ۳۔ تصحیح متن

پروفیسر صاحب نے اس نسخے کی تصحیح کا بھی مکمل اہتمام فرمایا۔

## ۴۔ حواشی وتعلیقات

اور پھر ہر صفحے پر نہایت جامع حواشی لکھے، جس سے اس نسخے کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

پروفیسر صاحب کا یہ مرتبہ نسخہ جامعہ پنجاب کی لائبریری میں بذیل نمبر VII37A-Ar-I موجود ہے۔

## دیگر اسناد

ایم۔ اے کی مذکورہ سند اور میکلوڈ سکالرشپ کے اس چہار سالہ مطالعہ وتحقیق کے علاوہ آپ نے حسب ذیل کورس بھی کیے اور اسناد (Teacher's Certificate) حاصل کیں۔

پروفیسر صاحب نے پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے زیر اہتمام سنٹرل ٹریننگ کالج میں ۱۹۴۴۔۱۹۴۵ء کو اساتذہ کی تربیت کے ایک پروگرام میں شرکت کی اور تاریخ اور اردو میں ٹریننگ حاصل کر کے سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ غالباً یہ کورس اعلیٰ جماعتوں (Classes) کو پڑھانے کے سلسلے میں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## پی ایچ ڈی کے لیے کیمبرج (انگلستان) بھیجے جانے کے لیے نامزدگی

۱۹۶۱ء میں جامعہ پنجاب کی طرف سے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی کیمبرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے بھیجے جانے کی تجویز ہوئی۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ اگلے دو سالوں کے لیے آغا خان نے جامعہ پنجاب کو تین سکالرشپ دیے جن کی مالیت چھ سو پونڈ سالانہ تھی اور جن میں سے ہر ایک لنڈن، آکسفورڈ اور کیمبرج تینوں مقامات میں سے کسی ایک جگہ کے لیے تھا، جبکہ آمد و رفت کا خرچہ اس کے علاوہ تھا۔ اس مقصد کے لیے جامعہ پنجاب کی طرف سے شعبہ عربی میں ایم۔ اے کی کلاسوں کو پڑھانے والے ہمارے محترم پروفیسر عبدالقیوم کی نامزدگی برائے کیمبرج عمل میں آئی۔ اس مضمون پر مشتمل خط، جسے جامعہ کے رجسٹرار ایم بشیر[1] نے ۱۰، اگست ۱۹۶۱ء کو لکھا تھا، مسٹر جہانگیر خان ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن اور ڈاکٹر نذیر احمد[2] پرنسپل گورنمنٹ کالج اور پروفیسر صاحب تینوں کو لکھا گیا۔ مگر نامعلوم وجوہ کی بنا پر یہ معاملہ معرض التوا میں پڑ گیا اور پروفیسر صاحب پی ایچ ڈی ڈگری کے حصول کے لیے کیمبرج نہ جا سکے۔[3]

## پنجاب یونیورسٹی عریبک اینڈ پرشین سوسائٹی کی نظامت

پروفیسر صاحب ابھی میکلوڈ سکالرشپ پر فائز تھے اور ''لسان العرب'' پر تحقیقی کام کر رہے تھے کہ اس اثنا میں آپ کو اورینٹل کالج لاہور کی علمی و ادبی سرگرمیوں کو منظم اور مربوط کرنے والی سوسائٹی Punjab University Arabic and Persian Society کا جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ آپ ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک تقریباً تین چار سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۹ء کے بعد جیسا کہ آگے ذکر آئے گا آپ لاہور شہر سے باہر چلے گئے تھے، اس لیے اس عہدے پر کام نہ کر سکے۔ بعد ازاں ۱۹۴۷ء میں آپ کی واپسی ہوئی تو آپ پھر گیارہ سال ۱۹۴۷ء۔ ۱۹۵۸ء کے لیے اس عہدے پر فائز رہے۔

یہ سوسائٹی عربی اور فارسی دونوں شعبہ جات کے اساتذہ اور ذہین طالب علموں پر مشتمل ہوتی تھی اور مختلف ادبی و فکری سرگرمیوں کو منظم کرتی تھی۔ اس کا ایک آرگن بھی شائع ہوتا تھا۔ جس میں مختلف لوگوں کے

---

۱۔ میاں ایم بشیر پنجابی ادبی لیگ کے نائب صدر بھی تھے۔ انھوں نے ۲۸، جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۲۔ ڈاکٹر سید نذیر احمد ۱۹، دسمبر ۱۹۰۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج جھنگ اور لاہور کے پرنسپل رہے۔ ۳، اگست ۱۹۸۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۳۔ تاہم ''لسان العرب'' اور ''نوادر الاخبار'' پر پروفیسر صاحب کا تحقیقی کام کسی بھی معتبر جامعہ کی پی ایچ ڈی ڈگری پر بھاری ہے۔ (شیر محمد زمان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اعلیٰ فکری مضامین و مقالات شائع ہوتے تھے۔ بہر حال اپنی اس حیثیت میں بھی انھوں نے علم و ادب کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

## تدریس

آپ کا میکلوڈ سکالرشپ جنوری ۱۹۳۹ء میں ختم ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک تقریباً تیس سال کا زمانہ عربی زبان و ادب کی تدریس اور تحقیق میں بسر کر دیا۔ اس عرصے میں آپ جن جن کالجوں میں لغت و ادب عربی کی تدریس پر مامور رہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | زمیندارہ کالج گجرات | (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۴ء) |
| ۲۔ | گورنمنٹ کالج ہوشیار پور | (۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۶ء) |
| ۳۔ | گورنمنٹ کالج لدھیانہ | (۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء) |
| ۴۔ | گورنمنٹ کالج لاہور | (۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۸ء) |

نیز اس عرصے (۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۸ء) میں اعزازی طور پر اورینٹل کالج لاہور میں ایم۔ اے عربی کے طلبہ کو بھی پڑھاتے رہے۔

زمیندارہ کالج گجرات کے متعلق پروفیسر صاحب بتایا کرتے تھے کہ یہاں وہ مشہور کرکٹر اور ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد جہانگیر خان[1] (والد ماجد خان) کے رفیق کار رہے۔ ڈاکٹر صاحب اس زمانے میں زمیندارہ کالج کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے پروفیسر صاحب کو کالج کی کرکٹ ٹیم کا نگران مقرر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان بعد میں بھی خوشگوار مراسم رہے۔ ڈاکٹر جہانگیر اور پروفیسر صاحب دونوں میں یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے کہ دونوں نے آخری عمر میں داڑھی بڑھالی تھی۔

ڈاکٹر جہانگیر داڑھی رکھنے سے قبل اور بعد میں بھی پروفیسر صاحب کو ملنے دفتر میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ وہ پروفیسر صاحب کے علم و فضل کے بڑے مداح تھے۔

پروفیسر صاحب کی اصل شہرت اور تدریس کا زمانہ وہ ہے جو آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج لاہور کی تدریس میں صرف فرمایا۔ اپنے طویل سالہ دورِ تدریس میں آپ نے ایف۔ اے سے لے کر ایم۔ اے بلکہ پی ایچ ڈی تک کے طلبہ کو پڑھایا اور ہر سطح کی تدریس کا تجربہ حاصل کیا۔ اس لیے ہمیں پروفیسر صاحب کی تصانیف میں ایف۔ اے کے سال اول کے طلبہ سے لے کر پی ایچ ڈی کے طلبہ تک کے لیے رہنمائی ملتی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر محمد جہانگیر خان ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے، زمیندارہ کالج گجرات کے پرنسپل اور بعد میں کئی سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ انھوں نے ۲۳ جولائی ۱۹۸۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جس زمانے میں آپ لاہور واپس تشریف لائے (یعنی ۱۹۴۷ء میں) تو اس زمانے میں اورینٹل کالج لاہور اساتذہ کی کمی کا بری طرح شکار تھا۔ وجہ یہ تھی کہ تقسیم ملک سے تمام ہندو اور سکھ اساتذہ ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے جبکہ نئے ملک اور نئے حالات کے تقاضوں کے تحت کالج میں طلبہ کی پہلے سے زیادہ کثرت ہو گئی تھی۔

ان حالات میں کالج کے پرنسپل اور صدر شعبۂ عربی ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی نظر انتخاب پروفیسر صاحب پر پڑی۔ چنانچہ انھوں نے پروفیسر صاحب کو ایم۔ اے عربی کی جماعت کو پڑھانے کا کام سونپ دیا، جسے پروفیسر صاحب نے بیس برس تک اعزازی طور پر مستقل مزاجی اور خلوص سے انجام دیا۔

آپ نے شعبہ عربی میں حسب ذیل مضامین کی تدریس کی:

۱۔ قدیم شاعری اور عروض (Classical Poetry and Prasody)

۲۔ جدید عربی ادب

۳۔ قدیم نثر

۴۔ اسلام کی ادبی و سیاسی تاریخ

۵۔ تاریخ ادب عربی

ایم۔ اے عربی کی کلاسوں کو پڑھانے کے علاوہ آپ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کی رہنمائی اور ان کے ممتحن کے فرائض بھی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

آپ کی تدریس جس طرح کامیاب رہی اس کا اندازہ تو ماہرین کی ان آراء سے کیا جا سکتا ہے جو ہم آئندہ نقل کریں گے۔ سرِ دست یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ کے دل میں طلبہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ ہر ممکن طریقے سے طلبہ کے مفاد اور ان کی بہتری کا خیال رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ طلبہ کی رہنمائی صرف مضمون کی حد تک ہی نہیں بلکہ ان کی فکری اور اخلاقی پہلو سے بھی رہنمائی کرنا ضروری خیال کرتے تھے۔ آپ اس خیال کے پرجوش حامی تھے کہ استاد کی حیثیت صرف کتاب پڑھانے والے شخص کی نہیں ہوتی، بلکہ استاد اپنے شاگردوں کا مربّی (تربیت کنندہ) بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے دروس Lectures میں طلبہ کو ''اخلاقیات'' اور مذہبی و مشرقی انداز کا بھی درس دیتے تھے۔ آپ کا بات کرنے کا ڈھنگ چونکہ بڑا ہی مؤثر تھا، اسی لیے آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات طلبہ کے دل پر اثر انداز ہوتی تھی۔ اس لیے بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے سیکڑوں طلبہ کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا اور ان کے دلوں میں مشرقی جذبوں اور روایات کے احترام کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی شمع روشن کی۔ جس کے اثرات نے ان کی زندگیوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دھارے بدل کر رکھ دیے۔

عربی زبان وادب کی تاریخ میں آپ دو باتوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اولاً الفاظ کا اشتقاق اور ثانیاً عربی زبان وادب میں ان کا استعمال۔ گویا آپ الفاظ وکلمات کو ان کے استعمال کی تاریخ کی روشنی میں جاننے پر زور دیتے تھے۔

آپ عربی لغت و اشتقاق کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ہزاروں عربی اشعار کے حافظ بھی تھے۔ دیوان الحماسہ، المفضلیات، سبعہ معلقہ، دیوان المتنبی اور بے شمار قدیم و جدید شعرا کا کلام آپ کو ازبر یاد تھا۔ آپ موقع محل کے مطابق برجستہ ان اشعار کو اس طرح پڑھتے تھے کہ جس سے سننے والے مبہوت ہو کر رہ جاتے تھے۔

پھر قرآن و حدیث پر آپ کی نظر بہت وسیع تھی۔ بخاری شریف، بالخصوص ابن حجر العسقلانی کی شرح فتح الباری آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ سیکڑوں احادیث آپ کی نوک زبان پر رہتی تھیں۔ ان قرآنی آیات اور فرامین نبویہ سے نہ صرف ان الفاظ کے لغوی واصطلاحی استعمال پر روشنی پڑتی تھی بلکہ اس کے ساتھ بعض اچھوتے مضامین اور افکار بھی سامنے آتے تھے۔ بہر حال اس موضوع پر چونکہ پروفیسر صاحب کے تلمیذان رشید روشنی ڈالیں گے، اس لیے ہم اس موضوع کو یہیں چھوڑ رہے ہیں۔ البتہ تدریس پر گفتگو ختم کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تدریس کے متعلق چند اکابرین اہل علم کی آراء کا تذکرہ کر دیا جائے۔

(ا) ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے شعبہ عربی اورینٹل کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہونے سے قبل بطور پرنسپل اور صدر شعبہ عربی آپ کو حسب ذیل سرٹیفکیٹ (بزبان انگریزی) دیا:

بڑی ہی خوشی سے میں اس بات کی تصدیق کر رہا ہوں کہ پروفیسر عبدالقیوم کو میں ۱۹۳۵ء سے جانتا ہوں۔ وہ ۱۹۵۲ء سے میرے شعبہ عربی میں بطور استاد کولیگ (رفیق کار) ہیں۔ پھر جب میں اورینٹل کالج کا پرنسپل اور شعبہ عربی کا صدر ہوا تو پروفیسر صاحب کے ساتھ میرے تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے۔

اس تمام عرصے میں میں نے انھیں بہت ہی اعلیٰ درجے کا استاد اور بہت اچھا رفیق کار پایا۔ انھوں نے نہ صرف تدریس میں جامعہ پنجاب کے ساتھ بھرپور تعاون کیا بلکہ ان تحقیقی منصوبوں میں بھی پورا پورا ہاتھ بٹایا جو جامعہ نے ترتیب دیے۔ انھوں نے مذکورہ بالا عرصے میں بے شمار طلبہ کے ایم۔ اے کے مقالات (Thesis) کی نگرانی کی۔

جو لوگ عربی زبان و ادب کا مطالعہ کرنے اور اس کی زبان وادب کے بعض پیچیدہ مسائل کے حل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جویا رہتے ہیں، وہ اس شعبے میں ان کے تصنیفی کام سے بخوبی آشنا ہیں۔

وہ تقریباً دس برس تک جامعہ کی عریبک اینڈ پرشین سوسائٹی کے سیکرٹری رہے اور انھوں نے متعدد کانفرنسوں میں اور یجنل تخلیقی و تحقیقی مقالات پیش کیے۔ انھوں نے ''لسان العرب'' کا ایسا اشاریہ تیار کیا ہے جسے اندرون و بیرون ملک کے ماہرین نے بے حد سراہا ہے۔

یہ پروفیسر عبدالقیوم کے کام کی ایک جھلک ہے جنھوں نے میرے ساتھ متعدد برس مختلف شعبوں میں کام کیا ہے۔

(ڈاکٹر سید محمد عبداللہ)

## (ب) ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ کی رائے

ڈاکٹر محمد عنایت اللہ[1] برعظیم پاک و ہند کے نامور فضلا میں سے تھے۔ انھوں نے ایم۔ اے جامعہ پنجاب سے اور پی ایچ ڈی لنڈن سے کی۔ وہ گورنمنٹ کالج میں شعبہ عربی و اسلامیات کے پروفیسر اور سربراہ تھے اور پروفیسر صاحب کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے تھے، جیسا کہ ان کے ان خطوط سے بھی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے جو انھوں نے پروفیسر صاحب کو لکھے۔ (جو اس مجموعہ میں شامل ہیں) ۱۹۵۶ء میں انھوں نے بھی پروفیسر صاحب کے متعلق لکھا:

میں پروفیسر عبدالقیوم کو کئی سالوں سے گورنمنٹ کالج کے زمانۂ تدریس سے، جہاں وہ ۱۹۴۷ء میں تبدیل ہو کر آئے تھے اور میرے رفیق کار رہے، جانتا ہوں۔ ان کا شعبہ عربی کی تدریس میں بہت اہم حصہ ہے اور اس شعبے کی کامیابی ان کے اخلاص صمیم قلب سے ان کے تعاون اور ان کی روح پرور ہدایات کی رہین منت ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی اجازت سے وہ اورینٹل کالج میں ایم۔ اے کی جماعت (Class) کو بھی پڑھاتے رہے۔ وہ مختلف سالوں میں مختلف پرچوں کے نگران رہے۔ وہ اب مکمل طور پر پوسٹ گریجویٹ کی سطح پر عربی کی تدریس کے تمام شعبوں کی نگرانی کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔

ان کے پاس علمی تصانیف کا ایک قابل قدر سرمایہ بھی ہے۔ جن میں ''لسان العرب'' پر ان کے تحقیقی کام کو خصوصیت حاصل ہے۔ جو ڈاکٹر کرنکو اور دیگر فضلاء کے خیال میں عربی فلسفہ کی ایک نمایاں خدمت ہے۔

[1] ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ۱۹، اکتوبر ۱۹۰۱ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج لاہور میں شعبہ عربی، اسلامیات اور تاریخ کے سربراہ رہے۔ انھوں نے ۴، نومبر ۱۹۷۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔ پروفیسر صاحب کے قریبی دوست تھے، جب تدریسی ذمہ داریوں کے لیے الگ الگ مقامات پر ہوتے تو ان دونوں کے مابین خط و کتابت جاری رہتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روز مرہ کی تدریس کے علاوہ پروفیسر عبد القیوم ایم۔ اے کے متعدد طلبہ کے مقالات کی نگرانی بھی کرتے رہے۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کے متعدد طلبہ کی (بطور گائڈ) رہنمائی بھی کی، مثلاً مسز خواجہ سرفراز[1] اور ملک ذوالفقار علی[2] وغیرہم۔ جامعہ پنجاب سے میری سبکدوشی ملازمت کے بعد ان طلبہ نے ان کی نگرانی میں اپنا تحقیقی مشن جاری رکھا اور وقت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے طلبہ ان کی نگرانی سے نہ صرف مطمئن رہے بلکہ ان کی تبحر علمی اور مطالعہ کی وسعت سے بہت متاثر ہوئے......

اگر پروفیسر عبد القیوم کو شعبہ عربی میں عربی مسند پر ترقی دے دی جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس سے شعبے کی اعلیٰ علمی وفکری روایات کو بحال رکھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

(ڈاکٹر محمد عنایت اللہ)

## (ج) مولانا عبد العزیز میمنی کی رائے

مولانا عبد العزیز میمنی برعظیم پاک و ہند کی ان قابل قدر اور قابل فخر ہستیوں میں سے ہیں جن کے علم وفضل پہ بجا طور پر ناز کیا جاسکتا ہے۔ وہ بھی پروفیسر صاحب کے متعلق بہت اعلیٰ خیالات رکھتے تھے۔ انھوں نے ۲۰ دسمبر ۱۹۶۵ء کو وائس چانسلر صاحب کو بطور صدر شعبہ عربی اپنے ایک گرامی نامہ میں پروفیسر صاحب کو ریڈر بنائے جانے کی تجویز کی حمایت کرتے ہوئے لکھا:

> ”ہمارا شعبۂ عربی کئی اعتبارات سے تکمیل طلب ہے، بالخصوص تدریس اور تحقیقی لحاظ سے تو بڑا خلا نظر آتا ہے۔ اس غرض سے شعبۂ عربی کو مفید بنانے کی اس لیے بھی اشد ضرورت ہے کہ ملک بھر میں پنجاب یونیورسٹی ہی ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جہاں عربی کے طلبہ تمام یونیورسٹیوں سے زیادہ تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ ناتجربہ کار اور بالکل خام قسم کے لیکچرار مقرر کرنے کے بجائے ایک ٹھوس اور جامع حیثیت کا استاد مقرر کیا جائے اور لیکچراروں کی دو خالی آسامیوں کو ایک ریڈرشپ میں منتقل کر دیا جائے تاکہ شعبۂ عربی کسی موزوں، تجربہ کار اور محقق استاد کی خدمات حاصل کر کے اپنی تدریسی اور تحقیقی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

اس وقت راقم الحروف کے پیش نظر پروفیسر عبد القیوم استاد عربی گورنمنٹ کالج لاہور ہیں۔ پروفیسر موصوف گزشتہ بیس برس سے ایم۔ اے کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

---

[1] تاریخ جامعہ پنجاب مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ص: ۵۱۵ کے مطابق مسز خدیجہ سرفراز نے ۱۹۶۵ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

[2] بمطابق حوالۂ گزشتہ ذوالفقار علی ملک نے بھی ۱۹۶۵ء ہی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تجربہ، تحقیقات اور وسعت معلومات کے لحاظ سے پروفیسر موصوف پاکستان میں ایک ممتاز حیثیت رکھنے کے علاوہ بین الاقوامی شہرت بھی رکھتے ہیں۔ ان کی خدمات حاصل کرنے کے بعد شعبۂ عربی میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا، نیز یونیورسٹی کو اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور تاریخ ادبیات ایسے مفید علمی اور تحقیقی کاموں میں خاطر خواہ معاونت بآسانی حاصل ہو سکے گی۔''

(خادم: عبدالعزیز میمنی)

الغرض پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایک کامیاب معلم اور بہت مقبول مدرس تھے اور آپ کی تدریس سے گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج لاہور کے عربی شعبے بڑی حد تک مستفید ہوئے اور اپنی اس حیثیت سے آپ نے سیکڑوں طلبہ کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔

## نامور اہل علم شاگرد

پروفیسر صاحب کے شاگردیوں تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، جو اندرون و بیرون ملک کی جامعات اور تعلیم کے مختلف اداروں میں اعلیٰ ترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان سب کا ذکر نہ تو مقصود ہے اور نہ ممکن ہی ہے، البتہ چیدہ چیدہ ان چند اکابر اہل علم کا ذکر کرنا مناسب ہوگا جن کی علمی ثقاہت مسلمہ ہے۔

اہل علم تلامذہ کی یہ فہرست بذات خود پروفیسر صاحب نے مرتب کی ہے:[1]

۱۔ ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک — سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، موجودہ پرو وائس چانسلر جامعہ پنجاب و پرنسپل اورینٹل کالج۔

۲۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان — سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی دموجودہ چیئرمین قومی کمیشن برائے تعلیم عامہ وخواندگی۔ نیشنل لٹریری اینڈ ماس ایجوکیشن، وسابق چیئر اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد۔

۳۔ ڈاکٹر امین اللہ وثیر — سابق ڈائریکٹر جنرل ریسرچ اینڈ ریفرنس ونگ وزارت مذہبی امور اسلام آباد

۴۔ پروفیسر مرزا محمد منور — سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی۔

۵۔ ڈاکٹر محمد طفیل — ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۶۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر — صدر شعبۂ عربی، جامعہ پنجاب لاہور۔

[1] ان میں سے جن اہلِ علم کے مضامین شامل کتاب ہیں ان کا تعارف ان کے مضامین کے شروع میں ہے۔ دیگر کا مختصر تعارف یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۷۔ ڈاکٹر میر ولی خان — پروفیسر ادارہ السنۃ جدیدہ (Institute of Modern Languages)، اسلام آباد۔

۸۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی — ادارۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب۔

۹۔ ڈاکٹر خالد علوی[1] — ادارۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

۱۰۔ ڈاکٹر جمیلہ شوکت — صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

ان کے علاوہ بھی مرحوم کے بے شمار شاگرد ہیں جو تعلیم و تربیت اور علوم و فنون کے مختلف شعبوں سے وابستہ ہو کر ملک و قوم کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

## تحقیقی خدمات

پروفیسر صاحب مرحوم اپنے زمانے ہی کے نہیں، بلکہ اس صدی کے ایک نامور محقق تھے، جن کے علم و فضل سے آنے والی نسلیں استفادہ کرتی رہیں گی۔

ذاتی تحقیق و تصنیف کے علاوہ آپ تحقیق نواز اور تحقیق و تصنیف کی سرپرستی کرنے والے بھی تھے۔ مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے:

۱۔ متعدد پی ایچ ڈی کے طلبہ کی مقالات نویسی میں رہنمائی (Guidance) فرمائی۔

۲۔ پی ایچ ڈی کے متعدد مقالات پر بطور ممتحن فاضلانہ رائے دی۔

۳۔ بیسیوں پی ایچ ڈی کرنے والے طالب علموں کی غیر سرکاری طور پر رہنمائی فرمائی۔ اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ جامعہ پنجاب میں علوم عربیہ اور علوم اسلامیہ پر تحقیقی مقالات لکھنے والوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا طالب علم ہوگا جو معلومات اور رہنمائی کے لیے پروفیسر صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ہو۔

۴۔ بیسیوں طالب علموں کے پی ایچ ڈی اور ایم۔ اے کے لیے مقالات کے عنوانات/موضوعات تجویز کیے۔

۵۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کے لیے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، تفصیل آگے آئے گی۔

۶۔ قریب قریب تمام اہم علمی اور فکری رسالوں اور جرائد میں تحقیقی مقالات لکھے جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔

۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سیکڑوں نئے مقالات میں معتدبہ اضافے کیے۔

۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تقریباً اکیس جلدوں (ماسوائے جلد ۱، ۲، ۳، اور ۶) میں ادارتی فرائض انجام دیے۔

---

[1] ڈاکٹر خالد علوی ۱۶، نومبر ۱۹۴۰ء کو خوشاب میں پیدا ہوئے، جامعہ پنجاب کے صدر شعبہ علوم اسلامیہ اور دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل رہے، انھوں نے ۱۹، نومبر ۲۰۰۸ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الغرض تحقیق و تصنیف کے میدان میں آپ کا قابل قدر کام بہت وسیع ہے۔

## شادی خانہ آبادی

پروفیسر صاحب جب زمیندارہ کالج گجرات میں ملازم ہو گئے تو ان کے والدین نے ان کی خانہ آبادی کی فکر کی۔ چنانچہ ۳۴ برس کی عمر میں بتاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۲ء کو آپ کی شادی خانہ آبادی ہوگئی۔ اس طرح ملازمت کے ساتھ ہی آپ کی متأہلانہ زندگی کا آغاز ہو گیا۔ پروفیسر صاحب کی اہلیہ محترمہ زیورِ علم سے آراستہ ہیں اور آپ کے سسر حاجی فضل دین بٹ مرحوم لاہور کے معروف کاروباری شخص، یعنی بہت بڑے ٹھیکیدار تھے۔ انھوں نے کالٹیکس کے بیسیوں آئل سٹیشن تعمیر کیے اور اسمبلی ہال کی تعمیر میں بھی وہ بطور شریک ٹھیکیدار کے شامل رہے تھے۔ ان کی رہائش اندرون بھاٹی گیٹ میں تھی۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے نہایت ہی خوشگوار ازدواجی زندگی بسر فرمائی۔ پروفیسر صاحب اور ان کی اہلیہ کے درمیان مثالی مفاہمت پائی جاتی تھی۔ وفات سے چند برس پہلے پروفیسر صاحب کی اہلیہ بیمار ہوئیں۔ انھیں غالباً جلد (Skin) کی کوئی تکلیف تھی۔ پروفیسر صاحب نے ان کے علاج کے لیے لاہور کے بہترین معالجوں کی خدمات حاصل کیں۔ وہ ان کے معائنے کے لیے انھیں ہر ہفتے کسی نامور معالج کے پاس لے کر جاتے۔ گو اس کے لیے انھیں گرانقدر فیسیں ادا کرنا ہوتی تھیں۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ دوسروں کے دکھ بانٹنے والا خود چند دنوں کا مہمان ہے۔ پروفیسر صاحب کے ہاں حسب ذیل چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں:

| نام | تاریخ پیدائش |
|---|---|
| ۱۔ غزالہ | ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء |
| ۲۔ ریاض قیوم | ۲۸ جنوری ۱۹۴۵ء |
| ۳۔ اعجاز قیوم | ۲۲ مئی ۱۹۴۷ء |
| ۴۔ عنیزہ | ۲۲ دسمبر ۱۹۵۵ء |
| ۵۔ زبیر قیوم | ۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء |
| ۶۔ شاہد قیوم | ۵ مارچ ۱۹۶۰ء |

بحمد اللہ پروفیسر صاحب کی مذکورہ تمام اولاد جوان اور شادی شدہ ہے۔ بیٹوں میں سے زبیر قیوم کے علاوہ تمام ملک سے باہر ہیں۔ زبیر قیوم بٹ پاکستان آرمی میں ایک اعلیٰ عہدے (میجر) پر فائز ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب نے اپنی تمام اولاد کو تعلیم دلوائی، حتیٰ کہ اپنی دونوں صاحبزادیوں کو بھی زیور علم سے آراستہ کیا۔ پروفیسر صاحب کی اول الذکر صاحبزادی علوم اسلامیہ میں ایم۔ اے ہیں۔ انھوں نے ایم۔ اے کے لیے صحیح البخاری کی شروح پر مقالہ لکھا تھا جو فی الوقت شعبے کی لائبریری کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ یہ اچھوتا موضوع پروفیسر صاحب نے ہی تجویز کیا تھا۔ جبکہ آپ کی دوسری صاحبزادی نے گریجویشن کی ہوئی ہے۔

## اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بطور مدیر اور سینئر مدیر خدمات

پروفیسر عبد القیوم صاحب کا اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے یوں تو تعلق بہت قدیم ہے۔ ان کے استاد محترم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی وساطت سے، جو اس کے پہلے ڈائریکٹر اور صدر شعبہ تعینات ہوئے تھے، آپ کا اس موسوعۂ علمیہ سے تعلق روز اول ہی سے شروع ہو گیا۔ یہ تعلق تینوں شعبوں، یعنی لائیڈن سے مطبوعہ دائرہ معارف اسلامیہ (Encyclopaedia of Islam) سے ترجمہ، نظر ثانی اور اس کے لیے نئے مقالات لکھنے تک وسیع تھا۔ اپنی اس حیثیت میں پروفیسر صاحب نے شعبے کی بے پناہ علمی و فکری خدمات انجام دیں۔

تاہم اس تعلق میں مزید گہرائی اور استواری اس وقت پیدا ہوئی جب آپ گورنمنٹ کالج لاہور کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ چونکہ آپ کی شخصیت اہل علم میں متعارف تھی، اس لیے ابھی آپ وہاں سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کو رئیس جامعہ پروفیسر حمید احمد خان مرحوم اور صدر شعبہ ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ مرحوم نے شعبہ ہٰذا میں "مدیر" کی خالی آسامی پر آنے کی دعوت دی۔ چونکہ یہ کام آپ کی منشا اور ذوقِ علمی کے عین مطابق تھا، اسی لیے آپ نے فوراً ہی یہ دعوت قبول کر لی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ۱۴، جنوری ۱۹۶۸ء کو آپ گورنمنٹ کالج لاہور کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور اگلے ہی روز یعنی ۱۵، جنوری کو قبل از دوپہر آپ کی اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ملازمت کا آغاز ہو گیا۔

انھی ایام میں محکمہ اوقاف کے ناظم اعلیٰ (Chief Administratior) کی جانب سے آپ کی محکمہ اوقاف میں بطور ماہر مضمون (Subject Expert) تقرری عمل میں آئی، مگر چونکہ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا کام آپ کے علمی ذوق کے عین مطابق تھا اور پھر یہ آپ کے استاد محترم کی یادگار بھی تھا، اس لیے آپ نے محکمہ اوقاف کی ملازمت پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ملازمت کو ترجیح دی۔

شعبۂ ہٰذا میں ۱۹۶۸ء ہی میں سینئر مدیران کی دو آسامیاں تخلیق کی گئیں، جن میں سے ایک پر بربنائے سنیارٹی تقرری ہونا تھی، جبکہ دوسری آسامی پر بربنائے استحقاق علمی موزوں امیدوار تعینات کیا جانا تھا۔ اوّل الذکر آسامی پر پروفیسر امجد الطاف صاحب (موجودہ صدر شعبہ) اور دوسری پر ۱۹۶۹ء میں پروفیسر عبد القیوم صاحب کی تقرری عمل میں آئی۔ پروفیسر صاحب اپنی وفات ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء تک اپنی اسی آسامی پر کام کرتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بطور مدیر اور سینئر مدیر یہاں آپ نے جو فرائض انجام دیے، ان کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ چیف ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ساتھ علمی اور عملی معاونت و مشاورت۔

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے تفویض کیے گئے عنوانات پر نئے مقالات لکھنا۔

۳۔ دائرہ معارف اسلامیہ (انگریزی) سے ترجمہ اور دیگر اہل علم کے تراجم پر نظر ثانی۔

۴۔ دیگر اہل علم کے مقالات پر نظر ثانی اور ان میں حک و اضافہ۔

۵۔ فہرست عنوانات کی ترتیب۔

۶۔ زیرِ طبع مقالات کی پروف ریڈنگ وغیرہ۔

ان کے علاوہ پروفیسر صاحب اور موجودہ صدر شعبہ پروفیسر سید امجد الطاف صاحب کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے صدر شعبہ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی نگرانی میں اپنے دیگر رفقا کی مدد سے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مشرقی اور اسلامی رنگ پیدا کیا اور اس میں سیکڑوں نئے مقالات کا اضافہ تجویز کیا۔ ورنہ لائیڈن سے مطبوعہ دائرہ معارف اسلامیہ (انگریزی) میں تو تمام تر یہودی اور عیسائی مستشرقین کے مقالات ہی نظر آتے ہیں۔

مرحوم اس شعبے اور اس کے کام کے لیے جس درجہ مخلص تھے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس تمام عرصے میں انھوں نے باقی تمام سرگرمیاں شروع میں محدود کر دی تھیں اور آخر میں مکمل طور پر معطل کر دی تھیں۔ اس علمی کام کی وجہ سے وہ دوسرے کسی کام کی ہامی نہ بھرتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا کام بذات خود اتنا ہوتا ہے کہ کسی اور کام کے لیے فرصت ہی نہیں ملتی اور یہ کہ ان کی خواہش ہے کہ ان کی زندگی میں یہ کام مکمل ہو جائے۔

علاوہ ازیں شعبے میں ملازمت کے دوران میں انھوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے غیر دفتری اوقات کار میں جو مقالات لکھے ان میں سے کسی ایک کا معاوضہ لینا بھی قبول نہ کیا، حالانکہ باقی مدیران غیر دفتری اوقات میں کیے گئے کام کا معاوضہ وصول کرتے رہے ہیں۔ اس سے بھی ان کے قلبی خلوص اور لگاؤ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن و سنت اور سیرتِ طیبہ سے آپ کو لگاؤ ہی نہیں گہرا عشق تھا، ان موضوعات کو آپ بے حد اہمیت دیتے تھے۔ قرآنِ مجید پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی خصوصی جلد ۱۶/۱ آپ ہی نے خصوصی طور پر ایڈٹ کی اور اس میں متعدد طبع زاد مقالات شامل کیے، جبکہ سیرت طیبہ پر خصوصی جلد ۱۹ کے مسودہ پر اگرچہ راقم الحروف نے نظر ثانی کی تھی، مگر اس کی پروف ریڈنگ اور اس پر آخری نظر ڈالنے کا کام آپ ہی نے انجام دیا تھا۔

شروع شروع میں آپ مختلف اداروں کے بلانے پر ان کی مختلف تقریبات میں چلے جاتے تھے۔ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طرح مختلف یونیورسٹیوں اور جامعات کی جانب سے آئے ہوئے پرچوں کی تیاری کی دعوت قبول کر لیتے تھے، مگر بعد ازاں آپ نے اس کو بھی مکمل طور پر ختم کر دیا اور اگر کسی جامعہ کی جانب سے دعوت آتی تو آپ اس کو قبول نہ کرتے تھے۔ یوں آپ نے ہمہ تن اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیا تھا۔

راقم الحروف نے ان کو اسی حیثیت میں دیکھا اور ان کی ذات سے علمی استفادہ کیا۔ راقم الحروف اپنے بارے میں اگر یہ کہے کہ اسے انھوں نے ہی تحقیق کے میدان میں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا ہے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ راقم اس سے قبل مضمون لکھنے کی حد تک تو کچھ شُد بُد رکھتا تھا، مگر کسی موضوع سے تحقیقی انصاف کرنا اس کے بس میں نہ تھا۔ یہ مرحوم ہی تھے جنھوں نے راقم الحروف کو اس راستے کے نشیب و فراز سمجھائے اور اس راستے پر گامزن کیا۔

## اہلِ علم کی راہنمائی

یہی نہیں، بلکہ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں خود کو اہل علم کی رہنمائی اور ان کی معاونت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا دروازہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا تھا، ان کے ہاں سے رہنمائی کے لیے کسی تخصیص کی ضرورت نہ تھی۔ کوئی طالب علم بھی آتا تو آپ اسے مایوس نہ لوٹاتے تھے، بلکہ اس کی تسلی کر کے اسے رخصت فرماتے۔

شعبۂ عربی و اسلامیات کے بیشتر اساتذہ چونکہ آپ ہی سے شرف تلمّذ رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ طلبہ کو آپ سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دیتے، جس پر طلبہ کی بکثرت آمد و رفت ان کے پاس جاری رہتی۔

ایم۔ اے کے جن طالب علموں کی آپ نے رہنمائی فرمائی ان کی تعداد بلاشبہ سیکڑوں میں ہے، جبکہ پی ایچ ڈی کے بیسیوں طلبہ نے آپ کی رہنمائی میں اپنے کام کی تکمیل کی۔

بعض بیرونی طالب علم بھی آپ کی شہرت سن کر تشریف لاتے تو آپ ان سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ چند سال قبل بغداد یونیورسٹی (عراق) کے ایک اسسٹنٹ پروفیسر یہاں تحقیق کے لیے تشریف لائے تو پرفیسر صاحب کے پاس بھی متعدد مرتبہ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر تصویر اتروائی جسے وہ اپنے ساتھ لے گئے اور اس کی نقل پروفیسر صاحب کو دے گئے۔

جامعہ پنجاب کے علاوہ دیگر جامعات، مثلاً جامعہ اسلامیہ بہاولپور، جامعہ پشاور، جامعہ کراچی اور جامعہ سندھ کے طالب علم بھی آپ سے رہنمائی اور علمی تعاون کے لیے یہاں آتے تو آپ ان کو پورا وقت دیتے اور پوری توجہ سے ان کی بات سنتے تھے۔

جامعات کے طالب علموں کے علاوہ مختلف اہلِ علم اور ارباب فضل و تحقیق آپ کے پاس بغرض رہنمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تشریف لاتے تو آپ پوری طرح ان کے موضوع اور مضمون سے متعلق ان کی راہنمائی فرماتے تھے۔ ان اہل علم میں سے بطور مثال علامہ احسان الٰہی ظہیر کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جو اکثر پروفیسر صاحب کے پاس بغرض راہنمائی حاضر ہوتے رہتے تھے۔ شہادت سے ایک ہفتہ قبل بھی وہ ''نقشبندیہ''[1] پر مواد کی تلاش اور پروفیسر صاحب سے تبادلۂ خیال کرنے کے لیے تشریف لائے تھے اور وعدہ کر گئے تھے کہ دوبارہ آئیں گے، مگر قضا و قدر نے انھیں دوبارہ آنے کی مہلت نہ دی۔ ان کے علاوہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی[2]، مولانا فضل الرحمان بن محمد، اور دیگر حضرات کی بھی بغرض استفادہ آپ کے پاس آمد و رفت رہتی تھی۔

الغرض آپ کی ذات اہل علم کے لیے مکمل طور پر علمی و فکری فیضان کا ذریعہ تھی۔ جب تک آپ حیات رہے دور دور سے لوگ آپ سے استفادہ کرنے کے لیے آتے تھے۔ اب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں مگر ان کی کتابوں اور تصانیف کے ذریعے ان کا فیضان جاری ہے جو ان شاء اللہ ابدالآباد تک جاری رہے گا۔

## سفر یورپ اور زیارت حرمین الشریفین

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پروفیسر صاحب کے تین صاحبزادے اس وقت ہالینڈ میں مقیم ہیں۔ ان کی جانب سے والدین کو ہالینڈ آنے اور وہاں کی سیاحت کرنے کا اصرار رہتا تھا۔ پروفیسر صاحب نے اواخر ۱۹۸۳ء میں ان کے ہاں جانے اور زیارت حرمین الشریفین کا ارادہ کیا۔ اس سفر کے حالات انھوں نے اپنی ذاتی ڈائری میں بالتفصیل لکھے ہیں۔ ہم ان حالات اور ان کے تاثرات کے لیے ان کی ڈائری کے یہ صفحات من و عن نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

۲ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ/۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء آج صبح گھر کو اللہ کریم کے سپرد کر کے تالے وغیرہ لگا کر سوا نو بجے ہوائی اڈے کے لیے روانہ ہوئے۔ زبیر قیوم بھی ہمارے ساتھ تھا۔ پونے دس بجے ہوائی اڈے پہنچے۔ کاغذات اور سامان کے سلسلے میں بفضل خدا کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ زبیر تمام مراحل میں ساتھ رہا۔ بی بی جان[3] کی

---

[1] علامہ احسان الٰہی ظہیر ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، متعدد عربی کتب تصنیف کیں، البتہ ''نقشبندیہ'' نامی کتاب ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو قلعہ لچھمن سنگھ لاہور میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے بم دھماکے میں زخمی ہوئے۔ ۳۰ مارچ کو ریاض کے ملٹری ہسپتال میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے بقیع قبرستان میں دفن کیے گئے۔

[2] مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ۱۹۰۹ء کو موضع بھوجیاں تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، لمبا عرصہ مسجد مبارک کے خطیب رہے اور ۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[3] پروفیسر صاحب کی اہلیہ محترمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طبیعت کئی دنوں سے بہت خراب تھی۔ بہرحال دس بجکر چالیس منٹ پر جہاز نے پرواز کی اور ساڑھے بارہ بجے کے قریب کراچی پہنچے۔ سامان اکٹھا کیا اور کے ایل ایم (K.L.M) کے دفتر سے کاغذات تصدیق کرا کر ہوٹل Mid way کی گاڑی میں ہوٹل پہنچے، کمرہ نمبر ۱۲۰ میں قیام کیا۔ دوپہر کا کھانا کھایا۔ چار بجے کے قریب غزالہ بیٹی[1] بچوں سمیت آ گئی۔ بچے شام تک رہے۔ رات کا کھانا ۹ بجے کے قریب کھایا۔ رات بارہ بجے ہوٹل کی گاڑی میں ہوائی اڈے پر پہنچے، وہاں تمام رسمی کارروائی بآسانی اور بخیریت ہوگئی۔ ہال میں بیٹھ کر جہاز کا انتظار کرنے لگے۔ رات کے پونے دو بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ کے ایل ایم کا جہاز جتنا بڑا تھا اتنا ہی آرام دہ بھی۔ صاف ستھرا پرسکون، رات کے دو بجکر دس منٹ پر پروازی اعلانات کے بعد جہاز نے پرواز کے لیے پر تولنے شروع کیے اور چند لمحوں میں آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا۔ رات کا سناٹا، ایک دنیا کو اپنے اندر سموئے ہوئے جہاز فضاؤں کے سینوں کو چیرتا ہوا ایمسٹرڈیم کی طرف محوِ پرواز رہا۔ پاکستان کی رات تو تین چار گھنٹوں کے بعد اختتام پذیر ہو چکی تھی۔ جہاز آگے بڑھتا گیا رات کی تاریکیاں اپنے دامن پھیلاتی چلی گئیں، چار گھنٹوں کے بعد بھی رات کا نصف حصہ ہی نظر آتا رہا، چھ سات گھنٹوں کی پرواز بھی رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدل نہ سکی۔

یہ رات طولِ شبِ فراق سے بھی بازی لے گئی۔ آخر تنگ آ کر میں نے جہاز کی ایک خادمہ رمیزبان سے پوچھا کہ سورج کب طلوع ہوگا؟ جواب ملا کہ ایمسٹرڈیم پہنچنے کے آدھ گھنٹہ بعد۔ یعنی تقریباً پونے سات بجے (ایمسٹرڈیم کے وقت کے مطابق)۔ میں نفسیاتی طور پر نمازِ فجر کے لیے بے چین تھا۔ بالآخر پاکستانی وقت کے مطابق ۹ بج چکے تھے، میں نے اٹھ کر وضو کیا اور نمازِ فجر اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ادا کی۔ سو پھر خدا خدا کر کے گیارہ بجے (پاکستان وقت کے مطابق) اور ایمسٹرڈیم کے وقت کے مطابق سات بجے جہاز ہوائی اڈے پر اترا۔ ایمسٹرڈیم کا ہوائی اڈا دنیا کے بہترین ہوائی اڈوں میں سے ہے۔ کے ایل ایم کا انتظام حسن کارکردگی، ہر شے میں نفاست اور صفائی قابلِ قدر ہی نہیں قابلِ رشک بھی ہے۔ مسافروں کے لیے بسوں کا انتظام، پھر گزرنے کے لیے پل، پلوں پر خودکار سڑک، خودکار سیڑھیاں، ہر قسم کے مسافروں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کے لیے سہولت و آسائش کا پورا سامان، غرضیکہ ہر چیز قابلِ داد اور قابلِ تحسین ہے۔

ہوائی اڈے سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ کی پڑتال اور دیگر رسوم بخیر و خوبی انجام پا چکیں تو اپنا سامان اکٹھا کر کے ٹرالی پر رکھا اور باہر نکلنے والے دروازے کی طرف بڑھے تو سامنے سے عزیزوں نے ہاتھ بڑھائے۔ اب تک تو چھتوں کے نیچے تھے باہر نکلے تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ ویسے بھی باہر بہت گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ پہلے بارش ہو چکی تھی اب تو صرف ہلکی سی پھوار پڑ رہی تھی۔ سامان گاڑی میں رکھا اور

[1] پروفیسر صاحب کی بڑی صاحبزادی، بیگم کرنل حامد محمود بٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گھر کو روانہ ہوئے۔ ہوائی اڈے اور ہماری اقامت گاہ کے درمیان خاصہ فاصلہ تھا۔ بہرحال خوشگوار اور نظر افروز راستوں کی وجہ سے طویل فاصلہ بالکل تھوڑے سے عرصے میں طے ہوگیا۔

ایمسٹرڈیم کا کیا کہنا ہے! یہ تو درختوں، سبزہ زاروں، پانیوں، یعنی نہروں اور اونچی اونچی عمارتوں کا شہر ہے۔ نہایت خوش منظر شہر، کشادہ سڑکیں، بارونق بازار، موٹروں اور ٹراموں کی بھرمار جس طرف نکل جاؤ نہریں نظر آتی ہیں۔ دریائے ایمسٹرل شہر کے درمیان سے گزرتا ہے۔

ہوٹل اور ریسٹوران بڑے آباد نظر آتے ہیں۔ ہر انسان مرد ہو یا عورت تیز گام نظر آتا ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر رونق و شادابی دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر آدمی تندرست و توانا اور چست دکھائی دیتا ہے۔ بوڑھی عورتوں اور بوڑھے مردوں کو بکثرت دیکھا تو اندازہ لگایا کہ یہاں لوگوں کی عمریں خاصی لمبی ہوتی ہیں۔

ٹرامیں اور بسیں ہر جگہ کے لیے مل جاتی ہیں۔ دنیا جہاں کے پھل اور سبزیاں یہاں میسر ہیں۔ کل میں نے تازہ خربوزہ کھایا، بڑا شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ سیب ہر قسم کے، کیلے اتنے بڑے بڑے کہ ایک کیلے سے پیٹ بھر جائے، پھر خوشبودار اور خوش ذائقہ بھی۔

بجلی کا نظام اتنا اچھا ہے کہ ٹیلی ویژن سارا دن اور ساری رات چلتا رہتا ہے۔ جب سیاہ بادل چھا جاتے ہیں تو دن کے وقت بھی بجلی کی روشنی سڑکوں اور شاہراہوں کو جگمگاتی رہتی ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ بیمار، لاغر، بوڑھے اور لاوارث بلی کتوں کے لیے الگ گھر موجود ہیں جہاں ان کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔

شہر کے باہر بیس پچیس میل دور بڑی خوبصورت آبادیاں معرض وجود میں آرہی ہیں۔ ان نئی بستیوں کے سامنے تمام بڑی بڑی دکانوں کے علاوہ بڑے بڑے تجارتی مراکز بھی قائم کیے گئے ہیں۔ یہ بڑی بڑی منڈیاں اور تجارتی مراکز قابل دید ہیں۔ اتنے بڑے بڑے تجارتی مراکز ہیں کہ انسان ان کے اندر گھوم پھر کر تھک جاتا ہے۔ دنیا کی ہر شے اور استعمال و ضرورت کی ہر چیز وہاں موجود ہے۔ خریداروں کا ہجوم بھی مثالی ہوتا ہے۔

ایمسٹرڈیم شہر سے کوئی بیس میل باہر ایک شاندار تجارتی مرکز Maxis کے نام سے قائم ہے۔ جہاں ہزاروں خریدار روزانہ جاتے ہیں۔ اس مارکیٹ کے باہر موٹر کاروں کا ایک سیلاب نظر آتا ہے۔ ہر خریدار ایک ٹرالی باہر سے ساتھ لیتا ہے اور مارکیٹ کے اندر اپنی پسند اور ضرورت کی اشیا اس ٹرالی میں رکھ کر کاؤنٹر پر آکر قیمت ادا کرتا ہے۔

اس تجارتی مرکز کے ساتھ ایک نہایت کشادہ، خوبصورت اور باغ و بہار قسم کا ریسٹوران موجود ہے، جہاں اپنی اپنی پسند کی کھانے کی چیزیں کھانے والے خود اپنے اپنے خوانچوں (Trays) میں لگا کر لاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دودھ، چائے، کافی، سوڈا واٹر، سیون اپ، لسی وغیرہ ہر قسم کے مشروب میسر ہیں۔ مختلف انواع واقسام کے پنیر، مکھن، کریم، پیسٹری، کیک، پھل تازہ اور خشک ڈبوں میں محفوظ پھل، دنیا جہاں کے ماکولات ومشروبات اس ریسٹوران میں موجود ہیں، مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگ عمدہ اور خوشنما نشستوں پر بیٹھے کام ودہن کی تواضع میں مصروف نظر آتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک تجارتی مرکز شہر کے دوسری طرف دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں بھی ہر طرح کی زیب وآرائش کے ساتھ ہر قسم کی اشیا جمع کی گئی ہیں۔ یہاں ہر سٹال پر الگ الگ کارندے کام کرتے ہیں اور ہر سٹال کی چیز کی قیمت وہیں ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس تجارتی مرکز کا نام وستورا (Wastora) ہے، یہاں ایک سٹال عینکوں کا قابل ذکر ہے۔ آنکھیں ٹیسٹ کرنے کی ایک بڑی مشین ہے جہاں کمپیوٹر کے ذریعے عینک کا نمبر تجویز کیا جاتا ہے۔ یہ مرکز ایک نئی خوبصورت آبادی میں ہے جس کا نام ساندم یا زاندم (Zaandam) ہے۔

شہر کے اندر ملکہ کا قدیم محل ہے۔ تمام سرکاری اور دفتری، کاروباری اور تمام نظم ونسق سے متعلق اجلاس یہیں منعقد ہوتے ہیں۔ اس محل کے ایک پہلو میں ایک قدیم اور عظیم گرجا ہے۔ محل کے سامنے ایک چوک ہے، جس کے دوسری جانب ایک عظیم الشان اور بڑا آباد ہوٹل ہے جس میں پانصد (۵۰۰) کے قریب کمرے ہیں۔ ویسے اس شہر میں ہوٹل اور ریسٹوران اپنی نفاست، زینت اور نظم ونسق کے لحاظ سے بے مثال ہیں۔ اس چوک میں دوسری جنگ عظیم کی ایک یادگار تعمیر کی گئی ہے جس میں لمبے لمبے قد آور بت بنائے گئے ہیں جو کہ بالکل برہنہ ہیں، بتوں کا عام رواج ہے۔

شہر کے اندرونی حصے میں بھی بازار بڑے بارونق ہیں۔ کھلی منڈیوں میں ہر قسم کی اشیاء مل جاتی ہیں۔ ہر قسم کے پھل، ہر قسم کی سبزیاں، ہر قسم کے گوشت، مرغی، بکری (بھیڑ)، گائے کا گوشت، مچھلی بھی ہر قسم کی، سیپی مچھلی، جھینگا، پتلی سانپ کی شکل کی، کھگا، رہو وغیرہ۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ چلنا اور گزرنا مشکل ہوتا ہے۔ ملک ملک کے لوگ نظر آتے ہیں۔ کالے اور گورے، مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے سب اپنی اپنی پسند اور ضرورت کی چیزیں خریدتے پھرتے ہیں۔ ہسپتال بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ صاف ستھرا اور پاکیزہ ماحول ہے۔

## بچوں کی دیکھ بھال

ہر بچے کی پیدائش کے بعد اس کا کارڈ بن جاتا ہے جس میں اس کی صحت اور بیماری کے کوائف درج ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ہفتہ، پھر ہر پندرواڑہ اور پھر ہر مہینے بچے کو ہسپتال لے جا کر چیک اپ (Check-up) کرانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی والدین اپنے بچے کی صحیح دیکھ بھال نہ کر سکیں تو حکومت اس بچے کو لے جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ بوڑھوں کی صحت اور خوراک کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

ہالینڈ میں ایک علمی مجلس (مشرقی علوم وفنون سے متعلق) ہے جس کا نام ہے (Duch Oriental Society) اس مجلس کا قیام ۱۹۲۰ء میں عمل میں آیا اور مئی ۱۹۷۰ء کے پہلے عشرے (۸۔۹ مئی ۱۹۷۰ء کو) اس کی پچاس سالہ برسی لائیڈن میں منائی گئی۔ اب اس مجلس کی عمر ۶۳ سال ہوگئی ہے۔

لائیڈن یونیورسٹی میں پروفیسر ڈاکٹر J.M.S. Baljon بلیَون[1] سے ملاقات ہوئی جو شعبۂ عربی سے منسلک ہے۔ موصوف آجکل ابن عربی کی فصوص الحکم مع شرح عفیفی پڑھاتا ہے۔ عربی کے شعبہ میں تین چار پروفیسر ہیں۔ عربی کا شعبہ درحقیقت السنۃ شرقیہ کے شعبے کا ایک حصہ ہے، السنۃ شرقیہ میں عربی، فارسی اور ترکی زبانیں اور علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ اردو کو ہندوستانی زبانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

پروفیسر بلیَون (Baljon) ایک مدت سے شاہ ولی اللہ پر کام کر رہا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اس نے شاہ ولی اللہ پر ایک مضمون بزبان انگریزی بعنوان Psychology as Apprehended & applied by Shah Wali Allah Dihlavi لکھا، یہ مقالہ اس نے ڈچ اورینٹل سوسائٹی کی پچاس سالہ برسی کے موقع پر منعقدہ کانگرس میں پڑھا۔ پروفیسر موصوف نے شاہ صاحب کی کتاب ''البدور البازغہ'' کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا جو عنقریب لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔

اس نے شاہ صاحب کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی اور ابن عربی کے افکار ونظریات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ پروفیسر بلیَون (Baljon) نے ایک اور کتاب شاہ صاحب پر تیار کی ہے اور اس کی نظر ثانی کر رہا ہے۔

اس کتاب کا عنوان ہے:

*Religion and thought of Shah Wali Allah Dihlavi.*

آج مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو پھر طویل سفر طے کر کے لائیڈن گیا۔ عربی کا شعبہ دیکھا، پروفیسر بلیَون کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ باقی اساتذہ تقریباً نوجوان ہیں۔ جدید عربی بولنے کے لیے ایک عرب استاد مقرر ہے، یہ نوجوان ہے۔ یہاں طلبہ کی تعداد کی قلت باعث تشویش نہیں ہوتی۔ ایک طالب علم ہو یا دو کوئی فرق نہیں پڑتا، شعبہ کے استاد اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ ہر شعبے کی ایک مختصر سی لائبریری ہے۔ پھر یونیورسٹی کی بڑی لائبریری میں ہر زبان، ہر ملک اور ہر موضوع کی کتابیں موجود ہیں۔ مصر قدیم (قبل از اسلام)

[1] ڈاکٹر بلیَون ممتاز مستشرق اور السنہ شرقیہ سے بہت دلچسپی رکھنے والے صاحب علم تھے، ان کے اور پروفیسر صاحب کے مابین بعد میں خط وکتابت کے ذریعے سے رابطہ قائم رہا، ان کے خطوط انگریزی زبان میں ہیں۔ اس لیے حصۂ انگریزی میں شامل کیے گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پر نادر مگر بے شمار کتابیں مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ درحقیقت یہ کتابیں تاریخی، علمی و تحقیقی حیثیت کے علاوہ سیاسی مقاصد میں بھی کام آتی ہیں۔ بہت سے شعبے یونیورسٹی کی نئی عمارت میں ہیں جو بڑی خوبصورت اور شاندار ہے۔ یونیورسٹی کا کچھ حصہ نہر کے ایک طرف ہے اور کچھ حصہ دوسری طرف۔ ہالینڈ کے ہر شہر میں نہروں کی بہتات اور کثرت ہے۔ لائیڈن میں بھی جس طرف نکل جاؤ نہریں نظر آتی ہیں۔ سڑکیں کشادہ اور حسین ہیں۔ بڑی شاہراہوں پر یکطرفہ آمدورفت میں چھ چھ سات سات گاڑیاں ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔ سائیکلوں کے لیے الگ راستے ہیں اور پیدل چلنے والوں کے لیے الگ۔

ہالینڈ میں جلسے جلوس کی آزادی ہے۔ ۲۸، اکتوبر ۱۹۸۳ء (بروز جمعۃ المبارک) کو محکمہ ٹیلیفون والوں کا جلوس نکلا، تمام جلوس موٹر گاڑیوں پر مشتمل تھا۔ حکومت نے ساڑھے تین فیصد تنخواہوں میں کمی کا اعلان کیا تو ملازمین نے اسے ناپسند کرتے ہوئے احتجاج کے طور پر جلوس نکالا۔ لیکن جلوس میں محکمہ کے سارے ملازمین نے شرکت نہیں کی۔ آدھا سٹاف کام میں مصروف رہا تاکہ عوام کو تکلیف نہ ہو اور آدھے سٹاف نے ہڑتال کی اور جلوس نکالا۔ جلوس خاصا لمبا تھا۔ ٹریفک گھنٹوں تک رکی رہی، لیکن نہ تو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا اور نہ کوئی توڑ پھوڑ دیکھنے میں آئی۔ جلوس نعرے لگا تا ساڑھے تین فیصد تخفیف واپس لو، بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرے دن یعنی ۲۹، اکتوبر ۱۹۸۳ء (بروز ہفتہ) ہیگ میں ایک عظیم الشان جلوس نکلا، ڈچ لوگ اسے Den Haaq کہتے ہیں۔ ہیگ کے اس جلوس میں ساڑھے پانچ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ جوش و خروش کے باوجود کوئی ہنگامہ نہیں ہوا، کوئی توڑ پھوڑ نہ ہوئی، کسی سرکاری یا نجی عمارت کو نقصان نہیں پہنچایا گیا۔

بعض اوقات اشتراکی نوجوان شرارت کرتے ہیں اور ٹراموے کی لائنوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ ہر قسم کے اظہار خیال کی آزادی ہے۔ یہ ہیگ والا جلوس امریکی میزائل کے نصب کرنے کے خلاف تھا۔

اس عظیم الشان جلوس کو ٹیلیویژن پر دکھایا گیا اور پھر شام کو ٹیلیویژن پر اس جلوس کے بارے میں ایک دلچسپ تبصرہ ہوا جس میں چار آدمیوں نے شرکت کی۔ ایک ہالینڈ کے لوگوں کی نمائندگی کررہا تھا، دوسرا امریکی مبصر تھا۔ ایک صحافی اور ایک ٹیلیویژن کا نمائندہ۔"

پروفیسر صاحب نے اپنے اس سفر کے دوران میں اپنے برخوردار زبیر قیوم کو متعدد خطوط لکھے۔ جن میں وہاں کے حالات پر دلچسپ تبصرہ کیا گیا ہے۔ ان خطوط کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر ہم ان کو نقل کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمسٹرڈیم ۲۹-۱۰-۱۹۸۳ء

(ہالینڈ) عزیزم زبیر، سلمکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم سب بخیر و عافیت ہیں اور آپ سب عزیزوں کی صحت و خیریت کے طالب وخواہاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو تندرست و توانا اور خوش وخرم رکھے اور اپنی نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ امید ہے کہ میرا پہلا خط مل گیا ہوگا۔

خوب پھرے گھومے ہیں۔ بازار بڑے بارونق اور آباد ہیں۔ شہر صاف ستھرے، سڑکیں کشادہ اور صاف، باغ بکثرت اور درختوں کی فراوانی، ہر جگہ نہریں اور نہروں میں رہائشی کشتیاں۔ نہروں میں مرغابیاں، بطخیں اور آبی جانور آزادانہ بے خطر مزے کرتے ہیں۔ کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ کوئی شکار نہیں کرتا۔ کوئی جانوروں کو پکڑتا نہیں۔ اسی طرح کبوتر بھی باغات اور سڑکوں پر آزادی سے بے خطر بکثرت نظر آتے ہیں۔

آس پاس کے چھوٹے بڑے شہر بھی دیکھے ہیں۔ دیہات بھی بڑے صاف ستھرے ہیں۔ گائیں اور بھیڑیں کھیتوں میں اور چراگاہوں میں بکثرت نظر آتی ہیں۔ جانور خوب موٹے تازے ہیں۔ سیر و سیاحت کرنے والے بھی ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہوٹل اور ریسٹوران بھی بہت ہیں۔ ہر بڑی منڈی یا بازار یا تجارتی مرکز کے ساتھ ایک خوبصورت اور نفیس قسم کا ریسٹوران موجود ہے جہاں کھانے پینے والوں کی بھیڑ رہتی ہے۔

یہاں ہر بڑے شہر میں یونیورسٹی ہے۔ ایمسٹرڈیم کی اوپن یونیورسٹی کا نام فری یونیورسٹی ہے۔ بڑی شاندار دس منزلہ عمارت ہے، جہاں ہزاروں طلبہ اور طالبات پڑھتے ہیں۔ اس کے ساتھ میڈیکل کالج اور ہسپتال بھی ملحق ہے۔

ہالینڈ میں لائیڈن یونیورسٹی بہت معروف ہے۔ اب یہ یونیورسٹی اپنی جدید خوبصورت عمارت میں منتقل ہوگئی ہے۔ درمیان میں ایک چوڑی سی نہر ہے اور نہر کے دونوں کناروں پر یونیورسٹی کے مختلف شعبے ہیں۔ ہر شعبے کی مختصر سی اپنی لائبریری ہے۔ یونیورسٹی کی لائبریری بہت بڑی اور قدیم و جدید کتب پر مشتمل ہے۔ لائیڈن یہاں سے کوئی ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ دو دن وہاں جاتا رہا ہوں۔ مختلف پروفیسروں سے ملاقات ہوئی۔ ایک پروفیسر ڈاکٹر بلیون گزشتہ پندرہ سال سے شاہ ولی اللہ پر تحقیقی کام کر رہا ہے، بڑا مزا رہا ہے، خوب بات چیت ہوئی۔"

(عبدالقیوم)

## سفر لندن

پروفیسر صاحب اپنے اس سفر کے دوران میں لندن بھی گئے اور چند روز وہاں قیام کیا۔ سفر لندن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



متعلق انھوں نے اپنے برخوردار زبیر قیوم کے نام ایک خط میں اظہار خیال کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

لنڈن (انگلستان) ۸۔صفر ۱۴۰۴ھ

۱۳۔۱۱۔۱۹۸۳ء عزیزم زبیر بٹ، سلمکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تادم تحریر ہم سب بفضل رب ذوالجلال بخیر و عافیت ہیں اور آپ سب کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ عزیزوں کو تندرست و توانا رکھے۔ خوش و خرم رکھے اور اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین!

۵۔ نومبر کی شام کو ایمسٹرڈیم سے لنڈن پہنچے۔ ایک گھنٹے کی پرواز ہے۔ لنڈن اور ایمسٹرڈیم کے وقت میں ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ ایمسٹرڈیم سے ہوائی جہاز پانچ بجے شام اڑا اور جب لنڈن پہنچا تو وہاں بھی پانچ بجے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہالینڈ کے وقت اور پاکستان کے وقت میں چار گھنٹے کا فرق ہے یعنی جب ایمسٹرڈیم میں صبح کے چھ بجتے ہیں تو پاکستان میں اس وقت دس بجتے ہیں۔ لیکن لنڈن کے حساب سے صبح کے چھ بجے پاکستان میں ۱۱ بجتے ہیں۔ موسم ابھی تک خوشگوار ہے، گھروں میں تو گرمی سردی کا پتہ ہی نہیں چلتا، البتہ باہر نکلیں تو ذرا احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ گرم کپڑے اور کوٹ پہننا پڑتا ہے۔ لنڈن میں اسلامک سنٹر والوں کی مسجد قابلِ دید ہے۔ بہت بڑا دینی مرکز ہے۔ ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے۔

لنڈن بہت بڑا شہر ہے۔ بڑے بڑے بازار عظیم الشان عمارتیں اور تجارتی مرکز ہیں، دنیا جہاں کے لوگ یہاں آباد ہیں۔ لنڈن میں چند مقامات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں کا پارلیمنٹ ہاؤس قابل ذکر ہے۔ یہاں کسی زمانے میں ساری دنیا کی قسمت کے فیصلے ہوتے تھے۔ ڈاؤننگ سٹریٹ ہے جہاں وزیر اعظم کا گھر ہے۔ آج کل یہاں مسز تھیچر[1] رہتی ہیں۔ سیکرٹریوں کی رہائش گاہیں، ملکہ کا محل، ملکہ کی ماں اور ملکہ کی بیٹی کی رہائش گاہیں بھی قابل ذکر ہیں۔ شہر کے ہر حصے میں بڑے بڑے تجارتی مراکز ہیں۔ ایک ایک سٹور میں پوری انارکلی سما جاتی ہے۔ سٹور میں ہر قسم کی چیزیں دستیاب ہیں۔

ایک بازار کا نام Fleet street ہے جہاں تمام بڑے بڑے اخباروں کے مرکزی دفاتر ہیں۔ یہاں دنیا جہاں کی خبریں آتی ہیں اور یہیں بیٹھ کر نامہ نگاروں کے ذریعے بڑے بڑے رازوں اور سازشوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہی اخبار دنیا کی سیاست پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آج کل سارے یورپ میں امریکی میزائلوں کے نصب کیے جانے کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے۔ یورپ کے لوگ گزشتہ عالمی جنگ (دوسری جنگ عظیم) کے خوفناک نتائج سے اب تک لرزاں اور ترساں ہیں۔

---

[1] آئرن لیڈی، مارگریٹ تھیچر نے آکسفورڈ سے حصول علم کے بعد پہلے وکالت اور پھر سیاست کی، پہلے وزیر اور پھر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۰ء تک ملک کی وزیر اعظم رہیں۔ پیدائش ۱۹۲۵ء، وفات ۲۰۱۳ء لندن۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ دوبارہ اپنے المناک اور دردانگیز تجربات اور حالات سے دوچار نہیں ہونا چاہتے، یہی وجہ ہے کہ جلسے اور جلوسوں کے ذریعے وہ مظاہرے کررہے ہیں اور ٹیلی ویژن پر دوسری جنگ عظیم کے مناظر پیش کررہے ہیں اوراس کا نام World at war رکھا ہے۔

شہر میں بڑے بڑے تاریخی پارک ہیں، مثلاً ہائیڈ پارک، ریجنٹ پارک۔ ریجنٹ پارک کے اندر چڑیا گھر بھی ہے۔ نیلسن (جس نے نپولین کے بحری بیڑے کو شکست دی) کی یادگار میں ایک بہت بڑا مجسمہ ٹریفالگر Trafalgir کے چوک میں بنایا گیا ہے۔ اس کے احاطے کے کناروں پر شیروں کے بڑے بڑے مجسمے بنائے گئے ہیں۔ یہاں بے شمار تاریخی یادگاریں ہیں۔ جنگوں میں مارے جانے والے فوجیوں کی یاد میں ایک یادگار بھی بنی ہوئی ہے۔ ایک بازار Harley Street ہے جہاں بڑے تجربہ کار اور لائق ڈاکٹر اپنے اپنے کلینک Clinic میں پریکٹس کرتے ہیں۔

۱۴، نومبر یعنی کل صبح غزالہ حامد اور کرنل حامد محمود کے لنڈن پہنچنے کے بعد ہم دوپہر کو ایمسٹر ڈیم روانہ ہوجائیں گے ان شاء اللہ العزیز! پھر ۱۵ کو یعنی پرسوں منگل کے روز گیارہ بجے جدہ روانہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام، خیر اندیش: عبدالقیوم

سفر لندن کے آخر میں اپنی یادداشتوں میں مرحوم نے وہاں کی ایک عظیم الشان جامع مسجد (اسلامک سنٹر) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یہاں ایک اسلامی کتب خانہ بھی ہے، یہاں بچوں کی تعلیم و تدریس کا انتظام بھی ہے۔ پانچ چھ کلاسیں ہیں۔ اُردو، بنگلہ اور عربی میں تعلیم دی جاتی ہے جو مسلمان کے سپرد ہے۔ جمعہ اور عیدین کے اجتماع قابل دید ہوتے ہیں۔ اکثر عرب ممالک کے علاوہ افریقہ، پاکستان اور ہندوستان وغیرہ ممالک کے لوگ بھی یہاں نماز ادا کرنے آتے ہیں۔ ایک کونے میں اسلام سے متعلق کتابوں کی فروخت کا انتظام بھی ہے۔ اسلامی مرکز کے ایک کمرے میں کھانے پینے کا انتظام بھی ہے''۔

## عمرہ وزیارت حرمین الشریفین

جیسا کہ پروفیسر صاحب نے زبیر صاحب کے نام اپنے دوسرے خط میں لکھا ہے کہ وہ اس سفر کے آخر میں عمرہ اور زیارت حرمین الشریفین کے لیے حجاز مقدس بھی گئے۔ آپ کا لنڈن کا قیام ۵، نومبر ۱۹۸۳ سے ۱۴، نومبر ۱۹۸۳ء تک تقریباً دس روز رہا۔ وہاں سے آپ دوبارہ ایمسٹر ڈیم ۱۴، نومبر ۱۹۸۳ء کو پہنچے۔ جہاں سے ۱۵، نومبر ۱۹۸۳ء کو جدہ کے لیے روانہ ہوئے اور جدہ کے مقامی وقت کے مطابق ۵ بجے جدہ اترے۔ رات وہیں قیام کیا اور پھر ۱۶، نومبر ۱۹۸۳ء کو نمازِ مغرب کے بعد جدہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے اور ٹھیک ساڑھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سات بجے بیت اللہ شریف کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں تقریباً تین روز قیام کیا اور ۱۹، نومبر کو صبح سویرے مدینہ منورہ کے لیے چل پڑے جہاں آپ ۲۳، نومبر تک مقیم رہے۔

- ۲۳، نومبر کو عصر کی نماز ساڑھے تین بجے باجماعت حرم مکہ میں آ کر ادا کی۔ اس سفر مقدس کی یادداشتوں سے متعلق مرحوم لکھتے ہیں:
- ۱۵-۱۱-۱۹۸۳ء ایمسٹرڈیم سے ۱۱ بجے جدہ روانہ ہوئے، شام کو جدہ پہنچے۔
- ۱۶-۱۱-۱۹۸۳ء کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ بحمد اللہ عمرہ کیا۔
- ۱۷۔ نومبر یعنی جمعرات اور جمعہ بھی حرم کعبہ میں گزارا۔ پانچوں نمازیں بفضل خدا باجماعت ادا کیں۔ جمعۃ المبارک بھی حرم میں ادا کیا۔ حرم کی رونق، وقار، رحمتوں اور برکات کا نزول۔ رات دن ہر وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم۔ صفا اور مروہ میں ذکر الٰہی اور دعائیں کرنے والوں کا ازدحام (عجیب نظارہ پیش کرتا ہے)۔
- جمعہ کے روز بذریعہ ٹیکسی (حسب ذیل) مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔
- عرفات، مزدلفہ، منیٰ، منحر، مسجد نمرہ، جبل رحمت، جبل نور (غار حرا)، جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی قبور کی زیارت کی۔
- ۱۹-۱۱-۱۹۸۳ء۔ ہفتہ ۱۹ نومبر کو صبح ۱۰ بجے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور شام ۵ بجے مسجد نبوی میں پہنچے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے تمام تاریخی مقامات: خلیص، رابغ، خیف اور بدر دیکھے۔ رابغ کے مواقف پر صحرائی ہوٹل (پنجاب ہوٹل) میں مچھلی اور روسٹ مرغی کھائی۔ رابغ کی بندرگاہ، سمندر میں دخانی کشتیاں اور جہاز بہت خوب نظارہ تھا۔

قدیم شہروں اور صحرائی بستیوں کو بالکل جدید طرز کے مکانات اور تجارتی مراکز میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ آمد و رفت کے وسائل میں سہولت، دولت و ثروت کی فراوانی، روپے کی ریل پیل، جدید تعلیم و تمدن کے اثرات نمایاں ہیں۔ بیت اللہ اور مسجد نبوی میں عبادت گزاروں کا ہجوم رہتا ہے۔

## زیارات

احد، مزار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، مسجد خندق، خیمہ جات خندق، مسجد قباء، مسجد غمامہ، مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ، مسجد عثمان رضی اللہ عنہ اور جنت البقیع قبرستان کی زیارت کی۔

## مسجد نبوی میں درس کا اہتمام

- بعد نمازِ مغرب شیخ عطیہ سالم کا درس حدیث سنا، عموم و خصوص کی بحث بڑی دلچسپ اور عالمانہ مگر عام فہم زبان میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



- ۱۶۔ تا۱۹۔ نومبر مکہ مکرمہ میں باب ملک عبدالعزیز کے سامنے نومنزلہ ہوٹل فندق عبدالعزیز خوقیر میں ٹھہرے۔
- ۱۹۔ نومبر تا ۲۳۔ نومبر ۱۹۸۳ء تک مدینہ میں فندق المنار میں قیام۔
- ۲۳۔ نومبر کو بوقت عصر ساڑھے تین بجے واپس مکہ مکرمہ پہنچے اور فندق خوقیر میں قیام۔
- ۲۵۔ نومبر ۱۹۸۳ء۔ کو حامد اور غزالہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ عصر پڑھ کر مدینہ روانہ ہوئے۔
- ۲۶۔ نومبر ۱۹۸۳ء کو بوقت شام حامد اور غزالہ واپس مکہ مکرمہ پہنچے۔
- مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے راستے میں حرۃ ہے۔ ذوالحلیفہ (میقات) سے احرام باندھا جاتا ہے اور مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ (لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ......) کا وِرد شروع ہو جاتا ہے (جسے تلبیہ کہتے ہیں) ٹریننگ کالج برائے اساتذہ (کُلِیَّةُ التَّربِیَّة لِلْمُعَلِّمِیْن) چند میل اور آگے چیک پوسٹ ہے جہاں پاسپورٹ کی پڑتال ہوتی ہے۔
- خیف ام ذیان، بکھری ہوئی بستی۔ موقف خیف۔ الحمراء۔ بظاہر بے آباد اور اجڑی ہوئی بستی۔ سڑک کے کنارے منہدم مکانات اندرونی حصہ آباد۔ الحینیة۔ مختصر سا نخلستان۔
- العالیہ۔ چھوٹی سی بستی۔ الفراغہ۔ اچھی خاصی بستی، نخلستان۔ جدید و قدیم مکانات کا امتزاج، بستیوں کے نخلستان سوکھ گئے ہیں۔
- بدا۔ خاصی آباد بستی۔ ترقی پذیر ورکشاپ، دوکانیں۔ المفرق. مستورہ: ایک آباد گاؤں یہاں بس ایک گھنٹہ قیام کرتی ہے۔ سرکاری بس آرام دہ اور ائرکنڈیشنڈ۔
- الرابغ۔ تقریباً ساحل سمندر۔ سڑک سے گزرتے ہوئے رابغ میں کھڑے جہاز اور دخانی کشتیاں نظر آتی ہیں۔ سمندر کی پٹی دور تک پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ المفرق اور الرابغ کے درمیان وسیع و عریض صحرا ہے، اکثر حصہ چٹیل میدان ہے، کہیں کہیں کوئی ٹیلہ یا سطح مرتفع ہے ورنہ لق و دق صحرا۔ رابغ میں پٹرول صاف کرنے کا کارخانہ بھی ہے۔
- حجر۔ آباد، بارونق گاؤں، یہاں سے رابغ کی بندرگاہ اور سمندر صاف نظر آتے ہیں۔
- الحجفہ۔ وادی قدید۔ الخلیص۔ بارونق شہر، شاداب سرسبز عسفان۔ بارونق قصبہ، سرسبز
- مکہ مکرمہ میں حافظ فتحی صاحب (نابینا) سے ملاقات، ان کا کتب خانہ شارع عبداللہ بن زبیر کی ایک بلند و بالا مگر تنگ گلی کے اندر۔ شوق کتب، نادر مخطوطات۔

## سفرِ حج

پروفیسر صاحب مرحوم کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی جو شمع روشن تھی، عمر کے گزرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

34968



ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ زندگی کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ اپنے ابتدائی سفر میں انھوں نے عمرے تو کیے، لیکن حج کی سعادت حاصل نہ ہوسکی تھی۔ بالآخر ۱۴۰۸/۱۹۸۸ء کے موسم حج میں آپ کی دعا بھی قبول ہوئی اور آپ کو بھی حج پر جانے کی اجازت مل گئی۔ اس سفر میں بھی پروفیسر صاحب مرحوم نے جی بھر کر دعائیں اور زیارتیں کیں۔ حج بیت اللہ کے بعد اپنے دوستوں کے لیے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ واپس تشریف لائے اور پھر مدت تک اپنے سفر حج کی یادوں کو تازہ کرتے رہے۔

## شخصیت کے چند پہلو

پروفیسر صاحب کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد اب میں ذاتی مشاہدے کے حوالے سے چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا:

پروفیسر صاحب ایک کٹر دیندار اور مکمل طور پر ایک مذہبی آدمی تھے۔ دین اسلام سے آپ کو محبت نہیں بلکہ عشق تھا۔ دین ہی آپ کا اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ نماز بڑے اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے۔ ہر ایک رکن کو اس کا پورا حق اور پورا وقت دیتے۔ نماز میں تمام مسنون دعائیں پڑھتے تھے۔

سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے حکم پر تمام دفاتر میں جب نماز کا اہتمام شروع ہوا (غالباً ۱۹۸۰ء کی بات ہے) تو ڈاکٹر سید محمد عبداللہ (صدر شعبہ) کے ایما پر، شعبہ ہٰذا میں بھی نماز کا اہتمام کیا گیا۔ اس باجماعت نماز میں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مرحوم تو چند روز ہی شامل ہوئے، جبکہ پروفیسر صاحب نے تادیر اس میں شمولیت جاری رکھی، ورنہ وہ ازیں قبل گھر میں نماز ادا فرماتے تھے۔ نماز کے لیے مرحوم نے ایک صاف ستھری اور سفید شلوار یہاں اپنی الماری میں لا کر رکھی ہوئی تھی۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو اپنی شلوار تبدیل کر لیتے۔ وضو میں نائیلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا معمول رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک ازروئے شریعت اس کی اجازت ہے، جبکہ حنفی فقہاء نے چونکہ موٹی جرابوں کی شرط رکھی ہے، اس لیے عملے کے باقی لوگ جرابیں اتار کر پاؤں دھونے کے عادی تھے۔ نمازِ ظہر کے بعد معمولاً چار رکعت کے بجائے فقط دو رکعات (مسنون) پڑھتے۔ مگر ان دو رکعات میں اتنا وقت صرف ہوتا کہ باقی لوگ چار رکعت پڑھ کر فارغ ہوجاتے تھے۔

رمضان المبارک میں عبادت کے معمولات میں اضافہ ہوجاتا۔ راتوں کو اکثر قیام فرماتے اور صبح کو دفتر میں حاضری دیتے۔ آخری راتوں بالخصوص ۲۷ویں، ۲۸ویں اور ۲۹ ویں راتوں میں معمولاً تمام رات قیام کرتے۔ راتوں کے اس قیام کا مجلس احباب میں بھی کبھی کبھار ذکر آجاتا، کیونکہ اس کے اثرات غنودگی کی صورت میں ان کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے۔ قرآنِ مجید اور حدیثِ نبوی سے گہرا شغف تھا۔ قرآنِ مجید کے رسم الخط اور اس کے طریقۂ املا وتصحیف پر پورے پاکستان بھر میں وہ اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔ رسم الخط کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معمولی سے معمولی غلطی بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہتی تھی۔ راقم الحروف سے باوجود حافظِ قرآن ہونے کے قرآنِ مجید کی آیات لکھنے میں رسم الخط کے اعتبار سے اگر کوتاہی ہوجاتی تو پروفیسر صاحب مرحوم مجھے بلا کر اس کا طریقہ املاء سمجھاتے اور فرمایا کرتے کہ قرآنِ مجید کا طریقہ املاء ایک مستقل فن ہے، جب تک اس کو پوری طرح نہ سمجھا جائے بات نہیں بنتی۔ آپ کا معمول تھا کہ قرآنی رسم الخط کے ضمن میں ''انجمن حمایت اسلام'' کے شائع کردہ قرآنِ مجید کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ یاد رہے کہ اس قرآنی نسخے کی پروف ریڈنگ اور تصحیح میں پروفیسر صاحب نے بڑا حصہ لیا تھا، جس کا وہ اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔

آپ کو قرآنی اور ماثور دعاؤں سے بھی بڑی محبت تھی۔ آپ کو ان دعاؤں پر بڑا عبور حاصل تھا۔ جس کا اندازہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی تیار کردہ دعاؤں کی کتاب ''پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں'' کی ذاتی طور پر اشاعت سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ مسنون دعاؤں کی کتاب آپ ہی نے اپنے خرچ پر شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی تھی۔ آپ کے دراز میں اس کتاب کے متعدد نسخے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ جب بھی کوئی شخص آتا آپ کتاب نکال کر اس کے حوالے کر دیتے۔ خود راقم الحروف کو بھی آپ نے متعدد مرتبہ اس کے متعدد نسخے تقسیم کے لیے مرحمت فرمائے تھے۔

ہر موقع کے لیے جو جو دعائیں مسنون ہیں آپ کو ان کی پوری طرح عادت ہوچکی تھی اور بغیر تکلف اور تصنع کے اس موقع کی دعا آپ کی زبان پر جاری ہوجاتی تھی۔ مسنون دعاؤں کا یہ بندھن زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہا۔ چنانچہ آپ کے برخوردار زبیر قیوم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ کی سانس اکھڑنے لگی اور روح قفسِ عنصری سے مائل بہ پرواز ہوئی تو آپ کی زبان پر یہ مسنون دعا جاری تھی:

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔

یہ وہ دعا ہے جو رحمت مجسم نبی اکرم ﷺ نے دم واپسیں کے موقع پر پڑھی تھی۔ ذاتی اہتمام کے ساتھ ساتھ آپ اپنے متعلقین اور متوسلین کو بھی ان دعاؤں کے التزام کی ترغیب دیتے تھے۔

پروفیسر صاحب مسلک و مشرب کے اعتبار سے ''مکتب اہل حدیث'' سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ عرصہ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے جنرل سیکرٹری رہے، لیکن ان میں دوسرے مسالک کے لیے تعصب اور تنگ نظری نام کی بھی نہ تھی۔ وہ دیگر مسالک، بالخصوص احناف کا خصوصی احترام کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مجموعہ مضامین میں سید الاحناف امام ابوحنیفہ پر بھی ایک مستقل مضمون ملتا ہے، جس میں آپ نے امام صاحب کی ذات کو واضح الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ گویا آپ مسلک کے نام پر اس تفریق کے خلاف تھے، جس کی بنیاد پر لوگ عقیدہ ایک ہونے کے باوجود خواہ مخواہ ایک دوسرے کے خلاف ہوجاتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے سٹاف میں ڈاکٹر عبدالغنی مرحوم کا تعلق مکتب بریلوی سے تھا، مگر اس کے باوجود ان کے اور پروفیسر صاحب کے درمیان خوشگوار مراسم رہے۔ اسی بنا پر پروفیسر صاحب کے حلقہ احباب میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی[1] جیسے علماء بھی شامل تھے، جن کا واضح تعلق مکتب بریلوی سے ہے۔ دیگر اہل حدیث علماء کے برعکس آپ کو صوفیہ کرام سے بھی بے حد محبت تھی۔ چنانچہ آپ کے مجموعہ مضامین میں متعدد صوفیہ پر بھی مقالات ملتے ہیں۔

ان کے دل میں ملت اسلامیہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں کے باہمی انتشار اور افتراق کے سخت خلاف تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر باطل قوتوں کی مزاحمت کریں۔

بحیثیت ایک بزرگ اور رفیق کار (Collegue) ان کا رویہ بڑا ہی مشفقانہ اور ہمدردانہ ہوتا تھا۔ وہ دوسرے رفقائے کار کے ساتھ خلق و مروت کے ساتھ پیش آنے کے نہ صرف قائل تھے بلکہ زندگی بھر اس کے عادی بھی رہے۔ دوستوں کو ضرورت کے وقت قرض دیتے، مشورہ درکار ہوتا تو مشورہ دیتے، کوئی مصیبت میں ہوتا تو اس کے گھر جا کر اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے۔

شعبہ ہٰذا میں روزانہ گیارہ بجے ایڈیٹوریل سٹاف صدر شعبہ کے کمرے میں جمع ہوتا ہے۔ اس مجلس کو یہاں "مجلس احباب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مجلس احباب میں دفتری معاملات کے علاوہ سیاسی امور اور ذاتی مسائل پر بھی تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ بزم کا رنگ اکثر مزاحی ہوتا ہے۔ اکثر اس لیے کہ بعض اوقات کوئی علمی اور فکری بحث چھڑ جاتی ہے جس سے اس کی حیثیت تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ مجلس مجلس مذاکرہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس مجلس کی غرض وغایت یہ رہی ہے کہ خالص علمی اور فکری کام کرنے کی وجہ سے ذہن پر جو بوجھ طاری ہو جاتا ہے، باہمی گفتگو اور بات چیت کے ذریعے اس کو زائل کیا جائے۔ یہ تمام گفتگو چائے کے وقفے میں ہوتی ہے۔

اس مجلس احباب میں پروفیسر صاحب کی طبیعت خوب کھلتی تھی اور وہ مزاحی باتوں سے مجلس کی رونق کو دوبالا کر دیا کرتے تھے۔ تاہم ان کے مزاح میں کسی قسم کی کوئی ایسی بات نہ ہوتی تھی جو علمی سطح سے گری ہوئی ہو۔ وہ بعض اوقات اردو، عربی اور فارسی اشعار سے اس محفل میں جولانی پیدا کر دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کے زمانے میں اہل علم کی یکجائی سے اس محفل کا رنگ دیدنی ہوتا تھا۔ چنانچہ اس مجلس میں جو گفتگو اور مزاحی بات چیت ہوتی تھی اس میں شامل ہونے کے لیے جامعہ کے مختلف اہل علم خاص طور پر ان مجالس میں حاضری کا احرام باندھ کر آتے تھے۔ ان گاہے بگاہے آنے والوں میں شعبہ علوم اسلامیہ کے

---

1. مفتی محمد حسین نعیمی ۷، مارچ ۱۹۲۳ء کو سنبھل ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے، اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، انھوں نے ۱۲، مارچ ۱۹۹۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر امان اللہ خان، ڈاکٹر خالد علوی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، شعبہ عربی کے ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فیکلٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے ڈاکٹر فضل کریم، شعبہ اردو کے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار[1] ڈاکٹر عبداللہ خان، شعبہ انگریزی کے پروفیسر محمد اسماعیل بھٹی[2] شعبہ فارسی کے ڈاکٹر بشیر حسین مرحوم، ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب (موجودہ رجسٹرار)، باہر کے احباب میں سے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر،[3] غلام رسول اظہر،[4] پروفیسر قیوم نظر مرحوم،[5] سید نذیر نیازی،[6] ڈاکٹر نذیر احمد خان مرحوم، ڈاکٹر غلام یٰسین خان نیازی مرحوم،[7] ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم[8] وغیرہ شامل ہیں۔ ان مجالس کا مزہ وقت گزرنے کے باوجود ابھی تک تازہ ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ علوم وفنون اور اردو شاعری کا مخزن تھے۔ جب کبھی بربط کا کوئی تار چھڑ جاتا تو پھر ان کی زبان سے اشعار کے فوارے ابلنے لگتے۔ میر تقی میر ان کا خصوصی موضوع تھا۔ میر کی شاعری میں جو درد اور جو سوز ہے مرحوم اس پر فدا تھے۔ بلا مبالغہ میر کے سینکڑوں اشعار آپ کو یاد تھے۔ میر کے علاوہ غالب، اکبر الہ آبادی، ذوق، ناسخ، علامہ اقبال، فیض احمد فیض اور احمد ندیم قاسمی کے بیسیوں اشعار ان کی لوح قلب پر رقم تھے۔ ان اردو شاعروں کے علاوہ فارسی کے متعدد شعراء کا کلام بھی انھیں زبانی یاد تھا۔ جن میں شیخ سعدی، حافظ شیرازی،

---

۱۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ۱۸۸۲ء تا ۱۹۸۲ء صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب اختصار اور جامعیت کے ساتھ ایک جلد میں مرتب کی ہے، نیز انھوں نے اسی نہج پر اورینٹل کالج کی تاریخ بھی لکھی ہے۔

۲۔ پروفیسر محمد اسماعیل بھٹی ۱۸، دسمبر ۱۹۳۲ء کو ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے، پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ انگریزی کے صدر رہے۔ ''تاہنگاں دی لو'' اور ''لکھ داشوق'' نامی شاعری کی کتابیں پنجابی میں لکھیں، انھوں نے ۱۴، ستمبر ۱۹۹۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۳۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر یکم اپریل ۱۹۱۶ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سیکرٹری اور بہاولپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے، انھوں نے ۱۳، اپریل ۱۹۹۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔ ''پیغمبر اعظم وآخر ﷺ'' نامی ان کی کتاب کو ۱۹۷۸ء میں عالمی مقابلہ سیرت نگاری میں تیسرا درجہ عطا کیا گیا اور اس پر تیس ہزار سعودی ریال انعام دیا گیا۔

۴۔ وفیات ناموران پاکستان میں اظہر کے بجائے ازہر لکھا ہے۔

۵۔ پروفیسر قیوم نظر کا نام عبدالقیوم تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۱۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، شعبہ پنجابی جامعہ پنجاب کے صدر رہے اور ۲۳ جون ۱۹۸۹ء کو کراچی میں فوت ہوئے، لیکن ان کی تدفین لاہور کے میانی صاحب قبرستان میں ہوئی۔

۶۔ سید نذیر نیازی ۱۹۰۰ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف اور ترجمہ کیں۔ اقبالیات ان کا خاص موضوع تھا۔ انھوں نے ۲۴ جنوری ۱۹۸۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۷۔ پروفیسر غلام یٰسین خان نیازی ۱۹۰۷ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے، دیال سنگھ کالج لاہور کے پرنسپل اور کئی سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ انھوں نے ۲ جون ۱۹۸۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۸۔ ڈاکٹر اللہ دتہ نسیم دسمبر ۱۹۱۸ء کو ہوشیار پور میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج ساہیوال میں شعبہ اردو کے صدر رہے، اردو نظم ونثر میں متعدد کتب لکھیں اور ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



فردوسی، نظیری اور مولانا جلال الدین رومی جیسے شعراء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اس مجلس احباب میں کبھی کبھار نظموں کا مقابلہ شروع ہو جاتا۔ نظموں کی اس جنگ میں عام طور پر پروفیسر سید امجد الطاف، ڈاکٹر عبدالغنی اور پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی شریک ہوتے تھے۔ تاہم کبھی کبھار پروفیسر قیوم نظر مرحوم اور سید نذیر نیازی مرحوم بھی اس میں باقاعدہ کسی نظم یا غزل کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ چند مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ خود ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم نے بھی اس محفل سے متاثر ہو کر نظم کہی، ان کی یہ چند نظمیں اعلیٰ خیال اور خوبصورت الفاظ وتراکیب کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ سید صاحب مرحوم یہ نظمیں مجلس احباب میں پڑھ کر سناتے اور سنانے کے بعد پروفیسر سید امجد الطاف صاحب کو دے دیتے کہ وہ اسے اپنے خریطۂ جواہر میں شامل کر لیں۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب شعروشاعری کے اس ماحول سے پورا لطف لیتے اور شاعر کو پوری داد دیتے۔ کوئی اچھا شعر وارد ہوتا تو پھڑک جاتے۔ اسی لیے موجودہ صدر شعبہ سید امجد الطاف صاحب جب بھی کوئی اچھی غزل یا نظم کہتے تو سب سے پہلے انھی کو سناتے۔

اس مجلس احباب میں محفل نوازی کا سلسلہ بھی شروع رہتا تھا، جس کے لیے سید عبداللہ مرحوم میز سجانے کی ترکیب استعمال فرماتے تھے۔ ان مجالس میں پروفیسر صاحب ہمیشہ پیش پیش ہوتے۔ جب کسی کو محفل سجانے کے لیے کہا جانا ہوتا تو اسے سید صاحب مرحوم جرمانہ کر دیتے تھے۔

جرمانے کے لیے واقعی کسی جرم کا ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ یہ تو محض ایک بہانہ ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض اوقات سید صاحب جرمانہ کسی اور پر کرتے اور ضامن پروفیسر صاحب کو مقرر کر دیتے۔ اگلے دن جب ہم لوگ محفل میں آتے تو پتہ چلتا کہ پروفیسر صاحب نے بطورِ ضامن کے میز سجا رکھی ہے۔

آپ بہت اچھے میزبان تھے۔ دوست احباب اور عزیز و اقارب کی میزبانی کے فرائض انجام دے کر آپ کو بے حد خوشی ہوتی تھی۔ آپ کا گھر، جیسا کہ اوپر گزرا، دارالضیوف تھا، جہاں دور دراز سے لوگ آتے رہتے تھے۔

آپ بہت خوش لباس بھی تھے۔ آپ کا لباس زمانۂ تدریس سے لے کر وفات تک بہت ہی صاف ستھرا اور خوشنما ہوتا تھا۔ داڑھی رکھنے سے قبل بالخصوص موسم سرما میں کوٹ پتلون پہنتے تھے اور موسم گرما میں قمیص شلوار استعمال فرماتے۔ داڑھی بڑھانے کے بعد سردیوں میں اچکن استعمال کرتے اور گرمیوں میں وہی کرتہ شلوار پہنتے تھے، اپنے لباس کے لیے کپڑے کا انتخاب خود فرماتے اور اکثر گراں قیمت کپڑا منتخب فرماتے۔ آپ کا جوتا بھی اکثر گراں قیمت ہوتا تھا۔ سر پر جناح کیپ استعمال کرتے تھے۔

خوش لباس ہونے کے ساتھ ساتھ آپ خوش خوراک بھی تھے۔ کھانے میں نفاست کا بہت ہی خیال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رکھتے تھے۔طبیعت میں اعلیٰ درجے کی نفاست پائی جاتی تھی۔کتابوں پر یا میز پر اگر ذرا سی گرد پڑی ہوتی تو فوراً خادم کو بلا کر اسے صاف کرنے کا حکم دیتے۔اسی طرح پانی اور چائے وغیرہ کے برتنوں میں صفائی اور نفاست کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔اگر ذرا سی میل کچیل یا گرد وغبار ہوتا تو خادم کو اس کے ازالے کی تاکید کرتے۔

اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ مرحوم کا رویہ انتہائی مشفقانہ اور ناصحانہ ہوتا تھا۔راقم الحروف کی مثال سامنے ہے۔ راقم یہاں گو ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء کو بطور مدیر ملازم ہوا، تاہم اس سے قبل بھی اسی شعبے میں ایک چھوٹی ملازمت کا تجربہ رکھتا تھا۔اس وقت بھی پروفیسر صاحب مرحوم میرے لیے سرمایۂ شفقت مجسم رہے۔

راقم الحروف جو مقالہ لکھتا، اسے صدر شعبہ کی خدمت میں پیش کرنے سے قبل مرحوم کو دکھاتا تھا، مرحوم مقالے کو اگر پسند فرمالیتے تو پھر راقم اسے صدر شعبہ کے پاس لے جاتا۔اس طرح قریب قریب میرے تمام مقالات مرحوم کی نظروں سے گزر چکے ہیں۔

بعض اوقات تو مقالہ پہلی ہی کوشش میں پاس ہو جاتا۔تاہم بعض اوقات کسی مضمون کو دوسری اور تیسری مرتبہ لکھنے کا مشورہ دیتے۔راقم نے جب ''نص'' (مطبوعہ در اردو دائرہ معارف اسلامیہ) پر مقالہ لکھا تو چونکہ یہ اصول فقہ کے موضوع سے متعلق تھا جو بذات خود ایک مشکل موضوع ہے، لہٰذا جب مرحوم نے دیکھا تو فرمایا کہ اسے آسان کر کے لکھو۔میں نے اس مقالے کو از سر نو لکھا اور پہلے سے آسان عبارت استعمال کی۔اس پر آپ نے مجھے سہ بار لکھنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ آسان کر کے لکھو، اس لیے کہ یہ کتاب عام لوگ بھی پڑھتے ہیں۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لیے یہ باتیں تمہیں بتاتا اور سکھاتا ہوں کیونکہ ہم نے سدا نہیں رہنا۔کوئی وقت آئے گا کہ تم لوگ ہماری ان کرسیوں پر بیٹھو گے۔ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ خود جو مقالہ لکھتے وہ راقم کو دیکھنے کو دیتے اور کہتے کہ اسے غور سے دیکھو، اگر کوئی کمی ہو تو مجھے بتاؤ۔چنانچہ آپ نے ''نبی اور وحی'' وغیرہ پر جو مقالات لکھے ہیں وہ مکمل کرنے سے قبل مرحوم نے راقم کو دکھائے اور ان کے متعلق مشورہ کیا۔ظاہر ہے کہ ان کے قلم سے نکلا ہوا مقالہ یا مضمون ایک معیار رکھتا تھا۔لیکن بہر حال اس سے ان کی چھوٹوں پر شفقت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

ادارے کے خدام کے ساتھ پروفیسر صاحب ہمیشہ مہر ومحبت اور شفقت ونرمی کا سلوک فرماتے۔ان کے دکھ درد میں کام آتے۔اگر کسی کو قرض کی ضرورت ہوتی تو خندہ پیشانی سے قرض مہیا کرتے اور اگر کسی کو کوئی مسئلہ ہوتا تو اس کے حل کی مناسب کوشش فرماتے۔عیدین کے موقع پر خدام میں عیدی بانٹنا نہ بھولتے۔

پروفیسر صاحب بڑے صابر اور ہمت والے شخص تھے۔یوں تو ان کی صحت بہت اچھی بلکہ مثالی تھی۔دیکھنے والے انھیں اسی سال کی عمر میں بھی دوسروں سے زیادہ ہشاش بشاش دیکھتے اور اگر کوئی تکلیف ہو جاتی تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔ بعد کے حالات سے پتہ چلا کہ آپ کو معدے کے السر کی تکلیف کافی پرانی تھی اور آپ کو پیٹ میں درد ہوتی رہتی تھی، جس کے لیے آپ نے دفتر میں کارمینا کی گولیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مگر کیا مجال کہ گھر میں یا گھر کے باہر کسی شخص کو اپنی تکلیف سے آگاہ کیا ہو۔ گھر والوں کو ان کی اس تکلیف کا اس وقت پتہ چلا جب ان کو دوسرے آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔

بیماری کے دوران میں بھی انھیں صابر و قانع پایا گیا۔ انھیں بیک وقت تین موذی بیماریوں کا سامنا تھا۔ یعنی پیشاب کی بندش، معدے میں السر اور گلے میں کینسر۔ انھوں نے تقریباً کئی ماہ بستر علالت پر پڑے پڑے ہی گزار دیے، مگر بایں ہمہ ان کی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

(بیماری کے حالات مرحوم کے صاحبزادے میجر زبیر قیوم کی زبانی آگے آرہے ہیں۔)

## مختلف اداروں رکمیٹیوں کی رکنیت

پروفیسر عبدالقیوم صاحب درج ذیل اداروں اور کمیٹیوں کے ممبر تھے اور بطور سبجیکٹ ایڈوائزر بھی ان اداروں کے ساتھ تعاون کرتے تھے:

۱۔ شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب۔

۲۔ شعبہ عربی " "

۳۔ شعبہ اسلامیات، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور۔

۴۔ شعبہ اسلامیات، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔

۵۔ " " سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔

۶۔ " " زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

۷۔ ادارہ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد۔

۸۔ جنرل سوار خان نے سیرت طیبہ کمیٹی (۱۹۷۸۔۱۹۷۹ء) کا رکن نامزد کیا۔

۹۔ چند سال سینٹ (جامعہ پنجاب) کے رکن بھی رہے۔

۱۰۔ رکن ادارہ تحریر، مجلہ تحقیق (چند سال)۔

## آپ کی تصانیف

آپ نے مختلف موضوعات اور متنوع مقاصد کو سامنے رکھ کر متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، تصنیفی مقاصد کے مختلف ہونے کی بنا پر ان کی حیثیتوں میں بھی فرق ہے۔ اس لیے ہم انھیں انھی مقاصد کے تحت الگ الگ بیان کر رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## (ا) تحقیقی و علمی تصانیف

اس مقصد کے لیے آپ نے حسب ذیل کتابوں کی تصنیف رتحقیق فرمائی:

۱۔ اشاریہ شعرائے ''لسان العرب''، مطبوعہ اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی۔

۲۔ فهرس القوافی، مطبوعہ اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی۔[1]

۳۔ کتاب نوادر الأخبار و ظرائف الأشعار، شہاب الدین احمد الحجازی۔
مخطوطہ مخزونہ کتاب خانہ جامعہ پنجاب، لاہور۔

۴۔ تاریخ ادب عربی، عربی کتاب الوسیط کا اردو ترجمہ۔

۵۔ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند، جلد اول، بہ حیثیت مدیر خصوصی۔

۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، تقریباً ۲۱ جلدیں بحیثیت مدیر اور سینئر مدیر۔

۷۔ *Specimens of Arabic Literature Poetry and prose, for English Readers*
یہ کتاب سر فضل حسین کی یادگار کے طور پر شائع ہوئی۔

۸۔ *Aid to the study of Simtud Durar*
یہ کتاب ماڈرن بک ڈپو سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

۹۔ *Biography and criticism*

۱۰۔ *Arabic Grammar (English)*

۱۱۔ *Poems of the Desert*
یہ تینوں کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم۔ جلد اول

۱۳۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم۔ جلد دوم

۱۴۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم۔ (انگریزی)[2]

## (ب) طلبہ کی رہنمائی کے لیے لکھی گئی تصانیف

ان خالص علمی کتب کے علاوہ پروفیسر صاحب نے حسب ذیل کتابیں میٹرک سے لے کر ایم۔اے تک کے طلبہ کی رہنمائی کے لیے تصنیف فرمائیں:

---

[1] فہرس انصاف الابیات اس فہرس کے علاوہ ہے۔

[2] یہ مقالات Some Notes on Islamic History and Arabic Literature کے عنوان سے ۲۰۱۲ء میں دارالمعارف سے طبع ہوئے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۵۔ آئینہ اسلامیات حصہ اول

بی۔اے وما بعد کے امتحانات کے لیے، مطبوعہ انڈس پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۶ء۔

۱۶۔ آئینہ اسلام

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے جدید نصاب کے مطابق، ایف اے کے طلبہ کے لیے، مطبوعہ یونیورسٹی بک ایجنسی، ۲ کچہری روڈ، لاہور۔

۱۷۔ فہم اسلام

بی۔اے کے طلبہ اسلامیات کے لیے، مطبوعہ یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور ۱۹۵۷ء۔

۱۸۔ رہبر اسلامیات

ڈگری کلاسز کے طلبہ کے لیے، فضل اقبال صدیقی کے فرضی نام سے، مطبوعہ یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور۔

۱۹۔ مطالعہ اسلامیات

برائے بی۔اے سال اول، تعارفِ قرآن وحدیث، مطبوعہ یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۶۲ء۔

۲۰۔ خلافت راشدہ

بی۔اے اسلامیات آپشنل کے طلبہ کے لیے، مطبوعہ انڈس پبلشنگ ہاؤس۔

۲۱۔ تاریخ اسلام

عہد قبل از اسلام سے لے کر زوال بنو عباس تک، مطبوعہ انڈس پبلشنگ ہاؤس۔[1]

۲۲۔ مختصر تفسیر سورۃ الانفال

ضمیمہ رہبر اسلامیات: سورۃ الانفال، مع اردو ترجمہ ومطالب، مطبوعہ یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور۔

۲۳۔ آئینہ اسلامیات

سورۃ النساء مع ترجمہ ومطالب، مطبوعہ انڈس پبلشنگ ہاؤس۔

۲۴۔ اسلامی تعلیم

طلبائے انٹرمیڈیٹ کے لیے، مطبوعہ یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۵۳ء۔

۲۵۔ علومِ اسلامیہ

بارہویں جماعت کے طلبہ اسلامیات کے لیے، یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۶۲ء۔

۲۶۔ مدارج الادب حصہ اول

۲۷۔ مدارج الادب حصہ دوم

---

[1] ادارہ دارالمعارف نے اس کی نئی اشاعت ۲۰۱۶ء میں مکتبہ اسلامیہ لاہور سے اور ۲۰۲۲ء میں بزم اقبال لاہور سے عمدہ طریقے سے پیش کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۸۔ مدارج الادب حصہ سوم
مطبوعہ۔ یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۵۳ء۔

۲۹۔ حدیقۂ ادب
مطبوعہ سیکنڈری بورڈ، لاہور۔ ۱۹۸۵ء

۳۰۔ مرقاۃ ادب حصہ اول

۳۱۔ مرقاۃ ادب حصہ دوم

۳۲۔ مرقاۃ ادب حصہ سوم
تینوں مطبوعہ یونائیٹڈ پبلشرز۔

۳۳۔ مدارج القواعد " "

۳۴۔ مرقاۃ القواعد " "

۳۵۔ خلافت راشدہ
انڈس پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔

۳۶۔ تفسیر سورۃ النساء

۳۷۔ تفسیر سورۃ المائدہ

۳۸۔ تفسیر سورۃ الاحزاب
بی۔اے وایم۔اے کے طلبہ کے لیے، مطبوعہ انڈس پبلشنگ ہاؤس۔

۳۹۔ Arabic readers, I-III, for Schools

۴۰۔ Arabic Grammar for Schools [1]

آخر میں دعا ہے کہ خداوند قدوس پروفیسر صاحب مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے فیضانِ علمی کو تا قیامت قائم ودائم رکھے۔ آمین یارب العالمین!

---

[1] ان کتب میں سے اکثر دار المعارف کے زیر اہتمام طبع نو کے لیے تیار ہو چکی ہیں۔ عنقریب چھپ کر منظر عام پر آ جائیں گی۔ ان شاء اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*شیر محمد گریوال

# پروفیسر عبدالقیوم مرحوم

پروفیسر عبدالقیوم (متوفی ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء) ایک معروف سکالر، نقاد، محقق اور ممتاز استاد، بلکہ استاد الاساتذہ تھے۔ مرحوم ۱۵، جنوری ۱۹۰۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اگرچہ خود عالم نہیں تھے، لیکن علماء کے قدردان ضرور تھے۔ علمائے اہل حدیث کا خاص طور پر ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔ مرحوم نے اپنی ابتدائی تعلیم لاہور ہی میں مکمل کی۔ پھر اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۹۳۲ء میں بی اے آنرز کیا۔ یہ زمانہ اسلامیہ کالج کی ترقی و عروج کا زمانہ تھا، نامور اساتذہ یہاں پڑھاتے تھے، ایسے قابل اساتذہ سے پروفیسر مرحوم خاطر خواہ متاثر ہوئے۔

بی۔ اے آنرز کرنے کے بعد پروفیسر عبدالقیوم نے ایم۔ اے عربی کے لیے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ اس وقت شعبۂ عربی کے سربراہ مولوی محمد شفیع (ایم۔ اے کینٹب) تھے، جو کیمبرج سے علوم اسلامیہ میں اعلیٰ ڈگری لے کر آئے تھے۔ مولوی صاحب کی علم پروری اور مردم شناسی سے یونیورسٹی اورینٹل کالج مجمع الکمال بن گیا تھا۔ مولوی محمد شفیع مرحوم نے انگریزی خواں مسلم طلباء میں عربی اور فارسی کی تحصیل کا شوق پیدا کیا، مسلمانوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ پروفیسر عبدالقیوم نے دو سال کے بعد (یعنی ۱۹۳۴ء میں) ایم اے عربی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی، جس کی بنیاد پر مرحوم کو جنوری ۱۹۳۵ء میں میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ عطا ہوا جو مسلسل چار برس تک ملتا رہا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ پیشتر ازیں علامہ اقبال بھی اس اعزاز سے مستفید ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا سکالرشپ ہولڈر کی حیثیت سے پروفیسر عبدالقیوم نے مولوی محمد شفیع صاحب کی زیرِ نگرانی مشہور عالم لغت ''لسان العرب'' پر چار برس تک کام کیا۔ پروفیسر صاحب نے ''لسان العرب'' میں مذکور شعراء کے اسماء ان کے اشعار و شواہد اور قوافی کا انڈکس مرتب کیا جو اورینٹل کالج میگزین میں قسط وار شائع ہوتا رہا

* پروفیسر شیر محمد گریوال شعبہ تاریخ گورنمنٹ کالج لاہور سے وابستہ تھے، انھوں نے بہت سے موضوعات پر مقالات تحریر کیے، اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بھی ان کے متعدد مقالات شائع ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور اسے بہت سراہا گیا۔ بعض مستشرقین اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ مشہور جرمن مستشرق براکلمان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ ادبیات عربی'' میں اور کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر Dr. F.Krenkow نے *Islamic Culture* (حیدر آباد دکن) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر مرحوم نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا اور بطور لیکچرار عربی مندرجہ ذیل کالجوں میں کام کرتے رہے: (ا) زمیندارہ کالج گجرات ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۴ء؛ (ب) گورنمنٹ کالج ہوشیار پور ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۶ء؛ (ج) گورنمنٹ کالج لدھیانہ ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء؛ (د) آزادی کے بعد، گورنمنٹ کالج لاہور ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۷ء۔ مرحوم گورنمنٹ کالج میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے عربی کی کلاسیں بھی پڑھاتے رہے اور بطور استاد بھی امتیازی حیثیت حاصل کی۔ انھیں اپنے مضمون پر مکمل عبور حاصل تھا۔ عربی لٹریچر پر گہری نظر تھی۔ پوری تیاری کیے بغیر کلاس میں جانے کو گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ زیر بحث مضمون کے مفاہیم بطریق احسن سمجھاتے۔ عالمانہ تشریحات کرتے۔ مضمون کا پس منظر اور پیش منظر دلکش انداز میں بیان کرتے اور طلبہ میں جوش اور نیا ولولہ پیدا کرتے۔ عربی کے متعلق طلباء میں خاص دلچسپی پیدا کرتے۔ ایسا کرنا بغیر محنت اور ریاضت کے ممکن نہیں۔ مرحوم نے اپنے مضمون میں برسوں لگاتار اور مسلسل ریاضت کی تھی۔

ایک اچھا استاد درس و تدریس کے علاوہ اپنے طلباء کی اخلاقی تربیت بھی کرتا ہے۔ ان میں اخلاقی اقدار کو پروان چڑھاتا ہے۔ پروفیسر مرحوم ایک مثالی معلم عربی بھی تھے اور ایک مثالی معلم اخلاق بھی۔ کردار کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ خلوص، ایثار، محبت اور شفقت کے اوصاف سے مزین تھے۔ نہایت شفیق استاد تھے۔ افہام و تفہیم کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ نہ تو کسی طالب علم کو کبھی جھڑکا اور نہ کبھی کسی پر سختی کی۔ طلبہ سے رویہ ہمدردانہ اور ناصحانہ رہا۔ شاگردوں میں اپنا علمی ذوق منتقل کرنے میں کمال حاصل تھا۔ مرحوم نے کئی جوہر قابل پیدا کیے۔ ان کی رہنمائی اور نگرانی میں بیسیوں طلبہ نے عربی اور اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔

پروفیسر عبدالقیوم گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے اپنے بیس سالہ تعلق کو اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں ادارے علم و ادب کا گہوارہ رہے اور اپنی صحت مند روایات کے لیے دنیا بھر میں مشہور رہے۔ بالخصوص گورنمنٹ کالج لاہور جو تقریباً ایک سو پچیس سال پہلے قائم ہوا تھا بلاشک و شبہ ایشیا کی ایک عظیم درس گاہ بن کر ابھرا۔ جس نے اعلیٰ تعلیمی نظریات اپنائے۔ ارفع علمی مقاصد کی آبیاری کی۔ درخشندہ روایات کو جنم دیا۔ پروفیسر مرحوم نے نہ صرف ان روایات کو خود اپنایا بلکہ حتی الوسع ان کی آبیاری بھی کی۔ ذہانت، محنت، تحقیق، تلاش، جستجو، علمیت، محبت، ایثار، خلوص، رواداری، احترام آدمیت، وضع داری، رکھ رکھاؤ، شائستہ گفتگو، صاف ستھرا لباس، پروقار چال ڈھال ان کی شخصیت کے اہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خدوخال ہیں۔ پروفیسر مرحوم میں کم وبیش یہ سب باتیں پائی جاتی تھیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب اعلیٰ Ravian Traditions کا مجسمہ تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ مرحوم کی ان خصوصیات کو چمکانے میں اورینٹل کالج کے علمی، تحقیقی اور ادبی ماحول نے بھی اپنا کردار ادا کیا تھا۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ مرحوم کالج سے متعلق لٹریری، ثقافتی اور کلچرل سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ کئی سوسائٹیوں کے ممبر، منتظم یا سرپرست رہے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک عربیک اینڈ پرشین سوسائٹی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی کے جنرل سیکرٹری رہے، نیز گورنمنٹ کالج کی عربی اور اسلامیات کی انجمنوں کے روح رواں تھے۔ آخری عمر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور، انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، سندھ یونیورسٹی جام شورو (سندھ)، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے مشیر اعزازی تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ اور بورڈ آف سٹڈیز ان عربیک کے رکن تھے۔

جنوری ۱۹۶۸ء میں سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد مرحوم نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سٹاف میں شمولیت اختیار کی۔ اس وقت تک اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی صرف تین جلدیں شائع ہوئی تھیں اور جب وہ فوت ہوئے تو دائرہ معارف کی آخری جلد (تیئسویں) زیرِ طباعت تھی۔ بحیثیت سینئر ایڈیٹر پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے ڈاکٹر سید عبداللہ (متوفی ۱۴، اگست ۱۹۸۶ء) کی رہنمائی اور اپنے ساتھی رفقاء کی مدد واعانت سے یورپی علماء کے مقالات کے تراجم پر نظر ثانی کی۔ ان کی غلطیوں کی تصحیح اور ادھورے اور نامکمل مقالات کو بنیادی ماخذوں اور جدید تصانیف کی روشنی میں مکمل کیا۔

پروفیسر مرحوم سے راقم الحروف کے گہرے روابط تھے۔ پروفیسر صاحب سے واقفیت پہلی دفعہ اس وقت ہوئی جب میں گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد) میں ایف۔ اے کا طالب علم تھا۔ اس وقت اسلامیات اختیاری اور عربی اختیاری کی جو ''نصابی کتب'' وہاں پڑھائی جاتی تھیں وہ پروفیسر عبدالقیوم کی تحریر کردہ تھیں اور طلبہ میں بہت مقبول تھیں۔ لہٰذا پروفیسر صاحب کے نام سے پہلی دفعہ واقفیت ان کی کتابوں کی وجہ سے ہوئی، لیکن ان سے شناسائی اس وقت ہوئی جب اسی دوران میں وہ ہمارے کالج میں لیکچر دینے آئے تھے۔ لیکچر میں کیا کہا تھا یہ تو یاد نہیں، لیکن اتنا معلوم ہے کہ وہ کمرہ جہاں انھوں نے لیکچر دیا حاضرین سے پُر تھا اور لیکچر کے بعد سوال وجواب بھی ہوئے تھے۔ مجھے جس چیز نے زیادہ متاثر کیا وہ ان کی پرکشش شخصیت تھی۔ بالکل گورے چٹے، خوبصورت، Clean Shaved، سر کے بال سفیدی مائل اور پروقار چہرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسری بار مجھے پروفیسر مرحوم سے ملنے کا اتفاق اس وقت ہوا جب میں ایم۔ اے تاریخ کر رہا تھا۔ مجھے تاریخ اہل حدیث پر ایک مقالہ لکھنے کو کہا گیا۔ اس ضمن میں، میں حافظ عبدالقادر روپڑی[1] کے پاس پہنچا، ان سے بچپن ہی سے واقفیت اور عقیدت تھی۔ حافظ صاحب وعظ اور مناظرے میں تو یکتائے زمانہ تھے، لیکن تحقیق میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے مجھے جناب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے پاس بھیج دیا جو اس وقت مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ پر رہتے تھے۔

میں مولانا سے مکتبہ سلفیہ یا شاید نزدیک ہی ان کے گھر پر ملا۔ لمبا قد، سانولا رنگ، دھوتی پوش، سر پر ٹوپی، بھوجیانی صاحب انتہائی شفقت سے پیش آئے اور تاریخ اہل حدیث کے بارے میں کتابیں بتائیں۔ بہرحال بھوجیانی صاحب نے جہاں تاریخ اہل حدیث سے متعلق مواد اور مآخذ کی نشاندہی کی وہاں یہ بھی فرمایا: دیکھیے! ہمارے ایک پروفیسر عبدالقیوم گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ بہت پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ تاریخ اہل حدیث پر ان کی گہری نظر ہے۔ اس ضمن میں ان سے ضرور ملیے گا۔

حسب ہدایت میں اگلے دن پروفیسر عبدالقیوم سے ملنے گیا۔ مسجد مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پہنچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ خدوخال ذہن میں تھے۔ جب پروفیسر صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا تعارف کرایا اور مدعا بیان کیا۔ انتہائی شفقت سے پیش آئے اور تاریخ اہل حدیث کے بارے میں مفید معلومات فراہم فرمائیں۔ میں پروفیسر صاحب کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا اور ذہن میں ان کی شخصیت کے نقش پوری طرح ثبت ہوئے۔

تیسری بار پروفیسر صاحب سے ملاقات اس وقت ہوئی جب میں پہلی دفعہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں آیا۔ ہوا یوں کہ کئی برس پہلے ڈاکٹر سید عبداللہ نے میرے ایک مضمون سے متاثر ہو کر مجھے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے دفتر میں بلایا، میں حسب حکم دائرہ معارف پہنچا۔ سید صاحب سے بالمشافہ ملاقات ہوئی۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دفتر میں پروفیسر عبدالقیوم بھی موجود ہیں جو اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ملازمت اختیار کر چکے تھے، ان سے بھی ملا اور اپنی سابقہ ملاقاتوں کا حوالہ دیا۔ بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد روزانہ کا معمول بن گیا کہ میں کالج سے فارغ ہو کر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے دفتر چلا جاتا۔

---

[1] حافظ عبدالقادر روپڑی ۱۹۱۱ کو امرتسر میں پیدا ہوئے، جماعت اہل حدیث کے ممتاز رہنما، واعظ اور مناظر تھے، تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۶، دسمبر ۱۹۹۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک دفعہ سید عبداللہ مرحوم نے مجھے اورنگ زیب عالمگیر پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے مضمون لکھنے کو کہا۔ میں نے ذمہ داری قبول کر لی اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے دفتر ہی میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ اورنگزیب والا مضمون مکمل کیا اور وہیں بیٹھ کر اردو دائرہ معارف کے لیے کئی اور مضامین لکھے۔ پروفیسر مرحوم نے اس دوران میں میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔ کوئی علمی مسئلہ ہوتا تو فوراً ان سے رجوع کرتا، اس طرح باہمی تعلق گہرا ہوتا گیا۔ واقفیت اور شناسائی دوستی میں تبدیل ہوتی گئی اور دوستی عقیدت میں۔

جب کبھی میں دائرہ معارف نہ جاتا تو بار بار پوچھتے کہ آج گریوال نہیں آیا؟ اکثر ایسا ہوتا کہ میں خاموشی سے جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا اور اپنا کام شروع کر دیتا۔ وہ بھی مصروف ہوتے اور کچھ دیر کے بعد ادھر ادھر دیکھتے، جب مجھے اپنی سیٹ پر بیٹھا دیکھتے تو مزاحاً بلند آواز سے فرماتے: شاید آج پروفیسر گریوال صاحب نہیں آئے، میں فوراً لبیک پکارتا اور پھر حاضر خدمت ہو کر مؤدبانہ آداب بجالاتا۔ مرحوم حال احوال پوچھتے۔ کسی ذاتی مسئلہ سے دوچار ہوتا تو ڈھارس بندھاتے اور اکثر ایک پنجابی بول مزاحاً دہراتے ع

نہ رو وے شیر محمدا تیرے مامے آں دے باغ بھتیرے

آخری تین چار برسوں کے دوران یہ معمول بن گیا تھا کہ جب دو بجتے تو میں اور میرے دوست محمد اسلم شاد پروفیسر عبدالقیوم کے ساتھ اکٹھے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے دفتر سے نکلتے۔ حبیب بینک، شعبہ اسلامیات یونیورسٹی کیفے ٹیریا کے سامنے سے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے عقب سے خراماں خراماں چلتے ہوئے انارکلی کی طرف کچہری روڈ (البیرونی روڈ) پر نکل آتے۔ مرحوم کو رکشہ پر سوار کرا کے واپس آ جاتے۔ دفتر اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے لے کر البیرونی روڈ تک کا چھوٹا سا سفر انتہائی دلچسپ ہوتا۔ ہلکا پھلکا ہنسی مذاق بھی ہوتا۔ علمی مسائل بھی زیر بحث آتے۔ آئندہ کے لیے تحقیق کے منصوبے بھی بنتے۔ ذاتی مسائل بھی زیر غور آتے۔ الغرض ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں۔

آج وہ لمحات رہ رہ کر یاد آتے ہیں، مجھے فخر ہے کہ میں اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے سکالر کے ساتھ روزانہ چند قدم چلتا تھا۔ ان کے علم و فضل اور رشد و ہدایت سے مستفید ہوتا تھا۔

پروفیسر عبدالقیوم بلاشک وشبہ عربی زبان و ادب کے صاحب بصیرت عالم تھے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ عربی ادبیات کی تاریخ میں بڑا عبور تھا۔ عربی لغت کے ماہر تھے۔ عربی کے جدید ادب سے بھی گہری واقفیت رکھتے تھے۔

عربی زبان و ادب کے بعد ان کی دلچسپی کا مرکز علم حدیث تھا۔ وہ آٹھویں صدی ہجری کے سر آمدہ روزگار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محدث حافظ ابن حجر عسقلانی پر سند کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی بے نظیر تصنیف فتح الباری کی بہت تعریف کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ سے انھیں محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ انھیں کتب حدیث میں مذکورہ دعائیں تقریباً سب زبانی یاد تھیں۔ چار پانچ برس پہلے عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ سے بھی مشرف ہوئے تھے اور ایک سال پہلے حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی تھی، وہ حدیث کے شیدائی اور سنت کے فدائی تھے اور عامل بالحدیث تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقہاء اور مجتہدین کے بھی مرتبہ شناس تھے۔ اہل تصوف کے لیے بھی دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے قلم کو کسی کی تحقیر یا تنقیص سے آلودہ ہونے نہیں دیا اور نہ کسی کی دل آزاری کی اور نہ ان کے منہ سے کبھی خلاف تہذیب و شائستگی کوئی بات سنی گئی۔

الغرض پروفیسر مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، اوصاف حمیدہ سے مزین تھے۔ عالم و فاضل تھے۔ محقق و نقاد تھے۔ مشفق و غمگسار تھے، خوش پوش، خوش خوراک اور خوش اخلاق بھی تھے۔ عمر کے آخری حصے میں داڑھی بھی رکھ لی تھی جس سے آپ کی شخصیت انتہائی پروقار ہوگئی تھی۔ سر پر جناح کیپ پہنتے تھے جو بہت اچھی لگتی تھی۔ اسلامی شعائر کے علم بردار تھے۔

ملک کے معاشرتی اور سیاسی حالات سے خوش نہیں تھے۔ آزاد خیالی اور بے راہ روی پر سخت نالاں تھے۔ معاشرے میں نیکی اور بدی کے فرق کے مٹ جانے پر انتہائی پریشان تھے۔ ملک کی بقا اور سالمیت کا راز اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت ہی میں پنہاں سمجھتے تھے۔ مغربی جمہوریت کے حق میں ہرگز نہیں تھے۔ ایسے سب معاملات پر انتہائی حساس تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*میجر زبیر قیوم (ر)

# آخری لمحات

اس دنیا میں آنے والے اپنی زندگی کے نپے تُلے لمحات لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ لیکن کئی لوگوں کی زندگی بھی قابل رشک ہوتی ہے اور ان کے آخری لمحات بھی نہایت عظیم الشان ہوتے ہیں۔ میرے والد کے آخری لمحات بھی حسنِ خاتمہ کی تعبیر تھے۔

والد گرامی اچھی صحت کے ساتھ اپنی زندگی کی ۸۰ بہاریں دیکھ چکے تھے۔ اُن کی اچھی صحت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ صحت کی قدر کرتے اور اس کا خاص خیال رکھتے تھے مگر اللہ کی تقدیر بندوں کی تدبیر پر غالب آ کر رہتی ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ وہ قوت کے بعد کمزوری سے بھی دوچار کرتا ہے۔ پیرانہ سالی بجائے خود امراض کا نقطۂ آغاز ہے۔

مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۹ء کو انھیں پیشاب کی تکلیف لاحق ہوئی۔ فوراً سی۔ ایم۔ ایچ لاہور رابطہ کیا گیا اور باقاعدہ علاج شروع ہو گیا۔

۲۰ مارچ کو مجھے نوشہرہ (کینٹ) میں اطلاع موصول ہوئی کہ والدِ محترم کا ۲۳ مارچ کو آپریشن ہے، چنانچہ میں ۲۱ مارچ کو لاہور پہنچا۔ ۲۳ مارچ کو صبح دس بجے تک آپریشن ہوا، اور ۳۱ مارچ کو ہسپتال سے صحت یاب ہو کر گھر آئے۔ اس دوران معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب کو کینسر کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹروں کے مشورے سے ریڈیو تھراپی شروع کرائی گئی جس کی وجہ سے صحت پر بہت برے اثرات نمودار ہوئے۔ روزانہ ڈرپ لگانی پڑتی۔ ہر دوسرے دن خون کی بوتل لگائی جاتی۔ والد محترم کو بیماری کے دوران خون کی درجنوں بوتلیں اور بے شمار ڈریس لگیں۔

---

* میجر زبیر قیوم (ر) ۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کے بعد پاک آرمی سے منسلک ہو گئے۔ اپنے والد محترم پروفیسر عبدالقیوم کی وفات کے بعد فوج سے ریٹائرمنٹ لے لی اور اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ ۲۰۰۸ء میں موصوف نے علمی تحقیقی ادارے دار المعارف کی بنیاد رکھی۔

زیرِ نظر مضمون اورینٹل کالج میگزین میں چھپ چکا ہے۔ اب اضافے اور بہتری کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ایک طرف بیماری کا یہ عالم تھا اور اوپر سے رمضان آ چکا تھا۔ والد محترم کے لیے شاید یہ مرحلہ بیماری سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا کہ وہ اس بیماری کے باعث پہلی دفعہ رمضان المبارک (اپریل، مئی ۱۹۸۹ء) میں روزے نہ رکھ سکے۔ عید الفطر آئی تو انھوں نے نمازِ عید اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے گراؤنڈ میں Wheel chair پر ادا کی۔

علاج بھی جاری تھا مگر نقاہت بڑھتی جا رہی تھی اور کمال ہمت اور جذبے کے باوجود زندگی بھر کے معمولات رفتہ رفتہ چھوٹتے جا رہے تھے۔

وقت گزرتا گیا اور عید الاضحیٰ آ گئی۔ ہر بڑی عید کے موقع پر ان کا سابقہ معمول یہ تھا کہ وہ قربانی کے جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے۔ گھر میں ایک خاص رونق ہوتی تھی۔ والد مرحوم نے عید الفطر کی نماز تو وہیل چیئر پر ادا کی تھی مگر اب اس کی ہمت بھی نہ رہی تھی۔ عید پڑھنے کے لیے جا ہی نہ سکے۔ جانور ذبح کرنے کی نوبت آئی تو میں نے چھری والد صاحب کے ہاتھ میں تھمائی، وہ تا دیر مسنون دعائیں پڑھتے رہے۔ پھر انھوں نے چھری مجھے پکڑائی اور میں نے جانور ذبح کیے۔

بیماری میں ایک بار پھر شدت آ گئی اور والد محترم جون و جولائی کے کچھ ایام سی۔ ایم۔ ایچ، لاہور آفیسرز وارڈ میں داخل رہے۔ ابتدا میں خون کی قے آئی اور طبیعت سخت خراب ہو گئی۔ علاج معالجے کے بعد طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو گھر واپس آ گئے لیکن اگست کے دوسرے عشرے میں دوبارہ سی ایم ایچ میں داخل رہے۔ جسم میں خون کی کمی ہو گئی تھی اس لیے روزانہ بخار، سخت کمزوری اور جسم میں شدید درد رہتا تھا۔

اگست ۱۹۸۹ء کے آغاز میں مجھے لاہور چھاؤنی میں رہائش مل گئی۔ مگر میرے اصرار کے باوجود والد صاحب نے آبائی گھر (متصل مسجد مبارک،) سے منتقل ہونے پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ میں نے اپنا اصرار جاری رکھا تو بالآخر یہ طے پایا کہ ۱۸ اگست کا جمعہ پڑھنے کے بعد اگلے روز بروز ہفتہ ۱۹ اگست لاہور چھاؤنی والے گھر چلیں گے اور وعدے کے مطابق وہ تشریف لے آئے۔ والد محترم کی خدمت کا حق ادا کرنا ہماری بساط میں تو نہ تھا لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس کے لیے ہم سب بہن بھائیوں نے بڑھ چڑھ کر اپنی سی کوشش ضرور کی۔

## رؤیائے صادقہ

۳۱ اگست و یکم ستمبر جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب پروفیسر صاحب نے خواب دیکھا کہ ان کے والد [illegible] صاحب آئے ہیں اور ان کے دائیں بائیں دو دو آدمی سفید لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



منشی صاحب کہتے ہیں: عبدالقیوم! میں تمھیں لینے آیا ہوں۔ اس کے بعد والد صاحب بیدار ہو گئے۔

میں نے والد صاحب کے کمرے میں ایک گھنٹی لگوا رکھی تھی تاکہ جب بھی ضرورت پیش آئے تو لحہ بھر میں وہ مجھے اپنے پاس موجود پائیں۔ والد صاحب نے گھنٹی بجائی تو میں فوراً پہنچ گیا۔ والد صاحب فرمانے لگے: بیٹا! آج کی رات بہت سخت ہے۔ میرے پاس بیٹھو اور پھر سارا خواب سنایا۔ میں نے انھیں بہت تسلی دی اور حوصلہ بڑھایا کہ آپ نیک آدمی ہیں۔ آپ نے اللہ کے گھر کی عرصۂ دراز سے بے لوث خدمت کی ہے اور آپ اللہ کے گھر کے پڑوسی ہیں۔ علم کی نشر واشاعت میں عمر گزاری ہے۔ آپ نے کشتِ علم میں بے شمار پودے لگائے ہیں جو اب تناور درخت بن چکے ہیں، وہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ان شاء اللہ، اللہ آپ پر رحم فرمائے گا۔ اس پر اباجی نے کہا کہ میں بہت گنہگار ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کے آنسو نکلنے لگے۔ مجھے ان کے اس عجز وانکسار پر بڑا پیار آیا۔ میں نے بے خود ہو کر ان کی جبین کا بوسہ لیا۔ وہ فرمانے لگے: بیٹا! جب پیغام اجل آجائے تو پھر مجھے پرانے گھر لے جانا اور وہیں تجہیز وتکفین کرنا اور مسجد مبارک میں نمازِ جنازہ پڑھوانا۔

یہ الفاظ مجھ پر کوہ گراں بن کر گرے۔ میں بہت پریشان ہوا۔ والدہ محترمہ بھی نیند سے بیدار ہو گئیں۔ وہ ان کی سچی رفیقۂ حیات تھیں۔ وہ وضو کر کے آگئیں اور قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اس طرح یہ طویل رات کٹی۔ ۲ ستمبر کا دن مشکل سے گزرا۔ ۲ اور ۳ ستمبر کی درمیانی رات کو پھر خون کی قے آگئی۔ اگلے ہی روز خون کی بوتلیں لگائی گئیں، مگر اس مرتبہ خون لگانے سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔

۵ ستمبر بروز منگل والد صاحب کے کمرے میں کچھ قریبی مہمان بیٹھے ہوئے تھے جن میں رشتہ دار خواتین بھی تھیں۔ اچانک والد محترم کہنے لگے کہ مجھ سے کچھ لوگ ملنے آئے ہیں اور باہر کھڑے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ انھیں اندر بلا لیں۔ پروفیسر صاحب کے ارد گرد رشتہ دار خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد والدہ نے پوچھا کہ آپ نے ملنے والوں کو نہیں بلایا؟ کہنے لگے کہ وہ خواتین کی وجہ سے واپس چلے گئے ہیں۔

۶ ستمبر کو ان سے ملاقات کرنے والے دوبارہ آئے۔ والد صاحب نے کہا: مجھ سے کچھ لوگ ملنے آئے ہیں اور باہر کھڑے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنے پاس بیٹھی تمام خواتین کو باہر جانے کا کہا۔ اس وقت میں گھر سے باہر تھا۔ جب میں گھر آیا تو اہلِ خانہ ٹی وی لاؤنج میں پریشان بیٹھے تھے۔ مجھے سارا واقعہ سنایا گیا، پھر والدہ نے کہا چلو تمہارے ابی کے پاس چلتے ہیں۔ ہم ڈرتے ڈرتے کمرے میں داخل ہوئے۔ والدہ محترمہ نے کہا کہ کوئی بھی نہیں آیا۔ اس پر والد محترم نے اصلاح کرتے ہوئے کہا: ''آیا'' نہیں ''آئے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یعنی اَدب سے بولنا چاہیے۔

۷ ستمبر کو سہ پہر کے وقت آپ محوِ آرام تھے کہ اچانک اُٹھے اور والدہ محترمہ سے کہنے لگے کہ کوئی آدمی کمرے میں ہے۔ والدہ صاحبہ نے جواب نفی میں دیا، مگر انھوں نے اصرار کیا اور کہنے لگے کہ اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اُٹھایا ہے۔ والدہ نے دوبارہ بتایا کہ کوئی نہیں ہے۔

والد صاحب دوبارہ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ اٹھے اور والدہ سے پھر کہنے لگے کہ کوئی آدمی کمرے میں آیا ہوا ہے۔ والدہ صاحبہ ان کی تسلی کے لیے بستر سے اٹھیں، پلنگ کے نیچے جھانکا، واش روم میں دیکھا۔ وہاں کون ہوسکتا تھا، چنانچہ والدہ نے بتایا کہ کوئی نہیں ہے۔ آپ آرام سے سوجائیں۔ اس پر والدِ محترم نے جواب دیا کہ اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اُٹھایا ہے اور آپ کہتی ہیں کہ کوئی نہیں ہے۔ چلو آپ کو خود پتہ چل جائے گا۔ یہ سلسلہ ہفتہ عشرہ سے مسلسل چل رہا تھا۔ مجھے ہمہ دانی کا دعویٰ ہے، نہ خوش فہمی لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ سفید لباس میں ملبوس اور گاہے گاہے نظر آنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔

اسی روز والد مرحوم رات تقریباً آٹھ بجے اصرار کرنے لگے کہ مجھے پرانے گھر لے چلو۔ میں بہت لیٹ ہوگیا ہوں۔ ہم سمجھ نہ پائے کہ لیٹ ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اب آپ کی اس خواہش کو کیسے پورا کیا جائے؟ بہر حال میں نے ان سے عرض کی کہ یہ گھر آپ ہی کے لیے تو ملا ہے۔ یہاں سہولت ہے، ڈاکٹر اور عملہ آپ کو فوراً دیکھنے آجاتے ہیں۔ پرانے گھر (واقع برانڈرتھ روڈ) پر بہت رش اور ہجوم ہوتا ہے۔ طبی امداد فوراً نہیں دی جاسکتی۔ یہ سن کر آپ مطمئن ہوگئے۔

گھر میں موجود چند احباب نے توجہ دلائی کہ مریض جیسے کہے اس کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔ اس پر میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے چند لمحوں کے بعد عرض کی کہ ابّی جی! آپ کو پرانے گھر لے جائیں؟ وہ کہنے لگے کہ پانچ منٹ کے بعد بتاؤں گا۔ وقت پورا ہونے پر پوچھا گیا کہ کیا پرانے گھر لے جائیں؟ تو دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی کھڑی کر کے اشارہ کیا۔ منہ سے کچھ نہ بولے۔ ہم سمجھے شاید کہہ رہے ہیں ایک گھنٹے کے بعد۔ بہر حال بات آئی گئی ہوگئی۔ رات بے چینی اور بے قراری کے عالم میں گزری۔

۸ ستمبر بروز جمعۃ المبارک صبح ہی سے طبیعت خاصی بے قرار تھی۔ ہم سب لوگ قرآنِ مجید پڑھتے اور ان کی صحت اور شفا کے لیے دعا کرتے رہے۔ میں جمعہ کی نماز مسجد مبارک ہی میں پڑھتا تھا۔ اس لیے اس سے متصل گھر کی صفائی ستھرائی کے لیے اپنی یونٹ کے جمعدار کو اپنے ساتھ لے گیا تاکہ عرصہ سے بند گھر کی صفائی کروائی جاسکے۔ اس دوران میں اپنی چھوٹی ہمشیر کو جو چند ایام سے والد صاحب کی علالت کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہیں مقیم تھیں، سیالکوٹ کے لیے فلائنگ کوچ پر سوار کر آیا اور پھر جمعہ پڑھتے ہی واپس گھر پہنچا۔ والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور پرسکون طریقے سے لیٹے ہوئے تھے۔ میں کھانے کی میز پر چلا گیا۔ ابھی کھانا کھا ہی رہا تھا کہ والدہ آئیں اور کہنے لگیں کہ تمھارے والد محترم تمہیں بہت یاد کر رہے تھے اور تمہارا کئی مرتبہ پوچھ چکے ہیں۔ میں فوراً ان کے کمرے میں گیا تو مجھے اشارہ کر کے اپنے پاس بیڈ پر بٹھالیا۔

انھوں نے پہلا سوال کیا: صفائی ہوگئی ہے؟ میں پرانے گھر کی صفائی کروا کر ابھی آیا تھا، میں یہ سوال سُن کر بے حد حیران ہوا۔ میرے احساسات مجھے کسی انہونی بات کا پتہ دے رہے تھے، جس کی کچھ کچھ مجھے سمجھ بھی آ رہی تھی، مگر یقین نہیں آتا تھا۔ میں نے گھر کی صفائی وغیرہ کی کارروائی کسی کو نہ بتائی تھی۔ بہرحال میں نے مہمل سا جواب دیا۔ اُن کا معمول تھا کہ میں جب بھی باہر سے آتا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھے اپنے پاس پلنگ پر بٹھا لیتے۔ میں ان کی خدمت میں سلام عرض کرتا، دن بھر کی رپورٹ پیش کرتا کہ آج میں نے یہ یہ کام کیے ہیں۔ وہ ساری تفصیل سنتے مگر چونکہ اُن کو میری ضرورت رہتی تھی اس لیے کہہ دیتے کہ تم بہت وقت ضائع کرتے ہو! پھر مجھے حکم دیا کہ میں نے واش روم جانا ہے، وضو کرنا ہے اور نماز پڑھنی ہے۔ میں ان کو واش روم لے گیا ان کو وضو وغیرہ کروایا۔ کپڑے تبدیل کیے۔ بال وغیرہ بنائے اور بہترین طریقے سے تیار کر کے بیڈ پر دوبارہ لٹا دیا۔ اب انھوں نے نماز ظہر ادا کی۔

اس دوران والد صاحب نے مجھے بتایا کہ صبح ان کی طبیعت خاصی خراب ہوگئی تھی۔ میں نے اللہ سے دعا کر رکھی تھی اور اس کی قبولیت کا مجھے یقین بھی تھا کہ اے اللہ! میرے والد صاحب کو میری غیر موجودگی میں کچھ نہ ہو۔ اب سہ پہر تین بج چکے تھے۔ اُن کی طبیعت سخت ناساز ہونے لگی۔ معاً اُن کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ ہم سبھی والد صاحب کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر کلمہ پڑھنے لگے۔

اسی دوران مولانا اسحاق بھٹی صاحب اپنے ایک ساتھی پروفیسر محمد یحییٰ گوہڑوی کے ہمراہ تقریباً ساڑھے تین بجے تشریف لائے۔ بھٹی صاحب کے آتے ہی والد صاحب بالکل نارمل ہو گئے۔ انھوں نے عیادت کی اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد رخصت ہوگئے۔ اتنے میں مولانا فضل الرحمٰن بن محمد (خطیب جامع مسجد مبارک) تشریف لائے۔ اس وقت والد صاحب کی حالت انتہائی تشویشناک تھی۔ مولانا تا دیر والد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کلام اللہ پڑھتے رہے۔ اس دوران والدِ محترم کلمہ طیبہ اور ''اَللّٰهُمَّ ! الرَّفِيْقَ الْأَعْلٰی'' کا ورد کر رہے تھے۔ مولانا نے والد صاحب کو دَم کیا تو والد صاحب نے دو مرتبہ ''فضل الرحمٰن ! شکریہ'' کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بے تکلف الفاظ ادا کیے اور دوبارہ کلمہ طیبہ اور ''اللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْأَعْلٰی'' پڑھنا شروع کر دیا۔ مولانا فضل الرحمٰن تقریباً چھ بجے کے قریب چلے گئے۔

## سانحۂ ارتحال

۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو والد محترم کو سخت تکلیف تھی۔ مرض کی شدت نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ ہم سب بے بسی کی تصویر بنے دعاؤں اور التجاؤں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیا خبر تھی کہ آج کا دن ان کی زندگی کا آخری دن قرار پائے گا۔ دن بھر مشکل میں رہے۔ شام سوا چھ بجے کے قریب میں نے عرض کی کہ ابی جی! کیا آپ کو پیٹ میں درد ہے؟ جواب نفی میں دیا۔ میں نے پھر پوچھا: کیا ٹانگوں میں درد ہے؟ پھر نفی میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا کہ ابی جی! آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟ کہنے لگے: بیٹا! ''میری جان کنی ہو رہی ہے'' اُن کے لیے اِن الفاظ کی ادائیگی آسان تھی کیونکہ وہ تو اس حدیث کے مصداق تھے کہ جو اللہ سے ملنے کا آرزومند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے۔ مگر ابی جان کی زبان سے ان الفاظ کا سننا ہمارے لیے انتہائی دشوار تھا۔ میری بہن اِن الفاظ کی تاب نہ لاتے ہوئے یک دم اونچی آواز سے رو دی تو فوراً بولے: ''بالکل نہیں رونا یہ بہت گناہ کی بات ہے۔ بیٹا! حوصلہ کرو۔'' عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جان کنی کے وقت رخصت ہونے والے کو حوصلہ دیا جاتا ہے لیکن اس مردِ مومن کا یہ عالم تھا کہ وہ خود غم زدہ لواحقین کو حوصلہ مندی کی تلقین کر رہا تھا۔ زبان پر حوصلے سے لبریز الفاظ، چہرے پر قابلِ رشک اطمینان اور بدن پر سکون و سکینت کے آثار بتا رہے تھے کہ وہ موت سے خائف نہیں ہیں۔ وہ موت کے بعد اللہ کے حضور ''اعلیٰ رفاقت'' کے آرزومند ہیں۔

زبان پر کلمہ طیبہ اور ''اللّٰھُمَّ! الرَّفِیْقَ الْأَعْلٰی'' کے کلمات جاری تھے۔ وہ چند دنوں سے یہ کلمات بکثرت پڑھ رہے تھے۔ یہ حسنِ خاتمہ کی وہ سعادت ہے جو زندگی کی ساری پونجی دے کر بھی حاصل ہو جائے تو مہنگی نہیں۔

والد گرامی قدر نے زندگی بھر علم کی خدمت کی، دین سے محبت کی، قرآن و حدیث اور عربی و اسلامی علوم کو سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کی سطح پر بھی عام کیا، دینی علوم کی خدمت میں سرشار رہے، اسلامی افکار کو اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی صورت میں اجاگر کیا اور اسلامی تعلیم و تربیت میں زندگی کے شب و روز بسر کیے۔ انھی خدماتِ جلیلہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر بھی وہی الفاظ جاری کر دیے جو آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر آخری لمحات میں جاری تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسی دوران اُن کی روح بدن کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اور اس طرح آسمانِ علم کا یہ درخشندہ ستارہ اِس فانی دنیا کے اُفق سے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون

ان کا سانحہ ارتحال ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۶ صفر ۱۴۱۰ھ بروز جمعۃ المبارک، رات سوا سات سے ساڑھے سات کے درمیان پیش آیا۔ انھیں ان کی خواہش کے مطابق تجہیز و تکفین کے لیے مسجد مبارک سے متصل پرانے گھر میں لے جایا گیا۔

مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء کو صبح ۱۱ بجے جامع مسجد مبارک میں ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض مولانا فضل الرحمٰن بن محمد نے انجام دیے اور پھر اس پیکر علم و عرفان کو تقریباً بارہ بجے میانی صاحب کے قبرستان، بہاولپور روڈ عید گاہ کے سامنے، احاطہ مولوی سلطان احمد میں دفن کر دیا گیا۔ ہمارے خاندان کے اکثر بزرگ یہیں محوخواب ہیں۔

اللہ نے ہمارے والد گرامی کو زندگی بھر عربی و اسلامی علوم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی اور آخری لمحات میں کلمہ طیبہ اور ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی'' کہنے کی توفیق بخشی۔ ہمیں امید ہے کہ اس ذاتِ الٰہی نے انھیں ان اعلیٰ ہستیوں کی رفاقت بھی نصیب فرمائی ہوگی جسے وہ آخری وقت میں اللہ سے مانگ رہے تھے۔

## اخلاق و عادات ایک نظر میں

والد محترم پروفیسر عبدالقیوم انتہائی پاکیزہ، نیک اور اعلیٰ عادات کے مالک تھے۔ ان کا ذوق انتہائی اعلی تھا۔ نفاست کے دلدادہ اور سادگی پسند تھے۔ گھر میں انتہائی بے تکلفی سے رہتے تھے۔ ان سے جو بھی ملتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔

والد محترم میں غصہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ انتہائی پرسکون اور ٹھنڈے مزاج کے مالک تھے۔ مگر ارادے اور وعدے کے بہت پکے تھے۔ قوت فیصلہ بہت مضبوط تھی، صحیح فیصلہ کرنے کا ملکہ تھا۔ وہ الفاظ کو تول کر نوک زبان پر لاتے تھے، اس لیے اُن کے منہ سے کبھی بھی قابل اعتراض الفاظ نہیں نکلے۔ گفتگو انتہائی مختصر، جامع اور پرمغز ہوتی تھی۔

میرے والد محترم کا اپنے والدین کے ساتھ برتاؤ انتہائی مؤدبانہ تھا۔ وہ اپنے والدین کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ ان کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ برتتے۔ ہم اُن کے اس سلجھے ہوئے رویے اور مہذب آداب کے چشم دید گواہ ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والدین سے اچھے رویے اور اکرام و احترام کی توفیق بخشی۔ اللہ ہمیں بھی اپنی اولاد کی طرف سے ایسے رویے نصیب فرمائے۔

ان کے حسنِ ادب کا اندازہ کیجیے۔ ایک دفعہ وہ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ ان کی والدہ محترمہ (ہماری دادی جان) قریب کی کرسی پر آ کر بیٹھ گئیں جو پائنتی کی جانب تھی، تو وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے تاکہ والدہ کی جانب پاؤں نہ ہوں۔

ان کی اپنے والد محترم جناب منشی فضل دین صاحب مرحوم جو کہ خود ایک صاحب بصیرت عالم تھے، کے ساتھ اکثر اوقات علمی گفتگو ہوتی رہتی تھی، وہ ادب میں ڈھلی ہوئی زبان سے بطریقِ احسن دلائل پیش کرتے۔ جو عربی یا فارسی، نادر و نایاب کتب گھر میں ہوتیں ان سے حوالہ پیش کرتے اور استفادہ کرتے تھے۔

میرے دادا مرحوم منشی فضل دین کی اپنی ذاتی لائبریری میں بہت نادر اور نایاب کتب موجود تھیں۔

میرے والد مرحوم اپنے والدین سے بہت محبت کرتے اور ان کی بہت خدمت کرتے تھے۔ اپنے ماں باپ کی اطاعت کو فرض سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ آج میں ۸۰ سال کی عمر تک کسبِ معاش کر رہا ہوں تو یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مجھ پر میرے ماں باپ کی دعائیں سایہ فگن ہیں۔ والد محترم اپنے بہن بھائیوں سے انتہائی شفقت و محبت اور عزت و احترام سے ملتے اور تمام بہن بھائی بھی والد صاحب سے مل کر انتہائی محبت اور اَدب کا اظہار کرتے تھے۔ ان کا آپس میں ملنا اور گفتگو کرنا قابلِ رشک اور دیدنی ہوتا تھا۔

پروفیسر صاحب اکثر لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ والدین کی دیکھ بھال کرنا، ان کی بہتری، آسائش اور سہولت کا خیال رکھنا عین حکم ربانی اور سنت نبوی ہے۔ اس سے ہمارا پروردگار خوش ہوتا ہے اور ہزاروں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

ان کی زندگی اسلامی تشخص کی آئینہ دار تھی۔ وہ اپنی اہلیہ محترمہ، یعنی ہماری والدہ سے بڑی محبت اور عزت کا سلوک کرتے تھے۔ حدیث کا یہ سبق کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو گھر والوں کے لیے بہتر ہے، انھیں ازبر تھا۔ وہ ہماری والدہ کو ہمیشہ آپ کہہ کر بلاتے تھے۔ ان سے کبھی اونچی آواز میں نہیں بولتے تھے۔ ہمیشہ ان کے آرام کا خیال رکھتے۔ کبھی ایسی بات نہ کہتے جس سے وہ پریشان ہوں یا ان کی دل آزاری ہو۔ اول تو انھیں غصہ آتا ہی بہت کم تھا لیکن جب کبھی ان کو کسی بات پر غصہ آ جاتا تو فوراً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



استغفراللہ پڑھتے۔ اپنی لائبریری میں چلے جاتے، قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کر دیتے۔ دوبارہ ملاقات پر السلام علیکم کے بعد نارمل ہو جاتے۔

نمازِ فجر مسجد مبارک میں با جماعت پڑھتے اور بڑے شوق اور توجہ سے وہاں صبح کا درس قرآن سنتے تھے۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے گراؤنڈ میں سیر کرتے۔ واپسی پر گھر آ کر خود چائے بناتے۔ خود بھی پیتے اور والدہ کو بھی پلاتے۔ چائے پینے کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے۔ بعد ازاں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر کالج چلے جاتے۔ جن دنوں یونیورسٹی جاتے تھے تب بھی ان کا یہی معمول رہا۔

وہ انتہائی خوش لباس تھے۔ طالب علمی اور زمیندارہ کالج گجرات کے زمانے میں اچکن اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے اور جب لدھیانہ ہوشیار پور اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھاتے تھے، اس زمانے میں بڑا معیاری اور خوش نُما انگریزی لباس پہنتے تھے۔ سردیوں میں اکثر تھری پیس سوٹ ٹائی کے ساتھ اوور کوٹ زیب تن کرتے تھے اور گرمیوں میں ٹسر کا سوٹ اور ٹائی زیب تن کرتے۔ سر پر سولر ہیٹ اور ہاتھ میں چھتری پکڑتے تھے۔

وہ اپنی اولاد یعنی ہم بہن بھائیوں سے بڑی شفقت فرماتے۔ ان کی محبت ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ ہمارے بچوں سے بھی انھیں از حد پیار تھا۔ وہ چھوٹوں سے بہت پیارے انداز میں بڑی پیاری پیاری باتیں کرتے تھے۔ بچوں کو سمجھانے کی ضرورت پیش آتی تو اس انداز سے سمجھاتے تھے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی۔ ۲ جنوری ۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے، میری بیوی سے کہنے لگے کہ بیٹی! کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ سے شکایت کرے کہ میکے سے تو مجھے ساتھ لے کر آئی تھی مگر یہاں پر مجھے دیکھا تک نہیں۔ جب بھی کسی کو کوئی نصیحت کرتے تو ایسے احسن طریق اور ہمدردانہ انداز سے کرتے کہ سننے والے کو ہرگز برا محسوس نہ ہوتا بلکہ وہ عمل پر آمادہ ہو جاتا۔ میری بیوی کو اُن کے سمجھانے کا یہ انداز اس قدر بھایا کہ اُس نے اسی دن سے روزانہ قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کر دی اور ماشاء اللہ یہ مبارک سلسلہ تا حال (۲۰۲۱ء) جاری و ساری ہے۔

ان کی شفقت کی وجہ سے ہم سب بہن بھائیوں کی اولاد اپنے دادا اور نانا سے جلدی مانوس ہو جاتی۔ بچوں کو وہ موقع محل کی مناسبت سے پیاری پیاری کہانیاں سناتے۔ ان کی اکثر کہانیاں انبیاء علیہم السلام کے واقعات پر مشتمل ہوتی تھیں۔ وہ اخلاقی موضوعات کو کہانی کے انداز میں بیان کر کے تعمیر اخلاق کا فریضہ نبھاتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ اپنی اولاد سے ہمیشہ محبت اور الفت سے پیش آتے اور اسی بات کا تقاضا اپنے بچوں سے بھی کرتے تھے۔ گھر میں امن وسکون کا ماحول برقرار رکھتے۔ ریڈیو یا ٹیلی ویژن کبھی اونچی آواز میں نہ لگانے دیتے۔ نہ خود کبھی بلند آواز سے بولتے، نہ کسی کو بلند آواز سے بولنے دیتے۔

اکثر جب بھی پی۔ ٹی۔ وی پر (اس وقت صرف ایک ہی سرکاری ٹی وی چینل تھا) کوئی علمی گفتگو یا کوئی اچھا پروگرام آتا تو تلفظ اور ادا کی بے شمار غلطیاں نکالتے اور ڈائری پر نوٹ کرتے جاتے تھے۔

خاندانی تقاریب اور عام میل جول کے دوران میں بزرگوں اور چھوٹوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بڑوں سے ہمیشہ عزت و احترام سے پیش آتے اور ان کی بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے انتہائی ادب سے بات کرتے۔ اپنے خیالات ان کے گوش گزار کرنے کے لیے انتہائی مناسب الفاظ ادا کرتے۔ ہمارے خاندان کے بزرگ بھی ان کے اخلاق اور اسلوب گفتگو سے بہت مسرور اور متاثر ہوتے تھے۔

چھوٹوں سے کبھی ایسی بات نہ کہتے جس سے ان کی انا مجروح ہو۔ اگر کوئی نازیبا حرکت کرتا تو اسے تنہائی میں پیار اور شفقت سے سمجھا دیتے۔

اپنی روز مرہ گفتگو میں حصولِ برکت اور اثر پزیری کے لیے ضروری مواقع پر قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ نبویہ کا حوالہ دیتے تھے۔ قرآنِ پاک کا خاصا حصہ انھیں زبانی یاد تھا۔

## معاشرتی اقدار کا خیال

والد محترم ہمدردی اور غریب پروری کے خوگر تھے۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور غرباء کی مدد ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ غریب طلباء کی نہایت خاموشی سے مدد کرتے اور اُن کی فیسیں ادا کر دیتے تھے۔ وہ دوسروں کی مدد اس طرح کرتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پاتی۔ ہمسایوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے معاشرتی روابط اور اجتماعی تعلقات بہت وسیع تھے۔ لوگ دور دور سے ان سے ملنے آتے تھے اور وہ بڑی چاہت سے ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔

## صفائی ستھرائی کا اہتمام

والدِ محترم بہت نفیس انسان تھے، شروع ہی سے انتہائی صفائی پسند اور طہارت و نظافت کے دلدادہ تھے۔ بیماری کے دوران پیشاب کی حاجت زیادہ ہوتی تو اس کے بعد بستر ہی پر صابن سے ہاتھ دھو لیتے تھے، پھر تولیہ سے خشک کر کے وضو کر لیتے تھے۔ وہ جہاں بھی رہے وہاں کے ماحول کی صفائی ستھرائی کا ہمیشہ خاص خیال رکھا۔ سلیقہ شعاری ان کی گھٹی میں تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والد محترم نے تقریباً چھ ماہ بستر علالت پر بسر کیے۔ اس دوران ان کی صحت میں مد و جزر ضرور آئے، مگر وہ مکمل طور پر صحت یاب کبھی نہ ہوئے۔ اس دوران ان کی خدمت گزاری اور تیمارداری کرنے والے اقرباء کا تذکرہ بہت ضروری ہے:

والد صاحب کی بیماری کے دوران میں خدمت کرنے والوں میں ہماری والدہ محترمہ[1] کا نام سرفہرست ہے۔ انھوں نے اس چھ ماہ کے عرصے میں ایک مثالی وفا شعار بیوی کے طور پر اپنے عظیم خاوند کی خدمت کی اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ ہماری والدہ محترمہ ہی تھیں، جو رات بھر والد صاحب کے پاس بیٹھ کر جاگتی رہتیں۔ مرحوم کی جُملہ ضروریات کا خیال رکھتیں۔ بروقت ادویات دیتیں اور والد محترم کے لیے سہولت رسانی کا ہر آن دھیان رکھتی تھیں۔

میری بہنوں، بہنوئی صاحبان اور تینوں بھائیوں نے والد صاحب کی حتی المقدور بھرپور خدمت کی۔ میرے تینوں بھائی کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک مقیم تھے۔ اس کے باوجود وہ مہینے میں دو سے تین چکر بھی لگا لیتے تھے۔ لیکن جب آخری مرتبہ ان کی طبیعت اچانک بگڑی، تو انھیں بروقت اطلاع نہ دی جا سکی اور وہ والد صاحب کے سفر آخرت کے موقع پر حاضر نہ ہو سکے۔ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (یقیناً اللہ کے فیصلے انسانوں کے ارادوں پر غالب آ کر رہتے ہیں)

بیٹے، بیٹیوں اور اپنے داماد صاحبان کرنل ڈاکٹر حامد اور میجر ارشد کے ساتھ والد صاحب کو بڑی محبت تھی۔ والد صاحب ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ ریاض قیوم اور اعجاز قیوم سے بے حد پیار تھا۔ شاہد قیوم سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا جس میں خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ والد محترم کو شروع ایام میں تقریباً چھ ہفتے ریڈیو تھراپی کے لیے وہی لے کر جاتا رہا۔ (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

الغرض! گھر کے سبھی افراد نے مل جل کر والد صاحب مرحوم کی مقدور بھر خدمت کی، اسی لیے وہ ہم سب سے بے حد خوش تھے اور رضا مندی کی حالت میں خوشی خوشی اِس دُنیا سے رخصت ہوئے اور بیماری میں مسلسل سب کو ڈھیروں دعائیں دیتے رہے۔

ہمارے مشفق والد محترم ہم سے بچھڑ گئے، لیکن ان کی محبت بھری یادیں اور نصیحت آمیز باتیں آج بھی

---

[1] پروفیسر صاحب کی اہلیہ محترمہ، بی بی جان، ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۴۰ء میں وکٹوریہ گرلز ہائی سکول لاہور سے میٹرک کیا۔ پروفیسر صاحب کی وفات سے تقریباً ۱۰ سال بعد چند ماہ بیمار رہنے کے بعد ۲۱ فروری ۱۹۹۷ء کو وفات پائی۔ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پروفیسر صاحب کے پہلو میں احاطہ مولوی سلطان احمد بالمقابل عید گاہ بہاولپور روڈ لاہور، دفن ہوئیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہمارے دلوں میں محفوظ اور تازہ ہیں۔ ان کی نیکیوں بھری زندگی، علم و تحقیق سے والہانہ محبت، خانۂ خدا سے بھرپور تعلق اور عظیم مقصد کے حصول کی خاطر زندگی کے آخری لمحات تک مسلسل جدوجہد...... یہ سب ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اے اللہ! میرے والد محترم اور میری والدہ کو اپنی خصوصی رحمتوں سے آسودہ فرما۔ ان کے تمام گناہ معاف کر دے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُما وَارْحَمْهُما وَعَافِهِما وَاعْفُ عَنْهُما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمود الحسن عارف

# مشاہیر اہل علم کے خطوط

## (پروفیسر عبدالقیوم کے نام)

پروفیسر عبدالقیوم صاحب مرحوم اعلیٰ علمی اور فکری ذوق رکھتے تھے۔ ان کے اس علمی اور فکری ذوق کی تربیت مشہور محقق ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم نے کی تھی۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو وہ اس قافلہ علم وتحقیق کے آخری رہ نورد نظر آتے ہیں، جن کے علم وفضل کا شہرہ قیام پاکستان سے قبل بھی بام عروج پر تھا اور قیام پاکستان کے بعد بھی اس میں کمی نہیں ہوئی۔

ذاتی تحقیقات وتصانیف کے ساتھ ساتھ مرحوم کے بہت سے اہل علم کے ساتھ قلمی روابط تھے۔ اس فہرست میں برعظیم پاک وہند کے ممتاز فضلاء کے شانہ بشانہ بعض مستشرقین بھی شامل ہیں، جن کے ساتھ آپ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات فرماتے تھے۔

ویسے بھی پروفیسر صاحب اس خیال کے حامی تھے کہ مشرق ومغرب کے فضلاء کے مابین باہمی ربط وتعاون ہونا چاہیے، جہاں تک مستشرقین کی تنگ نظری اور ان کے متعصبانہ خیالات کا تعلق ہے، مرحوم چاہتے تھے کہ مسلم علماء کو انھی کی فکری اور تحقیقی سطح پر ان کے جوابات لکھنے چاہیں، تاکہ مغربی علماء کے مذموم پروپیگنڈے کا ازالہ ہو سکے۔

ممتاز اہلِ علم کے خطوط کے اس مجموعے میں بہت سے نامور اہل علم وفضل کے خطوط شامل ہیں، چونکہ یہ خطوط دو زبانوں یعنی اردو اور انگریزی میں ہیں، اس لیے ہم نے آسانی کے لیے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ا۔اردو خطوط

اس حصے میں حسب ذیل علماء کے خطوط شامل ہیں:

۱۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، سابق صدر شعبہ عربی و پرنسپل اورینٹل کالج و سابق چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ (ا۔خط)

۲۔ ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ، سابق چیئرمین شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور وسابق صدر شعبہ عربی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی۔ (۴۔خطوط)

۳۔ مولانا عبد القدوس ہاشمی، سابق صدر شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی وسابق جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان۔ (۵۔خطوط)

۴۔ ڈاکٹر ایس ایم زمان صاحب، ڈائریکٹر کمیشن برائے خواندگی وتعلیم عامہ پاکستان۔سابق وائس چانسلر علامہ اقبال یونیورسٹی (ا۔خط)

۵۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب، سابق وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ بہاولپور۔ (۲۔خطوط)

۶۔ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ، چیئرپرسن شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب۔ (ا۔خط)

[کل ۱۴ خطوط]

ان خطوط میں سے پہلے خط میں ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مرحوم ومغفور نے پروفیسر صاحب کو اپنے مکان، واقع اردو نگر میں ایک اجلاس میں شرکت کرنے کی دعوت دی ہے، جس میں پندرہویں صدی ہجری کے آغاز کے موقع پر ایک انگریزی کتاب کا خاکہ زیر غور آنا تھا۔

ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ نے اپنے پہلے خط میں اس آیت قرآنیہ کے متعلق استفسار کیا ہے جو نسلی امتیاز (Racial Discrimination) کے خلاف ہے، جبکہ دوسرے خط میں انھوں نے حضرت حسان بن ثابت کے تین اشعار کا ترجمہ بغرض اصلاح وترمیم ارسال کیا ہے۔ یہ تینوں اشعار ابن خلدون نے نقل کیے ہیں۔ تیسرے خط میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون Hadith Literature of India کا خاکہ بنا کر ارسال کیا ہے اور خواہش ظاہر کی ہے کہ پروفیسر صاحب مرحوم اس بارے میں ان کی رہنمائی فرمائیں۔ چوتھے خط میں ڈاکٹر محمد عنایت اللہ نے انگریزی زبان میں ایک ایسی کتاب لکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے جو عربی زبان وادب کے تاریخی اور لسانی پہلوؤں پر پوری طرح حاوی ہو اور اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے کرنے کے کام ایک ایک کر کے مستشرقین کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ بالا موضوع پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مسٹر Chejne کی ایک کتاب: The Arabic Language Its Role in History کا ذکر کیا ہے، جو امریکہ کے شہر Menneagohis سے طبع ہوئی ہے۔

مولانا عبدالقدوس نے اپنے پہلے مکتوب میں ''تاریخ ادبیات برصغیر پاک و ہند'' کے لیے ان کو تفویض کردہ مقالے کے سلسلے میں واضح ہدایات جاری کرنے کی خواہش کی ہے۔ دوسرا خط بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس میں انھوں نے تحریر کیا ہے کہ انھیں جو عنوان دیا گیا ہے اس میں ابہام پایا جاتا ہے، جبکہ خط کے آخری پیراگراف میں انھوں نے "الثقافة الاسلامية في الهند" اور فہرست کتب خانہ بانکی پور انھیں ارسال کیے جانے کی درخواست کی ہے۔ تیسرا خط بھی اسی سلسلے میں تحریر کیا گیا ہے، اس میں بھی مولانا عبدالقدوس صاحب نے متعلقہ موضوع پر مواد نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا ہے اور پروفیسر صاحب سے تعاون چاہا ہے۔

مولانا نے چوتھا مکتوب اس وقت لکھا جب ان سے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے علم سوانح نگاری اور علم لغت نویسی پر مقالات لکھنے کی درخواست کی گئی تھی، اس موقع پر انھوں نے پروفیسر صاحب سے رہنمائی چاہی۔ مولانا نے آخری خط پروفیسر صاحب کو مکہ مکرمہ سے اس وقت لکھا جب وہ وہاں تین ماہ کے لیے بغرض زیارت و مناسک حج تشریف لے گئے تھے۔

ڈاکٹر شیر محمد زمان نے اپنے گرامی نامہ میں پروفیسر صاحب مرحوم کو مع اہلیہ حج و عمرہ کرنے پر مبارکباد دی ہے اور اس بات پر ان کا شکریہ ادا کیا ہے کہ مرحوم نے اپنے سفر حرمین میں اپنی دعاؤں میں انھیں یاد رکھا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے دونوں مکتوبات اس زمانے کے ہیں جب وہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے وائس چانسلر تھے۔ ڈاکٹر صاحب وائس چانسلر بننے سے قبل تقریباً سترہ، اٹھارہ برس تک شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بطور سیکرٹری کام کرتے رہے، اس لیے پروفیسر صاحب اور ان کے مابین خوشگوار تعلقات قائم تھے۔ اپنے اس خط میں انھوں نے بہاولپور شہر کی فضا اور اس کے ماحول پر تبصرہ کیا ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ گزرے ہوئے خوشگوار لمحات کی یادوں کو تازہ کیا ہے۔ جبکہ دوسرے مکتوب میں انھوں نے پروفیسر عبدالقیوم کے بھائی پروفیسر عبدالحی کی وفات پر ان سے تعزیت کی ہے۔

اس سلسلے کا چودھواں مکتوب ڈاکٹر جمیلہ شوکت کا ہے جو فی الوقت شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی چیئرپرسن اور پروفیسر صاحب مرحوم کی ذہین اور لائق شاگرد ہیں، ڈاکٹر صاحبہ نے کیمبرج یونیورسٹی سے مسند ابن راھویہ کے مخطوطہ کو مرتب اور ایڈٹ کر کے ڈاکٹریٹ حاصل کی ہے۔ اپنے اس گرامی نامہ میں انھوں نے مستشرقین کی تنگ نظری اور تعصب کا رونا رویا ہے اور پھر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے علم حدیث اور تفسیر سے متعلق مقالات لکھنے کی خواہش کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۲۔ انگریزی خطوط

پروفیسر صاحب مرحوم خود بھی انگریزی زبان کے ماہر تھے اور انگریزی لکھنے پڑھنے والوں اور مستشرقین سے قلمی رابطہ بھی رکھتے تھے، یہ خطوط اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔

ان میں سے پہلا خط پروفیسر صاحب کے استاد گرامی ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کا ہے، جنھوں نے پروفیسر صاحب کو لائیڈن سے طبع ہونے والے Encyclopaedia of Islam کے ترجمہ کی دعوت دی ہے۔ جبکہ کیمبرج کے ڈاکٹر ایف کرنکو (Dr.F.Krenkow) نے ''لسان العرب'' کے شعراء اور قوافی کا اشاریہ ارسال کرنے پر پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے اور اس بارے میں اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔

دوسرا گرامی نامہ بھی اسی سلسلے میں ہے، اس میں ڈاکٹر کرنکو نے اپنے اسی قسم کے کام کا ذکر کیا ہے اور اتنے مفید کام پر پروفیسر صاحب کو مبارکباد دی ہے۔ جبکہ تیسرے خط میں ڈاکٹر کرنکو نے پروفیسر صاحب کو اپنے مذکورہ کام کی ایک کاپی ارسال کرنے کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے تیس برس قبل کیا تھا۔ اس خط کے آخر میں ڈاکٹر کرنکو نے لکھا ہے کہ بے شمار علماء آپ کے اس کام پر آپ کے مدح خواں رہیں گے۔

ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ نامور سندھی علماء میں سے تھے، انھیں ان کی خدمات پر حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اپنے پہلے خط میں انھوں نے پروفیسر صاحب کی جانب سے بطور ممتحن ایم۔اے کا پرچہ بنانے پر اظہار خیال کیا ہے، جبکہ دوسرا خط بھی امتحانات سے متعلق ہے۔

جبکہ پروفیسر جان ہیوڈ (John Haywood) نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے لکھے گئے اپنے چند مقالات کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں جامعہ پنجاب کی طرف سے مسٹر میر ولی خان کے تحقیقی مقالے ''بایزید انصاری کی مقصود المومنین کا تنقیدی مطالعہ'' (A Critical Study of the Maqsood-ul-Muminin of Bayazid Ansari) کا بیرونی ممتحن بننے پر رضا مندی ظاہر کی ہے۔ جبکہ خط کے آخر میں اپنی ایک شاگرد ''مس رفعت حسن'' کے کیمبرج سے پی ایچ ڈی کرنے اور جامعہ پنجاب میں بطور استاد تعینات ہونے کا ذکر کیا ہے۔

ہالینڈ کے ڈاکٹر بلیون کا خط پروفیسر صاحب سے ان کی ملاقات کی یادوں کو تازہ کرتا ہے، اس خط میں ڈاکٹر بلیون نے اپنے تصنیفی و تحقیقی کام کا ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جبکہ آخری خط امریکہ کی یونیورسٹی اکرن(Akran) کے ایک استاد ڈاکٹر کنٹا گپتا (Dr.Kanta Gupta) کا ہے جو وائس چانسلر صاحب کے نام ہے۔ جس میں انھوں نے اپنے استاد پروفیسر عبدالقیوم سے نصف ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ وائس چانسلر صاحب سے یہ خط پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے پاس پہنچا۔

مختصر طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس حصے میں کل نو خطوط ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | ڈاکٹر مولوی محمد شفیع | ۱ خط |
| ۲۔ | Dr. F. Krenkow (کیمبرج) | ۳ خطوط |
| ۳۔ | شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ | ۲ خطوط |
| ۴۔ | Prof. John Haywood (ڈرہم) | ۱ خط |
| ۵۔ | Prof. J.M.S Baljon (ہالینڈ) | ۱ خط |
| ۶۔ | Dr. Kanta Gupta (امریکہ) | ۱ خط |
| | | [کل ۹ خطوط] |

ان خطوط کے متون آخر کتاب میں انگریزی حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اردو خطوط، پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے نام

## ا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کا خط

(ایم۔ اے، ایم او ایل، ڈی لٹ)

وولنر ہال، پنجاب یونیورسٹی

شارع قائداعظم، لاہور

۱۱۔ مارچ ۱۹۷۸ء

محترم و مکرم السلام علیکم، مزاج شریف

وزارت امور مذہبی کے لیے اسلام کی پندرہویں صدی کے آغاز کے موقع پر ایک مربوط و مضبوط کتاب انگریزی میں مرتب کرنی مقصود ہے اور مختلف حضرات اس کا ایک ایک باب لکھ کر دیں گے۔ کتاب کا مفصل خاکہ منسلک ہے۔ اس پر غور کرنے کے لیے منتخب اہل علم کی ایک میٹنگ بروز جمعہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء کو دس بجے صبح اپنے مکان واقع اردو نگر میں میں نے بلائی ہے۔

آپ سے بھی التماس ہے کہ آپ اس میٹنگ میں ضرور بالضرور شرکت فرمائیں تاکہ آپ کے قیمتی مشورے سے استفادہ کیا جا سکے اور ایک مکمل خاکہ حکومت کو بھجوایا جا سکے۔ والسلام!

منسلک: تجویزی خاکہ بخدمت شریف — نیاز مند

جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب — (سید عبداللہ)

سینئر مدیر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۲۔ڈاکٹر عنایت اللہ کے خطوط

## مکتوب نمبر۔۱

۱۲جیل روڈ، لاہور(۴)

۸۔اکتوبر ۱۹۶۹ء

عزیزم پروفیسر عبدالقیوم صاحب دام لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

چند روز ہوئے سید (عبداللہ) صاحب کی طرف سے تعارف نامہ کا ایک نسخہ ملا تھا اور اس کے ساتھ ایک خط بھی ملفوف تھا، جس کا میں نے جواب دے دیا تھا اور لکھا تھا کہ مجھے اس کی ایک کاپی آپ کی معرفت بھی پہنچ چکی ہے۔امید ہے کہ سید صاحب کو میرا جواب موصول ہو گیا ہوگا۔

یہ عریضہ ایک خاص غرض سے لکھ رہا ہوں وھو ھذا: اسلامی معاشرہ نسلی امتیاز (Race feeling) سے مبرا ہے، لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ اسلامی اصول آخر قرآن کی کون سی آیت یا رسول اکرم ﷺ کی کون سی حدیث پر مبنی ہے۔ میں نے اس ضمن میں پروفیسر Wensinck کے معروف حدیث کے انڈکس کی طرف رجوع کیا۔ اس میں Race کے تحت مسند احمد بن حنبل کا صرف ایک حوالہ بایں الفاظ No race has superiority above the other, مسند احمد بن حنبل vol, v, p. 411 درج ہے۔افسوس کہ میرے پاس مسند موجود نہیں، لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ براہ کرم مسند کی طرف رجوع کر کے مجھے یہ حدیث نقل کر کے بھیج دیں۔ مجھے اپنے ایک مضمون کے سلسلے میں اس کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ اسی مضمون کی اور احادیث کا اگر آپ کو علم ہو تو ان سے بھی آگاہ فرما دیں، عین نوازش ہوگی۔تمام احباب کو سلام پہنچے۔

امید آنکہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

والسلام: مخلص، عنایت اللہ

پروفیسر ویلسنک کے انڈکس کا پورا عنوان یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*A hand book of Early Muhammad Traditions*

جس کا عربی میں بھی" مفتاح کنوز السنة" کے نام سے ترجمہ ہو چکا ہے۔

اس خط پر پروفیسر صاحب نے حسب ذیل نوٹ لکھا ہوا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳/۴۹)

﴿ يَـاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ (النساء:۱/۴)

﴿ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ (الاعراف:۱۸۹/۷)

## مکتوب نمبر۔۲

۱۲ جیل روڈ لاہور ۱۴۔ جولائی ۱۹۶۰ء

عزیز محترم پروفیسر عبدالقیوم صاحب!

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں ذیل کے اشعار نقل کیے ہیں جو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آل جفنہ، یعنی بنو غسان کی مدح میں کہے تھے:

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ نَادَمْتُهُمْ ‏ يَوْماً بِجِلقٍ فِي الزَّمَانِ الأوَّلِ
أوْلادُ جَفْنَةَ حَوْلَ قَبْرِ أبِيهِمُ ‏ قَبْرَ أبْنِ مَارِيَةَ الْكَرِيمِ الْمُفَضَّلِ
يَغْشَوْنَ حَتّٰى مَا تَهِرُّ كِلَابُهُمْ ‏ لا يَسْأَلُوْنَ عَنِ السَّوَادِ الْمُقْبِلِ [1]

میں نے ان ابیات کا مفہوم ذیل کے الفاظ میں لکھا ہے۔ لفظی ترجمہ نہیں ہے، اسے Paraphrase کہنا چاہیے۔

۱۔ کیا ہی خوب تھے وہ لوگ جن کا میں ندیم رہا، جلق کے مقام پر زمانہ گزشتہ میں۔

۲۔ وہ جفنہ کی اولاد ہیں جن کے مورث اعلیٰ کی قبر کے گرد ابن ماریہ کی قبر ہے جو بڑا کریم اور سخی تھا۔

۳۔ وہ ایسے مہمان نواز ہیں کہ ان کے کتے بھی ان مہمانوں پر نہیں بھونکتے، جو ان کے ہاں جوق در جوق آیا کرتے ہیں۔

[1] تاریخ ابن خلدون دار احیاء التراث العربی بیروت کی دو رنگہ طبع: ج ۲، ص ۲۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان ابیات کے مجوزہ ترجمہ کے بارے میں آپ کا مشورہ مطلوب ہے۔ مجھے یہ ابیات حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس دیوان میں نہیں ملے جو مولوی فیض الحسن صاحب[1] نے مدت ہوئی لاہور میں چھپوایا تھا۔

شاید برقوقی نے ان اشعار کی شرح کی ہو مگر اس کی شرح سر دست پیش نظر نہیں۔

آپ چند دن تک بذریعہ ڈاک مجھے اپنی رائے سے مطلع کریں، عین نوازش ہوگی۔

والسلام: نیاز مند

عنایت اللہ

## مکتوب نمبر۔۳

جامعہ اسلامیہ، بہاولپور ۹۔ جنوری ۱۹۶۳ء

عزیز پروفیسر عبدالقیوم صاحب!

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ پروفیسر گِب[2] کے اعزاز میں علمی مقالوں کا ایک مجموعہ شائع ہو رہا ہے اور اس سلسلے میں مجھے بھی ایک مضمون ارسال کرنے کی دعوت آئی ہے، میرا ارادہ ہے کہ Hadith Literature of India کو اپنا موضوع بناؤں۔ مولوی عبدالرشید صاحب نعمانی[3] ہمارے جامعہ میں ہیں، ان سے جو گفتگو ہوئی اس کے بعد میری رائے یہ قرار پائی ہے کہ اس مضمون کو حسب ذیل عنوانوں کے تحت لکھا جائے:

A. Commentaries on Hadith Collections

---

[1] مولانا فیض الحسن سہارنپوری ۱۸۱۶ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے، عربی ادب میں نامور ہوئے اور متعدد کتب تصنیف کیں، ۱۸۷۰ء سے اپنی وفات تک اورینٹل کالج کے شعبہ عربی میں مدرس اور سربراہ رہے، گورنمنٹ کالج میں بھی پڑھاتے رہے، اورینٹل کالج کے ماہانہ عالمی مجلّہ شفاء الصدور کے ایڈیٹر بھی تھے، انھوں نے ۶ فروری ۱۸۸۷ء کو لاہور میں وفات پائی اور ان کی میت بذریعہ ریل گاڑی سہارنپور پہنچائی گئی۔

[2] ہملٹن گِب ۲ جنوری ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے، لندن اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں عربی اور اسلامیات کے لیکچرار رہے، مشہور مستشرق تھے، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ان کی وفات ہوئی۔

[3] مولانا عبدالرشید نعمانی ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کو جے پور میں پیدا ہوئے، کراچی کے ایک دینی مدرسہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث رہے، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ اسلامیات میں لیکچرار رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۲ اگست ۱۹۹۹ء کو کراچی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



B. Persian & Urdu Translations of Hadith Collections

C. Publications of Hadith Literature in India

D. Other relevant Literature.

E. The influence of Ahl e Hadith movement on the study and growth of Hadith Literature in India.

آپ براہ کرم ان تمام امور پر غور فرمائیں اور میری رہنمائی فرمائیں۔

Pakistan Linguistic Group کی ایک کانفرنس لاہور میں ہو رہی ہے۔ میں ان شاء اللہ آج شام کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور آپ سے جمعہ کو سہ پہر کے وقت ملنے کی کوشش کروں گا۔ اگر جمعہ کو نہ آسکا تو ہفتہ کے روز حاضر ہوں گا۔

اس اثناء میں آپ اس مضمون کے متعلق سوچ چھوڑیں اور اس کے متعلق جو مقالات یا کتابیں آپ کے ذہن میں ہوں ان کے نام بھی قلم بند کر رکھیں، عین نوازش ہوگی۔ والسلام

خیر اندیش

عنایت اللہ

## مکتوب نمبر۔۴

عزیزم پروفیسر عبدالقیوم صاحب دام لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کو غالباً یاد ہوگا کہ آپ نے مجھ سے مسٹر Haywood (ڈرہم یونیورسٹی) کی کتاب Arabic Lexicography [۱] مستعار لی تھی، امید ہے کہ آپ نے اسے دیکھ لیا ہوگا، میں آج کل ایک کتابچہ Why we learn the Arabic language. پر نظر ثانی کر رہا ہوں۔ شیخ محمد اشرف [۲] اس کا تیسرا ایڈیشن طبع

۱۔ شیخ محمد اشرف نے Arabic English Lexicon آٹھ جلدوں میں عربی کا عمدہ لغت بھی شائع کیا ہے جو کہ Edward William Lane کی تصنیف ہے۔

۲۔ شیخ محمد اشرف ۱۹۰۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، اسلامی کتب کی اشاعت سے وابستہ ہوئے، مسلم لیگ ہائی سکول کے بانی تھے، انھوں نے ۹ مئی ۱۹۸۰ء کو وفات پائی اور بیبیاں پاک دامناں قبرستان لاہور میں دفن کیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کررہا ہے، جس کے لیے پروفیسر گب نے ایک Foreword بھی تحریر کیا ہے جو کتاب کے نئے ایڈیشن میں شامل ہو رہا ہے۔ مجھے مسٹر Haywood کی کتاب اس نظر ثانی کے سلسلے میں درکار ہے۔

کچھ عرصہ بے کار رہنے کے بعد میں نے لکھنے پڑھنے کا کام دوبارہ شروع کر رکھا ہے۔ انگریزی میں جو مقالات وقتاً فوقتاً لکھے تھے ان کو جمع کر کے ان پر نظر ثانی کر رہا ہوں، تاکہ ان کو ایک مجموعہ کی صورت میں چھاپ دیا جائے۔ اس کے بعد میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر توفیق خداوندی شامل حال رہے تو عربی زبان پر ایک مستقل کتاب تالیف کی جائے جس میں اس کے تاریخی اور لسانی پہلوؤں پر تمام ضروری معلومات جمع کر دی جائیں۔

مجھے ابھی ابھی ایک مغربی تاجر کی کتب کی فہرست سے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر Chejne نے ایک کتاب عربی زبان پر ذیل کے عنوان سے لکھی ہے The Arabic Language : Its Role in History: جو امریکہ کے شہر Menneagohis سے طبع ہو کر حال ہی میں یعنی اسی سال شائع ہوئی ہے۔ صفحات کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ افسوس ہے اور رشک آتا ہے کہ جو کام ہمارے کرنے کا تھا وہ دوسرے لوگ سرانجام دے رہے ہیں۔ جو کام میرے پیش نظر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مذکور اسے ایک حد تک انجام دے چکے ہیں۔

لیکن اس سے میری ہمت افسردہ نہیں ہوئی، کیونکہ مصنف مذکور نے صرف تاریخی پہلو کو لیا ہے، لیکن میرے پیش نظر لسانی پہلوؤں کے علاوہ اور موضوعات بھی ہیں۔ دوسرے مسائل زیر بحث کے متعلق ہر ایک کا نقطۂ نظر قدرے الگ ہوتا ہے اور مزید کام کرنے کی گنجائش ایک حد تک باقی رہتی ہے۔

اس سلسلے میں ان شاء اللہ آپ سے مشورہ اور استفادہ ہوتا رہے گا۔ والسلام

مخلص عنایت اللہ

الراجی الی رحمۃ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۳۔ مولانا عبدالقدوس کے خطوط[1]

## مکتوب نمبر۔ ا

شعبۂ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی ۱۸۔ جون ۱۹۶۹ء

محترمی ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا، اس کے جواب کے انتظار میں ہوں۔ کل جناب فیاض محمود[2] کا ایک والا نامہ آیا تھا جس میں آپ کے ان سے ملنے اور کتابوں کے سلسلے میں گفتگو کرنے کا تذکرہ تھا۔ میں اس کا جواب ان کو دے رہا ہوں۔

ان کے خط کے ساتھ جو کاغذات منسلک تھے اس نے کچھ ابہام پیدا کر دیا۔

ازراہ کرم آپ ان کے دفتر میں ان کاغذات کی نقل دیکھ لیجئے (وہ سائیکلوسٹائل کاغذات ہیں) اور جوان کا پہلا خط آیا تھا اس کی نقل بھیج رہا ہوں اُسے بھی اس کے ساتھ ملا لیجئے اور مجھے مقالوں کے واضح خطوط کے بارے میں مشورہ دیجیے۔ والسلام

سید صاحب[3] کو بھی السلام علیکم عرض ہے۔

محمد عبدالقدوس

---

۱۔ مولانا عبدالقدوس ۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء کو ضلع نوشہرہ میں پیدا ہوئے، پشاور یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے صدر رہے، وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۱۴ مئی ۱۹۸۸ء کو نوشہرہ میں وفات پائی۔ اورینٹل کالج کی سابقہ اشاعت میں ان کے نام کے ساتھ مسلسل ہاشمی لکھا گیا ہے، جبکہ مولانا عبدالقدوس ہاشمی دیگر شخصیت ہیں جن کی پیدائش ۱۹۱۱ء کو صوبہ بہار میں اور وفات ۲۶ جنوری ۱۹۸۹ء کو کراچی میں ہوئی، ہمارے صاحب تذکرہ مولانا عبدالقدوس جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر قاضی حسین احمد کے بڑے بھائی تھے۔

۲۔ یہ گروپ کیپٹن سید فیاض محمود ہیں جن کی پیدائش ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو شملہ میں ہوئی، موصوف جامعہ پنجاب کی تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند کے پراجیکٹ ڈائریکٹر تھے جس کی ایک جلد کی خصوصی ادارت کے فرائض پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے انجام دیے، یہ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے، انھوں نے یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ مراد ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## مکتوب نمبر۔۲

شعبۂ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی ۱۸۔ جون ۱۹۶۹ء

محترمی..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والا نامہ موصول ہوا۔ شکریہ۔

جو کاغذات والا نامہ سے منسلک ہیں۔ ان میں کچھ ابہام ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ اس جلد سے متعلق تمام ایسے کاغذات بھیج دیں خواہ مغلیہ کے دورِ عروج کے علاوہ دوسرے ادوار سے بھی متعلق کیوں نہ ہوں۔ آپ کے پہلے والا نامہ سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ باب پنجم کن فصول پر مشتمل ہوگا۔ جن میں سے فصل اوّل ۱۵۲۶ تا ۱۶۰۵ اور فصل دوم ۱۶۰۵ تا ۱۷۰۷ دو فصول مجھے لکھنی ہیں۔

اس خاکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باب پنجم ۱۵۲۶ تا ۱۷۰۷ پر مشتمل ہے اور اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اوّل تمہیدی اور حصہ دوم تفصیلی۔

پھر تمہیدی حصہ ص ۱ تا ص ۳ کے خاکہ کے مطابق یا ص ۸ تا ص ۱۰ کے خاکہ کے مطابق (یا پھر ص ۱ تا ص ۳ کو پیش نظر رکھ کر ص ۸ تا ۱۰ کے خاکہ کے مطابق) تحریر ہونا ہے اور حصہ دوم صدی وار۔

حوالہ کی کتابوں میں الثقافة الاسلامية في الهند[1] اور بانکی پور لائبریری کی وہ فہرست جو ۲۰ جلدوں میں انگریزی میں چھپی ہوئی ہے اگر لائبریرین پشاور یونیورسٹی لائبریری کی معرفت بھجوا دیں تو سہولت ہو جائے گی۔

والسلام

محمد عبدالقدوس

اس خط پر شعبہ تاریخ ادبیات کے ایک سکالر، ڈاکٹر عبدالغنی (م ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء) جو بعد میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بطور مدیر کام کرتے رہے، نے حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

---

[1] ''الثقافة الاسلامية في الهند'' علامہ عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ـ۱۲۸۶ھ) صاحبِ نزہۃ الخواطر کی تصنیف لطیف ہے جو وسعتِ معلومات میں شاندار ہے، مجمع علمی عربی دمشق کی جو اشاعت ۱۹۵۸ء کو ظہور پذیر ہوئی، اس پر پروفیسر عبدالقیوم کی سیدھی دو لائنوں میں بنی ہوئی انگریزی مہر لگی ہوئی ہے، اس کی فوٹو کاپی دار المعارف میں موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مکرمی جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب! سلام مسنون

مطلوبہ کاغذات حافظ صاحب کو بھیج دیے گئے ہیں، خط کی نقل لف ہٰذا ہے۔ بندہ عبدالغنی۔

## مکتوب نمبر۔۳

پشاور جون ۱۹۶۹ء

محترمی ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

پہلا والا نامہ پہنچا تو میں نے جلدی میں کہیں سنبھال کر رکھ دیا۔ اب کئی دن سے ڈھونڈ رہا ہوں ملتا نہیں۔ اسی دوران میں آج آپ کا دوسرا والا نامہ پہنچا۔ اسے پڑھ کر میز پر رکھ دیا کہ جواب دوں مگر دوسرے کاموں کے ہجوم میں دفتر سے نکل آیا اور وہ والا نامہ اسی طرح پڑا کا پڑا رہ گیا۔ اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ جواب لکھنا پھر بھول جاؤں۔ یہ خط بھائی کی دوکان سے لکھ رہا ہوں۔ انجمن تاریخ کے لیے مضمون لکھنے کی فکر میں ہوں۔ بنگال پر مواد نہیں ملتا۔ ڈاکٹر سراج الحق صاحب اور ڈاکٹر اسحاق کو خطوط لکھے تھے۔ غالباً ان دنوں ڈاک والوں کی ہڑتال تھی۔ جواب نہیں ملا آپ اس سلسلے میں کچھ رہنمائی فرما سکیں تو ضرور کیجیے۔

**الثقافة الاسلامية في الهند** کی تلاش ہے۔ ہمارے ہاں یہ کتاب نہیں، آپ کے پاس ہو تو بھجوا دیجیے۔ اسی طرح ''شیرانی خزانہ'' کی وہ فہرست بھی اور اکسیر فی اصول التفسیر بھی۔

ڈاکٹر زبید احمد کی کتاب کا پہلا ایڈیشن ہمارے کتب خانہ میں ہے، اگر نیا ایڈیشن کچھ بدلا ہوا ہو تو اطلاع دیجیے منگوالوں گا۔ بانکی پور لائبریری اور لاہور لائبریری کی فہرستیں بھی اس سلسلے میں مفید نظر آتی ہیں۔ وہ بھی لائبریری کی وساطت سے چند دن کے لیے منگوالوں گا۔

انجمن تاریخ اس سلسلے میں میری یہ مدد کرے کہ میں اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی لائبریری کی وساطت سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو لکھوں گا اور انجمن تاریخ کو اس کی کاپی بھجوا دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب پھر یہ مدد فرمائیں کہ یہ فہرستیں جلدی بھجوا دیں۔ النور السافر[1] اور الکواکب السائرة[2] کسی کے ہاں ہو تو

---

[1] الشیخ محی الدین العیدروس (م ۱۰۳۸ھ) کی کتاب جو دسویں صدی ہجری کے احوال پر مشتمل ہے، اس کا پورا نام ''النور السافر فی اخبار القرن العاشر'' ہے۔

[2] نجم الدین محمد الغزی (م ۱۰۶۱ھ) کی کتاب ''الکواکب السائرة بأعیان المائة العاشرة'' دسویں صدی ہجری کے ناموران کے تذکروں پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پتہ دے دیجئے، ممکن ہے اس میں کوئی مواد مل جائے۔ رجال السند والہند کی دھوم سنی ہے، مگر کتاب مطالعہ سے نہیں گزری، ممکن ہے وہ بھی مفید پڑ جائے۔

زیادہ مواد تو نزہۃ الخواطر[1] میں ہے۔ مگر تصنیفات کا صحیح پتہ فہرستوں سے چلتا ہے کیونکہ ہمارے گزشتہ علماء عموماً فارسی بلکہ اردو میں کتابیں لکھتے تھے اور ایسی شاندار عربی میں ان کے نام تجویز کرتے تھے کہ نادان وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا کہ یہ کتاب عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں ہوگی۔ آج جب کتاب نظر سے نہ گزری ہو، نزہۃ الخواطر سے اندازہ لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔

بنگال سے متعلق یہ بھی ایک تجویز ہے کہ عربی کتابوں کے کچھ حوالے دیے جائیں جو غالباً بنگال میں ہندوستان کے دوسرے حصوں کی نسبت زیادہ ہیں۔

بہرحال میرا خیال تو یہ تھا کہ میں مئی یا جون کے وسط تک اس کام کو سنبھال سکوں گا، اب خیال پڑتا ہے کہ شاید وقت کچھ زیادہ لگ جائے۔

اگر ڈاکٹر صاحب کی طرف سے یاددہانی نومبر میں ہوجاتی تو طلبہ کی ہڑتالوں کی وجہ سے جو فراغت ملی تھی وہ اس مصروفیت میں گزار دی جاتی۔ درحقیقت میرے پاس جو مواد تھا وہ تو اپنے شوق سے مہیا ہوا تھا۔ ورنہ عربی کانفرنس کے موقع پر جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی سرسری تھی اور اس کے بعد کسی نے بتایا ہی نہیں کہ میرے ذمہ بھی اس سلسلے میں کوئی کام لگایا گیا ہے۔

والسلام، خادم

محمد عبدالقدوس

## مکتوب نمبر۔۴

محبّ مکرم، زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

---

[1] علامہ عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱۔۱۲۸۶ھ) کی "الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الأعلام "رجال ہند پر بڑی شاندار کتاب ہے جو نزھۃ الخواطر کے نام سے مشہور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والا نامہ آج ملا، شکریہ۔ پہلے والا نامہ کا شکریہ بھی ادا کرنا تھا۔ آپ نے العجاج کی تدوین السنۃ[1] کا نام لکھا تھا۔ وہ کتاب ہمارے ہاں پہلے آگئی تھی۔ اس کا موضوع تدوین ہے اور سنت والے مقالہ میں تدوین سے لکھا متعلق مباحث شامل نہیں کیے گئے۔ میں اب کے مکتبہ علمیہ گیا تو ان کے ہاں "المحدث الفاصل"[2] ملی جو ساتھ لیتا آیا، اس پر عجاج صاحب ہی کا حاشیہ ہے۔ بہت دلچسپ کتاب ہے۔

آپ کی طرف سے مجھے علم سوانح نگاری اور علم لغت نویسی پر مقالات لکھنے کی پیش کش کی گئی ہے، جن پر کام جاری ہے۔ اس میں مجھے دو دقتیں پیش آرہی ہیں، ایک یہ کہ ترکی میں سوانح نگاری اور لغت نویسی بھی اس مقالہ کا حصہ ہوگا اور میں اس بارے میں بے دست و پا ہوں۔

دوسری دقت یہ ہے کہ علم تاریخ پر جو مقالہ تاریخ ہی کے ضمن میں آچکا ہے اس میں سوانح نگاری پر بھی مواد موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مقالہ ذرا اس سے مختلف اور انوکھے رنگ میں ہو۔ دونوں امور میں آپ کی راہ نمائی کی ضرورت ہے۔

شاہد اور زبیر کو دعا و پیار۔

والسلام

محمد عبدالقدوس

## مکتوب نمبر۔۵

| | |
|---|---|
| مکۃ المکرمۃ۔ الاجیاد | ۳۰۔شوال المکرم ۱۳۹۴ھ |
| بر بلیلہ عمارۃ الشریف، شرف رضا | ۱۴۔نومبر ۱۹۷۴ء |

محترمی زیدت معالیکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں رمضان المبارک کے آخر میں تین مہینے کے لیے حجاز چلا آیا۔ یہ سفر غنیمت بارد تھا، اس لیے تمام

---

[1] محمد العجاج الخطیب کی کتاب کا مکمل نام "السنۃ قبل التدوین" ہے، موصوف نے متعدد کتب تصنیف کیں اور کئی کتب پر حواشی لکھے، سعودی عرب کے کئی سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔

[2] ابو محمد حسن بن خلاد رامہرمزی (م ۳۶۰ھ) کی اُصول حدیث پر مشہور کتاب جس کا مکمل نام "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" ہے، یہ اس فن کی پہلی باقاعدہ کتاب قرار دی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



باقی پروگرام بے انتظام وانصرام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آپ کو وہاں سے بھی اطلاع نہ دے سکا اور یہاں آکر بھی فوری طور پر اطلاع دینا بھول گیا۔

خطوط کا سلسلہ بھی بے اعتماد ہے، مجھے گھر سے صرف دو تین دن ہوئے کئی خطوط یکجا مل گئے، کوئی تیرہ دن کے بعد۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ ایک خط پر مکہ معظمہ کی ۸ نومبر کی مہر ہے اور ہمیں ۱۳ کو ملا۔ ممکن ہے کہ روزانہ ہوائی جہازوں کا سلسلہ شروع ہو جانے کے بعد اچھا ہو جائے۔

دائرہ معارف کا مضمون لکھا جانا تھا۔ مواد بیگ میں تھا اور کتابیں میز پر کہ اس سفر کا اہتمام شروع ہوا اور مضمون لکھنا رہ گیا۔ اب یہاں شروع کیا ہے۔ اس سے متعلق یہ دوسرا عریضہ سید صاحب کو دے دیجئے۔

گھر والوں اور زبیر اور اس کے بھائیوں کو سلام و دعا۔

میں بھی دعا میں یاد کرتا ہوں آپ بھی دعا میں یاد فرمائیے۔

والسلام

خادم

محمد عبدالقدوس

## ۴۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان کا خط

کمیشن برائے خواندگی و تعلیم عامہ ۲۳۔ نومبر ۱۹۸۸ء

خیابان اقبال، اسلام آباد

محترم المقام استاد گرامی ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رب کریم کی بے انتہا حمد و ثنا کہ آپ بیگم صاحبہ کی معیت میں حج وعمرہ و زیارت روضہ رسول ﷺ کی بے بہا سعادتوں سے مشرف و متمتع ہو کر بخیر و عافیت واپس تشریف لائے۔

کشور[1] کی طرف سے اور اس ناچیز کی جانب سے دلی ہدیہ تبریک پیش خدمت ہے۔ رب کریم ورحیم

---

[1] بیگم ڈاکٹر شیر محمد زمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ کے جملہ مناسک و اعمال و عبادات مبرور و مقبول اور وہاں کی ہوئی ہر دعا مستجاب فرمائے۔

آپ کے لطف کریمانہ کا کیسے شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اس سفر مبارک پر روانہ ہونے سے پہلے ہزاروں مصروفیتوں کے درمیان احقر کو یاد رکھا اور روانگی کی اطلاع بخشی۔ آپ کی غیر حاضری میں ایک دفعہ دفتر میں حاضر ہوا۔ بٹ صاحب[۱] کی خدمت میں سلام عرض کیا اور ان کی اجازت سے انسائیکلوپیڈیا کی وہ جلد بھی آپ کی الماری سے نکلوا لی جو آپ از راہ کرم میرے لیے چھوڑ گئے تھے۔ اکتوبر کے اواخر میں تعلیمی کمیشن کی میٹنگ کے سلسلے میں لاہور آنا ہوا تھا، مگر نیاز حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ آپ کے لطف و کرم کا حساب ''دردل''۔

والسلام

ناچیز، شیر محمد زمان

## ۵۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے خطوط

### مکتوب نمبر۔۱

اسلامیہ یونیورسٹی　　　　۶۔رجب المرجب ۱۳۹۶ء

بہاولپور　　　　۴۔اگست ۱۹۷۶ء

مکرم و محترم، السلام علیکم!

سب سے پہلے آپ نے خوشخبری سنائی تھی، لہٰذا آپ کا منہ گھی شکر سے بھرتا تھا، لیکن کیا کرتا موقع ہی نہ ملا۔ یار زندہ صحبت باقی۔ لاہور آیا تو ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔ V.C نہ ہونے کی وجہ سے کام بہت جمع ہو گیا تھا، اس لیے کام بہت کرنا پڑتا تھا۔ فرصت بہت کم ملتی ہے۔ پھر ملاقاتیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ تنہائی کا احساس کم ہوتا ہے۔

---

۱ ڈاکٹر صاحب نے بٹ صاحب کا ذکر کیا ہے، لیکن شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ایک عرصہ سے پروفیسر صاحب کے سوا بٹ خاندان کا کوئی رکن کام نہیں کرتا، اس لیے غالباً اس سے مراد اُس وقت کے صدر شعبہ پروفیسر سید امجد الطاف صاحب ہیں جو اپنے سرخ و سفید رنگ کی وجہ سے کشمیری بٹ دکھائی دیتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہتے ہیں کہ بہاولپور اہل اللہ کا شہر ہے۔ مجھے تو اس کی خاموش فضا پسند آئی ہے۔ حسن اداس و خوابیدہ ہے۔ صبح و شام کی سیر کا خوب لطف آتا ہے۔ حضرت آدم تو جنت میں بھی اداس ہو گئے تھے اس لیے کہ تنہا تھے اور انھیں رفیق زندگی میسر نہ تھی۔

یہ کہیے کہ "رندان باصفا" کا کیا حال ہے۔ پیر مغاں[1] کیسے ہیں۔ پروفیسر صاحب کی مونچھ کا نظارا اب بھی چشم تصور کرتی رہتی ہے۔ یہ محفل جس میں زندگی کے سولہ برس گزارے ہوں۔ بھول کیسے سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ آپ کی یہ محفل آباد رکھے۔ آمین۔ سب احباب کو میرا اسلام کہہ دیں۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

والسلام

خاکسار

ناصر

## مکتوب نمبر۔۲

اسلامیہ یونیورسٹی ۷۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

بہاولپور ۲۶۔ اپریل ۱۹۷۷ء

بخدمت گرامی مکرم جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب باوصافہ، لاہور

مکرم و محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخبارات میں یہ جاں گسل خبر سن کر انتہائی صدمہ ہوا کہ آپ کے بھائی پروفیسر عبدالحی صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

بھائی کی شفقت سے محرومی یقیناً بہت بڑی محرومی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

سوگوار

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، وائس چانسلر

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی مجلس ادارت، جس میں ڈاکٹر صاحب بھی شامل رہے تھے، ہر روز گیارہ بجے جمع ہوتی ہے۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے۔ پیر مغاں سے مراد ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۶۔ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ کا خط

استاد محترم و مکرم ۲۲۔مارچ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔شاید تحریر اجنبی لگے لیکن ایسا نہیں، آپ کی قدیم شاگرد شرف تخاطب حاصل کر رہی ہے۔

جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت یہ ناچیز مسافرت کی صعوبتوں میں ہے۔کیمبرج یونیورسٹی میں حدیث کے مخطوطہ ''مسند اسحاق بن راہویہ''[1] کی ترتیب میں عرصہ دراز سے مصروف ہوں، یعنی تین سال سے، لیکن اس دَلدل سے نکلنے کی کوئی صورت ابھی نہیں بن رہی، مخلصانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ وطن واپسی کے لیے طبیعت بہت اداس ہے۔اللہ تعالیٰ عزت و ایمان اور مقصد میں کامیابی کے ساتھ آپ ایسے اساتذہ کی قدم بوسی کے شرف سے نوازے۔آمین!

حدیث رسول ﷺ پر یہ لوگ مختلف زاویوں سے کام کر رہے ہیں۔طرزِ بیان اور استدلال مجھ ایسے کم علم انسان کو فوری طور پر مرعوب کر دیتا ہے۔حقیقت ہے کہ بعض اعتراضات بڑے واجبی سے ہیں اور ہم لوگوں کے لیے تازیانہ کہ اپنی پوری مساعی ان کی کوششوں کو بارآور نہ ہونے کے لیے صرف کریں ورنہ مسئول ہوں گے۔

کافی عرصہ سے آپ کو لکھنے کا ارادہ کر رہی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک اپنا کام مکمل نہیں کر سکی۔اپنی کم علمی، نالائقی، کچھ قسمت اور حالات۔لائبریری میں بیٹھے ہوئے مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ جس عظیم کام میں آپ حضرات مصروف ہیں اگر اس میں ایسے کچھ موضوعات مجھے بتا دیے جائیں تو شاید بہتر Bibliography مل سکے۔خدا شاید توفیق دے اور کچھ لکھ سکوں تو میری خوش قسمتی ہوگی۔آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس موضوع پر میں کچھ لکھ سکتی ہوں۔بہتر ہے کہ حدیث اور تفسیر سے متعلق ہو کہ شاید کچھ کر سکوں۔امید ہے اہل خانہ بخیر ہوں گے۔

عزیزہ غزالہ مع اپنے خاندان بعافیت ہوں گی.....دعائیں۔

جمیلہ شوکت

[1] ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ مروزی (م ۲۳۸ھ) کی مسند مطبوع ہے۔دار التاصیل، القاہرۃ، ۲۰۱۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۷۔ علامہ عبدالعزیز میمنی کے پروفیسر عبدالقیوم کے بارے میں دو خطوط

## (ا) قسم العربیة جامعة پنجاب (لاهور)

عبدالعزیز المیمنی
(العضو بمجمعی دمشق و مصر)
استاذ العربیة و رئیسها بالکلیة
الشرقیة لجامعة پنجاب

رقم الهاتف ٦٧٤٧٠
الکلیة الشرقیة
التاریخ ٦٦/٧/٠٣
رقم ٧٤٥/اے ڈی

عالی مرتبہ جناب عمید الجامعہ محترم!

آیندہ گرمائی تعطیلات میں حسب سابق میں لاہور سے باہر رہوں گا۔ گزشتہ سال کے تجربہ نے مجبور کیا کہ اپنے قائم مقام کا پہلے انتظام کر لیا جائے۔ اس لیے عرض خدمت ہے کہ کالج کے مفاد کے پیش نظر اور بلالحاظ درجات میں مولوی عبدالقیوم صاحب گورنمنٹ کالج کو موزوں شخصیت سمجھتا ہوں بوجوہ ذیل:

طویل علمی و تعلیمی تجربہ، مزاج میں انتہائی ملنساری، رواداری، خوبصورتی سے عقدوں کو سلجھانے کی پوری صلاحیت وغیرہ وغیرہ

آپ سے التماس ہے کہ میرے اس خیال سے پورا اتفاق فرما کر اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ مولانا کو عربی کی تعلیم کا بہت طویل تجربہ ہے۔ قریباً ۲۰ سال کا نیز اس میں سے بڑا حصہ اسی کالج کی خدمت میں گزرا ہے۔ اس لیے ان کے مقابلہ میں کوئی اور نام نہیں رکھا جا سکتا۔

خادم ناچیز
میمنی عبدالعزیز (شعبہ عربی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## (۲) شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی

اورینٹل کالج، لاہور ۲۰۔ دسمبر ۱۹۶۵ء

جناب مکرمی و محترمی وائس چانسلر صاحب

ہمارا شعبۂ عربی کئی اعتبارات سے تکمیل طلب ہے بالخصوص تدریس اور تحقیقی لحاظ سے تو بڑا خلا نظر آتا ہے۔ اس غرض سے شعبۂ عربی کو مضبوط و مفید بنانے کی اس لیے بھی اشد ضرورت ہے کہ ملک بھر میں پنجاب یونیورسٹی ہی ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جہاں عربی کے طلبہ تمام یونیورسٹیوں سے زیادہ تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ ناتجربہ کار اور بالکل خام قسم کے لیکچرار مقرر کرنے کی بجائے ایک ٹھوس اور جامع حیثیت کا استاد مقرر کیا جائے اور لیکچراروں کی دو خالی اسامیوں کو ایک ریڈرشپ میں منتقل کر دیا جائے تاکہ شعبۂ عربی کسی موزوں، تجربہ کار اور محقق استاد کی خدمات حاصل کر کے اپنی تدریسی اور تحقیقی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

اس وقت راقم الحروف کے پیش نظر پروفیسر عبدالقیوم استاد عربی گورنمنٹ کالج لاہور ہیں۔ پروفیسر موصوف گزشتہ بیس برس سے ایم اے کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تجربہ، تحقیقات اور وسعت معلومات کے لحاظ سے پروفیسر موصوف پاکستان میں ایک ممتاز حیثیت رکھنے کے علاوہ بین الاقوامی شہرت بھی رکھتے ہیں۔ ان کی خدمات حاصل کر لینے کے بعد شعبۂ عربی میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا نیز یونیورسٹی کو اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اور تاریخ ادبیات ایسے مفید علمی اور تحقیقی کاموں میں خاطر خواہ معاونت بآسانی حاصل ہو سکے گی۔

علاوہ ازیں کئی مستقل تحقیقی اور علمی کام صدر شعبہ کے پیش نظر ہیں، مثلاً (۱) عربی لغات قرآن (۲) اردو میں عربی ادبیات کی جامع تاریخ (۳) عربی اردو لغت (۴) ایک عربی لغت

ہمیں ان تصنیفی اور تحقیقی کاموں میں بھی پروفیسر عبدالقیوم کی بڑی ضرورت ہوگی۔ پروفیسر موصوف کو آمادہ اور رضا مند کر لینے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔

خادم ناچیز

میمنی عبدالعزیز (شعبہ عربی)[1]

---

[1] یہ آخری دو خطوط اورینٹل کالج میگزین کا حصہ نہیں۔ یہ پروفیسر عبدالقیومؒ کی وفات کے بعد ان کی دستاویزات سے حاصل ہوئے۔ اپنی اہمیت کے پیش نظر یہاں داخل کیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر امین اللہ وثیر*

# پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایک مشفق و مہربان استاد

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سے اپنی (طالب علمانہ اور پھر معلمانہ) وابستگی کے بارے میں جب کبھی ذہن میں یاد تازہ ہوتی ہے تو ایک عجب طرح کا شعور فخر وانبساط جو باعث تسکین قلب و جان ہوتا ہے چپکے سے درِ دل پر دستک دیتا ہے۔ ع

یہ زندگی کے کڑے کوس، یاد آتا ہے
تری نگاہ کرم کا گھنا گھنا سایہ

اس مادر علمی کے شعبۂ عربی میں ہم نے کتنے عظیم المرتبت اساتذہ سے کسب فیض کیا اور کتنی ہی باکمال شخصیتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے ان کی باتیں سننے کا موقع نصیب ہوا۔ ڈاکٹر بی۔ اے قریشی مرحوم، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ مرحوم، مولانا رسول خان صاحب مرحوم[1]، مولانا نور الحسن صاحب مرحوم[2]، پروفیسر عبدالقیوم صاحب مرحوم، یہ سب علم و فضل کے روشن مینار اور ہماری علمی و تہذیبی زندگی کے رہنما تھے۔

---

* ڈاکٹر امین اللہ وثیر پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے خاص شاگرد تھے۔ اورینٹل کالج میں شعبہ عربی کے پروفیسر تھے، وزارت مذہبی امور اسلام آباد میں آر آر ونگ کے ڈائریکٹر جنرل رہے۔ وفات پا چکے ہیں۔

[1] مولانا محمد رسول خان موضع تکری یاغستان میں انیسویں صدی کے آخر میں پیدا ہوئے، ۲۹ مئی ۱۹۳۵ء کو اورینٹل کالج شعبہ عربی میں مدرس مقرر ہوئے، ستمبر ۱۹۵۴ء کو یہاں سے سبکدوش ہوئے اور جامعہ اشرفیہ میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے۔ ان کا نام مولانا رسول خان یا غلام رسول خان بھی لکھا جاتا ہے۔

[2] مولانا حافظ نورالحسن خان ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء کو کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، اورینٹل کالج کے شعبہ عربی میں استاد مقرر ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، انھوں نے ۲۶ مئی ۱۹۸۸ء کو وفات پائی اور مدرسہ تحفیظ القرآن شاہدرہ موڑ لاہور میں دفن کیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ان کے بے شمار دیگر شاگردوں کی طرح میری بھی بہت سی خوشگوار یادیں وابستہ ہیں۔ وہ عربی زبان وادب اور اسلامی علوم کے نہایت بلند پایہ عالم تھے۔ دین سے ان کی وابستگی بہت گہری تھی، بہت ہنس مکھ، پاکیزہ اخلاق اور مرنجاں مرنج قسم کے انسان تھے۔ ان کے چہرے پر ہر وقت ایک ملکوتی تبسم چھایا رہتا اور وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے۔ وہ صحیح اسلامی طرزِ زندگی کا عمدہ نمونہ تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا: مجھے دو آدمیوں سے سخت نفرت ہے، ایک وہ جو بدزبان ہو اور دوسرا وہ جو نماز نہ پڑھتا ہو۔

۱۹۵۲ء میں جب میں نے اورینٹل کالج میں طالب علمی کا آغاز کیا تو پروفیسر عبدالقیوم صاحب اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب دونوں گورنمنٹ کالج لاہور سے وابستہ تھے اور یونیورسٹی میں Inter College Basis پر درس وتدریس کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور کی طرف سے یہ فریضہ پروفیسر قاضی ظہیر الدین احمد صاحب[۱] انجام دیتے اور اورینٹل کالج کے مستقل اساتذہ میں ڈاکٹر بی۔ اے قریشی صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا نور الحسن صاحب، مولانا عبدالصمد صارم صاحب[۲] اور عرب صاحب[۳] شامل تھے۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب اپنی خوش مزاجی، نرم خوئی اور حسن اخلاق کی بدولت نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ وہ ہمیں جدید عربی ادب کا درس دیا کرتے۔ ان کا اور ڈاکٹر بی۔ اے قریشی مرحوم کا بھی طریقہ تدریس یہ تھا کہ پہلے کسی طالب علم سے کتاب کا عربی متن پڑھنے کو کہتے، ساتھ ساتھ حسب ضرورت تصحیح کرتے جاتے اور پھر خود اس کا ترجمہ اور ضروری تشریح وتوضیح کرتے۔ (ہمارے دینی مدارس میں یہی طریقہ تدریس ابھی تک جاری وساری ہے۔)

اگرچہ متن کتاب پڑھنے کا موقع سب ہی طلبہ کو ملتا لیکن قرعہ فال بالعموم فضل الرحمان عثمانی صاحب اور راقم الحروف کے نام نکلتا، یہ غالباً اس لیے تھا کہ ہم دونوں نے ایم۔ اے میں داخلہ لینے سے

---

۱ قاضی ظہیر الدین ۱۱ نومبر ۱۹۳۲ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں اردو، عربی اور فارسی کی تدریس پر مامور ہوئے، کالج کے میگزین کریسنٹ کے مضمون نگار اور حصہ اردو کے نگران بھی رہے۔

۲ پروفیسر حافظ مولانا عبدالصمد صارم الازہری ۱۹ دسمبر ۱۹۱۸ء کو سیوہار (بجنور) میں پیدا ہوئے، مصنف، مترجم اور طبیب تھے۔ اورینٹل کالج کے شعبہ عربی سے وابستہ تھے، متعدد کتب تصنیف یا ترجمہ کیں۔ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۳ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۳ یہاں سید محمد عرب المراکشی مراد ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پیشتر درس نظامی اور مولوی فاضل کے مراحل طے کر رکھے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس پر ایک گونہ فخر بھی ہوتا کہ استاد محترم کی نگاہ کرم کے سزاوار ٹھہرتے۔ عبدالقیوم صاحب اپنے لیکچر کے دوران توضیح وتشریح کے مرحلے میں اپنے طلبہ کو بھی شریک بحث کیا کرتے اور مسئلہ زیر بحث پر ان کی رائے دریافت کرتے۔

اس زمانے میں درس گاہوں کی فضا بڑی پیاری اور پرسکون ہوا کرتی تھی۔ اساتذہ بھی مشفق ومہربان ہوتے تھے اور طالب علم بھی ایک دلی لگن کے ساتھ مصروف کار رہتے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے ہمیں بارہا اورینٹل کالج میں اوقات تعلیم کے بعد پچھلے پہر حاضر ہونے کو کہا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ہمارا کوئی ساتھی کبھی غیر حاضر رہا ہو۔ ہم سب انتہائی شوق کے ساتھ اپنے استاد مہربان کا لیکچر سننے دوبارہ مادر علمی کا رخ کیا کرتے تھے۔

جس زمانے میں ہم نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اس وقت پریویس اور فائنل کے الگ الگ امتحان ہوتے تھے اور دونوں کا نتیجہ الگ الگ نکلتا۔ سال اول میں تین پرچے ہوتے اور سال دوم میں چار، جن میں سے ایک پرچہ مضمون نگاری یا مقالہ نویسی کا ہوتا، ایم۔ اے پریویس (سال اول) میں خوبی قسمت سے میں نے اوّل پوزیشن حاصل کی تو اساتذہ گرامی کی نظر کرم میری طرف کچھ زیادہ مبذول ہونے لگی۔ خصوصاً پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی شفقت ومحبت میں دو چند اضافہ ہوا۔ فائنل (سال آخر) میں میں نے مضمون نگاری کے بجائے مقالہ پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ مجھے اندلس کے مشہور و ممتاز شاعر ابن زیدون[1] کی زندگی اور شاعری پر مقالہ لکھنے کی اجازت ملی اور عبدالقیوم صاحب میرے مقالے کے نگران مقرر ہوئے۔ اس طرح مجھے ان کی قربت اور ان کے علم وفضل سے مستفید ہونے کے مزید مواقع ملنے لگے۔

میرے دوست محمد یوسف چوہدری صاحب (حال سیکرٹری تعلیمات، حکومت آزاد کشمیر) بھی پروفیسر صاحب کے عزیز طلبہ میں سے تھے اور ان کے مقالے کے نگران بھی عبدالقیوم صاحب ہی تھے۔ ہم دونوں کو بالعموم پروفیسر صاحب گورنمنٹ کالج میں طلب کیا کرتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ بلا تکلف ان کے دولت کدہ، عقب مبارک مسجد اسلامیہ کالج پر حاضر ہو جایا کرتے۔ گرمیوں کے دنوں میں مشروبات سے ہماری

[1] احمد بن عبدالله ابن زیدون المخزومی الاندلسی ۳۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ وزیر، کاتب اور شاعر تھے، ان کا شاعرانہ کلام معروف ومتداول ہے، انھوں نے ۴۶۳ء کو اشبیلیہ میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تواضع بھی کی جاتی اور وہیں پر بیٹھ کر ہمارے مقالات پر نظر ثانی ہوتی۔

میری خوش نصیبی کہ فائنل ایئر میں بھی میری پوزیشن برقرار رہی اور میں نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے عربی کے امتحان میں اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ نتیجہ نکلنے کے کچھ دن بعد میں عبدالقیوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، میری اس کامیابی پر وہ بہت خوش تھے، انھوں نے مجھے ایک خصوصی سرٹیفکیٹ عطا کیا اور بہت سی نصیحتیں بھی کیں۔ ان کا مشورہ تھا کہ میں مقابلے کے امتحان میں بیٹھوں اور ان کو توقع تھی کہ میں اس میں بھی کامیاب ہو سکوں گا۔ میں نے عرض کی: جناب! میں آپ کے نقشِ قدم پر چل کر درس وتدریس کا پیشہ اختیار کرنے کا متمنی ہوں۔ فرمایا: تمھارا یہ فیصلہ ہے تو بہت خوب......

پھر مجھے اپنی ذاتی لائبریری سے اقتصادیات کی ایک کتاب نکال کر دی اور فرمایا: اس کا مطالعہ کرو اور یاد رکھو کہ جب تم کسی کالج میں لیکچرار ہو جاؤ تو اپنے علم کو صرف عربی کی تدریس تک محدود مت کر لینا، بلکہ اقتصادیات، نفسیات، فلسفہ، شعر وادب سب کی طرف توجہ دو اور سٹاف روم میں ضرور بیٹھو اور وہاں اساتذہ میں جو باہمی گفتگو ہو رہی ہو اس میں باقاعدہ دلچسپی لو، کیونکہ ہمارے ہاں عام طور پر عربی، فارسی وغیرہ کے اساتذہ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انھیں اپنے خاص مضمون کے علاوہ اور کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہوتی یا مختلف علوم کے بارے میں ان کی معلومات واجبی سی ہوتی ہیں۔ تم کسی کو اپنے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کا موقع نہ دینا۔

انھوں نے مجھے دوسری نصیحت یہ کی کہ کلاس میں ہمیشہ پوری تیاری کر کے جاؤ، کبھی اپنا لیکچر تیار کیے بغیر مت جاؤ، چاہے تمھیں ایک مضمون پڑھاتے ہوئے بیس سال گزر گئے ہوں۔ پتہ نہیں کوئی ذہین طالب علم کلاس روم میں کیا سوال کر بیٹھے۔

میں نے اپنے تدریسی فرائض کا آغاز ۱۹۵۶ء میں زمیندارہ کالج گجرات سے کیا۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب بھی کسی زمانے میں وہاں پر استاد رہ چکے تھے۔ چنانچہ جب کبھی میرا لاہور آنا ہوتا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو زمیندارہ کالج کے بارے میں مجھ سے پوچھتے۔ ۱۹۶۵ء میں اورینٹل کالج میں تقرری کے بعد عبدالقیوم صاحب سے تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اپنے تدریسی فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں مجھے استاد محترم کی رہنمائی ہمیشہ حاصل رہی اور میں ان کے علم وفضل سے برابر کسب فیض کرتا رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے پیشتر جب میں مرے کالج سیالکوٹ میں شعبہ عربی میں بطور لیکچرر کام کر رہا تھا تو ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب اور پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ میں برصغیر پاک و ہند کے شہرۂ آفاق عالم "ملا عبدالحکیم سیالکوٹی" [1] پر تحقیقی کام کروں، چنانچہ یونیورسٹی میں تقرری کے بعد میں نے اپنے ان دونوں معزز و محترم اساتذہ کے مشورے کے مطابق پی ایچ ڈی کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا۔

۱۹۷۶ء میں مجھے حکومت پاکستان کی ملازمت میں اسلام آباد آنا پڑا۔ پنجاب یونیورسٹی اور لاہور دونوں کو بیک وقت چھوڑنا دل و دماغ کے لیے سخت باعث تشویش تھا۔ اب کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ پروفیسر صاحب نے مجھے ایم۔ اے کے امتحان میں کامیابی کے موقع پر سرکاری ملازمت کا مشورہ دیا تھا تو میں نے اس وقت تعلیم و تدریس کے شعبے کو ترجیح دی تھی۔ لیکن قسمت میں پھر بھی دفتری زندگی کا اجباری اختیار ہی لکھا تھا۔

اسلام آباد سے جب کبھی لاہور جانے کا اتفاق ہوتا تو میں دائرہ معارف اسلامیہ میں جا کر عبدالقیوم صاحب اور سید صاحب [2] سے ملاقات کی کوشش کرتا۔ وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے ہم نے کئی مرتبہ عبدالقیوم صاحب کو سیرت کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی جو وہ از راہ کرم قبول فرمایا کرتے اور کئی مرتبہ وہ ہمارے مقابلہ کتب سیرت کے منصف بھی رہے۔

گزشتہ سے پیوستہ سال ہم نے پھر ان سے گزارش کی کہ وہ مقالات سیرت کے سلسلے میں منصف اعلیٰ کی حیثیت سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ کانفرنس سے چند دن پیشتر مجھے ان کا خط ملا کہ میں اس اجتماع میں اپنی اہلیہ کی بیماری کے باعث شرکت نہیں کر سکوں گا۔ میں نے انھیں ٹیلیفون کیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ آپ کی موجودگی ہمارے لیے باعث افتخار ہوگی، وہ مان گئے لیکن پھر ان کا تار ملا کہ میں مجبور ہوں، لاہور سے نہیں نکل سکتا۔

گزشتہ سال میں حجاز مقدس گیا ہوا تھا۔ اسلام آباد واپسی پر مجھے پروفیسر صاحب کے ایک تلمیذ رشید ڈاکٹر

[1] ملّا عبدالحکیم سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، کثرت تصانیف اور تدریسی سلسلہ کی وسعت کے سبب سے پورے ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں ان کے علم کی شہرت ہوئی اور ان سے طالبان علم نے استفادہ کیا۔ ۱۰۶۷ھ بمطابق ۱۶۵۷ء کو انھوں نے سیالکوٹ ہی میں وفات پائی۔

[2] ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مرحوم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایس ایم زمان صاحب[۱] نے ایک دن فون پر بتایا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ایک نہایت افسوس ناک حادثہ گزر چکا ہے، ہمارے نہایت مہربان و شفیق استاد، پروفیسر عبدالقیوم صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

دل و دماغ سن ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کے کتنے چراغ گل ہو کر رہ گئے:

جو بادہ کش تھے پرانے سب اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

---

۱ ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عمر فاروق غازی*

# میرے استاد محترم پروفیسر عبد القیوم

پروفیسر عبد القیوم صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل کیے اگرچہ دو عشرے گزر چکے ہیں، لیکن ان کی حسین یادیں نہاں خانۂ دل میں ابھی تک جاگزیں ہیں۔ یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے جب میں نے ایم۔اے عربی فائنل ایئر میں اورینٹل کالج میں داخلہ لیا، ان دنوں پروفیسر عبد القیوم شعبہ عربی گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھاتے تھے اور اورینٹل کالج میں ہمیں تاریخ کا پیریڈ پڑھانے تشریف لایا کرتے تھے۔

آپ نہایت محنتی، جفاکش، دیانت دار اور مخلص استاد تھے، ہمیشہ مکمل تیاری کے ساتھ لیکچر دیتے اور طلبہ و طالبات کے سوالات کا تسلی بخش فاضلانہ انداز میں جواب دیتے۔ آپ کی شخصیت میں فطری جاہ وجلال، متانت و سنجیدگی اور وقار و شائستگی جھلکتی تھی۔ آپ صاف ستھرا، دھلا ہوا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اکثر سوٹ استعمال کرتے تھے۔ مرحوم ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق[۱] بھی گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ عربی کی صدارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، صوفی صاحب میرے تحقیقی مقالے بعنوان ''شاعر غزل جمیل بثینہ'' کے نگران تھے۔

مجھے اکثر گورنمنٹ کالج میں صوفی صاحب کی خدمت میں حاضری دینا پڑتی تھی، وہاں پر پروفیسر عبد القیوم صاحب سے ملاقات ہو جاتی تو آپ ہمیشہ چائے سے نوازتے تھے۔ آپ تحقیق کے سلسلے میں پیش آمدہ مشکلات دور کرتے۔ عربی ڈیپارٹمنٹ کے اکثر طلباء و طالبات کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ پروفیسر صاحب ان کی رہنمائی کرنا قبول کرلیں۔

یونیورسٹی میں پروفیسر صاحب سے شاگردی کا حسین رشتہ استوار ہوا تو راقم الحروف نے اس کا تذکرہ

---

* لیفٹیننٹ کرنل، ہیڈ کوارٹر ۴ کور، لاہور۔ جناب عمر فاروق غازی کرنل ریٹائرڈ ہیں، تصنیف و تالیف کا ذوق بھی رکھتے ہیں۔

۱ ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق کا نام علمی و ادبی حلقوں میں معروف ہے، وہ مولانا اصغر علی روحی کے فرزند گرامی تھے، گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے استاد اور صدر شعبہ رہے۔ انھوں نے ۱۹۸۹ء کو گجرات میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے ایک فاضل استاد محمد عبدہٗ الفلاح [1] شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے کیا، جو کہ مرحوم کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ بعد میں اُن کی وساطت سے دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل لاہور میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (مرحوم) کے ہاں پروفیسر صاحب سے کافی لمبی مجلسوں اور علمی مناقشوں میں مولانا حنیف ندوی بھی شرکت فرماتے تو یہ دو آتشہ ہو جاتی تھیں۔

یہ تینوں حضرات آج ہم سے جدا ہو چکے ہیں لیکن ان کے ہزاروں فیض یافتہ شاگردان کے خون جگر سے روشنی حاصل کر کے اسے عام کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

---

[1] مولانا محمد عبدہٗ الفلاح صاحبِ تصانیف بزرگ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدرس اور عربی کے ادیب تھے، انھوں نے ۳۰ ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حامد مجید*

# پروفیسر عبد القیوم علم و تحقیق کا خزینہ

گزشتہ دنوں کی بات ہے کہ پروفیسر عبد القیوم صاحب کے چھوٹے بھائی گروپ کیپٹن یونس بٹ اچانک ہم سے جدا ہوگئے، ان کی یہ جدائی اتنی اچانک تھی کہ کسی کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ اتنی جلدی کیوں روٹھ گئے ہیں، ایک ایسا انسان پھولوں کے سہرے سجائے سفید لباس پہنے آخرت کے سفر پر روانہ تھا کہ جس نے فضاؤں کا سینہ چیر کر دشمن کے اڈوں کو تہس نہس کر دیا تھا جو اتنا دلیر اور بہادر تھا کہ ہر مشکل کام کے لیے ہر لمحہ اور ہر وقت تیار رہتا کہ کوئی وطن کی سرحدوں کی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے، وہ ہوا باز ہونے کے ساتھ ساتھ پاکباز بھی تھا، تہجد گزار تھا، وطن کا جاں نثار تھا۔ ابھی یہی زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ ۸ ستمبر کو جمعۃ المبارک کی شام ......شامِ غم میں ڈھل گئی اور میرے ماموں پروفیسر عبد القیوم مختصر علالت کے بعد ہم سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ستمبر کا مہینہ ہمارے لیے اس لیے بھی یادگار ہے کہ اسی مہینے میں ادب و صحافت کی ایک عظیم شخصیت عبد اللہ بٹ کو بھی موت نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ یہی وہ مہینہ تھا جب وطن کا ایک پاسبان اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے دوران لقمہ اجل بن گیا، یہ ونگ کمانڈر عبد السلام بٹ تھے۔

پروفیسر عبد القیوم کی شخصیت ایسی تھی جس پر عالم فخر کرتا تھا، وہ تحقیق اور جستجو کے امام اور علم و ادب کا خزینہ تھے۔ وہ اسلامی علوم و فنون کا ایک ایسا سمندر تھے جس سے دنیا فیض یاب ہوئی، ان کا جنازہ اٹھا تو اس شان سے اٹھا کہ اس درویش کی درویشی اور اس عالم کی علمیت کے کلمات ہر کسی کی زبان پر تھے۔ جنازہ اس گھر سے اٹھ رہا تھا جسے بڑے بڑے علمائے کرام کی میزبانی کا شرف حاصل رہا۔ یہاں مولانا ثنا اللہ امرتسری،

* کونسلر حلقہ ۹۸ و ایڈیٹر ماہنامہ ''ثالث'' لاہور

جناب حامد مجید نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے بی اے کیا، صحافت میں خاص شہرت پائی، جبکہ سیاست سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۵ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا احمد علی لاہوری [1]، مولانا ابوالکلام آزاد [2] تشریف لائے اور اسی جگہ نامور اَدبی شخصیات بھی تشریف لائیں۔

پروفیسر عبدالقیوم کا شمار ہمارے ملک کے ممتاز اصحاب تحقیق میں ہوتا ہے، وہ جنوری ۱۹۰۹ء کو لاہور کے ایک علمی اور مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں بی۔اے (آنرز) کیا اور ۱۹۳۴ء میں ایم۔اے عربی میں بہترین پوزیشن حاصل کی۔

ان کی قابلیت، علمیت اور تحقیقی ذوق کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ جنوری ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی نے ان کو میکلوڈ ریسرچ سکالرشپ عطا کیا جو مسلسل چار سال تک ملتا رہا، یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو ان کے حصہ میں آیا، اس سے پہلے یہ سکالرشپ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اور مفکر پاکستان علامہ اقبال کو عطا کیا گیا تھا۔

میکلوڈ ریسرچ سکالرشپ کے زمانے میں ان کا جو تحقیقی کام معرض اشاعت میں آیا اسے کیمبرج یونیورسٹی کے نامور مفکر پروفیسر ڈاکٹر ایف کرنکو نے ایک طویل مضمون میں شاندار الفاظ میں زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اس کی بے حد تعریف کی۔

اسی طرح ۱۹۳۹ء میں معارف کے شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۴۴ میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ''فہارس لسان العرب'' کے تحت لکھا: ''لسان العرب ابن منظور اندلسی المتوفی ۷۱۱ھ کی عربی زبان کی ایک نہایت مستند اور ضخیم تالیف ہے جو ۲۰ جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں لغات کے ثبوت اور تشریح میں عربی کے سیکڑوں شاعروں کے نام اور ان کے ہزاروں شعر درج ہیں۔ ان میں سے بہت سے شاعر تو ایسے ہیں جن کے نام و کلام کو زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے مٹا دیا ہے۔ بہت سے اشعار ایسے ہیں جن کی لغات کے معنی نہ معلوم اور ان کے مطالب تحقیق اور سماع کے محتاج ہیں۔ ابن منظور نے ان لغات کو حل اور ان کے مطالب کی تشریح کی ہے۔

مگر چونکہ یہ اشعار کتاب کے ہزاروں صفحوں میں بکھرے ہوئے ہیں اس لیے ان شاعروں کے کلام اور

---

[1] مولانا احمد علی لاہوری ۲۵ مئی ۱۸۸۷ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور کے بانی تھے۔ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[2] مولانا ابوالکلام آزاد ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، والد کا تعلق دہلی اور والدہ کا مدینہ منورہ سے تھا، جامعہ از ہر مصر میں زیر تعلیم رہے، متحدہ ہندوستان کی نامور سیاسی شخصیت اور بعد میں بھارت کے پہلے وزیر تعلیم رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو نئی دہلی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کے مطالب کے ذخیرہ کو آسانی سے کوئی پا نہیں سکتا۔ الاغانی[1] کا بھی یہی حال تھا مگر یورپ کے ایک فاضل نے اس کی ایک فہرست بنادی کہ جس سے الاغانی کے فائدے کی مقدار خدا جانے کتنی بڑھ گئی ہے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ ''لسان العرب'' کی یہ عظیم خدمت ایک ہندی نژاد کی قسمت میں آئی۔ مولوی عبدالقیوم صاحب ایم۔ اے ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی نے اس کام کو بڑی محنت سے انجام دیا۔ انھوں نے پہلے تو یہ کام کیا کہ ''لسان العرب'' میں جتنے شاعروں کے نام جہاں جہاں آئے ہیں ان کو یکجا کیا اور پھر ان کو حروف تہجی پر ترتیب دیا اور پھر جلد کے جس جس صفحے میں وہ نام آئے ہیں ان کا حوالہ دیا، اس طرح آپ نہایت آسانی سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس شاعر کا نام کہاں کہاں آتا ہے اور اس کے اشعار اس کتاب میں کہاں کہاں ہیں۔ یہ کام جتنی محنت اور دیدہ ریزی کا ہے اس کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں، مولوی عبدالقیوم صاحب نے اپنی اس محنت سے خدا جانے کتنے عالموں اور طالب علموں کو تلاش اور محنت سے بچا دیا۔''

پروفیسر عبدالقیوم علم و تحقیق کا وہ بے بہا خزانہ تھے جس کا نہ صرف وطن عزیز میں بلکہ بین الاقوامی سطح پر اعتراف کیا گیا ہے، بیرونی دنیا کے محققین نے جب اسلامی موضوعات پر قلم اُٹھایا تو انھوں نے اپنے مقالوں میں، اپنے مضامین میں، اپنی تحقیق میں، اپنی کتابوں میں پروفیسر مرحوم کی تحقیق اور جستجو سے استفادہ کیا اور جا بجا موصوف کے حوالے دیے ہیں۔

۱۹۴۴ء میں معارف کے جنوری کے شمارے میں ابن منظور افریقی کی ''لسان العرب'' پر ایک نظر کے عنوان کے تحت پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں:

> ''جن جن ملکوں میں اسلام کا پرچم لہرایا اور جہاں جہاں عربوں نے دین حنیف کا پھریرا لہرایا وہاں علم و عرفان کے چشمے ابل پڑے، جو ملک بھی اسلام کے زیر اثر آیا عربی علم و ادب کا مرکز بن گیا، یہ ایک حقیقت ہے جو عربی علم و ادب کی تاریخ کے ایک طالب علم کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ افریقہ بھی مسلمانوں کے ان مفتوحہ ممالک میں سے ہے جہاں عربوں نے اپنی تہذیب و ثقافت کے اتنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں کہ زمانے کی دستبرد انھیں اب تک نہیں مٹا سکی، اور باوجود اس کے کہ افریقہ دہشت و بربریت میں شہرۂ آفاق ہے لیکن عربی زبان کی گرفت میں کچھ

---

[1] ابوالفرج اصفہانی (م ۳۵۶ھ) کی ادب، فنِ موسیقی اور تاریخ پر مشتمل شاہکار کتاب جس میں ہزاروں لوگوں کے تذکرے آئے ہیں، اس کی جدید طبع مؤسسۃ الأعلمی بیروت کی طرف سے فہارس سمیت ۲۵ جلدوں میں سامنے آئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس طرح آیا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی وہاں اسلامی اثرات نمایاں اور ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔“

پروفیسر موصوف ”لسان العرب“ کے مؤلف کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تاریخ اسلام کے اس جلیل القدر لغوی اور ادیب کے حالات کی جانب تاریخ اور تذکرہ نگاروں نے بہت کم توجہ کی ہے اور کتابوں میں اس کے نہایت مختصر اور مجمل حالات ملتے ہیں، اگر اتنا بڑا عالم یورپ میں پیدا ہوتا تو اس کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھی جاتیں اور اس کی زندگی کا کوئی گوشہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ رہتا۔“

گزشتہ دنوں ”التوعیہ“ نئی دہلی کے ایڈیٹر جناب رفیق احمد سلفی جب ایک وفد کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تو انھوں نے پروفیسر عبدالقیوم سے بھی ملاقات کی اور اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے التوعیہ نئی دہلی نومبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں یوں رقم طراز ہوئے کہ پنجاب یونیورسٹی نے پروفیسر عبدالقیوم کے علم، تجربے، ان کی جامع شخصیت اور ان کے فکر ونظر سے کافی استفادہ کیا ہے، چنانچہ دیگر علمی وفکری کاموں کے علاوہ یونیورسٹی میں اسلامیات کے موضوع پر آپ سے نصاب کی کتابیں تیار کرائی گئیں، اس سلسلے کی ایک اہم جامع اور مختصر کتاب فہم اسلام ہے جو کسی یونیورسٹی میں اسلامیات کے موضوع پر سب سے غنیمت کتاب ہے، یہ نتیجہ ہے آپ کے سلفی عقائد اور اہل حدیث فکر ونظر کا۔

مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ماہنامہ ترجمان الحدیث[۱] شائع کرنا شروع کیا تو اس میں تحریک اہل حدیث اور اس کی تاریخ پر ایک جامع مضمون پروفیسر عبدالقیوم نے لکھا تھا۔ میری نظر سے آج تک اتنا جامع اور مختصر مقالہ نہیں گزرا، اسی مقالہ سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب جب کچھ لکھتے تھے تو موضوع کو بہت اچھی طرح پڑھ اور کھنگال کر اس کے سارے پہلوؤں کو فکر ونظر کی گرفت میں لا کر ہی لکھتے تھے اور سچ مچ ان کا اسلوب دریا کو کوزے میں بند کرنے کا ہوتا تھا۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی تدریسی زندگی اور دائرہ معارف اسلامیہ جیسے عظیم علمی منصوبوں میں ان کی بھرپور تاثیر اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اگر اہل حق اور اہل سنت والجماعت کے مخلص محققین اور فاضل

---

۱ ماہنامہ ترجمان الحدیث علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید (م ۱۹۸۷ء) کی ادارت میں جمعیت اہل حدیث پاکستان کی طرف سے شائع ہوتا تھا، کافی عرصہ پہلے جماعت نے اس کی اشاعت اپنے مرکزی ادارے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ذمے لگا دی تھی، وہاں سے اب تک باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



علمائے کرام تنگ دائروں سے نکل کر سوسائٹی کے وسیع میدانوں میں پھیل کر کام کریں تو پوری سوسائٹی پر ان کے بھرپور اثرات پڑیں گے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے درس و تحقیق کا سلسلہ زمیندارہ کالج گجرات سے ۱۹۳۹ء سے شروع کیا اور جو تاحیات جاری رہا۔ بعدازاں وہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۸ء تک گورنمنٹ کالج لاہور سے وابستہ رہے، اس عرصے میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں ایم۔ اے عربی کے طلباء کو بھی پڑھاتے رہے اور کامیاب تدریس و تربیت کے ذریعے بے شمار نامور استاد اور اعلیٰ درجے کے مفکر تیار کیے، جن میں پروفیسر مرزا منور[1]، ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، ڈاکٹر شیر محمد زمان، ڈاکٹر امین اللہ وثیر، ڈاکٹر محمد طفیل، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی [2]، ڈاکٹر خان محمد چاولہ، ڈاکٹر میر ولی خان [3]، پروفیسر عبدالحفیظ اور بے شمار اصحاب کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

پروفیسر صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ مختلف یونیورسٹیوں اور اداروں نے انھیں عربی اور اسلامی علوم کا خصوصی مشیر مقرر کیا ہوا تھا۔ ان میں پنجاب یونیورسٹی لاہور، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اور سندھ یونیورسٹی جام شورو شامل ہیں۔ نیز حکومت پاکستان نے سیرت النبی ﷺ کے سلسلے میں آپ کو خصوصی مشیر مقرر کیا ہوا تھا۔ بہت کم اصحاب کو یہ علم ہوگا کہ بھٹو دور حکومت میں مرحوم کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کے ڈائریکٹر کی بھی پیش کش کی گئی، مگر انھوں نے ان شرائط کو ٹھکرا دیا جن کی بنا پر یہ پیش کش کی گئی تھی، بعد میں بغیر کسی شرط کے قبول کرنے کو کہا گیا مگر مرحوم نے انکار کر دیا۔[4]

مؤرخہ ۱۵ جنوری ۱۹۶۸ء گورنمنٹ کالج لاہور سے ریٹائر ہوئے تو انھیں پنجاب یونیورسٹی میں وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان [5] نے طلب فرمایا اور دوسری طرف سیکرٹری اوقاف مسٹر مسعود انھیں محکمہ اوقاف میں لینا

---

1. پروفیسر محمد منور مرزا ۲۳ مارچ ۱۹۲۷ء کو بھیرہ (سرگودھا) میں پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ اردو کے صدر رہے، اقبالیات پر متعدد کتب تصنیف کیں، اورینٹل کالج میں شعبہ اقبالیات کے صدر بنے، انھوں نے ۷ فروری ۲۰۰۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔
2. ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی جامعہ پنجاب کے شعبہ اسلامیات کے سربراہ رہے۔ انھوں نے ۱۶، اپریل ۲۰۱۳ء کو لاہور میں وفات پائی۔
3. ڈاکٹر میر ولی خان کا تعلق پشاور سے تھا۔
4. علاوہ ازیں ذوالفقار علی بھٹو ہی کے دور میں مولانا کوثر نیازی مرحوم نے دوبارہ ذاتی طور پر کال کر کے پروفیسر عبدالقیوم مرحوم کو اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی کی پیش کش کی تھی مگر موصوف نے قبول نہ کی۔ ان کے نزدیک اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا منصوبہ زیادہ اہمیت رکھتا تھا اور ان کے مزاج کے مطابق تھا۔
5. پروفیسر حمید احمد خان یکم نومبر ۱۹۰۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ انگریزی کے صدر، پھر پرنسپل اور جامعہ پنجاب کے وائس چانسلر رہے، مجلس ترقی ادب لاہور کے ڈائریکٹر بھی رہے، متعدد کتب تصنیف کیں، احمد ندیم قاسمی نے ''نذر حمید احمد خان'' نامی کتاب میں ان کی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔ یہ ۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چاہتے تھے۔ وائس چانسلر صاحب کی خواہش تھی کہ پروفیسر عبدالقیوم پنجاب یونیورسٹی اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی پیش کش قبول کریں۔ بالآخر انھوں نے پروفیسر حمید احمد خان کے ایماء پر اگلے روز مؤرخہ ۱۶ جنوری ۱۹۶۸ء دائرہ معارف اسلامیہ میں چارج سنبھال لیا، چنانچہ وہ ایک سال مدیر رہے اور ۱۹۶۹ء سے بطور سینئر ایڈیٹر اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے تا حیات انجام دیتے رہے۔ اس ادارہ کے تحت اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی ۲۳ جلدیں طبع ہوئیں جس میں مرحوم کی محنت دکاوش بھی شامل ہے اور اس میں آپ کے بے شمار مقالات ہیں۔

پروفیسر عبد القیوم نے سینکڑوں علمی، تحقیقی اور اسلامی موضوعات پر مقالات لکھے۔ آپ ۲۳ کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں فہارس ''لسان العرب''، فہرس الشعراء، مدارج الادب، اسلامی تعلیم، آئینہ اسلام، فہمِ قرآن، مرقاۃ الادب، مدارج القواعد، علوم اسلامیہ، خلافتِ راشدہ اور تاریخِ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے جن مقالات نے بہت مقبولیت حاصل کی ان میں عباسی دربار کے اثرات عربی ثقافت وادب پر، الشہاب الحجازی، حافظ سخاوی، عربی صحافت کی ابتدا وارتقا، شاہ ولی اللہ دہلوی کے تعلیمی نظریے، تحریک خوارج، تاجدار اقلیم حدیث حافظ ابن الحجر، ابن منظور افریقی کی ''لسان العرب'' پر ایک نظر، شیخ الرئیس ابن سینا، شاہ ولی اللہ دہلوی، ابوالفرج اصفہانی، اندلس کا صوفی مفکر ابن عربی، وغیرہ شامل ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم محض ایک نام نہ تھا بلکہ یہ ایک ادارے اور ایک تحریک کا نام تھا۔ ان کی موت سے جو خلا پیدا ہو گیا حقیقت ہے کہ اس کا پر ہونا بہت مشکل ہے، مرحوم ایک اعلیٰ درجے کے انسان تھے، وہ بے مثال کردار کے مالک تھے، وہ انتہائی اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے، وہ اخلاقی اقدار کا تحفظ کرنا جانتے تھے، وہ انتہائی شفیق اور مہربان انسان تھے۔ انسانیت کی تذلیل انھیں گوارہ نہ تھی، وہ بے مثال اور لازوال خوبیوں کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ایسے انسان صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ جب تک ان کی علم وادب اور تحقیق کے میدان میں شمع روشن ہے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اس لیے کہ ان کے کارنامے زندہ وجاوید ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*محمد اسحاق بھٹی

# پروفیسر عبدالقیوم

## قدیم اور جدید کے درمیان حسین ترین نقطۂ اتصال

آزادیِ برعظیم کے بعد اگست ۱۹۴۷ء میں فسادات اور انتقال آبادی کا جو ہولناک سلسلہ شروع ہوا، اس کی وجہ سے بھائی بھائیوں سے، رشتے دار رشتے داروں سے اور صدیوں سے ایک ہی جگہ رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے اس طرح بچھڑ گئے تھے کہ کسی کو کسی کے بارے میں کوئی پتا نہیں تھا کہ کہاں ہے، کس حال میں ہے اور اس سے ملنے کی کوئی صورت کبھی پیدا ہوگی یا نہیں۔ مشرقی پنجاب کے بہت سے مقامات میں اہل حدیث مسلک سے وابستگی رکھنے والے لوگ اچھی خاصی تعداد میں آباد تھے، جن کا آپس میں ربط و تعلق بالکل منقطع ہوگیا تھا۔

قدرتی بات ہے کہ ہر فقہی مسلک کے حامل شخص کے دل میں اپنے مسلک سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے ایک جذبہ ہمدردی پایا جاتا ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم مسلکاً اہل حدیث تھے، ان کے دل میں بھی یہ جذبہ موجزن تھا۔ وہ اصلاً لاہور کے رہنے والے تھے، انھوں نے مولانا سید داؤد غزنوی[۱] سے رابطہ پیدا کیا اور تجویز پیش کی کہ جن اہل حدیث علماء و زعماء کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ مغربی پاکستان کے کس مقام پر پہلے سے آباد ہیں یا ہندوستان کے کس علاقے سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں، ان کا لاہور میں ایک اجلاس بلایا جائے اور ان کو مسلک میں منسلک کرنے کی کوشش کی جائے۔

---

* ریسرچ فیلو ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور

مولانا محمد اسحاق بھٹی ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہندائیہ ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے، وقت کے کبار علماء کی شاگردی اختیار کی، ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر اور ادارہ ثقافت اسلامیہ کے رُکن رہے، شخصیات و سوانح پر چالیس سے زائد کتب لکھیں۔ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔ ان کی نماز جنازہ الجامع المبارک کے خطیب ڈاکٹر محمد حماد لکھوی نے پڑھائی۔

۱ مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے ۱۹۴۸ء میں پہلے صدر اور ان کے ساتھ ہی پروفیسر عبدالقیوم ناظم اعلیٰ منتخب کیے گئے۔ سید داؤد صاحب پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے رکن بھی رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم نے مولانا داؤد غزنوی کے سامنے یہ رائے بھی ظاہر کی کہ اس تنظیم کے صدر انھی (یعنی مولانا غزنوی) کو بنایا جائے۔ مولانا نے جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے مسئلے پر تو ان سے اتفاق کیا، لیکن اپنی صدارت کی تجویز اس شرط کے ساتھ منظور کی کہ اس کی نظامت علیا کا منصب خود پروفیسر صاحب سنبھالیں گے۔ پروفیسر صاحب کا موقف یہ تھا کہ جماعت اہل حدیث کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ اس کا ناظم اعلیٰ کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو متعارف معنوں میں عالم دین ہو، ویسے بھی پروفیسر صاحب طبعاً ہر قسم کی عہدے داری سے گریزاں رہتے تھے۔ وہ اپنے طور پر کام کرنے کے عادی تھے، نمایاں ہو کر آگے بڑھنے کی کوشش کرنا ان کے مزاج و فطرت کے خلاف تھا، لیکن مولانا داؤد غزنوی انھی کو ناظم اعلیٰ بنانے پر مصر تھے۔

بالآخر پروفیسر صاحب نے مولانا کی یہ شرط منظور کر لی۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے دیگر علمائے کرام سے مشورہ کیا، انھوں نے اس اہم کام میں ان کی تائید کی اور اس کو لائق تحسین قرار دیا۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ لاہور میں افراد اہل حدیث کے نظم کی اولین بنیاد پروفیسر صاحب کے گھر میں رکھی گئی تھی اور اس کے لیے ابتدائی جدوجہد ان کے نانا مولوی سلطان احمد مرحوم اور ان کے والد گرامی منشی فضل الدین مرحوم نے کی تھی...... اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں یہ خاندان موچی دروازے مقیم تھا۔ اپنے مکان کے ایک حصے میں مولوی سلطان احمد نے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی تھی جو اب بھی موجود ہے۔ یہ لوگ اسی میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

اس زمانے میں مسلک اہل حدیث کے حاملین لاہور میں بہت کم تعداد میں تھے اور وہ بھی شہر کے مختلف علاقوں اور محلوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز یعنی ۱۹۰۱ء میں پروفیسر صاحب کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد ماجد منشی فضل الدین نے اپنے مکان (اندرون موچی دروازہ) میں جماعت کے چند احباب کو جمع کیا اور جماعتی تنظیم اور افراد جماعت کے باہمی ربط و تعاون اور میل جول کے مسئلے پر غور کیا۔ سوچ بچار کے بعد افراد جماعت کا ایک حلقہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کا نام رکھا گیا: ''حلقہ احباب اہل حدیث۔'' اس کے پہلے صدر مولوی سلطان احمد مقرر ہوئے۔ حلقہ احباب اہل حدیث کے ذریعے افراد اہل حدیث کے باہمی میل جول کا سلسلہ اچھا خاصا بڑھ گیا اور اپنے مسلک کے نام سے ان حضرات نے دین کی تبلیغ و اشاعت اور توحید و سنت کی نشر و ترویج کی کوششیں تیز کر دیں۔

۱۹۰۶ء (۱۳۲۶ھ) میں انھوں نے ایک اور قدم اُٹھایا اور حلقہ احباب اہل حدیث کو ''مجلس اہل حدیث'' کے نام سے موسوم کر دیا اور پنجاب کے سرکردہ علمائے کرام اور علمائے جماعت سے تعلقات و روابط پیدا کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ پورے صوبہ پنجاب کے علماء کے نزدیک قابل احترام قرار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پائے۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو سراہا گیا اور ان کے جذبہ خلوص کی ستائش کی گئی۔ یہ جہاں جاتے واعظین و مقررین توجہ سے ان کی بات سنتے، ان کی دعوت پر ان کے ہاں تشریف لاتے اور خالص کتاب وسنت کے مسائل بیان کرتے اور لوگوں کو اللہ کی توحید کا درس دیتے۔

اب لاہور کی جماعت اہل حدیث سے جو مجلس اہل حدیث کے نام سے موسوم تھی، صوبہ پنجاب کے تمام ممتاز و نامور علماء متعارف اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ ہو گئے تھے۔ ان علمائے کرام کا ایک بڑا اجتماع ۱۰، اپریل ۱۹۰۹ء (۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ) کو پروفیسر عبدالقیوم کے نانا اور والد کی کوششوں سے ان کے مکان پر ہوا۔ حسن اتفاق سے پروفیسر عبدالقیوم کی ولادت کا سال بھی یہی ہے۔ اس اجتماع میں ہندوستان بھر کے علمائے کرام نے شرکت کی۔

ان حضرات کی تجویز سے جو ۱۰، اپریل ۱۹۰۹ء کو جمع ہوئے تھے، لاہور کی مجلس اہل حدیث کا نام ''انجمن اہل حدیث'' رکھا گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ انجمن اہل حدیث لاہور کا قیام ۱۰، اپریل ۱۹۰۹ء کو عمل میں آیا۔ جس رجسٹر میں اس اجلاس کی کارروائی لکھی گئی اور شرکائے اجلاس کے اسمائے گرامی تحریر کیے گئے، اس میں ان سب بزرگوں کے دستخط ثبت ہیں۔

ان حضرات نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق انجمن کی مالی امداد بھی کی۔ پھر یہی حضرات انجمن اہل حدیث لاہور کے بنیادی ارکان قرار پائے۔

اس اجلاس کے شرکاء میں سے تین کا تعلق پروفیسر صاحب کے اسلاف سے ہے۔ ایک مولوی سلطان احمد، یہ ان کے نانا تھے، دوسرے منشی فضل الدین، یہ ان کے والد گرامی تھے، تیسرے خلیفہ محمد حسین، یہ پروفیسر صاحب کے ماموں تھے۔ یہ اجلاس بھی جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا پروفیسر صاحب کے مکان اندرون موچی دروازہ میں ہوا تھا، ان تینوں بزرگوں میں سے منشی فضل الدین اور محمد حسین کو میں نے دیکھا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ دونوں مجھ پر شفقت فرماتے تھے۔ انجمن اہل حدیث لاہور کی پہلی مجلس منتظمہ مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی، جس نے طویل مدت تک جماعتی و مسلکی خدمات سرانجام دیں:

مولوی سلطان احمد، مولوی عبدالکریم، مولوی عبدالرحیم، مولوی سعید الدین، خلیفہ حافظ معین الدین، مولوی فضل حق، منشی فضل الدین، منشی عبدالقادر، منشی اللہ داد، منشی وارث دین، مولوی عبیداللہ، مولوی فضل حق۔ مجلس منتظمہ میں مولوی فضل حق نام کے دو بزرگ تھے۔

انجمن اہل حدیث لاہور نے ۱۹۱۳ء میں ایک دینی درس گاہ قائم کی، جس کا نام ''مدرسۃ القرآن والحدیث'' رکھا گیا۔ اس کے لیے تین مدرسین و معلمین کی خدمات حاصل کی گئی تھیں، وہ تھے: مولوی محمد حسن، مولوی عبیداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور مولوی احمد الدین۔ اس مدرسے میں کشمیر، جموں، تبت اور بعض دوسرے علاقوں کے طلباء بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ طلبہ کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا اور ان کے باقاعدہ سالانہ امتحانات ہوتے تھے۔

۱۹۲۰ء میں مسجد مبارک کی زمین خریدنے کے لیے تیاری شروع ہوئی، جماعت کے بعض قابل احترام حضرات کو اس کا پتہ چلا تو انھوں نے اس سے اختلاف کیا، لیکن جب انھیں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سمجھایا گیا اور یہ وضاحت کی گئی کہ تبلیغی مقاصد کے لیے مسجد مبارک کی تعمیر کو اہمیت حاصل ہوگی، جبکہ پہلی دونوں مسجدیں شہر کے اندر ہیں جہاں بہت سے لوگوں کے لیے پہنچنا مشکل ہے، لہٰذا ایک ایسی مسجد بھی ہونی چاہیے جو کھلی جگہ میں ہو اور وہاں رسائی آسان ہو تو وہ مان گئے۔ اس زمانے میں مسجد مبارک واقعی کھلی جگہ پر تھی اور جمعہ و جماعت کے لیے لوگ وہاں آسانی سے پہنچ سکتے تھے۔

مسجد مبارک کی زمین خریدنے کے لیے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی منشی فضل الدین مرحوم نے کی۔ زمین خریدنے کے بعد مسجد کی تعمیر کا مسئلہ بڑا اہم تھا، اس کے لیے انھوں نے بڑی سرگرمی کا ثبوت دیا اور دن رات کام میں مصروف رہے۔ بڑی محنت اور تگ و دو کے بعد مسجد کی تعمیر و تکمیل کا مرحلہ طے ہوا۔

مسجد مبارک کچھ ایسی ساعت سعید اور وقت مبارک میں تعمیر کی گئی تھی کہ اس کی وجہ سے انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا، جس کے منصب صدارت پر مولانا عبدالقادر قصوری اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری یکے بعد دیگرے فائز رہے۔ اس کے سیکرٹری مولانا ثناء اللہ امرتسری اور پھر مولانا عبدالمجید سوہدروی تھے۔

۱۹۰۹ء میں جب لاہور میں اہل حدیث علماء و زعماء کا اجتماع ہوا اور اس میں انجمن اہل حدیث لاہور کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے پہلے ناظم پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا اور اس کے خزانچی پروفیسر صاحب کے والد منشی فضل الدین کو منتخب کیا گیا۔ خزانچی کو وہ امین کہتے تھے۔

مولوی سلطان احمد ۱۹۲۰ء تک انجمن اہل حدیث کے ناظم رہے، اس کے بعد انھیں صدر بنا دیا گیا تھا، ۱۹۳۴ء تک وہ اس کے منصب صدارت پر فائز رہے، اس وقت پروفیسر عبدالقیوم کو انجمن کا ناظم منتخب کیا گیا تھا، وہ زندگی کے آخری دم تک اس انجمن اہل حدیث کے ناظم رہے جو مسجد مبارک کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہے۔ ۱۹۳۴ء کے بعد اس کا صدر شیخ عظیم کو بنا دیا گیا تھا۔

مسجد مبارک کی تعمیر سے پہلے اور بعد میں اس عہد کے جو علمائے کرام متحدہ پنجاب کے مختلف مقامات سے لاہور تشریف لاتے، ان کا قیام پروفیسر صاحب کے مکان پر ہوتا تھا۔ زیادہ تر آمد و رفت مولانا محمد حسین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اور حکیم نور الدین لائل پوری کی تھی۔ ان میں سے صرف قاضی صاحب مرحوم مال روڈ پر مستری محمد حیات (ایم حیات اینڈ سنز) کے ہاں قیام فرماتے تھے۔ باقی حضرات انھی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔

منشی فضل الدین کے ساتھ مولانا عبدالواحد غزنوی کے تعلقات بہت اچھے تھے اور بسا اوقات وہ محض ان سے ملاقات کی غرض سے مسجد مبارک میں تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ منشی صاحب مرحوم نے بتایا کہ ایک دن مولانا عبدالواحد صاحب ان کے پاس آئے، کافی دیر بیٹھے اور پھر چلے گئے۔ تین چار منٹ کے بعد پھر آگئے اور فرمانے لگے: منشی صاحب مجھے ایک روپیہ دیجیے۔ انھوں نے ایک روپیہ دے دیا اور وہ روپیہ لے کر چلے گئے۔ آدھ پون گھنٹے کے بعد آئے اور فرمایا: یہ لیجیے روپیہ...... ! منشی صاحب نے کہا: اتنی جلدی کی کیا ضرورت تھی، روپیہ پھر دے دیتے، فرمانے لگے: قرض جلد سے جلد ادا کرنا چاہیے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ جب وہ منشی فضل الدین کے ہاں سے اٹھ کر باہر نکلے تو راستے میں ایک فقیر بیٹھا تھا جو آنے جانے والوں سے کہہ رہا تھا۔ اللہ کے نام پر ایک پیسہ دے دو۔ اللہ کے نام پر ایک پیسہ دے دو۔ وہ مسلسل یہ صدا لگائے جا رہا تھا۔ مولانا عبدالواحد نے یہ الفاظ سنے تو منشی فضل الدین کے پاس پہنچے، ان سے ایک روپیہ لیا اور اس فقیر کو دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام سے چھوٹی چیز نہیں مانگنی چاہیے، بڑی چیز مانگنی چاہیے۔ ایک روپیہ اس زمانے میں بڑی اہمیت رکھتا تھا جو مولانا کے پاس نہ تھا اور منشی فضل الدین سے ادھار لے کر فقیر کو دیا۔

مسجد مبارک کی تعمیر کے بعد کچھ عرصے تک اس کی امامت و خطابت کے فرائض مولوی سلطان احمد سرانجام دیتے تھے اور اس کے ضروری انتظامات بھی مولوی صاحب موصوف اور منشی صاحب کے ذمہ تھے۔

یہ تھا پروفیسر عبدالقیوم کے بزرگوں کا کردار اور یہ تھے مختصر الفاظ میں وہ واقعات جن میں سے زیادہ تر پروفیسر صاحب کے سامنے رونما ہوئے تھے، اس لیے وہ ان کی تفصیلات سے خوب آگاہ تھے، مولانا داؤد غزنوی کو بھی اس تمام صورت حال کا علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ پروفیسر صاحب جماعتی اور دینی و مسلکی معاملات میں کس درجے مخلص اور صاف ذہن والے ہیں، بنا بریں وہ چاہتے تھے کہ جماعت کی تنظیم کے ناظم اعلیٰ انھی کو بنایا جائے۔

پروفیسر صاحب کی تجویز و تحریک کے بعد بعض دیگر اہم شخصیتوں سے بھی مشورہ کیا گیا اور جولائی ۱۹۴۸ء کے پہلے ہفتے میں جماعت کے ان علماء وزعماء کو جن کے ڈاک کے پتے معلوم تھے، اس مضمون کے خطوط لکھے گئے کہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام (شیش محل روڈ لاہور) میں جماعت کی تنظیم کے سلسلے میں اجتماع ہوگا، جس میں ان کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ میں اس وقت اس گاؤں میں تھا، جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آزادی کے بعد پناہ گیر کی حیثیت سے ہم نے ڈیرہ جمالیا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اس پر مولانا غزنوی اور پروفیسر عبدالقیوم کے دستخط ہوں گے۔ اپنے اس خیال کی وجہ میں آگے بیان کروں گا۔

جو حضرات ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کے اس اجتماع میں شامل ہوئے تھے، ان میں سے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اب صرف دس آدمی حیات ہیں، باقی سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ لاہور میں میاں عبدالمجید [1] اور ڈاکٹر ریاض قدیر [2] ......! میاں صاحب کو اس تنظیم کا جو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے نام سے قائم ہوئی تھی، ناظم مالیات منتخب کیا گیا تھا۔ یہ میاں عبدالعزیز [3] بارایٹ لاء کے بیٹے ہیں، جو لاہور کارپوریشن کے سابق میئر اور مشہور سیاسی رہنما تھے۔ ان کے گھر میں تقریباً چالیس ہزار خطوط موجود ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے میاں عبدالعزیز کو بھیجے۔ ان خطوط کو آزادی سے قبل کے برصغیر کی تاریخ سے تعبیر کرنا چاہیے۔ خطوط کے اس ڈھیر میں بہت سی معروف شخصیتوں کے نہایت اہم خطوط موجود ہیں۔ ممکن ہے اس انبار میں یہ چھوٹا سا خط بھی کہیں موجود ہو جو میاں عبدالمجید کے نام تنظیم جماعت کے سلسلے میں بھیجا گیا تھا۔

لاہور میں دوسرے شخص جو اس اجلاس میں شامل تھے اور زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ریاض قدیر تھے جو اس وقت میو ہسپتال میں ممتاز سرجن تھے، وہ گزشتہ تین سال سے بیمار ہیں اور کسی یورپین کلینک میں زیر علاج ہیں۔

فیصل آباد شہر سے مولانا عبدالواحد [4] شریک اجلاس تھے اور ضلع فیصل آباد سے چک نمبر ۳۶ (تحصیل

---

[1] میاں عبدالمجید مالواڈہ، میاں عبدالعزیز کے فرزند گرامی تھے، انھوں نے ۲۲ جون ۱۹۹۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ میاں عبدالمجید مالواڈہ انجمن اہل حدیث لاہور کے ۱۹۵۳ء سے ۱۹۸۳ء تک تیس برس صدر رہے، پھر ان کی علالت اور ناسازیٔ طبع کے باعث مولانا فضل الرحمن کو صدر بنایا گیا۔ اسی انجمن کے تحت الجامع المبارک کا انتظام وانصرام شروع سے جاری ہے اور دارالمعارف اپنے قیام ۲۰۰۸ء سے اسی انجمن کے زیر انتظام ہے۔

[2] ڈاکٹر ریاض قدیر ۲۴ اگست ۱۹۰۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے پرنسپل اور صدر پاکستان محمد ایوب خان کے ذاتی معالج رہے، وہ اپنے وقت کے معروف اور قابل ڈاکٹر تھے، انھوں نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو امریکا میں وفات پائی۔

[3] میاں عبدالعزیز مالواڈہ ۱۹ اگست ۱۸۷۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، تحریکِ پاکستان کے نامور قائد تھے، لاہور کے پہلے میئر بنے، پنجاب اسمبلی کے رکن بھی رہے، ۲۸ جولائی ۱۹۷۱ء کو لاہور میں بعمر سو برس وفات پائی۔

[4] مولانا عبدالواحد فیصل آباد شہر کی قدیم ترین مسجد اہل حدیث امین پور بازار کے بانی، امام اور شہر کی معروف مذہبی شخصیت تھے، انھوں نے ۱۸ جون ۱۹۹۷ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جڑانوالہ) کے مولوی عبید اللہ کو دعوت دی گئی تھی، جو اس میں شامل تھے۔ علاوہ ازیں اوکاڑہ سے مولانا معین الدین لکھوی[1]، بوریوالہ سے مولانا عبداللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث[2]، لالہ موسیٰ سے مولانا عبدالخالق جامعی[3]، راولپنڈی سے چوہدری محمد یعقوب[4] اور پشاور سے خان عبدالعظیم خاں[5] اس اجلاس میں شریک تھے اور وہ بفضل خدا زندہ ہیں۔ میرے خیال کے مطابق شرکائے اجلاس میں سے صرف یہ دس آدمی اب بقید حیات ہیں۔

دو ڈھائی سو آدمی اس اجلاس میں شریک ہوں گے۔ پروفیسر عبدالقیوم کو میں نے زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا تھا اور ان کا نام بھی اسی دن سنا تھا۔ وہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں کو حیرانی سی ہوئی۔ باتیں وہ بہت اچھی کر رہے تھے، قرآن اور حدیث کے حوالے بھی دے رہے تھے اور جماعت اہل حدیث کے بزرگوں کے حالات بھی بیان کر رہے تھے۔

لیکن داڑھی مونچھ صاف اور سر پر انگریزی بال۔ اس وقت تک نظریں کسی ایسے آدمی کو دیکھنے کی عادی نہیں ہوئی تھیں جو اس شکل وصورت میں مولویوں کی سی باتیں کرتا ہو۔

کئی گھنٹے کی بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ اس جماعتی نظم کا نام مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان رکھا جائے۔ عہدے داروں کا مسئلہ پیش ہوا تو متفقہ طور پر مولانا سید داؤد غزنوی کو صدر، پروفیسر عبدالقیوم کو ناظم اعلیٰ اور میاں عبدالمجید کو ناظم مالیات منتخب کر لیا گیا۔ اس کا دفتر شیش محل روڈ پر تقویۃ الاسلام کی عمارت میں رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ آفس سیکرٹری یا ناظم دفتر کا تقرر بھی ضروری تھا تاکہ دفتری امور باقاعدگی سے

---

[1] مولانا معین الدین لکھوی یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو لکھو کے میں پیدا ہوئے، جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے مہتمم تھے، پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن رہے اور ستارۂ امتیاز سے سرفراز ہوئے، انھوں نے ۸ اور ۹ دسمبر ۲۰۱۱ء کی درمیانی شب کو اوکاڑہ میں وفات پائی۔ ان کے بھتیجے پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی الجامع المبارک میں ۲۰۰۹ء سے خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں۔

[2] مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری ہجرت کر کے پاکستان آئے، بورے والا ضلع ملتان (اب ضلع وہاڑی) کو اپنا مسکن بنایا، ضلع ملتان کے امیر بھی رہے، مدت العمر یہاں درس وخطابت کی ذمہ داری نبھائی اور سو برس کے قریب عمر پا کر مئی ۲۰۱۲ء کو بورے والا میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند محمد سلیمان اظہر کی ڈاکٹر بہاء الدین کے قلمی نام سے ''تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث'' پر چالیس کے قریب جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

[3] مولانا عبدالخالق جامعی ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے، طویل عرصے تک مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع گجرات کے امیر رہے، انھوں نے ۲۰ فروری ۲۰۰۰ء کو لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں وفات پائی۔

[4] راولپنڈی میں مشرق ہوٹل ان کا کاروبار تھا، جماعت کے ساتھ وابستہ رہے، وفات پا چکے ہیں۔

[5] پشاور سے یہ جماعت کے اہم رکن اور شہر کے امیر رہے، وفات پا چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جاری رہیں، اس کے لیے دو تین آدمیوں کی ایک کمیٹی بنادی گئی کہ وہ جس کو مناسب سمجھیں چند روز میں آفس سیکرٹری مقرر کر لیں...... میٹنگ کی تمام کارروائی پروفیسر عبدالقیوم صاحب لکھ رہے تھے۔

اس کے ڈھائی تین مہینے بعد مولانا عطاء اللہ حنیف میرے پاس ہمارے گاؤں گئے، انھوں نے مجھے فرمایا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب[1] کی تجویز سے تمہیں مرکزی جمعیت کا آفس سیکرٹری مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ صدر جمعیت مولانا داؤد غزنوی اور ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم اس سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتے ہیں، تم میرے ساتھ لاہور چلو۔ میں اس دن تو ان کے ساتھ لاہور نہ آسکا، البتہ چند روز کے بعد اکتوبر کے آخر میں لاہور پہنچا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کی موجودگی میں مولانا داؤد غزنوی سے بات ہوئی تو میں نے اپنی بعض مصروفیتوں کے پیش نظر دسمبر میں لاہور آنے اور کام کا آغاز کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ حسب وعدہ آٹھ دسمبر ۱۹۴۸ء کو میں لاہور پہنچ گیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کی موجودگی میں مولانا داؤد غزنوی نے انٹرویو لیا اور نوّے روپے ماہانہ تنخواہ پر مجھے مرکزی جمعیت کا آفس سیکرٹری مقرر کر لیا گیا، لیکن ساتھ میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے فرمایا کہ وہ مجھے پروفیسر عبدالقیوم کے پاس لے جائیں تاکہ کوئی بات وہ مجھ سے پوچھنا چاہیں تو پوچھ لیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے کسی سے سائیکل مانگی اور میرے حوالے کرتے ہوئے مجھے چلانے کا حکم دیا، خود پیچھے کیریئر پر بیٹھ گئے۔

ہم پروفیسر صاحب کے مکان پر پہنچے تو مولانا عطاء اللہ صاحب نے دروازے پر لگے ہوئے ایک بٹن پر انگلی رکھی اور ٹیں ٹیں کی تیز سی آواز گونجنے لگی۔ میں نے یہ چیز پہلی دفعہ دیکھی اور سنی تھی۔ حیران ہوا کہ بٹن یہاں سے دبایا اور آواز ادھر سے آئی، یہ کیا معاملہ ہے پتا چلا کہ مکان کے اندر گھنٹی لگی ہوئی ہے، جس کا بجلی کی تار کے ذریعے اس بٹن سے رابطہ قائم کیا گیا ہے، بٹن دبائیں تو گھنٹی بولنے لگتی ہے۔ ہم نے کہا: وارے نیارے جائیں زمانے کی ترقیوں اور عقل کی کرشمہ سازیوں کے کہ نہ زبان سے بولنا پڑے، نہ حلق پھاڑ پھاڑ کر کسی کو آواز دینی پڑے، ادھر بٹن دبایا اور ادھر اندر بیٹھا ہوا شخص باہر آ گیا۔

بہرحال گھنٹی کی آواز پر مشکل سے ایک منٹ گزرا ہوگا کہ پروفیسر صاحب باہر تشریف لائے۔ وہ گھریلو لباس میں ملبوس تھے یعنی پاجامہ، قمیض اور سویٹر پہنے ہوئے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ان سے میرا تعارف کرایا تو نہایت گرم جوشی سے ملے، لیکن ساتھ ہی معذرت کی کہ اب میں جلدی میں ہوں اور کالج

---

[1] مولانا محمد اسماعیل سلفی ۱۸۹۵ء کو موضع ڈھونیکی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں جو اپنے موضوعات پر بہت نفع مند ہیں، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر اور اس سے پہلے ناظم اعلیٰ بھی رہے، انھوں نے ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جارہا ہوں، کالج سے فارغ ہو کر ٹھیک ایک بجے دفتر پہنچوں گا اور پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔ ہم جس طرح گئے تھے، اسی طرح واپس آ گئے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا نام مولانا داؤد غزنوی کی تجویز سے مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان رکھا گیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے کچھ عرصہ پیشتر مشرقی پاکستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مشرقی پاکستان قائم ہو چکی تھی، جس کے صدر برعظیم کے مشہور عالم مولانا عبداللہ الکافی[۱] تھے۔ اُس کا دائرہ نظم ونسق مشرقی پاکستان تک محدود تھا، جب کہ اِس کی تنظیمی حدود کو مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں میں پھیلانا مقصود تھا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے دفتر کے لیے ابتدا میں دو کمرے مختص کیے گئے تھے۔ میری رہائش کا انتظام بھی دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں تھا اور اس کے لیے مجھے الگ ایک کمرہ دیا گیا تھا۔

۸، دسمبر ۱۹۴۸ء میری باقاعدہ دفتری حاضری کی پہلی تاریخ تھی اور اسی تاریخ کی صبح کو میں اپنے ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور انھوں نے ایک بجے دفتر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وعدے کے مطابق وہ ٹھیک ایک بجے تشریف لائے اور دروازے میں داخل ہوتے ہوئے میری طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا: السلام علیکم! میں انھیں دیکھ کر یک دم کھڑا ہو گیا اور وعلیکم السلام کہتے ہوئے ان سے مصافحہ کیا۔ ان کا حلیہ اور لباس اب تک ذہن میں ہے اور اس کو عالم تصور میں لاتا ہوں تو ساری تصویر سامنے آ جاتی ہے، اس واقعے پر تقریباً بیالیس برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہو۔ تصویر کا کوئی رخ بھی تو دھندلا نہیں ہوا۔

پروفیسر عبدالقیوم کی عمر اس وقت چالیس برس کے لگ بھگ ہوگی، میں نے ان کو غور سے دیکھا، نکلتا ہوا قد اور نکھرا ہوا رنگ، منہ پر ہلکے سے چیچک کے داغ جوان کے چہرے کی خوب صورتی اور رنگ و روپ پر اثر انداز ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے، تیکھے نقوش، آنکھوں پر نظر کی عینک، صاف ستھرے اور شاندار کوٹ پتلون میں ملبوس، بہترین ٹائی باندھے ہوئے، کالے چمکتے ہوئے بوٹ اور اس سے ملتے جلتے رنگ کی جرابیں، انگریزی کٹ کے بال اور درمیان سے مانگ نکالے ہوئے۔

خیر خیریت کے بعد انھوں نے الماری سے نکال کر چند رجسٹر میرے حوالے کیے۔ ان میں سے ایک رجسٹر کے پہلے صفحے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کے اکیس ارکان کے نام درج تھے۔ پہلا صدر جمعیت

---

[۱] مولانا عبداللہ الکافی ۱۹۰۱ء کو دیناج پور میں پیدا ہوئے ان کے بڑے بھائی مولانا عبداللہ الباقی آسمبلی کے رکن بھی رہے۔ وہ قیام واستحکامِ پاکستان کے داعی تھے، انھوں نے ۴ جون ۱۹۶۰ء کو ڈھاکہ میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولانا داؤد غزنوی کا، دوسرا ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم کا اور تیسرا ناظم مالیات میاں عبدالمجید کا تھا، اس کے بعد باقی ارکان عاملہ کے نام مرقوم تھے۔ اس سے اگلے صفحوں پر مجلس عاملہ کے ان دو یا تین اجلاسوں کی کارروائی لکھی گئی تھی جو قیام جمعیت (۲۴ جولائی) کے بعد ہوئے تھے۔ ہر کارروائی کے آخر میں جو میٹنگ میں سنائی گئی تھی صدر جمعیت مولانا داؤد غزنوی کے دستخط تھے اور ساتھ ہی تاریخ مرقوم تھی۔

ایک رجسٹر جنرل کونسل کا تھا۔ اس میں ان تمام حضرات کے نام درج تھے جو ۲۴ جولائی کے اجلاس میں شامل ہوئے تھے اور اس میں جو کارروائی ہوئی اس کی تفصیل لکھی گئی تھی۔ اس کے نیچے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے دستخط تھے۔ ایک رجسٹر خط وکتابت کا تھا۔ ایک رجسٹر اور تھا جس پر لکھا تھا سٹاک رجسٹر۔ اس میں وہ چیزیں لکھی گئی تھیں جو مرکزی جمعیت کے قیام کے بعد دفتر کے لیے خریدی گئی تھیں، مثلاً میز، کرسی وغیرہ ہر چیز پر تاریخ خرید درج تھی۔ ایک روز نامچہ تھا، آمدنی اور خرچ کی تفصیل الگ الگ تحریر کی گئی تھی۔ ایک فائل میں ان کی تاریخ اور رسیدیں گوند کے ساتھ چسپاں تھیں۔

پروفیسر صاحب یہ سب چیزیں میرے حوالے کرنا یعنی مجھے ان کا چارج دینا چاہتے تھے۔ یہ ایک دفتری اصول ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے انھوں نے سٹاک رجسٹر پکڑا اور اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: یہ سب چیزیں آپ ترتیب وار پڑھتے جایئے اور میں ان میں سے ہر چیز گن کر آپ کے حوالے کرتا جاؤں گا۔ اب میں نے پڑھنا شروع کیا: میز دو، کرسیاں آٹھ، رجسٹر کارروائی مجلس عاملہ ایک، ڈاک رجسٹر ایک، رجسٹر کارروائی جنرل کونسل، پنسلیں پانچ، قلم دان ایک، اسی طرح پڑھتے پڑھتے میں نے کہا، فائل کور (Kaur) دس۔ ابھی پورا لفظ نہیں بولا تھا کہ فوراً کہا فائل کور (Cover) یہ سن کر پروفیسر صاحب نے میری طرف دیکھا اور پوچھا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جواب دیا: ریاست فرید کوٹ کا۔

فرمایا: ہونٹوں پر تھوڑی سی مسکراہٹ طاری کرتے ہوئے، یہ سکھ ریاست ہے نا؟

عرض کیا: جی ہاں!

بولے: ٹھیک ہے، آگے پڑھیے۔

اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہیں کہا، لیکن اس مختصر متن کی تشریح دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اصل میں وہ کہنا یہ چاہتے تھے کہ میں سکھ ریاست کا رہنے والا ہوں، جس طرح بسنت کور، مہندر کور، امرت کور وغیرہ سکھ عورتوں کے نام ہوتے ہیں، اسی طرح شاید میں فائل کور کو بھی کسی سکھ عورت کا نام سمجھا ہوں۔ لیکن اپنی طبعی شرافت کی بنا پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے زبان سے یہ الفاظ نہیں کہے، البتہ میرے اصل وطن کو ''یہ سکھ ریاست ہے نا'' کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ تمھیں پرانی باتیں یاد آ رہی ہیں، اس میں تمھارا قصور نہیں، تمھارے ماحول کا اثر کارفرما ہے۔

ایک دن میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا تو مسکرائے اور فرمایا: مجھے تو یہ بات بالکل یاد نہیں۔

ان کو واقعی یاد نہیں ہوگی وہ بھول چکے ہوں گے اور اپنی فطری شرافت اور طبعی سنجیدگی کی بنا پر انھیں یہ بات بھول ہی جانا چاہیے تھی، لیکن میں جو طبع متانت ناآشنا رکھتا ہوں اس بات کو نہیں بھولا۔ بیالیس برس قبل کا یہ تمام واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

پروفیسر صاحب تقریباً ایک گھنٹہ مرکزی جمعیت کے دفتر میں رہے اور انھوں نے مجھے بہت سی باتیں سمجھائیں، مجلس عاملہ کے ارکان کے ناموں کے ساتھ ان کے مکمل پتے درج تھے، لاہور کے ارکان عاملہ کے علاقوں کا محل وقوع بھی بتایا۔

وہ کالج سے فارغ ہو کر روزانہ دفتر آتے اور میرے کام سے متعلق پوچھتے اور میری رہنمائی کرتے۔ میرے پاس ڈھائی تین سو آدمیوں کے پتے موجود تھے جو مختلف رجسٹروں میں پروفیسر صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، میں روزانہ پندرہ بیس آدمیوں کو خط لکھ دیتا اور انھیں جماعت کی تنظیم کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا۔ پروفیسر صاحب میری یہ کارگزاری روزانہ دیکھتے اور خوش ہوتے۔ میرے آنے سے پہلے مختلف رجسٹروں میں جو کچھ تحریر تھا، وہ پروفیسر صاحب کا لکھا ہوا تھا۔

وہ تقریباً ایک سال مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ رہے۔ غالباً ۱۹۴۹ء میں مئی کی آخری تاریخوں میں حکومت نے تمام سرکاری ملازموں کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کر دیا تھا کہ وہ کسی ایسی جماعت کے عہدے دار نہیں رہ سکتے جو کسی صورت میں سیاسیات سے تعلق رکھتی ہو۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث معروف معنوں میں تو سیاسی جماعت نہیں تھی، لیکن اس کی بعض قراردادیں ضرور سیاسی نوعیت کی ہوتی تھیں اور پھر اس کے صدر مولانا داؤد غزنوی تھے جو پنجاب اسمبلی کے رکن تھے اور حزب اختلاف سے تعلق رکھتے تھے۔ اس بنا پر پروفیسر عبدالقیوم نے جون ۱۹۴۹ء میں مرکزی جمعیت کی نظامت علیا سے استعفا دے دیا۔

پروفیسر صاحب کے بعد ڈیڑھ مہینہ عارضی طور پر مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب اس کے ناظم اعلیٰ رہے۔ اس کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب کو ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا تھا۔ پروفیسر صاحب اس کے بعد ناظم اعلیٰ تو نہیں رہے تھے، لیکن اس کی مجلس عاملہ کے بدستور رکن تھے اور مولانا داؤد غزنوی بہت سے اہم معاملات میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔ اس کے لیے وہ عام طور پر پروفیسر صاحب کو دفتر تشریف لانے کی زحمت دیتے تھے۔ کبھی خود بھی ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔ اس قسم کی زیادہ تر مجلسوں میں مجھے بھی شرکت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



موقع ملتا تھا۔

۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو میں نے پہلی دفعہ انھیں دیکھا اور ان کی چند باتیں سنیں اور پھر اس سے ساڑھے چار مہینے بعد ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ان سے پہلی مرتبہ باتیں کرنے کا موقع ملا۔ اس تاریخ سے لے کر جون ۱۹۴۹ء تک چھ سات مہینے ان کے ماتحت کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ کام کے سلسلے میں بجچے تلے الفاظ میں تسلسل اور دفتری معاملات کو باقاعدگی سے جاری رکھنے کے بڑے پابند تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ دفتر کے کاغذات اس انداز سے رکھے جائیں کہ ان میں سے کسی کاغذ، خط، رجسٹر یا ووچر کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

جس چیز کی ضرورت پڑے فوراً نکال لی جائے۔ کسی چیز کی تلاش کے لیے ادھر اُدھر بھاگنا نہ پڑے، نہ عالم تحیر میں مختلف فائلوں اور رجسٹروں کو کھول کھول کر دیکھنا پڑے۔ اسے ان کی ذہنی اور فکری صفائی کی علامت کہنا چاہیے۔

جون ۱۹۴۹ء کے بعد وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ تو نہیں رہے تھے، لیکن اس تھوڑے عرصے میں میرے دل پر انھوں نے اپنی تکریم و عزت کا ایک ایسا نقش بٹھا دیا تھا جو تمام عمر نمایاں اور اجاگر رہا۔ پھر یہ معاملہ یک طرفہ نہیں تھا کہ صرف میں ہی ان کی تکریم کرتا تھا، انھیں بھی اس کا پورا خیال اور احساس تھا اور مجھ سے ہمیشہ شفقت فرماتے رہے۔ میرے ملنے والوں سے انھوں نے ازراہِ کرم مشفقانہ انداز ہی میں میرا نام لیا۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا یا کہیں ملاقات ہوئی تو میری حقیری علمی کوششوں کو سراہا اور میرے لیے دعا کی۔

۱۹، اگست ۱۹۴۹ء کو گوجرانوالہ سے ہفت روزہ ''الاعتصام'' جاری ہوا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کو اس کا ایڈیٹر اور مجھے ان کا معاون مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں مرکزی جمعیت کا ناظم دفتر بھی تھا۔ میں نے ہفتے کے سات دنوں کا پروگرام کچھ اس قسم کا بنا رکھا تھا کہ چار پانچ دن اخباری کام کے سلسلے میں گوجرانوالہ میں رہتا تھا اور دو یا تین دن لاہور میں رہتا اور مرکزی جمعیت کا کام کرتا تھا۔ اس اثنا میں پروفیسر صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان سے باتیں کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ بہرحال نکال لیتا تھا۔

الاعتصام ان کی خدمت میں بذریعہ ڈاک پیش کیا جاتا تھا۔ میں نے مولانا محمد حنیف ندوی کے کہنے سے اس کے ابتدائی دور میں اہل حدیث علمائے کرام کے مختصر سے حالات لکھنا شروع کیے تھے، ایک دن پروفیسر صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان حالات کے سلسلے میں انھوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور فرمایا: یہ سلسلہ جاری رکھو اور اسے اپنا مستقل موضوع بنالو، اس قسم کی بعض اور باتیں بھی کہیں جو میرے لیے خوشی کا باعث تھیں، ظاہر ہے کہ ہر لکھنے والا کسی بڑے شخص کی حوصلہ افزا باتوں سے خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوا، یہ ان کی مجھ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شفقت تھی۔

مولانا حنیف ندوی الاعتصام کا اداریہ لکھتے تھے اور میں ان کے فرمان کے مطابق ادارتی شذرات لکھتا تھا، پروفیسر صاحب کو اگر کسی سیاسی قسم کے شذرے یا مضمون سے اختلاف ہوتا تو مسکراتے ہوئے احسن طریقے سے اس کا اظہار کرتے۔ اس سے میری دل شکنی بھی نہ ہوتی اور وہ بھی اپنے دل کی بات کہہ دیتے اور یہی ان کا اصل مقصد ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ''الاعتصام'' سے ایک قاری نے ایک خط کے ذریعے کوئی مسئلہ پوچھا اور کہا کہ یہ سوال اور اس کا جواب الاعتصام میں شائع کر دیا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ مولانا حنیف ندوی نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کا جواب لکھوں۔ میں نے لکھ کر مولانا کو دکھایا، انھوں نے اس سے اتفاق کیا اور میں نے اخبار میں چھاپ دیا۔ اس سے تقریباً ڈیڑھ مہینے بعد پروفیسر صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس سوال و جواب کا ذکر کیا اور فرمایا: آپ تو مفتی ہوگئے ہیں۔ میں نے پوچھا: اس میں کچھ جان بھی تھی؟ فرمایا: بالکل صحیح جواب تھا۔ اس قسم کی باتوں سے وہ میرا حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

الاعتصام کے اجرا سے ایک سال بعد ۱۴ جولائی ۱۹۵۰ء (۲۷ رمضان ۱۳۶۹ھ) کو ہم نے اس کا عید نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ مضمون کے لیے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کو بھی خط لکھا اور میں خود بھی حاضر ہوا، ازراہِ کرم انھوں نے مضمون مرحمت فرمایا۔ ان کا یہ دوسرا مضمون تھا جو الاعتصام میں چھپا۔ اس سے چند روز قبل ۳۰ جون اور ۷ جولائی ۱۹۵۰ء کے دو شماروں میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کا عنوان تھا ''مفتی محمد عبدہٗ''۔[1]

۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو مولانا حنیف ندوی ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک ہوگئے اور اس سے کچھ عرصہ بعد وہ گوجرانوالہ سے لاہور آگئے۔ الاعتصام بھی گوجرانوالہ سے لاہور منتقل ہوگیا اور مجھے اس کا ایڈیٹر بنا لیا گیا۔ اب پروفیسر صاحب سے تقریباً ہر جمعے کو ملاقات ہوجاتی تھی۔ اس لیے کہ عام طور سے میں بھی مسجد مبارک میں جمعہ پڑھتا تھا اور مولانا حنیف ندوی بھی زیادہ تر وہیں تشریف لے جاتے تھے۔ وہ اب مسجد مبارک کے خطیب تو نہ تھے، نہ روزانہ درسِ قرآن کی ذمے داری ان پر عائد تھی، البتہ وہ طویل عرصے تک اس مسجد میں درس و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے تھے، اس لیے اس مسجد اور اس حلقے کے لوگوں سے ان کا دیرینہ تعلق تھا اور یہ

---

[1] مفتی محمد عبدہٗ ۱۸۴۶ء کو مصر میں پیدا ہوئے، اعلیٰ تعلیم کے بعد مصر میں تعلیمی و سیاسی انقلاب کے اہم رکن بنے، مصر کی عدالت کے قاضی اور اسمبلی کے رکن بھی رہے، انھوں نے ۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء کو وفات پائی۔ پروفیسر عبدالقیوم کا مفتی محمد عبدہٗ پر مضمون مقالات پروفیسر عبدالقیوم (اردو) ج ۲ ص ۳۵۷ تا ۳۷۴ میں شائع شدہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تعلق انھیں ادھر کا رخ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہاں پروفیسر صاحب سے ملاقات ہو جاتی تھی اور پروفیسر صاحب بھی ان کا انتہائی احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ مسجد مبارک کے نمازیوں نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ مسجد میں دوبارہ درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کردیں۔ مولانا نے روزانہ درس کے بجائے ہر اتوار کو نمازِ عصر کے بعد درس کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پروفیسر صاحب اس میں باقاعدہ شرکت کرتے تھے۔ درس کے بعد وہ بعض اوقات مجھے اور مولانا کو اپنے مکان پر لے جاتے جو مسجد سے بالکل متصل ہے، وہاں چائے کا دور چلتا اور آدھ پون گھنٹے کی نشست رہتی۔

مسجد سے باہر سرکلر روڈ اور برانڈرتھ روڈ کے چوک میں ایک صاحب کی دوکان تھی جن کا نام احمد تھا، وہ مسجد مبارک کے نمازی تھے اور مولانا کے درس میں بالالتزام شریک ہوتے تھے اور ان کے بے حد معتقد تھے، ہمیں تو وہ اکثر چائے پلاتے ہی تھے، کبھی کبھی پروفیسر صاحب کو بھی ساتھ لے جاتے اور ہم سب کو پُرتکلف چائے پلاتے، وہ بندوق سازی کا کام کرتے تھے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے آپ کو مسجد مبارک کے خادم کی حیثیت دے رکھی تھی۔ وہ عام طور پر کالج سے یا دفتر سے گھر جاتے ہی کپڑے بدل کر مسجد میں چلے جاتے، بارہا میں نے ان کو مسجد میں صفیں بچھاتے اور صفیں جھاڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

وہ اللہ کی راہ میں انتہائی چھپا کر خرچ کرتے تھے۔ کئی دینی اداروں اور مساجد کی تعمیر کے لیے وہ چندہ دیتے تھے۔ لیکن اس انداز سے کہ کسی کو پتا نہ چلے۔ ایک مرتبہ مجھے علیحدگی میں ایک دارالعلوم کے بارے میں کہا کہ اس کا آدمی آیا تھا، مجھ سے اس کی ملاقات نہیں ہو سکی، اس کو میرے پاس بھیج دینا ساتھ ہی فرمایا: میں بہت مصروف ہوں، میرا خود وہاں جانا مشکل ہے۔

ذہنی، فطری اور عملی اعتبار سے انھیں ریاکاری اور نمائش سے سخت نفرت تھی۔ لوگوں کی وہ علمی معاونت بھی کرتے تھے اور مالی بھی، لیکن دکھلاوے اور نمائش سے ہمیشہ گریزاں رہتے۔ ان کے ہر کام میں خلوص اور للّٰہیت کا جذبہ کارفرما ہوتا تھا۔

معاصرانہ چشمک بہت بڑی بیماری ہے جو اکثر اہل علم کو لاحق ہوتی ہے۔ عام طور پر دیکھتے ہیں کہ کوئی اہل علم کسی پر تنقید کر رہا ہے، کوئی کسی کے علم کے طول وعرض کی پیمائش میں مشغول ہے، کوئی کسی کے حوالوں کی غلطیاں نکال رہا ہے اور کوئی کسی کی زبان اور انداز بیاں پر حملے کر رہا ہے، لیکن پروفیسر عبدالقیوم کا دامن اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نوع کے مشاغل سے بالکل پاک تھا۔ وہ کسی کو سمجھانے اور توجہ دلانے کے اسلوب میں تو بات کرتے تھے، لیکن اس کو طنز وتحقیر اور نقد و جرح کا نشانہ بالکل نہیں بناتے تھے۔ وہ اہل علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ہر موضوع کے عالم کو اس کا صحیح مقام دیتے تھے۔ ان کا ذہن حسد و رقابت سے خالی اور ان کی زبان غیبت و بدگوئی سے ناآشنا تھی۔ وہ سب کے خیر خواہ اور سب کے ہمدرد تھے، کسی سے ان کو کوئی کدورت اور عداوت نہ تھی، وہ لوگوں کی غلطیوں کو اچھالتے نہ تھے، بلکہ انھیں نظر انداز کر دیتے تھے۔

وہ بہت سی خصوصیات کے مالک تھے اور اللہ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا۔ اپنی عادات و اطوار کے لحاظ سے وہ صحیح معنوں میں بندہ مومن تھے اور قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے کہ ''رجل رشید'' تھے۔ مجھ سے ان کا سلوک ہمیشہ پرخلوص اور انتہائی ہمدردانہ رہا۔ میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہوا تو نہایت مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا: ادارے کی علمی فضا تمہارے لیے بہتر رہے گی اور تم اچھا کام کرو گے۔ میں نے ان کے ان الفاظ کو اپنے لیے دعائے خیر سے تعبیر کیا اور اس پر نہایت خوش ہوا۔

وہ کھلے ہاتھ، کھلے دل اور کھلی پیشانی کے صاحب علم بزرگ تھے۔ میں جب بھی ان کے دفتر گیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انھیں لکھنے پڑھنے میں مصروف پایا اور مجھے دیکھتے ہی اپنا کام بند کر دیا اور میری استطاعت ذہنی کے مطابق کوئی علمی گفتگو شروع کر دی۔

ان کی میز پر نہایت سلیقے سے بہت سی کتابیں رکھی ہوتی تھیں اور وہ کسی نہ کسی موضوع کے بارے میں ان سے حوالے تلاش کرتے رہتے تھے۔ دائرہ معارف اسلامیہ میں چھپنے کے لیے جو مقالہ آتا، وہ اسے غور سے پڑھتے، اپنے انداز سے اس کی زبان درست کرتے، اس کے حوالے چیک کرتے اور اس کے تمام گوشوں کو اپنے اسلوب میں ڈھالتے۔ یہ بہت بڑا کام تھا جو وہ سرانجام دیتے تھے۔

میں نے ان کو کبھی گھبراہٹ یا غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔ جب بھی ملاقات ہوئی چہرے پر خیر مقدمی مسکراہٹ پھیلی ہوئی دیکھی اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملے۔ اس مادی اور افراتفری کے دور میں اس قسم کے سراپا خلوص لوگ اب کہاں ملیں گے ع

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

ادارے میں جانے کے بعد میں نے جو کام وہاں کیا، وہ سب ان کے علم میں آیا۔ سب سے پہلے محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق کی مشہور کتاب ''الفہرست'' کا ترجمہ کیا اور اس پر حواشی لکھے، یہ کتاب کم وبیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ میں نے یہ کتاب ان کی خدمت میں پیش کی تو ازراہ کرم اس کی تحسین کی اور مجھے مستحق مبارک سمجھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے کچھ عرصے کے بعد برعظیم پاک و ہند میں ''علم فقہ'' شائع ہوئی۔ وہ بھی ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔ پھر جیسے جیسے میری کتابیں چھپتی گئیں میں ان کی نذر کرتا گیا۔ انھوں نے میری ہر کتاب کی تعریف کی اور ایسے الفاظ میں اہل علم کے سامنے میری حقیر سی خدمات کا تذکرہ کیا، جن پر میرا حوصلہ بڑھا۔

انھوں نے ہی مجھ سے اردو دائرہ معارف کے مختلف عنوانات پر مقالے لکھوائے۔ ان مقالوں کے لیے اردو دائرہ معارف کے دفتر سے خطوط تو اس کے چیئرمین ڈاکٹر سید عبداللہ کی طرف سے آئے لیکن اس میں مشورہ ضرور پروفیسر صاحب کا تھا، اس لیے اگر میں کہوں کہ یہ مقالات مجھ سے پروفیسر صاحب نے لکھوائے اور مجھے دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگاروں میں شامل ہونے کا اعزاز بخشا تو یہ بات واقعہ کے اعتبار سے غلط نہ ہوگی۔

یہاں ایک لطیفہ بھی سنتے جایئے، ایک دفعہ دائرہ معارف اسلامیہ کے دفتر سے دو خط آئے، ایک مولانا حنیف ندوی کے نام اور ایک میرے نام، مجھے مرتد کے عنوان پر ایک مقالہ لکھنے کے لیے کہا گیا تھا اور مولانا کو معتزلہ کا عنوان دیا گیا تھا، میں نے ازراہِ مزاح مولانا سے کہا کہ آپ کو سوچ سمجھ کر معتزلہ کا موضوع دیا گیا ہے۔ مولانا کی طرف سے جواب کا اُدھار نہیں ہوتا تھا، فوراً بولے: مرتد سے معتزلہ بہتر ہے۔

میں اور مولانا حنیف ندوی کئی دفعہ ان سے ملاقات کے لیے پنجاب یونیورسٹی میں ان کے دفتر اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں گئے۔ وہ ہمیشہ گرم جوشی سے پیش آتے۔ رخصت ہونے لگتے تو شکریہ ادا کرتے اور دعائیں دیتے۔ ایک دن ہمارے ساتھ ہی دفتر سے باہر نکلے اور انارکلی کے ایک ہوٹل میں چائے پلائی اور مٹھائی کھلائی۔

ایک دن میں اپنے دفتر (ادارہ ثقافت اسلامیہ) میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک نوجوان میرے کمرے میں داخل ہوئے اور کہا: السلام علیکم! میں نے کھڑے ہو کر ان کے سلام کا جواب دیا۔ ان کے چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی، بولے: میرا نام زبیر قیوم ہے اور میں پروفیسر عبدالقیوم کا بیٹا ہوں۔ وہ پہلی دفعہ مجھ سے ملے تھے اور میں نے پہلی دفعہ انھیں دیکھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے مزاح کے انداز میں ان سے کہا: پروفیسر عبدالقیوم کے خاندان میں آپ دوسرے شخص ہیں جن کے چہرے پر میں نے کچھ بال دیکھے ہیں۔ پہلے شخص ان کے والد منشی فضل الدین تھے اور دوسرے ان کے صاحبزادے ہیں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی منشی فضل الدین کا ذکر گزشتہ سطور میں کئی مرتبہ ہوا ہے۔ وہ نیک اور صالح بزرگ تھے۔ ان کی حدود مطالعہ بڑی وسیع تھیں اور مختلف موضوعات کی کتابوں پر ان کی نظر تھی۔ حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com



سید میاں نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی[1]، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالواحد غزنوی[2]، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور دیگر بہت سے اکابر علماء سے ان کے مراسم رہے تھے اور ان کے حلقہ ہائے تدریس وخطابت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ دور ماضی کی بڑی بڑی علمی بحثوں اور مناظرانہ مجلسوں میں شریک ہونے کا انھیں موقع ملا تھا اور اس سلسلے کی بہت سی باتیں انھیں یاد تھیں وہ گھنٹوں سناتے اور مزے لے لے کر اس دور کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عالم انھیں جچتا نہ تھا، تقریر وخطابت اور درس قرآن کے بارے میں ان کا معیار بہت اونچا تھا۔

وہ اسی برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے، لیکن صحت حیرت انگیز طور پر نہایت اچھی تھی۔ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد مبارک میں باجماعت ادا کرتے تھے اور تہجد بالالتزام پڑھتے تھے۔ مولانا محمد حنیف ندوی کے علم ومطالعہ سے بہت متاثر تھے، ان کے خطبہ جمعہ اور درسِ قرآن میں باقاعدہ شامل ہوتے تھے۔ انھوں نے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو رات کے دس بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

ان کی کوشش ہوتی کہ کسی شخص کو ان کی کسی نیکی کا پتہ نہ چلے۔ اس سلسلے میں وہ بہت ہی اخفا سے کام لیتے تھے اور ظاہر کے بجائے باطن کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ڈیڑھ دو مہینے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ میں اس زمانے میں مسجد مبارک میں جمعہ پڑھتا تھا۔ جمعے کے بعد نظریں ادھر ادھر انھیں دیکھنے کی کوشش کرتیں، لیکن ناکام رہتیں۔ پروفیسر صاحب سے بھی نہ پوچھا کہ منشی صاحب کس حال میں ہیں، جمعے میں کیوں نہیں آتے۔ ایک دن میں جمعے کے لیے گھر سے چلا تو دل میں فیصلہ کیا کہ آج اگر وہ نہ ملے تو پروفیسر صاحب سے ان کے بارے میں پوچھوں گا کہ خدانخواستہ بیمار تو نہیں ہیں۔ جمعے کی نماز ہو چکی تو میں نے اپنے سے بالکل متصل پچھلی صف میں دیکھا کہ منشی صاحب بیٹھے ہیں اور ان کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ پڑا ہے۔ میں نے نہایت احترام سے ان کو سلام کیا اور عرض کیا: خیریت تو تھی، اتنے دن کہاں رہے؟

فرمایا: فریضہ حج ادا کرنے گیا تھا۔ جمعے کا وقت تھا، سیدھا مسجد میں آیا ہوں، ابھی گھر نہیں گیا۔

میں نے پوچھا: آپ کا سامان کہاں ہے؟

بیگ کو ہاتھ لگا کر کہا: یہ ہے میرا سامان جو پہننے کے لیے تین جوڑوں پر مشتمل ہے اور جوڑے بھی جو

---

[1] حافظ عبدالمنان وزیر آبادی نابینا تھے، شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، انھیں استاد پنجاب کہا جاتا تھا۔ انھوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۱۶ء کو وفات پائی۔

[2] مولانا عبدالواحد غزنوی، غزنوی خاندان کے ممتاز فرد اور متحدہ ہندوستان میں توحید وسنت کے بڑے داعی تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہاں سے لے گیا تھا۔ میں کھڑا ہوا، وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اس کے بعد کئی لوگ ان سے ملے۔ پروفیسر صاحب سے ملاقات بھی وہیں ہوئی اور باپ بیٹے نے معانقہ کیا۔

چپکے سے حج کے لیے گئے اور خاموشی سے واپس آ گئے اور واپس بھی سب سے پہلے مسجد میں آئے۔ ورنہ حاجی صاحبان جس شان سے جاتے اور جس شان سے آتے ہیں اپنے ساتھ جو قسم قسم کا سامان لاتے ہیں، وہ سب کو معلوم ہے، مگر منشی فضل الدین کا گھر کے افراد کے سوا نہ کسی کو حج پر جانے کا علم تھا نہ حج سے آنے کا۔

نیک عمل کے بارے میں یہی حال پروفیسر صاحب کا تھا۔ ان کی بھی یہی کوشش ہوتی تھی کہ کارِ خیر کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ اس کا تعلق چونکہ فقط اللہ کی ذات سے ہے، لہٰذا اس کے سوا کسی پر اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔

ایک دن میں نے ٹیلی ویژن کھولا تو ڈاکٹر جہانگیر کے بارے میں پروگرام ہو رہا تھا۔ اثنائے پروگرام میں کمپیئر نے پروفیسر عبدالقیوم کو بھی سٹیج پر بلایا تو میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ پروفیسر کے چہرے پر داڑھی سجی ہوئی تھی۔ پروگرام ختم ہوا تو ان کو ٹیلی فون کیا اور کہا کہ ابھی ابھی ٹیلی ویژن پر آپ سے ملاقات ہوئی ہے، آپ کی داڑھی کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے، اس کی کیا عمر ہے؟ وہ ہنسے اور فرمایا: یہ کام بھی میں نے کر ہی لیا۔ عرض کیا: آپ نے بڑا اہم قدم اٹھایا ہے۔ بولے: کسی دن مولانا حنیف ندوی کو لے کر آؤ اور میرے ساتھ سہ پہر کی چائے پیو۔

دوسرے دن دفتر پہنچا تو مولانا سے رات کے پروگرام اور پروفیسر صاحب کی داڑھی کا ذکر کیا اور جو ان سے گفتگو ہوئی تھی مولانا کو سنائی اور ان کی طرف سے چائے کی دعوت دی۔ چند روز کے بعد میں نے ان کو پھر ٹیلی فون کیا کہ آج میں اور مولانا عصر کی نماز مسجد مبارک میں پڑھیں گے۔ انھوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا: ضرور آیئے! میں انتظار کروں گا۔

میں مسجد میں پہنچا تو عصر کی جماعت ہو رہی تھی اور آخری رکعت قریب الاختتام تھی۔ امام کے سلام کے بعد میں نے نماز مکمل کی تو پروفیسر صاحب کو دیکھنے لگا۔ از راہ کرم وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر حسب معمول مسکراتے ہوئے آئے اور نہایت گرم جوشی سے ملے، بغل گیر ہوتے ہوئے فرمایا: مولانا تو ابھی نہیں آئے۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ مولانا بھی تشریف لے آئے۔ انھوں نے نماز پڑھی تو پروفیسر صاحب اپنے مکان پر لے گئے، پرتکلف چائے پلائی اور دیر تک مختلف موضوعات پر باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں نے تو ان کی داڑھی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، البتہ مولانا بے تکلفی سے اس موضوع پر بھی اظہار خیال کرتے رہے۔

ہر شخص کے دل میں ان کا احترام تھا، اس وقت بھی جب انھوں نے داڑھی نہیں رکھی تھی اور اس وقت بھی جب داڑھی رکھ لی۔ بڑی بڑی داڑھیوں والے علمائے کرام بھی ان کے قدر دان تھے اور جدید تعلیم یافتہ حضرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مذہبی حلقوں میں اس داڑھی منڈے کو کچھ دوسری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جس کا تعلق منبر و محراب سے ہو، لیکن پروفیسر صاحب کو ہمیشہ اونچا مقام حاصل رہا، اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کا پہلا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا اور کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا تھا کہ یہ داڑھی نہیں رکھتے، اس لیے جماعت اہل حدیث کی نظامت علیا اور علماء کی سربراہی کا منصب انھیں نہیں سونپا جاسکتا۔ لوگوں پر ان کی قابلیت اور ان کی علمیت کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ ان کے چہرے کے بالوں پر غالب آ گیا تھا۔

ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ کی داڑھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ بولے: اب میں نے اس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی ہیں۔

جب تک انھوں نے داڑھی نہیں رکھی تھی، سوٹ پہنتے تھے۔ داڑھی کے بعد بھی کچھ عرصہ سوٹ زیب تن کرتے رہے۔ پھر شلوار اور شیروانی پہننے لگے تھے۔

بے شمار حضرات نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ ان کے تمام شاگردان کا بے حد احترام کرتے تھے، وہ بھی نئے اور پرانے شاگردوں کا بہت خیال رکھتے اور ان کی علمی ترقی کے خواہاں رہتے تھے۔ نہایت توجہ سے سب کی بات سنتے اور صائب مشورہ دیتے تھے، کسی کی کمزوری دوسرے کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اپریل ۱۹۵۵ء میں لائل پور (فیصل آباد) میں جماعت اہل حدیث کی مرکزی درسگاہ جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس سے کچھ عرصے بعد اس کا نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لیے نصاب کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اس کمیٹی میں پروفیسر عبدالقیوم اور مولانا محمد حنیف ندوی بھی شامل تھے۔ مولانا داؤد غزنوی اس کمیٹی کے صدر تھے اور وہ ان دونوں حضرات کے مشوروں کو خاص اہمیت دیتے تھے۔

پروفیسر عبدالقیوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ عربی، انگریزی اور اردو پر یکساں عبور رکھتے اور بے تکلفی سے ان زبانوں میں اظہار خیال کرتے تھے۔ جس روانی سے ان میں لکھتے تھے، اسی روانی سے بولتے تھے۔ علاوہ ازیں جرمن، فرنچ اور فارسی زبانیں بھی جانتے تھے اور تحریر و نگارش کے مواقع پر ان سے کام لیتے اور ان کے علمی مقالات کے ترجمے آسانی سے کرتے تھے۔ قدیم و جدید عربی میں ان کو عبور حاصل تھا۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، لغت، اصول اور ادبیات میں ماہرانہ نظر رکھتے تھے۔ رجال حدیث اور شروح حدیث سے ان کو انتہائی شغف تھا۔ قدیم و جدید ماہرین لغت و ادب کے بارے میں ان کی تحقیق و کاوش کا اہل علم میں بڑا شہرہ ہے۔ شعرائے دور جاہلیت اور شعرائے دور اسلام کے تمام طبقات کا انھیں علم تھا اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



موضوع سے متعلق پر اعتماد لہجے میں بات کرتے تھے۔ ان کی تحریر میں پختگی اور گفتگو میں ثقاہت نمایاں تھی۔ مختلف موضوعات کی کتابوں کے بارے میں ان کی معلومات کا یہ عالم تھا کہ وہ متحرک اور چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ جب اس سلسلے میں زبان کو حرکت دیتے تو معلوم ہوتا کہ علم کا دریا ہے جو موجزن ہے اور ہر چھوٹی بڑی کتاب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے رواں دواں ہے۔

ان کی معلوماتی رسائی بڑی گہری اور عمیق تھی، وہ ذہین و فطین عالم تھے۔ کثرت مطالعہ اور فراوانی معلومات کے ساتھ ساتھ ان میں بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ منکسر المزاج اور متواضع عالم تھے۔ فخر و تعلی ان میں نام کو نہ تھی اور غرور و پندار کے کسی پہلو سے بھی وہ آشنا نہ تھے۔ ہر شخص سے مخلصانہ اسلوب اور ہمدردانہ انداز میں بات کرتے تھے۔ ان میں یہ خصوصیات تھیں کہ چھوٹے کو سمجھانے کی سعی کرتے اور اپنے سے بڑے سے سمجھنے کے لیے کوشاں رہتے۔ وہ بنیادی طور پر استاد اور معلم تھے، جس شخص سے مخاطب ہوتے، اس کے ذہن و فکر کے پیمانے کو ملحوظ رکھتے اور اسی ڈھنگ سے بات کرتے، جسے وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا اور بات کو اپنے فہم کی گرفت میں لا سکتا۔

وہ کسی پر احسان کر کے اسے جتلانے اور کسی پر نیکی کر کے اس کا بدلہ لینے کے عادی نہ تھے۔ ان کا نقطۂ نظر تھا کہ نیکی کرو اور بھول جاؤ۔ وہ بعض نادار طالب علموں کی مدد کرتے اور غریب لوگوں پر خرچ کرتے تھے، لیکن حتی الامکان کسی کو اس کا پتہ نہیں چلنے دیتے تھے۔

طلباء کا وہ خاص طور پر خیال رکھتے تھے اور ان کو فائدہ پہنچا کر خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ یونیورسٹی کے ایک طالب علم کو ''جاحظ'' پر ایم۔ اے کا مقالہ لکھنے کے لیے کہا گیا۔ گائیڈ نے ان کو میرے پاس بھیج دیا۔ وہ تیاری کے لیے روزانہ شام کے بعد میرے پاس آجاتا تھا۔ میں اس سلسلے میں ان کی جتنی مدد کر سکتا تھا، مہینے بھر کے قریب کرتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد انھوں نے بتایا کہ زبانی امتحان (Viva Voce) پروفیسر عبدالقیوم لیں گے۔ ان کی خواہش کے مطابق میں نے پروفیسر صاحب سے ہاتھ نرم رکھنے کو کہا تو فرمایا: طلباء کی مدد کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

زندگی کے ابتدائی دور ہی میں وہ نماز روزے کی پابندی کرنے لگے تھے اور شروع ہی سے ان میں عمل خیر کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ مسجد میں جانا، جماعت کے انتظار میں بیٹھنا اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا، اچھی باتیں کرنا اور اچھی باتیں سننا بچپن ہی سے ان کا معمول تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹی عمر ہی میں لوگ انھیں مولوی کہنے لگے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب وہ تدریسی میدان میں آگئے تب بھی یونیورسٹی کے حلقوں میں بعض رفقا ان کو مولوی یا مولانا کہہ کر پکارتے تھے۔[1]

[1] مولوی محمد شفیع انھیں ہمیشہ مولوی عبدالقیوم ہی کہتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خود بھی کسی بڑے عالم کے بارے میں کوئی بات کرتے تو اسے مولوی صاحب کہتے تھے۔

مولانا غلام رسول مہر[1] ان کو عبدالقیوم بٹ کہا کرتے تھے۔ مجھ سے ان کے متعلق وہ اکثر پوچھتے کہ عبدالقیوم بٹ کا کیا حال ہے اور وہ کس عالم میں ہیں۔

مولانا داؤد غزنوی الفاظ کے استعمال میں بڑے محتاط تھے۔ ایک مرتبہ پروفیسر عبدالقیوم کے بارے میں کوئی بات کرتے ہوئے میں نے مولانا کے سامنے قیوم صاحب کہا۔ اس پر مولانا نے فرمایا: قیوم، حیّ، غفار، رحمان، توّاب، اللہ کے نام ہیں، ان کا اطلاق انسانوں پر نہیں ہوتا، انسانوں کو پورے نام سے پکارنا چاہیے۔

پروفیسر عبدالقیوم کے پردادا کا نام قادر بخش تھا اور وہ اصلاً موضع شوپیاں (جموں وکشمیر)[2] کے رہنے والے تھے، کسی زمانے میں شوپیاں سے نقل مکانی کر کے ضلع گجرات میں کھاریاں کے قریب موضع گلیانہ[3] میں آبسے تھے۔ قادر بخش کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام عبداللہ تھا اور ایک کا حاجی محمد تھا۔ عبداللہ کے تین بیٹے ہوئے، فضل الدین، نورالدین اور احمد الدین۔ عبداللہ نے گلیانہ میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی اور وہ ٹھیکیداری کرتے تھے۔ سڑکوں اور سرکاری عمارتوں کی تعمیر اور نہروں کی کھدائی وغیرہ کا ٹھیکہ لیتے تھے اور ان کا یہ اچھا کاروبار تھا۔ ان کے بیٹے فضل الدین نے بھی اس کام میں باپ کی مدد کی اور برصغیر کے بہت سے شہروں اور علاقوں میں اس سلسلے میں گئے اور اپنے کام کو بڑی وسعت دی۔ ریاست حیدرآباد (دکن) میں بھی انھوں نے نہروں کی تعمیر و کھدائی کے ٹھیکے لیے۔ اس کام میں انھوں نے کمایا بھی بہت اور نقصان بھی بہت اٹھایا۔

منشی فضل الدین نے اپنے ایک بھائی نورالدین کو طب کی تعلیم دلوائی اور وہ اپنے دور میں لاہور کے نامور طبیب ہوئے اور حکیم نورالدین کے نام سے شہرت پائی۔

دوسرے بھائی احمد الدین کے لیے ڈاکٹری تعلیم دلانے کا اہتمام کیا، وہ ہندوستانی فوج میں کیپٹن مقرر ہوئے اور عالم جوانی میں ملازمت کے دوران ہی میں ایک حادثے سے دوچار ہو کر وفات پا گئے۔

منشی فضل الدین کے آٹھ بیٹے تھے: عبدالحی، عبدالقیوم، عبدالسلام، عبداللہ، محمد یحییٰ، محمد زکریا، محمد یونس اور

---

[1] مولانا غلام رسول مہر ۱۵ اپریل ۱۸۹۵ء کو ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے، اسلامیہ کالج لاہور سے B.A. کیا، پھر زمیندار اخبار سے منسلک ہو گئے، اس کے بعد مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر انقلاب اخبار جاری کیا، انھوں نے متعدد کتب تصنیف کیں، ان کی تحریر عمدہ اور پختہ ہوتی تھی تحریکِ جہاد اور سید احمد شہید پر ان کی کتب مرجع ہیں، ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ غالب پر ان کی کتاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل رہی۔

[2] موجودہ مقبوضہ کشمیر کا ایک اہم علاقہ ہے۔

[3] ضلع گجرات میں کھاریاں سے بجانب مشرق چند کلومیٹر کے فاصلے پر گلیانہ کا قصبہ واقع ہے، اصل میں یہ ایک چورستہ ہے جس کے مغرب میں کھاریاں، مشرق میں جلالپور جٹاں، جنوب میں لالہ موسیٰ اور شمال میں ٹھوٹھہ رائے بہادر کو سڑکیں جاتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد سلیمان۔ منشی فضل الدین نے بیٹوں کو بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ ان کے تمام بیٹے تعلیم یافتہ ہو کر ممتاز عہدوں پر فائز ہوئے۔

پروفیسر عبدالقیوم ۱۵ جنوری ۱۹۰۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آٹھویں جماعت پاس کی تو تعلیم چھوڑ کر باپ کے ساتھ کاروبار میں مشغول ہو گئے، مگر تھوڑے عرصے کے بعد جب دیکھا کہ ان کے دوسرے دوست میٹرک کا امتحان دینے والے ہیں تو انھوں نے کاروبار کا سلسلہ ختم کیا اور میٹرک کی تیاری شروع کر دی۔ اس وقت امتحان دینے میں صرف تین مہینے باقی تھے۔ دن رات محنت کی اور امتیازی نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔ اس کے بعد باقاعدگی سے تعلیم جاری رکھی۔ اسلامیہ کالج (لاہور) سے ایف اے پاس کیا اور اسی کالج سے ۱۹۳۲ء میں بی۔ اے آنرز کیا۔ پھر یونیورسٹی اورینٹل کالج سے ۱۹۳۴ء میں ایم۔ اے عربی کیا، ایم۔ اے عربی کے بعد جنوری ۱۹۳۵ء میں انھیں پنجاب یونیورسٹی نے میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ عطا کیا جو مسلسل چار سال تک ملتا رہا۔ یہ وظیفہ اس زمانے کے گورنر پنجاب میکلوڈ کے نام سے جاری کیا گیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو پروفیسر عبدالقیوم کے حصے میں آیا۔ اس سے پہلے یہ وظیفہ علامہ اقبال کو اور پھر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کو ملا تھا۔ اس کے بعد پروفیسر عبدالقیوم کو ملنے لگا۔ اس وقت پروفیسر صاحب ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے شاگرد تھے۔ وظیفہ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ ملتا تھا جو جنوری ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۹ء تک ملتا رہا۔ اس سکالرشپ کے چار سالہ دور میں پروفیسر عبدالقیوم نے جو کام کیا، برطانیہ کی کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر کرنکو نے اس کے متعلق اسلامک کلچر حیدر آباد (دکن) ۱۹۳۷ء میں بہترین رائے کا اظہار کیا تھا۔

۱۹۳۹ء میں انھوں نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کی پہلی تقرری بطور عربی پروفیسر کے ۱۹۳۹ء میں زمیندارہ کالج گجرات میں ہوئی تھی۔ ۱۹۴۲ء تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں وہ (موجودہ مشرقی پنجاب کے شہر) ہوشیار پور میں منتقل ہو گئے۔ گورنمنٹ کالج ہوشیار پور میں وہ ۱۹۴۶ء تک ایک سال رہے۔[1]

۱۹۴۶ء میں ہوشیار پور سے انھیں گورنمنٹ کالج لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ اگست ۱۹۴۷ء تک اقامت گزیں رہے۔

اگست ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو گیا اور پاکستان معرضِ قیام میں آ گیا تو اسی سال (یعنی اگست ۱۹۴۷ء میں) ان کی تدریسی خدمات گورنمنٹ کالج لاہور نے حاصل کر لیں۔[2] اس کالج میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۸ء

---

[1] زمیندارہ کالج گجرات ایک پرائیویٹ کالج تھا جہاں تبادلے کا سوال ہی نہیں تھا، ہوشیار پور میں آپ کی پہلی سرکاری تقرری ہوئی (ڈاکٹر شیر محمد زمان)۔

[2] لدھیانہ سے لاہور تبادلہ ہوا (ڈاکٹر شیر محمد زمان)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تک اکیس سال انھوں نے خدمات سرانجام دیں۔ مجموعی طور سے ان کا زمانہ تدریس تقریباً تیس برس پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۸ء میں وہ ریٹائر ہوئے۔ تیس برس کے اس طویل عرصے میں ان سے بے شمار حضرات نے تعلیم حاصل کی اور حصول تعلیم کے بعد وہ اہم مناصب پر فائز ہوئے۔

۱۹۶۸ء میں وہ گورنمنٹ کالج سے ریٹائر ہوئے۔ اسی سال سینئر ایڈیٹر کے طور پر ان کی خدمات پنجاب یونیورسٹی کے اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے حاصل کر لیں۔ اس مرکز علم و تحقیق میں انھوں نے نہایت محنت اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دیے۔ بہت سے تحقیقی مقالات خود لکھے جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی مختلف جلدوں میں حروف تہجی کی ترتیب سے اشاعت پذیر ہوئے۔

تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ انھوں نے تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔ ان کی تصانیف میں نصابی کتابیں بھی شامل ہیں اور عربی ادب و لغت سے متعلق خالص فنی اور تحقیقی کتابیں بھی۔

علاوہ ازیں تاریخ ادبیات پاکستان و ہند، دوسری جلد عربی ادب دور جدید پروفیسر عبدالقیوم اور سید فیاض محمود نے ترتیب دی۔

پاکستان اور ہندوستان کے مختلف رسائل و جرائد میں ان کے جو مضامین و مقالات شائع ہوئے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

| | |
|---|---|
| ۱۔ عباسی دور کے اثرات عربی ثقافت وادب پر | معارف، اعظم گڑھ۔ ۱۹۳۶ء |
| ۲۔ الشہاب الحجازی | اورینٹل کالج میگزین، لاہور۔ ۱۹۳۶ء |
| ۳۔ حافظ سخاوی، نویں صدی ہجری کا نامور مصری مؤرخ ومحدث | اورینٹل کالج میگزین، لاہور، مئی ۱۹۴۸ء |
| ۴۔ عربی صحافت کی ابتدا و ارتقا | اورینٹل کالج میگزین، لاہور ۱۹۴۹ء |
| ۵۔ جواہر اللسان فی لغات القرآن | اورینٹل کالج میگزین، لاہور۔ ۱۹۴۹ء |
| ۶۔ تحریک خوارج | اورینٹل کالج میگزین، ۱۹۵۰ء |
| ۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے تعلیمی نظریے | آموزش، ۱۹۵۱ء |
| ۸۔ تاجدار اقلیم حدیث، حافظ ابن حجر عسقلانی | اورینٹل کالج میگزین، لاہور، اگست، ستمبر ۱۹۵۲ء |
| ۹۔ ابن منظور افریقی کی ''لسان العرب'' پر ایک نظر | معارف اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء |
| ۱۰۔ حجاج بن یوسف | اسلامی زندگی، لاہور، ۱۹۵۴ء |
| ۱۱۔ شیخ الرئیس ابن سینا | حمایت اسلام، لاہور، ۱۹۶۳ء |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۲۔ امی نبی کا مفہوم — لیل و نہار، لاہور، ۱۹۶۲ء
۱۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، مفکر و مصلح — لیل و نہار، لاہور، ۱۹۶۲ء
۱۴۔ ابوالفرج اصفہانی — لیل و نہار، لاہور، ۱۹۶۳ء
۱۵۔ اندلس کا صوفی مفکر، ابن عربی — لیل و نہار، لاہور ۱۹۶۳ء

ان کے علاوہ فارابی، ابن سینا، مفتی محمد عبدہٗ، مصطفیٰ کمال، قاسم امین اور طٰہٰ حسین کے بارے میں مضامین سپرد قلم کیے۔ پھر ریڈیو پاکستان لاہور میں مختلف موضوعات پر بہت سی تقریریں کیں۔ متعدد کتابوں پر تبصرے لکھے۔ انگریزی میں کئی مقالے تحریر کیے جو انگریزی کے بعض رسالوں میں شائع ہوئے۔ اگر یہ تمام مقالے ''مقالات عبدالقیوم'' کے نام سے چھاپ دیے جائیں تو علم و تحقیق کی یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔[1]

پروفیسر عبدالقیوم کی فہرست تصنیفات پر نظر ڈالیے تو اس میں سب سے پہلی کتاب فہارس ''لسان العرب'' کا نام لکھا ہوا دکھائی دے گا۔ یہ ان کی ایک انتہائی اہم تصنیف ہے۔ اس پر علامہ سید سلیمان ندوی نے آج سے پچاس سال قبل ستمبر ۱۹۳۹ء کے معارف (اعظم گڑھ) میں تبصرہ کیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی سے فہارس ''لسان العرب'' کا مؤلف بھی کوچ کر گیا ہے اور اس پر تبصرہ کرنے والا بھی آج سے تقریباً اڑتیس برس پہلے ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو اس عالم ناپائیدار سے رخت سفر باندھ گیا تھا۔ سچ ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ٥﴾ رہے نام اللہ کا!

پروفیسر عبدالقیوم کے بڑے بھائی کا نام عبدالحی تھا، ان دونوں بھائیوں نے چھوٹے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں بڑا حصہ لیا اور ان سے ہر قسم کا تعاون کیا۔ عبدالحی صاحب جب پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے ہسٹری کرنے کے بعد علی گڑھ گئے اور ایم۔اے جغرافیہ کرنے کی غرض سے مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو چھوٹے بھائی عبدالقیوم نے ان کی مالی مدد کی اور ان کے یونیورسٹی کے اخراجات پورے کرتے رہے۔

ان کی بیگم صاحبہ بھی نہایت نیک خاتون ہیں، انھوں نے ساس اور سسر کی بھی بڑی خدمت کی اور شوہر نامدار کے بہن بھائیوں کی بھی عزت کی اور اپنے صاف ستھرے طرز عمل کی بنا پر ان سے عزت کرائی۔ انھوں نے اپنے شوہر کے تین بھائیوں عبدالسلام، محمد زکریا اور محمد یونس کی شادی اپنے خاندان میں کی۔

---

[1] یہ تمام مضامین مقالاتِ پروفیسر عبدالقیوم (اردو) کے نام سے المکتبۃ السلفیہ لاہور سے دو جلدوں میں ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ پہلی جلد علمی و تحقیقی ہے جو ۴۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، دوسری جلد کے بھی ۴۱۶ صفحات ہیں اور یہ خطبات و مضامین پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ آٹھ بھائی تھے، ان میں سے عبدالسلام نے ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔ عبداللہ بٹ نے ۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔ پروفیسر عبدالحی نے جو اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں پرنسپل تھے ۱۹، اپریل ۱۹۷۷ء کو انتقال کیا اور پروفیسر عبدالقیوم نے ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ تین بھائی ستمبر کے مہینے میں فوت ہوئے۔ اب دو بھائی زندہ ہیں، اللہ ان کی عمر دراز فرمائے، وہ ہیں محمد یحییٰ اور محمد زکریا!

ان آٹھ بھائیوں میں سے میرے زیادہ تعلقات پروفیسر عبدالقیوم بٹ صاحب سے رہے۔ پروفیسر صاحب کے بارے تو میں نے اپنے تاثرات و واقعات کا ان سطور میں کچھ نہ کچھ اظہار کر دیا ہے۔ عبداللہ بٹ کے سانحہ ارتحال پر بائیس سال کی طویل مدت بیت چکی ہے، لیکن میں ابھی تک ان کے بارے میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکا۔

۱۹۸۹ء میں مارچ کی بائیس یا تیئیس تاریخ تھی کہ میاں عبدالمجید[۱] نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ان کے صاحبزادے میاں عبدالوحید کو کچھ عرصے سے مثانے کی تکلیف ہے اور وہ آپریشن کے لیے ہاجرہ میموریل ہسپتال میں داخل ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی بتایا کہ یہی تکلیف پروفیسر عبدالقیوم کو ہے، وہ بھی اسی ہسپتال میں ہیں۔ میاں عبدالوحید کے کمرے کا نمبر تو میاں عبدالمجید صاحب نے بتا دیا تھا، لیکن پروفیسر صاحب کے کمرے کا نمبر انھیں معلوم نہ تھا۔ لیکن دوسرے دن ہسپتال پہنچا تو پہلے عبدالوحید سے ملا، ان کا آپریشن ہو چکا تھا اور وہ ٹھیک ٹھاک تھے۔

ان سے پوچھ کر پروفیسر صاحب کے ہاں گیا۔ دستک دی تو ان کے صاحبزادے میجر زبیر قیوم باہر آئے۔ پروفیسر صاحب کا آپریشن بھی ہو چکا تھا۔ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا، خیر خیریت پوچھی اور واپس آ گیا۔ تیسرے یا چوتھے دن پھر گیا تو معلوم ہوا کہ میاں عبدالوحید تو گھر چلے گئے ہیں، لیکن پروفیسر صاحب کو ابھی گھر جانے کی اجازت نہیں ملی، وہ چند روز ہسپتال میں رہیں گے۔ اس کے بعد وہ گھر آ گئے، مگر میں ان کے گھر نہیں جا سکا۔

ٹیلی فون پر خیر خیریت پوچھ لیتا تھا۔ بات چیت میں وہ بالکل ٹھیک تھے، تشویش کا اظہار بھی نہیں کیا، ہمیشہ حوصلے سے بات کرتے اور دعا کے لیے ضرور فرماتے۔

ایک دن میں نے ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہسپتال میں ہیں۔ دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ انھیں

---

[۱] میاں عبدالمجید مالواڈہ، صدر انجمن اہل حدیث لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ یہ جولائی ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔

۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو زبیر نے اطلاع دی کہ ابا جان کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ جمعے کا دن تھا۔ جمعہ پڑھ کر میں اور انجینئرنگ یونیورسٹی کے پروفیسر محمد یحییٰ[1] ان کے مکان پر پہنچے، افراد خانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور کلمہ شریف کا ورد جاری تھا۔ پروفیسر صاحب پر غنودگی طاری تھی، کسی وقت تھوڑا سا ہوش بھی آ جاتا تھا۔ ان کی دنیوی زندگی کا یہ آخری وقت اور آخری دن تھا۔ ہم کچھ دیر وہاں بیٹھے اور پھر ذہن و دماغ پر حزن و ملال کا بوجھ اُٹھائے واپس آ گئے۔ شام کو اطلاع ملی کہ پروفیسر عبدالقیوم وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ان کی وفات سے لاہور کے ایک پرانے خاندان کی علمی یادگار مٹ گئی اور تعلیمی سلسلے کی ایک قابل ذکر ہستی ختم ہوگئی۔ ان کی وصیت کے مطابق میت کو مسجد مبارک میں لایا گیا اور وہیں ۹ ستمبر کو ۱۱ بجے مسجد مبارک کے خطیب مولانا فضل الرحمٰن نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

قبرستان میانی صاحب میں ان کے والدین اور بھائیوں کے قریب انھیں دفن کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم پروفیسر عبدالقیوم قدیم اور جدید کے درمیان ایک حسین ترین نقطہ اتصال تھے۔ اللہ ان کی قبر پر اپنے انوار رحمت کی بارش برسائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!

---

[1] پروفیسر محمد یحییٰ غالباً حافظ عبدالرشید گوہڑوی مرحوم (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور) کے چھوٹے بھائی اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں استاد تھے، دارالعلوم کے مہتمم سید جنید غزنوی کی عدم موجودگی میں کبھی کبھار جمعے کا خطبہ دیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر مرزا محمد منور*

# پروفیسر عبدالقیوم میرے سراپا شفقت استاد

مجھے یاد ہے کہ میں میٹرک پڑھتا تھا جب یہ شعر کسی کتاب یا رسالے میں نظر سے گزرا۔ ع

عمر کی رفتار ہو معلوم یہ دشوار ہے!
یہ زمیں چلتی ہے تیزی سے مگر ہلتی نہیں

عمر کی رفتار اس قدر تیز اور غیر محسوس..... پلک جھپکنے میں چالیس برس گزر گئے، دن، ہفتے، ماہ اور سال بھاگے بلکہ اڑے چلے جا رہے ہیں، لیکن اگر ڈاکٹر منہ میں تھرما میٹر دے دے تو فقط دو منٹ کا عرصہ بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے، یہ وقت کے رنگ ہیں بلکہ نیرنگ ہیں، یہی وقت عمر کا پیمانہ ہے، جس سے ہم عمر ناپتے ہیں۔

میں ۱۹۵۰ء میں ایم۔ اے اردو کے طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی اورینٹل کالج میں داخل ہوا، گویا یہ چالیس برس پہلے کی بات ہے، پروفیسر عبدالقیوم صاحب گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے عربی کی کلاسیں لینے اورینٹل کالج تشریف لایا کرتے تھے۔ میرے مرحوم دوست نصیر احمد زار نے میرا پروفیسر صاحب سے تعارف کرایا، زار مرحوم پروفیسر صاحب کے زمیندار کالج گجرات میں شاگرد رہے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب پروفیسر صاحب سے مصافحہ ہوا تو میں نے جھٹکا سا محسوس کیا، پروفیسر صاحب کا پنجہ مضبوط تھا اور ۱۹۵۰ء میں شاید عمر چالیس کے اردگرد ہوگی، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ میں ان کے نیاز مندوں میں پہلے شامل ہوا اور شاگرد دو سال بعد بنا۔ جب پہلی ملاقات ہوئی تو پروفیسر صاحب نے سفید شرٹ، ہلکے نسواری رنگ کی پتلون اور آکسفورڈ شوز پہن رکھے تھے۔ عینک اس وقت بھی نظر افروز تھی۔

* پروفیسر اقبالیات، جامعہ پنجاب و سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خدا جانے کیوں میں پروفیسر عبدالقیوم بٹ صاحب کو جب بھی دیکھتا تو میرا دل کہتا کہ انھیں فوجی افسر ہونا چاہیے تھا، یہ خیال فقط پہلے مصافحے کا تاثر نہ تھا، بلکہ پروفیسر صاحب کی وزن دار چال، گٹھا ہوا ورزشی جسم، بازوؤں اور کہنیوں کا جھٹکا اور بھرا ہوا بارعب چہرہ، مل ملا کر احساس یہی دلاتے تھے کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کو پروفیسر کے بجائے کوئی اونچا عسکری کماندار ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح فارسی کیصدر شعبہ ڈاکٹر محمد باقر صاحب [۱] کو جب بھی دیکھا تو معاً خیال آیا کہ انھیں تھانیدار ہونا چاہیے تھا، یہ پروفیسر کیوں بن گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلا تاثر یا دور کا تاثر ضروری نہیں کہ دائمی ہو اور صحیح بھی ہو، جب لوگوں کا قرب نصیب ہو تو ہر شخص ایک نیا براعظم دریافت ہوتا ہے، چنانچہ جب میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا شاگرد ہوا تو پتہ چلا کہ آپ کو خدا نے سراپا شفیق استاد بنا کر بھیجا تھا۔

میں نے ۱۹۵۲ء میں ایم۔اے اردو کا امتحان پاس کیا، نتیجہ آنے سے قبل ہی میں مجلس زبان دفتری میں ملازم ہو گیا تھا، یہ مجلس سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب [۲] نے ۱۹۴۹ء میں قائم کی تھی، تاکہ دفتری انگریزی اصطلاحات کو اردو میں ڈھال دیا جائے اور جلد از جلد پنجاب کے تمام دفاتر میں انگریزی کی جگہ اردو کو نافذ کر دیا جائے۔ بہر حال اکتوبر ۱۹۵۲ء میں میں نے ایم۔اے عربی فائنل میں داخلہ لے لیا، اس وقت بی۔اے میں عربی کا طالب علم ہونا ضروری نہ تھا، شاید اب بھی ایسا ہی ہو، اس طرح میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا باضابطہ شاگرد بن گیا، میں بیک وقت پندرہویں اور سولہویں جماعت کا طالب علم تھا۔ پروفیسر قاضی ظہیر الدین صاحب نے پہلے ہی روز سب طلبہ سے، جو پریویس (سال پنجم) سے تعلق رکھتے تھے، پوچھنا شروع کیا کہ کس نے کس کالج سے بی۔اے کیا اور بی۔اے میں عربی کے کتنے نمبر تھے۔ اکثر طلبہ بی۔اے تک عربی پڑھے ہوئے تھے، کوئی ایک آدھ ایسا تھا جس نے فقط ایف اے تک عربی پڑھی تھی، میں نے صرف میٹرک تک عربی پڑھ رکھی تھی۔

قاضی صاحب قبلہ فرمانے لگے کہ بھئی آپ نے محض میٹرک تک عربی پڑھی ہے اور داخلہ براہ راست فائنل میں لے لیا ہے! اکتوبر میں داخلہ عمل میں آیا ہے اور مئی میں امتحانات ہوں گے،

---

۱ ڈاکٹر محمد باقر ۴ اپریل ۱۹۱۰ء کو لائل پور (فیصل آباد) میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور پنجابی میں خاص مہارت تھی، اورینٹل کالج کے ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۰ء پرنسپل رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۵ اپریل ۱۹۹۳ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔

۲ سردار عبدالرب نشتر ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کو پشاور میں پیدا ہوئے، پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور علی گڑھ سے ایل ایل بی کیا۔ پشاور کے کمشنر اور پنجاب کے گورنر رہے۔ انھوں نے ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سات آٹھ ماہ میں آپ ایف۔ اے، بی۔ اے، پندرھویں اور سولھویں ساری کلاسوں کی عربی کیسے پڑھ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا: اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔ قاضی صاحب نے ہنس کے فرمایا: ایسی سعی کا اتمام تو واضح ہے۔ آپ دو سال پوری محنت کرتے کم از کم سیکنڈ ڈویژن تو مل جاتی۔ مگر اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ میں نے فرسٹ کلاس میں ایم۔ اے عربی پاس کیا اور یونیورسٹی بھر میں سیکنڈ آیا۔ پروفیسر خورشید عالم اول آئے تھے۔ میری حالت یہ تھی کہ عام طور پر فقط فائنل کی چند کلاسوں میں حاضر ہوا کرتا تھا، پندرہویں کی کوئی کلاس اس روز پڑھ لیتا جس روز فائنل کی کلاس کسی وجہ سے نہ ہوسکتی۔

اصل میں مجھے میرے مرحوم استاد مولوی محمد بخش صاحب نے میٹرک تک اتنے ذوق اور محنت سے عربی پڑھائی تھی کہ وہ میرے رگ و ریشہ میں سما گئی تھی، چنانچہ عربی زبان میرے لیے علمی سے زیادہ ذوق اور عشق معاملہ تھا۔ قاضی ظہیر الدین صاحب نے جو کچھ فرمایا از راہ ہمدردی فرمایا تھا اور جلد ہی جب انھیں میرے عربی کے ساتھ قلبی رشتے کا علم ہوا تو انھوں نے بڑی شفقت اور محبت سے توجہ دی، اپنی کتب خود گھر سے لا کے دیں۔

ہمارے عربی کے اساتذہ میں ڈاکٹر برکت علی قریشی، پروفیسر عبدالقیوم، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، مولانا نورالحسن، مولانا غلام رسول خان، قاضی ظہیر الدین اور مولانا فیوض الرحمٰن شامل تھے، اب قاضی ظہیر الدین صاحب کے سوا سب فردوس مکیں ہیں۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب الحماسہ اور جدید عربی ادب کا افسانوی حصہ پڑھاتے تھے، ڈاکٹر برکت علی قریشی الکامل للمبرد کے باب الخوارج کا درس دیتے تھے۔ انھیں جب بھی غصہ آتا توان کی کھوپڑی کا اوندھا پیالہ ہلتا ہوا دکھائی دینے لگتا، بعض اوقات میں جرأت کر کے عرض کر دیتا کہ ڈاکٹر صاحب! جو شے آپ فرض کر لیتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے وہی معلوم کرنے کے لیے ہم کلاس میں آتے ہیں، لہٰذا آپ بے مزہ نہ ہوا کریں۔ ڈاکٹر صاحب فطرتاً نیک اور اصیل تھے، مشفق بھی تھے اور عربی ٹھیک ٹھاک جانتے تھے، بعض لوگ آج بھی ڈاکٹر صاحب کی عربی دانی کے باب میں بعض ناملائم کلمات کہہ جاتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ ناانصافی ہے، کم از کم میری شاگردانہ رائے یہی ہے۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ''بخاری شریف'' اور مولانا غلام رسول خان '' تفسیر البیضاوی'' پڑھاتے تھے۔ مولانا نورالحسن کا مضمون بلاغت تھا، سبحان اللہ! کیا طلق اللسان بزرگ تھے، آواز میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کڑک، اردو کا لہجہ دہلوی، عربی زبان پر قدرت، حافظہ بے پناہ، انگریزی سہ گانہ ملبوس (Three piece) اور ٹائی سجا رکھی ہوتی تھی، داڑھی بھی چٹ تھی اور مونچھیں بھی، ہیئت یہ اور کہلائیں مولانا، اور تھے بھی بالیقین بہت بڑے مولانا۔

مولانا فیوض الرحمٰن صاحب صرف ونحو کی گتھیاں سلجھاتے تھے، بڑا دھیما لہجہ تھا، بڑے رکھ رکھاؤ والے بزرگ تھے، ہاں تو الاستاذ سید محمد العربی ترجمے کا کام کراتے تھے، مگر زیادہ تر طلبہ ان کی کلاس کے باب میں سنجیدہ نہ تھے، سید محمد العربی بڑی محبت والے بزرگ تھے، مراکش سے جلاوطن تھے، کشمیر کی جنگ اول میں بغیر کالج سے چھٹی لیے جا شامل ہوئے تھے، پھر جب مراکش آزاد ہو گیا تو واپس مراکش تشریف لے گئے، انھوں نے شادی یہیں پرانی انارکلی میں آباد ایک سرحدی قبیلے میں کر رکھی تھی، ۱۹۶۰ء میں بال بچے لینے پاکستان واپس آئے، میں نے مری میں بلوالیا۔ ازراہِ شاگرد پروری چند روز میرے پاس مقیم رہے، بتانے لگے کہ کشمیر میں میں نے شطوال (ٹتوال) کے گردونواح میں جنگ لڑی تھی، جب مراکش گیا تو میری تعیناتی شہر شطوان میں ہوگئی، یہاں میرے شاگرد مجھے الاستاذ المراکشی کہتے تھے، وہاں مجھے الاستاذ الباکستانی کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر برکت علی قریشی کے سوا کسی دوسرے استاد کو ہم نے (کم از کم میں نے) کلاس میں بے مزہ ہوتے نہیں دیکھا، پروفیسر عبدالقیوم بھی بے تکلفی اور سہولت کا احساس دلاتے تھے، بڑی کھلی طبیعت تھی۔ الحماسہ پڑھاتے ہوئے اس طرح کھو جاتے کہ انھیں احساس ہی نہ رہتا کہ آواز کتنی اونچی جا رہی ہے۔ بدوی روح کی ترجمانی واقعی اس ولولے کے ساتھ کرتے تھے کہ گویا خود عربی اشعار بھی جن کا مفہوم بیان ہو رہا ہو کسی اور کے بجائے ان کی اپنی تصنیف ہو، اُن پر اللہ کا یہ خصوصی کرم تھا کہ جو مضمون ان کا ذوقی اور جذبی معاملہ تھا اسی کو اللہ نے اُن کا روزینہ بنا دیا تھا۔ پروفیسر صاحب پوری طرح تیاری کر کے آتے تھے اور پوری ذمہ داری اور حتی الوسع پوری باقاعدگی سے کلاس لیتے تھے، پروفیسر صاحب کی عنایت سے میرا عربی زبان کے ساتھ شغف اور بڑھ گیا، یہ کہ میں عربی پر قادر ہو جاؤں اس کی تو حسرت ہی رہی، ہاں میرے ہائی سکول کے استاد عربی مولوی محمد بخش صاحب اور پروفیسر عبدالقیوم کے باعث عربی رگ جان کے قرین ضرور رہی۔

خورشید عالم[1] نے اسی ماہ ایم اے عربی فائنل میں داخلہ لے لیا۔ انھوں نے عربی باضابطہ کبھی کسی کلاس میں نہیں پڑھی تھی، میں نے انھیں عربی الف، باء سے پڑھا کر سیدھا ایم۔ اے فائنل میں

[1] اصل متن میں خورشید عاصم لکھا ہے۔ تاہم صحیح نام خورشید عالم ہے کیونکہ میرا ان سے تعلق قائم رہا۔ (شیر محمد زمان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



داخلے کے لیے بھیج دیا، خورشید صاحب نے ایم اے اردو ۱۹۵۳ء میں کیا تھا، میں نے اسی سال ایم۔اے عربی کیا تھا، نتیجہ دونوں کا ایک رہا، اگرچہ مضامین مختلف تھے، یعنی میں نے عربی، میں فرسٹ کلاس لی، خورشید صاحب نے اردو میں، میں نے یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن عربی میں حاصل کی، خورشید صاحب نے اردو میں، میں نے عربی میں ۴۲۶ نمبر حاصل کیے، انھوں نے اردو میں ۴۲۶ نمبر حاصل کیے، جو استاد بھی سنتا یا دوست جانتا تو حیران ہوتا اور کہتا کہ یہ ہے یاری، اس ضمن میں میں انھی دنوں کی ایک بدبختی کا ذکر کرتا ہوں:

پروفیسر عبدالقیوم صاحب اور اسی طرح میرے دیگر اساتذہ خورشید عالم صاحب پر بہت مہربان تھے۔ اس امر پر بطورِ داد کہہ دیتے تھے کہ خورشید صاحب نے چند ماہ میں ابتدائی عربی سے لے کر بی۔اے تک بلکہ کچھ ایم۔اے عربی کا نصاب بھی پڑھ ڈالا تھا، اساتذہ کی مہربانی میں یہ تحسین بھی شامل تھی، اب ہوا یہ کہ خورشید عالم صاحب نے مضمون کی جگہ مقالہ رکھا اور اس ضمن میں خاصی محنت کر کے فہرست کتب اور دیگر حوالہ جات تیار کیے۔ نامکمل مسودہ بھی تیار کر لیا تھا۔ مقالہ تھا: الفاطمیون فی مصر، گائڈ پروفیسر صاحب تھے، پروفیسر صاحب سے وہ کاغذات کہیں ادھر ادھر ہو گئے، خورشید صاحب سخت پریشان، آخر انھوں نے مجھے لکھا کہ میرا تھیسس Thesis تو راہ ہی میں رہ گیا، مضمون کا پرچہ دیا نہیں، پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے خدا جانے وہ مسودہ کہاں رکھ دیا ہے وہ مل ہی نہیں رہا۔ چنانچہ میں لائل پور (فیصل آباد) سے سیدھا پروفیسر صاحب کے درِ دولت پہ حاضر ہوا، پروفیسر صاحب سمجھ گئے کہ میں دوپہر کے لگ بھگ تیز دھوپ اور تیز گرم لو کے عالم میں کیوں آیا ہوں، مگر حسبِ معمول انھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا، ٹھنڈی ٹھنڈی چیزیں کھلائیں پلائیں۔ یہ تو عیاں ہے کہ پروفیسر صاحب بہت مہمان نواز بزرگ تھے۔ بہرحال میں جب ماکولات و مشروبات کے آخری مرحلے پر پہنچا تو پروفیسر صاحب نے خود ہی خورشید صاحب کے مقالے کی بات چھیڑ دی۔

میں دیکھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے اور قدرے شرمندگی کے بھی۔ انھوں نے بہت تسلی دی کہ کاغذات مل جائیں گے، ان شاء اللہ! فرمانے لگے: حیرت ہے، یاد ہی نہیں رہا کہ رکھے کہاں تھے، گھر میں بہت وقت ضائع کیا ہے ان کی تلاش میں، گورنمنٹ کالج میں بھی الماری کو چھانا پھٹکا ہے، خورشید صاحب نے محنت کی ہے وہ محنت ضائع نہیں جاسکتی، آپ گھبرائیں نہیں، ورنہ کوئی اور بندوبست ہو جائے گا۔ میں پروفیسر صاحب کی باتیں تو سنتا رہا مگر اکھڑا اکھڑا رہا، پروفیسر صاحب کو پتہ تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ مجھے خورشید عالم سے کتنی محبت تھی اور انھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ میں نے انھیں عربی پڑھانے کے لیے کتنی محنت کی ہے۔

بہر حال میرے منہ سے کوئی ایسا جملہ بھی نکل گیا کہ بہتر تھا آپ اسے یہ تھیسسThesis دیتے ہی نہ، ان کلمات میں کسی قدر بدگمانی کے شائبے کی سی بو تھی، پروفیسر صاحب کا چہرہ متغیر سا ہوا، مگر بکمال عالی ظرفی انھوں نے سنی ان سنی ایک کردی اور ہنستے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ چند لمحات کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا، پروفیسر صاحب کو میری دلی کیفیت معلوم تھی، انھیں معلوم تھا کہ میں ان کا کتنا نیاز مند شاگرد ہوں۔ میں ہرگز غیر مؤدب طالب علم نہ تھا۔ جب میں اُٹھا تو پروفیسر صاحب بھی میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ معمولاً کم از کم گھر کے دروازے تک چھوڑنے ضرور نکلتے تھے۔ یوں بھی ہوتا تھا کہ مکان کے ساتھ والی گلی تک یعنی گھر سے چند قدم تک باہر آجاتے، اس روز میرے منع کرنے کے باوجود سخت دھوپ میں وہ میرے ساتھ چلتے چلتے برانڈرتھ روڈ پر آگئے۔ سر پر کوئی کپڑا بھی نہ تھا۔ پھر وہاں بھی نہ رکے، آگے چوک تک آگئے جہاں سے دہلی دروازے کی ٹریفک مڑتی ہے اور جس کی بائیں جانب کراؤن بس کا اڈا تھا۔ اب کراؤن بس کے اڈے کی جگہ ہوٹل آباد ہے۔ پروفیسر صاحب کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اندر سے سخت مضطرب ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اپنے شاگرد کی پریشانی اور گھبراہٹ کیسے دور کریں، کیسے شاگرد کی دلجوئی کریں کہ اسے چین آجائے بہر حال کراؤن بس کے اڈے کی بغل میں میں اُن سے بغلگیر ہوا اور اجازت چاہی۔ خورشید کا خیال اپنی جگہ مگر اب ساتھ ہی پروفیسر صاحب کے ذہن پر جو بوجھ پڑ گیا تھا، اس کا تصور بھی ستانے لگا۔

چند روز کے بعد وہ جملہ کاغذات مل گئے، خورشید عالم صاحب نے مجھے مطلع کیا، میں لائل پور سے پھر لاہور آیا۔ پروفیسر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ حسب معمول تپاک سے ملے اور حسب معمول کچھ کھلایا پلایا۔ آج میں دیکھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کے لہجے میں قدرے رعب اور ٹوہر کی آمیزش تھی اور میں مرا جا رہا تھا۔

آج میں نے اس گفتگو کے باب میں پہل کی یعنی خدا کا شکر ہزار ہا شکر اور پروفیسر صاحب کی خدمت میں بھی بار بار شکریہ عرض کیا۔ بار بار عرض کیا کہ آپ کو میری اور خورشید صاحب کی وجہ سے بہت تکلیف اُٹھانی پڑی وغیرہ۔ بہر حال میں سراپا سپاس تھا مگر اپنے اس روز کے اکھڑے اکھڑے رویے پر سخت شرمندہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس باب میں کئی دفعہ معذرت گزار ہوا، پروفیسر صاحب بدستور باتیں کرتے رہے، ہنستے رہے اور فرمایا: خدا کا کرم کہ میرے دل پر سے ندامت کا بوجھ ہٹا لیا گیا ہے، لیکن انھوں نے اشارتاً بھی یہ نہ کہا کہ منور تمھاری باتوں سے تو قدرے بدگمانی کا شائبہ بھی جھانک رہا تھا، بھلے آدمی یوں تو بدگمان نہیں ہوتے اور پھر میرے جیسے خیر خواہ استاد سے، خدا گواہ ہے کہ اس ایک بات نے جو محض ایک باریک سا اشارہ بدگمانی تھا مجھے تمام عمر اندر ہی اندر شرمندہ رکھا، لیکن کیا مجال کہ پروفیسر صاحب نے اپنی وفات تک کے تقریباً پینتیس سال کے طویل عرصے میں کبھی لطیف سا بھی ایسا حرف استعمال کیا ہو جس سے ذہن اس واقعے کی طرف منعطف ہو، خدا جانتا ہے میں نے دل میں ٹھان رکھی ہے کہ اگر روز قیامت سراپا شفقت پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو وہاں بھی ۱۹۵۳ء کے اس رویے پر اظہار ندامت ایک بار پھر کروں گا۔

میرا پروفیسر صاحب کے ساتھ رابطہ استوار رہا، میں لائل پور (فیصل آباد) سے جب بھی لاہور آتا تو میری کوشش ہوتی کہ مولانا علم الدین سالک[۱]، سید عابد علی عابد[۲]، ڈاکٹر خواجہ صلاح الدین[۳] (کیمیکل ٹیکنالوجی) اور پروفیسر عبدالقیوم کی زیارت کر کے ہی لوٹوں۔ کبھی کبھی ان بزرگوں کو خط بھی لکھ دیا کرتا تھا، میں پروفیسر صاحب کا نام لفافے پر عموماً اس طرح لکھتا تھا: ''پروفیسر عبدالقیوم بٹ صاحب'' ایک بار ہنس کے فرمایا: مرزا صاحب! یہ فالتو سابقے لاحقے ترک کر دیں، پروفیسر عبدالقیوم کافی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں جب بھی گورنمنٹ کالج میں ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اور ملاقات ہو جاتی، نیز پروفیسر صاحب کے پاس فرصت ہوتی تو وہ ضرور مجھے ٹک شاپ پہ لے جاتے اور پر تکلف چائے پلاتے، یہ رویہ ان کا یقیناً ہر شاگرد کے ساتھ ہوگا بلکہ اس سے بہتر ہوگا، اس لیے کہ میں تو اُن کے نکمے شاگردوں میں سے تھا۔

---

۱۔ پروفیسر مولانا علم الدین سالک یکم جنوری ۱۹۰۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے صدر شعبۂ فارسی اور سول لائنز کے پرنسپل رہے، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء کو فوت ہوئے۔

۲۔ سید عابد علی عابد ۱۷ استمبر ۱۹۰۶ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے، دیال سنگھ کالج لاہور کے پرنسپل رہے، متعدد کتب تصنیف کیں، انھوں نے ۲۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔

۳۔ ڈاکٹر خواجہ صلاح الدین ۸ فروری ۱۹۱۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، جامعہ پنجاب میں کیمیکل انجینئرنگ کے صدر شعبہ اور پھر فیکلٹی آف سائنس، انجینئرنگ اور فارمیسی کے ڈین رہے، انھوں نے ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں گورنمنٹ کالج لائل پور میں اردو، فارسی اور عربی آنرز کا تاریخ ادب کا پرچہ پڑھاتا رہا تھا۔ مجھے شوق رہا کہ اس بہانے چار حرف فارسی کے، کوئی ایک آدھ حرف عربی کا مزید سیکھ جاؤں گا۔ جب گورنمنٹ کالج لاہور میں آیا تو پروفیسر صاحب سے گزارش کی کہ لائل پور کی طرح یہاں بھی جی چاہتا ہے کہ عربی کے ساتھ جائز یا ناجائز کوئی تعلق باقی رہے، سن کر خاموش ہو گئے، کچھ عرصے کے بعد پھر میں نے التجا دہرائی تو فرمایا: درحقیقت ہم استاد عربی یہاں زیادہ اور پیریڈ کم ہیں۔ پھر اگر ان پیریڈز میں سے بھی چند بانٹ کر الگ کر دیں تو اچھا نہیں ہوگا، میں نے کہا: عربی آپ نے پڑھائی تھی، اگر عربی پڑھانے کا موقع چھن گیا تو ذہن سے اتر جائے گی۔ فرمایا: ان شاء اللہ ذہن سے نہیں اترے گی، آپ کا مطالعۂ زبان و ادب عربی جاری رہے گا۔

ہاں تو خدا کا کرنا یوں ہوا کہ پروفیسر صاحب کے صاحبزادے زبیر بٹ جواب افواج پاکستان میں میجر ہیں میرے شاگرد ہو گئے۔ میں نے ایک ملاقات میں عرض کیا: حضور! ''لدہ پاہ'' (حساب برابر) آپ نے مجھے پڑھایا میں آپ کے برخوردار کو پڑھا رہا ہوں۔ آپ نے زیادہ اونچے درجے میں پڑھایا تھا، میں ذرا نچلے درجے میں پڑھا رہا ہوں، آپ نے مجھے ایک سال پڑھایا تھا، میں آپ کے برخوردار کو دو سال تک پڑھاؤں گا، لہٰذا ''لدہ پاہ'' حساب برابر۔

پروفیسر صاحب محظوظ ہوئے، الحمد للہ میں نے اپنے شفیق استاد مرحوم پروفیسر وقار عظیم صاحب[1] کے تین برخورداروں کو پڑھایا، اُن سے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضور والا! آپ نے تو پوری طرح انتقام لیا ہے۔

بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کا شغف اور ذوق ہی ان کا روزینہ بھی بن جائے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا یہی حال تھا، لہٰذا وہ تمام عرصۂ معلمی خوش خوش رہے، پروفیسر صاحب پڑھاتے تو احساس ہوتا تھا کہ مزے لوٹ رہے ہیں، پڑھانا ان کے لیے مشقت نہیں تھا، یہ اُن کی تفریح تھی، وہ درس دے کر مسرت اندوز ہوتے تھے، یہ انداز فقط انھیں اساتذہ کا ہوتا تھا جن کی نظروں میں معلمی اونچی شان کا منصب ہو، ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ پروفیسر صاحب اپنی معلمی کی کرسی کو کسی تختِ طاؤس سے کم نہیں جانتے، یہی سبب ہے کہ وہ دنیادار عالی منصب افراد سے بے نیاز رہتے تھے۔

---

[1] پروفیسر سید وقار عظیم دسمبر ۱۹۰۹ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے، اورینٹل کالج میں صدر شعبہ اردو رہے، جامعہ پنجاب کے ادارہ ترجمہ و تالیف کے نگران بھی رہے، اقبالیات سے خاص دلچسپی تھی، متعدد کتب تصنیف کیں۔ ۷ انومبر ۱۹۷۶ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ نہیں کہ انھیں اونچے مناصب سے نفرت تھی، نہیں! ان کی سوچ منفی نہ تھی، اونچے مناصب بھی قومی زندگی کا حصہ ہیں، وہ مناصب بھی پُر ہونے چاہئیں۔ پروفیسر صاحب کی Choice یا اختیار وانتخاب معلّمی کا فریضہ تھا، وہ اُن اساتذہ میں سے تھے جو معلّمی سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ کچھ اساتذہ ایسے بھی ہیں اور فی زمانہ ان کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جو بدقسمتی سے کوئی اچھی ملازمت نہیں پاسکتے، لہٰذا معلّمی کا منصب قبول کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ وہ تمام عمر چڑچڑے انداز میں فرض بجالاتے ہیں گویا کسی بلندتر استحقاق والے شخص کو کوئی گھٹیا ڈیوٹی دینی پڑ گئی ہو، ایسے اساتذہ بادل نخواستہ کلاس روم میں آتے ہیں تو نحوست بکھیرتے ہیں، زندگی سے بیزاری کا وعظ فرماتے ہیں اور کلاس کو ذہنی طور پر تخریب کار کے منصب کا امیدوار بنا کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ایسے اساتذہ خواہ کسی بھی قوم میں ہوں بدبختی کا مظہر ہوتے ہیں، اور وہ شاگرد بڑے ہی بدنصیب ہوتے ہیں جن کو ایسے استادوں سے پالا پڑ جائے جو زیست بیزاری کا درس دیں جن کا عزم وفکر بوم شوم کا ہم پرواز ہو۔ لیکن پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہشاش بشاش کلاس روم میں آتے تھے اور ہشاش بشاش تر تشریف لے جاتے تھے۔

پروفیسر صاحب گورنمنٹ کالج سے ریٹائر ہوئے تو وہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جامعہ پنجاب) پہنچ گئے، اب گویا ذوق مطالعہ کو تحقیق کی مزید تشویق ہوئی۔ حق یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کا ذوق مطالعہ تمام عمر بحال رہا، ورنہ آج کل پروفیسروں کی اکثریت کثیرہ میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو پروفیسر بھرتی ہوجانے کے بعد مطالعہ کتب سے مجتنب رہنے کا حلف اُٹھالیتے ہیں، کم ازکم اپنا مضمون تو انھیں ذاتی بلکہ خاندانی دشمن دکھائی دیتا ہے۔

مجھے اپنے اساتذہ پر فخر ہے، مگر مجھ سے کوئی علمی اور تحقیقی ایسی کاوش سرزد نہ ہوئی جس کے باعث میں اپنے اساتذہ کے لیے فخر کا باعث بنتا، اس کے باوصف پروفیسر عبدالقیوم صاحب اور اسی طرح ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب جب کوئی میرا مضمون کسی اخبار یا رسالے میں ایسا ملاحظہ فرماتے جو پسند آتا تو زوروں کی داد دیتے، ڈاکٹر سید عبداللہ تو خط بھی لکھ دیتے، انھوں نے تو ایک بار شاگرد پروری کے باب میں حد کردی۔

ہوا یوں کہ لائل پور (فیصل آباد) کی مجلس اقبال کے یوم اقبال کی تقریب میں شرکت کے لیے میں اور محترم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب لاہور سے گئے، وہاں میری تقریر کے بعد سید صاحب کا خطبہ صدارت تھا، سید صاحب نے میری تقریر اور خود میری طرف بار بار اشارہ فرمایا اور کئی بار مجھے ڈاکٹر مرزا منور کہہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یاد کیا، پھر خود ہی بھرے ہال کے علمی وادبی حاضرین سے کہا: آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ منور کو میں ڈاکٹر منور کہہ رہا ہوں، میں نے آج ان کو ڈاکٹریٹ دے دی اور اگر میں کبھی کسی یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہو گیا تو عملاً بھی ڈاکٹریٹ پیش کر دوں گا۔ میں اپنے استاد محترم کے کلمات شفقت سن رہا تھا اور مارے شرم کے سکڑا سمٹا جا رہا تھا، حتیٰ کہ مجھے شدید پسینہ آگیا۔ کاش! مجھ سے واقعی کوئی علمی، ادبی اور تحقیقی کام عمل میں آیا ہوتا۔

بہر حال یہی عالم پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا تھا، جب بھی ملاقات ہوتی میرا کاندھا تھپتھپاتے اور فرماتے: میں بہت خوش ہوں کہ آپ قومی اور ملی معاملات میں خلوص کے ساتھ دلچسپی لیتے ہیں۔ ادبی، نثری تحریریں اور نظمیں بھی دیکھتا رہتا ہوں، مجھے فخر کا احساس ہوتا ہے، میں ہمیشہ آپ کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔

جب یہ خیال آتا ہے کہ میرے بزرگ اور استاد جو سراپا عاطفت تھے روپوش ہو گئے تو شاید احساسِ محرومی نہیں ہوتا، وہ اس لیے نہیں ہوتا کہ مجھے یقین ہے کہ میرے والدین اور میرے اساتذہ کی دعائیں وہاں سے بھی آتی رہتی ہیں اور اپنا اثر دکھاتی رہتی ہیں۔

میرے محترم استاد پروفیسر عبدالقیوم صاحب پکے اہل حدیث تھے، مگر اس عالم میں جا کے یقیناً انھیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ آدمی کا جسم دفن ہوتا ہے، خود آدمی مر نہیں جاتا، ہمارا نذرانہ دعا و فاتحہ بھی ضرور پہنچ رہا ہوگا اور پروفیسر صاحب خوش ہوتے ہوں گے کہ برخوردار نے بھلایا نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

# ایک سراپا شفقت استاد

زندگی کی تیز رفتار اور نان سٹاپ گاڑی کا سفر صبح ازل سے یونہی جاری ہے اور شام ابد تک یونہی جاری وساری رہے گا اور سائنسدانوں کے بقول اربوں سال گزرنے کے باوجود نہ تو حیات ارضی کا یہ سفر رکا اور نہ اس میں کبھی کوئی انقطاع آیا۔ اس تصورِ حیات کو کسی عرب شاعر نے کیا خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے ع

اشاب الصغیر وافنی الکبیر — کرّ الغداۃ و مرّ العشی

صبح وشام کی آمدورفت نے بچے کو بوڑھا اور بوڑھے کو ہلاک کر دیا۔

اس مضمون کو ایک اردو شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔ ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

یہ ابھی کل کی بات ہے کہ ہم اسی جامعہ میں شعبہ عربی کے طالب علم تھے اور شعبے کی تدریسی مسند ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، مولانا نورالحسن اور پروفیسر عبدالقیوم صاحب جیسے عبقری بزرگوں اور اساتذہ سے مزین و آراستہ تھی، آج جب میں یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں تو ایک ایک کر کے یہ چراغ گل ہو چکے ہیں اور کچھ نئے چراغ جل رہے ہیں اور جب آنے والی کل آئے گی تو ان چراغوں کی جگہ نئے چراغ روشن ہوں گے۔

یہی دستور حیات یا قرآنی الفاظ میں ''سنۃ اللّٰہ'' ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا، تاہم اگر کسی چراغ کی روشنی اس کے گل ہونے کے بعد بھی برقرار رہے تو اس چراغ کو بجھا ہوا نہیں کہہ سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہمارے محترم استاد پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایسے ہی اساتذہ میں شامل تھے۔

پروفیسر صاحب مرحوم سے میرے اولین رابطے کی داستان بھی دلچسپ ہے اور اس رابطے میں میرے والد محترم (ملک حسن علی جامعی شرقپوری[1]) کا بڑا حصہ ہے۔

والد محترم شرقپور کے زمیندار ہونے کے باوجود اچھا علمی اور تحقیقی ذہن رکھتے ہیں، جس کی تصدیق ان کی مشہور کتاب ''تعلیمات مجددیہ'' (مطبوعہ انجمن اشاعت التوحید والسنہ، شرقپور، ضلع شیخوپورہ) کے مطالعے سے بخوبی ہوتی ہے جو ۵۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور والد محترم کی برسہا برس کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جس کے لیے انھوں نے حضرت مجدد کی کتابوں کے ہزارہا صفحات کی ورق گردانی کی۔ اس کتاب اور اس کے مضامین کی بنا پر اکثر اہل علم کے والد محترم کے ساتھ قریبی روابط رہے۔ جن میں مرحوم پروفیسر عبدالقیوم اور ڈاکٹر سید عبداللہ جیسے میرے اساتذہ شامل ہیں۔

والد صاحب گو مسلک و مشرب کے اعتبار سے دیوبندی العقیدہ اور صوفی المشرب بزرگ ہیں، مگر چونکہ عقائد میں دیوبندی اور اہل حدیث حضرات میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، اس لیے والد صاحب کے متعدد اہل حدیث حضرات سے بھی روابط تھے، جن میں مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالوی اور پروفیسر عبدالقیوم صاحب جیسے اکابر اہل حدیث علماء شامل ہیں۔

یہ غالباً ۱۹۵۰۔۱۹۵۲ کی بات ہے جب میں بی۔ اے کرنے کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوا، وہاں کے اساتذہ میں مولانا ابوبکر غزنوی مرحوم[2] اور قاضی ظہیر الدین جیسے ارباب علم و فضل شامل تھے اور میں بجا طور پر سمجھتا ہوں کہ عربی زبان و ادب میں میرے شوق و شغف کی بنیادیں انھی دو بزرگوں کی کاوشوں کی رہین منت ہیں۔ بہر حال اسی زمانے میں مجھے یاد ہے کہ والد محترم پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ملنے ان کے گھر واقع عظیم سٹریٹ برانڈرتھ روڈ پر اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے اور مجھے اپنے ہمراہ لے جاتے۔ پروفیسر صاحب سے میرا اوّلین تعارف یہیں ہوا جو ان کی وفات تک برقرار رہا۔ پروفیسر صاحب فی الواقع بہت اچھے

---

1. ملک حسن علی جامعی ممتاز صاحب علم اور تحریک پاکستان کے رہنما تھے، انھوں نے چند کتب بھی تصنیف کیں، بڑے کتاب دوست تھے، ان کے ذخیرۂ کتب یعنی ذاتی لائبریری کی بہت اہمیت ہے، انھوں نے ۶ جولائی ۱۹۹۱ء کو شرق پور (ضلع شیخوپورہ) میں وفات پائی۔

2. پروفیسر سید ابوبکر غزنوی اپنے والد سید داؤد غزنوی کی طرح صاحب علم و عمل تھے، لاہور کے مختلف کالجز میں تدریس کے بعد اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر رہے، برطانیہ میں ایک سفر کے دوران ٹریفک حادثے میں ۱۶، اپریل ۱۹۷۶ء کو وفات پا گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میزبان تھے اور گھر آئے ہوئے مہمانوں کی خوب آؤ بھگت کرتے تھے۔ تاہم مرحوم سے یہ تعارف ابتدائی نوعیت کا تھا، ان سے باقاعدہ تعارف اس کے بعد ہوا۔

اپنے بی۔اے کے اساتذہ کی مہربانی سے جب بی۔اے کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا تو ایم۔اے کے لیے شعبہ عربی میں داخلہ لے لیا اور فی الحقیقت یہی زمانہ تھا جب مرحوم سے تفصیلی ملاقاتوں اور مفصل تعارف کا موقع ملا۔

یہ زمانہ یعنی ۱۹۵۴ء کا دور شعبہ عربی میں اساتذہ کی کمی بلکہ کمیابی کا دور تھا، اس زمانے میں شعبہ عربی کے باقاعدہ استاد فقط مولانا نور الحسن اور عبد الصمد صارم صاحب تھے، مولانا نور الحسن کہنے کو تو مولانا تھے مگر مکمل طور پر کلین شیو بزرگ تھے، زبان میں بڑی سلاست اور روانی تھی، بعد میں انھوں نے بھی داڑھی بڑھالی تھی۔ مولانا کے علاوہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ شعبہ عربی کے صدر تھے، جن کا تعلق بھی گورنمنٹ کالج لاہور سے رہا تھا، تاہم شعبے کی روح درواں پروفیسر عبد القیوم صاحب تھے۔ روح درواں اس لیے کہ باوجود اس بات کے کہ مرحوم کا انتظامی تعلق گورنمنٹ کالج لاہور سے تھا، وہ ہمیں بیک وقت چار حسب ذیل مضامین پڑھاتے تھے:

۱۔ قدیم شاعری

۲۔ جدید شاعری

۳۔ اسلامی تاریخ

۴۔ مذہبی ادب [1]

## طریقہ تدریس

مرحوم اپنے زمانے ہی کے نہیں بلکہ میرے خیال میں جامعہ پنجاب کی ایک سو آٹھ سالوں پر محیط تاریخ کے اچھے اساتذہ میں سے تھے۔ وہ کلاس میں ہمیشہ مکمل تیاری کر کے آتے تھے، وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ استاد کو اپنے مضمون کی مکمل تیاری کر کے کلاس میں جانا چاہیے، خواہ اس مضمون کو پڑھاتے ہوئے عرصہ بیت گیا ہو، اس لیے کہ پتہ نہیں کہ کب کوئی ذہین طالب علم کون سا سوال پوچھ بیٹھے۔ مرحوم کا خود بھی اس مقولے پر عمل تھا، ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی وہ مکمل تیاری کیے بغیر کلاس میں آئے ہوں، طالب علم جو سوال پوچھتے ان کا

[1] یہاں ملک صاحب سے کچھ تسامح ہوا ہے۔ مضامین کے عنوانات اس طرح ہیں: ۱۔ قدیم نثر، کتاب الکامل للمبرد، کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ الدینوری ۲۔ عربی ادب ۳۔ مضمون/ مکالمہ۔ (شیر محمد زمان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خندہ پیشانی سے فوراً جواب دیتے۔

مرحوم جب سبق پڑھا رہے ہوتے تو ایسے لگتا تھا کہ وہ پڑھا نہیں رہے بلکہ اپنے مضمون سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے مضمون سے مطمئن ہی نہیں بلکہ اس کے انتخاب پر بڑے ہی خوش اور مسرور تھے۔ مضمون پڑھاتے ہوئے اسی ماحول میں کھو جاتے۔ انھیں بعض اوقات یہ احساس ہی نہ رہتا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ دوران تدریس چھوٹے چھوٹے برمحل جملے استعمال کرتے، آواز میں گھن گرج کا عنصر تھا، خاص طور پر جب جوش میں آتے تو آواز کافی بلند ہو جاتی تھی۔ ان کا طریقہ تدریس یہ تھا کہ وہ کلاس روم میں باقاعدہ کتاب کا متن پڑھواتے تھے، اس بارے میں میرے اور ڈاکٹر ایس ایم زمان صاحب کے درمیان مسابقت رہتی تھی، مجھے اب تک یاد ہے کہ اگر کسی روز پروفیسر صاحب میرے بجائے ڈاکٹر ایس ایم زمان صاحب سے عبارت پڑھواتے تو مجھے رنج ہوتا۔ اس مسابقت کے باوجود ہم دونوں میں دوستی بہت تھی جو بحمد اللہ اب تک قائم ہے۔

پروفیسر صاحب اپنے طالب علموں کے لیے شفقت مجسم تھے۔ کسی بھی طالب علم کی کوئی مشکل ہوتی تو اسے اپنی مشکل سمجھتے اور حتی الوسع اس کے حل کی کوشش کرتے۔ تدریس میں جس طرح انھیں سخت کوشی اور محنت کی عادت تھی، اسی طرح وہ اپنے شاگردوں کو بھی محنت اور سخت کوشی کی تلقین کرتے اور طالب علموں کو تصنیف و تحقیق کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتے اور طالب علم جو مضامین اور مقالات لکھ کر انھیں دکھاتے، ان پر بڑی محنت سے نظر ثانی کرتے اور ان پر مفید اضافے فرماتے۔

ایم۔ اے کے دوسرے سال میں میں نے ''امام ابن قیم الجوزیہ'' پر مقالہ لے لیا۔ جامعہ کی طرف سے میرے گائیڈ پروفیسر عبدالقیوم صاحب تھے۔ انھوں نے اس مقالے کی تصنیف و تسوید میں میری بے حد مدد کی، مجھے ابن القیم پر ماخذ (Bibliography) بتائے۔ عنوانات اپنی رہنمائی میں ترتیب دیے، دوران تحریر مقالہ اپنی ذاتی لائبریری سے متعدد کتب فراہم کیں۔ الغرض قدم قدم پر رہنمائی فرمائی، پھر جب مقالہ مکمل ہو گیا تو اس کا ڈرافٹ ایک ایک لفظ کر کے بچشم خود دیکھا اور اس میں حک و اضافہ کیا۔ ان کا یہ رویہ ایک میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ دیگر طالب علموں کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔

بعد ازاں جب میں نے اسی عنوان The life and works of Imam Ibn-al-Qayyim al-Jawziyyah پر پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ لیا تو اس موقع پر گو میرے باقاعدہ گائڈ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ مرحوم تھے، مگر پروفیسر صاحب نے اس موقع پر بھی میری بے حد مدد فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب کو نہ صرف کتابیں پڑھنے کا شوق تھا، بلکہ اچھی کتب جمع کرنا بھی پروفیسر صاحب کا مشغلہ تھا۔ چنانچہ مجھے دوران تحقیق اپنے دونوں اساتذہ کرام، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اور پروفیسر عبدالقیوم کی لائبریری دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ کی لائبریری میں مستشرقین کی کتابیں زیادہ تھیں اور پروفیسر صاحب کی لائبریری میں علمائے شرق کی کتابوں کی کثرت تھی۔ علامہ ابن القیم پر جتنا مواد مجھے مرحوم کی ذاتی لائبریری سے ملا وہ کسی اور لائبریری سے نہیں مل سکا۔ میرے خیال میں پروفیسر صاحب کی ذاتی لائبریری لاہور شہر کی ذاتی لائبریریوں میں عدیم النظیر لائبریری ہے اور اس میں علم حدیث اور عربی و اسلامیات پر کتابوں اور رسائل کا بے بہا ذخیرہ موجود ہے۔

پھر بعض لوگ کتابوں کے ضمن میں بے حد بخل اور سختی سے کام لیتے ہیں اور کسی کو اپنی ذاتی کتابوں سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے، مگر پروفیسر عبدالقیوم صاحب نہ صرف یہ کہ طالب علموں کو اپنی ذاتی کتب سے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے، بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتے اور مختلف طریقوں سے ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے، خود میرے ساتھ بھی یہی ماجرا گزر چکا ہے۔

میں سکندر مرزا[۱] کے زمانے (۱۹۵۸ـ۱۹۵۷ء) میں جب شعبے میں میکلوڈ ریسرچ سکالرشپ کا حامل تھا تو مجھے یاد ہے کہ لاہور میں ہم نے ایک بہت بڑے بین الاقوامی International Islamic Colloqium کا اہتمام کیا تھا، جس میں نامور عرب اور مستشرق علماء نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی۔ پروفیسر صاحب نے اس Colloqium کو کامیاب کرانے میں بھر پور حصہ لیا، متعدد مقالات کے عربی سے انگریزی میں اور انگریزی سے عربی میں تراجم کیے۔ اس موقع پر متعدد عرب اور مستشرق فضلاء نے مرحوم سے خصوصی ملاقاتیں کیں، جس پر وہ آپ کے علم و فضل سے بیحد متاثر ہوئے۔ پروفیسر گِب کے ساتھ مرحوم کی ملاقات مجھے اب تک یاد ہے۔ یاد رہے کہ مرحوم کے زمانہ طالب علمی ہی سے متعدد مستشرقین سے ذاتی روابط قائم ہو چکے تھے جو وقت کے ساتھ زیادہ مستحکم ہوتے رہے۔ کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایف کرنکو (Dr. F. Krenkow) نے تو پروفیسر صاحب کے ''لسان العرب'' پر تحقیقی کام کے متعلق ''اسلامک کلچر'' (حیدر آباد دکن) میں ایک زوردار شذرہ بھی لکھا تھا، جس میں انھوں نے ان کے اس کام کی منہ بھر کر تعریف کی تھی۔ اس کے علاوہ مرحوم کے تحقیقی کام کا تذکرہ مشہور فاضل براکلمان (C.A Brockelomann) نے بھی اپنی مشہور

---

[۱] سکندر علی مرزا ۱۳ نومبر ۱۸۹۹ء کو مرشد آباد (بنگال) میں پیدا ہوئے، یہ اعزازی میجر جنرل، پاکستان کے آخری گورنر جنرل اور پہلے صدر مملکت بنے۔ یہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۹ء کو لندن میں فوت ہوئے، ان کی تدفین تہران میں ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زمانہ کتاب "تاريخ أدب اللغة العربية" میں کیا ہے، جبکہ فاضل پیرسن (Pearson) نے مرحوم کی اس کاوش کو خوب سراہا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مجھے بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ اپنے استاد محترم کی طرح میں بھی دو سال تک میکلوڈ سکالرشپ ہولڈر رہا۔ اس سکالرشپ کے زمانے میں بھی مرحوم کی عنایتوں اور شفقتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مجھے جب بھی مشکل پیش آتی، میں ان سے تبادلہ خیال کر کے اسے رفع کر لیتا، بعد ازاں مجھے ۱۹۶۷ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لیے داخلہ مل گیا۔

چنانچہ میں نے پروفیسر آربری کی نگرانی میں المبرد کی" کتاب التعازی والمراثی"[۱] کو ایڈٹ کیا، جو اس وقت تک غیر مطبوعہ تھی، بعد ازاں یہ ریاض سے طبع ہوئی۔ اس زمانے میں بھی مرحوم سے تعلقات برقرار رہے اور آپ نے میری سرپرستی کا سلسلہ جاری رکھا۔

پروفیسر صاحب ۱۴ جنوری ۱۹۶۸ء کو گورنمنٹ کالج لاہور سے ریٹائر ہوئے، اس سے اگلے ہی روز انھوں نے بطور مدیر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں، یوں آپ کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں علوم اسلامیہ پر داد تحقیق دینے کا موقع مل گیا، جس سے انھوں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ جامعہ نے اسی سال انھیں بطور سینئر مدیر ترقی دے دی، اس طرح وہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک شعبہ مذکور میں بطورِ سینئر مدیر کام کرتے رہے۔

مرحوم نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ترتیب وتصنیف سے لے کر اس کی طباعت تک بہت ذمہ داری اور محنت کے ساتھ کام کیا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم (سابق صدر شعبہ) مرحوم پر بہت اعتماد کرتے تھے، انھوں نے صدر شعبہ کے ساتھ مل کر صرف کام کی رفتار ہی میں گرانقدر اضافہ نہ کیا بلکہ اس کے معیار کو بھی اوج کمال پر پہنچایا۔ اس میں بے شمار نئے مقالات کا اضافہ کیا اور قدیم مقالات کی حسب ضرورت اصلاح وترمیم کی۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تکمیل میں پروفیسر صاحب کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔

پروفیسر صاحب اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں آنے کے بعد بھی کلین شیو اور سونڈ بونڈ رہے۔ مرحوم خوش اخلاق، خوش گفتار اور خوش اطوار ہونے کے ساتھ ساتھ خوش لباس بھی تھے۔

---

۱۔ یہ کتاب الکامل کے مصنف المبرد کی تصانیف میں سے ہے، اس میں تعزیت ووصیت کے آداب، مراثی اور مواعظ کا ذکر کیا گیا ہے، محمد بن یزید المبرد کی پیدائش ۲۱۰ھ کو مصر میں اور وفات ۲۸۶ھ کو بغداد میں ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جب اورینٹل کالج میں ہمیں پڑھانے آتے تو بہترین سوٹ میں ملبوس ہوتے۔ گلے میں فسٹ کلاس ٹائی لٹک رہی ہوتی۔ دیکھنے والا گمان بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس لباس اور اس حلیے والا شخص عربی و اسلامیات کا اتنا بڑا عالم بھی ہوسکتا ہے، مگر یہ امر واقعہ تھا۔ اس کے باوجود تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے اور ہمیں بھی اس کی تلقین فرماتے۔

بعد ازاں ۱۹۸۳ء میں داخلی عوامل کے تحت انھوں نے اپنی داڑھی بڑھالی اور پھر آہستہ آہستہ سہ گونہ سوٹ (Three Piece) پہننا بھی چھوڑ دیا۔ اس کے بجائے کرتہ شلوار اور سردیوں میں شیروانی آپ کا پسندیدہ لباس تھا۔ آپ نے ۱۹۸۴ء میں عمرہ کیا اور ۱۹۸۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

مرحوم کی صحت قابل رشک حد تک تسلی بخش تھی، مگر پھر جب اچانک مارچ ۱۹۸۹ء میں ان کی طبیعت بگڑی تو پھر سنبھل نہ سکی۔ تاہم جب بھی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا تو انھیں خوش وخرم اور حوصلہ مند پایا۔

پروفیسر صاحب مرحوم میرے بھائی ڈاکٹر محمود علی ملک پروفیسر میڈیسن، کے ای کالج سے بھی بحیثیت معالج رابطہ رکھتے تھے۔ جن ایام میں مرحوم کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں داخل تھے، ان دنوں میں بھی مرحوم نے کئی مرتبہ ڈاکٹر محمود علی ملک صاحب سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر صاحب اپنا وقت نکال کر انھیں دیکھنے اور مشورہ دینے آتے رہے۔ وفات سے تین چار روز قبل مجھے مرحوم کے صاحبزادے میجر زبیر قیوم بٹ کے ذریعے پیغام ملا کہ پروفیسر صاحب مجھ سے اور ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے آرزومند ہیں۔ ہم اس روز تو نہ جاسکے، البتہ اگلے روز گئے۔ مرحوم سے ملاقات کی، انھیں حسب معمول ہشاش بشاش پایا۔ ان سے مل کر باہر نکلے تو پنجاب کے سابق گورنر اور یونیورسٹی کے سابق چانسلر جنرل غلام جیلانی صاحب [1] سے ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے ہم دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ ہسپتال میں دیکھا، تو پوچھا کہ یہاں کیسے آنا ہوا۔ ہم نے پروفیسر صاحب کے متعلق بتایا۔ جنرل صاحب، جو مرحوم کی علمی صلاحیتوں کے معترف تھے، کہنے لگے کہ میں بھی ان کی عیادت کرنا چاہتا ہوں، تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ ہم دوبارہ مرحوم کے پاس گئے اور چھ سات منٹ بات چیت کر کے واپس آگئے۔ اس کے دو تین روز بعد ۹ ستمبر کی صبح جب اخبار کھولا تو ایک المناک خبر

---

[1] لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی ۱۹۲۴ء کو جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے، ملٹری میں ملازمت اور اعلیٰ اعزازات پائے، مختلف حساس اداروں کے سربراہ، وزارتِ دفاع کے سیکرٹری اور پنجاب کے گورنر رہے، انھوں نے ۸۔ جون ۱۹۹۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



منتظر تھی کہ پروفیسر عبدالقیوم کا گزشتہ رات انتقال ہوگیا ہے، پھر اسی روز ۹ ستمبر کو انھیں قبرستان میانی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

میرے حال پر پروفیسر صاحب کو خصوصی شفقت تھی، جب بھی ملاقات ہوتی تو ڈھیروں دعائیں دیتے اور میری کاوشوں پر میرا حوصلہ بڑھاتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو اپنے ہاں بلند فرمائے اور ہمیں ان کی جلائی ہوئی علمی و تحقیقی شمع کو روشن رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر شیر محمد زمان*

# میرے پروفیسر صاحب

دسمبر ۱۹۵۴ء کا پہلا یا دوسرا ہفتہ ہوگا، خنک مگر خوشگوار، روشن اور چمکیلی صبح تھی۔ یہ اورینٹل کالج میں میرا پہلا دن تھا۔ کلاس نو بجے صبح شروع ہوا کرتی تھی۔ گورنمنٹ کالج کے نیو ہاسٹل میں میرا کمرہ صوفی اللہ یار خان کے کمرے کے ساتھ تھا، وہ ایم۔اے عربی کی کلاس میں سال ششم کے طالب علم تھے۔ ہم دونوں دو تین منٹ کی تاخیر سے کالج پہنچے۔ ان دنوں ایم۔اے عربی سال پنجم اور سال ششم کی کلاسیں اکٹھی ہوا کرتی تھیں۔

اولاً راقم الحروف نے گورنمنٹ کالج لاہور، شعبہ انگریزی کے سال پنجم میں داخلہ لیا تھا، پھر یونیورسٹی سکالرشپ میں بعض پیچیدگیوں کے باعث دواڑھائی ماہ بعد اسی کالج سے ایم۔اے عربی میں لیٹ داخلہ ہوا، تاہم ایم۔اے عربی کی کلاسیں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج ہی میں ہوتی تھیں۔

کالج کی عمارت میں داخل ہوتے ہی برآمدہ عبور کر کے بالائی منزل کو جانے والے زینے سے پہلے سیدھے ہاتھ کو کونے والے کمرے میں کالج کے ہیڈ کلرک احسان صاحب کا دفتر ہوتا تھا اور اس کے بالمقابل بڑے کمرے میں کالج کے اہلکار کام کرتے تھے۔ اسی کمرے سے متصل ایم۔اے عربی کا کلاس روم ہوتا تھا، جہاں اب شعبہ عربی کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر بیٹھتے ہیں۔ راہداری والا دروازہ طالبات اور اساتذہ کے داخلے کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے مقابل برآمدے والے دروازے سے طلبہ داخل ہوتے تھے۔

* ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی ۱۱ ستمبر ۱۹۳۳ء کو پاکپتن میں پیدا ہوئے، جامعہ پنجاب سے ایم۔اے عربی (گولڈ میڈل) اور ایم۔اے اسلامیات (درجۂ اُولیٰ) میں کیا، ہارورڈ یونیورسٹی سے درجۂ امتیاز میں Ph.D کی تکمیل کی۔ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل اور قومی کمیشن برائے تعلیم و تربیت National Education and Training Commission اسلام آباد کے چیئر مین رہے۔ اس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۳ء تک چیئرمین رہے، حکومتِ پاکستان نے انھیں ستارۂ امتیاز اور حکومتِ مصر نے وسام العلوم والفنون عطا کیا۔ (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کمرے کے عین وسط میں شرقاً غرباً پردہ لگا ہوتا تھا۔ سکرین کے چوبی سٹینڈ کا ایک سرا مشرقی دیوار سے اور دوسرا استاد کی میز سے اس طرح ملا ہوتا کہ میز کا آدھا حصہ حضرات اور آدھا خواتین کے حصہ میں آتا۔ طلبہ و طالبات الگ الگ بیٹھتے، البتہ استاذ اپنی نشست سے دونوں طرف نگاہ رکھ سکتے تھے۔

تفسیر البیضاوی کا درس ہو رہا تھا۔ ایک بارعب شخصیت، عمر کی پینتیس چالیس منزلوں کا جلال و جمال سجائے، کوٹ پتلون میں ملبوس، ٹائی سے لیس، انگریزی تراش کے بال، ٹیڑھی مانگ سے مرصع، داڑھی مونچھ سے صاف چہرہ، فصاحت و بلاغت اور علم و اعتماد کا پیکر، کرسی معلم پر براجمان تھے۔ میں پہلے لمحے ہی میں متاثر ہوا، یہ مولانا حافظ نور الحسن تھے۔ دس بجے انھوں نے درس ختم کیا اور اپنی شخصیت اور علم کے وقار کو سنبھالتے ہوئے راہداری والے دروازے سے نکل گئے۔

گیارہ بجے المبرد کی کتاب الکامل کا درس تھا۔ معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کالج کے پروفیسر عبدالقیوم صاحب پڑھاتے ہیں۔ میں سراپا انتظار تھا۔ ثانوی مدارس کی مڈل کلاسوں (ششم تا ہشتم) میں عربی کی تدریس کے لیے ان کا تالیف کردہ سلسلہ مدارج الأدب کے نام سے رائج تھا۔ تقسیم برصغیر سے قبل ساتویں اور آٹھویں جماعت میں عربی نصاب کے طور پر مولوی ظفر اقبال صاحب [1] کی درجات الأدب پڑھائی جاتی تھی۔ مدارج الأدب کا اسلوب بھی اس سے مختلف نہ تھا۔ یہ کتابیں اپنے عزیزوں اور محلہ داروں میں ان جماعتوں کے بچوں کو پڑھانے کا اتفاق ہوا تھا، اس لیے ایک طرح کا غائبانہ رشتہ میری طرف سے پروفیسر صاحب کے ساتھ قائم تھا۔ اب انھیں دیکھنے اور ان کے درس سے مستفید ہونے کا اشتیاق ایک قدرتی امر تھا۔

پروفیسر صاحب ذرا تاخیر سے پہنچے۔ بعد میں تجربہ ہوا کہ یہ ان کا روز کا معمول تھا، کیونکہ گیارہ بجے کے قریب ہی ان کی کلاس گورنمنٹ کالج لاہور میں ختم ہوتی اور وہاں سے اورینٹل کالج میں بھاگم بھاگ پہنچتے۔ اب یہ جملہ معترضہ آ ہی گیا ہے تو یہ واضح کرتا چلوں کہ آج کے اساتذہ (یعنی ہم لوگ) اور ان بزرگوں میں کتنا فرق تھا علم و تدریس کے ساتھ دلی لگن میں، ایثار میں، شبانہ روز کی محنت میں، اپنے تلامذہ سے بے لاگ محبت میں۔

اورینٹل کالج کی طرف سے شعبہ عربی میں تدریسی خدمت سرانجام دینے والے صرف تین اساتذہ تھے: ترکی ٹوپی کے علاوہ انگریزی قطع کے لباس میں ملبوس سید محمد عربی المراکشی (ڈاکٹر تقی الدین ہلالی کے برادر اصغر

---

[1] مولانا پروفیسر ظفر اقبال ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، متعدد کتب تصنیف کیں، انجمن حمایت اسلام اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سیکرٹری رہے، انھوں نے ۵ مئی ۱۹۸۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جو اورینٹل کالج میں آنے سے پہلے ندوۃ العلماء میں تدریس عربی پر مامور رہ چکے تھے)، جن کے چہرے کی شرافت و معصومیت پر فرشتوں کا گمان ہوتا۔ ادب جدید کی بعض کتابوں (مثلاً طٰہٰ حسین کی فصول فی الأدب والنقد) کے علاوہ ترجمہ و انشاء ان کی ذمہ داری تھی۔ مولانا حافظ نور الحسن جن صاحب کا ذکر ابھی گزرا، تفسیر بیضاوی (سورہ آل عمران) کے علاوہ البلاغة الواضحة پڑھاتے تھے؛ تیسرے مولانا عبد الصمد صارم تھے۔ ترکی ٹوپی، اچکن، آڑا، یا کھلا پاجامہ، ان کا معمول کا لباس تھا۔ دیوان الحماسه اور تجرید البخاری پڑھایا کرتے۔ یہ تینوں بزرگ ایم۔ اے عربی کی کلاس میں ان مضامین کے علاوہ فاضل (مولوی فاضل یعنی فاضل عربی) کی کلاسیں پڑھاتے۔ ایم۔ اے کی تدریس ایک طرح سے ان کی اضافی ذمہ داری تھی، ۵۵۔۱۹۵۴ء کے تعلیمی سال سے پہلے مولانا غلام رسول خان (تفسیر بیضاوی) اور مولانا فیوض الرحمان (کتاب الکامل) پڑھایا کرتے تھے۔

گورنمنٹ کالج کے علاوہ دوسرے کالجوں سے بھی بعض اساتذہ ایم۔ اے کی تدریس میں حصہ لیتے، مثلاً اسلامیہ کالج سے قاضی ظہیر الدین صاحب، جن سے میرا رشتہ ارادت آٹھ دس برس پہلے ہی اسلام آباد آکر استوار ہوا۔ میرے ہم سبق احباب میں ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک (اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے سابق وائس چانسلر، حال پرو وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) اور محمد یونس خالد بزمی[1] (جواب صرف پروفیسر خالد بزمی رہ گئے ہیں) اسلامیہ کالج سے آتے تھے۔ ان کی زبانی قاضی صاحب کا ذکر سن سن کر ان کا غائبانہ مداح ہو گیا تھا۔ راولپنڈی میں ان سے نیاز حاصل ہوئے تو عقیدت کا رنگ گہرا ہوا۔ اسلامیہ کالج سے پروفیسر ابوبکر غزنوی مرحوم اور اور دیال سنگھ کالج سے ڈاکٹر فضل محمود بھی شریک تدریس رہے۔

مگر جن دنوں کی بات کر رہا ہوں تب پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے اصل ستون گورنمنٹ کالج کے صدر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اور اس شعبہ کے سینئر استاد پروفیسر عبد القیوم ہی تھے۔ انھی کے بل پر شعبہ چل رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کالج کے شعبہ عربی و علوم اسلامیہ کے سربراہ تھے، مگر اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر بی۔ اے قریشی کے سفارتی ذمہ داری پر بیرون ملک تعین کے بعد سے یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ عربی کے اعزازی سربراہ بھی تھے۔ یہ تو تھا جملہ معترضہ بر سبیل حکایت۔ اب اپنی کہانی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

---

[1] پروفیسر محمد یونس خالد بزمی ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے، اردو میں حمد و نعت کے ممتاز شاعر تھے، ان کی شاعری اور نصابی کتب بہت معروف ہوئیں، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے مدرس، جبکہ ایم اے او کالج کے شعبہ عربی کے صدر رہے، انھوں نے ۱۳ جولائی ۱۹۹۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب راہداری والے دروازہ سے چق اٹھا کر کمرے میں تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے غور سے دیکھا کہ طویل قامت، چوڑا چکلا کسرتی بدن، سنولایا ہوا گندمی رنگ، چہرے پر چیچک کے ہلکے داغ، جو چہرے کی وجاہت پر اثر انداز ہونے کے بجائے شخصیت کی پختگی میں اضافہ کرتے، لباس مغربی وضع کا، سرنگا، انگریزی تراش کے بال، مگر مانگ ہمیشہ سیدھی بالوں کو دائیں بائیں دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی۔ لباس کی وضعداری اس دور کے بزرگوں کا خاصہ تھا۔ گرمی کی شدت جیسی بھی ہو کوٹ اور ٹائی کا التزام رہتا۔ سخت سردی میں سر پر جناح کیپ اور گرمیوں میں سولا ہیٹ پہنتے۔

ایم۔اے کی تکمیل یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کرنے پر دسمبر ۱۹۵۶ء میں مجھے اپنے کالج (گورنمنٹ کالج لاہور) میں لیکچرار کی اسامی کی پیشکش ہوئی۔ سراج الدین صاحب ان دنوں پرنسپل تھے۔ ان کا نیم سرکاری مراسلہ مجھے گھر (پاکپتن) میں ملا، جس میں استفسار تھا کہ آپ کالج میں بطور لیکچرار آنا پسند کریں گے؟ سبحان اللہ! کیا دور تھا۔ میرٹ کا کیا لحاظ تھا کہ مجھ ایسے بے وسیلہ طالب علم کو گھر بیٹھے گورنمنٹ کالج کے پرنسپل کی طرف سے پیشکش موصول ہو رہی تھی۔ ہوا یوں کہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ۱۹۵۶ء ہی میں ۵۵ سال کی عمر میں (جو اس وقت ریٹائر منٹ کی عمر تھی) بطور سینئر لیکچرار (پی ای ایس) ریٹائر ہوئے۔

لیکچرار کی آسامی کو جونیئر لیکچرار کہا جاتا تھا اور وہ سپیشل گزیٹڈ کے درجے میں آتی تھی۔ اس پوسٹ کا نام لیکچرار اور درجہ ڈبلیو پی ای ایس، درجہ دوم ۱۹۵۸/۵۹ء میں ہوا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سینئر لیکچرار کی آسامی پر کسی سینئر لیکچرار کے تقرر کا ہی انتظام کیا جاتا یا اس پر اصرار کیا جاتا۔ مگر گورنمنٹ کالج کا سابق طالب علم ہونے اور یونیورسٹی میں امتیازی پوزیشن کے حوالے سے شاید مجھے اس تقرر کے لیے لائق اعتناء سمجھا گیا۔

یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ مرحوم سراج الدین صاحب سے میری صورت آشنائی بھی نہ تھی۔ میں نے ستمبر ۱۹۵۴ء میں سال پنجم (انگلش) میں داخلہ لیا تو خواجہ منظور حسین مرحوم [1] پرنسپل بھی تھے اور صدر شعبہ انگریزی بھی، ان سے ذاتی طور پر نیاز حاصل تھا، بیحد شفقت فرماتے تھے۔ سراج صاحب اگرچہ میرے زمانہ تعلیم ہی میں کالج میں بطور پرنسپل واپس آگئے تھے، لیکن مجھ ایسے خاموش اور حال مست طالب علم کا،

---

[1] پروفیسر خواجہ منظور حسین ۲۱ مئی ۱۹۰۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور گورنمنٹ کالج لاہور کے صدر شعبہ انگریزی اور پرنسپل بھی رہے، ان کی شعری کتب مطبوع ہیں، یہ ۲۰ اگست ۱۹۷۶ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جس کا صرف داخلہ گورنمنٹ کالج میں تھا، پڑھائی اورینٹل کالج میں ہوتی تھی، ان سے ذاتی رابطہ کیا ہوتا اور کیسے ہوتا؟

مجھے یقین ہے کہ اس پیشکش کے پیچھے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا ہاتھ ہوگا، مگر شان وضع داری دیکھیے کہ ان سے میری نیاز مندی کا سلسلہ اورینٹل کالج میں میرے اس پہلے دن سے لے کر ان کی وفات سے چند روز قبل ان کے دولت خانہ پر ان سے آخری ملاقات تک رہا۔ کیا مجال جو کبھی اشارۃً بھی اس کا ذکر کیا ہو اور چونکہ استاد کے ساتھ تعلق میں (کم از کم ہم دقیانوسیوں کے ہاں) احترام و اجلال و اکرام کے ساتھ حجاب کا پہلو بھی ہوتا ہے، اس لیے میں نے کبھی یہ سوال پوچھنے کی جسارت نہ کی۔ ہاں گورنمنٹ کالج کے ہیڈ کلرکوں کے طلائی سلسلہ کی آخری کڑی چوہدری محمد دین کا بھی اس میں ضرور دخل رہا ہوگا۔ پس سراج صاحب کی طرف سے یہ پیشکش انھی دو بزرگوں کی ''ملی بھگت'' کا نتیجہ تھی۔

میں فارغ وقت پاکپتن کے فاضلکا اسلامیہ سکول میں ہیڈ ماسٹری کر کے گزار رہا تھا، اس پیشکش کے ملنے سے چند روز قبل ہی ہیڈ ماسٹری سیکنڈ ماسٹری میں بدل چکی تھی۔ گورنمنٹ ہائی سکول پاکپتن میں میرے سابق استاد قاضی محمد اسماعیل صاحب ایم۔ اے بی ٹی ڈیپوٹیشن پر یہاں تشریف لے آئے تھے، میں نے اعزاز و افتخار اور تشکر و امتنان کے سچے جذبات کے ساتھ قبولیت کا خط داغ دیا اور ہفتہ عشرہ میں باقاعدہ تقرر نامہ پہنچ گیا، ۲۰ دسمبر کو میں حاضری دینے کے لیے کالج پہنچا۔ بحمدہٖ تعالیٰ لیکچرار عربی کی اسامی کے لیے پبلک سروس کمیشن سے بھی میرا انتخاب جنوری ۱۹۵۷ء ہی میں ہوگیا۔ کمیشن کی اس مشتہرہ اسامی کے لیے میں نے پہلے ہی درخواست دے رکھی تھی۔ زندگی میں پہلی دفعہ انگریزی قطع کا سوٹ پہنے ہوئے، جو میں پاکپتن سے اپنے ایک عزیز دوست ذوالفقار علی شاہ (ایڈووکیٹ) سے مانگ کر پہننے کی ریہرسل کر کے لایا تھا حاضر ہوا، ٹائی کی ضرورت یا اہمیت کا احساس ہی نہیں ہوا۔

ظاہر ہے سب سے پہلے پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ملا۔ سٹاف روم میں مجھے گلے لگایا۔ کتنی محبت کتنی شفقت کتنی حرارت تھی اس ملنے میں۔ میں نے عرض کیا کہ پرنسپل صاحب کو سلام عرض کر کے شکریہ ادا کر آؤں؟ فرمایا: ہاں مگر آج نہیں کل ٹائی لگا کر آئیں، پھر ملیں، اس کا اچھا اثر پڑے گا۔ یہ بات کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو، مگر پروفیسر صاحب کے سوا اور کون کہہ سکتا تھا؟ چنانچہ اگلے دن اپنے دوست اور ساتھی عبدالاحد خان سے ٹائی لی، بندھوائی اور سراج صاحب کے ہاں باقاعدہ سلام کے لیے حاضر ہوا۔

پروفیسر صاحب کا مشفقانہ رویہ (جو اپنے سب طلبہ کے لیے یکساں تھا) ہمیشہ میرا حامی و مؤید رہا۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دنوں گورنمنٹ کالج میں شعبہ عربی و علوم اسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر آغا عبدالستار[۱] تھے جو مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کی ہراول اور ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر خدیجہ[۲] فیروز الدین کے برادر حقیقی تھے۔ تنقیص ہرگز مقصود نہیں، مگر عربی زبان و ادبیات میں ان کا علم واجبی تھا۔ شاید اسی احساس کمتری کی بنا پر ان کے تعلقات پروفیسر صاحب کیساتھ غالباً زیادہ خوشگوار نہ تھے۔

میں پروفیسر صاحب کا معتقد اور ادنیٰ شاگرد تھا۔ میں ذاتی مشاہدہ کی بنا پر اور اپنے دوسرے رفقاء اور طلبہ کی زبانی سن کر آغا صاحب کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچا، مگر پروفیسر صاحب نے گورنمنٹ کالج میں میرے دو سالہ قیام کے دوران میں کبھی ایک حرف بھی ان کے بارے میں ایسا نہ کہا جس سے اخلاقی یا علمی طور پر آغا صاحب کی شخصیت کے بارے میں ذم کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ہاں مجھے کبھی کوئی جذباتی صدمہ آغا صاحب کی طرف سے پہنچتا تو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ میری ڈھارس بندھا دیتے۔

پروفیسر صاحب کے اس مشفقانہ رویہ میں کبھی سرمو فرق نہ آیا۔ ۱۹۵۸ء کے اوائل میں میرا تبادلہ گورنمنٹ کالج منٹگمری (ساہیوال) میں ہوگیا۔ چند ذاتی وجوہ کی بنا پر مجھے وہاں سے تبادلہ کی ضرورت پڑی تو موسم گرما کی چھٹیوں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پروفیسر صاحب وفات تک برانڈرتھ روڈ والے گھر میں جو مسجد مبارک (اسلامیہ کالج ریلوے روڈ) کے عقب میں واقع تھا، مقیم رہے۔ اپنا مدعا بیان کیا تو فوراً اے جی بٹ صاحب کے پاس لے گئے، جو ان دنوں آفیسر انچارج کالجیٹ ایجوکیشن تھے۔ چند دنوں میں مجھے سرگودھا کالج میں تبادلہ کے احکام مل گئے۔

۱۹۶۱ء میں کچھ مقروض ہوگیا۔ ایک دفعہ لاہور آیا تو اثنائے گفتگو میں اس کا ذکر آیا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے بی۔ اے عربی (آپشنل) کے ہیڈ ایگزامینر کے طور پر تقرری کی اطلاع کنٹرولر امتحانات پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے مل گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انھوں نے خود اس کام سے دستبردار ہو کر میرے لیے

---

۱۔ آغا عبدالستار نے ۱۹۳۸ء کو پنجاب یونیورسٹی سے ایم او ایل کیا، ایم۔ اے عربی دوسرے درجے میں اور ایم۔ اے فارسی تیسرے درجے میں اورینٹل کالج سے پاس کیا، ۱۹۴۹ء میں بطور لیکچرار عربی گورنمنٹ کالج سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۶۳ء تک یہاں تدریس کرتے رہے، اس دوران وہ شعبہ عربی کے صدر بھی بنے۔

۲۔ ڈاکٹر خدیجہ فیروز الدین ۱۸۹۵ء کو بنوں میں پیدا ہوئیں، خوشحال خان خٹک پر جامعہ پنجاب سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی، سٹیفیوڈ گرلز کالج امرتسر کی پرنسپل رہیں، انجمن تحفظ خواتینِ اسلام کی بنیاد رکھی، انھوں نے ۲۹ اپریل ۱۹۶۹ء کو وفات پائی، حکومتِ پاکستان کی طرف سے بعد از وفات تحریک پاکستان کی ممتاز کارکن کے طور پر ان کے لیے گولڈ میڈل کا اعلان کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تقرری کی راہ ہموار کی اور اس کی منظوری دلوائی۔ یہ ایثار ان کی جبلت تھی۔ ان کے والد گرامی نے جن کا انتقال میری طالب علمی یا گورنمنٹ کالج لاہور میں تقرری کے دوران میں ہوا، مسجد مبارک سے ملحقہ اپنا جدی پشتی مکان مسجد کے لیے وقف کرنا چاہا تو پروفیسر صاحب نے کسی اعتراض کے بجائے یہ کار خیر مستعدی سے انجام کو پہنچایا۔ ان کے برادر گرامی خواجہ عبدالحی نے بھی اس میں ان کا ساتھ دیا۔

مرحوم طلبہ کے ساتھ مشفقانہ سلوک میں ذاتی پسند یا ناپسند، عقائد و نظریات کی ہم آہنگی یا اختلاف، طلبہ کے والدین کے مرتبہ یا دولت کا لحاظ، اس قبیل کی کسی شے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس بات کا بے حد خیال رکھتے کہ طالبات کے لیے صاف ستھرے پاکیزہ ماحول میں کوئی خلل یا کسی طرح کی آلودگی کا شائبہ تک نہ آنے پائے۔ مجوزہ نصابی کتب میں کہیں کوئی ایسا مقام آجاتا تو اس کا ترجمہ کرائے بغیر گزر جاتے۔ یہ متانت و رزانت اور ایک مخلوط کلاس کی نزاکت کا شدید احساس ان کے اخلاق فاضلہ اور طالبات کے لیے ان کی پدرانہ فکرمندی کا مظہر تھا۔ ورنہ بعض دوسرے اساتذہ کو دیکھا کہ ایسا کوئی مقام آجاتا تو ان کا متبسم چہرہ یا ہنسی دبانے کی ناکام کوشش ان کہی بھی کہہ جاتی۔ طالبات کے تحفظ کے لیے فکرمندی اور اس سلسلے میں ان کے والدین کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داری و امانت کا شدید احساس پروفیسر صاحب اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ان دونوں بزرگوں کی مشترک خصوصیت تھی۔

اب یہ جنس گرانمایہ کہاں تلاش کی جائے!

پروفیسر صاحب نے داڑھی تو آخری آٹھ دس برسوں میں رکھی مگر تقویٰ کی مجسم تصویر ہمیشہ رہے۔ ان کے اخلاق عالیہ کا نمونہ ہمیشہ ان کے تلامذہ و معتقدین کے لیے روشنی کا مینار رہے گا۔ جب کبھی لاہور جاتا تو گھر، کالج یا اردو دائرہ معارف کے دفتر میں ملاقات کے لیے ضرور حاضر ہوتا۔ کوئی موقع ایسا نہ آیا ہوگا کہ مفرحات سے تواضع کیے بغیر رخصت ہونے دیا ہو۔ دائرہ معارف کی ملازمت کے دنوں میں بھی اکثر پیدل ہی دفتر آتے جاتے۔ بعض اوقات انارکلی میں ان سے مڈبھیڑ ہوتی تو ہمیشہ باصرار کسی چائے خانے میں لے جاتے۔

ناممکن بلکہ ناقابل تصور تھا کہ ان کا کوئی شاگرد بل ادا کرنے کی جسارت بھی کرے۔ ایک دفعہ انارکلی میں گنپت روڈ کے جنکشن پر ان سے ملاقات ہوگئی، اس دفعہ میں نے از خود درخواست کی کہ کہیں بیٹھ کر چائے کی پیالی پی لیں۔ کیفے ڈی خان ہی میں بیٹھ گئے۔ میں نے سموسے اور شامی کباب کا آرڈر دے دیا۔ دل ہی دل میں میں خوش تھا کہ آج تو میزبانی کا شرف حاصل ہو ہی جائے گا۔ بیرا بل لایا تو میرا ہاتھ جیب کی طرف بڑھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیکھ کر ایسی نظروں سے دیکھا کہ اپنا ہاتھ وہیں سمٹ گیا ع

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

مرحوم پروفیسر عبدالقیوم صاحب میں وہ بذلہ سنجی اور طلاقت لسانی تو نہ تھی جو پروفیسر نورالحسن جیسے اساتذہ کا طرۂ امتیاز تھا، مگر اپنے موضوع پر ان کی گرفت ہمیشہ محکم اور دائرہ معلومات بے حد وسیع ہوتا۔ اپنے موضوع پر محنت کرنا اور اپنے طلبہ میں محنت کی عادت ڈالنا، اس باب میں بہت کم اساتذہ ان بھلے وقتوں میں بھی ان کے ہم پلہ قرار دیے جاسکتے تھے۔ آپ کی بی ٹی (Bachelor of Teaching) کی تدریسی ڈگری سنٹرل ٹریننگ کالج سے ان دنوں حاصل کی تھی جب وہاں بڑے بڑے داہیہ شمع محفل تھے، اس زمانے میں B.Ed کو B.T. کہا جاتا تھا۔ شاید اسی کا اثر تھا کہ نظم ہو یا نثر عربی ادب پاروں کی تدریس میں انھوں نے رسمی لیکچر کا طریقہ کبھی اختیار نہ کیا، زیر تدریس متن کا ترجمہ طلبہ کو لکھوا دینے کا تو خیر وہ کبھی تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ متن کو خود پڑھنا یا خود اس کا ترجمہ کرتے جانا بھی ان کا اسلوب نہیں تھا۔ ہمیشہ اپنے طلبہ ہی سے متن پڑھواتے اور اس کا ترجمہ کرنے پر اصرار کرتے۔ عربی زبان میں اس کی جو غیر معمولی اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

دوران سبق کتاب، موضوع کتاب اور صاحب کتاب پر عالمانہ تبصرہ فرماتے جاتے۔ آربری کا جدید عربی شاعری کا انتخاب پڑھاتے تو جدید عربی شاعری کے اسالیب و موضوعات اور ایچ اے آر گب کے زیر درس موضوع رمتن پر پرمغز تبصروں کا حوالہ دیتے جاتے۔ معروف کتابوں کی طرف راہنمائی کر کے طلبہ کو وسعت مطالعہ کی ترغیب دینا پروفیسر عبدالقیوم اور ان کے سینئر رفیق ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب دونوں کا خاصہ تھا۔

پروفیسر صاحب مولوی محمد شفیع کے شاگرد خاص تھے۔ وہ انھیں مولوی عبدالقیوم کے نام سے ہی پکارتے تھے۔ ان کی نگرانی میں ابن منظور (۶۳۰۔۷۱۱ھ) کی شہرۂ آفاق لغت ''لسان العرب'' کے شعراء و ابیات کی فہرست سازی کا کام بڑا پتا ماری کا کام تھا۔ شاید یہیں سے پروفیسر صاحب نے جاں گداز محنت اور علمی تحقیق و تالیف، احتیاط و التزام صحت کا وہ وتیرہ اپنایا جو عمر بھر ان کا طرۂ امتیاز رہا۔ تقسیم سے قبل غالباً گورنمنٹ کالج لدھیانہ ہی میں ڈاکٹر جہانگیر خان کے تحت لیکچرار کے طور پر خدمات انجام دینے کے دنوں میں سمط الدرر کی انگریزی شرح اساتذہ و طلبہ کی سہولت کے لیے تیار کی۔ عرف عام میں اسے اس کتاب کا خلاصہ کہا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گا، مگر کتاب دیکھنے پر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ایف۔اے، بی۔اے اسلامیات کی کتابیں بھی لکھیں جنھیں قبول عام کا شرف حاصل ہوا۔ ریٹائرمنٹ سے پہلے بھی اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے مقالات لکھے، مگر ریٹائرمنٹ کے بعد شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا رکن بننے پر تو اس وقیع سلسلے کا شاید ہی کوئی حصہ رہا ہوگا جس پر ان کی چھاپ نہ ہو۔ ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کے حسن انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے، اس کام کے لیے پروفیسر صاحب سے بہتر رفیق کار انھیں کہیں میسر نہ آسکتا تھا۔ غالباً ڈیڑھ سال ہی گزرا ہوگا، انسائیکلوپیڈیا کی ایک نئی جلد طبع ہو کر آئی، حسب معمول میں نے اسلام آباد سے فون پر گزارش کی کہ میرے لیے ایک نسخہ خرید فرمالیں۔ تھوڑے دنوں بعد پروفیسر صاحب مع اہلیہ محترمہ حج کے لیے تشریف لے گئے، مگر ان کی شفقت اور اس کے ساتھ احساس ذمہ داری کا اندازہ فرمایئے کہ جانے سے پہلے کتاب خرید فرما کر الماری میں رکھ گئے اور اپنے رفیق کار جناب سید امجد الطاف کو تاکیداً فرما گئے کہ میں کتاب کے لیے آؤں تو میرے حوالے کردیں۔

اردو میں عربی ادب کی ایک مبسوط تاریخ کی ترتیب و تالیف پروفیسر صاحب کا دیرینہ خواب تھا جو ان کی گوناگوں مصروفیات کے باعث شرمندہ تعبیر نہ ہو پایا۔ سفر آخرت سے چند ماہ قبل ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے اپنی لائبریری کا وہ گوشہ خاص طور پر دکھایا جس میں صرف اس موضوع کے لیے بیسیوں کتب جمع کر کے الگ کردی تھیں۔ دیکھیں اب اس خواب کی تکمیل کی سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے۔[1]

پروفیسر صاحب کی جسمانی صحت بھی ہمیشہ قابل رشک رہی۔ پچھلے ڈیڑھ دو برس سے کچھ پیرانہ سالی کی نقاہت کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے، مگر اس پر بھی دائرہ معارف کی خدمت میں کوئی فرق نہ آنے پایا۔ وزن میں کمی اور کمر میں ہلکی سی خمیدگی بڑھاپے کی کمزوری کی چغلی کھاتی تھی مگر پروفیسر صاحب نے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے راستے میں اسے کبھی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ گلے کے غدود کا آپریشن تو غالباً ہمارے طالب علمی کے زمانے ہی میں ہوا تھا، مگر بحمدہٖ تعالیٰ اس سے مکمل طور پر صحت یاب ہوگئے تھے۔ ہاں شاید اس میں مگدروں کی وزنی جوڑی کی، اُن کے مضبوط ہاتھوں میں گردش کا دخل بھی رہا ہوگا، جو ان کے کمرہ نشست سے باہر داخلی دروازہ کے پاس ہی پڑی رہتی تھیں۔

---

[1] اس موضوع پر پروفیسر صاحب کے لائق شاگرد جناب ڈاکٹر خورشید رضوی نے اچھا کام کیا ہے، اس سلسلے کی ان کی پہلی جلد ''عربی ادب قبل از اسلام'' کے نام سے ۷۰۳ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آخری مرض مرض الموت ثابت ہوا۔ سی ایم ایچ لاہور کا علاج معالجہ بھی سرطان کے مہلک اثرات سے نہ بچا سکا۔ رب رؤف و رحیم کی رحمت کی طرف رحلت سے چند دن پہلے ہی مجھے حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں کمرے میں پہنچا تو بستر خالی تھا، باتھ روم تشریف لے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برآمد ہوئے۔ زبیر (پروفیسر صاحب کے چھوٹے فرزند) انھیں سہارا دیے ہوئے تھے۔ وضو کر کے تشریف لائے تھے۔ داڑھی پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے، اس روز خلاف معمول بہت گفتگو کی۔

انھیں سرطان کے بارے میں بالکل نہیں بتایا گیا تھا، مگر زبیر کی باتوں سے معلوم ہوا کہ شاید انھیں اس کا اندرونی طور پر شعور ہو چکا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسی باتیں کرتے رہتے جن سے معلوم ہوتا کہ وہ اپنے مالک و مولا کے آخری بلاوے کے انتظار میں ہیں اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ اس بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے بارگاہِ کریمی کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غلام رسول ازہر*

# آہ پروفیسر مولوی عبدالقیوم!

آسمان علم کا روشن ستارہ کھو گیا
سو گیا وہ مولوی قیوم اپنا سو گیا
تھا بھرم جس سے ہمارے علم کا ، اسلاف کا
چھوڑ کر ہم سب کو یاں تنہا روانہ ہو گیا
ایسا خوش سیرت کہاں دیکھا تھا عالم باعمل
جس کا تھا ملبوس تقویٰ جنت آرا ہوگیا
فرد واحد تھا بظاہر، شور ماتم میں شریک
خانوادہ علم کا سارے کا سارا ہو گیا
خطۂ پنجاب کے اشراف کا چشم و چراغ
دین قیم کا تھا تابندہ ستارا جو گیا
وادی تحقیق میں وہ شہسوار علم تھا
وہ جو اہل علم کی آنکھوں کا تارا ہو گیا
جس کے مضمون اور مقالے ''دائرے'' کی آبرو
جس نے دیکھے وہ معارف[1] کا شناسا ہو گیا

* غلام رسول ازہر ۷ استمبر ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے، تحریک پاکستان کے طالب علم رہنما تھے، ان کا تعلق اعلیٰ عدلیہ سے تھا، بڑے قانون دان تھے، سیشن جج ریٹائر ہوئے، شعر وادب کا بھی ذوق تھا، آرٹ کونسل لاہور کے ڈائریکٹر رہے، انھوں نے ۲۴ اپریل ۱۹۹۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جس نے دیکھی تھیں بڑے لوگوں کی آنکھیں عمر بھر
وہ شفیع[۱] و آذر[۲] و روحی[۳] کا پیارا سو گیا

ہم نے دیکھا اس کو برسوں علم پرور، علم جو
علم کا پہنے ہوئے جنت میں چولا جو گیا

گاہ دانش گاہ[۴] کے حسنِ لطائف میں شریک
گہ معارف گاہ[۵] میں وہ آشکارا ہو گیا

جستجو اس کی تھی حکمت کے خزینوں پر محیط
اس نے کاٹی خوب کھیتی، خوب دانہ ہوگیا

آج جب امجد[۶] سے پوچھا عبدالقیوم کا
آنکھ میں بھر لایا آنسو اور چپ سا ہو گیا

مہرباں تھا ہم فقیروں، بے نواؤں پر بہت
وہ جو راہی موت کی وادی میں اترا کھو گیا

علم کا راہب اُٹھا ھیھات ہم مفلس ہوئے
ازہرِ خستہ، نہیں آتا دوبارہ جو گیا

www.kitabosunnat.com

---

۱ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع

۲ پروفیسر سراج الدین آذر

آذر صاحب ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے، گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے کیا، اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی کے استاد رہے، ۱۹۲۸ء کو یہاں سے گورنمنٹ کالج پسرور چلے گئے، انگریزی ادب پر مہارت کے علاوہ اردو اور فارسی کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، قلمی کتابیں خرید کر جمع کرنے کا انھیں بہت شوق تھا، پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ان کے ایک ہزار چار سو تہتر مخطوطات ہیں، ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو انتقال کر گئے۔

۳ علامہ اصغر علی روحی

۴ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۵ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ

۶ سید امجد الطاف (موجودہ صدر شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*شیخ نذیر حسین

# تاریخ التُراث العربی

## فؤاد محمد سزگین کا اہم کارنامہ

مسلمانوں کے علماء اور فضلاء نے ہر دور میں علوم وفنون کی اقسام اور ان کی تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں، ان میں اوّلیت کا شرف یعقوب بن اسحاق کندی (م۲۶۰ھ/۸۷۳ء) [۱] اور ابو زید سہل بلخی (م۳۲۲ھ/۹۳۴ء) [۲] کو حاصل ہے، جنھوں نے سب سے پہلے علی الترتیب کتاب فی أقسام العلم الانسی، کتاب فی ماھیة العلم و أصنافه اور کتاب فی أقسام العلوم لکھیں۔ بدقسمتی سے یہ کتابیں آج کل ناپید ہیں۔ ان کے علاوہ کتابوں میں اس موضوع پر مندرجہ ذیل مصنفوں کی تصانیف کے نام ملتے ہیں:

۱۔ الفارابی (م۳۳۹ھ/۹۵۰ء) کی احصاء العلوم
۲۔ محمد بن احمد یوسف خوارزمی (م۳۸۷ھ) کی مفاتیح العلوم۔
۳۔ رسائل أخوان الصفاء و خلان الوفاء (چوتھی صدی ہجری)۔
۴۔ ابن فریغون (م چوتھی صدی ہجری) کی جوامع العلوم۔
۵۔ ابن الندیم (م۴۳۸ھ) کی الفہرست۔

* مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

[۱] یعقوب بن اسحاق کندی، اپنے زمانے کے ممتاز اسلامی فلاسفر تھے۔ ان کی کتب، تراجم اور شروحات کی تعداد تین سو تک پہنچتی ہے، ان کے تذکرے پر باقاعدہ کتب تصنیف کی گئی ہیں۔

[۲] ابوزید احمد بن سہل ۲۳۵ھ/۸۴۹ء کو بلخ میں پیدا ہوئے، علوم وفنون میں کمال حاصل کیا، متعدد کتب تصنیف کیں اور ۳۲۲ھ/۹۳۴ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۶۔ ابن سینا (م ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) کی أقسام العلوم العقلیه۔

۷۔ محمد بن خیر اشبیلی (م ۵۷۵ھ) کی فہرست ما رواہ عن شیوخه۔

۸۔ امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی حدائق الأنوار فی حقائق الأسرار۔

اس کے بعد دائرۃ المعارف کی طرز پر لکھی جانے لگیں، مثلاً

۱۔ النویری (م ۷۳۳ھ/۱۳۳۳ء) کی نهایة الارب فی فنون الأدب۔

۲۔ القلقشندی (م ۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء) کی صبح الأعشیٰ فی صناعة الانشاء۔

متاخرین میں مندرجہ ذیل علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں:

۱۔ طاش کبری زادہ (م ۹۶۸ھ/۱۵۶۱ء) کی مفتاح السعادة و مصباح السیادة۔

۲۔ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ/۱۶۶۷ء) کی کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون۔

۳۔ محمد اعلیٰ تھانوی (م بارہویں صدی ہجری) کی کشاف اصطلاحات الفنون۔

۴۔ نواب محمد صدیق حسن خان (م ۱۲۰۷ھ/۱۸۸۹ء) کی أبجد العلوم۔

متاخرین کی تصانیف میں ممتاز ترین کتاب کشف الظنون عن أسامی الکتب و الفنون ہے، جسے فلوگل نے ۱۸۳۵۔۱۸۵۸ء میں لائپزگ (جرمنی) سے سات ضخیم جلدوں میں لاطینی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ اس کتاب کے دو ایڈیشن استنبول سے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں ابجدی اعتبار سے مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے نام مذکور ہیں اور یہ کتاب علمی کام کرنے والوں کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔

علوم وفنون کی تاریخ کی تدوین کے علاوہ مسلمانوں کا مایہ ناز علمی کارنامہ تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری ہے۔ مغربی یورپ اور برطانیہ کی عام، مسلسل اور مستند سیاسی تاریخ پندرہویں، سولہویں صدی سے شروع ہوتی ہے، جبکہ روس کی تاریخ کا آغاز سترھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تاریخ میں آغاز آفرینش کے بعد پہلی صدی ہجری سے لے کر زوال بغداد کے بعد تک کے سنہ وار واقعات اور مشاہیر کے حالات ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیرت پاک، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی سوانح میں سیکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں، قرآنِ مجید کی ضخیم تفسیریں، کتب حدیث کی بے شمار شرحیں اور فقہ کے بھاری بھرکم دفاتر ان کے علاوہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قاریوں، مفسروں، محدثوں، حدیث کے راویوں، فقیہوں، نحویوں، لغویوں، ادیبوں، شاعروں، منطقیوں، فلسفیوں، سائنس دانوں، طبیبوں، بیطاروں، صوفیوں، قاضیوں، نور بصیرت سے محروم عالموں، امیروں، وزیروں، شہزادوں، نامراد عاشقوں، منجموں، موسیقاروں، راہب خانوں اور قلعوں کے علاوہ عقلمندوں اور احمقوں کے حالات میں مستقل کتابیں موجود ہیں۔

بعض بڑے شہروں کی تاریخ کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہے، مثلاً خطیب بغدادی کی شہرۂ عالم تاریخ، تاریخ بغداد[1] اور حافظ ابن عساکر[2] کی تاریخ مدینہ دمشق۔[3] ان کے علاوہ بعض علمی مراکز، مثلاً قاہرہ، تیونس، قیروان، فارس، اصفہان، نیشاپور، جرجان اور قزوین کی بھی تاریخیں ہیں، جن میں وارد علماء کے دلچسپ حالات ملتے ہیں۔ مقری کی نفح الطیب مشرق سے اندلس جانے والے ارباب علم کے حالات کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ جغرافیہ اور سیاحت کی کتابیں ان سے الگ ہیں۔ بقول مولوی عبدالعزیز میمنی مرحوم صرف استنبول کے کتاب خانوں میں ہزاروں قلمی کتابیں طباعت و اشاعت سے محروم چلی آ رہی ہیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے مصنفوں کے عہد بعہد حالات اور ان کے نتائج علمی کو نئے مذاق اور علمی تاریخ کے جدید معیار کے مطابق زمانی اعتبار سے مرتب کرنا نہایت مشکل کام تھا، سب سے پہلے اس کام پر جرمن مستشرقوں نے توجہ کی۔ ان میں فان ھامر، پرگستال اور کارل بروکلمان کے نام سرفہرست ہیں، بروکلمان نے اپنی شہرۂ آفاق ''تاریخ ادبیات عربی'' کی جمع و ترتیب اور تصنیف میں اپنی عمر گرانمایہ کے چالیس برس صرف کر دیے۔ فاضل مصنف کی وسعت معلومات، شوق اور محنت کی داد نہ دینا ظلم ہوگا۔ یہ تاریخ مع اپنے ضمیموں کے پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۰۱ء میں اور تیسرا ضخیم

---

[1] حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ماہِ جمادی الآخر ۳۹۲ھ کو پیدا ہوئے۔ حدیث، تاریخ اور رجال کے علم میں اعلیٰ مہارت پائی، متعدد کتب تصنیف کیں، سب سے زیادہ شہرت ''تاریخ بغداد'' سے ملی جسے تاریخ مدینۃ السلام بھی کہا جاتا ہے، یہ کتاب ۱۴ جلدوں میں مطبوع ہے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، اپنی کتب کا ذخیرہ عام مسلمانوں کے لیے وقف کر گئے۔ ۴۶۳ھ میں وفات پائی اور حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

[2] ابوالقاسم علی بن حسن عرف ابن عساکر ماہِ محرم ۴۹۹ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، کبار اہل علم سے استفادہ کیا، سو سے زائد کتب تصنیف کیں، تاریخ دمشق سے خاص شہرت ملی، جو فہارس سمیت ۳۹ جلدوں یا ۷۶ حصوں میں شائع شدہ ہے، انھوں نے ۱۱ رجب ۵۷۱ھ کو بروز سوموار وفات پائی۔

[3] اس تاریخ کی چالیس جلدیں مجمع اللغۃ، دمشق کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں اور ہنوز طباعت جاری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ضمیمہ یا تکملہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے بعض اجزا کا عربی ترجمہ دارالمعارف قاہرہ کے اہتمام میں شائع ہو چکا ہے۔

بروکلمان کی کتاب چھپنے کے بعد گزشتہ چالیس برسوں میں بہت سے نئے مخطوطات دریافت ہو چکے ہیں اور بے شمار قلمی مسودات چھپ کر شائع ہو چکے ہیں اور علمی و تحقیقی کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ علمی حلقوں میں ایک عرصے سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ بروکلمان کی کتاب پر نئی معلومات اور جدید مطالعات کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ عظیم الشان کام ایک ترک فاضل فواد محمد سزگین (Fuat Sezgin) نے کر دکھایا ہے۔ سزگین صاحب خود ترکیہ کے باشندے ہیں جن کی تعلیم و تربیت جرمن یونیورسٹیوں میں ہوئی ہے۔

موصوف کو علم حدیث سے بڑا لگاؤ ہے، چنانچہ انھوں نے سب سے پہلے صحیح بخاری کے مآخذ پر ایک کتاب جرمن زبان میں لکھ کر ڈاکٹریٹ کی۔

موصوف کا دوسرا علمی کارنامہ ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ (م ۲۱۰ھ) [1] کی کتاب مجاز القرآن کی تحقیق، تصحیح اور تعلیق کے ساتھ اشاعت ہے (جو قاہرہ میں ۱۹۵۴ء کو ہوئی)۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مجاز القرآن، معانی القرآن اور غریب القرآن مترادف اور مشترک الفاظ کے طور پر مستعمل ہو رہے ہیں۔ ابوعبیدہ سب سے پہلے قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معنی لکھتے ہیں اور ان کی تائید میں کلام عرب سے استشہاد لاتے ہیں۔ یہ وہی ابوعبیدہ ہیں جن کا امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں بار بار حوالہ دیتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ مجاز القرآن سے اخذ و استفادہ کرنے والوں میں ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)، الطبری (م ۳۱۰ھ)، الزجاج (م ۳۱۱ھ)، جوہری (۳۹۱ھ) اور متاخرین میں حافظ ابن حجر العسقلانی، شارح صحیح البخاری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سزگین صاحب کا تیسرا اہم اور زندہ و جاوید کارنامہ بروکلمان کی تاریخ ادبیات عربی کی نئی اور نظر ثانی شدہ اشاعت ہے، جس کا نام جرمن زبان میں Geschichite Des Arabischen Schriftums (تاریخ التراث العربی) ہے اور جو لائیڈن سے آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے (۱۹۶۷ء تا ۱۹۸۰ء)۔ کتاب کے مواد کی جمع و ترتیب میں فاضل مصنف نے پندرہ بیس برس صرف کیے ہیں، مخطوطات کی نقلیں حاصل کرنے کے لیے

[1] ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ تیمی بصری ۱۱۰ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے، شعر، ادب اور لغت سے خاص لگاؤ تھا، دو سو کے قریب کتب لکھیں ۲۰۹ھ یا ۲۱۰ھ کو بصرہ میں وفات پائی، امام بخاری نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے یورپ کے علاوہ مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ اور ہندوستان تک کا سفر کیا ہے اور علمی رسائل سے مضامین کی نقلیں حاصل کرنے کے لیے زر کثیر صرف کیا ہے۔

عربی مخطوطات کا جتنا وافر ذخیرہ ترکیہ کے کتب خانوں میں ہے، وہ کسی دوسرے ملک میں نہ ہوگا، اس کے علاوہ سزگین صاحب خود ترک ہیں اور انھیں ترکیہ کے خزائن مخطوطات پر آسانی سے دسترس حاصل ہے۔ مزید برآں ان کے اساتذہ میں پروفیسر ریٹر (Ritter) اور ریشر (Rescher) جیسے ارباب علم شامل ہیں، جن کی عمریں استنبول کے کتب خانوں میں عربی کی قلمی کتابوں کی تلاش و دریافت اور تحقیق میں گزری ہیں۔ ان جرمن فضلا نے ترتیب و تنسیق میں سزگین صاحب کی مدد کی ہے، اس لیے بروکلمان کی نسبت سزگین صاحب کی کتاب (تاریخ التراث العربی) زیادہ جامع اور کامل تر ہے۔

بروکلمان کی تاریخ ادبیات عربی پر سزگین صاحب کی کتاب کی فوقیت کی چند اور وجوہات بھی ہیں، مثلاً وہ سب سے پہلے بروکلمان کی غلطیوں کی تصحیح کرتے ہیں، ان کی خامیاں دور کرتے ہیں، فروگزاشتوں کی تکمیل کرتے ہیں اور بہت سے اضافے کرتے ہیں۔ اس کے بعد زیر بحث قلمی مسودے کے اوراق یا صفحات کی تعداد اور سنہ کتابت بھی لکھ دیتے ہیں اور کتاب کے مبہم عنوان یا موضوع کی تشریح بھی کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ زمانی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں، جس سے کتاب سے استفادہ آسان اور سہل ہوگیا ہے۔ وہ اپنے اضافات پر ⁂ کا نشان لگا دیتے ہیں۔

افسوس ہے کہ مصنف کا دائرہ کار صرف چار سو تیس ہجری (۴۳۰ھ) تک کے ارباب علم اور ان کی تصانیف کے تذکرے تک محدود ہے، کیونکہ فاضل مصنف کے خیال میں یہ زمانہ علوم عربیہ اسلامیہ کی نشاۃ کا سنہری دور تھا اور اس کے بعد اصحاب علم کی توجہ شرح، حاشیہ اور تلخیص پر مرکوز ہوگئی تھی۔

کتاب کی پہلی جلد علوم قرآن، حدیث، فقہ، عقائد، تصوف کے مضامین اور ان پر لکھی جانے والی کتابوں کے بیان پر مشتمل ہے، اس کے مقدمہ میں مشرق و مغرب کے مختلف کتب خانوں کی قلمی کتابوں کی تفصیلی فہرستوں کا ذکر ہے، اس کے بعد پھر عربی مصادر اور یورپی مآخذ مذکور ہیں۔

دوسری جلد تاریخ اور تیسری جلد میں زمانۂ جاہلیت، صدر اسلام، عہد بنی امیہ اور عہد بنی عباس کے شعراء اور ان کے فکر و فن پر لکھی جانے والی کتابوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ متنبی کے دیوان کی چالیس شروح کی تفصیل ہے اور اس کی شاعری اور اس کی مدح و قدح پر لکھی جانے والی کتابوں کا ذکر اس کے علاوہ ہے اور یہ جلد سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زیادہ ضخیم ہے۔

چوتھی جلد علم طب اور پانچویں علم کیمیا، علم نباتات، زراعت اور ان کی کتابوں کے بارے میں ہے۔ چھٹی جلد میں ریاضیات اور اس کی شاخوں کا ذکر ہے۔ ساتویں جلد میں فلکیات، احکام النجوم، علوی آثار کے علوم اور متعلقہ کتب مذکور ہیں، آٹھویں میں علم لغت کا بیان ہے، جبکہ نویں جلد علم نحو اور اس پر تصانیف کے لیے مخصوص ہے۔

افسوس ہے کہ آخری پانچ جلدیں ہمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔ ان ضخیم مجلدات کے سرسری مطالعہ سے فاضل مصنف کی وسعت معلومات، وسعت نظر اور علوم عربیہ اسلامیہ سے عشق کی حد تک لگاؤ کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر الهيئة المصرية للتاليف و النشر، قاہرہ نے اصل جرمن کتاب کی پہلی جلد جو قرآنی علوم پر مشتمل ہے، کا عربی ترجمہ ۱۹۷۱ء میں تاریخ التراث العربی کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس کے بعد نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ اب پچھلے چند برسوں میں ریاض کی جامعہ امام محمد بن سعود نے تمام جلدوں کے کامل ترجمے کا ذمہ لیا ہے۔ ان میں سے ہمیں ترجمہ کی دس جلدیں مل سکی ہیں جو اصل جرمن کتاب کی تین جلدوں کے برابر ہیں۔

سزگین صاحب کو علم حدیث سے بڑی دلچسپی ہے، چنانچہ انھوں نے حدیث کی کتابت اور اس کی تدوین اور تالیف پر بصیرت افروز بحث کی ہے جو اہل علم کے لائق مطالعہ ہے۔ انھوں نے صحیح لکھا ہے کہ علوم اسلامیہ کی نشوونما اور ان کی ترقی اور پیشرفت سے گہری واقفیت کے لیے علم حدیث کا فہم نہایت ضروری ہے۔

انھوں نے حدیث کے بارے میں یورپین فضلا، مثلاً سپرنگر، گولڈ زیہر (Goldziher) اور جوزف شاخت کے بعض غلط سلط نظریات کی بھی پرزور تردید کی ہے۔

مصنف کے خیال میں ان کی فکری گمراہی اور کج فہمی کی بڑی وجہ اصول حدیث اور مصطلحات سے ان کی ناواقفیت ہے، اس لیے یہ یورپی فضلاء کتابت حدیث اور تدوین حدیث کے فرق کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے اور تنگ نظری اور کم علمی سے سلاسل رواۃ کی صحت، ضرورت اور اہمیت کے منکر ہو گئے۔

مصنف کے بیان کے مطابق حدیث کی اولین کتاب معمر بن راشد (م ۱۵۴ھ) کی الجامع ہے جس کی بیشتر روایات مصنف عبدالرزاق میں شامل ہیں۔[1] ان کی تحقیق کے مطابق امام بخاری، امام مسلم اور امام

[1] مصنف عبدالرزاق مولانا حبیب الرحمان اعظمی مدظلہ کی تصحیح وتحقیق اور تعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع ہوچکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



احمد بن حنبل، وغیرہم نے اپنے پیشرو محدثین کے صحائف اور مجامع کو جو آجکل ناپید ہیں، اپنی جوامع اور مسانید میں شامل کر دیا ہے۔ اس ضمن میں وہ صحیفہ ہمام بن منبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ سزگین صاحب کی تحقیق کے مطابق امام بخاری نے بہت سی لغوی، تاریخی اور فقہی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

مصنف کے طریقہ کار اور کتاب کے مشمولات اور مندرجات سے واقفیت کے لیے یہاں ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، وہ مشہور محدث ابن ابی شیبہ کا ان الفاظ میں تذکرہ لکھتے ہیں:

> ''ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی المعروف بابن ابی شیبہ ۱۵۹ھ/۷۷۵ء میں پیدا ہوئے، بغداد میں زندگی گزاری اور عبد اللہ بن المبارک اور وکیع بن الجراح وغیرہم سے روایت کی اور خود ان سے بخاری، مسلم، ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ وہ اپنے زمانے کے مشہور ومعروف محدث تھے، انھوں نے ۲۳۵ھ/۸۴۹ء میں وفات پائی۔''

## حالات کے مآخذ


۱۔ ابن سعد: طبقات، ۲۸۸/۷

۲۔ ابن أبي حاتم: الجرح و التعديل، ۲/۲۔۱۶

۳۔ ابن النديم: الفهرست

۴۔ قيسراني: الرجال

۵۔ خطيب بغدادي: تاريخ بغداد

۶۔ الذهبي: ميزان الاعتدال

۷۔ الذهبي: تذكره الحفاظ، ۴۳۲۔۴۳۳

۸۔ ابن حجر: تهذيب التهذيب، ۲/۶۔۴

۹۔ ابن العماد: شذرات الذهب، ۸۵/۲

۱۰۔ ابن كثير: البداية والنهاية، ۳۱۵/۱۰

۱۱۔ ابن تغرى بردى: النجوم الزاهرة، ۲۸۲/۲

۱۲۔ الزركلي: الأعلام، ۲۶۰/۴

۱۳۔ كحاله: معجم المؤلفين، ۱۰۷/۶

۱۴۔ برو كلمان: تكمله، ۲۱۵/۶


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## آثارِ علمیہ

۱۔ المصنف (المسند) [1] فاضل مصنف نے تقریباً پندرہ کتاب خانوں کا حوالہ دیا ہے جن میں المصنف کی مختلف جلدیں موجود ہیں۔ ان کتاب خانوں کی فہارس کی مدد سے ہر جلد کے صفحات کی تعداد اور سنہ بھی مذکور ہے۔

۲۔ كتاب الرد على أبي حنيفة (اردو ترجمہ جو ملتان سے شائع ہونے والے چند اجزا سے ماخوذ ہے) دہلی ۱۳۳۳ھ۔ محمد زاہد کوثری: النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن أبي شيبة، قاہرہ ۱۳۶۵ھ

۳۔ التاريخ

۴۔ كتاب الإيمان

۵۔ كتاب الأدب

ان ہر سہ کتابوں کے چند اوراق کتاب خانہ الظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔[2]

جامع الصحيح البخاري کے ضمن میں سزگین صاحب نے صحیح بخاری کی ۵۶ مطبوع وغیر مطبوع شروح کے نام لکھے ہیں۔[1] ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے نورالحق کی فارسی شرح بعنوان تيسير القاري في شرح صحيح البخاري (۵ جلدیں، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۵ھ) بھی شامل ہے۔ وہ علامہ وحید الزماں کی کتب حدیث کے اردو تراجم کا بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض پنجابی تراجم کی بھی نشاندہی کرتے ہیں، لیکن انھیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی "بذل المجهود في حل أبي داود" اور مولانا عبدالرحمان مبارک پوری کی "تحفة الأحوذي" (شرح ترمذی) کا علم نہیں ہے۔ تاریخ علم فقہ کے ذکر میں مصنف نے فقہ اور فقہائے مجتہدین کی تصانیف کا تفصیل سے تعارف کرایا ہے۔ انھوں نے دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں امام محمد کی الجامع الكبير کی سترہ شرحوں کی نشاندہی کی ہے، جن میں دو منظوم ہیں۔

---

[1] اس کتاب کا معروف نام مُصَنَّف ابن ابی شیبہ ہے، اس کے بعض اجزا ملتان سے شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ مکمل کتاب ۱۴ جلدوں میں تصحیح وحواشی کے ساتھ متعدد اداروں کی طرف سے کئی اجزا میں شائع ہو چکی ہے۔

[2] تاریخ التراث العربی، جلد ۱، ص: ۲۰۵ تا ۲۰۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تاریخ التراث العربی کی طباعت واشاعت کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے۔ کتاب تکمیل کے بعد کئی برس تک اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو میں طباعت کے لیے پڑی رہی۔ ادارہ کے ارباب اہتمام حیرت میں تھے کہ فردِ واحد نے کسی معاون ومددگار کے بغیر اتنا بڑا کام کیسے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے کام کو ٹالتے رہے۔ اس ٹال مٹول کے پیچھے یہودی کارپردازوں کا روایتی تعصب کارفرما تھا، بالآخر مطبع بریل، لائیڈن (ہالینڈ) کے مینیجر نے تمام مخالفتوں اور اعتراضوں کی پروا نہ کرتے ہوئے کتاب کی تمام جلدوں کو اپنے پریس کی روایتی صحت وصفائی اور حسن وخوبی کے ساتھ شائع کر دیا۔ شاید آخری دو جلدیں ابھی تک شائع نہیں ہوسکیں۔

افسوس ہے کہ کتاب کے عربی ترجمے میں ہندوستانی علماء اور ان کے شہروں کے نام غلط چھپ گئے ہیں، حالانکہ عربی ترجمہ پر نظر ثانی کرنے والوں میں شیخ عبدالفتاح ابو غدّہ بھی شامل رہے ہیں جو پاکستان اور بھارت اکثر آتے جاتے رہتے ہیں، اس کتاب میں مولوی محمد شفیع (پنجاب یونیورسٹی) کو محمد شافعی، مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کو جابر احمد دیبندی، پٹنہ کو باتنا، دہلی کو دھی اور کانپور کو کوانپور لکھ دیا گیا ہے، لیکن ان معمولی فروگزاشتوں کی وجہ سے کتاب کی قدر وقیمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

سزگین صاحب نے تاریخ التراث العربی کی تصنیف کے علاوہ ابو عبید قاسم بن سلام کی فضائل القرآن اور الناسخ والمنسوخ فی القرآن (دو جلدیں)، ابوبکر بن وحشیہ کی کتاب الفلاحۃ النبطیہ اور ابو زید بلخی کی مصالح الأبدان اور الأنفس اور دوسری طبی کتابوں کے اصل قلمی نسخے عکسی طباعت سے جامعۂ فرانکفرٹ کی جانب سے شائع کیے ہیں۔ ان علمی خدمات کے اعتراف میں سعودی حکومت نے سزگین صاحب کو شاہ فیصل انعام بھی عطا کیا ہے، لیکن انھوں نے اس انعام سے حاصل ہونے والی رقم کو جامعۂ فرانکفرٹ کے شعبہ تاریخ طب اسلامی کی نذر کر دیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کی شروح پر پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی صاحبزادی محترمہ غزالہ حامد کا ایک مضمون ہے جو انھوں نے ایم اے کے Thesis کے طور پر لکھا تھا۔ جس میں محترمہ نے مختصر ومفصل، مطبوع وغیر مطبوع نیز چھوٹی بڑی ۲۰۶ شروح کا مؤلفین کے تعارف سمیت ذکر کیا ہے۔ اسے بعد میں ادارہ ثقافت اسلامیہ نے ۱۹۹۱ء میں کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آخر میں ہم فاضل مصنف کے علاوہ سعودی حکومت کے بھی شکر گزار ہیں، جس کی علم پروری کے طفیل یہ قیمتی علمی تحفہ علوم عربیہ اسلامیہ کے شائقین کو حاصل ہوا ہے۔[1]

---

[1] ڈاکٹر فواد سزگین (پیدائش ۱۹۲۴ء) ترکی کے مشہور محقق ہیں۔ جرمن زبان میں "تاریخ علوم عرب" کے موضوع پر شہرہ آفاق کتاب تصنیف کی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اسی کتاب پر سعودی علماء نے استدراکات کے عنوان سے ۸ جلدوں پر مشتمل ایک اہم کتاب بھی شائع کی۔ فواد فرینکفرٹ میں پروفیسر ایمریطس رہے۔ فواد سزگین نے سعودی جامعات میں تاریخ علوم عربیہ پر عربی زبان میں خطبات بھی پیش کیے جو بعد ازاں تحریری شکل میں مدوّن ہوئے۔ پروفیسر خورشید رضوی نے ان کا اُردو ترجمہ کیا جو اسلام آباد سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ فواد سزگین کی ساری زندگی تحقیق و تالیف میں گزری۔ انھوں نے ۲۰۱۸ء میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*ڈاکٹر محمود الحسن عارف

# قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، بحیثیت قاضی پانی پت

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی متاخر مغلیہ عہد کے ایک نامور ترین اور متبحر عالم وفقیہ تھے۔ان کے علم وفضل کی بنا پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کو بیہقی وقت اور قیم طریقۂ احمدیہ میرزا مظہر جانجاناں علم الہدیٰ کہا کرتے تھے۔ وہ پانی پت میں ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا اور اپنے والد گرامی، قاضی محمد حبیب اللہ اور بڑے بھائی قاضی محمد فضل اللہ اور پانی پت کے دیگر علماء سے ابتدائی کتب درسیہ پڑھیں۔ انتہائی کتب کے لیے دہلی شہر کا رخ کیا۔ان کے اساتذہ کی فہرست میں قاری محمد صالح المصری (تلمیذ شیخ عبدالخالق المنوفی)، شیخ محمد فاخر محدث الہٰ بادی، میرزا مظہر جانجاناں شہید العلوی اور امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے اکابر محدثین شامل ہیں۔ان کی فراغت سولہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں ہوئی۔

انھوں نے شیخ محمد عابد سنامی اور میرزا مظہر جانجاناں سے اکتساب طریقت کیا اور سلاسل اربعہ تصوف میں اجازت حاصل کی۔ ان کے علمی وفکری کارناموں میں ۳۶ کے قریب ان کی تصانیف سرفہرست ہیں، جن میں ان کی تفسیر ''تفسیر مظہری'' سب سے نمایاں ہے جو دس ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ ان کا بطور قاضی پانی پت خدمات انجام دینا بھی ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ ان کے سوانح نگاران کی شخصیت پر دو چار سطور سے زیادہ ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کرتے، راقم الحروف نے پہلی مرتبہ ان کی زندگی کے اس روشن پہلو پر مفید معلومات کا اضافہ کیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## ا۔ قضا اور اس کے حدود واختیارات

قضا کے لفظی معنی فیصلہ کرنے کے ہیں اور اس سے سلطنت اسلامیہ کا وہ شعبہ مراد ہے، جس کی مدد سے اسلامی حکومت اپنی رعایا کو امن اور انصاف مہیا کرتی ہے، اس لیے کہ ہر حکومت اسلامیہ کی یہ اوّلین ذمہ داری

* سابق صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ وہ اپنے مقبوضہ علاقوں میں امن وامان کے قیام اور عدل وانصاف مہیا کرنے کے لیے اہل یعنی عادل ومنصف قاضیوں کا تقرر کرے۔ چنانچہ ابتدائی زمانہ اسلام سے اس اسلامی تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔[1]

## ۲۔ دور مغلیہ میں عدلیہ

مغلیہ دور حکومت میں عدلیہ (Judiciary) کا انتظامیہ کے ساتھ تعلق کافی گہرا تھا، عموماً مغل عدلیہ انتظامیہ کے ماتحت ادارے کی حیثیت رکھتی تھی، مغلیہ دور حکومت میں قاضی فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کے اختیارات رکھتے تھے، بعض قاضیوں کو امن وامان برقرار رکھنے کے لیے ذات وسوار کا منصب بھی سونپ دیا جاتا تھا۔ مثلاً عہد اکبری کے ایک قاضی خوش حال خان (قاضی دہلی) کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ دربار دہلی میں پانچ سو ذات کا منصب بھی رکھتے تھے۔[2] تمام قاضیوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ چہار شنبہ (بدھ) کے دن گورنر کے دفتر میں حاضر ہوں اور اس کے ساتھ اجلاس کریں،[3] غالباً اس کا مقصد شہری امن وامان کو برقرار رکھنا ہوگا۔

## ۳۔ حکمرانوں کے ساتھ تعاون کرنے کا شرعی حکم

قاضی صاحب کے منصب قضا کی نسبت پہلا شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بلند علمی وروحانی رتبے کے باوجود حکمرانوں سے تعاون اور ان کی ماتحتی میں کام کرنے کی پالیسی کیوں اختیار کی؟ حالانکہ شخصی حکومتوں کے دورہائے استبداد میں اہل علم وفقر آزاد اور خود مختار زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔

قرآنِ مجید سے اس سوال کا جواب اثبات میں ملتا ہے، اس لیے کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون مصر کی ماتحتی میں کام کرنے کا ذکر ملتا ہے، تمام مفسرین نے اس آیت سے اس کا جواز ثابت کیا ہے، علامہ القرطبی المالکی تحریر فرماتے ہیں:

> ”یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان جس کام کا اہل ہو، اسے اپنے لیے طلب کرسکتا ہے۔“[4]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الماوردی، الأحکام السلطانیہ، تحقیق Enger ص ۱۰۷ وبعد؛ مسلمانوں کا نظام عدل گستری، اسلام آباد؛ نواب صدیق حسن خاں: ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی، وغیرہ۔

[2] دیکھیے: ابن حسن، دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزیہ (اردو ترجمہ)، ص ۵۱۲؛ محمد صالح کنبوہ: عمل صالح، ص: ۴۴۵۔

[3] ایضاً، دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزیہ، ص ۴۸۹، ج ۲۔

[4] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، بیروت ۱۹۶۶ء، ۵:۲۱۵ (تفسیر سورہ یوسف، آیت:۵۵)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



دورِ حاضر کے ایک اور نامور فقیہ اور مفسر علامہ الآلوسی نے بھی انھیں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس آیت میں اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ احکام شریعت کا نفاذ کرسکتا ہو تو اس کے لیے حکومت کے کسی بھی عہدے کا طلب کرنا جائز ہے، خواہ یہ طلب منصب کسی ظالم یا کافر سے ہی کیوں نہ ہو اور اگر اس ذات پر کسی واجب کا قیام منحصر ہے تو ایسی صورت میں اس منصب کا طلب کرنا واجب ہے۔"[1]

## ۴۔ قاضی صاحب کے اساتذہ کرام کا اظہار پسندیدگی

پھر جس زمانے میں قاضی صاحب نے منصب قضا کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اس زمانے میں آپ کے دونوں اساتذہ کرام یعنی امام العصر شاہ ولی اللہ اور میرزا مظہر شہید دہلی میں موجود تھے، اگر یہ منصب قاضی صاحب کے دینی و روحانی مناصب کے منافی ہوتا تو ان حضرات کی طرف سے آپ کو اس سے ضرور روک دیا جاتا۔ اس لیے کہ قاضی صاحب، اپنا کوئی کام بھی اپنے اساتذہ، بالخصوص حضرت مظہر کے مشورے کے بغیر انجام نہ دیتے تھے۔[2]

اس کے برعکس متعدد تاریخی شہادتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس منصب کے حصول اور اس کی ذمہ داریوں کی ادائی وغیرہ کے سلسلے میں انھیں مکمل طور پر حضرت مظہر کی تائید وحمایت اور سرپرستی حاصل رہی۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ قاضی صاحب نے منصب قضا سے استعفا دینا چاہا تو حضرت مظہر نے آپ کو لکھا:

"تمہارے بارے میں کوئی شخص یہ نہ چاہے گا کہ تم (یہ منصب چھوڑ کر) گوشہ نشین ہو جاؤ، اس لیے کہ تمہارے ظاہر و باطن سے ایک دنیا وابستہ ہے۔"[3]

اسی طرح قاضی صاحب کے خصوصی رفیق مولوی نعیم اللہ بہڑائچی تحریر فرماتے ہیں:

"قاضی صاحب کا اپنے اوقات شریفہ میں منصب قضا کا اختیار کرنا شریعت طیبہ کے طریقۂ ظاہر و باطن کے لیے ہر طرح ممد و معاون ہے، اس لیے ان کے قصد استعفا کے باوجود حضرت مظہر نے ان کو اس کی اجازت نہ دی، تاکہ لوگ جو بدعات و خواہشات کی تاریکیوں میں مستغرق ہیں، وہ اس ماہ شریعت اور آفتاب طریقت (قاضی صاحب) کے فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں۔"[4]

---

۱۔ آلوسی، روح المعانی، مطبوعہ ملتان، ۳:۵

۲۔ دیکھیے: قاضی صاحب کے نام حضرت مظہر کے مکتوبات، در مجموعہ مکاتیب مظہر، مرتبہ عبدالرزاق قریشی، بمبئی ۱۹۶۶ء

۳۔ کلمات طیبات، ص ۶۵، مکتوب ۷۸

۴۔ بشارات مظہری، مخطوطہ، مخزونہ برٹش میوزیم، مائیکروفلم، مملوکہ مقالہ نگار، ورق ۱۴۷ ب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں بارہویں صدی ہجری/اٹھارہویں صدی عیسوی کا زمانہ نہایت ابتری اور انتشار کا زمانہ تھا، مسلمانوں کی کئی صدیوں سے مضبوط حکومت اب آہستہ آہستہ کھنڈرات میں تبدیل ہو رہی تھی، مسلم حکومت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مختلف غیر مسلم طاقتیں منظم و مستحکم ہو کر پورے ہند پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہی تھیں، ان حالات میں چاہیے تو یہ تھا کہ مسلم زعماء وقت کی تبدیلی کا احساس کرتے اور آنے والے خطرات کے ازالے کے لیے باہمی رفق و اتحاد کو اپنا شعار بناتے، مگر اس کے برعکس وہ پہلے سے بھی زیادہ باہمی خانہ جنگیوں میں مشغول و منہمک ہو گئے۔

اس موقع پر امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مظہر جانجاناں نے اپنے اپنے تعلقات کے ذریعے مسلمانوں کی سیاسی و قومی بیداری کا بیڑہ اُٹھایا، مگر زمانے کے گہرے فساد کے باعث ان اکابرین کی کوششوں کے نتائج جلد سامنے نہ آسکے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کا خطوط لکھ کر نواب نجیب الدولہ، نواب شجاع الدولہ اور احمد شاہ ابدالی وغیرہ کو پانی پت میں مرہٹوں کے بالمقابل لا کھڑا کرنا اس دعوے کے ثبوت کے لیے ناقابل تردید شہادت ہے[1] جبکہ حضرت مظہر کے بھی مختلف سیاسی افراد، مثلاً نواب غازی الملک، نواب نجیب الدولہ، نواب افضل الدولہ، نواب مجد الدولہ، نواب قاسم علی خاں، نواب ارشاد احمد خاں اور ملا رحیم داد روہیلہ وغیرہ سے نہایت خوشگوار مراسم تھے۔ ان سیاسی تعلقات کے علاوہ حضرت مظہر نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کو مختلف لشکروں میں اور شہروں میں بھیج رکھا تھا، جہاں سے وہ سب مسلم قوتوں کی تقویت و استحکام کے لیے منظم اور مربوط طریقے سے کام کرتے تھے۔[2]

مولوی نعیم اللہ بہرائچی کی مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قاضی صاحب کی تعیناتی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

بہرحال قاضی صاحب معاملات قضا کو خوش اسلوبی، دیانت داری اور خلوص سے سرانجام دینے کی بنا پر پوری طرح اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا تذکرہ قاضی ابو یوسف، قاضی ناصر الدین البیضاوی، علامہ ابن رشد، قاضی عیاض اور قاضی محمد ابن اعلیٰ التھانوی وغیرہ کے ساتھ نمایاں طور پر کیا جائے۔

## ۵۔ عہدۂ قضا کا توارث

www.kitabosunnat.com

قاضی صاحب کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد قضا بجا طور پر آپ کو وراثت میں ملا تھا اور آپ کے خاندان کے کم و بیش تین بزرگ، یعنی دادا قاضی ہدایت اللہ، والد قاضی محمد حبیب اللہ اور بڑے بھائی

[1] دیکھیے: خلیق احمد نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی خطوط، مطبوعہ لاہور، وغیرہ۔

[2] مظہر جانجاناں کے خطوط؛ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ: لوائح خانقاہ مظہریہ، طبع محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری۔ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قاضی محمد فضل اللہ اس عہدے پر تعینات رہ چکے تھے [1] اس اعتبار سے اس عہدے کو آپ کے خاندان کی ایک وراثت کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی اور پانی پت کے اس محلے کا نام بھی اسی بنا پر محلہ قاضیاں مشہور ہوگیا تھا، جہاں پر یہ مردم خیز خاندان رہائش پذیر تھا۔[2]

تاہم خاندانی توراث ہی آپ کے لیے اس منصب کے حصول کا باعث نہیں ہوا، بلکہ اس کے دیگر عوامل بھی تھے، تفصیل کچھ اس طرح ہے:

### (الف) ذاتی اہلیت و خاندانی نجابت

عام طور پر عہد مغلیہ میں، منصب قضا کے لیے دو امور پیش نظر رکھے جاتے تھے: اولاً ذاتی اہلیت اور ثانیاً خاندانی نجابت و شرافت۔ جہاں تک اہلیت کا تعلق ہے تو قاضی صاحب کی اہلیت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے عہد کے نامور فقیہ اور عالم ہی نہیں بلکہ مجتہد بھی تھے۔ لہٰذا اپنی اہلیت کی بنا پر وہ اس منصب کے پوری طرح حقدار تھے اور جہاں تک ان کی خاندانی نجابت و شرافت کا تعلق ہے تو اس میں بھی کسی کو کلام نہیں کہ آپ نجیب الطرفین اور ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ علاوہ ازیں دو پشتوں سے منصب قضا خود ان کے اپنے خاندان سے متعلق رہ چکا تھا۔ لہٰذا اس بنا پر بھی اس منصب پر ان کا پوری طرح استحقاق تھا۔

### (ب) نواب لطف اللہ خان صادق کی مساعی جمیلہ

علاوہ ازیں آپ کے نانا اور مشہور مغلیہ سردار نواب لطف اللہ خان صادق، بہادر تیمور جنگ بھی، جو دربار دہلی میں شش ہزاری منصب دار تھے، قاضی صاحب کے اس منصب کے حصول میں معاون بنے۔ چنانچہ قاضی صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

> ''اور ملازمت کی بنا پر جو میرے نانا نواب لطف اللہ خان صادق کے توسط سے مجھے حاصل ہوئی، میرا قیام زیادہ تر دہلی میں رہتا تھا۔''[3]

لیکن قرائن سے متبادر ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی یہ تقرری ابتدائی نوعیت کی تھی اور غالباً ''عہدہ قضا'' سے کم تر درجے کی تھی۔

### ۶۔ زمانہ تقرری

عہدہ قضا کی نسبت سے یہ بحث بھی بڑی اہم ہے کہ قاضی صاحب کی تقرری کب ہوئی؟ مآخذ پر نظر

[1] کلمات طیبات، ص ۱۵۵۔
[2] عبد الحی لکھنوی، نزهة الخواطر، ۷:۱۱۴ (عربی)
[3] بشارات مظہری، م، ورق ۱۴۹ (ل) قلمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دو تقرریاں ہوئیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

## (الف) ابتدائی تقرری در دہلی

قاضی صاحب پانی پت میں اپنی آبائی "خدمت قضا" پر فائز کیے جانے سے قبل کچھ عرصہ دہلی میں بھی بطور سرکاری عہدے دار قیام پذیر رہے تھے، اس عہدے کی تفصیل کا تو علم نہیں ہو سکا، لیکن قاضی صاحب نے اس کے لیے جو "روزگار منصب پادشاہی" [1] کی ترکیب استعمال کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا یہ عہدہ دربار دہلی سے متعلق تھا۔ قاضی صاحب کی اس عہدے پر تعیناتی قاضی صاحب کے مرشد اول شیخ محمد عابد سنامی کی وفات (۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) [2] سے قبل ہو چکی تھی، اسی لیے اس تقرری کا زمانہ ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء کے قریب قیاس ہوتا ہے۔

## (ب) ثانوی تقرری در پانی پت

قاضی صاحب کی کچھ عرصے کے لیے دہلی میں تقرری کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پانی پت میں کوئی موزوں آسامی خالی نہ تھی، لیکن جب قاضی صاحب کے بڑے بھائی قاضی محمد فضل اللہ عین عالم شباب میں رحلت فرما گئے تو قاضی صاحب کو پانی پت میں آپ کے موروثی منصب پر تعینات کر دیا گیا۔ لیکن چونکہ قاضی صاحب کے برادر اکبر کی وفات کا زمانہ بھی معلوم نہیں، اس لیے اس واقعے سے بھی ان کی تقرری کے ٹھیک ٹھیک زمانے کا تعین دشوار ہے۔ البتہ ایک اور ذریعے سے اس عنوان پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے اور وہ ہے: حضرت مظہر کے نام مکتوبات۔ ان مکتوبات میں جو قاضی صاحب کو پانی پت میں لکھے گئے انھیں قاضی صاحب کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے [3] اس لیے ان خطوط کی تحریر کے وقت قاضی صاحب کے پانی پت میں مسند قضا پر رونق افروز ہونے کا معاملہ ہر شک وشبہے سے بالاتر معلوم ہوتا ہے۔ تاہم چونکہ ان خطوط پر بھی کوئی تاریخ وغیرہ کا ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے ان خطوط سے بھی تقرری کے زمانے کو جاننے میں دشواری ہوتی ہے، البتہ حسب ذیل قرائن سے زمانے کے تعین میں مدد مل سکتی ہے:

(۱) بعض خطوط میں ذکر ہے کہ حضرت مظہر فرماتے ہیں:

"فقیر ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ کی عیادت کے لیے گیا، ان کی صحت کے لیے اللہ تعالیٰ سے

---

[1] بشارات مظہری، قلمی، ورق ۱۴۹ (ل)

[2] شاہ غلام علی دہلوی: مقامات مظہریہ، ص ۱۲۔۱۳

[3] مکاتیب مرزا مظہر، مرتبہ قریشی، ص ۵۴ مکتوب ۳۹، ص ۶۰، مکتوب ۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دعا کی‘‘ [۱] اور یہ امر یقینی ہے کہ امام العصر کا سانحہ ارتحال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں پیش آیا، اس لیے گمان ہوتا ہے کہ اس وقت قاضی صاحب پانی پت میں اپنے آبائی منصب کو زینت دے چکے تھے۔

(ب) ان میں سے بعض خطوط میں نواب ارشاد احمد خان کی وفات پر اظہارِ غم ہے۔ [۲] اور چونکہ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب یہ واقعہ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء کا ہے، اس لیے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک آپ قاضی پانی پت ہو چکے تھے۔

(ج) اسی طرح ایک مکتوب میں قاضی صاحب نے احمد شاہ ابدالی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب یہ واقعہ ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء کا ہے۔ [۳] اس لیے اس سے بھی مذکورہ بالا قیاس کی تائید ہوتی ہے۔

(د) اسی طرح قاضی صاحب نے حضرت مظہر کے نام اپنے ایک مکتوب میں پانی پت کے بعض افراد کے مخاصمانہ رویے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’اور دیگر یہ کہ سیف اللہ والد عصمت اللہ تقریباً دس سال سے برادر مرحوم کے زمانے سے ناراض چلے آتے ہیں اور حضور جانتے ہیں کہ اس میں بھی میرا کوئی قصور نہیں ہے۔‘‘ [۴]

ان خطوط کا زمانہ تحریر بھی ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء متعین کیا گیا ہے۔ [۵] گویا اس سے دس سال قبل یعنی ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء میں قاضی صاحب کے بھائی قاضی پانی پت تھے، لہٰذا قاضی صاحب کی اس منصب پر تعیناتی اس کے درمیانی عرصے میں ہوئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قاضی صاحب کو پانی پت میں قضا کا منصب بارہویں صدی ہجری کے ساتویں اور اٹھارویں صدی عیسوی کے چھٹے عشرے میں ملا (مابین ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ء و ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) جس سے واضح ہوتا ہے کہ پانی پت کی تیسری اور سب سے ہولناک جنگ (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء) کے وقت وہ پانی پت کے قاضی تعینات ہو چکے تھے۔

---

۱ مکاتیب مرزا مظہر، مرتبہ خلیق انجم، اردو ترجمہ: مکتوب ۳

۲ مکاتیب مظہر، (قریشی)، ص ۱۲۵، مکتوب ۹۱

۳ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ: لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۳۴

۴ لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۵۶، مکتوب ۱۵

۵ ایضاً، ص ۴۷

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## ۷۔ مقامات تقرری

قاضی صاحب کے مکتوبات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے منصبی فرائض حسب ذیل مقامات پر ادا فرمائے:

### (الف) دہلی

جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا۔ قاضی صاحب اولاً دہلی میں کسی سرکاری عہدے پر تعینات رہے۔ یہاں اپنے قیام کے دوران میں فرائض منصبی ادا کرنے کے علاوہ شیخ محمد عابد سنامی اور میرزا مظہر جانجاناں سے کسب طریقت کیا، جبکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محمد فاخر المحدث الہٰ بادی اور میرزا مظہر سے حدیث و فقہ کا درس لیا۔ اس طرح دہلی کا یہ قیام آپ کی روحانی و علمی ترقی کا باعث ہوا۔

### (ب) پانی پت

قاضی صاحب کی قضا کا زیادہ تر تعلق پانی پت سے رہا۔ یہ پرگنہ سلطنت دہلی کے زرخیز پرگنوں میں سے تھا، اس لیے یہ علاقہ اکثر معرض جنگ میں رہا۔ پانی پت سے آپ کے طویل منصبی تعلق کی بنا پر آپ کو بعض اوقات قاضی پانی پت بھی لکھا جاتا ہے۔[۱]

### (ج) بڈھانہ

حضرت مظہر جانجاناں کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے کچھ عرصہ اپنے فرائض مشہور قصبے بڈھانہ[۲] میں بھی انجام دیے تھے جو اس علاقے کا مشہور مقام ہے۔

حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

> "نسیم[۳] نام کا ایک نوجوان جس نے طریقت کا سبق شروع رکھا ہے۔ بڈھانہ آپ کی خدمت میں آرہا ہے، اس کی طرف توجہ ضرور کیجیے۔"[۴]

حضرت مظہر جانجاناں نے یہ مکتوب قاضی صاحب کے مکان واقع پانی پت سے تحریر فرمایا، جہاں وہ حسب معمول قیام پذیر تھے، اگر بڈھانہ میں قاضی صاحب کا قیام محض عارضی ہوتا تو قاضی صاحب کسی صورت میں بھی

---

۱۔ لوائح خانقاہ مظہریہ" ص ۱۲۳، مکتوب ۶۰ (بنام فتح علی خان)

۲۔ بڈھانہ یوپی (اتر دیش، بھارت) کے ضلع مظفر نگر کی جنوب مغربی تحصیل اور اس علاقے کا مشہور مقام ہے (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ لوائح، ص ۲۶)۔

۳۔ ملا نسیم قاضی صاحب کے ایک شاگرد اور حضرت مظہر کے خلیفہ تھے۔ (دیکھیے: حواشی مقامات مظہریہ، طبع محمد اقبال لاہور)

۴۔ لوائح ص ۲۹، مکتوب نمبر ا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے پیر و مرشد سے دور رہنا اور وہ بھی ان کے اپنے شہر میں گوارا نہ فرماتے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا بڈھانہ میں قیام خالصتاً منصبی نوعیت کا تھا، خاص طور پر اس لیے بھی کہ اس سے اگلی سطور میں حضرت مظہر قاضی صاحب کو تاکید فرماتے ہیں کہ وہ مولوی نور اللہ صاحب سے اس نوجوان کی سفارش کریں کہ وہ اسے توجہ سے سبق دیتے رہیں۔[۱]

## (د) دیگر دیہات

پانی پت چونکہ اس زمانے میں پرگنے کا صدر مقام تھا[۲] اسی بنا پر پرگنے کے بہت سے دیہات بھی آپ کے حلقہ قضا کے ماتحت آتے تھے، چنانچہ حضرت مظہر کے خطوط میں متعدد دیہات کا تذکرہ ملتا ہے[۳] بایں ہمہ ان مقامات پر آپ کی علیحدہ تقرری فرض کرنے کے بجائے یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہ دیہات پرگنہ پانی پت کا حصہ تھے، لہٰذا قاضی صاحب ان علاقوں کے حاکم اور محصل ہونے کی بنا پر ان علاقوں کا دورہ فرماتے رہتے تھے، لہٰذا اسے سابقہ تقرری ہی کا حصہ خیال کرنا چاہیے۔

## (ھ) مختلف لشکروں میں شمولیت

قاضی صاحب اور حضرت مظہر کے مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب مختلف لشکروں میں بھی شامل رہے ہیں، اس سے بعض سوانح نگاروں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید ان لشکروں میں قیام پانی پت کی قضا سے الگ اور مستقل نوعیت کا حامل تھا[۴] لیکن ہمارے خیال میں قاضی صاحب کا مختلف عساکر میں قیام ان کے شعبہ قضا ہی کا ایک حصہ تھا، اس سے الگ ہرگز نہ تھا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

## ۸۔ اختیاراتِ عہدۂ قضا

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ پانی پت کے عہدۂ قضا کے حدود و اختیارات پر ایک نظر ڈال لیں، تاکہ قاضی صاحب کے عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں اور ان کی مساعیٔ جمیلہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آسکے۔

یوں تو مجملاً یہ کہہ دینا کافی ہے کہ آپ کو عہدۂ قضا سے متعلقہ تمام عدالتی اور انتظامی اختیارات حاصل تھے، لیکن چونکہ عدالتی اور انتظامی اختیارات کی نوعیت میں بنیادی تفاوت پایا جاتا ہے، لہٰذا اس اجمال کی کچھ تفصیل بیان کرنا مناسب ہوگا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

---

۱۔ لوائح ص ۲۹، مکتوب نمبر ۱

۲۔ دیکھیے: Karnal District Gazzetteer، ص ۲۱۲۔

۳۔ مکاتیب (قریشی)، ص ۴۰، م ۲۹، ص ۳۴، م ۲۵، ص ۹۵، م ۶۶

۴۔ عبد الرزاق قریشی (مکاتیب مرزا مظہر، تشریحات مکاتیب) ص ۲۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## (الف) دیوانی اختیارات

آپ کو پرگنہ پانی پت میں ''انتقال جائیداد'' وغیرہ کے اختیارات حاصل تھے۔ آج کل اس قسم کے اختیارات کو دیوانی اختیارات کی حد میں شامل سمجھا جاتا ہے، حضرت مظہر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان ایام میں علی رضا ولد عزت اللہ خاں نبیرہ خان راسخ مرحوم کی جانب سے ایک خط آیا ہے کہ اس کا والد اس کے ساتھ بے مروتی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے پانی پت کے تعلقہ داروں کو لکھ بھیجا ہے کہ وہ باپ اور بیٹے کے تعلقہ کی قبولیت کو یکجا لکھ کر ارسال کریں۔ اس صورت میں بیٹا جائیداد سے بے دخل ہو جاتا ہے، بیٹے نے یہ لکھ بھیجا ہے کہ چچا جان یعنی قاضی صاحب کو تاکیداً لکھ دیا جائے کہ تعلقہ کی قبولیت دونوں کی علیحدہ علیحدہ لکھ کر ارسال کریں۔ چنانچہ آپ کو یہی تاکید ہے کہ اس کے حق میں جو بہتر ہو عمل فرمائیں۔''[1]

ایک اور مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ دیون (قرضوں کے مقدمات) بھی آپ کی عدالت سے متعلق تھے، حضرت مظہر لکھتے ہیں:

''دیون شقیقہ کا وہ مقدمہ جو تمہارے (مولوی احمد اللہ) اور مولوی صاحب (قاضی صاحب) کے سامنے فیصلہ ہوا تھا، اسے اس کے قرض داروں سے لے کر اسے دلا دیں۔''[2]

## (ب) فوجداری مقدمات (امن و امان کا قیام)

قاضی صاحب کی عدالت کا علاقے کے امن و امان سے بھی تعلق تھا، حضرت مظہر کے ایک مکتوب میں تحریر ہے: معلوم ہوا ہے کہ حاجی محمد فاخر اور محمد ناصر ہدایت اللہ کے ساتھ بدمعاملگی کر رہے ہیں اور اپنے قول و قرار سے پھر گئے ہیں۔ خدا کے لیے آپ جو قوم کے بزرگ ہیں ان کو ظلم و زیادتی سے باز رکھیے۔[3]

ایک اور خط میں تحریر ہے:

''مقدمہ یار علی جو اس کے بھائیوں کے ساتھ حویلی کی تقسیم سے متعلق ہے، اس سلسلے میں وہ کئی مرتبہ بدعہدی کر چکے ہیں۔ آپ خصوصی توجہ فرما کر ان کو نقض امن سے باز رکھیے اور اس مقدمہ کا فیصلہ جلد کیجیے، یہ مجھ پر احسان ہوگا۔''[4]

---

۱۔ مکاتیب (قریشی) ص ۱۴۰۔۱۴۱، مکتوب ۳۰

۲۔ ایضاً ص ۱۹۸، مکتوب ۱۳۸

۳۔ ایضاً ص ۱۹۸، مکتوب ۱۳۸۔ ایضاً ۲۰، مکتوب ۱۴

۴۔ ایضاً ص ۲۰، مکتوب ۱۴

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح ایک اور مکتوب میں حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

"کسی شخص نے شیخ وجیہ الدین عرف شیخ مٹھا پر، جو میرے بھائی اور بیٹے کی جگہ ہیں، دعویٰ کر دیا ہے، اگرچہ مجھے یقین ہے کہ جو حق ہوگا آپ اسی پر عمل فرمائیں گے، لیکن ان کے خصوصی تعلق کی بنا پر یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ اس مقدمہ کی تحقیق میں پوری توجہ صرف کریں اور اس کا جلد فیصلہ دیں۔"[1]

حضرت مظہر کے محولہ مکتوبات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی عدالت میں پانی پت کے فوجداری نوعیت کے مقدمات بھی پیش ہوتے تھے، آپ کی عدالت کو علاقے کے قیام امن کی ذمہ داری سے کچھ تعلق تھا، موجودہ زمانے میں یہ اختیارات علاقہ مجسٹریٹ کو حاصل ہوتے ہیں۔

## (ج) محصلانہ اختیارات

قاضی صاحب کی عدالت کو علاقے (پرگنہ پانی پت) کی زمینوں کے واجبات (از قسم مالیہ وغیرہ) کی وصولی سے بھی تعلق تھا، یہ سرکاری واجبات علاقے کے زمینداروں سے (نمبرداروں کے توسط سے) وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کرا دیے جاتے تھے اور بعض اوقات انھیں حسب ہدایات تقسیم اور مصارف پر خرچ کرنے کے اختیارات بھی آپ کو حاصل ہوتے تھے، چنانچہ حضرت مظہر جانجاناں قاضی صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"باعث تحریر یہ ہے کہ یومیہ پیر علی (حضرت مظہر کا ایک خادم) بصد مشقت اور بہت منت سماجت کے بعد ہاتھ آتا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کا پروانہ تنخواہ اپنے زیرِ انتظام دیہات کی محصولات پر، اپنے نام حاصل کر لیں۔ جسے آپ خود وصول کر سکیں۔"[2]

اسی طرح ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"ان (سید عبدالعلی خلف مولوی یونس مرحوم) کی تنخواہ بابت یومیہ ہشتاری (ہرتاری: ایک موضع) کے متعلق تاکید ہے کہ مشار الیہ کے حق میں جو کچھ بھی ممکن ہو کیجیے، یہ مجھ پر کرم ہوگا۔"[3]

ان محصولات کا چونکہ زراعت سے تعلق تھا، اس لیے ربیع اور خریف کے موقع پر آپ کی مصروفیات بے پناہ بڑھ جاتی تھیں، چنانچہ قاضی صاحب کو ایک مکتوب میں حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۸۴، مکتوب ۱۲۶

[2] مکاتیب مرزا مظہر، ص ۲۰، مکتوب ۱۴

[3] مکاتیب مرزا مظہر، ص ۲۰۔ مکتوب ۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''موسم سرما میں (تشریف لے آئیے) آج کل فرصت ہی فرصت ہے، پھر فصل ربیع کا موسم آ جائے گا (اور مصروفیت بڑھ جائے گی)۔'' [1]

اسی طرح کا ایک اشارہ ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر سے قاضی صاحب کے بڑے صاحبزادے قاضی احمد اللہ کی واپسی کے موقع پر ملتا ہے کہ حضرت مظہر اس موقع پر اس قیاس کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان کی واپسی محصولات ربیع کے سلسلے میں ہوئی ہوگی۔ [2]

ان سب اشارات سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی صاحب اپنے پرگنہ کے نہ صرف قاضی (جج) تھے بلکہ آپ اس علاقے کے محصل (کلیکٹر) بھی تھے۔

### (د) ادائیگی پروانہ جات

مذکورہ بالا خطوط اور ان کے اقتباسات سے پتا چلتا ہے کہ قاضی صاحب محصولات جمع کرنے کے ساتھ ساتھ حسب ہدایات حاکم مجاز خرچ کرنے کے اختیارات بھی رکھتے تھے۔ جس کی عموماً صورت پروانہ جات کی ادائیگی کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ یعنی قاضی صاحب سرکاری محصولات کو، گورنر کے جاری کردہ پروانہ جات تنخواہ/وظیفہ کی ادائیگی میں صرف کرنے کے بھی مجاز تھے۔ حضرت مظہر کے خادم خاص میاں محمد مراد کا وظیفہ قاضی صاحب کی سرکار سے متعلق تھا۔ [3] جبکہ پیر علی کے بارے میں اوپر گزرا کہ حضرت مظہر قاضی صاحب کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کی تنخواہوں کا پروانہ بھی وہ اپنی سرکار سے منظور کرا لیں۔

### (ھ) محصلین کا تقرر

حضرت مظہر اور خود قاضی صاحب کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی صاحب پرگنہ کے بڑے حاکم تھے اور ہمہ جہتی اختیارات رکھتے تھے۔ آپ کو اپنی نگرانی میں سرکاری واجبات کی وصولی کے لیے آدمی (محصل) مقرر کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا، چنانچہ حضرت مظہر اپنے ایک خادم میاں محمود کی قاضی صاحب سے سفارش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میاں محمود کو محصل کے طور پر مقرر فرما لیں۔ کیونکہ آجکل سخت افلاک کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائے گا۔'' [4]

---

[1] مکتوب، ص ۱۸۹، مکتوب ۱۲۹

[2] مکاتیب مظہر (قریشی) ص ۴۰، مکتوب ۲۹

[3] ایضاً ص ۳۹، مکتوب ۲۸

[4] مکاتیب مظہر (قریشی) ص ۹۵، مکتوب ۶۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بعد میں انھی میاں محمود کا ذکر ان دونوں بزرگوں کی خط و کتابت میں بکثرت ملتا ہے[1] جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قاضی صاحب نے انھیں اس منصب پر تعینات کر دیا تھا۔

## (و) نشست گاہ کچہری

قاضی صاحب کی نشست باقاعدہ طور پر پانی پت کی کچہری میں ہوا کرتی تھی۔ حضرت مظہر شیخ عین الدین نامی ایک نوجوان کو آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے آپ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ آپ اس سے کچہری یا مسجد میں ملاقات کریں اور ان پر شفقت فرمائیں۔[2]

پانی پت کی یہ پرانی کچہری جی ٹی روڈ کے قریب اور مسجد کابل شاہ کے نزدیک واقع تھی۔ آجکل یہاں اس کے کھنڈرات نظر آتے ہیں[3] اور اب تو شاید وہ بھی ختم ہو چکے ہوں۔

## (ز) ڈویژن بنچ کی صورت میں مقدمات کی سماعت

عام طور پر مقدمات کی سماعت اکیلے ہی کیا کرتے تھے، تاہم بعض اوقات آپ دوسرے کسی قاضی صاحب کے ساتھ مل کر ڈویژن بنچ کی صورت میں بھی مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔ اس قسم کے ایک واقعے کا ذکر حضرت مظہر کے مکتوبات میں ملتا ہے، جہاں یہ مذکور ہے کہ قرض کا ایک مقدمہ قاضی صاحب اور ان کے فرزند اکبر قاضی احمد اللہ دونوں نے مل کر سماعت کیا تھا اور دونوں نے مشترکہ طور پر اس کا فیصلہ صادر کیا تھا[4] جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس مقدمے کو آپ نے ڈویژن بنچ کی صورت میں سماعت کیا ہوگا۔

## ۹۔ حکام بالا اور ان سے قاضی صاحب کے مراسم

پرگنہ پانی پت کے قاضی یا بااختیار حاکم کی حیثیت میں آپ کو مختلف بادشاہوں اور متعدد گورنروں کی ماتحتی میں کام کرنے اور ملک وقوم کی خدمت کرنے کا موقع ملا، اس کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، تفصیل حسب ذیل ہے:

## الف۔ بادشاہان دہلی

مغل دور حکومت میں مغل شہنشاہ علاقے کا حاکم اعلیٰ تصور کیا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے قاضی صاحب کو

---

[1] مکاتیب (قریشی)، ص ۱۳۹۔ مکتوب ۹۳

[2] مکاتیب، ص ۳۔ مکتوب لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۹۳۔ مکتوب ۱۳

[3] دیکھئے Karnal District Gazetteer، ص ۲۱۲ و بعد

[4] مکاتیب مظہر (قریشی)، ص ۱۹۸، مکتوب ۱۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حسب ذیل مغل بادشاہوں کی انتظامیہ میں کام کرنے کا موقع ملا:

۱۔ احمد شاہ (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء۔۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء)

۲۔ سلطان عالمگیر ثانی (۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء۔۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء)

۱۔ شاہ عالم (۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء۔۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء)۔[1]

لیکن جیسا کہ ہم مقدمہ میں بالتفصیل واضح کر آئے ہیں کہ اس دور میں مغل شہنشاہ برائے نام حاکم ہوتا تھا، سکہ اس کے نام کا چلتا، احکامات اس کی جانب سے جاری کیے جاتے، سرکاری تقریبات کی وہی صدارت کرتا، سرکاری عمال اور افسروں کو وہی اعزازات دیتا تھا۔ مگر اس سے آگے اس کا کوئی زور اور اس کا کوئی عمل دخل نہ تھا، سرکاری عمال اور گورنر اپنے اپنے علاقوں میں پوری طرح خود مختار اور آزاد تھے۔ بادشاہ عموماً ان سے تعرض نہ کر سکتا تھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے مکتوبات میں اس بات پر اظہار افسوس فرماتے ہیں کہ خالص زمین یعنی خاص بادشاہ کی مقبوضہ زمین بہت کم رہ گئی ہے۔ وہ اسے منجملہ اسباب زوال میں شمار فرماتے ہیں۔[2] بعد میں تو حالت اس سے بھی ابتر ہوگئی تھی اور دلی کا نابینا مغل شہنشاہ شاہ عالم مکمل طور پر امراء کے رحم وکرم پر تھا۔ ان حالات میں ان سے کسی سرکاری مراسم کا پتہ کیسے چل سکتا ہے۔ البتہ عمال حکومت کی وساطت سے ضرور قاضی صاحب ان کی ماتحتی میں تھے۔

## ب۔ عمال حکومت (گورنروں، صوبیداروں) سے محکمانہ تعلق

قاضی صاحب نے اپنی ملازمت کے نصف صدی کے قریب عرصے میں مختلف گورنروں اور صوبے داروں کی ماتحتی میں، بلکہ ان کے ساتھ مل کر کام کیا۔

عام طور پر مغلیہ دور حکومت میں عمال حکومت اور قاضیوں کے مابین رابطے کا فریضہ صدر الصدور انجام دیتے تھے۔ تاہم قاضی صاحب اور عمال حکومت کے مابین اس واسطے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ وہ براہ راست گورنروں یا صوبے داروں کی ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ بہرحال اس ضمن میں حسب ذیل حکمرانوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے:

### (الف) غازی الدین عماد الملک (م ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء)

جن ایام میں قاضی صاحب نے پانی پت کی مسند قضا کو زینت بخشی (یعنی ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ء تا ۱۱۷۴ھ/

[1] شاہ عالم اور اس کے دور کے متعلق دیکھیے: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، اردو ترجمہ خلیق احمد نظامی

[2] مآثر الامراء، از صمصام الدولہ، ۲: ۸۴۳، وقائع عالم شاہی، تشریحات عرشی، ص ۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۷۶۰ء میں) تو اس زمانے میں مرکز سلطنت دہلی اور اس کے نواحی علاقوں میں نواب غازی الدین عماد الملک کا طوطی بول رہا تھا۔ گمان غالب ہے کہ پرگنہ پانی پت کا علاقہ بھی براہ راست اسی کے ماتحت تھا۔

عماد الملک ۱۷۵۳ء سے لے کر ۱۷۵۹ء تک دہلی کی سیاست کا مرکزی ستون تھا، وہ پہلے احمد شاہ کا میر بخشی (سپہ سالار) مقرر ہوا۔ بعد ازاں نواب صفدر جنگ اور مرہٹوں کے حملہ دہلی کے وقت چھ ماہ کی جنگ میں بھی اسی کو فتح حاصل ہوئی۔ بعد میں اس نے وزیر انتظام الدولہ کے ساتھ حصولِ اقتدار کی طویل جنگ لڑی (۱۷۵۳ـ۱۷۵۴ء) اس میں بھی اسی کو فتح حاصل ہوئی، اسی نے احمد شاہ بادشاہ ہند کو ۱۷۵۴ء میں اندھا کر کے مروا دیا تھا۔

جس کے بعد وہ پنجاب کی طرف متوجہ ہوا اور صوبہ لاہور کی طاقت ور گورنر مغلانی بیگم کو گرفتار کر کے اس کی جگہ آدینہ بیگ کو تعینات کر دیا۔ مگر احمد شاہ نے جب حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا تو اس نے درانی سے معافی مانگ کر جان بخشی کروائی۔ القصہ ۱۷۵۹ء تک وہ سلطنت دہلی کے افق پر سب سے روشن ستارہ بن کر چمکتا رہا۔[۱]

عماد الملک نوجوان شوریدہ سر ہونے کے باوجود نواب آصف جاہ کے اخلاف میں سے تھا۔ اس لیے بزرگوں سے عقیدت اور ان کے دامن سے وابستگی اسے وراثت میں ملی تھی۔ چنانچہ بعض مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے حضرت مظہر سے خصوصی مراسم تھے۔ اسی بنا پر حضرت مظہر کے اس کے نام چند مکتوبات بھی ملتے ہیں[۲] جن میں امور مملکت کے متعلق قیمتی نصائح کے علاوہ اس سے اپنے حلقے کے بعض افراد کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہ مظہریہ کے بعض متوسلین اس کی سرکار سے وابستہ تھے۔

عماد الملک گاہے بگاہے خانقاہ مظہریہ میں آمد و رفت رکھتا تھا، چنانچہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے بشارات مظہریہ میں اس کے ساتھ پیش آنے والے بعض دلچسپ واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔[۳] اس سے بجا طور پر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کے اور قاضی صاحب کے مابین تعلقات خوشگوار ہوں گے۔

## (ب) نواب نجیب الدولہ

جب قاضی صاحب پانی پت میں بطور قاضی تعینات ہوئے تو اس وقت نواب نجیب الدولہ بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ اگلے دہے (۱۷۶۱ـ۱۷۷۰ء) میں ترقی پا کر دہلی کی سب سے بااثر

---

۱۔ مکاتیب مظہریہ (مرتبہ خلیق انجم)، ص ۱۷۴ـ۱۷۵، مکتوب ۶۲ـ۶۵

۲۔ بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۱۹ ـ وبعد

۳۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شخصیت بن گیا۔ اسی بنا پر پرگنہ پانی پت بھی اس کی ماتحتی میں آ گیا۔

نواب نجیب الدولہ افغان قوم کا ایک فرزند تھا، جس نے غازی الدین عماد الملک اور ابوالمنصور (م ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۴ء) کے مابین اختلافات کے زمانے میں اول الذکر کے ہاں ملازمت کر لی (۱۱۵۲ھ/۱۷۴۳ء)۔ اسے ۱۷۵۳ء میں بادشاہ دہلی احمد شاہ کی تائید و سرپرستی بھی حاصل ہوگئی، بعد ازاں وہ نواب عماد الملک کے بعد ۱۷۶۱ء سے لے کر ۱۷۷۰ء تک دہلی کی سیاست پر پوری طرح حاوی رہا۔ بادشاہ دہلی احمد شاہ نے اسے ہفت ہزاری منصب اور نجیب الدولہ کو بہادر جنگ کا لقب مرحمت کیا۔[۱]

نواب نجیب الدولہ علماء و صلحا کا بڑا قدر دان اور ان کی مجالس کو بہت غنیمت جاننے والا شخص تھا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مطابق اس کے پاس نوسو علمائے کرام ملازم تھے، جن میں ادنیٰ کو پانچ اور اعلیٰ کو پانچ سو روپے وظیفہ ملتا تھا۔[۲]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کو رئیس الغزاۃ اور رئیس المجاہدین وغیرہ کے ناموں سے مخاطب کرتے ہیں۔[۳] نواب نجیب الدولہ کو بھی شاہ ولی اللہ اور مرزا مظہر جانجاناں سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ حضرت مظہر اپنے ایک خط میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں:

> ''نواب نجیب الدولہ کو ان ایام میں مجھ سے بہت حسن ظن ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں اس کے وطن میں قیام کروں۔ اس مقصد کے لیے اس نے کئی خطوط بھی لکھے ہیں اور سفر سنبھل کے دوران میں بالمشافہ بھی کہا تھا۔''[۴]

قاضی صاحب ذاتی طور پر بھی نیک اور صالح شخص تھے، پھر وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مظہر جانجاناں شہید کے دامن علمی سے وابستہ تھے، اسی لیے ان کے نواب مذکور کے ساتھ مراسم نہایت خوشگوار رہے۔ قاضی صاحب نواب نجیب الدولہ سے ملنے نہ صرف اس کے فوجی مستقر میں تشریف لے جاتے تھے بلکہ نواب کے وطن نجیب آباد میں بھی آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ جب نواب سے مل کر واپس آئے تو حضرت مظہر نے آپ کو لکھا:

---

۱۔ ملاحظہ ہو، مآثر الامراء، از صمصام الدولہ، ۸۵۱۲ (مع حاشیہ)؛ اکبر شاہ خان: نجیب آباد، در رسالہ عبرت، فروری تا مئی ۱۹۱۶ء؛ Fall of the Mughal empire ۲: ۱۴، ۱۴۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۶۸ وغیرہ۔

۲۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۸۱۔

۳۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی، ص ۴ تا ۱۰، ۱۹۔ ۲۸ وغیرہ

۴۔ مکاتیب مظہر (مرتبہ قریشی)، ص ۲۱، ۲۲، مکتوب ۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ (قاضی صاحب) کا خط، نجیب آباد سے سالماً و غانماً واپسی اور خیر و عافیت پر مشتمل پہنچا۔[۱]
لفظ سالمًا و غانمًا سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ سفر قاضی صاحب کی عزت افزائی اور خلعت فاخرہ ملنے کا ذریعہ بنا ہوگا۔

## فوجی مستقر میں ملاقات

چونکہ نواب نجیب الدولہ پانی پت اور دوآبہ کا قانونی حکمران تھا، اس لیے قاضی صاحب اس سے ملنے اور ہدایات لینے اس کے فوجی معسکر میں بھی تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ بعض اوقات نجیب الدولہ کے لشکر میں حاضری کا سلسلہ اتنا طویل ہوجاتا تھا کہ اس سے آپ کے بہی خواہوں کو بجا طور پر تشویش لاحق ہوجاتی تھی۔ ایک ایسے ہی موقع پر حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو تحریر فرمایا:

> ''عرصہ ہوا کہ آپ کے حالات کی کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی۔ مگر اب یار علی کی زبانی کچھ حال احوال معلوم ہوا ہے، جو کہ نواب نجیب الدولہ کی ہمراہی میں یہاں آئے ہیں، جو اپنے بیٹے کی تقریب شادی کے سلسلے میں اس علاقے میں آیا ہے۔''[۲]

ایک مرتبہ آپ نواب نجیب الدولہ کے لشکر میں اس کی ملاقات اور علاقے کے امن وامان کے سلسلے میں اس کے پاس مقیم تھے کہ ایک عالم فاضل شخص فتح علی خان، جو بقول محمد حسن خانزادہ علاقے کے صدر الصدور تھے[۳] ہر روز آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ ان ملاقاتوں کے متعلق وہ حضرت مظہر کو لکھتے ہیں:

> ''ان ایام میں قاضی ثناء اللہ صاحب مدظلہ پانی پت سے یہاں لشکر میں آئے ہوئے ہیں، یہ فدوی ہر روز ان سے ملاقات کرتا ہے۔''[۴]

دربار نواب صاحب سے قاضی صاحب کا تعلق زیادہ تر سرکاری اور محکمانہ حیثیت سے تھا۔ اس کا مقصد احکام و ہدایات لینا بھی ہوسکتا ہے اور نواب کو اپنے علاقے کی امن وامان کی رپورٹ پیش کرنا بھی، تاہم اس تعلق میں ذاتی تعلق کی جھلک بھی موجود تھی، چنانچہ حضرت مظہر کے مذکورہ بالا خط میں سالمًا و غانمًا کے الفاظ سے اس کا اشارہ بخوبی ملتا ہے، اس کے علاوہ حضرت مظہر قاضی صاحب کو نواب کی جانب سے ''خلعت'' ملنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مزید براں نواب نجیب الدولہ کی سرکار سے جن بزرگوں اور مستحق لوگوں کو وظائف

---

[۱] مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۸، مکتوب ۱۳

[۲] ایضاً، ص ۱۹، مکتوب ۴

[۳] لوائح خانقاہ مظہریہ، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ص ۳!!!، مکتوب ۵۳

[۴] لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۱۲۲، مکتوب ۱۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیے جاتے تھے، ان کی تعمیل و تنقید سے بھی آپ کا تعلق تھا، چنانچہ نواب نجیب الدولہ نے حضرت مظہر کے نام جو پروانہ وظیفہ جاری کیا تھا اسے قاضی صاحب ہی نے دو مرتبہ ان کی خدمت میں ارسال کیا تھا[1] مگر حضرت مظہر نے اس کو قبول نہ کیا تھا، بہر حال نواب سے قاضی صاحب کے تعلق کو کثیر المقاصد قرار دیا جاسکتا ہے۔

## نواب نجیب الدولہ سے قاضی صاحب کی شکایات

نواب نجیب الدولہ ہی کے دور امارت میں ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء کے قریب قاضی صاحب کے خلاف پانی پت کے چند آدمیوں نے ایک مخالفانہ محاذ قائم کیا اور نواب نجیب الدولہ اور خود حضرت مظہر کے ہاں آپ کی بے جا شکایات پہنچائیں۔ مقصد یہ تھا کہ قاضی صاحب کو بد نام کر کے اس منصب سے محروم کر دیا جائے۔ مخالفت کا یہ طوفان اتنا تیز تھا کہ ایک بار تو خود قاضی صاحب بھی گھبرا گئے تھے، مگر چونکہ آپ مخلص اور دیانتدار تھے، اس لیے ان کی یہ شکایات کسی جگہ بھی مسموع نہ ہوئیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نواب نجیب الدولہ کے ابتدائی دور حکومت میں ایک گاؤں موضع ہتاری یا ھرتاری (یا ہشتاری) آپ کے ماتحت تھا۔ بد قسمتی سے اس سال خشک سالی کے باعث پوری فصل حاصل نہ ہوسکی۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور شخص یہاں کا حاکم ہوتا تو جیسے تیسے سرکاری واجبات کی رقم پوری کر لیتا، مگر چونکہ آپ فطری طور پر نرم دل اور مہربان طبیعت واقع ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے محصولات کی وصولی کا کام اگلی فصل کے آنے تک موقوف کر دیا۔

شومئ قسمت سے اس دوران میں دہلی کے صدر الصدور نے رحمت اللہ نامی شخص کو اس علاقے کا محصل بنا کر بھیج دیا۔ رحمت اللہ کو علاقے کی محصولات کا چارج دیتے ہوئے آپ نے علاقے کے لوگوں پر چار سو سے کچھ اوپر قرض ظاہر کیا۔ ادھر پانی پت کے کچھ لوگ قاضی صاحب کے برادر بزرگ قاضی محمد فضل اللہ کے زمانے سے آپ کے خاندان سے خفا چلے آرہے تھے۔ انھیں ایک موقع ہاتھ آگیا اور رحمت اللہ محصل کو اپنے ساتھ ملا کر انھوں نے پہلے نواب نجیب الدولہ کے دربار میں آپ کے خلاف شکایات پہنچائیں۔ مگر چونکہ نواب نجیب الدولہ ذاتی طور پر قاضی صاحب کی امانت و دیانت سے مطمئن تھا، اس لیے اس نے ان شکایات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا، اس موقع کی کہانی بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں:

> "چونکہ عبد الجلیل میرے ساتھ قلبی عداوت رکھتا ہے۔ اس لیے اس نے رحمت اللہ نامی اہلکار کو نواب نجیب الدولہ کے لشکر میں بھیج دیا ہے۔ جہاں جا کر اس نے میری شکایات پہنچائیں، مگر یہ

[1] مکاتیب مرزا مظہر (قریشی) ص ۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شکایات مسموع نہ ہوئیں۔" [1]

نواب نجیب الدولہ کے لشکر سے مایوس ہوکر مخالفین کا یہ ٹولہ نواب افضل الدولہ کے دربار میں پہنچا۔ کیونکہ نواب نجیب الدولہ نے ان دنوں دوآبہ بشمول پانی پت کے انتظامی معاملات اسی کے سپرد کر رکھے تھے۔ چونکہ نواب افضل الدولہ سے قاضی صاحب کی ذاتی طور پر زیادہ شناسائی نہ تھی اور پھر اس کے لشکر میں بھی کوئی شناسا چہرہ موجود نہ تھا، اس لیے اس موقع پر آپ نے اپنے پیرومرشد حضرت مظہر سے امداد طلب [2] کی جس کے جواب میں انھوں نے آپ کو تحریر فرمایا:

فقیر نے آپ کی تحریر کے مطابق محمد حسن خانزادہ کو یہ لکھ بھیجا ہے کہ اگر کوئی شخص نواب نجیب الدولہ کے لشکر میں مولوی (قاضی) صاحب کی شکایت کرے تو مناسب ہوگا کہ اس کو دخل انداز نہ ہونے دیا جائے اور اس کی شکایت نہ سنی جائے اور اس مضمون سے خود نواب کو بھی مطلع کردیں اور رحیم خانزادہ کو بھی میں نے لکھ بھیجا ہے کہ وہ نواب افضل الدولہ کو مولوی صاحب (قاضی صاحب) کے کمالات سے آگاہ کرے اور اس طرح پانی پت کے لوگوں کی شکایت کا راستہ بند کردیں۔ آپ دل جمع رکھیں، آپ کے دشمنوں کے دونوں ہی لشکر ذلیل و خوار ہوں گے۔ رقعہ ملفوف رحیم خانزادہ کو پہنچائیں اور نواب افضل سے ملاقات بھی کرلیں۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ [3]

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر آچکا ہے کہ نواب نجیب الدولہ اور نواب افضل الدولہ دونوں ہی حضرت مظہر سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے لشکروں میں بھی حضرت مظہر کے عقیدت مندوں کی خاصی تعداد موجود تھی، چنانچہ حضرت مظہر کے مذکورہ بالا دونوں مکتوبات کا خاطر خواہ اثر ہوا اور دونوں لشکروں میں قاضی صاحب کو خاطر خواہ امداد ملی۔ اول الذکر خط کے مرسل الیہ محمد حسن خانزادہ اپنے جوابی خط میں حضرت مظہر کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے قاضی ثناء اللہ کے معاملے میں جو تحریر فرمایا ہے، سو عرض یہ ہے کہ ابھی تک حاسدوں نے اس معاملے میں رخنہ اندازی نہیں کی ہے اور امید واثق ہے کہ آپ کی توجہ کے باعث رخنہ اندازی ہو بھی نہ سکے گی۔ فی الوقت صورت حال یہ ہے کہ پانی پت سے تین آدمی آئے ہیں۔ مگر ابھی تک ان کے منہ کچھ نہیں ظاہر ہوا۔" [4]

---

[1] لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۵۲۔۵۳، مکتوب ۱۳، ۱۴

[2] لوائح، ص ۵۲، ۵۳، مکتوب ۱۳، ۱۴

[3] مکاتیب مرزا مظہر (قریشی) ص ۶۲، مکتوب ۱۶

[4] لوائح، ص ۱۱۲۔۱۱۳، مکتوب ۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس طرح دوسرے مکتوب الیہ رحیم خانزادہ نے بھی حوصلہ بخش جواب دیا اور لکھا:

''مولوی سناء (ثناء) اللہ کے مقدمہ کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ فی الوقت نواب (افضل الدولہ) روہتک گئے ہوئے ہیں۔ اگر کبھی اس طرف تشریف لائے تو بدل و جاں مولوی صاحب کے کام کی تکمیل ان کی حسب منشا ہوگی۔'' [1]

اسی طرح اس لشکر میں مولوی فتح خاں صاحب نے بھی، جو غالباً علاقے کے صدر الصدور تھے، [2] اس مضمون کا خط حضرت مظہر کو تحریر کیا اور لکھا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں، ہم یہاں موجود ہیں۔ ہم ان کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ [3]

## حضرت مظہر جانجاناں سے شکایات

ادھر تو یہ تدبیریں جاری تھیں، ادھر مخالفین نے ہر طرف سے مایوس ہو کر قاضی صاحب کے پیر خانے کا رخ کیا اور دہلی میں پہنچ کر حضرت مظہر کی خدمت میں قاضی صاحب کی جھوٹی سچی شکایات پہنچائیں، حضرت مظہر کو قاضی صاحب سے غایت درجے محبت تھی، اس لیے انھیں بھی ان شکایات سے صدمہ پہنچا، اس موقع پر انھوں نے قاضی صاحب کو سخت ترین خط لکھا ہے:

''برادرم یہ عجیب معاملہ ہے کہ جو کوئی بھی پانی پت سے آتا ہے تمہاری شکایات سے بھرا ہوا آتا ہے۔ معلوم نہیں آپ سے ایسا کون سا عمل سرزد ہوا ہے۔ اگر آپ کی سچائی اور دیانت داری لوگوں کی تکلیف کا باعث ہے تو ایسی سچائی سے گزر جایئے اور اپنے آپ کو رسوا نہ کیجیے۔ اپنی عزت و حرمت کی خاطر لوگوں کے جذبات کی رعایت رکھیے کیونکہ آپ کی بدنامی سے ہمارے بزرگوں کا طریقہ بدنام ہو رہا ہے اور یہ بات کوئی اچھی نہیں۔ منصب قضا وہ مصیبت ہے کہ جس نے آپ کے عیش و آرام اور عزت و حرمت کو برباد کر دیا ہے۔ بعض کینہ خصلت لوگوں کی وجہ سے دوسروں کو ناراض کرنا اور خود کو بدنام ٹھہرانا آپ کے کمالات ظاہر و باطن اور عقل و دانش سے بعید ہے۔'' [4]

حضرت مظہر کا یہ مکتوب کلمات طیبات کے مجموعہ میں شامل تھا۔ مگر کسی اور ذریعہ سے اس اجمال کی تفصیل اور حضرت مظہر کے اس سخت ترین خط کا پس منظر معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس مکتوب کی موجودگی میں

---

1. ایضاً، ص ۱۱۶۔ مکتوب ۵۵
2. مکاتیب مظہر (قریشی) ص ۱۱۳۔ مکتوب ۵۳
3. ایضاً، ص ۱۲۳۔ مکتوب ۶۰
4. ایضاً، ص ۲۲ تا ۲۳، مکتوب ۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قاضی صاحب کے منصب قضا کے متعلق پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا دفاع بہت مشکل تھا۔

خدا بھلا کرے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (حیدر آبادی) کا کہ انھوں نے خانقاہ ملا نسیم نور محل (اُچ شریف سوات) سے قاضی صاحب کے چار گراں قدر مکتوبات تلاش کر کے لوائح خانقاہ مظہریہ میں مندرج فرما دیے۔ جن میں اس خط کا مکمل جواب اور اس صورت احوال کی مکمل وضاحت موجود ہے، قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ارشاد ہوا ہے کہ جو کوئی پانی پت سے آتا ہے، تمہاری شکایات سے لبریز ہو کر آتا ہے۔ بندہ نواز عرض یہ ہے کہ میاں عبدالجلیل اور محمد شعیب مجھ سے خاندانی عداوت رکھتے ہیں۔ میں نے ان کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی، مگر بے سود۔ ان کی نظروں میں تو میرا وجود بھی کھٹکتا ہے، رہا سیف اللہ ولد عصمت اللہ، سو اس کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دس سال قبل میرے مرحوم بھائی کے زمانے سے ہم سے ناراض چلا آتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس ناراضی میں بھی میرا کوئی قصور نہیں، اور شیخ سیف اللہ کا حال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی مقدمہ لے کر آتے رہتے ہیں اور جو بات ان کی منشا کے خلاف واقع ہو جائے، خواہ وہ سراسر حق ہو تو وہ اس پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور اگر قاضی دیندار ہو تو اسے کلمہ حق کہنا ہی پڑتا ہے۔ ان چار افراد کے سوا پانی پت کے تمام لوگ بحمد اللہ مجھ سے خوش اور میرے شکر گزار ہیں۔ اور اگر ان چار افراد کے علاوہ اور کوئی شخص آپ سے میری شکایت کرے تو میں ہر وقت اس کی شکایت سننے اور دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔''[1]

یہاں تک تو زیر بحث مقدمے کی نوعیت اور اصلیت کے متعلق بحث تھی۔ چونکہ حضرت مظہر کے خط میں بعض اصولی اور بنیادی باتوں پر بھی اظہار خیال کیا گیا تھا، جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر آپ کی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے لوگ آپ سے ناراض ہوتے ہیں، تو آپ اس امانت داری اور سچائی سے گزر جایئے، اس اصولی بحث کے بارے میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''اور قطع نظر از تفصیل، مجملاً عرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دنیوی معاملے کی نسبت شکایت کرے تو بمقتضائے اصول کہ'' غلام اور اس کی مملوکہ اشیاء مالک کی ملکیت ہوتی ہیں'' میری جان اور میرا مال آپ کی ملکیت ہے۔ آپ حکم کریں، میں ہر طرح ان کو راضی کر دوں گا۔ یہاں تک کہ اگر مجھے اپنا حق بھی چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دوں گا، اور اگر وہ کسی دینی معاملے میں مجھ سے خفا ہیں تو یہ ان کے ضعف ایمان کی دلیل ہے اور میں اس پر مجبور ہوں، اور وہ جو آپ نے لکھا ہے کہ'' کمینہ خصلت

[1] لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۵۷، مکتوب ۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لوگوں کی وجہ سے دوسروں کو ناراض کرنا......'' بندہ نواز میں شرعی معاملات میں کسی شخص کو بھی دخل اندازی کا موقع نہیں دیتا اور اس سلسلے میں کسی شخص پر بھی اعتماد نہیں کرتا اور جہاں تک مخالفین کا تعلق ہے تو وہ تو ہر اس شخص کو جس کی میری ساتھ دوستی ہو خوامخواہ مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔''[1]

بہر حال مخالفین کو یہاں سے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر انھوں نے خود ہی مصالحت کی طرف پیش قدمی کی، جسے قاضی صاحب نے خندہ پیشانی سے قبول فرمالیا۔ حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

''پانی پت کے مخالفین کا آپ سے مصالحت پر آمادہ ہونا معلوم ہوا۔ آپ کا مقصد بھی چونکہ انتقام لینا نہ تھا، بلکہ محض دشمنوں کے شر سے بچنا تھا، نہ کہ کسی شخص کو تکلیف پہنچانا''[2] (اس لیے جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا)

مصالحت کا یہ واقعہ ۱۷۷۶ء میں اس وقت پیش آیا جب آپ ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔[3] جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مخالفت اور عداوت کا یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا، تاہم مخالفت اور عداوت کی یہ چنگاریاں وقتی طور پر تو دب گئی تھیں، مگر کسی بھی وقت شعلہ زن ہو سکتی تھیں۔ اس لیے حضرت مظہر ایک مکتوب میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں:

''لیکن مجھے پانی پت میں آپ کی برادری کے خبث و نفاق سے اطمینان نہیں ہے، اس لیے کہ مجھے آپ کے خاندان سے جو محبت د تعلق ہے، اس کی بنا پر میں اس قسم کی باتوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''[4]

## (ج) نواب افضل الدولہ

نواب نجیب الدولہ ہی کے عہد حکومت میں قاضی صاحب کا انتظامی تعلق اس کے چھوٹے بھائی نواب افضل الدولہ سے بھی رہا۔ نواب افضل الدولہ نواب نجیب الدولہ کا چھوٹا بھائی اور اس کا دست راست اور معاون تھا، قاضی صاحب کے ایک مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ نواب نجیب الدولہ نے پانی پت اور نواح پانی پت کا انتظام و انصرام اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر رکھا تھا۔[5] علاوہ ازیں وہ نواب نجیب الدولہ کی

1. لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۵۶۔ مکتوب ۱۵
2. مکاتیب مرزا مظہر (قریشی) ص ۱۰۵، مکتوب ۷۲
3. دیکھیے: سطور ذیل، ذکر ملا رحیم داد روہیلہ
4. مکاتیب (قریشی)، ص ۱۰۵، مکتوب ۷۲
5. لوائح ص ۵۳۔ م ۱۳، مکتوب ۵۔ و ۱۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جانب سے سکھوں کی سرکوبی پر بھی مامور تھا[1] اس کے انتظامی دور میں قاضی صاحب کے خلاف مذکورہ مخالفت اور عداوت کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ جیسا کہ گزرا مخالفین نے اس کے کان بھرنے کی بھی کوشش کی، مگر جب آپ کی سفارش پر حضرت مظہر نے نواب افضل الدولہ کے امام [2] اور ایک فوجی افسر رحیم خانزادہ کو خطوط لکھے اور قاضی صاحب کو بھی لکھا کہ آپ خود بھی نواب افضل سے ملاقات کریں [3] تو اس طرح یہ فتنہ دب گیا، قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ نواب افضل سے آپ کی ملاقات ہوئی اور وہ آپ کا قدر دان ہو گیا۔[4]

## (د) نواب ضابطہ خان (م ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء)

اگرچہ صاحب مآثر الامراء کا بیان ہے کہ نواب نجیب الدولہ کی وفات (۱۷۷۰ء) کے بعد اس کی تمام جاگیر و محالات پر نواب ضابطہ خان متصرف و قابض ہو گیا تھا۔[5] مگر حضرت مظہر کے مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ اسے اس جاگیر پر اپنا حق ثابت کرنے اور ان کا قبضہ لینے کے لیے ایک خاصی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ اس کا پہلا مقابلہ اس کے اپنے بھائی نواب کلو خان سے ہوا۔ حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

"نواب ضابطہ خان نے اپنے بھائی کلو خان پر فتح پانے کے بعد دوآبہ محالات پر اختیارات کا استعمال شروع کر دیا ہے اور وہ ان علاقوں میں اپنے فوجی دستے بھیج رہا ہے۔"[6]

اس مکتوب میں یہ بھی تحریر ہے کہ بادشاہ (شاہ عالم ثانی) فرخ آباد تک پہنچ چکا ہے۔ مؤرخین کے مطابق یہ واقعہ ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء کا، یعنی نجیب الدولہ کی وفات کے کم و بیش ایک سال بعد کا ہے۔ گویا اسے اپنا حق تصرف حاصل کرنے کے لیے کم و بیش ایک سال کا عرصہ لگا۔ لیکن نواب نجیب الدولہ کے اس فرزند ارجمند کو ایک سال بھی اپنے مقبوضات سے متمتع نہ ہونے دیا گیا، چنانچہ بادشاہ کی آمد دہلی (یکم شوال ۱۱۸۵ھ/۱۷۷۲ء) کے موقع

---

[1] حالات کے لیے دیکھئے نور الدین فخری: An Account of Najibuddoula، ص ۷۲، ۱۱۰، ۱۱۳

[2] لوائح، ص ۵۲۔ مکتوب ۱۳

[3] مکاتیب (قریشی)، ص ۲۲، مکتوب ۱۶

[4] اس کا نمایاں قرینہ یہ ہے کہ لوائح خانقاہ مظہریہ میں (ص ۱۴۴۔۱۴۵، مکتوب ۷۷) ایک مکتوب ملتا ہے، جس کے کاتب کا نام محمد افضل ہے۔ اس میں محمد منیر خان اور نواب غالباً نجیب الدولہ وغیرہ کے ذکر سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ خط نواب افضل الدولہ کا ہے۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ قاضی صاحب کو بھی سلام لکھا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قاضی صاحب کی ذات سے متاثر تھا۔

[5] مآثر الامراء، ۳: ۱۷ (اردو ترجمہ)

[6] مکاتیب مرزا مظہر (مرتبہ قریشی)، ص ۶۱، م ۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پر اسے ان تمام علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔[1]

علاقے کے حاکم یا گورنر ہونے کی حیثیت سے قاضی صاحب کا نواب ضابطہ خان سے بھی ضرور محکمانہ تعلق رہا، اسی بنا پر حضرت مظہر اور قاضی صاحب کے درمیان مذکورہ بالا طریقے پر اس کی خبروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ اور پھر وہ نواب نجیب الدولہ کا جانشین اور نواب نجف خاں سے برسر جنگ بھی تھا۔ مؤخر الذکر ان دونوں بزرگوں کے ناپسندیدہ افراد میں سرفہرست تھا، اس لیے ان دونوں حضرات کی ہمدردیاں بھی اس کے ساتھ تھیں[2] مگر اس سے زیادہ دونوں کے تعلقات میں پیش قدمی نظر نہیں آتی۔

### (ھ) نواب نجف خان ذوالفقار الدولہ (م ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء)

یکم شوال ۱۱۸۶ھ/جنوری ۱۷۷۲ء میں جب بادشاہ دہلی نے مرکز سلطنت دہلی میں کئی سالہ جلاوطنی کے بعد قدم رکھا تو نواب ضابطہ خاں دہلی سے فرار ہو گیا اور نواب نجف خاں ذوالفقار الدولہ نے آگے بڑھ کر دوآبہ سمیت اس کے تمام محالات پر قبضہ کر لیا۔[3] نواب نجف ایک ایرانی النسل امیر اور نواب صفدر جنگ کا برادر نسبتی تھا۔ وہ پہلے الٰہ آباد کے قلعے کے داروغے نواب محمد قلی کے ہاں ملازم ہوا۔ مگر بعد ازاں اس نے نواب قاسم علی خاں سے تعلق پیدا کر لیا۔ جنگ بکسر (۱۷۶۷ء) کے بعد اس نے انگریزوں کے لیے خدمات انجام دیں۔ پھر جب شاہ عالم ثانی عازم دہلی ہوا تو انگریزوں نے اس کو بادشاہ کے ساتھ سپہ سالار بنا کر مامور کیا۔ اس نے آتے ہی روہیلہ سردار نواب ضابطہ خان کو نکال باہر کیا۔[4]

نواب نجف خان ایک طرف انگریزوں اور ان کے حلیف مرہٹوں کا وفادار تھا اور دوسری طرف متعصب شیعہ ہونے کی بنا پر سنی روہیلوں اور ان کے حمایتیوں کا سخت ترین دشمن تھا۔ اسی بنا پر اس کے عہد حکومت میں اکابر اہلسنت مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت مظہر جانجاناںؒ اور خود قاضیؒ صاحب کو بھی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت مظہر کی المناک شہادت اسی عہد کا ایک بدترین سانحہ ہے۔[5]

معلوم ہوتا ہے کہ نواب نجف خان کے برسر اقتدار آتے ہی پانی پت میں سوئے ہوئے فتنے ایک مرتبہ پھر جاگ اُٹھے اور سلگتی ہوئی چنگاریاں پھر شعلہ جوالہ بننے لگیں۔ صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اصل مسئلہ کیا تھا،

---

[1] دیکھیے مآثر الامراء ۳:۱۰۶، اردو ترجمہ؛ نیز پولیر: شاہ عالم ثانی کے عہد کا دربار دہلی، ترجمہ نصیب اختر، کراچی، ص ۳۷۔۳۸

[2] مکاتیب (قریشی)، ص ۳۴، مکتوب ۳۲، ص ۵۱، مکتوب ۳۷، ص ۴۶، م ۳۳، ص ۴۷، م ۵۴، ص ۱۶۵، م ۱۱۰ وغیرہ

[3] مآثر الامراء بمحل مذکور۔

[4] اس کے حالات کے لیے، مآثر الامراء، ۲:۱۰۴ تا ۱۰۷، مع حواشی؛ عہد بنگش، ص ۲۳۲۔م ۲۳؛ The Fall of Mughal Empire، ۳:۱۹۱، ۲۳۰ وغیرہ

[5] دیکھیے: کلمات طیبات، م ۴۳، محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۱۸۔۱۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن حضرت مظہر کے ایک مکتوب کے ایک جملے ''معلوم نہیں ہوا کہ نجف خاں پر آپ کا حق و باطل ظاہر ہوا یا کہ نہیں'' [۱] سے متبادر ہوتا ہے کہ معاملہ تشویشناک تھا۔

تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اسے آپ کے خلاف، آپ کی دیانت داری کی بنا پر کوئی قدم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی یا اسے اس کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت مظہر کے بعض خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ نجف خان کے لشکر میں گزارا تھا۔ [۲]

## (و) نواب مجد الدولہ عبدالاحد خان (م ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء)

بعض مآخذ سے واضح ہوتا ہے کہ نواب نجف خان زیادہ دیر تک دوآبہ کے محالات (بشمول پانی پت) پر اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکا اور نواح ۱۱۸۷ھ/۷۳-۱۷۷۲ء میں یہ تمام علاقہ نواب مجد الدولہ کی تحویل میں آ گیا۔ [۳]

نواب عبدالاحد الملقب بہ مجد الدولہ نواب عبدالمجید کشمیری، احمد شاہ کے بخشی سوم کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۱ء میں شاہ عالم کے پاس مرہٹوں کا وکیل بن کر فرخ آباد پہنچا۔ ۱۱۸۷ھ/۱۱-۱۷۷۳ء میں حسام الدولہ کی جگہ نائب وزیر بنا دیا گیا۔ [۵] دربار دہلی میں اس کا قریبی حریف نواب نجف خاں تھا۔

نواب مجد الدولہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر کا عقیدت مند تھا۔ لیکن جب اسے ۱۱۸۷/۱۸۸۳ء میں دربار شاہی کا تقرب اور رسوخ حاصل ہو گیا تو اس کے مزاج میں تبدیلی آ گئی۔ یہی موقع تھا جب قاضی صاحب نے اپنے ایک ضروری کام کے سلسلے میں حضرت مظہر سے اس کے نام ایک سفارشی رقعہ طلب کیا تو حضرت مظہر نے اس بنا پر معذرت کر لی کہ نواب مجد الدولہ نے ترقی پا کر حضرت مظہر کے ساتھ خود کوئی بھی رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور فرمایا کہ جونہی اس کی جانب سے کوئی رقعہ وغیرہ ملا، وہ فوراً سفارشی خط ارسال کر دیں گے۔ [۵] لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نواب مجد الدولہ اپنی روش پر قائم رہا اور اس نے مسند نشین خانقاہ مظہریہ

---

۱ مکاتیب (قریشی)، مکتوب ۱۰۵

۲ اس امر کی شہادت یوں ملتی ہے کہ حضرت مظہر نے اپنے متبنی شاہ علی کے بارے میں افسوس کے ساتھ تحریر فرمایا کہ وہ رافضیوں کے لشکر میں شامل ہو گیا ہے (مکاتیب، ص ۱۶۰، م ۱۰۵) جس سے غالباً نواب نجف خان ہی کا لشکر مراد ہے۔ بعد میں انھوں نے قاضی صاحب کو لکھا کہ وہ انھیں شاہ علی کے حالات معلوم کر کے اطلاع دیں (ص ۱۶۳، م ۱۵۸) ایسا بھی ممکن ہے کہ جب خود قاضی صاحب لشکر کے ساتھ منسلک ہوں، بہرحال یہ قیاس ہے۔

۳ دیکھیے: مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۲۴، م ۸۴: نیز پولیر، کتاب مذکور، ص ۶۷ وغیرہ

۴ امتیاز علی عرشی: وقائع عالم شاہی، ص ۱۸۱-۱۸۳: مآثر الامراء، ۳: ۲۶۴-۲۶۵

۵ مکاتیب، قریشی، ص ۷۷، مکتوب ۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے رابطہ قائم کرنا اپنی کسر شان سمجھا۔ چنانچہ حضرت مظہر نے قاضی صاحب کے کام کے سلسلے میں دربار دہلی کے دوسرے رؤساء نواب ابوالقاسم اور نصیر الدین خان کے نام خطوط تو ارسال کیے، مگر نواب مجد الدولہ کے نام خط نہ لکھا۔[۱]

## (ز) نواب ابوالقاسم (م ۱۱۹۹ھ/۱۷۷۶ء)

نواب ابوالقاسم جن کا سطور بالا میں ذکر آیا، نواب مجد الدولہ کا بھائی اور نہایت زیرک شخص تھا۔ وہ اگرچہ اپنی دونوں ٹانگوں سے معذور تھا۔ لیکن وہ اپنی انتظامی صلاحیتوں اور جرات و بہادری کی بنا پر خصوصی شہرت کا حامل تھا۔ اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ نواب مجد الدولہ نے عملی طور پر دوآبہ بشمول پانی پت کے انتظامی معاملات اسی کے سپرد کر رکھے تھے۔[۲] چنانچہ جیسا کہ سطور بالا میں گزرا، حضرت مظہر نے قاضی صاحب کی سفارش کے لیے اسی کے نام مکتوب ارسال کیا تھا۔

نواب ابوالقاسم پانی پت کا منتظم ہونے کی بنا پر سکھوں اور نواب ضابطہ خان کی سرکوبی کے لیے بھی مامور تھا۔ چنانچہ وہ ۱۱ مارچ ۱۷۷۶ء/۱۱۹۹ھ میں نواب ضابطہ خان کے خلاف بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔[۳] حضرت مظہر کے ساتھ، نہ صرف اس کے، بلکہ اس کے اہل خاندان کے تعلقات بھی نہایت خوشگوار تھے، اسی بنا پر حضرت مظہر کو اس کی وفات پر از حد صدمہ ہوا،[۴] اس موقع پر حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا:

> "نواب ابوالقاسم خان کی شہادت کا سانحہ، جس نے میرے دل کو داغ داغ کر دیا ہے، بروز جمعرات ۲۳ محرم کو پیش آیا۔ نواب نے خوب مردانگی دکھائی۔ خدا تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔"[۵]

## (ح) ملا رحیم داد روہیلہ (م ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء)

ملا رحیم داد روہیلہ نواب ابوالقاسم کی وفات کے بعد اس علاقے کا حاکم بنا۔[۶] وہ تقریباً دو سال تک اس علاقے کا حاکم رہا۔ وہ حضرت مظہر کے خصوصی عقیدت مندوں میں سے تھا۔ حضرت مظہر کے بقول: وایں مرد بافقیر معرفتے دارد[۷] (یہ شخص فقیر کے ساتھ شناسائی رکھتا ہے) اسے بھی نواب مجد الدولہ نے اس علاقے کا ناظم

۱۔ ایضاً بحل مذکور

۲۔ ایضاً، بحل مذکور

۳۔ پولیر، ص ۶۴

۴۔ مکاتیب مرزا مظہر (قریشی)، ص ۱۲۸، م ۸۷

۵۔ ایضاً، ص ۸۴۴

۶۔ ایضاً، ص ۱۲۴

۷۔ ایضاً ص ۱۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقرر کیا تھا، حضرت مظہر تحریر فرماتے ہیں:

"ملا رحیم داد روہیلہ، جو جٹ قوم سے تعلق رکھتا ہے، ہزیمت خوردہ یہاں پہنچا، نواب مجد الدولہ نے اس کو علاقہ جات پانی پت، سونی پت اور کرنال وغیرہ جاگیر کے طور پر دے کر اس امید پر کہ وہ سکھوں کا مقابلہ کرے گا اور سرہند کا قبضہ واپس لے گا، بارہ ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ اپنا ملازم رکھ لیا ہے۔"[۱]

ملا رحیم داد ابتداءً نجف خان کا ملازم تھا، بعد ازاں اس نے نواب مجد الدولہ کی حمایت و تائید شروع کر دی۔ پولیر اس کے متعلق لکھتا ہے:

سونی پت اور پانی پت کے علاوہ اس سے متصل دو پرگنے بھی اس کو اس لیے دیے گئے کہ وہ ان کی آمدنی سے ان دستوں کے، جو اس وقت سات ہزار پیدل اور تین ہزار سواروں پر مشتمل تھے، اخراجات برداشت کرے۔ علاوہ ازیں اسے ان علاقوں کے سیاہ وسفید کا مالک بھی بنا دیا گیا تھا۔[۲]

بعض دیگر مآخذ کے مطابق وہ پانی پت کا صوبے دار[۳] اور ہانسی کا بھی حاکم تھا،[۴] بہر حال جلد ہی اس نے اپنی طاقت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا اور پھر اس نے سکھوں کے خلاف عملی جہاد کا آغاز کر دیا۔ ملا رحیم داد روہیلہ کی یہ انتہائی سعادت تھی کہ اس جہاد میں اسے حضرت مظہر کے متعدد خلفا بالخصوص حضرت قاضی صاحب اور میاں احسان احمد وغیرہ کی نہ صرف تائید و حمایت حاصل تھی، بلکہ ان کی ہم رکابی کا بھی اسے شرف حاصل ہوا، خود قاضی صاحب تین فرزندوں سمیت اس کے لشکر میں کافی عرصہ مقیم رہے۔

تاہم تدبیر کا یہ سپاہی تقدیر کے سامنے بے بس ہو گیا اور جنید کی فتح (۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء) سے واپس لوٹتے ہوئے سکھوں نے عقب سے حملہ کر کے اسے قتل اور اس کے لشکر کو غارت کر دیا۔[۵]

حضرت مظہر کو اس نوجوان سے بڑی توقعات تھیں، اسی لیے اس کی وفات کا انھیں از حد صدمہ ہوا، ایک مکتوب میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

"گزشتہ روز سے ملا رحیم داد روہیلہ اور لشکر اسلام کی تباہی کی وحشت انگیز خبر مشہور ہے۔"[۶]

---

۱ پولیر، کتاب مذکور، ص ۷۰

۲ ایضاً ص ۶۸

۳ خوش ونت سنگھ History of the Sikhs، ۱: ۱۷۳

۴ محمد حسن خلیفہ: تاریخ پٹیالہ، مطبوعہ امرتسر، ص ۱۸۷

۵ پولیر، کتاب مذکور، ص ۸۹

۶ مکاتیب مرزا مظہر (قریشی)، ص ۱۳۱، مکتوب ۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک اور خط میں حضرت مظہر نے ملا رحیم داد روہیلہ کی شہادت کو فتنۂ عظمیٰ قرار دیا ہے، جس سے اس واقعے کی سنگینی کا احساس ہوتا ہے۔

قاضی صاحب اس کے دوسالہ دور گورنری (۱۷۷۶ـ۱۷۷۸ء) کے دوران میں اس سے بکثرت ملتے رہے، بعض اوقات حضرت مظہر اشتیاق بھرے لہجے میں قاضی صاحب کو تحریر فرماتے کہ ملا رحیم داد کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال لکھ بھیجیے۔[۱]

بعدازاں یہ ملاقاتیں قاضی صاحب کی لشکر ملا رحیم داد میں شمولیت کا ذریعہ بن گئیں، حضرت مظہر رقم طراز ہیں:

> "برخوردار عبدالاحد کی زبانی، جو بیگمی صاحبہ (والدۂ قاضی صاحب) کے ہمراہ یہاں (دہلی) آئے، معلوم ہوا کہ آپ مع میر صاحب اور تین صاحبزادوں کے ملا رحیم داد کے لشکر میں تشریف لے گئے ہیں، خدا تعالیٰ اس حرکت کو بابرکت کرے۔"[۲]

قاضی صاحب اس کے لشکر میں ایک ماہ سے کچھ اوپر مقیم رہ کر واپس تشریف لائے،[۳] آپ کا یہ سفر اپنی محکمانہ فرائض کی بجاآوری کے علاوہ جہاد کی عملی تربیت کے لیے بھی تھا، اس لیے کہ سکھوں کا فتنہ اس دور کے اہم ترین فتنوں میں سے ایک تھا۔ قاضی صاحب کے علاوہ اس کی فوج میں سرہند کے پیرزادے[۴] اور خانقاہ مظہریہ کے متعدد متوسلین (مثلاً میاں احسان احمد وغیرہ) بھی شامل رہے، جب اس کے لشکر پر سکھوں نے عقب سے حملہ کیا تو اس وقت بھی خانقاہ مظہریہ کے متعدد متوسلین اس کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ ملا رحیم داد روہیلہ کے ہاں قاضی صاحب کا خاص ادب و احترام تھا، اس لیے حضرت مظہر نے اپنے دو خصوصی مرید حافظ محبوب علی اور عزیز خان روہیلہ کو آپ ہی کی وساطت سے ملا رحیم داد کے لشکر میں بھیجا تھا اور آپ ہی کو ان کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی تھی۔[۵]

علاوہ ازیں ملا رحیم داد نے حضرت مظہر کے لیے جو پروانہ تنخواہ جاری کیا تھا، اسے بھی قاضی صاحب ہی نے اپنے پیر و مرشد کو ارسال کیا تھا۔[۶] گو حضرت مظہر نے اسے وصول کرنے سے حسب سابق انکار فرما دیا تھا۔

---

۱۔ مکاتیب مرزا مظہر (قریشی)، ص ۱۰۰، مکتوب ۶۹

۲۔ ایضاً، ص ۹۴، مکتوب ۶۶

۳۔ ایضاً، ص ۹۴، یہ خط محرم الحرام کا ہے، جبکہ واپسی کا خط ۱۲ ربیع الاول کو تحریر کیا گیا ہے (مکاتیب مرزا مظہر، دیکھیے ص ۱۰۲، مکتوب ۷۱)

۴۔ ایضاً، ص ۱۲۵، مکتوب ۸۵

۵۔ ایضاً، ص ۹۹، مکتوب ۶۹

۶۔ ایضاً، ص ۱۰۲، مکتوب ۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ملا رحیم داد کے لشکر سے قاضی صاحب کی مع صاحبزادگان واپسی بھی بڑے دلچسپ طریقے سے ہوئی۔ پہلے قاضی صاحب کے بڑے صاحبزادے قاضی احمد اللہ واپس آئے جو علاقہ کی محصولات ربیع کی وصولی پر مامور تھے۔[1] بعدازاں قاضی صاحب کو ان کی والدہ نے اپنے بقیہ صاحبزادوں سمیت پانی پت طلب فرما لیا، کیونکہ وہ مولوی دلیل اللہ کی منگنی کرنا چاہتی تھیں۔[2] اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد ملا رحیم داد نے ہانسی کا سفر اختیار کر لیا، جس سے واپس آتے ہوئے علاقہ جنید میں وہ مارا گیا۔

## نواب مجد الدولہ اور ملا رحیم داد روہیلہ سے قاضی صاحب کا خصوصی کام

اس مقام پر آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سوال کو پہلے صاف کر لیا جائے۔ نواب مجد الدولہ اور ملا رحیم داد روہیلہ کے اس دور گورنری میں تکرار کے ساتھ قاضی صاحب کے ایک کام کا ان کے ساتھ متعلق ہونا مذکور ہوا ہے، لیکن چونکہ مآخذ میں اس خصوصی کام کی تفصیل غیر دستیاب ہے، اس لیے کوئی ناواقف شخص کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

نواب مجد الدولہ نے جس زمانے میں ترقی پائی، اوپر گزرا کہ قاضی صاحب نے حضرت مظہر سے درخواست کی کہ وہ انھیں اس کے نام ایک سفارشی رقعہ مرحمت فرما دیں، جس سے حضرت مظہر نے معذرت فرمالی اور اس کے بجائے نواب ابو القاسم اور نصیر الدین خان کو خطوط ارسال فرمائے۔ اسی قسم کی تصریحات ملا رحیم داد روہیلہ کے بارے میں بھی ملتی ہیں، چنانچہ حضرت مظہر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”ملا رحیم داد روہیلہ کی اچھائی میں شبہ نہیں، خدا کرے کہ پانی پت کے احباب (قاضی صاحب وغیرہ) کا مسئلہ اس مرد بزرگ کے زمانے میں خاطر خواہ طریقے سے حل ہو جائے۔“[3]

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

> ”ملائے مذکور (ملا رحیم داد) کے ساتھ آپ کا جو مسئلہ متعلق تھا، اس کے حل کی کوئی امید بندھی یا بے فائدہ لشکر میں شامل ہونے کی مشقت اُٹھائی؟“[4]

ان خطوط میں مسئلے اور کام وغیرہ کا ذکر تو ملتا ہے۔ مگر اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی اور چونکہ لوگ عموماً حکمرانوں کے پاس مناصب جلیلہ یا منافع عظیمہ کا لالچ لے کر جاتے ہیں، اس لیے اس مقام پر بھی اس قسم کی

---

[1] ایضاً، ص ۱۹۴، مکتوب ۱۳۴

[2] مکاتیب مرزا مظہر (قریشی)، ص ۱۰۲، مکتوب ۷۱

[3] مکاتیب مرزا مظہر، ص ۱۲۵، مکتوب ۸۵

[4] ایضاً، ص ۱۳۱، مکتوب ۸۸

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، بنابریں سوال یہ ہے کہ آیا قاضی صاحب بھی ان حکمرانوں سے کوئی ایسا ہی کام متعلق رکھتے تھے اور اسی کام کے حصول کے لیے پریشان رہتے تھے؟

ہمارے خیال میں اگر قاضی صاحب کی تربیت باطنی اور خود اس ماحول کو پیش نظر رکھا جائے تو اس سوال کا جواب مکمل طور پر نفی میں ہے، اس لیے کہ اگر قاضی صاحب کو کوئی عہدہ یا جاگیر درکار تھی تو اس کے لیے انھیں دربار دہلی کی جانب رجوع کرنا چاہیے تھا، جہاں حضرت مظہر کے حلقۂ اثر کے علاوہ قاضی صاحب کا خاندانی اثر ورسوخ بھی آپ کی دستگیری کرسکتا تھا، قاضی صاحب کے نانا نواب صادق بہادر جنگ دربار دہلی کے ایک شش ہزاری منصب دار رہ چکے تھے۔

پھر ان کے دونوں صاحبزادے یعنی نواب شاکر علی خان اور نواب عنایت علی خان، جو رشتے میں آپ کے حقیقی ماموں تھے، دربار دہلی کے ممتاز عہدے دار و منصب دار تھے، انھیں میں سے اول الذکر شاہ عالم ثانی کے دیوان کے منصب عظمیٰ پر فائز تھے۔[1] ان حالات میں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا تو یہ حضرات ضرور اپنے بھانجے کی معاونت فرماتے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی تمناؤں کے استتقائی مرض کے ساتھ بھلا فقر وسلوک اور خود حضرت مظہر کے ساتھ نباہ کیونکر ممکن تھا۔ مزید برآں قاضی صاحب کی اپنی سیرت و عادت بھی اس جاہ طلبی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

اس لیے ہمیں اصل مسئلے کو جاننے کے لیے ایک مرتبہ پھر اس دور کے معاشی اور اقتصادی حالات پر نظر ڈالنا ہوگی، یہ دور ہندوستان کی تاریخ میں بلاشبہ نظم ونسق کے فقدان اور معاشی و اقتصادی لوٹ مار کا دور سمجھا جاتا ہے۔ بقول سرجدو ناتھ:

> ''شاہ عالم کا خزانہ خالی تھا، خالصہ کی تمام جاگیریں قبضے سے نکل چکی تھیں، محلات شاہی کے گرانقدر جواہرات ایک ایک کرکے جوہریوں اور کباڑیوں کے ہاں فرخت کیے جاچکے تھے، قلعے کی عمارت مرمت طلب تھی، فوج کی چھ مہینے کی تنخواہ واجب الادا تھی، اس پر طرہ یہ کہ مرہٹوں کی خون آشام تلواروں کو روکنے کے لیے وقتاً فوقتاً انھیں بھی بڑی بڑی رقوم دینا پڑتی تھیں۔''[2]

جبکہ اس دور کا ایک عینی گواہ پولیر لکھتا ہے:

> ''اس وقت بادشاہ کے حالات نہایت سنگین تھے۔ اس کی فوجیں جو محصولات کی وصولی کے لیے

---

[1] دیکھیے: مآثر الامراء ذکر نواب صادق خان، نیز Eliot and Dowson: تاریخ ہند، ج ۷۔ جہاں نواب شاکر کے ایک قلمی تذکرہ کا ذکر ہے۔

[2] سرجدو خان: Fall the Mughal Empire، ۳: ۵۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ادھر ادھر روانہ کر دی گئی تھیں اب دارالحکومت دہلی میں جمع تھیں اور اپنی تنخواہوں کے لیے شور مچا رہی تھیں۔"[۱]

غور فرمایئے کہ جب مرکزی حکومت کے شاہی ملازمین کا یہ حال تھا کہ انھیں اپنی تنخواہیں بروقت نہیں مل رہی تھیں تو دیگر صوبوں اور پرگنوں کے سرکاری عمال اور ملازمین کے حالات کا خود قیاس کیا جاسکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر جگہ افراتفری اور انتشار کی کیفیت تھی۔ حضرت مظہر کے خلیفہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی (م۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) اپنے ایک خط میں صاحبزادہ اسد اللہ کی جانب سے تحریر فرماتے ہیں:

"عرض یہ ہے کہ والدہ میر مصاحب کو تسلی دیجیے کہ وہ اطمینان رکھیں، فی الوقت یہاں حالت یہ ہے کہ پانچ مہینوں سے بالکل تنخواہ نہیں مل رہی۔"[۲]

اس طرح حضرت مظہر میاں محمد مراد کے وظیفے کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

"میاں محمد مراد کی تنخواہ کا حال یہ ہے کہ عمال حکومت کی مسلسل تبدیلی کے باعث اس سال پورے سال کی تنخواہ ضائع ہوگئی۔"[۳]

اسی مکتوب میں، جو قاضی صاحب کو ملا رحیم داد کے لشکر میں شمولیت کے موقع پر تحریر کیا گیا، مرزا مظہر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

"رائے کیول رام نے اپنے باپ کو لکھا ہے کہ ماضی کی تنخواہ وصول نہیں ہوسکی اور حال و مستقبل کی بھی کوئی امید نہیں۔"[۴]

ان آثار کی روشنی میں ہم ان حالات کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، جن حالات نے اس زمانے میں قاضی صاحب سمیت تمام سرکاری ملازمین گزر رہے تھے، واقعہ یہ ہے کہ نواب نجیب الدولہ کی وفات (۱۰ رجب ۱۱۸۴ھ/۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء) کے بعد یہ تمام علاقہ ایک طرح سے مسلسل خانہ جنگی کی زد میں تھا۔ پہلے نجیب الدولہ کے دو بیٹوں ضابطہ خان وکلو خان کے مابین لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر فاتح رہا، مگر اسے جلد ہی مرہٹوں اور نجف خان کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑا، جس کی بنا پر یکم شوال ۱۱۸۵ھ/۶ جنوری ۱۷۷۲ء کو اس علاقے میں اس کی بساط حکومت لپیٹ دی گئی۔

---

۱۔ پولیر، شاہ عالم کا دربار دہلی، ص۴۱
۲۔ لوائح، ص۸۶، مکتوب ۳۷
۳۔ مکاتیب (قریشی)، ص۹۵، مکتوب ۶۶
۴۔ ایضاً، ص۹۵، مکتوب ۶۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بعد ازاں نواب نجف خان کی عملداری شروع ہوئی، جو جلد مجد الدولہ کی حکومت سے ختم ہوگئی۔ مجد الدولہ نے یکے بعد دیگرے اس علاقے پر متعدد عمال تبدیل کیے۔ اس طرح عمال حکومت کی تبدیلی کی بنا پر سرکاری ملازمین اپنے سرکاری واجبات کی وصولی سے محروم رہے۔

علاوہ ازیں دوآبہ کا یہ علاقہ زرخیز ہونے کی بنا پر ہمیشہ تاخت و تاراج کی زد میں رہا۔ مثلاً حضرت مظہر ایک خط میں اس علاقے کی زبوں حالی کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

گنگا و جمنا کا درمیانہ علاقہ خاک ہوگیا ہے۔[۱]

اور پانی پت میں تو ہمیشہ سکھوں کا ہنگامہ بپا رہتا ہے۔[۲]

اس خانہ جنگی، لوٹ مار اور عمال حکومت کی تبدیلی کا اثر سرکاری ملازمین پر بہت واضح طور پر ہوا اور ان کی اکثریت فاقوں کا شکار ہونے لگی۔

بعض مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں خود قاضی صاحب کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ متعدد شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ان دنوں خرچ کی تنگی میں مبتلا تھے، جس کی وجہ ان کے سرکاری واجبات (تنخواہ وغیرہ) کی عدم وصولی و عدم دستیابی تھی، جن دنوں آپ ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر میں شمولیت کے لیے لشکر گاہ کا رخ کر رہے تھے، انھی دنوں حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا:

''تمہاری والدہ یہاں پہنچی ہیں وہ تمہارے اخراجات کی جانب سے فکرمند ہیں۔''[۳]

رفتہ رفتہ ہاتھ کی تنگی معاشی مشکلات کی صورت اختیار کر جاتی ہے، حضرت مظہر قاضی صاحب کو دہلی آنے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اور احمد اللہ کو جلد یہاں لائے اور رمضان المبارک کی فتوحات میں شامل کرے اور آپ کی جملہ مشکلات کے حل ہونے اور مقاصد کے پورا ہونے کا خاطر خواہ بندوبست کرے۔''[۴]

اور پھر یہاں تک نوبت آپہنچی کہ حضرت مظہر قاضی صاحب کے فرزند ارجمند مولوی دلیل اللہ کو دہلی طلب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے آنے جانے کا خرچہ مجھ پر ہوگا، کیونکہ آپ کے ہاتھ کی تنگی کا بخوبی علم ہے۔[۵]

---

۱۔ مکاتیب مرزا مظہر، ص ۹۷، مکتوب ۶۷

۲۔ ایضاً، ۱۲۸، مکتوب ۸۶

۳۔ ایضاً، ص ۶۹، ۹۴، ۹۴، ص ۹۴، مکتوب ۶۶

۴۔ خلیق خان انجم، مکاتیب مرزا مظہر، ۷۱، مکتوب ۵۱

۵۔ ایضاً، ص ۱۵۱، مکتوب ۱۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علاقے کے حاکم ہونے کی حیثیت سے نواب مجد الدولہ، نواب ابو القاسم اور ملا رحیم داد روہیلہ قاضی صاحب کی بروقت تنخواہ ادا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ ایک انتشار کی بنا پر وہ اس اہم ذمہ داری سے بے خبر تھے، مزید برآں یہ معاملہ ایک دو مہینوں کا نہیں بلکہ کئی سالوں کا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تنخواہ واجب الادا تھی، بہر حال قاضی صاحب کا یہی وہ خصوصی کام تھا، جو ان گورنروں یا صوبہ داروں سے متعلق تھا۔ اس تمام تفصیل کو پیش نظر رکھنے سے ہر قسم کی غلط فہمیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

## ملا رحیم داد روہیلہ کی شہادت کے بعد کے حالات

مشہور انگریز سیاح پولیر کی تصریح کے مطابق ملا رحیم داد کی شہادت کے بعد اس کے تمام مقبوضات پر ایک سکھ لیڈر رامریک سنگھ نے قبضہ کر لیا تھا۔ جنھیں ڈگ کو فتح کرنے کے بعد نجف خان نے اپنے ایک جرنیل نجف قلی خان کو ایک فوج کے ساتھ بھیج کر واگزار کرایا۔[۱]

اس طرح علاقے پر نواب نجف خان کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔

غالباً اسی زمانے میں یہ تمام محالات خواجہ عبید خان کو تفویض کرنے کی تجویز ہوئی، جو بالکل ہی ناقابل اعتماد شخص تھا، اس موقع پر حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا:

> ''اب یہ علاقے خواجہ عبید خان کو وراثت میں مل گئے ہیں، جس کے اخلاق اور اطوار پر قطعاً اعتماد نہیں ہے، لہٰذا اپنے اہل خانہ اور عزیزوں کو پانی پت سے بلا لینا چاہیے۔''[۲]

خط کے آخری جملے سے گمان ہوتا ہے کہ اسے حاصل ہونے والے علاقوں میں پرگنہ پانی پت بھی شامل تھا، چونکہ اسی مکتوب میں خواجہ عبید خان کے ساتھ ظفر علی بن نواب ارشاد کا ذکر ہے اور نواب ارشاد کا انتقال ۱۷۷۶ء میں ہو چکا تھا، اس کے علاوہ اسی خط میں حسام الدین کے توسط سے ضابطہ خان کے بادشاہ کے حضور میں پیش ہونے کا ذکر ہے، اسی بنا پر قیاس ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بھی ملا رحیم داد روہیلہ کی شہادت کے بعد کا ہے۔ البتہ خواجہ عبید خان کے بطور صوبہ دار انتظام سنبھالنے کا ذکر نہیں ملتا۔

## نواب مجد الدولہ سے دوبارہ تعلق

۱۷۷۹ء میں ہم ایک مرتبہ پھر نواب مجد الدولہ کو علاقہ پانی پت سمیت دوآبے کا گورنر اور منتظم پاتے

---

۱۔ پولیر، ص ۷۰

۲۔ یہ غالباً وہ خواجہ عبید خان نہیں ہیں جن کے برادر زادہ و داماد خواجہ عبداللہ خان کو حضرت مظہر نے قاضی صاحب کی خدمت میں بغرض استفادہ پانی پت ارسال کیا تھا، (قریشی، ص ۱۷۶، ۱۱۹) اور جن کے نام شاہ ولی اللہ کے مکتوبات ملتے ہیں (سیاسی مکتوبات ص ۱۵۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔[1] یہ زمانہ نواب مجد الدولہ کے انتہائی عروج و ترقی کا تھا، مگر شومی قسمت سے وہ کچھ زیادہ عرصے تک اس علاقے پر اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکا۔ چنانچہ ۱۷۷۹ء ہی میں سکھوں نے اچانک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور وہ لوٹ مار کرتے ہوئے شاہی علاقے میں کرنال تک پہنچ گئے۔ اس وقت نواب مجد الدولہ کو ان کی گوشمالی کے لیے مامور کیا گیا۔ اس جنگ میں شہزادہ فرخند بخت بھی اس کے ہمراہ تھا۔ نواب اپنے تمام تر حزم و احتیاط کے باوجود سکھ لشکر کی جنگی چال میں آ گیا۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ مل کر پٹیالہ پر حملہ آور ہوا۔ مگر پٹیالہ کو لاہور سے بروقت کمک پہنچ گئی اور یوں اس متحدہ لشکر کو پانی پت میں پناہ لینا پڑ گئی۔[2]

اس کی اس ناکامی اور فریب خوردگی کا دہلی میں سخت ردعمل ہوا۔ بادشاہ کے حکم پر نجف خان نے مجد الدولہ کو گرفتار کر لیا، حضرت مظہر کے خطوط میں اس واقعے کی طرف واضح اشارات ملتے ہیں۔[3]

## (ط) نواب مختار خاں خلف ابوالقاسم (نواح ۱۷۷۹۔۱۷۸۰ء)

حضرت مظہر کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں پرگنہ پانی پت کی حکومت نواب مختار خاں خلف ابوالقاسم کے سپرد ہو گئی تھی، یہ دور چونکہ نواب مجد الدولہ کی رہائی اور دوبارہ اپنے مقبوضات پر بحالی کا دور ہے، اس لیے قیاس ہوتا ہے کہ نواب مذکور نے ہی اپنے بھتیجے کو اس علاقے کا منتظم مقرر کیا ہوگا۔

اپنے والد کی طرح نواب مختار بھی حضرت مظہر کے عقیدت مندوں میں سے تھا، چنانچہ منصب صوبہ داری پر فائز ہونے کے بعد بھی اس کے اخلاق و عقیدت کا سلسلہ حسب سابق جاری رہا، حضرت مظہر ایک مکتوب میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں:

"ان دنوں نواب مختار کے ساتھ بآسانی ملاقات ہو سکتی ہے۔"[4]

قرائن سے متبادر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایک مرتبہ پھر قاضی صاحب کو اپنے واجبات کی عدم وصولی کی شکایت پیدا ہو گئی اور عین ممکن ہے کہ سابقہ شکایت ہی ابھی تک برقرار رہی ہو، بہر حال اس موقع پر بھی آپ نے اپنے پیر و مرشد کے ذریعے دربار نواب میں شکایت ارسال کی، نواب چونکہ مصروف تھا، جلد جواب نہ دے سکا۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں:

---

[1] پولیر، (ص ۷۱، ۷۲) نے بھی ملا رحیم داد کے قتل کے بعد مجد الدولہ اور نجف خان میں مصالحت ہو جانے کا ذکر کیا ہے، غالباً اسی بنا پر یہ علاقہ دوبارہ اس کی تحویل میں آیا تھا۔

[2] Karnal District Gazeeteer، ص ۲۰ تا ۲۱

[3] کلمات طیبات، مکتوب ۱۴۳

[4] عبدالرزاق قریشی، ص ۱۳۸، مکتوب ۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''نواب سے جواب جلد ملنا مشکل ہے، شاید کل حاصل ہو جائے۔ اس لیے میں نے محمود (قاصد قاضی صاحب) کو روک لیا ہے۔''[1]

لیکن نواب نے جلد ہی جواب ارسال کر دیا، جسے حضرت مظہر نے میاں محمود کے ذریعے قاضی صاحب کے پاس پانی پت میں بھیج دیا۔[2] اس موقع پر میاں محمود نے راستے میں ضرورت سے زیادہ دیر کر دی، جو ان دونوں کو ناگوار اور تشویش انگیز محسوس ہوئی[3] اور پھر جب نواب کا یہ حکم نامہ مقامی اہلکاروں کو دکھایا گیا تو ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، اس لیے قاضی صاحب نے نواب کی خدمت میں مکرر عرضداشت لکھ بھیجی، جس کے جواب میں نواب مختار نے شیخ جان محمد سورتی کے نام پروانہ (حکم) جاری کیا۔[4] معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری ذریعے سے آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

## قلعہ داری کی سند بنام قاضی صاحب

اسی صوبہ دار کے عہد حکومت میں قاضی صاحب کو پانی پت کا قلعہ دار بنانے کی تجویز ہوئی، جو قاضی صاحب کی پانی پت میں عدم موجودگی کے باعث زیر عمل نہ آ سکی، اس تجویز اور سرکاری حکم نامے کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا:

''پانی پت کے قاصد نے پانی پت کے شرفا کا خط پہنچایا، جو رائے کیول رام اور لالہ ہر پرشاد موہا کی وساطت سے نواب کی نظروں سے گزرا، ان دونوں باپ بیٹوں نے وہاں کے حالات اور آپ کے اوصاف جمیلہ نواب کی خدمت میں مفصل طور پر بیان کیے، نواب نے (خوش ہو کر) پانی پت کی قلعہ داری کی سند آپ کے نام جاری کر دی۔''[5]

مغل انتظامیہ میں قلعہ دار کو انتظامی اور سیاسی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ وہ ایک طرح سے علاقے کا حاکم اور مقامی حکمران و منتظم ہوتا تھا، اسے محدود تعداد میں جاگیر دی جاتی اور فوج رکھنے کی اجازت بھی حاصل ہوتی تھی۔[6] اس پس منظر میں قاضی صاحب کے نام قلعہ داری کی سند کا اجراء آپ کی دیانت داری، ذمہ داری اور آپ کی انتظامی صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف تھا۔

---

[1] ایضاً، ۱۳۹، مکتوب ۹۳

[2] قریشی، ص ۱۴۱، مکتوب ۹۵

[3] قریشی، ص ۱۴۶، مکتوب ۹۷

[4] ایضاً، ص ۱۳۷، م ۱۱۷

[5] ایضاً، ص ۱۳۸، م ۹۲

[6] دیکھیے: Fall of the Mughal Empire، بمواقع عدیدہ، وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مگر شومی قسمت سے جب یہ حکم نامہ پانی پت پہنچا تو مقامی چوہدریوں محمد خلیل اللہ اور امر اللہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ قاضی صاحب کسی کام سے کیرالہ تشریف لے گئے ہیں جبکہ سابق قلعہ دار بہادر سنگھ جنگ کے لیے مستعد ہے، نواب نے دوبارہ یہ حکم سونی پت کے عامل (قلعہ دار) شیوا ناتھ کے ذریعے پانی پت ارسال کیا۔ ابھی دوسرے حکم نامے کا جواب موصول نہ ہوا تھا کہ سردار بھولا ناتھ اپنے سکھ ہمراہیوں کے ساتھ دربار نواب میں پہنچ گیا اور پرگنہ پانی پت کی قلعہ داری کے عوض ایک خطیر رقم دینے کی پیشکش کی۔[1]

معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے یہ پیشکش قبول کر لی اور سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا۔

اگر چہ حضرت مظہر نے قاضی صاحب کی پانی پت میں عدم موجودگی پر اظہار تاسف کیا ہے، جس سے گمان گزرتا ہے کہ شاید قاضی صاحب اپنی عدم موجودگی کے باعث اس اعزاز کے حصول سے محروم رہے، لیکن اس کے برعکس ہمارا خیال یہ ہے کہ قاضی صاحب نے دانستہ طور پر اس منصب کے قبول کرنے سے احتراز کیا، کیونکہ قلعہ دار کا یہ منصب خالصتاً ایک دنیوی منصب ہے اور کسی ایسے دنیوی منصب کے ساتھ فقر و سلوک کا نبھاہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

نواب مختار ہی کے زمانے میں حضرت مظہر جانجاناں کی ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء کو شہادت کا سانحہ پیش آ گیا۔ اس طرح ان کے گراں قدر مکتوبات کی صورت میں ہمارے پاس معلومات کا ایک اہم اور وقیع ترین مآخذ ختم ہو گیا، گو آپ کا دور قضا اس کے بعد بھی جاری رہا۔

## ۱۰۔ غیر مسلم حکومت کا زمانہ

پانی پت پر غیر مسلموں کے غلبہ و تسلط کی مثالیں اگر چہ اس سے پہلے بھی ملتی ہیں، مثلاً ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء میں مرہٹہ افواج نے احمد شاہ ابدالی کی آمد سے پہلے پانی پت پہنچ کر اس پر قبضہ جما لیا تھا اور اس میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے تھے، جبکہ ان کی افواج پانی پت اور رسالو کے درمیان پھیلی ہوئی تھیں۔ مگر پانچ ماہ کی شدید لڑائی (تیسری جنگ پانی پت) کے بعد وہ یہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔[2] اسی طرح نواب مختار خان کے زمانے میں پانی پت کا قلعہ دار ایک سکھ تھا اور قاضی صاحب کے نام قلعہ داری کی تجویز منسوخ ہونے کے بعد بھی سکھوں ہی کو یہاں کا قلعہ دیدیا گیا تھا۔ مگر یا تو یہ قبضے عارضی نوعیت کے تھے، یا ان پر مسلم حکومت کی بالادستی قائم تھی، جبکہ بعد میں اس سے وسیع تر تبدیلی عمل میں آئی۔

پانی پت کی تیسری جنگ نے گو وقتی طور پر مرہٹوں کی فوجی قوت کو مفلوج کر دیا تھا، مگر یہ قوم بڑی سخت

---

۱۔ قریشی، ص ۱۳۸، مکتوب ۹۲

۲۔ کرنال ڈسٹرکٹ گزیٹیر، ۲۰ تا ۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جان واقع ہوئی اور اس نے اگلی دو دہائیوں میں دوبارہ طاقت حاصل کر کے دہلی کے دروازے پر دوبارہ دستک دی۔ شاہ عالم ثانی کی دہلی آمد (۱۷۷۲ء) کے بعد نواب نجف خان اور ضابطہ خان کے مابین جو حصول اقتدار کی جنگ لڑی گئی، اس نے ایک طرف دہلی کی مرکزیت کو نقصان پہنچایا تو دوسری جانب ان امراء کو مجبور کیا کہ وہ مرہٹوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں۔ نواب نجف خان کے بعد جب افراسیاب خان امیر الامراء مقرر ہوا تو اس نے مرہٹہ دوستی کے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیے اور اس نے شاہ عالم سے بزور چاپلوسی مادھوجی سندھیا کے لیے سلطنت دہلی کے وکیل مطلق کا عہدہ حاصل کر لیا اور خود اس کا نائب بن بیٹھا۔[1] اس طرح مرہٹے خون خرابے اور جنگ کے بغیر مرکز سلطنت پر قابض ہو گئے۔[2]

معلوم ہوتا ہے کہ پانی پت بھی اسی زمانے یعنی نواح ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں مرہٹوں کی تحویل میں آ گیا تھا، تاہم قاضی صاحب کے ایک مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ مرہٹوں سے پہلے یہاں کچھ عرصہ سکھ بھی قابض رہے، آپ لکھتے ہیں:

> "پہلے بھی اسلام ہندوستان میں مدت سے کمزور رہا ہے، ایک زمانے تک روافض کی وکالت اور پھر سکھوں کا دنگا فساد رہا اور تقریباً دس سال سے یہاں مرہٹوں کا تسلط ہے۔"[3]

ہمارے خیال میں قاضی صاحب کی بیان کردہ یہ مدت تخمینی ہے (یہ مکتوب ۱۲۱۶ھ میں لکھا گیا، اس کے حساب سے مرہٹہ اقتدار کے آغاز کا زمانہ ۱۲۰۶ھ ہے) کیونکہ کرنال ڈسٹرکٹ گزیٹیر میں بتایا گیا ہے کہ ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں فرانسیسی جرنیل سومرو[4] کی دیسی بیگم، بیگم سومرو جو ایک مشہور مرہٹہ کمانڈر تھی، پانی پت میں مقیم رہ کر سکھوں کے خلاف برسر جنگ تھی۔[5]

## ۱۱۔ قاضی صاحب مرہٹہ ملازمت میں

قاضی صاحب سمیت تمام مفسرین اور فقہاء اس بارے میں متفق الخیال ہیں کہ بوقت ضرورت غیر مسلم حکومت کے تحت بھی فرائض منصبی بجا لائے جا سکتے ہیں۔[6] چنانچہ پانی پت میں مرہٹہ اقتدار قائم ہونے کے بعد

---

۱۔ ولیم طامس بیل: مفتاح التواریخ، ص ۳۶

۲۔ بشیر الدین: واقعات دار الحکومت دہلی، ۱: ۶۶۹-۶۷۱

۳۔ لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۲۳۹، م ۱۷۵۔

۴۔ دیکھیے: پولیر، ص ۱۰۹، ۱۱۳-۱۱۳۔ قدرت کا کمال دیکھیے کہ جس کمانڈر نے بے شمار معرکے سر کیے تھے، وہ اپنی بیگم کے ہاتھوں مارا گیا۔ بیگم سومرو اپنے خاوند کو قتل کر کے اس کی تمام جاگیر اور فوج پر قابض ہو گئی۔ (مفتاح التواریخ، ص ۳۵۷)

۵۔ کرنال ڈسٹرکٹ گزیٹیر، ص ۲۳

۶۔ تفسیر مظہری، ج ۵ ص ۱۳۱ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہی صورت حال پیدا ہوگئی، اب اگر قاضی صاحب اپنے عہدے سے مستعفی ہوتے ہیں تو اس سے مقامی مسلم تنظیم اور عدل و انصاف کے ڈھانچے کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر اپنے منصب پر بحال رہتے ہیں تو غیر مسلم حکومت کی ماتحتی میں کام کرنا پڑتا ہے، قاضی صاحب نے علاقے کی مصالح کے تحت مؤخر الذکر صورت کو اختیار فرمایا، کیونکہ ملکی صورت حال کے پیش نظر مرہٹے مسلمانوں کی اندرونی تنظیموں اور عدالتی نظام سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ سطور بالا میں گزرا کہ نواب نجف خان کے انتقال کے بعد پانی پت اور دہلی پر مرہٹہ اقتدار قائم ہوگیا، پانی پت میں سب سے پہلی مرہٹہ منتظم بیگم سومرو نامی ایک مرہٹہ خاتون تھی، جس نے ایک فرانسیسی کمانڈر سومرو سے شادی کر کے بعدازاں اسے قتل کر دیا تھا اور اس کی تمام جاگیر پر متصرف ہوگئی تھی، بیگم سومرو کا یہاں اقتدار ۱۲۰۲ھ سے لے کر ۱۲۱۲ھ تک قائم رہا۔[۱]

اس زمانے میں یعنی نواح ۱۲۰۲ھ میں مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے بھی پانی پت کا دورہ کیا تھا، ان کی شہادت بھی یہی ہے کہ اس وقت وہاں مرہٹہ اقتدار مستحکم تھا۔[۲]

مرہٹہ اقتدار کے تحت کام کرنے کا آپ کا یہ پہلا تجربہ تھا، تاہم آپ اس لیے مطمئن تھے کہ مرہٹے مقامی معاملات میں زیادہ تعرض نہیں کرتے تھے، چنانچہ آپ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں:

"ہر چند کہ (مرہٹہ اقتدار کے نتیجے میں) دنیوی طور پر کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن رسوم کفریہ کا ظہور اور مسلمانوں کی مغلوبی درویشوں کو بہت پریشان رکھتی ہے۔"[۳]

جبکہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی اس زمانے کی شہادت یوں پیش فرماتے ہیں:

راقم سطور یہ عرض کرتا ہے کہ اس قسم کے احکام شریعت کا نفاذ و اجرا جو قاضی صاحب کی وجہ سے، باوجود کفار مرہٹہ کے تسلط کے، جو پانی پت میں نظر آتا ہے، فی الوقت کسی اور اسلامی ملک میں موجود نہیں ہے۔[۴]

اس طرح آپ مقامات مظہری کی تصنیف (۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء) کے وقت بھی پانی پت کے منصب قضا پر متمکن تھے، کیونکہ شاہ غلام علی صاحب (مصنف مقامات) آپ کے منصب قضا کا ذکر صیغہء ماضی میں نہیں، بلکہ صیغۂ حال میں کرتے ہیں۔[۵]

---

۱ کرنال گزیٹیر، ص ۲۲۔۲۳، مفتاح التواریخ، ص ۳۵۷

۲ بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۱۴۷ ب

۳ لوائح، ص ۲۳۹

۴ بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۱۴۷ ب

۵ محمد اقبال مجددی، مقامات مظہری، ص ۷۷، ۷۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مرہٹوں کے دور اقتدار میں قاضی صاحب کی منصب قضا پر بحالی دراصل اس پس منظر میں تھی کہ مرہٹہ سرداروں نے ابھی تک مصلحت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا، اسی بنا پر وہ دہلی کے مغل شہنشاہ سے لے کر مقامی انتظامیہ اور عدلیہ کو گوارا کرنے پر مجبور تھے۔

## ۱۲۔ اختتام

قاضی صاحب نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ مسند قضا کو زینت دینے کے بعد بالآخر وفات سے کچھ عرصہ قبل اس منصب سے ازخود سبکدوش ہوگئے، اس وقت ان کی عمر اسّی سال کے قریب ہو چکی تھی۔

مسند قضا پر فائز ہونے کی طرح قاضی صاحب کی علیحدگی کی تاریخ کا بھی ٹھیک ٹھیک تعین کرنا خاصا دشوار ہے۔ تاہم اتنا یقینی ہے کہ آپ ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء تک اپنے اس عہدے پر برقرار تھے، کیونکہ اسی سال انھوں نے اپنے دوست اور شاگرد اخوندزادہ ملا نسیم کو ایک خط تحریر کیا تھا، جس سے مسند قضا پر ان کی موجودگی کا تاثر ملتا ہے۔[1] لیکن وصیت نامے کی تحریر کے وقت جو ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء یا اس کے بعد تحریر کیا گیا، آپ اس منصب سے سبکدوش ہو چکے تھے۔[2]

اس لیے گمان غالب یہ ہے کہ اس علاقے میں انگریزوں کی آمد (۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) اور ان کے تسلط کے نتیجے میں جو دوررس تبدیلیاں واقع ہوئیں، ان کے نتیجے کے طور پر آپ نے منصب قضا سے علیحدگی اختیار فرمالی۔

## ۱۳۔ خصوصیات

قاضی صاحب نے نصف صدی سے بھی زیادہ ایک انتہائی حساس علاقے میں فرائض قضا انجام دیے، اب دیکھنا یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اس منصب کے ذریعے علاقے کے عوام کو کس حد تک مستفید کیا اور ذاتی طور پر اس سے کون سے فوائد و ثمرات حاصل کیے، ہم دور قضا کی خصوصیات کو آسانی کے لیے حسب ذیل اصناف میں بیان کر سکتے ہیں:

### (۱) ذاتی طور پر حاصل ہونے والے فوائد

قاضی صاحب کو منصب قضا پر فائز ہونے کے نتیجے میں اولاً تو معقول مشاہرہ حاصل ہوتا رہا، اگرچہ جزوی طور پر اس میں تعطل ضرور ہوا، لیکن مجموعی طور پر آپ کی منصب قضا پر سرفرازگی آپ کے اور آپ کے اہل خانہ کے لیے معاشی کفالت کا ذریعہ رہی۔

---

[1] لوائح خانقاہ مظہریہ

[2] کیونکہ وصیت نامہ میں آپ نے اپنے منصب قضا کا ذکر ماضی کے صیغے میں کیا ہے (کلمات طیبات)، ص۱۵۴۔۱۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علاوہ ازیں قاضی ہونے کی حیثیت سے انھیں علاقے بھر میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بقول مولوی نعیم اللہ بہڑائچی: ان کا وقار و دبدبہ لوگوں کے دلوں پر مؤثر طور پر موجود تھا۔[1]

اس عزت و حرمت اور وقار و دبدبہ کی بڑی وجہ آپ کی امانت پسندی اور دیانت داری بھی تھی، اس لیے آپ وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: اسی عمل کی وجہ سے نہ صرف مسلمانوں، بلکہ ہندوؤں میں سے بھی جس نے ملاقات کی، میری (عدم طمع کی بنا پر) عزت کی اور ملاقات کو غنیمت جانا۔[2]

یہ اس عزت و وقار اور دبدبے کا ہی نتیجہ تھا کہ بلا طلب و سوال محض دو ہندو باپ بیٹوں کی گواہی پر نواب مختار نے آپ کے نام قلعہ داری کی سند جاری کر دی تھی۔

## (ب) دوٹوک فیصلے کی صلاحیت

منصب قضا پر آپ کی سرفرازی کا ایک اثر یہ بھی تھا کہ آپ میں دوٹوک فیصلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی، اس صلاحیت کا اثر آپ کی تصانیف میں بھی نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریروں میں اغلاق و ابہام کے بجائے صاف گوئی اور قطعیت پسندی کا رجحان بہت نمایاں اور واضح ہے۔

پھر چونکہ منصب قضا کا تعلق زیادہ تر فقہ اور مسائل فقہ سے تھا، اس بنا پر آپ کو ان موضوعات پر بکثرت کتابوں اور رسائل کے مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور پھر مسائل فقہ کے عملی اثرات کو جانچنے اور ان کا مشاہدہ کرنے کے مواقع بھی آپ کو ملتے رہے۔ اس بنا پر آپ میں نہ صرف ایک فقیہ اور مفتی بننے کی صلاحیت پیدا ہوئی، بلکہ اس صورت حال نے آپ کو فقیہ و مجتہد کے جلیل القدر مرتبے پر پہنچا دیا۔

چنانچہ آپ کی ان صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ آپ کی متعدد تصانیف بالخصوص تفسیر مظہری میں دیکھنے میں آتا ہے۔ علاوہ ازیں مسائل فقہ کے مطالعے نے آپ کو احادیث نبویہ کے فہم و مطالعے کا موقع بھی فراہم کر دیا، چنانچہ آپ میں تفقہ فی الدین کی صلاحیت بھرپور طریقے سے نمایاں ہوئی۔

## (ج) خدمت خلق کا جذبہ

مزید برآں منصب قضا نے آپ میں خدمت خلق کا محض جذبہ ہی پیدا نہیں کیا بلکہ آپ کو اس کا پورا پورا موقع بھی فراہم کیا، چنانچہ آپ نے ارشاد نبوی ((سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ))[3] "قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے" کے مطابق خود کو ہمیشہ خادم قوم جانا اور خادم عوام کے طور پر پیش کیا، چنانچہ آپ وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] بشارات مظہریہ، ورق ۱۴۷ب

[2] وصیت نامہ، ص ۱۵۶

[3] البیہقی، شعب الایمان: ۸۰۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"علاقے کے بکثرت لوگوں کے ساتھ میں نے کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور کی ہے...... اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے مجھے مغفرت کی امید اور توقع ہے، اس منصب سے میری اصلی نیت یہی تھی۔"[۱]

حضرت مظہر کے نام اپنے ایک مکتوب میں چار مخالفین کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان چار افراد کے سوا، پانی پت کے تمام لوگ بفضلہٖ تعالیٰ نہ صرف مجھ سے خوش بلکہ میرے شکرگزار ہیں۔[۲]

چنانچہ خدمت خلق کے جذبے کی بنا پر ہی آپ لوگوں کو اپنے پاس طلب کرنے کے بجائے بذات خود مختلف دیہاتوں اور قریہ جات کے دورے فرماتے تھے، تاکہ اہل علاقہ کو بروقت انصاف مہیا ہو سکے۔[۳]

## (د) مصلحت دینی کا مصلحت دنیوی پر تقدم

آپ کے دور قضا کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ دینی تقاضوں کو دنیوی امنگوں اور دنیوی خواہشوں سے مقدم رکھا، کسی موقع پر بھی طمع وآس میں مبتلا ہو کر نہ تو انصاف کا خون کیا اور نہ غرض مند کی غرض وضرورت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا، اس بنا پر آپ وصیت نامہ میں اپنے اہل خاندان کو تاکید فرماتے ہیں:

"یہ (یعنی علاقے میں میری عزت) اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت پر مقدم رکھتا ہے، دنیا بھی اس سے برگشتہ نہیں ہوتی، لہٰذا میری اولاد میں سے بھی اگر کوئی شخص قضا کی دنیا میں قدم رکھے تو اسے چاہیے کہ اس منصب کے ذریعے ناحق طمع ولالچ نہ کرے۔"[۴]

اپنی اس حق پسندی اور عدم طمع کے باعث وہ بعض لوگوں کے ہاں معتوب بھی ٹھہرے، مگر وہ اپنے اصولوں پر اس قدر مستقل مزاج تھے کہ مخالفت کا کوئی طوفان بھی انھیں راہ راست سے نہ ہٹا سکا، اپنی مخالفت پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ اپنے استاد ومربی کو لکھتے ہیں:

"قاضی اگر دین دار ہے تو اسے کلمہ حق کہنا ہی پڑتا ہے، اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿......وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ﴾[۵] "اور جو کوئی حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔" اگر کوئی شخص کسی شریعت کے حکم پر

---

۱ وصیت نامہ در کلمات، طیبات، ص ۱۵۶

۲ غلام مصطفیٰ، ذاکر، لوائح خانقاہ مظہریہ، بامداد اشاریہ۔

۳ لوائح، بحل مذکور

۴ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، وصیت نامہ، ص ۱۵۶

۵ غلام مصطفیٰ خان، لوائح، ص ۵۶، م ۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مجھ سے ناراض ہے تو یہ اس کے ضعف ایمانی کی دلیل ہے اور میں اس پر مجبور ہوں۔"[۱]

چنانچہ نصف صدی سے زیادہ عرصے پر پھیلے ہوئے منصب قضا کے اس دور میں آپ کے ہاتھوں نے ہزاروں فیصلے تحریر کیے، سیکڑوں مقدمات کے فیصلے سنائے۔ مگر مخالفین آپ کے کسی فیصلے پر بھی انگشت نمائی نہ کر سکے۔ آپ کی سیرت و کردار کا یہ پہلو آپ کی مجتہدانہ بصیرت اور بزرگانہ مستقل مزاجی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

## (ھ) نرمی اور مہربانی کا سلوک

تاہم قانون اور حدود شرع میں رہتے ہوئے جہاں تک ممکن ہوتا آپ اہل علاقہ کے لیے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنے سے گریز نہ فرماتے تھے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ کس طرح ایک سال آپ کے زیر انتظام علاقے، ہتاری یا ہرتاری میں خشک سالی کے باعث پوری فصل حاصل نہ ہو سکی تو آپ نے اس سال سرکاری محصول بھی وصول نہیں فرمایا، بلکہ اسے آئندہ سال تک کے لیے موقوف کر دیا۔ آپ کی جگہ اگر کوئی اور حاکم ہوتا تو قطعاً اہل علاقہ کی مجبوری اور بے کسی کا لحاظ نہ کرتا اور جیسے تیسے کر کے سرکاری رقم پوری کر لیتا، مگر آپ فطرتاً رحمدل اور مہربان طبع واقع ہوئے تھے، لہٰذا آپ نے اہل علاقہ پر کسی طرح کا بھی جبر کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ علاوہ ازیں حضرت مظہر نے آپ کے نام جو سفارشی خطوط تحریر فرمائے، جن میں سے بعض ہم اوپر نقل کر آئے ہیں، ان سے بھی آپ کی نرم مزاجی، مہربان طبیعت اور حق پسندی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

## (و) انسداد رشوت ستانی

آپ کے عہد قضا کی ایک نمایاں خصوصیات اپنے زیر انتظام علاقے سے رشوت کا مکمل خاتمہ بھی ہے۔ جبکہ آپ کے زمانے میں رشوت کا ہر سطح پر دور دورہ تھا، بقول خافی خان سید عبداللہ جیسا امیر الامراء بھی رشوت ستانی میں بدنام تھا۔[۲]

خود مذہبی لوگوں اور مذہبی عہدے داروں کا یہ حال تھا کہ دہلی کا صدر الصدور قاضی احمد اللہ کی بطور قاضی تقرری پر واضح لفظوں میں رشوت کا طلب گار ہوتا ہے، حضرت مظہر لکھتے ہیں:

> "مولوی احمد اللہ کے نام سند قضا مل جائے گی، لیکن صدر الصدور کو کچھ دینا پڑے گا۔ اس کی تدبیر بھی ضروری ہے۔"[۳]

---

۱ سورۃ المائدہ:۴۴

۲ منتخب اللباب،۲:۹۴۱، بذیل سنہ ۱۱۳۴ھ

۳ مکاتیب (قریشی)، ص۱۰۳، م ۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن اس بگڑے ہوئے ماحول میں قاضی صاحب نے نہ صرف یہ کہ خود کو اس لعنت سے دور رکھا، بلکہ آپ نے اپنے پورے محکمہ کو اس لعنت سے نجات دلا دی، آپ کا ماتحت عملہ بھی کسی قسم کی رشوت لینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ آپ کے دوست شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک شخص نے، جو آپ کی مہر رکھتا تھا، کسی سے کوئی شے وصول کر لی، آپ کو پتہ چلا تو اس کو سزا دی اور وصول کردہ شے واپس کرائی۔ اس انداز سے فرائض منصبی ادا کرنا آپ ہی کی شان ہے۔''[1]

---

[1] مقامات، ص: ۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اورینٹل کالج میگزین کے آخر میں پروفیسر عبدالقیوم کا انگریزی مضمون بعنوان

"A Survery of Arabic Lexicography"

شامل تھا۔اب یہ مضمون زیرنظر تالیف کے حصہ انگریزی میں رکھا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

# نئے مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری

# پروفیسر عبدالقیوم صاحب

## تغمّده الله برحمته

عربی زبان کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے مجھے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے بارے علم تو بہت پہلے سے تھا لیکن ۱۹۶۰ء میں جب میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں داخل ہوا تو انھیں جاننے، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے اور ان سے علمی فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس زمانے میں سکول یا کالج میں عربی اور اسلامیات پڑھنے والے طلباء پروفیسر صاحب کو ان کی کتابوں کی وجہ سے بھی جانتے تھے۔ کالج کے عربی پڑھانے والے اساتذہ کی ایک بڑی تعداد پروفیسر صاحب کی شاگرد تھی، ان سے بھی پروفیسر صاحب کے تذکرے سنے جاتے تھے۔

شعبہ عربی میں اس زمانے میں بہت سے جید اساتذہ کرام پڑھاتے تھے، ان میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی شہرت کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع تھا۔ آپ گورنمنٹ کالج میں استاد تھے اور سالہا سال سے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں پڑھنے والے طلباء ان سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ وہ صحیح معنی میں استاذ الاساتذہ تھے۔

آپ شعبہ عربی میں قدیم شاعری، جدید ادب، تاریخ اسلام اور تاریخ ادب عربی وغیرھا متعدد مضامین سالہا سال تک پڑھاتے رہے۔ جب میں داخل ہوا تو آپ ہمیں تاریخ اسلام اور تاریخ ادب

* پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری ۱۹۴۰ء میں جلال پور پیروالہ ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ مشہور محدث مولانا سلطان محمودؒ (م ۱۹۹۵ء) کے فرزندِ گرامی ہیں۔ دینی تعلیم کی فراغت اپنے والد محترم ہی سے حاصل کی۔ بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی کیا اور اس طرح پروفیسر عبدالقیوم سے بھی رشتہ تلمذ قائم ہوا۔ اورینٹل کالج لاہور اور نائیجیریا میں شعبہ عربی کے پروفیسر رہے۔ صحیح مسلم کا ترجمہ و شرح ان کا اہم علمی و تحقیقی کام ہے۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عربی پڑھاتے تھے۔ قدیم شاعری کا پرچہ ان کے دوست اور کلاس فیلو ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق صاحب رحمہ اللہ اور ادبِ عربی کا پرچہ پروفیسر ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے پاس آچکا تھا۔ الحمدللہ ہم نے ان سب سے کسبِ فیض کیا۔

شعبہ عربی کے قدیم طلباء جب تشریف لاتے اور ان سے ملاقات ہوتی تو ان کی اکثریت پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہی کی شاگرد، ان کے علم وفضل، ان کی شفقت، ان کے طریقۂ تدریس اور ان کے یکتا طریقۂ تربیت کی مداح ملتی۔ وہ حضرات ان کا ذکر ہی اتنے احترام اور اتنے پیار سے کرتے کہ پروفیسر صاحب کی شخصیت کے سحر میں اور اضافہ ہوجاتا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ خود استادِ محترم اپنے سابقہ شاگردوں کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان کی قابلیت کی تعریف کرتے اور ان کی محنت کی مثالیں دیتے۔ ان کے ایک ایک لفظ سے اپنے شاگردوں کے لیے محبت ٹپکتی تھی۔ محترم ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب کو دیکھنے اور ملنے سے پہلے ہی ہم انھیں جانتے تھے کیونکہ ان کے بارے میں اکثر پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے سنا کرتے تھے۔

طریقۂ تعلیم و تدریس: ان کا طریقِ تعلیم غیر روایتی تھا۔ وہ محض ان حقائق کو بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے جو کتابوں میں لکھے ہوتے ہیں، وہ اپنے شاگردوں میں متعلقہ مضمون کے مطالعے کا شوق پیدا کرتے تھے۔ اس انداز میں کتابوں اور ان کے مصنفین کا تعارف کرادیتے کہ بے اختیار لائبریری جانے اور ان کتب سے استفادے کا شوق دل میں پیدا ہوجاتا۔ میرا اپنا حال یہی تھا کہ کلاسز کے بعد اکثر وقت لائبریری میں گزرتا اور اس طرح کا مطالعہ، جسے ہمارے استاد پروفیسر ابوبکر غزنوی صاحب ''علمی آوارہ گردی'' کا نام دیتے تھے، میرا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ایم۔ اے کا اصل امتحان دو سال بعد ہی ہوتا تھا، اس لیے اس علمی آوارہ گردی کے لیے وقت بہت تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سلیبس کی بہت سی کتابیں میں نے امتحان کے دوران مختلف پرچوں کے درمیان ملنے والی تین تین چار چار چھٹیوں کے دوران پڑھیں تاکہ سوالات کے جوابات دیے جاسکیں۔ لیکن اس علمی آوارہ گردی کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ جوابات رٹے پر مبنی نہ تھے، جو اِدھر اُدھر کا مطالعہ کر رکھا تھا وہ سب جوابات سے جھلکتا تھا۔ اس لیے اکثر ممتحن حضرات کو میرے وہ جوابات بہت پسند آئے اور انھوں نے خوب نمبر دیے۔

پروفیسر صاحب کی تدریس میں ایک اور بات بہت نمایاں تھی۔ وہ غیر محسوس طریقے سے اپنے طالب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علموں میں معروضیت (Objectivity) پیدا کرنے کی سعی کرتے تھے۔ تاریخ کی ایسی شخصیات جن کے بارے میں عام طور پر لوگوں کی رائے اچھی نہیں ہوتی تھی، وہ ان کی شخصیت کے ایسے مثبت پہلو نمایاں کرتے جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے تھے۔ مثلاً وہ حجاج بن یوسف ثقفی کے ان کاموں کی طرف توجہ دلاتے جو لوگوں کے فائدے کے لیے کیے گئے تھے۔

اسی طرح سیاسی تاریخ پڑھاتے ہوئے جب بڑی شخصیات، خصوصاً صحابہ کے باہمی اختلافات کا ذکر ناگزیر ہوتا تو وہ اس موقع پر خصوصیت سے یہ بات سمجھاتے کہ یہ لوگ بہت بڑے تھے، ان کے کارنامے عظیم تھے، ان کے مراتب بلند تھے، لیکن یہ فرشتے نہیں انسان ہی تھے، انسان کی اپنی ترجیحات بھی ہوتی ہیں، غور وفکر کا اپنا اپنا انداز بھی ہوتا ہے اور فہم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ ہمیں ذوقِ مطالعہ پختہ کرنے کے لیے بطور خاص مختلف کتابوں کے حوالے دیتے، ان سے استفادے اور ہر پہلو سے معاملات کا مطالعہ کرنے کے بعد رائے قائم کرنے اور لکھنے کی طرف متوجہ کرتے۔ طالب علموں کی صحیح علمی تربیت ان کا اصل مقصد تھا۔

جس سال میں داخل ہوا اس سال غالباً پروفیسر صاحب ہی کی تجویز پر طلباء کے لیے سیمینار منعقد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ طالب علموں کو مختلف عنوانات الاٹ کر دیے گئے اور کہا گیا کہ وہ ان عنوانات پر چھوٹے چھوٹے تحقیقی مقالات تیار کریں اور مقررہ تاریخ پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پیش کریں۔ سیمیناروں میں سب اساتذہ شریک ہوتے، طلباء کی طرف سے صاحبِ مقالہ سے سوالات کیے جاتے، وہ اپنے نقطۂ نظر کا دفاع کرتا، اساتذہ بھی طلباء کے مقالے سنتے اور سوال و جواب کے سلسلے میں شریک ہوتے۔ اس میں پروفیسر عبدالقیوم سب سے زیادہ دلچسپی لیتے تھے اور وہی اس سارے سلسلے کے انچارج نظر آتے تھے۔ اگر کوئی طالب علم بہت اچھا مقالہ تیار کر کے لاتا تو پروفیسر صاحب ہی کی طرف سے اس کی سب سے زیادہ تحسین اور حوصلہ افزائی ہوتی۔ بعد میں ایسے طلباء کی مزید رہنمائی فرماتے، ان کے شوق کو مہمیز دیتے اور اس کے ساتھ ساتھ کلاسز کے دوران میں بھی تعریف و توصیف کے ذریعے حوصلہ بڑھاتے تھے۔

وہ پہلے دن سے ہی ایک اونچا مشن رکھنے والے استاذ تھے۔ دوران تدریس انھوں نے جو کتابیں لکھیں ان پر نظر ڈالیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی کتابوں کی تالیف کا اصل مقصد یہی تھا کہ طالب علموں کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سہولت ملے، ان کے ذوقِ جستجو کو مہمیز ملے اور وہ متعلقہ مضمون کی مہارت میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔

## فہارس لسان العرب

ان کے اولین اور مایۂ ناز تحقیقی کام "اشاریہ لسان العرب" کو ہی لے لیں، اصل مقصد یہی تھا کہ سکالرز اور طالب علم "لسان العرب" سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اسے محض لغت کی کتاب کے طور پر ہی نہیں بلکہ عربی زبان وادب کے ایک دیوان کی حیثیت سے استعمال کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ "لسان العرب" سے کسی لفظ کے معنی معلوم کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصد کے لیے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ لغت کی عام کتاب نہیں اور صرف لغتِ عرب کی وقیع ترین بنیادی کتابوں کے علم کا جامع ہی نہیں، یہ بیک وقت عربی کے ہزارہا چنیدہ اشعار کا دیوان بھی ہے۔ اس میں قرآن وحدیث کے مشکل ترین الفاظ اور عبارتوں کی واضح شرح بھی ہے، اس میں عربی زبان کے پیرایہ ہائے اظہار کے لیے بے شمار انداز اس طرح سمو دیے گئے ہیں کہ استفادہ کرنے والا لطف بھی اٹھاتا ہے، معانی کے کئی جہانوں کی سیر بھی کرتا ہے، اظہار کے نئے سے نئے انداز بھی سیکھتا ہے اور معانی وابلاغ کی باریکیوں سے بھی آشنا ہوتا ہے۔ اس سب کچھ کے علاوہ یہ کتاب عربوں کے رسم ورواج، عادات، طرزِ فکر کے حوالے سے بھی ایسے مواد کی امانت دار ہے جو اور کسی ایک جگہ یکجا ملنا بہت مشکل ہے۔

اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں کی سب سے زیادہ تعداد لغت کے بعد اشعار سے مستفید ہوسکتی تھی۔ اس لیے پروفیسر صاحب نے اشعار کے قوافی، انصاف الابیات اور شعراء کے ناموں کے واضح اشاریے ترتیب دیے اور وہ اورینٹل کالج میگزین میں شائع کر دیے گئے۔ ان کی اشاعت عربی زبان وادب سے شغف رکھنے والوں کے نزدیک ایک بہت بڑا کارنامہ سمجھا گیا۔ اس لیے سید سلیمان ندوی سے لے کر معروف مستشرق پروفیسر کرنکاؤ تک بڑے بڑے اساطین عربی زبان وادب نے ان اشاریوں کو دل کھول کر سراہا اور امتنان و تشکر کے جذبات کا اظہار کیا۔ یہ اس دور میں میکلوڈ سکالرشپ پر کام کرنے والے نوجوان سکالر کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

"لسان العرب" کی قدیم بولاق طبع (۱۸۸۲ء) کے پیش نظر پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے اس کا اشاریہ تیار کیا۔ انھوں نے اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی کئی گنا بڑھا دی اور استفادہ کی نوعیت میں بھی کئی گنا اضافہ کر دیا۔ اب "لسان العرب" بہت بہتر صورت میں، بہت مفید اشاریوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ساتھ طبع ہو چکی ہے لیکن یہ سب سے پہلا کام تھا جو برصغیر کے ایک نوجوان سکالر نے اس خوبصورتی سے کیا کہ لوگ داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ پروفیسر صاحب کا کام اورینٹل کالج میگزین میں طبع ہو کر علمی حلقوں میں پہنچا، کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ اب جو اشاریے موجود ہیں ان کے مرتبین نے پروفیسر صاحب کے کام سے کتنا استفادہ کیا، میں تو سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس سے استفادہ کیا گیا بلکہ اسی کو اپنے اشاریوں کی بنیاد بنایا گیا ہوگا۔

## جواهر اللسان في لغات القرآن

پروفیسر صاحب نے ''لسان العرب'' کی فہارس مرتب کرتے ہوئے، اس تمام مواد کو جو قرآن کے الفاظ کے معانی اور تشریح کے حوالے سے اس کتاب میں جا بجا بکھرا ہوا تھا ''جواہر اللسان فی لغات القرآن'' کے نام سے جمع کیا۔ انھوں نے اس حوالے سے ایک مضمون بھی لکھا جو ان کے مقالات کی جلد اول کے ابتدائی حصے میں موجود ہے۔ انھوں نے اسے حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا۔ یہ تفسیر اور لغات القرآن کے میدان میں ایک وقیع اضافہ تھا جو کئی رجسٹروں پر مشتمل ایک مکمل مسودہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد جب ان کی لائبریری اورینٹل کالج کو منتقل کی گئی تو انجانے میں یہ بیش قیمت سرمایہ گم ہو گیا۔

برصغیر ہی کے ایک عظیم سکالر ابوتراب الظاہری تھے، وہ اپنے والدِ گرامی الشیخ عبدالحق الہاشمی کی ہجرت کے ساتھ منسلک ہو کر سعودی عرب چلے گئے تھے۔ ان کی تصانیف نے عرب دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا حتیٰ کہ عرب شعراء تک نے ان کی مدح و توصیف میں اشعار کہے۔ انھوں نے ایک اور عظیم الشان کام کیا ہے اور وہ ان کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب ''شواہد القرآن'' ہے۔ اس میں انھوں نے دوسری کتابوں کے علاوہ ''لسان العرب'' کے اسی مواد کو کھنگالا ہے اور بہت سے تسامحات کی نشاندہی اور تصحیح بھی کی ہے۔ اگر پروفیسر صاحب کا کام مکمل ہو جاتا تو ''لسان العرب'' کے حوالے سے یہ کام بھی نہ صرف ایک مثال ہوتا بلکہ اس میدان میں نئے افق کھولنے کا سبب بھی بنتا۔

## نوادر الأخبار وظرائف الأشعار

پروفیسر صاحب نے اسی دور میں شہاب الدین احمد المصری الحجازی کی کتاب ''نوادر الاخبار وظرائف الاشعار'' ایڈٹ کی، یہ ان کتابوں میں سے ایک ہے جن کا مطالعہ عربی زبان و ادب کے طالب علموں کے لیے پرلطف بھی ہے اور ان کے ذوق کو نکھارنے کا ذریعہ بھی۔ کاش! یہ کتاب عربی پڑھانے والے سرکاری اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غیر سرکاری اداروں میں رائج ہو جائے یا کم سے کم یہ ادارے اپنے طالب علموں کو اس کے مطالعے کی ترغیب دیں۔ اس طرح سے پروفیسر صاحب کا وہی مشن پورا ہوگا کہ عربی زبان وادب کے طالب علم ذوقِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ اونچے معیار کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو جائیں۔

## اردو دائرہ معارف اسلامیہ

ریٹائرمنٹ کے بعد زندگی کا آخری حصہ انھوں نے مکمل طور پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ترتیب، تالیف اور اس کی نوک پلک درست کرنے کے لیے وقف کر دیا۔ یہ کام شروع تو لائیڈن کے ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' کے ترجمے سے ہوا لیکن پھر یہ ایک پورا مشن بن گیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام طالب علموں، سکالرز اور محققین سب کے لیے ایسی بنیادی کتاب کے طور پر سامنے آیا جس کی طرف رجوع کیے بغیر چارہ نہیں تھا۔ کوئی بھی موضوع ہو آپ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، آپ اس کا تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسی کی طرف رجوع کریں۔ اگر آپ کو تھوڑا بہت علم ہے، مزید تشنگی بجھانا چاہتے ہیں تو اس کی طرف رجوع کریں اور اگر آپ سکالر ہیں اور تحقیق میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو بھی یہی کتاب آپ کی رہنمائی کرے گی۔ جو کچھ اس میں درج ہے اس کے حوالے بھی موجود ہیں۔ ان تمام بنیادی مآخذ کی فہرست بھی ساتھ موجود ہے جن سے وہ سب مواد حاصل کیا جا سکتا ہے جو کتابوں میں موجود ہے۔

لیکن اس میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس موضوع پر دادِ تحقیق دینے والے مستشرقین ہی ہیں۔ ان کا اپنا اپنا زاویہ نگاہ اور اپنے اپنے طبعی میلانات ہیں۔ غیر جانبداری کے تمام دعوؤں کے باوجود ان کے ہاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسی عصبیت موجود ہے جس سے وہ کسی صورت باہر نہیں آسکتے۔ جب اس کتاب کو اردو میں ڈھالنے کے منصوبے کا آغاز ہوا تو اس بات کا احساس موجود تھا کہ یہ محض ترجمہ نہیں ہوگا، اس کی ایڈیٹنگ کرنی ہوگی۔ لیکن جوں جوں کام آگے بڑھتا گیا، یہ بات واضح ہوتی چلی گئی کہ ایڈیٹنگ کا کام اس سے کہیں زیادہ ہے جس کا ابتدا میں اندازہ کیا گیا تھا۔ بلکہ یہ واضح ہو گیا کہ یہ مکمل طور پر اعادۂ تحقیق کا کام ہے۔ بہت سے موضوعات تو ایسے تھے جن پر سرے سے کوئی کام کیا ہی نہیں گیا تھا۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ بہت سے موضوعات پر جو کچھ انگریزی میں موجود ہے، پوری کوشش کے باوجود بھی، ایڈیٹنگ کے ذریعے اسے اصل حقائق کا آئینہ دار بنانا ممکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہی نہیں، اس لیے اس پر از سرِ نو تحقیق کر کے نوٹ لکھنا ضروری ہے۔

معیار تحقیق کا معاملہ بھی اہم تھا۔ مستشرقین عربی زبان کی باریکیوں سے اس طرح آشنا نہ تھے جس طرح وہ لوگ جن کی اپنی زبان عربی ہے یا جنھوں نے عربی تعلیم کے متخصص مدارس سے حصولِ علم کیا ہے۔ تحقیق کے لیے زبان کے ذوق کے ساتھ ساتھ موضوع کے حوالے سے وسعتِ معلومات کی بھی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ مستشرقین کے ہاں اس کی بھی قلت ہوتی ہے۔ اس لیے آہستہ آہستہ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ ترجمے کے بجائے ایک مستقل تحقیقی کام کی حیثیت اختیار کرتا گیا۔ آپ پروفیسر صاحب کی اس منصوبے کے ساتھ وابستگی پر نظر ڈالیں تو پتہ چل جائے گا کہ آپ ابتدا ہی سے اس کام کا حصہ تھے۔ مشاورت اور منصوبہ بندی میں بھی اپنے استاد محترم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کے ساتھ شامل تھے۔ دورانِ ملازمت بھی آپ نے مترجم کی حیثیت سے پہلے جز وقتی طور پر کام میں حصہ لیا۔ اس وقت کام یہی تھا، پھر آہستہ آہستہ نظر ثانی کا سلسلہ شروع ہوا، پھر آپ نے خود بے شمار علمی تحقیقی مقالات لکھے جو اُردو دائرۂ معارف میں شامل ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بطورِ سینئر ایڈیٹر اس سارے منصوبے کی درستی اور تکمیل کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی گئی۔

پروفیسر صاحب نے انتہائی کامیابی کے ساتھ یہ ذمہ داری نبھائی کیونکہ یہی روزِ اول سے آپ کا اپنا مشن تھا۔ علم و تحقیق آپ کا میدان تھا، خصوصیت سے وہ کام جو زیادہ سے زیادہ طالب علموں اور سکالرز کے لیے سہولت کا باعث ہو، جس کے ذریعے سے علم و تحقیق کے سلسلے آگے سے آگے بڑھیں اور تحقیق کا معیار بلند سے بلند تر ہو۔ اس دور میں آپ ان تمام تحقیقی مقالات پر نظر ثانی کرتے تھے جو دائرۃ المعارف میں شمولیت کے لیے مختلف لوگوں سے لکھوائے جاتے تھے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ تحقیق کے نام پر ایسے ایسے مقالات لکھ کر پیش کیے جاتے تھے جن کی تصحیح کرنے کے بجائے اس موضوع پر نیا مقالہ تیار کرنا کہیں زیادہ آسان ہوتا تھا، لیکن پروفیسر صاحب صبر و تحمل سے تصحیح کی مشقتیں جھیلتے رہتے کیونکہ آپ کو کسی صاحب علم کا دل دکھانا گوارا نہ تھا اور یہ بھی امید ہوتی تھی کہ شاید تصحیح شدہ مسودہ دیکھنے کے بعد خود لکھنے والے اصحاب کی کاوشوں میں بہتری آ جائے گی۔ شخصیت سازی آپ کا اصل مشن تھا۔

پروفیسر صاحب انتہائی شفیق، انتہائی نرم دل اور انتہائی صابر شخصیت کے حامل تھے۔ اپنے شاگردوں کے لیے تو ان کی شفقت کا دامن بے حد وسیع تھا۔ وہ اپنے شاگردوں کی علمی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کی نیک نامی کی بھی حفاظت کرتے تھے۔ وہ غلطیوں پر پردہ ڈالتے، ان کو کچھ جتائے بغیر معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرتے اور ان کی خوبیوں کا خوب چرچا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور علم و تحقیق کے میدان میں انھوں نے جو پودے لگائے انھیں ہمیشہ ہرا بھرا اور ثمر آور رکھے۔ آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

# پروفیسر عبد القیوم ...... ایک عظیم استاد اور نامور محقق

راقمہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہے جن کو استادِ محترم و مکرم پروفیسر عبد القیوم رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ایم۔ اے عربی میں داخلہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے کچھ استاذ محترم گورنمنٹ کالج (موجودہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور) سے تشریف لاتے ہیں۔ ان عظیم اساتذہ میں ایک پروفیسر عبد القیوم رحمہ اللہ بھی تھے جو تاریخ اسلام کا پرچہ پڑھانے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی تشریف لاتے۔

بالعموم طلباء تاریخ کا مضمون پڑھنے میں اتنے سنجیدہ نہ ہوتے اور غالباً ابتداء میں یہی معاملہ ہماری کلاس کا بھی تھا۔ پروفیسر مرحوم کی باوقار شخصیت اور منفرد انداز تدریس نے مضمون کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ تاریخ کی تدریس کے دوران مطالعہ تاریخ کا اصل مقصد ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا۔ وہ مختلف خاندانوں اور حکمرانوں کے طرزِ حکومت، محاسن و معایب کا ذکر فرمانے کے بعد جب غیر جانبداری سے ان کے دیرپا منفی و مثبت نتائج و اثرات پر روشنی ڈالتے تو اس عمل میں وہ اپنے تلامذہ کو بھی شریک فرماتے۔ اس سے طلباء کی فکری و ذہنی تربیت ہوتی اور انھیں اپنی رائے بیان کرنے کا حوصلہ اور سلیقہ بھی آتا۔

استادِ محترم جامع العلوم تھے۔ وہ تاریخ پڑھاتے پڑھاتے موقع محل کی مناسبت سے علوم قرآنِ حکیم، حدیثِ نبوی ﷺ اور شعر و ادب کے حوالے بھی دیتے۔ درحقیقت وہ علوم کا موسوعہ تھے اور ان کی خواہش ہوتی کہ ان کے شاگرد بھی ان علوم سے متعارف ہوں اور ان کے حصول کی طرف راغب بھی۔

استادِ مکرم تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے کالج اور یونیورسٹی کی سطح کے طلباء کے لیے تفسیر، حدیث اور عربی ادب و گرائمر وغیرہ کے موضوعات پر متعدد مفید کتب تالیف کیں۔ ان کی کتاب تاریخ اسلام جو تاریخ کی مستند ترین کتابوں میں سے ہے، اس بات پر شاہد عدل ہے کہ تاریخی روایات کے ردّ و قبول میں ان کا معیار نہایت کڑا ہے اور مصادر و مراجع بڑے بلند پایہ ہیں۔ یہی انفرادیت ان کی تمام

* پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت ایک عرصہ تک جامعہ پنجاب کے شعبہ اسلامیات کی چیئرپرسن رہی ہیں، ان کی نگرانی میں کئی لوگوں نے Ph.D کی تکمیل کی ہے، اب پروفیسر ایمریطس ہیں اور یونیورسٹی میں انھیں اُمّ الاساتذہ کہا جاتا ہے، حفظہا اللہ تعالیٰ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تالیفات میں نظر آتی ہے۔

تحقیق محنت ومشقت کے بغیر ممکن نہیں، استادِ محترم نے اس کٹھن کام کا آغاز پیشہ تدریس میں داخل ہونے کے فوراً بعد کر دیا تھا۔ لغت کی معروف کتاب ''لسان العرب'' میں وارد شعراء اور اشعار کی مستند فہرست دو جلدوں میں مرتب کی۔ جلد اول میں ''لسان العرب'' میں وارد ہونے والے ان شعراء کا تذکرہ ہے جن کے اشعار صاحب لسان نے بطور شواہد استعمال کیے اور دوسری جلد اور تیسری جلد میں ان اشعار کی قوافی اور بحور کا ذکر ہے۔ جبکہ چوتھی جلد أنصاف الابیات پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بڑی ہمت اور دیدہ ریزی سے تن تنہا یہ کام سرانجام دیا۔ انھوں نے متنوع موضوعات پر جامع و وقیع مقالات تحریر فرمائے۔ یہ مضامین قرآنِ حکیم، سیرت وحدیث، فقہ، تصوف، تذکرہ نگاری، تاریخ، عربی ادب وغیرہ سے متعلق ہیں۔

پروفیسر صاحب نجیب الطرفین تھے۔ ان کا تعلق ایک ایسے علمی اور متدین خاندان سے تھا، جس نے ملک وقوم کی دینی، علمی، عسکری غرضیکہ ہر میدان میں خدمت کی۔ استادِ محترم نے اپنی خاندانی روایت کو آگے بڑھایا اور علم وتحقیق کی وہ شمع روشن کی جس کی شعاعیں آج ہر سو پھیلی ہوئی ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ ضوء فشانی جاری رہے گی۔

میرے استادِ محترم پر اللہ کریم کا ایک اور خصوصی انعام نیک طینت وفطرت اولاد کی صورت میں تھا۔ ان کی صاحبزادی غزالہ نے شعبہ اسلامیات سے ایم۔ اے کیا اور سال دوم میں ''شروح صحیح بخاری'' پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جو بعد میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔ ان کے صاحبزادے عزیز محترم زبیر قیوم صاحب جن کا تعلق افواج پاکستان سے رہا اور ریٹائرمنٹ کے بعد میدانِ صنعت میں مصروفِ کار ہیں۔ ان کا میدان علم وعمل اپنے والد کے میدان سے یکسر مختلف، لیکن کتنی خوش نصیب ہے وہ اولاد جو اپنے والدین کی وفات کے بعد صدقہ جاریہ بنتی ہے۔

عزیز محترم نے اپنے عظیم والد کے علمی وتحقیقی ذخیرہ کو جو اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں ہے، بذریعہ طباعت واشاعت محفوظ کیا اور تشنگان علم تک پہنچایا۔ ابھی بھی وہ اسی نیک، اہم اور بامقصد ذمہ داری کی ادائیگی کی شاہراہ پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں انھیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے۔ ان تالیفات کی تعداد بیس سے زیادہ ہے جو خوبصورت اور جاذبِ نظر گیٹ اپ کے ساتھ مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ رب رحیم وکریم ان کے اس عمل کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔

ربِ رحیم وکریم استادِ محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی صلبی اور روحانی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک عاجز بیٹی............جمیلہ شوکت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی

# بیاد استاد محترم پروفیسر عبدالقیوم صاحب

۱۹۵۹ء میں گورنمنٹ کالج ساہیوال سے بی۔اے (آنرز) مکمل کرنے کے بعد میں نے عربی ایم اے میں داخلے کے لیے اورینٹل کالج لاہور کا رخ کیا۔ اُن ایام کی خوابناک فضا اب بھی یاد آجاتی ہے تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ اورینٹل کالج کے پختہ بنیاد در و بام نے دل پر اپنی سطوت کا نقش بٹھایا۔ مگر اس سے کہیں بڑھ کر وہ سطوت تھی جو یہاں میسر آنے والے اساتذہ نے قائم کی۔ ان میں سے ہر ایک شخصیت علم کا ایک پختہ بنیاد ستون تھا۔

شعبہ اردو میں ڈاکٹر سید عبداللہ، سید وقار عظیم اور ڈاکٹر عبادت بریلوی[1] اور شعبہ فارسی میں سید وزیر الحسن عابدی[2] کو چلتے پھرتے دیکھا۔ شعبہ عربی میں ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، پروفیسر عبدالصمد صارم، مولانا نورالحسن، سید ابوبکر غزنوی اور پروفیسر عبدالقیوم جیسے اساتذہ سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔

ان دنوں یہ رواج تھا کہ لاہور کی مؤقر درس گاہوں سے نامی اساتذہ بلا معاوضہ اورینٹل کالج میں کچھ وقت دیتے تھے۔ ہمارے شعبے (عربی) میں ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق صاحب اور جناب پروفیسر عبدالقیوم گورنمنٹ کالج سے اور محترم سید ابوبکر غزنوی اسلامیہ کالج سول لائنز سے تشریف لاتے تھے۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب اس زمانے میں کلین شیوڈ، سوٹ بوٹ اور نکٹائی سے درست، پڑھانے کے لیے آتے تھے۔ نظر کے چشمے کے پیچھے سے اُن کی مسکراتی ہوئی آنکھیں شفقتیں بکھیرتی محسوس ہوتی

---

* پروفیسر ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی، پروفیسر ایمریطس گورنمنٹ کالج لاہور، معروف ادیب، نقاد اور شاعر ہیں۔ عربی ادب کے عظیم اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ کئی کتب کے مصنف اور مترجم ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں امروہہ بھارت میں پیدا ہوئے۔ دارالمعارف کی درخواست پر انھوں نے یہ مضمون عنایت فرمایا۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

[1] ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۴ اگست ۱۹۲۰ء کو بریلی میں پیدا ہوئے، اردو کے کامیاب مدرس اور کئی کتب کے مصنف تھے، اورینٹل کالج کے پرنسپل اور شعبہ اردو کے صدر رہے، انھوں نے ۱۹ دسمبر ۱۹۹۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔

[2] ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی ۲۵ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، اورینٹل کالج میں فارسی کے مدرس رہے، کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ انھوں نے ۲۹ جون ۱۹۷۹ء کو لاہور میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھیں۔ ہر استاد کا کوئی خاص دل چسپی کا میدان ہوتا ہے جس میں طلبہ اُن سے خصوصی استفادہ کرتے ہیں۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی نظر کتابیات پر بہت گہری تھی۔ کسی بھی موضوع کو اُن کے ساتھ زیر بحث لائیے وہ کھڑے کھڑے دس بیس قدیم وجدید مصادر بتا دیتے تھے۔ لائبریری میں وقت گزارنا بہت پسند تھا اور تازہ ترین کتابوں کے بارے میں طلبہ کو آگاہی بخشتے رہتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ لائبریری کثرت سے جایا کرو اور یاد رکھو کہ اگر صرف الماری کے سامنے کھڑے ہو کر مختلف کتابوں کو نکالو اور الٹ پلٹ کر واپس رکھ دو تو اس سے بھی تمہارے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ تازہ آنے والی کتب کو بھی ایک نظر دیکھ لیا کرو کہ کس موضوع پر کون سی کتاب آئی ہے، کس نے لکھی ہے اور کہاں سے شائع ہوئی ہے۔ فہرست اور تھوڑی سی ورق گردانی سے اتنا معلوم کر لو کہ مصنف نے اپنے موضوع پر کیا زاویہ اختیار کیا ہے۔ بس اتنا کر لینے سے بھی بہت فرق پڑتا ہے، یوں سمجھ لیجیے کہ اُن کے خیال میں علم کا بھی ایک غبار ہوتا ہے جو علمی ماحول میں جانے سے آدمی کی شخصیت پر تہ بہ تہ بیٹھتا چلا جاتا ہے۔

تاہم پروفیسر صاحب محض کتابی آدمی نہیں تھے، اُن کی ذات اعلیٰ انسانی واخلاقی اقدار کا مرقع تھی۔ وہ طالب علموں کی ذاتی زندگی کے بارے میں جاننا اور اگر ممکن ہو تو اُن کے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی ملازمتوں کے سلسلے میں مددگار ہوئے اور اُن سے زندگی بھر تعلق رکھا۔

ایم اے کے زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ ایک روز پروفیسر صاحب نے اورینٹل کالج کے وسطی لان کے قریب روش پر چلتے چلتے اچانک پلٹ کر مجھ سے کہا کہ میں کچھ تعلیمی نصابات مرتب کر رہا ہوں۔ تم شعر کہتے ہو، کیا عربی میں بھی کبھی کوشش کی ہے؟ ہو سکے تو ایک قومی ترانہ عربی میں نظم کرو۔ میں نے تعمیل ارشاد میں کچھ طبع آزمائی کی۔ غالباً اسے پروفیسر صاحب کی خدمت میں پیش بھی کر دیا ہوگا مگر کچھ یاد نہیں کہ اس کا کیا ہوا! نصاب میں تو یہ شامل نہ ہوئی مگر میرے پرانے کاغذات میں یہ تک بندی اب بھی کبھی کبھی نکل آتی ہے اور پروفیسر صاحب کی یاد دلاتی ہے:

أَلَا أَلَا فَـإِنَّـنَـا      بِـنَـاءُ مَـعْـشَـرٍ حَـسَـنْ
مُـدَافِـعُـونَ فِـي الْـوَغَـى      عَـنِ الـدِّيَـارِ وَالْـوَطَـنْ
وَمُـولَـعُـونَ بِـالـنَّـشَـاطِ      كَـارِهُـونَ لِـلْـوَهَـنْ
وَغَـيْـرُ جَـازِعِـيْـنَ قَـطُّ      مِـنْ حَـوَادِثِ الـزَّمَـنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مُعَالِجُونَ بِالسُّیُوفِ　　دَاءَ شِدَّةِ الْمِحَنْ
عَلٰی السَّمَاءِ خَافِقٌ　　هَلَالُ رَایَةٍ لَنَا
وَنَجمَةٌ لها کَانجُمِ　　السَّمَاءِ فی السَّنَا
وَنَحْنُ طَاعِنُون عَن　　هُمَا الکُسُوفَ بِالقَنَا
حَذَارِ مِن سِلَاحِنَا　　لَدَیهِمَا فَانَّنَا
مُعَالِجُونَ بِالسُّیُوفِ　　دَاءَ شِدَّةِ الْمِحَنْ
مِنَ الْکِرَام أَصْلُنَا　　فَنَحْنُ وارِثُو الْکَرَمْ
وُجُوهُنَا مُنِیرَةٌ　　کَمَا النُّجُومُ فِی الظُّلَمْ
نُفُوسُنَا حَرِیصَةٌ　　عَلٰی مَکَارِمِ الشِّیَمْ
وَنَحْنُ فِی الْخُطُوبِ　　کَالْجِبَالِ ثَابِتُو الْقَدَمْ
مُعَالِجُونَ بِالسُّیُوفِ　　دَاءَ شِدَّةِ الْمِحَنْ

میں نے ۱۹۶۱ء میں عربی ایم اے کا امتحان دیا۔ نتیجہ آنے سے قبل کے ایام میں ایک روز پروفیسر صاحب مجھے اورینٹل کالج میں ملے اور پوچھا کہ آج کل کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کوئی خاص مصروفیت نہیں، بس نتیجے کا انتظار ہے۔ فرمایا: ایک ٹیوشن ہے۔ کرسکو گے؟ لغاری خاندان کا ایک طالب علم گورنمنٹ کالج کے کواڈرینگل ہاسٹل میں رہتا ہے اور عربی پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر تم وہاں جا کر روزانہ ایک گھنٹہ اسے پڑھا سکو تو وہ سو روپے مہینہ تمہیں دیا کرے گا۔ ٹیوشن سے مناسبت طبع تو نہ تب تھی نہ کبھی پیدا ہوسکی۔

مگر اس وقت کے اکثر طلبہ کا تعلق زیریں متوسط طبقے سے ہوتا تھا۔ مجھے میرے گھر سے تعلیم اور ہاسٹل کے اخراجات کے لیے سو روپیہ ماہانہ بھیجا جاتا تھا جو اس زمانے میں بہت کافی ہوتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ اب جبکہ تعلیمی میقات کا اختتام ہو چکا ہے، اگر میں گھر والوں پر یہ بوجھ ختم کرسکوں تو مناسب ہوگا۔ پروفیسر صاحب کی شفقت و عنایت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں نے حامی بھر لی۔ تقریباً دو ماہ میں نے یہ خدمت انجام دی ہوگی کہ نتیجہ آ گیا اور بہاولپور میں بطور لیکچرار میری تقرری ہوگئی۔ طلبہ کے لیے یہ ہمدردی اور دل سوزی پروفیسر صاحب کی طبیعت کا حصہ تھی۔

بہاولپور میں سال بھر قیام کے بعد پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہو کر میں گورنمنٹ کالج سرگودھا چلا آیا۔
پروفیسر صاحب ریٹائرمنٹ کے بعد اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے جو ان جیسے تحقیقی مزاج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رکھنے والے علم دوست انسان کے لیے نہایت مناسب گوشہ تھا۔ اس زمانے میں کبھی کبھار لاہور آنا ہوتا تو گاہے گاہے پروفیسر صاحب سے ملاقات ہو جاتی اور ہر بار اُن کی دیرینہ شفقت و محبت کا نقش تازہ ہو جاتا۔

سالہا سال کے بعد جب میں نے پی ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے ایک ممتحن پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہیں۔ مجھے اطمینان ہوا کہ میرا کام مناسب ہاتھوں میں ہے۔ اُس دور میں طلبہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی ممتحن کا پیچھا کریں یا اپنے حق میں اس کے پاس سفارش کرائیں۔ چنانچہ نہ میں نے اس سلسلے میں اُن سے کوئی رابطہ کیا اور نہ گاہے گاہے سرِ راہے کی ملاقات میں انھوں نے کچھ ارشاد فرمایا۔

طویل عرصے کے بعد جب میں ۱۹۸۴ء میں سرگودھا کے گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج کا پرنسپل تھا، ایک روز ایک سفید ریش دراز قد شخصیت میرے کمرے کی چق اُٹھا کر اندر داخل ہوئی۔ بَر [1] میں شیروانی، سر پر جناح کیپ، تاہم چشمے کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی شفقت آمیز متبسم نگاہیں وہی کی وہی تھیں۔ میرے لیے اُن کی یہ غیر متوقع آمد بڑی خوشی کی بات تھی۔ اُٹھ کر استقبال کیا۔ معلوم ہوا کہ اُن کے داماد پاک فضائیہ سے منسلک ہیں اور آج کل سرگودھا میں تعینات ہیں۔ انھی کے تعلق سے تشریف آوری ہوئی۔ شاگردوں کے کوائف سے وہ کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ میں انبالہ مسلم کالج میں بطور پرنسپل کام کر رہا ہوں چنانچہ بنفس نفیس قدم رنجہ فرمایا۔

میں نے اُسی وقت لائبریری سٹاف کو پیغام بھیجا کہ طلبہ کو لائبریری کے مرکزی ہال میں جمع کیا جائے۔ میری خواہش تھی کہ پروفیسر صاحب اُن سے مختصر سا خطاب فرمائیں۔ یہ استدعا انھوں نے اپنی دیرینہ فراخ دلی کے ساتھ منظور فرمائی۔ ہال میں پہنچ کر میں نے طلبہ سے مختصر سی گفتگو کی جس میں بتایا کہ پروفیسر صاحب میرے مُشفق اساتذہ میں سے ہیں جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور میری یہ خواہش ہے کہ میرے کالج کے طلبہ کو بھی براہ راست اُن سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے۔

میں نے کتاب سے پروفیسر صاحب کے گہرے شغف اور اُن نصیحتوں کا ذکر بھی کیا جو انھوں نے ہمیں ہمارے زمانہ طالب علمی میں کیں کہ لائبریری میں جانا اور کتابوں کو محض اُلٹ پلٹ کر دیکھتے رہنا بھی برکت سے خالی نہیں، چنانچہ ہم نے اُن کے ارشادات سننے کے لیے لائبریری کا ہی ہال منتخب کیا ہے جو ان کا پسندیدہ مقام ہے۔ طلبہ اس تعارف کے بعد پر جوش اور ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے اور پروفیسر صاحب کا خطاب نہایت عقیدت و احترام سے سنا۔

---

[1] بَر: جسم، بدن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب خود بھی بہت خوش ہوئے۔ میرے دفتر میں تشریف لانے کے بعد انھوں نے باتوں باتوں میں ایک ایسی بات بھی فرمائی جس سے میرا دل نہایت سرشار ہوا۔ فرمایا کہ بہت سے مقالات جانچنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ تمہارا مقالہ جب آیا تو اُسے دیکھنے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ معیار ہنوز معدوم نہیں ہوا۔ اس روز انھوں نے خاصا وقت میرے ساتھ گزارا اور بہت خوش خرم واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد پھر اُن سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔

پروفیسر صاحب اچھے وقتوں کی یادگار تھے۔ نیک دل، پاکیزہ سرشت، متدین، دیانتدار، ہمدرد، بااخلاق، کشادہ رو، کشادہ دل، محبتیں بانٹنے والے، وطن عزیز کے نمایاں اہل علم میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ ہماری نسل خوش نصیب تھی کہ ایسی شخصیات کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ پروفیسر صاحب نے تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے۔

عربی کی مشہور لغت ''لسان العرب'' جب پہلے پہل چھپ کر سامنے آئی تو انھوں نے اس کی تفصیلی فہرست سازی کا مشکل اور بہت پھیلا ہوا کام شروع کیا، یہ اس سلسلے کی اولین کوشش تھی جو بالاقساط اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوتی رہی اور عالمی سطح پر عربی کے حلقوں میں اس کی افادیت کو تسلیم کیا گیا۔ اب اسے مکتبہ قدوسیہ لاہور سے چار جلدوں میں شائع کر دیا گیا ہے۔

آخر میں ایک اور پہلو کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ بڑے بڑے اہل علم کی اولاد، بسا اوقات خاصی مایوس کن ثابت ہوتی ہے۔ مدت العمر کی کاوشوں سے جمع کیے ہوئے ان کے کتب خانے فٹ پاتھ پر کوڑیوں کے مول بکتے ہیں اور ان کے نتائجِ قلم طاقِ نسیاں پر دھر دیے جاتے ہیں، پروفیسر عبدالقیوم صاحب اس اعتبار سے بھی بہت خوش نصیب ہیں کہ میجر زبیر قیوم (ر) جیسا فرزند اُن کے اخلاف میں شامل ہے جو اپنے والد گرامی کی انسانی اور علمی بڑائی کا نہ صرف مداح و معترف ہے بلکہ پروفیسر صاحب کی یاد کو تازہ رکھنے اور اُن کے علمی سرمائے کی اشاعت نو کا اہتمام کرنے میں تن من دھن سے مصروف ہے۔

زبیر صاحب ہی کی کاوشوں سے پروفیسر صاحب کا ذخیرۂ کتب پنجاب یونیورسٹی لاہور کی مرکزی لائبریری میں محفوظ ہو گیا ہے اور انھی کی تحریک پر مجھے حضرت استاد کی یاد میں یہ سطور تحریر کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جن کا اختتام چند اشعار پر کرتا ہوں جو ان تاثرات کو لکھتے لکھتے نوکِ قلم سے ٹپک پڑے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ شفیق آنکھیں جب مجھے یاد آتی ہیں
دل کو گدگداتی ہیں، آنکھ کو رلاتی ہیں
کیسے لوگ تھے یارب اُس گئے زمانے میں
اب وہ صورتیں ہم کو کب جھلک دکھاتی ہیں
زندگی کے دن گزریں علم کے خزانوں میں
اب بھی اُن کی تحریریں یہ سبق سکھاتی ہیں
دل کو آج بھی حاصل اُن کی رہنمائی ہے
اب بھی ان کی تنویریں راستہ دکھاتی ہیں
یادِ حضرت اُستاد، دل میں آن اُتری ہے
وادیاں تخیل کی کیسی جگمگاتی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر حافظ محمد سعید*

# پروفیسر عبدالقیوم مرحوم

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم جو کہ مسجد مبارک متصل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے بانیان میں سے تھے، بڑے صاحب علم اور صاحب فضل بزرگ تھے۔

وہ گورنمنٹ کالج لاہور (حال جی سی یونیورسٹی) میں عربی کی تدریس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں بھی اعزازی طور پر عربی پڑھایا کرتے تھے۔ان کی تدریس اور علم وفضل کا بہت شہرہ تھا۔

میں جب ۱۹۷۰ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور آیا تو مجھے بھی ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا، ان دنوں چوک دال گراں کے قریب روپڑی علماء کا مدرسہ قائم تھا اور مسجد مبارک بھی اہل حدیث کا مرکز تھی۔

اتفاق سے مجھے ریلوے روڈ کے چوک برف خانہ کے قریب ہی کرائے کے ایک مکان میں رہائش رکھنا پڑی کیونکہ میں پنجاب یونیورسٹی کا طالب علم تھا، پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی رہائش چونکہ مسجد سے متصل تھی اور وہ مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں آسانی سے مل جاتے تھے، اس لیے اُن سے تعلیم وتعلّم سے وابستہ لوگ اپنے علمی معاملات میں رہنمائی کے لیے مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔

اُنہی دنوں مجھے ایم۔اے کے مقالے کے سلسلے میں اُن سے رہنمائی کی ضرورت پیش آئی، میرا مقالہ علم حدیث سے متعلق تھا، پروفیسر صاحب نے پوری دلچسپی کے ساتھ مجھے مصادر و مراجع بتائے اور رہنمائی کے ساتھ خوب حوصلہ افزائی بھی کی۔

مجھے اس مقالے میں نمایاں کامیابی ملی، جس پر وہی شکریہ کے مستحق تھے۔

میری تعلیم سے دلچسپی اور دینی معلومات کی بنا پر اُنھوں نے مسجد مبارک میں نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن کی ذمہ داری تفویض کی، یہ ۱۹۷۱ء کی بات ہے، درسِ قرآن کا یہ سلسلہ کئی مہینے جاری رہا۔

اس دوران مسجد میں قریب یا دور سے تشریف لانے والے احباب جماعت کے ساتھ بھی میرا ایک رابطہ

* جماعۃ الدعوۃ کے بانی و امیر، ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے کیا اور شاہ سعود یونیورسٹی ریاض سے عربی میں تخصص کی تعلیم حاصل کی۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر رہے۔ انھوں نے ۱۹۸۰ء کے آس پاس ایک دینی رفاہی جماعت کی بنیاد رکھی۔ روس کے خلاف افغان جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ بعد ازاں مظلوم کشمیریوں کے تحفظ و آزادی کے لیے ہندوستان کے خلاف سربکف رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قائم ہوگیا، جو اب تک قائم ہے، الحمدللہ۔

پروفیسر صاحب مرحوم طلباء کی رہنمائی میں بہت کشادہ دل تھے، اسی طرح علماء اور اساتذہ بھی ان کے ہاں تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں علمی مجالس قائم رہتی تھیں۔

اللہ نے انھیں تصنیف و تالیف کا بھی خوب ذوق بخشا تھا، گورنمنٹ کالج سے ریٹائرمنٹ کے بعد وہ جب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ساتھ وابستہ ہوگئے، تو ان کا یہ ذوق خوب پروان چڑھا۔ میں پروفیسر صاحب کے پاس دائرہ معارف اسلامیہ میں تواتر کے ساتھ جاتا رہا۔ وہاں اُن سے زیادہ استفادے کا موقع ملا۔

وہ خالص علم دوست شخصیت تھے، وہ کبھی بحث وجدل اور مناظرے کا حصہ نہ بنے، تمام مسالک کے اکابرین کا وہ احترام کرتے تھے، اسی طرح اکابرین اُن کا احترام کرتے تھے۔ لیکن وہ پختہ فکر کے اہل حدیث تھے، تحریک اہل حدیث پر اُن کا مختصر لیکن پر اثر مقالہ لائق مطالعہ ہے۔

ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۹۰ء میں کالج میگزین کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا، وہ اشاعت بھی میری نظر سے گزری ہے۔

ان کے فرزند ارجمند میجر زبیر قیوم بٹ نے اُن کے نام پر مسجد مبارک سے متصل عربی و اسلامیات کے وسیع ذخیرے پر مشتمل ایک لائبریری قائم کی ہے، جس میں دارالمعارف کے نام سے اسلامی تحقیق و تالیف کا ایک مرکز قائم کیا ہے۔

دارالمعارف کی طرف سے پروفیسر عبدالقیوم کی تالیفات از سرنو شائع کی جائیں گی، ان کے تحریر کردہ خاکوں پر سیرت النبی ﷺ اور تاریخ علوم اسلامیہ پر بھی تفصیلی کام جاری ہے۔

گزشتہ دنوں پچاس سال سے زائد عرصے کے بعد پروفیسر صاحب کی ایک خوبصورت اور مفید کتاب تاریخ اسلام دارالمعارف نے شائع کی ہے، جس کا نسخہ مجھے بطور تحفہ پیش کیا گیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت مفید ہے اور علماء کا مرجع ہوگی، ان شاءاللہ۔

دارالمعارف نے اورینٹل کالج میگزین ۱۹۹۰ء کے مضامین کے علاوہ نئے مضامین لکھوا کر دو گنا سے زائد اضافہ کیا تاکہ پروفیسر صاحب کے لیے ایک ارمغان علمی تیار کیا جائے، اسی سلسلہ میں مجھے بھی اپنے تاثرات لکھنے کا کہا گیا، تو میں نے چند سطور میں یہ گزارشات رقم کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے استادِ محترم پروفیسر عبدالقیوم کی علمی و تعلیمی خدمات قبول فرمائے اور دارالمعارف کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*غزالہ حامد

# والد محترم: پروفیسر عبدالقیوم

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/۲۶)

''جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔ صرف تیرے رب کا نام باقی رہے گا جو بڑی بزرگی اور عظمت والا ہے۔''

اللہ بزرگ و برتر کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اللہ کے اتنے پیغمبر، انبیاء علیہم السلام، اولیاء، بزرگ اور بڑے بڑے طاقتور بادشاہ آئے لیکن اس دنیا سے کوچ کر گئے، اللہ کا تو نظام ہی ایسا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کا نام اور ان کی تعلیمات زندہ رہتی ہیں۔ خاص طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، فرمایا:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ﴾ (الحجر: ۱۵/۹)

''ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔''

اس لیے قرآنِ مجید اور آپ کی تعلیمات سنت اور حدیث، من وعن ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

بڑے بڑے علماء فضلاء، محدث فقیہ اور ائمہ دین اس دنیا میں تشریف لائے، انھوں نے اپنی قابلیت و استطاعت کے مطابق اسلام اور اشاعت دین کی خدمات سرانجام دیں۔ قرآن وحدیث کو لوگوں تک پہنچایا۔ بڑی بڑی کتب تفاسیر و احادیث اور کتب تاریخ لکھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور آپ کے اخلاقِ حسنہ پر بے شمار کام کیا۔ جس سے عوام الناس مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

* دختر پروفیسر عبدالقیومؒ۔ وہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۳ کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۶۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میری بڑی خواہش تھی کہ میں اپنے والد محترم پروفیسر عبدالقیوم ؒ کی زندگی اور ان کی خدمات پر روشنی ڈالوں۔ لیکن میں لکھ ہی نہیں پاتی تھی۔ آج اٹھائیس سال بیت گئے، اللہ تعالیٰ نے کچھ حوصلہ دیا اور توفیق بخشی کہ میں کچھ بیتی یادیں، خوبصورت پرورش اور تعلیم وتربیت کے لمحات کو الفاظ کے پیرائے میں پرودوں۔

سب سے پہلے میں ضروری سمجھتی ہوں کہ اپنے خاندان کا کچھ تعارف کراؤں......

پروفیسر عبدالقیوم ؒ کے والد محترم کا نام منشی فضل الدین تھا۔ اس زمانے میں پڑھے لکھے لوگوں کو منشی کہا جاتا تھا۔ انھوں نے ادیب عالم اور منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا تھا۔ آپ بڑے نیک اور صالح بزرگ تھے اور مختلف موضوعات کی کتابوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ بڑے بڑے علماء میاں نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور دیگر اکابر علماء سے ان کے مراسم تھے۔ والد محترم نے ان کے حلقہ ہائے درس وخطابت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

اللہ کے دین اور علماء کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اپنے گھر کے ساتھ مسجد تعمیر کی اور ساتھ ہی علماء کے لیے اپنے گھر میں مہمان خانہ بنایا جہاں بڑے بڑے علماء قیام کرتے تھے۔ مسجد میں علماء قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کا درس دیتے تھے۔ علماء کی خدمت کرنا ان کا شغف اور محبت تھی۔ ان کے والد عبداللہ جموں کشمیر (موضع شوپیاں) کے رہنے والے تھے، وہاں سے ہجرت کرکے کھاریاں کے قریب گلیانہ گاؤں میں آباد ہوئے۔

پروفیسر صاحب کے والد منشی فضل الدین کے دو بھائی بھی ساتھ تھے۔ ایک بھائی کو طبیہ کالج سے طب کی تعلیم دلوائی جن کا نام حکیم نور دین تھا۔ دوسرے بھائی احمد دین کو ویٹرنری ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی اور وہ ہندوستانی فوج میں کیپٹن کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ انگریز کا زمانہ تھا، آرمی آفیسرز کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ اچانک حادثہ میں ان کی وفات ہوئی اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ تدفین ہوئی۔

منشی فضل الدین کے آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ان پر اللہ کا خاص فضل وکرم تھا، دو بیٹے پروفیسر تھے اور پانچ ایئر فورس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ ایک بیٹا عبداللہ بٹ بڑا مشہور معروف صحافی تھا۔

پروفیسر عبدالقیوم ؒ دوسرے نمبر پر تھے۔ آپ ۱۵ جنوری ۱۹۰۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۷ء میں میٹرک پاس کیا۔ ان دنوں میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی ہی لیا کرتی تھی۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے ۱۲۲۹ء میں ایف۔ اے اور ۱۹۳۲ء میں بی۔ اے آنرز کیا، پھر پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے ۱۹۳۴ء میں ایم۔اے عربی کیا۔ایم۔اے عربی کے بعد ۳۸۔۱۹۳۵ء میں انھیں پنجاب یونیورسٹی نے میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ دیا۔یہ بڑے اعزاز کی بات تھی۔اس سکالرشپ کے چار سالہ دور میں پروفیسر عبدالقیومؒ نے جو کام کیا، برطانیہ کی یونیورسٹی کیمبرج کے پروفیسر ڈاکٹر کرنکو نے اس کے متعلق اسلامک کلچر حیدر آباد دکن، شمارہ ۱۳ (۱۹۳۷ء) میں بہترین رائے کا اظہار کیا۔اسی طرح سید سلیمان ندوی نے مجلہ معارف اعظم گڑھ (۱۹۳۹ء) میں اس کی تحسین کی۔

۱۹۳۹ء میں انھوں نے معلمی کا سلسلہ شروع کیا۔ان کی پہلی تقرری بطورِ عربی استاد زمیندار کالج گجرات میں ہوئی تھی۔۱۹۴۴ء تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

اِسی دوران ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔میں بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں۔میرے بعد اللہ نے چار بھائی اور ایک بہن سے نوازا۔والد صاحب نے ان کی تعلیم وتربیت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ریاض، اعجاز، اور شاہد بیرونِ ملک میں آباد ہو گئے۔ایک بھائی زبیر قیوم اور بہن عنیزہ لاہور میں مقیم ہیں۔میں نے والد صاحب کی راہنمائی میں ایم۔اے اسلامیات کیا اور "شروح الجامع الصحیح للبخاری" پر مقالہ لکھا جو بہت مقبول ہوا۔یہ کتاب کی صورت میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے چھپ چکا ہے۔

۱۹۴۵ء میں والد صاحب کا تبادلہ مشرقی پنجاب ہوشیار پور میں کر دیا گیا۔ایک سال بعد لدھیانہ میں تعینات ہوئے۔اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔اسی سال یعنی ۱۹۴۷ء میں آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور لیکچرر متعین ہوئے یہاں آپ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک اکیس سال خدمات سرانجام دیں۔مجموعی طور پر آپ کا تدریسی زمانہ تقریباً تیس سال پر محیط ہے۔۱۹۶۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ریٹائر ہوئے تو انھیں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں نے طلب فرمایا اور دوسری طرف سیکرٹری اوقاف مسٹر مسعود محکمہ اوقاف میں لینا چاہتے تھے۔آپ نے پنجاب یونیورسٹی اردو معارف اسلامیہ کی پیش کش قبول کی کیونکہ یہاں تحقیق وریسرچ کا کام آپ کا پسندیدہ تھا، چنانچہ ۱۹۶۸ء سے اپنے کام کو بڑی خوش اُسلوبی سے تاحیات انجام دیتے رہے۔اس ادارہ کے تحت اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی ۲۲ جلدیں طبع ہوئیں جس میں پروفیسر عبدالقیومؒ کی کاوش شامل ہے۔اس میں بے شمار مقالات لکھے اور بے شمار اہل علم کے مقالوں کی نظر ثانی کی۔آپ کی تدریسی خدمات کے دوران اندرون وبیرون ملک بے شمار شاگرد تیار ہوئے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔وہ ایک باپ کی طرح اپنے شاگردوں کی ترقی پر خوشی محسوس کرتے تھے۔

تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ انھوں نے تصنیف وتالیف میں بھی بڑی محنت سے کام کیا، تصانیف میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نصابی کتابیں بھی شامل ہیں۔ عربی ادب ولغت سے متعلق خالص فنی اور تحقیقی کتابیں بھی شامل ہیں۔

ہمارا خاندان علم کا گہوارہ تھا۔ خاندان کے افراد اعلیٰ تعلیم سے مزین تھے، ماحول بڑا شائستہ اور مذہبی تھا۔ تمام افراد یعنی باپ دادا چچا جب آپس میں گفتگو کرتے تھے تو ایسے معلوم ہوتا کہ خوشبودار پھولوں کی مہک ہے یا موتیوں کی لڑیاں پروئی جارہی ہیں، آپس میں شعر و شاعری، کہاوتیں اور قرآن کی آیات سے محفل سجائی جاتی تھی۔

اکثر دادا جان اور والد صاحب کا مباحثہ ہو جاتا تھا، ایک دفعہ کا ذکر ہے دادا جان نے کہا: عبدالقیوم! تم صحیح نہیں کہہ رہے ہو، حوالہ غلط دے رہے ہو۔ والد صاحب نے بڑے احترام سے کہا: نہیں، میاں جی آپ کو غلطی لگ رہی ہے۔ بسا اوقات میاں جی کا حوالہ صحیح ہوتا بعض اوقات والد صاحب کا۔ اکثر والد صاحب صحیح ہوتے لیکن بڑے ادب واحترام کے ساتھ دادا جان سے گفتگو کرتے تھے۔

میں تو اکثر والد محترم کے پیچھے لگی رہتی تھی کہ یہ بتائیں یہ پڑھائیں، بسا اوقات وہ تنگ بھی آجاتے تھے۔ میں بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی اور اسی لیے زیادہ توجہ حاصل کی۔ ویسے تو باقی سارے بہن بھائی بھی توجہ کا مرکز ومحور رہے۔ آپ بڑے شائستہ اور مہذب انسان تھے۔ طبیعت میں نرمی اور انکسار تھا۔ خوش لباس اور خوش گفتار تھے۔ معاف کرنا اور عفو ودرگزر سے کام لینا ان کا شعار تھا۔

آپ پیار ومحبت کا مجسمہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے، سب کے مسائل حل کرتے۔ وہ اپنے گھر میں بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ اپنے بہن بھائیوں کو پڑھانے لکھانے اور ان کی تربیت میں بڑے معاون ومددگار تھے۔ اپنے بھائیوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ برادران جب چھٹی پر لاہور اپنے گھر آتے تو بڑی عزت افزائی اور محبت سے پیش آتے۔

آپ باپ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معلم اور استاد بھی تھے۔ وہ تربیت کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ رات کو سوتے وقت ہم سب بہن بھائیوں کو ایک پیغمبر کی کہانی سناتے تھے۔ قرآنِ پاک کی آخری چھوٹی سورتیں، کلمے اور نماز بھی یاد کروادی۔ اس طرح ہمیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسولِ کریم ﷺ کی حالات زندگی اور تعلیمات کہانی کی طرح یاد ہوگئیں۔ علاوہ ازیں چلتے پھرتے بات چیت کرنے کا اسلوب، کھانے پینے کے آداب سنت کے مطابق ذہن نشین کروائیں، ان کا انداز تدریس اتنا دلکش اور خوبصورت ہوتا تھا کہ ہمارے ذہنوں میں خود بخود نقش ہو جاتا اور دل میں اتر جاتا تھا۔

ہماری والدہ محترمہ بھی بڑی نیک پڑھی لکھی، شائستہ مہذب، کم گو اور طور طریقے والی خاتون تھیں، ہماری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تربیت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ وہ بچپن سے ہی نمازی، پرہیزگار اور اوصاف جمیلہ کی حامل خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

حدیث میں آتا ہے: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہترین ہے۔''[1]

ہمارے والد صاحب بھی بہترین ثابت ہوئے، آپ اپنے بال بچوں اور اہل وعیال کے لیے بھی ایک مثال تھے۔ نہایت شفیق اور محبت کرنے والے تھے، ہماری والدہ کو ہمیشہ بی بی جان کہہ کر پکارتے تھے۔ بڑے احترام اور عزت سے بات کرتے، ہم نے اپنی زندگی میں انھیں کبھی الجھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی بات ناگوار گزرتی تو خاموش ہو جاتے اور اپنی لائبریری میں چلے جاتے۔ تھوڑی دیر بعد آتے اور ہنستے ہوئے کہتے: السلام علیکم بی بی جان! اور امی نے بھی ہنس کر کہنا: وعلیکم السلام۔ ہم سب نے ہنسنا کہ یہ اچھی ناراضی ہے اور صلح بھی ہوگئی، انھوں نے کہنا کہ ہم ناراض کب ہوئے ہیں، ماشاء اللہ وہ ایک جنتی جوڑا تھا۔

ابی جان کی عادت تھی کہ ایک نماز کے لیے جاتے تو کافی دیر تک وہیں رہ کر ذکر واذکار کرتے، لوگوں سے ملاقات کر کے واپس آتے تو دوسری نماز کا وقت آجاتا۔ والدہ محترمہ نے کہنا سب نمازیوں کو گھر چھوڑ کر آئے ہیں تو ہنس کر کہہ دینا، لاحول ولاقوۃ۔

فجر کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھوں سے چائے بناتے، والدہ صاحبہ ذکر واذکار میں مشغول ہوتی تھیں، آپ نے والدہ صاحبہ کو چائے کا کپ بنا کر دینا اور کہنا: لیں بی بی جان پئیں اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر پیتے۔ ان کو کسی کے ہاتھ کی چائے پسند ہی نہیں آتی تھی۔

وہ ہر ایک کے غمگسار ہر کسی کی تکلیف اور دُکھ بانٹنے والے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ لوگوں کے وظائف لگائے ہوئے تھے۔ روزانہ مسجد میں مسافروں اور نمازیوں کے لیے کھانا بھجواتے اور ہمیں بھی تلقین کرتے کہ اللہ کی راہ میں دو، اللہ دوگنا چوگنا دے گا۔ رشتہ داروں اور عزیز واقارب کے ساتھ ان کا سلوک بہترین تھا، سب ان کا نام لے کر خوش ہوتے تھے۔ اکثر نصیحت کرتے کہ صلہ رحمی کرو، روٹھے ہوؤں کو مناؤ، ہر ایک کے کام آؤ، ہاتھ سے خرچ کرو اور صدقہ خیرات دو یہ اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

وہ علم کے دلدادہ تھے، لوگوں کو اور شاگردوں کو فیضیاب کرنا ان کا مشن تھا۔ وہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھے، انھوں نے تیس سال تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرتے اور

[1] الترمذی: ۳۸۹۵ وسنن ابن ماجہ: ۱۹۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ وہ استاد الاساتذہ تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ یہ ان کے لیے بڑے شرف اور اعزاز کی بات تھی۔

ہر شخص کے دل میں ان کا احترام اور قدر و منزلت تھی۔ وہ راہنمائی کے ایسے چراغ تھے جس سے کئی چراغ روشن ہوئے اور ان کا فیض ابھی بھی جاری ہے۔ لوگوں نے زندگی میں بھی استفادہ کیا اور بعد میں بھی ان کی تحریروں سے راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ ایک عالِم کی موت ایک عاَلَم کی موت ہوتی ہے۔ ایک عالِم تو فوت ہوسکتا ہے لیکن اس کا علم ہمیشہ زندہ جاوداں رہتا ہے لوگ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے زبان اور قلم یعنی تحریر اور تقریر دونوں کے ساتھ جہاد کیا، بے شمار کتب کے مؤلف و مصنف بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کا ثواب قیامت تک ان کو پہنچتا رہے گا، یہ صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (آمین)

## وفات

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔''

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ﴾ ''ہر ایک نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔''

اور مقرر وقت پر ہر ایک نے اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ یعنی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوتِ ''موت کے بعد دوبارہ اٹھنا'' بھی ایک حقیقت ہے اور یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔

یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ ﴿ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ تمہیں موت دیتا ہے اور دفنانے کا حکم دیتا ہے کہ عزت و شرف کے ساتھ اس کو نہلا دھلا کر، کفن پہنا کر، نمازِ جنازہ پڑھ کر مغفرت کی دعاؤں کے ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ دفن کرو۔ اللہ کی امانت کو یوں اللہ کے حوالے کر دو تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ہمارا بھی مقام یہی ہے۔ ہم نے بھی یہاں آنا ہے تا کہ موت یاد رہے۔

ساری زندگی وہ صحت مند اور تندرست و توانا رہے۔ ان کو کوئی بلڈ پریشر وغیرہ نہ تھا، ان کے ٹیسٹ کی رپورٹ بالکل نارمل ہوتی تھی۔ اچانک ایک دن ان کو پروسٹیٹ (Prostate) کی تکلیف شروع ہوتی ہے، مجھے ٹیلی فون آیا۔ میرے میاں ڈاکٹر حامد محمود فوراً ملٹری ہسپتال سی ایم ایچ لے آئے۔ ان دنوں ہماری پوسٹنگ (تبادلہ) سی ایم ایچ لاہور میں تھی، علاج شروع ہوگیا، آخر کار آپریشن طے پایا۔

لیکن بیماری بڑھ چکی تھی، آپریشن تک پوری نگہداشت کرتے رہے۔ آپ کی ساری اولاد بڑی نیک اور سعادت مند تھی، سب نے خوب خدمت کی، اُن دنوں میرا چھوٹا بھائی زبیر قیوم بھی لاہور میں تعینات تھا کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والد صاحب اس کے پاس شفٹ کر گئے تھے اور باقی بھائی بیرون ملک رہتے تھے۔ سب نے اپنی توفیق کے مطابق والد محترم کی انتہائی خدمت کی۔ تقریباً چھ ماہ بیمار رہے۔ میرے میاں ڈاکٹر حامد نے بھی بہت خیال رکھا۔ انھوں نے کوئی انجکشن یا بلڈ ٹرانسفر کسی اور سے نہیں کرایا بلکہ اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے (آمین) لیکن کہتے ہیں 'مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کیونکہ موت برحق ہے۔ کچھ نہ کچھ بہانہ تو بنا ہوتا ہے۔

آپ کی موت بھی بڑے قابل رشک طریقے سے ہوئی۔ موت سے پہلے شاید اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس فرشتوں کا آنا جانا ہو جاتا ہے۔ آپ آخری مہینہ میں اکثر کہتے تھے کہ کھڑکیاں دروازے کھول دیں مہمانوں نے آنا ہے۔ پہلے تو ہم نہ سمجھے لیکن بعد میں ہمیں یقین ہو گیا کہ ضرور فرشتوں کا آنا جانا ہے۔

آخری ہفتہ ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور وہ درد کی شکایت کرتے تھے۔ بہر حال جو ممکن تھا دوائی وغیرہ دیتے رہے۔ آخر جمعہ المبارک کے دن تکلیف زیادہ ہوئی، بے چینی اور بے قراری کچھ زیادہ ہو گی۔ زبیر اور امی جان بھی وہیں تھے۔ دو تین دفعہ کہا کہ مجھے اُٹھاؤ پھر لٹا دو، پھر کہا اُٹھا دو۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے امی جان نے آپ کے منہ میں پانی کا چمچ ڈالا۔ آپ نے سامنے دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے ایک دم یہ پڑھنا شروع کر دیا۔

﴿ يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ٱرْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَٱدْخُلِي فِي عِبَـٰدِي ۝ وَٱدْخُلِي جَنَّتِي ۝﴾ (الفجر:۸۹/ ۲۷-۳۰)

وہ لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین اور آرام ملتا ہے۔ ان سے محشر میں کہا جائے گا:

''اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حق سے تو لو لگائے ہوئے تھا، اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس مقام قرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں میں شامل ہو جا، اس کی عالیشان جنت میں قیام کر''

میں نے ایک دم ان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حیران و ششدر رہ گئی کہ یا اللہ اتنی فضیلت اور درجہ والی آیات پڑھ رہے ہیں، یقیناً فرشتے، ملائکہ مقربین تلاوت فرما کر خوش آمدید، مرحبا مرحبا کہہ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی'' پڑھنا شروع کر دیا اور بڑے ہی اطمینان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ کلمہ کا ورد کرتے ہوئے روح پرواز کر گئی۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

ایک دم سب پریشان اور افسردہ ہو گئے۔ اسی وقت زبیر نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کیں اور دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو باندھ دیا۔

یہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء جمعہ مبارک کا دن تھا، ان کی نصیحت کے مطابق انھیں اپنے گھر کے ساتھ مسجد مبارک لے گئے۔ وہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور آبائی قبرستان میانی صاحب احاطہ مولوی سلطان احمد میں دفنایا گیا۔[1]

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سے ایسے اعمال کرائے جس سے وہ خوش ہو جائے اور ہمیں اپنے صالح بندوں میں شمار کر لے۔ اپنے ساتھ ملاقات کے لیے موت کو بھی آسانی اور راحت میں تبدیل کر دے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی مَعِیَّت میں اپنے عرش تلے جگہ دے۔ آمین ثم آمین

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے زبیر قیوم کا مضمون ''آخری لمحات''، ص: ۱۰۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد شہزاد خان*

# پروفیسر عبدالقیوم کی دینی و علمی خدمات

## (دو اہم انٹرویو)

## ا۔ پروفیسر خان محمد چاولہ کا انٹرویو

پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے شاگرد رہے ہیں۔ انھوں نے پروفیسر مرحوم سے دو سال عربی پڑھی۔ اس کے بعد آپ ان کے ساتھ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بھی رفیق کار رہے۔ ان کے ساتھ ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۱ء کو اس سلسلے میں ملاقات ہوئی، ان سے پوچھے گئے سوالات اور اُن کے جوابات حسب ذیل ہیں:

**محمد شہزاد خاں:** پروفیسر صاحب کے ساتھ آپ کا تعلق کس نوعیت کا تھا؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب[۱]:** ۱۹۶۵ء تک ۲ سال میں ان کا سٹوڈنٹ رہا، میں نے ان سے عربی پڑھی۔ وہ ان دنوں گورنمنٹ کالج میں پڑھایا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ اعزازی طور پر اورینٹل کالج میں بھی پڑھایا کرتے تھے۔ ہمیں اس زمانے میں انھوں نے تاریخ اسلام کا مضمون پڑھایا۔ سب سے پہلے میرا ان کے ساتھ تعلق بطور استاد و شاگرد ہوا، پھر ۱۹۶۹ء۔۱۹۷۰ء میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان کا رفیق کار بننے کا شرف حاصل ہوا۔!!!

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اگرچہ وہ میرے رفیق کار تھے لیکن ظاہر ہے کہ میرا جو پہلے والا رشتہ تھا یعنی استاد اور شاگرد والا رشتہ وہ میرے ذہن میں برابر قائم رہا، ہر چند پروفیسر صاحب یہ چاہتے تھے کہ میں وہ رشتہ ذہن میں نہ لاؤں تاکہ مجھے کسی طرح سے کوئی مشقت اور تکلیف نہ ہو۔

---

* محمد شہزاد خان نے جی سی یونیورسٹی لاہور کے بی۔اے آنرز کے طالب علم کی حیثیت سے ۲۰۰۷۔۲۰۱۱ء کے سیشن میں پروفیسر عبدالقیوم کی دینی و علمی خدمات پر مقالہ مرتب کیا۔ اس مقالے میں پروفیسر عبدالقیومؒ کے متعلق بعض اہل علم کے انٹرویو مفید ہیں، لہٰذا یہ حصہ بقدر ضرورت اصلاح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

[۱] صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج لاہور۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور سعودی عرب ریاض یونیورسٹی سے بھی خصوصی تعلیم حاصل کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ایک بڑا ہال تھا جس میں ہم یعنی پروفیسر عبد القیوم بٹ، سید امجد الطاف صاحب اور میں بیٹھا کرتے تھے۔ اُن کا میرے متعلق رویہ نہایت مشفقانہ اور دوستانہ تھا۔

**محمد شہزاد خاں:** پروفیسر عبد القیوم صاحب کی شخصیت کو آپ نے کیسا پایا؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** اگرچہ میرا ان کے ساتھ وقت بہت کم گزرا لیکن میں نے پروفیسر عبد القیوم صاحب سے بہت کچھ سیکھا اور میں اپنے شاگردوں کو بھی ان کی باتیں پہنچاتا رہتا ہوں تاکہ وہ بھی ان سے مستفید ہوسکیں، وہ بہت اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔

ایک واقعہ آپ کو سناتا چلوں کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہم سب روزانہ ۱۱ بجے اکٹھے چائے پیا کرتے تھے۔ اس چائے کے پیسے کسی روز پروفیسر عبد القیوم صاحب دیتے اور کبھی کبھی سید امجد الطاف دیتے تھے۔ تین چار دن جب ایسے گزر گئے تو مجھے بھی یہ خیال آیا کہ میں اتنے دنوں سے چائے پی رہا ہوں اور پیسے کبھی پروفیسر عبد القیوم صاحب دیتے ہیں اور کبھی امجد الطاف صاحب، چونکہ میں نے بھی یہاں رہنا اور بطور رفیق کار کام کرنا ہے، مستقل طور پر ان کا مہمان بننا اچھا نہیں۔ میں بچپن سے بڑا خوددار ہوں۔ اس لیے میں نے ایک دن ملازم کو پہلے ہی بلا کر پچاس روپے کا نوٹ دیا اور کہا کہ چائے لے آنا، اس روز جب ہم چائے پی چکے تو ملازم نے آکر مجھے باقی پیسے دیے جو ان پیسوں میں سے بچ گئے تھے۔ وہ دونوں بزرگ چونک گئے۔

پروفیسر عبد القیوم صاحب نے امجد الطاف صاحب سے دریافت کیا کہ پیسے آپ نے دیے تھے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے تو نہیں دیے، پھر پروفیسر عبد القیوم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کہیں آپ نے تو نہیں دیے؟ میں نے کہا: جی میں نے دیے ہیں۔ کہا: آپ نے کیوں دیے؟ میں نے جواب دیا کہ روز ہم چائے پیتے ہیں تو یہ باری باری ہونا چاہیے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ میں مہمان بنوں اور آپ لوگ میرے میزبان۔ تب پروفیسر عبد القیوم صاحب نے فرمایا کہ ہم نے اپنے اساتذہ کرام سے یہ سیکھا ہے کہ استاد کی موجودگی میں شاگرد کھانے پینے کی چیزوں کی ادائیگی نہیں کرسکتا اور فرمایا کہ جب تک میں یہاں ہوں آپ نے پیسے نہیں دینے اور یہ بات انھوں نے مجھے حکم کے طور پر کہی۔

ایک اور واقعہ ہے کہ میری ہمیشہ سے ایک خامی رہی ہے کہ میں اپنے جیب خرچ پر قابو نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاسکا۔ کبھی مجھے پیسوں کی ضرورت پڑ جاتی تھی۔ ایک دفعہ مجھے پیسوں کی بڑی اشد ضرورت ہوئی، میں سوچنے لگا کہ میں کس سے بات کروں۔ میں نے پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی شفقت اور محبت پر بھروسہ رکھتے ہوئے ان سے بات کی کہ مجھے تھوڑی سی رقم قرض کے طور پر چاہیے۔ انھوں نے ملازم کو بلایا اور چیک کاٹ کر اس کو دیا کہ بینک سے پیسے نکلوا لاؤ۔

جب میں نے تنخواہ وصول کی اور میں نے انھیں ان کے پیسے واپس لوٹائے تو انھوں نے مجھے کہا کہ آپ فی الحال رکھیں مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے کہا: سر! مجھے تنخواہ مل گئی ہے اور میری ضرورت پوری ہوگئی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے مجھے کہا کہ جب تک میں یہاں ہوں آپ کو ایسی کسی غرض کے لیے کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ بے جھجک مجھے بتادیا کریں اور جب آپ کے پاس ہوں تب آپ لوٹا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے ان سے قرض لیا اور ان کو واپس کیا۔ جب بھی ضرورت پڑتی تو ان سے مانگ لیتا۔ اس پر میں اتنا مطمئن تھا کہ مجھے لگتا تھا کہ یہ بینک اکاؤنٹ پروفیسر صاحب کا نہیں بلکہ میرا ہے، جب چاہوں پیسے نکلوا سکتا ہوں، اتنی زیادہ شفقت تھی ان کی۔

وہ بہت اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے، وہ نہایت نفیس اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ جب میرا بطور لیکچرار تقرر ہوا تو انھوں نے مجھے ایک نصیحت فرمائی جو میں اپنے شاگردوں کو بھی اکثر کرتا ہوں کہ میرے ایک بہت شفیق، تجربہ کار اور مخلص استاد نے مجھے نصیحت کی ہے کہ اگر آپ ٹیچر کے طور پر کام کرنے جا رہے ہیں تو تیاری کر کے کلاس میں جانا چاہیے۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر پہلی جماعت کو بھی پڑھانا ہو، چاہے آپ الف ب کا قاعدہ ہی پڑھا رہے ہوں تو بھی پڑھانے سے پہلے اچھی طرح تیاری کر کے جائیں اور پہلے سے ہی ذہن بنالیں کہ آپ نے ان کو کس طریقے سے پڑھانا ہے۔ کبھی بھی بغیر تیاری کے کلاس میں نہ جائیں۔

**محمد شہزاد خاں:** بطور مصنف ان کا اسلوب کیسا تھا؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایک اعلیٰ درجے کے محقق اور مقالہ نگار تھے، اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں وہ بڑی محنت سے آرٹیکل کو Edit کرتے تھے اور ان کے بے شمار آرٹیکلز ایسے ہیں جو انھوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں تیار کیے اور کئی مضامین میرے خیال سے ابھی بھی وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ جو مقالات ذرا حساس موضوع کے ہوا کرتے تھے ان کو وہی ایڈٹ کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لائیڈن کے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا اردو ترجمہ کیا گیا تھا، اس کے آرٹیکلز میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب اس طریقے سے اضافے اور تبدیلیاں کر دیتے تھے کہ ان کے اندر جو انھوں نے غلطیاں کی ہوتی تھیں وہ نکال دیتے تھے، کیونکہ ان لوگوں کا اسلام کے بارے میں اپنا ایک نظریہ اور انداز تھا، انھوں نے مجھے بھی مختلف زاویوں سے یہ باتیں سکھائیں۔ جب مجھے کسی موضوع پر کسی دشواری کا سامنا ہوتا تو وہ میری کافی حد تک مدد کرتے تھے۔ ان کا جو اسلوب اور انداز تھا اگر دیکھا جائے تو وہ تحقیقی انداز تھا اور وہ بہت بڑے محقق اور سکالر تھے۔

**محمد شہزاد خاں:** وہ اَسلاف کے علمی کارناموں کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** انھوں نے لسان العرب کا انڈکس مرتب کیا تھا، یہ بہت اہم کارنامہ تھا جو ان کے دست مبارک سے سرانجام پایا۔ اس کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ متعدد مقالات پر انھوں نے کام کیا ہے اور اس میں اپنی خدمات سرانجام دی ہیں، اس کے علاوہ بھی انھوں نے کافی علمی کارنامے سرانجام دیے جو ان کی طرف سے اسلاف کے کام کی قدردانی کا اعتراف ہے۔

**محمد شہزاد خاں:** ''لسان العرب'' پر کام کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** ''لسان العرب'' عربی زبان کی سب سے بڑی لغت کی کتاب ہے۔ لسان العرب پر انھوں نے جو کام کیا وہ بلاشبہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ انھوں نے لسان العرب کا انڈکس مرتب کیا، جس سے پڑھنے والوں کے لیے بڑی آسانی ہوئی، پہلے اس میں شعراء کے اشعار ڈھونڈنا کافی مشکل ہوتا تھا، اب بڑی آسانی سے اس انڈکس کی بدولت مطلوبہ اشعار یا شعراء تک پہنچا جاسکتا ہے۔

**محمد شہزاد خاں:** اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں کیسا وقت ان کے ساتھ گزرا؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** میرا بطور ایڈیٹر ان کے ساتھ وقت گزرا، ان دنوں ڈاکٹر سید عبداللہ چیئرمین تھے، میرا ان کے ساتھ بہت کم وقت گزرا لیکن بلاشبہ بہت اچھا وقت گزرا اور وہ دور میری زندگی کے حسین اور یادگار ادوار میں سے ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب میرے ساتھ بہت Co-operative تھے اور ہر معاملے میں میری مدد کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میری تعیناتی بطور لیکچرار ہوئی تو مجھے علم تھا کہ ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب مجھے اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے جانے نہیں دیں گے۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں کس طرح ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے بات کروں اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اس معاملے میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے مشورہ کرنے کا سوچا۔ جب میں نے ان سے اپنی گزارش عرض کی تو پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے مجھے بڑا اطمینان بخش جواب دیا اور میرا حوصلہ بڑھایا کہ میں جا کر سید عبداللہ صاحب سے بات کروں اور ان سے اجازت مانگوں کہ مجھے جانے دیجیے۔

پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ ڈاکٹر سید عبداللہ کے گھر جائیں، گھر جا کر ان سے عرض کریں کہ میں نوجوان ہوں اور میرا اچھا تعلیمی کیریئر ہے۔ مجھے لیکچرار کی جاب مل رہی ہے جو میری پسند کی بھی ہے۔ یہ کام بھی میری پسند کا تھا لیکن اردو دائرہ معارف اسلامیہ پراجیکٹ ڈیپارٹمنٹ ہے اور وہ مستقل نوکری ہے۔ اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو پھر میں ادھر اپنی مستقل نوکری پر چلا جاتا ہوں۔ اس پر ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے کیریئر کو خراب نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے تھوڑا سا وقت دیں تا کہ میں وائس چانسلر صاحب سے بات کرلوں کیونکہ میں آپ کو رکھنا چاہتا ہوں۔ اس طرح اردو دائرہ معارف اسلامیہ کو چھوڑ کر بطور لیکچرار میرا تقرر ہوا۔ یہ سب پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی مدد اور محبت کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ بھی پروفیسر صاحب نے بے شمار معاملات میں میری مدد فرمائی۔ اس لحاظ سے میرا ان کے ساتھ کافی اچھا وقت گزرا ہے۔

**محمد شہزاد خاں:** اورینٹل کالج میں ان کی کیا خدمات رہیں؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** اورینٹل کالج میں ان کی بڑی خدمات رہیں۔ وہ اعزازی طور پر وہاں پڑھاتے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ گورنمنٹ کالج میں بھی پڑھاتے تھے۔ انھوں نے ہمیں اورینٹل کالج میں تاریخ اسلام کا مضمون بھی پڑھایا۔ وہ ایک بہت اچھے معلم تھے۔

**محمد شہزاد خاں:** ان کے شاگردوں کو یعنی آنے والی نسل کو کوئی نصیحت؟

**پروفیسر خان محمد چاولہ صاحب:** میں ان کو یہی کہوں گا کہ ان کی طرح Graceful رہیں۔ وہ بہت باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی وضع قطع، گفتگو، لباس اور ان کے معاملات حل کرنے کا طریقہ بڑا پروقار ہوا کرتا تھا۔ ان کے شاگردوں کو میں یہ بھی کہوں گا کہ انسانی اقدار کا خیال رکھیں اور انھیں ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ جو بھی کام کریں بڑی لگن اور محنت سے کریں جس طرح پروفیسر عبدالقیوم صاحب کیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۲۔ پروفیسر محمد عظمت کا انٹرویو

پروفیسر حافظ محمد عظمت صاحب پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے شاگرد رہے ہیں۔ آپ نے ایک سال ان سے عربی پڑھی۔ پروفیسر محمد عظمت صاحب اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ اکنامکس میں بطور لیکچرار خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان سے ۱۲، اکتوبر ۲۰۱۱ء کو پوچھے گئے چند سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

**محمد شہزاد خاں:** آپ کا تعلق ان سے کس نوعیت کا تھا؟

**پروفیسر محمد عظمت صاحب:** اصل میں، میں نے ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایڈمیشن لیا تھا، فرسٹ ایئر میں میرے مضمون اکنامکس، شماریات اور عربی تھے۔ عربی میں نے پہلے کبھی نہیں پڑھی تھی۔ یہ میرا پہلی دفعہ عربی مضمون تھا۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ پہلے ہی سال جو استاد محترم ہمیں عربی پڑھانے کے لیے آئے وہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب تھے۔ اس طرح میرا اور ان کا تعلق پہلے پہل استاد اور شاگرد کا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ایسے شفیق اور مہربان استاد ملے۔ پہلے سال انھوں نے ہمیں بہت محبت اور شفقت سے پڑھایا۔ اس کے باوجود کہ یہ میرا پہلا تجربہ تھا جس میں میری شناسائی عربی زبان سے ہوئی، میں نے دسمبر میں ہونے والے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

یہ ان کی اپنے شاگردوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ہمارے دلوں میں عربی زبان کے لیے دلچسپی پیدا کی۔ ان کو پڑھانے کا شوق تھا اور ہمیں پڑھنے کا۔ انھوں نے ہمیں صرف پہلے سال پڑھایا اور اگرچہ ہمارا یہ رشتہ صرف ایک سال کا تھا لیکن یہ رشتہ بڑا مضبوط تھا۔ اس کے بعد کے ادوار میں اکثر میرا اُن کے گھر آنا جانا لگا رہتا تھا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ انھوں نے مجھے پڑھایا اور پھر میں نے ان کے بیٹے کو پڑھایا۔ زبیر قیوم میرے شاگرد رہے ہیں۔ اس طرح میرے ان کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔

آج اگر میں کچھ ہوں تو اپنے سارے اساتذہ اور خاص طور پر پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وجہ سے ہوں۔ میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے بخاری آڈیٹوریم میں درسِ قرآن کا اہتمام کرتا ہوں اور میرے قرآن پاک کے ساتھ اس رشتہ کی بنیاد رکھنے والے پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہیں کیونکہ انھوں نے مجھے عربی زبان کی روشنی سے روشناس کرایا۔ میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے ایسے اساتذہ ملے جنھوں نے مجھے کامیاب زندگی کے راستے پر ڈال دیا۔

محمد شہزاد خاں: پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی شخصیت، عام زندگی اور علمی حوالے سے کیسی تھی؟

پروفیسر محمد عظمت صاحب: عام زندگی میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب انتہائی شفیق انسان، ملنسار اور پیار کرنے والے تھے۔ ہمیں ان سے مل کر یوں لگتا تھا جیسے اپنے والد محترم صاحب سے ملے ہوں۔ ان میں مجھے اپنے والد محترم کا عکس نظر آتا تھا اور میں نے ہمیشہ ان کو اپنے والد کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ وہ ایک والد کی طرح بہت پیار کرنے والے اور بہت محبت کرنے والے تھے۔ علمی حوالے سے بھی ان کی شخصیت اعلیٰ درجے کی تھی۔ اپنے شاگردوں سے انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ یہ ان کی شفقت اور محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ میرا ان کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا اور یہ تعلق ان کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے تک قائم ودائم رہا۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ تدریس کی مدت ختم ہونے کے بعد اکثر طلباء اپنے استاد کو بھول جاتے ہیں، لیکن یہ ان کی محبت کا نتیجہ ہے کہ میرا ان کے ساتھ الحمدللہ رشتہ قائم تھا۔ قائم ہے اور آئندہ بھی ہمارے دلوں میں قائم رہے گا۔

محمد شہزاد خاں: ان کے علمی کارناموں کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

پروفیسر محمد عظمت صاحب: انھوں نے بے شمار علمی کارنامے سرانجام دیے ہیں اور ان کا علمی کارناموں میں بہت اونچا مقام ہے۔ ان کا شمار عربی کے اعلیٰ درجے کے معلموں میں ہوتا ہے، وہ اپنے مضمون اور عربی زبان میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے فہارس ''لسان العرب'' کو مرتب کرنے کا اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ انھوں نے ایسے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں جو شاید ابھی تک میری نظر سے اوجھل ہیں، کیونکہ میں اپنے مضمون میں مصروف ہو گیا تھا۔

محمد شہزاد خاں: اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج کے لیے ان کی کیا خدمات رہی ہیں؟

پروفیسر محمد عظمت صاحب: جتنی خدمت انھوں نے گورنمنٹ کالج اور اورینٹل کالج میں انجام دی ہے اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے اپنی زندگی ان کالجوں کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی تو غلط نہیں ہوگا۔ وہ گورنمنٹ کالج کے علاوہ اورینٹل کالج میں بھی اعزازی طور پر پڑھاتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد شہزاد خاں: ہماری نئی نسل کو ان کی شخصیت کے حوالے سے آپ کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

پروفیسر محمد عظمت صاحب: میں اپنی نوجوان نسل کو یہی کہنا چاہوں گا کہ وہ علمی میدان میں بس پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے نقش قدم پر چلیں اور ان کو اپنا نمونہ بنائیں۔ اساتذہ میں سے جو نوجوان اساتذہ ہیں ان کو چاہیے کہ وہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی شخصیت کو سامنے رکھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر ظہور احمد اظہر*

# سیمینار بیادگار پروفیسر عبدالقیوم

یہ سیمینار ۸ جنوری ۱۹۹۷ء میں ''پاکستان میں عربی وعلوم اسلامیہ کی تدریس'' کے عنوان پر رابطہ ادب اسلامی عالمی کی طرف سے لاہور میں منعقد کیا گیا۔ عربی وعلوم اسلامیہ میں پروفیسر عبدالقیومؒ کی طویل خدمات کی وجہ سے یہ تقریب ان کی یاد میں منائی گئی۔ اس سیمینار کے مقالات تذکار خصوصی کے عنوان سے چھپ چکے ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر ظہور احمد کی تقریر اس سیمینار کا اچھا تعارف پیش کرتی ہے۔

جناب صدر گرامی ڈاکٹر نسیم حسن شاہ سابق چیف جسٹس آف پاکستان، محترم مہمانان خصوصی اور معزز حضرات! عالمی رابطہ ادب اسلامی دنیا بھر کے مسلمان ادیبوں کی تنظیم ہے اور اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ دنیا میں مختلف قسم کی ادبی تخلیقات ونظریات موجود ہیں، دنیا بھر کے شعراء اور ادباء جو ادب تخلیق کر رہے ہیں اس پر مختلف قسم کی چھاپ اور مختلف قسم کے نام نمایاں رہتے ہیں، اسلام چونکہ ایک جامع ضابطہ زندگی ہے اس لیے اس میں انسان کی جمالیاتی ذوق کی صفت اور فنون لطیفہ وادب کی صلاحیت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ خود اپنے عہد مبارک میں مسجد نبوی میں شعرائے اسلام کا کلام سماعت فرماتے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شاعرانہ زندگی، جو انھوں نے مدینہ میں گزاری، وہ ہم سب کے لیے ایک دلیل ہے جس کی وضاحت یہاں مقصود نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' اِنَّمَا الشِّعْرُ كَلَامٌ وَ مِنَ الْكَلَامِ خَبِيْثٌ وَّ طَيِّبٌ ''

''شعر ایک کلام ہے (انسانوں کا) جو اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی ہوتا ہے۔''

دراصل یہ زبان پیغمبر ﷺ پر انسانیت کے نام ایک قدسی پیغام تھا کہ دنیا میں جو ادب تخلیق ہوتا تھا، ہو رہا ہے یا ہوگا، وہ دو قسم کا ہے: ایک انسان کی تعمیر و اصلاح کا پہلو لیے ہوئے ہے اور دوسرا انسان کی تخریب اور بربادی کا پہلو لیے ہوئے ہے۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی تحریروں میں ان کے جو ارشادات ہم نے پڑھے ہیں، ان میں انہوں نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ ادب کہیں بھی تخلیق ہو اس پر پابندی لگانا یا اسے یونہی مسترد کرنا انسانیت کے

* سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ پنجاب لاہور، سابق پرنسپل اورینٹل کالج، پروفیسر ایمریطس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بلند معیار کے خلاف ہے۔ وہ مثال دیا کرتے ہیں کہ ایک پھول جو باغ میں کھلتا ہے یا مسجد میں کھلتا ہے یا کسی اور عبادت گاہ میں کھلتا ہے جہاں اللہ کے بندے عبادت کررہے ہوتے ہیں کیا ان سب پھولوں میں کچھ فرق ہے؟ جب نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ادب کہیں بھی تخلیق ہو، دیکھنا صرف یہ ہوگا کہ وہ گلاب کا پھول ہے خوشبو دیتا ہے، اس میں انسانوں کی تعمیر ہے یا نہیں ہے۔

اس نقطہ نظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مسلمان ادیبوں کی یہ تنظیم قائم کی اور اس کے مختلف زون ہیں، ایک عرب دنیا کے لیے اور ایک جنوبی ایشیا کے لیے ہے۔ پاکستان میں ہمارے بہت سے ساتھی اور بہت سے دوست رابطہ ادب اسلامی سے منسلک ہیں، لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی عملی کام نہیں ہوسکا، اس کے لیے دوستوں نے مرزا محمد منور صاحب کا نام بارہا پیش کیا اور مولانا کے ساتھیوں نے بھی یہی کہا، لیکن مرزا صاحب کی صحت اور اس مرحلہ میں ان کی مصروفیات کے پیش نظر انھوں نے ہمیشہ اس سے معذرت فرمائی۔ بالآخر یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی اور میں بھی عبوری مرحلے کے طور پر کام کررہا ہوں، جب یہ تنظیم باقاعدہ ہوجائے گی تو ان شاء اللہ اس کے باقاعدہ انتخابات ہوں گے، اس کے نتیجے میں جس پر یہ ذمہ داری ڈالی جائے گی وہی اس کو نبھائے گا۔

ہماری اس تنظیم کی پاکستانی شاخ میں ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نائب کی حیثیت سے ہمارے ساتھ کام کررہے ہیں اور یہ بے قدری ہوگی اگر ان کی کوششوں اور ان کی سعی بلیغ کی تعریف اور ذکر نہ کیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے بڑی تن دہی سے، بڑے اہتمام سے اور بڑی توجہ سے وقت دے کر اس تنظیم کے لیے کام کیا ہے، خاص طور پر یہ سیمینار جس میں آج آپ شریک ہیں، انھی کی کاوشوں کا رہینِ منت ہے۔

## پروفیسر عبدالقیوم

ہم نے یہ مختصر سا سیمینار اپنے اس کارخیر کے نقطہ آغاز کے طور پر منعقد کیا ہے اور اسے اپنے ملک کے نامور اساتذہ میں سے جنھوں نے اپنی عمر عربی زبان و ادب کے لیے وقف کیے رکھی اور علومِ اسلامیہ کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی، ایک نہایت ممتاز استاد کے نام سے موسوم کیا ہے، جو پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کو ان کے اعمالِ صالحہ کی جزا عطا فرمائے۔

انھوں نے اپنی زندگی میں عربی زبان و ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ طالب علمی کے زمانے سے لے کر اپنے آخری وقت تک انھوں نے عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم کا علم بلند رکھا، اس قسم کے لوگ جو اپنے آپ کو ایک مقصد کے لیے وقف کردیتے ہیں یقیناً احترام اور عقیدت کے مستحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے ہماری عربی ڈکشنریوں میں سے اس ''لسان العرب'' کا اشاریہ تیار کیا ہے، جو عربی زبان کی بہت عظیم ڈکشنری ہی نہیں بلکہ معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ شعراء کا بھی اور ان کے اشعار وقوافی کا بھی اشاریہ ہے اور بہت عظیم کام ہے۔ اب تو خیر اس سلسلے میں بہت سا کام ہو چکا ہے، لیکن اس زمانے میں انھوں نے جس طریقے سے یہ کام کیا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا جو ان کی ہمت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

اس کے بعد انھوں نے گورنمنٹ کالج میں اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ صرف کیا۔ انھوں نے ایک ممتاز استاد کی حیثیت سے عربی زبان کے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا، نصابی کتابیں مرتب کیں اور استاد ہی کی حیثیت سے انھوں نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت تیار کی جو اس وقت ملک میں علوم عربیہ واسلامیہ کی خدمات سرانجام دے رہی ہے، مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

گورنمنٹ کالج کے اساتذہ میں سے جناب صوفی ضیاء الحق مرحوم اور پروفیسر عبدالقیوم صاحب مرحوم دونوں نے ''انٹر کالجیٹ'' (ایک بین الکلیاتی اصطلاح تھی) کے تحت یونیورسٹی اورینٹل کالج میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں یونیورسٹی میں اساتذہ کی کمی تھی، مقامی کالجوں میں جو اساتذہ متعلقہ شعبے میں ہوتے تھے۔ اس مضمون کے لیے انھیں تکلیف دی جاتی تھی، چنانچہ پروفیسر صاحب مرحوم بلا معاوضہ اور صرف مضمون کی محبت اور اس کی خدمت کے مقصد سے یونیورسٹی آتے تھے اور پڑھاتے تھے، پروفیسر صاحب نے تمام عمر یہ کام کیا اور جب سے گورنمنٹ کالج میں آئے اس کے بعد سے لے کر ریٹائر ہونے تک یہ کام سرانجام دیتے رہے۔

اس کے بعد انھوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مدیر اور پھر سینئر مدیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور اس حیثیت سے بھی مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ بڑے اہتمام سے اور بڑی توجہ سے دائرہ معارف اسلامیہ کا کام سرانجام دیتے تھے۔

اس کے علاوہ دوسرے انسائیکلوپیڈیاز اور مصادر ومآخذ میں جو مقالات چھپتے یا دنیا میں کہیں بھی اسلامی موضوعات سے تعلق رکھنے والے مسائل پر کچھ چھپتا تو اس پر ان کی نظر رہتی تھی اور وہ ان سب دوستوں کی رہنمائی فرماتے تھے جو ان کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ان کے پاس مآخذ ومصادر کی ایک فہرست تیار رہتی تھی۔ کسی موضوع پر آپ ان سے پوچھیں وہ آپ کو اسی وقت اس موضوع کے بارے میں مآخذ ومصادر کی ایک فہرست زبانی عطا کر دیتے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ انھیں اپنے علم اور اپنے مضمون سے کس قدر اخلاص کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے انسائیکلوپیڈیا کے ایڈیٹر اور پھر سینئر ایڈیٹر کی حیثیت سے بہت سا کام کیا اور بہت سے مقالات انھوں نے لکھے۔ ہم نے ان کی انھی خدمات اور اورینٹل کالج کے شعبۂ عربی اور گورنمنٹ کالج کے شعبۂ عربی سے وابستہ رہنے کے باعث اس کارِ خیر کے لیے ان کے نام کو نقطۂ آغاز بنایا ہے اور اس نیک سفر کو ان کے نام سے معنون کیا ہے۔ امید واثق ہے کہ ہم نے جو سلسلہ شروع کیا ہے وہ باقی اساتذہ کی بھی یادگار کے طور پر آگے بڑھے گا۔ ہم اس قسم کے اور بھی کام کریں گے اور مزید پروگرام بھی بنائیں گے۔

## عربی اور علوم اسلامیہ کی اہمیت

جہاں تک آج کے علمی مذاکرے کے موضوع کا تعلق ہے تو اس کی اہمیت کا آپ سب کو اندازہ ہوگا۔ تقسیم سے پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو امتیازی بات سمجھی جاتی تھی، جس پر بڑا عرصہ تنازعہ اور جھگڑا رہا، ان میں سے ایک قومی زبان کا مسئلہ بھی تھا کہ اگر مسلمان اور ہندو باہم متحد رہتے ہیں تو ان کی مشترکہ زبان کیا ہوگی؟ مسٹر گاندھی اس بات کے لیے تیار تھا کہ اردو ہی متحدہ ہندوستان کی زبان ہو، البتہ اس کا رسم الخط دیوناگری ہونا چاہیے عربی نہیں۔

اس کی وجہ موصوف نے یہ پیش کی کہ اس میں سے مجھے قرآن کی بو آتی ہے، اس زمانے میں تمام مسلمان عربی زبان، قرآنِ کریم، اسلامی علوم اور اردو کے بارے میں متفق تھے، لیکن سالارِ کارواں کے چلے جانے کے بعد کوئی مخلص سالار نہ ملے تو قافلے کا بھٹکنا ایک قدرتی بات ہے۔

چنانچہ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا، ہم گزشتہ پچاس سال سے بھٹک رہے ہیں۔ بنی اسرائیل نے چالیس سال تک میدان تیہ میں ٹامک ٹوئیاں کھائی تھیں۔ ہمارے لیے آج تک یہ بات واضح طور پر طے نہ ہوسکی کہ ہماری بنیاد کیا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی بنیاد سراسر نظریاتی ہے، آپ اسے نظریہ پاکستان کہہ لیں یا کچھ اور، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے تعلق ہے۔

اسلام اور مسلمان عربی زبان کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ قرآنِ کریم اور اسلامی علوم مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے، لیکن یہاں بنیادی ضرورتوں کو بلکہ اس ملک میں، جنھیں بنیادی طاقت کا سرچشمہ کہا جاتا رہا ہے، یعنی غریب عوام تک کو فراموش کیا جاتا رہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک کے غریب مسلمانوں کو، جو حقیقت میں اس ملک کے بنانے والے ہیں، ان کا حق دیا جائے۔

یہ ملک صرف دو طاقتوں نے قائم کیا، ایک ایسی سیاسی لیڈرشپ نے کہ جسے دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہ کرسکی اور نہ اسے راہ راست سے ہٹا سکی، دوسری طاقت عوام کی تھی، جنھوں نے اپنے ووٹ سے اس ملک کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قائم کیا، بانیٔ پاکستان قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بھی تھے، بارہا ان سے یہ بات منسوب کی گئی اور اس کی صحت میں مجھے تو کوئی شک نہیں کہ میں اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو کھوٹے سکے ہاتھ میں آجاتے ہیں۔ قائداعظم کا گلہ اور شکایت بجا تھی، مگر انھیں یقین تھا کہ ان کی مخلصانہ کوشش اور عزم کے سامنے اور ان کے اخلاص کے سامنے دشمن قوتیں مسخر ہو جائیں گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال نے قائداعظم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ مسلم لیگ کو پنجاب کے یونینسٹ سے بچالیں تو مسلمانوں کا مستقبل محفوظ ہو جائے گا، چنانچہ انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اس وقت کے ہونے والے اجلاس میں جو وفد بھیجا تھا اسے یہ پیغام دیا تھا کہ جو عہدیدار ہم نے یہاں منتخب کر رکھے ہیں انھی کو آپ منظور کر کے ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے ساتھ ان کا الحاق کر دیں، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

اس وقت کے کچھ جاگیردار (فیوڈل لارڈز) اپنی رخنہ اندازی میں کامیاب ہوگئے۔ اس وقت قائداعظم کو یہ فیصلہ ملتوی کرنا پڑا، لیکن جو بات علامہ اقبال نے ۱۹۳۸ء میں قائداعظم سے کہی تھی وہی بات ۱۹۴۶ء میں سب کے سامنے آگئی۔ اس طرح جو فیوڈل لارڈز اور یونینسٹ تھے، ان کے بارے میں قائد کا جو نقطۂ نظر تھا اس کو انھوں نے بیان فرما دیا تھا۔

لیکن اصل صدمے کی بات یہ تھی کہ ۱۹۳۸ء میں تو مسلم لیگ کو ہائی جیک کیا گیا اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان کو قائداعظم کی وفات کے بعد ہائی جیک کر لیا گیا اور ہمارا ملک آج تک ان کے ہاتھوں میں ہائی جیک ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طریقے سے قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان اللہ کی مرضی ہے اور اللہ کی مرضی پوری ہو کر ہی رہے گی، اللہ کا فضل و کرم ہمارے شامل حال رہے گا، یہ ملک باقی رہنے کے لیے بنا ہے اور ان شاء اللہ باقی رہے گا۔

اس لیے برصغیر کی ملت اسلامیہ پر جہاں سے پیغمبر اسلام ﷺ کو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تھے، یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ یہاں سے اسلام کا جو سرچشمہ جاری ہے اسے ہمیشہ رکھنے کے لیے دن رات ایک کر دے۔

حضرات! اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک کی بنیاد قرآنِ کریم ہے اور قرآنِ حکیم تمام اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، لہٰذا جس قدر ہمارے لیے اسلامی علوم اہم ہیں اسی قدر عربی زبان اہم ہے، اس لیے کہ ان اسلامی علوم کا جزو اعظم عربی زبان ہے۔ اگر اسے کوئی اہمیت ہم نہیں دے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جز ہے ہی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## فارسی زبان کی اہمیت

برصغیر میں اسلامی علوم کی جو تدریس رہی ہے میں اس کے بارے میں بڑے اختصار کے ساتھ آپ کی اجازت سے ایک دو اشارے کرنا چاہتا ہوں، برعظیم میں جب اسلام آیا تو اس کے ساتھ عربی زبان بھی آئی اور یہ عربی زبان یہاں برصغیر میں اس وقت تک رہی جب تک کہ سندھ اور وہ علاقے جو آج پاکستان کہلاتے ہیں ان کے زیرِ نگین رہے۔

اس وقت یہاں عربی زبان سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی تھی اور اس کے ساتھ مقامی زبانیں بھی بولی جاتی تھیں، لیکن جیسے اس خطے کا دمشق اور بغداد کے ساتھ رابطہ ٹوٹا، اس کے بعد یہاں سے عربی زبان ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی اور اس کی جو سرکاری ودرباری زبان کی حیثیت تھی وہ نہ رہی۔ پھر جب برصغیر کے باقی علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو صحیح معنوں میں یہ وہ مرحلہ تھا جب فارسی نے عربی زبان کی جگہ لی۔

اس وقت ہمارے اس وقت کے بزرگوں نے فیصلہ کیا اور اس وقت کے حالات کے پیش نظر اس سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ عام مسلمان جو اس ملک کے عوام ہیں اور اسلام قبول کر رہے ہیں، ان کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ان میں سے ہر مسلمان کی زبان عربی ہو اور اسے ہر صورت میں عربی زبان لکھنے پڑھنے یا اس کی اپنی زبان کے طور پر اختیار کرنے کے لیے کہا جائے، لیکن انھوں نے مصنّفین کی ایک جماعت کے لیے یہ لازمی ٹھہرایا کہ یہ لوگ علم تک براہ راست پہنچ سکیں اور پھر عوام کے لیے ایسا نصاب تعلیم تیار کیا گیا جس کی ابتدا فارسی سے ہوئی۔

چنانچہ اس کے لیے پھر عربی کی صَرف ونحو، علم بلاغت اور دوسرے امدادی علوم رکھے گئے جو علومِ عالیہ کہلاتے ہیں، ان میں تخصُّص پیدا کیا جاتا، اس فہرست میں عربی زبان، شعروادب اور شعرونثر بھی شامل تھی۔
بالآخر یہ لوگ فقہ اسلامی سے ہوتے ہوئے جب قرآنِ کریم تک پہنچتے تھے تو واقعی اس قابل ہو چکے ہوتے تھے کہ قرآنِ کریم کی جو زبان ہے اس سے براہِ راست استفادہ کر سکتے تھے اور قرآن کی آیت کے الفاظ اور حروف پر غور کر کے براہ راست ان الفاظ سے استنباط کر سکتے تھے۔

جبکہ قرآنِ کریم کا ترجمہ اگر اردو یا کسی اور زبان میں کر دیا جائے تو محض ترجمہ سے مسائل کا استنباط یا استخراج ممکن نہیں رہتا۔ میرے نقطۂ نظر سے عربی زبان سے دنیا کی کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا بہت مشکل ہے، مگر قرآنِ کریم کو دنیا کی کسی زبان میں منتقل کرنا ناممکن ہے، کیونکہ قرآنِ کریم ایک الہامی زبان ہے، یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام کو انسانوں کے کلام کا بدل نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اس لیے میرا یہ نقطۂ نظر ہے کہ اسلامی علوم یا قرآنِ کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے تراجم کو اسلامی علوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں کمال حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا ناممکن ہے، لہٰذا ہمارے مصنفین کے لیے بزرگوں نے جو نصاب تجویز کیا وہ آپ کے سامنے ہے اور وہ کئی صدیوں سے چلا آرہا ہے اس میں مرورِ ایام سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، لیکن جب انگریز آیا تو اس نے ہمارا یہ قدیم نصاب مسترد کر دیا اور دینی مدارس سے جاری ہونے والی اسناد بھی مسترد کر دیں، جس پر مسلمان علماء حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ وہ پریشان تھے کہ اب ہم کیا کریں اور کہاں جائیں۔

اس کے باوجود بہت سے مسلمان کتابیں بغل میں ڈال کر علماء کے پاس پہنچ جایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب ہمیں فارسی پڑھا دو یا عربی پڑھا دو۔ جب انگریزوں کو یہ محسوس ہوا کہ ان کے بنائے ہوئے سکولوں اور کالجوں میں وہ گروہ نہیں آتا جن سے انھوں نے حکومت لی ہے یا اقتدار لیا ہے تو انھوں نے اس نصاب کا کچھ حصہ اپنے اداروں میں اسلامی علوم کے عنوان سے شامل کر لیا، تاکہ یہ لوگ بھی وہاں آنا شروع ہو جائیں۔

چنانچہ جو سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سو سال سے بلکہ زیادہ عرصے سے ہم پڑھ رہے ہیں یہ وہی عربی ہے جو اسلامی مدارس کے نصاب کا چربہ ہے، انگریز نے اسے اپنی مرضی سے اتارا اور نافذ کر دیا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ہم نہ صرف یہ کہ اس جگہ پر آتے جہاں سے انگریز نے ہمیں ٹھوکر لگائی تھی، دینی مدارس کا جو نظام اور نصاب ہے اسے اور بہتر بناتے، مگر اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ دینی مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کے بھی اردو ترجمے ہو گئے ہیں اور وہ بھی ترجمے کے ذریعے پڑھاتے ہیں۔

یہ بڑی المناک صورت حال ہے اور سرکاری مدارس میں اسلامی علوم کے نام سے نصاب میں وہ کتابیں رکھی گئیں جو ہمارے علماء نے ان مسلمانوں کے لیے لکھی تھی جو انگریزوں کی درسگاہوں میں پڑھتے تھے۔ اس قسم کی جو جنرل ریڈرز بکس تھیں ان کو جمع کر کے ایک نیا سلسلہ اسلامیات کے نام سے شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ میں دوستوں سے یہ کہا کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں دو قسم کی اسلامیات مروج ہے: ایک وہ اسلامیات ہے جس کو ہم نے عربی کا نام دے رکھا ہے۔ ایک وہ اسلامیات ہے جس میں صرف اردو اور انگریزی ہمیں آسکتی ہے، قرآنِ کریم یا دوسرے اسلامی مآخذ تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔

بھائی! بات یہ ہے کہ اگر اردو کے ذریعے اسلامیات پڑھنی ہے تو وہ اردو والے پڑھ لیں گے۔ اگر انگریزی کے ذریعے اسلامیات پڑھنی ہے تو انگریزی والے جان لیں گے، آپ کی کیا ضرورت ہے، وہی جگالی کرتے رہنا ہے، قرآنِ مجید کا جو ترجمہ کسی نے کر دیا ہے اس ترجمہ ہی کو آگے جا کر بیان کرتے جائیں گے تو وہ تو جگالی ہے، جبکہ اصالت تو تبھی پیدا ہو سکتی ہے کہ قرآنِ کریم کا ہر لفظ آپ کے سامنے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آیت کا ایک ایک حرف آپ کے سامنے ہو کہ اس میں سے کیا نکلتا ہے یا کیا استنباط اور استخراج ہوتا ہے؟ تو پھر آپ نئی سے نئی بات پیدا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے جو اہل علم ہیں وہ عربی زبان کی تدریس اور اسلامی علوم کی تدریس کے بارے میں ہماری رہنمائی کریں۔

جب میں عربی زبان کی بات کرتا ہوں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلامی علوم کا ایک خاص حصہ فارسی زبان میں ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فارسی اسلامی زبان ہے، فارسی کی یہی اہمیت نہیں ہے کہ وہ ایران کے مسلمانوں کی زبان ہے یا سینٹرل ایشیا یا افغانستان کے مسلمانوں کی زبان ہے، بلکہ اس لیے بھی اہم ہے کہ ہماری جان، روح اور دینی بنیاد فارسی ہے۔

ایک ہزار سال کے دوران میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ فارسی میں ہے، ہماری تاریخ فارسی میں ہے، ہمارے اسلامی علوم فارسی میں ہیں، ہمارے عقائد، ہماری ثقافت اور تہذیب فارسی میں ہے، اگر ہم فارسی نہیں پڑھیں گے تو اس سے محروم ہو جائیں گے، کیونکہ فارسی ادب اور شاعری کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو برصغیر میں تیار ہوا۔

اس سب کو چھوڑ دیجیے، لیکن اگر ہم اقبال ہی کو سامنے رکھیں تو جب تک اقبال کا فارسی کلام ہمارے سامنے نہیں ہوگا اس وقت تک کبھی ہم اقبال کو سمجھنے کا اپنا حق ادا نہیں کر سکتے، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی علوم کی جب ہم بات کریں گے تو اس میں فارسی زبان کو بھی اپنی جگہ اہمیت دینا ہوگی اور یہ وہ مرحلہ ہے جہاں سے ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں، مجھے امید ہے کہ ہمارے ذی علم دوست یہاں اظہار خیال کریں گے، وہ ان پہلوؤں میں سے کسی نہ کسی پر روشنی ضرور ڈالیں گے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



* محمد زکریا رفیق

# پروفیسر صاحب کے دو عظیم اساتذۂ کرام

پروفیسر عبد القیوم نے حصولِ علم کے لیے متعدد اساتذۂ کرام سے کسبِ فیض کیا، لیکن جن جلیل القدر اساتذہ نے اُن کی شخصیت کی تشکیل میں سب سے زیادہ مؤثر اور نمایاں کردار ادا کیا، وہ مولانا اصغر علی روحی اور مولوی محمد شفیع تھے۔ مولانا اصغر علی روحی مولوی محمد شفیع کے بھی استاذ تھے۔ یہاں ان دونوں اکابر کی زندگی کے مختصر احوال پیش خدمت ہیں۔

## ا۔ مولانا اصغر علی روحی

مولانا اصغر علی روحی ۱۸۷۱ء میں گجرات کے ایک گاؤں کٹھالہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا اصغر ۸ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ انھیں بچپن ہی سے تعلیم و تعلم کا غیر معمولی شوق تھا۔ اسی شوق کے باعث وہ نوعمری ہی میں حصول علم کے لیے لاہور پہنچے، یہاں نہایت نامساعد حالات سے گزر کر وہ بالآخر اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس وقت یہ ادارہ نیا نیا قائم ہوا تھا۔ انھوں نے ۱۸۹۲ء تک اس کالج سے کئی امتحانات بڑے امتیاز کے ساتھ پاس کیے۔ اورینٹل کالج میں انھیں کئی قابل اساتذہ کی معیت و تربیت حاصل ہوئی۔ ۱۸۹۲ء میں وہ اسلامیہ کالج میں عربی و اسلامیات کے استاذ مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ پر اپنی مشہور عمارت میں منتقل ہوا۔ مولوی محمد شفیع نے مولانا اصغر علی روحی سے ۱۹۰۰ء میں رسمی و غیر رسمی تعلیم حاصل کرنا شروع کی جبکہ پروفیسر عبد القیوم ۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے اور مولانا روحی کے باقاعدہ طالب علم بنے۔ مولانا روحی انتالیس سال تک بڑی بھرپور اور متحرک تدریسی زندگی بسر کرنے کے بعد ۱۹۳۱ء میں اسلامیہ کالج سے ریٹائر ہو گئے۔ انھوں نے ۱۹۵۴ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اساتذہ تو دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن وہ استاذ جو ثقاہت و امامت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوں، اپنے طلباء کی

* محقق دار المعارف، ایم اے اسلامیات و ایم اے عربی۔ خانپور ضلع رحیم یار خان میں ایک طویل عرصہ عربی و شرعی علوم کی تدریس کی۔ ۲۰۱۴ء سے دار المعارف کے شعبہ سیرت نبوی میں کام کر رہے ہیں۔ علوم اسلامیہ میں عمومی مطالعات کے علاوہ اصول فقہ، تفسیر قرآن اور اصول دعوت سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زندگیاں بدل دینے پر قادر ہوں، ماحول و معاشرے پر اثر و رسوخ رکھتے ہوں اور قوم کی اعلیٰ فکری قیادت کے اہل ہوں، خال خال اور شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ مولانا اصغر علی روحی ایسے ہی جلیل القدر اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا عربی لغت و ادب میں اتنا محکم اور راسخ علم تھا کہ عربی و فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر بنے۔ عربی ادب کی امہات کتب زبانی پڑھاتے تھے۔ ان کی دینی فقہی پختگی اس شان کی تھی کہ دس سال تک ماہنامہ الہدیٰ شائع کرتے رہے۔ یہ جریدہ فروعی اختلافات سے ماورا تھا۔ یہ اعلیٰ اقدار کا ترجمان اور برصغیر کے قومی مسائل پر مضبوط دینی نقطۂ نظر کا حامل تھا۔ ان کے فتاوی اور معاصر الحاد و زندقہ پر کڑی گرفت انھیں اکابر علماء کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔ دین کی صحیح فکر اور اسلاف کے نقطۂ نظر پر انھیں اس قدر مضبوط اعتماد تھا کہ وہ سرسید، شبلی اور دیگر اکابر کی علمی خطائیں بھی برملا بیان کر دیتے تھے۔ کئی مواقع پر ان سے انگریز حکومت کے حق میں فتویٰ لینے کی بھرپور کوشش کی گئی لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ ان کے دل میں خوف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اُس کا اظہار و اعلان بے دھڑک کر دیتے تھے۔ انھوں نے بعض مواقع پر کالج انتظامیہ کی بھری مجلس میں اور انجمن کے جلسوں میں ڈنکے کی چوٹ پر اعلانِ حق کیا۔ وہ فرقہ واریت اور قومی انتشار سے متنفر تھے۔ سرسید کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے تھے لیکن ان کی دینی تعبیرات کو گمراہی قرار دیتے تھے۔ وہ تمام دینی طبقات کا احترام کرتے لیکن انھیں بدعات سے سخت نفرت تھی۔ ''مافی الاسلام'' اُن کی آخری تصنیف ہے جو اُن کی پوری زندگی کا نچوڑ ہے۔ یہ کتاب اپنے دور کے الحادی افکار و نظریات اور باطل فِرَق کا مسکت ردّ ہے۔

## مولانا روحی کے دور میں برصغیر کے احوال

مولانا اصغر علی روحی کا دور مسلمانوں کی ہمہ گیر شکست و ریخت کا دور تھا۔ برطانوی استعمار غالب تھا اور مسلمان بالعموم اپنا مذہبی و ایمانی اعتماد کھوتے جا رہے تھے۔ اُن کی سیاسی قوت تو تحلیل ہو ہی چکی تھی، وہ تہذیبی، علمی اور معاشرتی سطح پر بھی اپنی دینی شناخت کھو رہے تھے۔ ایسے لمحات میں مولانا اصغر علی روحی دینی علم، عمل اور راہنمائی کے ایک کوہِ گراں ثابت ہوئے۔ انھوں نے مسلمانوں کی ڈوبتی نیا کو بڑی جانفشانی سے سنبھالا دینے کی کوشش کی۔

بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں برصغیر کی قومی قیادت کے دو اہم مرکز تھے۔ علی گڑھ اور لاہور۔ علی گڑھ میں سرسید کے زیر اثر مسلمانوں کے احیاء و بیداری کا کام جاری تھا جبکہ لاہور میں انجمن حمایت اسلام قوم کی قیادت کر رہی تھی۔ اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں منعقد ہونے والے انجمن کے بارونق جلسے مسلمانوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بیداری میں بھرپور کردار ادا کر رہے تھے۔ علامہ اقبال اور مولانا ناروحی کی شاعری مسلمانوں کو اُن کے دین وملت کی طرف واپس لا رہی تھی۔ لاہور کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ اسے مولانا ناروحی جیسا سلف کا ترجمان اور عربی واسلامیات کا عظیم داعی نصیب ہوا جس کی مثال علی گڑھ میں موجود نہ تھی۔ سر سید نے مولانا ناروحی کو اپنے پاس علی گڑھ آنے کی دعوت دی لیکن انھوں نے قبول نہ کی، وہ ساری زندگی انجمن کے لیے ایک انتھک مجاہد کا کردار ادا کرتے رہے۔ انجمن مولانا ناروحی سے اتنی متاثر تھی کہ اُن کی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اُن کا مشاہرہ جاری رکھا۔ یہ وہ یگانہ اعزاز تھا جو کسی اور کو کبھی نصیب نہ ہوا۔

## مولانا ناروحی کا شخصی کردار

مولانا ناروحی اپنے ماحول پر اثر انداز ہونے والے دبنگ استاذ اور عالم باعمل تھے۔ اس لیے کوئی اُن کی مخالفت کی جرأت نہ کرتا۔ انھوں نے اپنا قیام ہمیشہ مسجد کے قریب رکھا۔ زندگی بھر اپنی قریبی مسجد میں امامت وخطابت اور درس وتبلیغ کا فرض انجام دیتے رہے، لیکن کبھی اس خدمت کا معاوضہ نہ لیا۔ تہجد کا التزام کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے بچوں کو بھی صوم وصلوۃ کی عادت ڈالی جو مستقبل میں نامور نیک دل انسان بنے۔ وہ سلف صالحین کی زندگی کا نمونہ تھے۔ پولیس کی ملازمت اور وکالت کو بعض عوارض کی وجہ سے نہایت برا سمجھتے، تصویر سے گریز اور انگریزی ادویہ سے پرہیز کرتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جی پی فنڈ ملا تو سود کی شکل میں اضافی رقم کو اپنے مصرف میں نہیں لائے۔ وہ اپنے آبائی گاؤں کٹھالہ ضلع گجرات میں مستقل آتے جاتے رہے اور وہاں کی رفاہی، معاشرتی اور دینی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ انھوں نے اپنی ذاتی کوشش سے اپنے گاؤں میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔

اسلامیہ کالج اور انجمن کے ماحول میں انھوں نے ایک بارعب، مضبوط اور مخلص دینی معلّم کا کردار ادا کیا۔ انھوں نے کالج میں بعض خلاف شرع اُمور پر اپنی ناپسندیدگی کا دوٹوک اعلان کیا اور کوئی اُن سے اختلاف کی جرأت نہ کر سکا۔ اس دور میں ہر طالب علم کے لیے عربی واسلامیات لازمی تھی، چنانچہ ہر طالب علم کو مولانا ناروحی سے واسطہ پڑتا۔ وہ طلباء کو ہفتہ وار وعظ کرتے، بچوں سے مشفقانہ رسمی وغیر رسمی تعلق رکھتے، بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اضافی وقت دیتے اور چھٹیوں میں اپنے پرانے طالبانِ علم سے ملنے اور انجمن کی نمائندگی کے لیے بیرون لاہور تشریف لے جاتے۔

## مولانا ناروحی اور مولوی شفیع کا باہمی تعلق

مولانا ناروحی کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ طلباء کی اچھی سیرت سازی تھی جس کی وجہ سے اُن کا فیض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک صدی تک جاری رہا اور غیر محسوس انداز میں آج بھی جاری ہے۔ ان کے ہزاروں شاگرد تھے جن میں کئی قومی اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور اپنے استاذ کے دینی، علمی اور ملی مزاج کے حامل بن کر اعلیٰ خدمات انجام دیتے رہے۔ یہاں اُن کے ایسے دو اہم ترین شاگردوں کا ذکر کیا جائے گا جو اُردو دائرۂ معارف کے اعلیٰ تدوین کار اور محقق اساتذہ تھے۔ مولوی محمد شفیع مولانا روحی کے اولین شاگردوں میں تھے اور پروفیسر عبدالقیومؒ آخری دور کے ممتاز طلبہ میں تھے۔ یہاں اُن کے ذاتی تاثرات نقل کیے جاتے ہیں جن سے استاذ وشاگرد کے باہمی تعلق کی نزاکتوں کا بھرپور اندازہ ہوگا۔

مولوی محمد شفیع اپنے استاذ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اسلامیہ کالج کے صحن میں ہفتہ وار وعظ ہوتا تھا۔ اس وقت ہم مولانا روحی سے استفادہ کرتے تھے۔ ان کے وعظ کو نہایت دلچسپی سے سنا جاتا تھا۔ میں مولانا کے گھر بھی آتا جاتا تھا۔ وہ مجھ پر بہت شفقت کرتے تھے۔ وہ کسی مسجد کے قریب کرایہ کے مکان میں رہتے اور نماز ضرور مسجد ہی میں پڑھتے تھے۔ انھیں کبھی سیر کے طور پر گھر سے باہر نکلتے نہ دیکھا۔ صرف کالج سے گھر اور گھر سے کالج آتے جاتے تھے۔ جب بھی جاؤ، ان کا دروازہ کھلا تھا۔ کبھی بے فرصتی کا عذر نہ کرتے تھے اور کوئی طالب علم چلا جائے تو وہ خوش آمدید کہتے تھے۔ مولانا کو نیچریت اور مرزائیت سے سخت بیر تھا۔ مجھے آزاد خیالی پر ڈانٹتے تھے، مگر اس عمر میں سب طالب علم ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ مولانا بعض اوقات صدر ہوتے اور طالب علم ان کی موجودگی میں وعظ کرتے، ایک دفعہ میں نے تقریر کی تو مجھے کہا کہ تم نیچریت کی تبلیغ کرتے ہو۔

ان کی عملی حیثیت بہت بڑی چیز تھی۔ انھوں نے آخر عمر تک سادگی کو نباہا اور ایک ہی لباس رکھا۔ مذاق سے طالب علموں کا ڈنڈا بھی مار دیتے تھے۔ طالب علموں سے بہت ظرافت کرتے اور ان میں مل جل کر رہتے اس لیے وہ بہت ہر دل عزیز تھے، لیکن کسی کو بے تکلفی کی وجہ سے حد ادب اور احترام سے سرِ مو تجاوز کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ طالب علموں کو ڈکشنری کے ذریعے تحقیق کراتے، اپنی کتب پر عربی وفارسی میں حواشی لکھتے۔ انجمن کے سالانہ جلسے میں مولانا کا مقالہ ضرور ہوتا۔

مولانا جہاں جاتے مجھے ساتھ لے جانے میں انھیں خوشی محسوس ہوتی۔ ایک دفعہ ایم۔ اے عربی کی تیاری میں مجھے مختصر المعانی کے سمجھنے میں دقت ہوئی، میں نے مولانا سے مدد چاہی، وہ کثیر العبادت ہونے کی وجہ سے فارغ نہ تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب میں کالج سے جایا کروں تو تم راستہ میں پڑھ لیا کرو۔ کالج سے بھاٹی دروازہ آنے تک وہ مجھے کافی کچھ بتا دیا کرتے، میں عبارت پڑھتا اور وہ از بر تقریر کرتے چلے جاتے، راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت یا تانگہ ٹمٹم وغیرہ کی نقل و حرکت سے انھیں کوئی فرق نہ پڑتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انھوں نے اپنا دینی رسالہ ''الہدیٰ'' جاری کیا۔ انھیں اس سے کوئی مالی فائدہ نہ تھا۔ صاف اور سیدھی بات لکھتے تھے۔ مولانا روحی نے میری مذہبی طبیعت کو خوب مستحکم کیا۔ انگلستان جا کر حالانکہ نماز پڑھنا مشکل تھا لیکن میں نباہتا رہا۔ اسلامیہ کالج میں مولانا کی مثال دیکھ کر مجھے بہت تقویت ہوئی، ورنہ یقیناً میری زندگی کا راستہ بدل جاتا۔[1]

مولوی محمد شفیع کے مذکورہ بالا بیان میں استاذ وشاگرد کا باہمی تعلق کتنی وضاحت سے بیان ہوا ہے اور آخری جملہ تو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ میری زندگی کا رخ مولانا روحی کی وجہ سے بدلا۔ مولوی شفیع کو مولوی شفیع بنانے والے مولانا روحی تھے، وہ نہ ہوتے تو مولوی شفیع کا علمی وعملی وجود بھی اس شان وشوکت سے ظاہر نہ ہوتا۔

## مولانا روحی کے بارے میں پروفیسر عبدالقیوم کے تاثرات

مولانا اصغر علی روحی کے متعلق پروفیسر عبدالقیوم رقم طراز ہیں:

مولانا اصغر علی ان بزرگوں میں سے تھے جنھیں میں بچپن سے جانتا تھا۔ اسلامیہ کالج لاہور میں میرے داخل ہونے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ حضرت مولانا کالج آتے جاتے والد صاحب سے ملا کرتے تھے۔ جب اسلامیہ کالج کے پہلو میں مسجد مبارک تعمیر ہوئی تو حضرت مولانا روحی کا یہ معمول ہو گیا کہ آپ روزانہ چاشت کی نماز ادا کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر مسجد مبارک میں آتے اور فارغ ہو کر مسجد کے پڑوس میں والد صاحب کے پاس آ بیٹھتے۔ جب میں نے کالج میں داخلہ لیا تو استاذ محترم پروفیسر مولانا روحی کا علمی وتدریسی حلقوں میں بڑا چرچا تھا۔ وہ اپنے علم وفضل کی وجہ سے شہر بھر میں شہرت رکھتے تھے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگوں کو ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

کالج میں کئی نامور اور قابل اساتذہ تھے لیکن ان سب بزرگوں میں مولانا اصغر علی کی شان بالکل نرالی تھی۔ ایک تو وہ اپنے لباس اور وضع قطع کے لحاظ سے دیگر اساتذہ سے ممتاز اور نمایاں تھے۔ دوسرا انھیں اپنے علم پر بڑا ناز اور وثوق تھا۔ جب بات کرتے تو بڑے دبدبے اور جلال سے۔ ان کی گفتگو میں وقار اور رعب پایا جاتا تھا۔ تمام اساتذہ ان کے زہد وتقوی اور علم وفضل کے باعث ان کی بڑی عزت کرتے اور ادب واحترام سے پیش آتے تھے۔ میں نے مولانا سے عربی بذریعہ اردو زبان پڑھی اور خوب سمجھی۔ انھیں کی محبت اور شفقت کا نتیجہ تھا کہ مجھے عربی زبان اور ادب سے شغف پیدا ہوا اور حماسہ ایسی اہم کتاب کو سمجھنے کے لیے تبریزی کی شرح پڑھنی شروع کی اور آگے چل کر مرزوقی کا مطالعہ انھیں بزرگ اساتذہ کی شفقت اور تشویق کا نتیجہ تھا۔

[1] مولانا اصغر علی روحی، احوال وآثار، مقالہ پی ایچ ڈی، محمد ذوالفقار علی رانا، ص: ۶۸۹۔۶۸۵، ملخصاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولانا کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی ان کے پاس بیٹھ گیا، علم و ادب کے موتی رولتا ہوا اٹھا۔ ایک دو نہیں ان کے تلامذہ میں سیکڑوں نامور اساتذہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ وہ ان بزرگ اساتذہ میں سے تھے جو اپنے تلامذہ کو صحیح راہ پر ڈال دیتے اور پھر عمر بھر کے لیے ان کو عربی علوم کا خادم بنا دیتے۔

مولانا روحی کو فقہی مسائل پر بھی بڑا استحضار تھا۔ حنفی المسلک ہونے کے باوجود عالم جوانی میں کتب حدیث بالخصوص امام شوکانی کی نیل الاوطار اور موطا امام مالک کے مطالعہ کا خاص شوق تھا اور کہا کرتے تھے کہ ایسی کتابوں کے مطالعہ سے بصیرت پیدا ہوتی ہے اور تعصب و تنگ نظری دور ہوتی ہے۔

مولوی صاحب موصوف نہایت نڈر اور بے باک بزرگ تھے۔ لگی لپٹی بات بالکل نہ جانتے تھے۔ کالج کا ہر پرنسپل ان کے علم و فضل کے پیش نظر ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ مولانا کی زندگی میں لاہور علم و فضل کا مرکز رہا اور اسلامی اور عربی علوم کے بڑے بڑے شیخ اور اساتذہ یہاں موجود تھے، لیکن مولانا کے استغناء کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کے علم سے مرعوب نہ ہوئے اور نہ کبھی اپنے بارے میں احساس کمتری کو راہ دی۔[1]

پروفیسر صاحب کے یہ الفاظ نہایت قیمتی ہیں کہ مولانا روحی ان اساتذہ میں سے تھے جو اپنے تلامذہ کو صحیح راہ پر ڈال دیتے اور پھر عمر بھر کے لیے ان کو عربی علوم کا خادم بنا دیتے۔ یہی الفاظ اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ پروفیسر صاحب نے عربی علوم کی خدمت میں جو وقت صرف کیا، وہ درحقیقت اُن کے استاذ مولانا روحی کی فیض رسانی کا نتیجہ تھا۔

## ۲۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع[2]

پروفیسر عبدالقیومؒ کے دوسرے اہم استاذ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع تھے۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ۱۸۸۳ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔ وہ پنجاب کے نامور سپوت تھے۔ اُنھوں نے یونیورسٹی اورینٹل کالج میں تدریس اور اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی تدوین کے حوالے سے بڑا نام پیدا کیا۔ ۱۹۰۰ء میں اسلامیہ کالج کے نامور پروفیسر مولانا اصغر علی روحی سے عربی ادب کا استفادہ شروع کیا جو کئی سال جاری رہا۔

---

۱۔ مولانا اصغر علی روحی، احوال و آثار، مقالہ پی ایچ ڈی، محمد ذوالفقار علی رانا، ص: ۶۴۴۔۶۴۱، ملخصاً

۲۔ مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے علمی کارناموں کی تفصیل کے لیے زیر نظر کتاب کا باب ملاحظہ کریں: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تین ارکان (ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر عبدالقیوم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولوی صاحب لاہور سے عربی اور انگریزی میں ایم۔اے کی اعلیٰ اسناد حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۹ء تک کیمبرج یونیورسٹی میں تحقیقی کام کیا۔اس کے ان مٹ نقوش آپ کی تحقیقی وتخلیقی زندگی پر ثبت ہوئے۔ یورپ سے واپس آکر ۱۹۱۹ء میں اورینٹل کالج میں عربی کے معلم مقرر ہوئے۔ اس دوران انھوں نے عربی واسلامیات کے نصاب، اسلوب تدریس اور کالج کے تحقیقی مجلّے کو نئی جہتوں سے ہم آہنگ کیا۔ ۱۹۳۶ء میں اورینٹل کالج کے پرنسپل بنے اور ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں اُردو دائرۂ معارف کے رئیس بنے۔انھوں نے اُردو دائرۂ معارف کی تحقیق وتدوین کا ایسا بلند معیار قائم کیا جو عربی واسلامی علوم کے ماہرین کے لیے ایک مستقل نمونہ قرار پایا۔انھوں نے ۱۹۶۳ء میں لاہور میں وفات پائی۔

مولوی محمد شفیع مولانا اصغر علی روحی کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل ثابت ہوئے۔لیکن وہ کئی امور میں اپنے استاذ سے آگے بڑھ گئے۔مولوی محمد شفیع ایم۔اے عربی کے ساتھ ساتھ ایم۔اے انگریزی بھی تھے اور انھوں نے ساری زندگی عربی کی تدریس انگریزی زبان میں کی، یورپ سے اعلی تحقیق کا ہنر سیکھا۔ اُن کے برعکس مولانا اصغر علی روحی انگریزی زبان سے یکسر نابلد تھے۔مولانا اصغر علی روحی نے اپنے ماہنامہ ''الہدیٰ'' اور اپنی عظیم تالیف ''مافی الاسلام'' میں اسلامی عقائد کی بھرپور تشریح کی اور اپنے دور کے باطل نظریات، فرنگی الحاد اور نئے پیدا ہونے والے گمراہ فرقوں کا بھرپور ردّ کیا۔انھوں نے اپنی راسخ شرعی قابلیت سے فتوے بھی دیے جو برصغیر کے مسلمانوں کی قومی ومذہبی کشمکش میں بنیادی نوعیت کے تھے۔مولوی محمد شفیع نے فقہ وفتاویٰ اور عقیدہ وکلام کے میدان میں کبھی قدم نہیں رکھا، نہ کوئی تحریر چھوڑی۔ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلافی مسائل پر لب کشائی سے ہمیشہ دور ہی رہے۔تاہم اُردو دائرہ کی تحقیق وتدوین کے میدان میں وہ اپنے استاذ مولانا روحیؒ سے بہت آگے نکل گئے۔اردو دائرۂ معارف کی تدوین کے لیے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان میں بھرپور صلاحیت کے ساتھ ساتھ دین و شریعت، فلسفہ وتاریخ، ادیان وفرق اور کلام وادب سے گہری واقفیت ضروری تھی جو مولوی محمد شفیع میں بدرجہ اتم موجود تھی، انھوں نے باقی ٹیم کے ساتھ اُردو دائرۂ معارف کی ایسی مثالی تدوین کی کہ یہ برصغیر کی اہم ترین تحقیقی کتاب بن گئی۔

مولوی محمد شفیع نے برصغیر کی علمی دنیا میں جو اوّلیات چھوڑیں، ان کا بنیادی تعارف ہمارے مضمون ''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تین ارکان'' میں موجود ہے۔ یہاں پروفیسر صاحب اور مولوی صاحب کے باہمی تعلق پر کچھ گفتگو کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## پروفیسر عبدالقیوم اور مولوی محمد شفیع کا باہمی تعلق

پروفیسر صاحبؒ نے مولانا اصغر علی روحی سے اسلامیہ کالج میں بی۔ اے آنرز (عربی) کے مضامین پڑھے۔ یہ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۲ء تک کا زمانہ تھا۔ بعد ازاں انھوں نے ایم۔ اے عربی کے لیے یونیورسٹی اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں انھیں مولوی محمد شفیع سے اکتسابِ فیض کا موقع ملا۔ مولوی محمد شفیع نے پروفیسر صاحب میں ایک جوہرِ قابل کے آثار دیکھ لیے۔ انھوں نے پروفیسر صاحب کو کالج سے فراغت کے وقت انگریزی زبان میں ایک سرٹیفکیٹ عطا کیا جس میں عربی ادب کے بارے میں اُن کی محنت، پابندئ وقت اور قابلیت کی شہادت دی گئی۔

مولوی محمد شفیع صاحب ہی کے ایماء پر پروفیسر صاحب نے میکلوڈ سکالرشپ کے لیے درخواست دی جو کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء تک پروفیسر صاحب علمی تحقیقی کام کے سلسلے میں اپنے استاذ مولوی صاحبؒ سے منسلک رہے۔ اس دوران فہارس ''لسان العرب'' ترتیب دی گئی اور ''نوادر الاخبار'' جیسے وقیع مخطوطے کی تدوین کی گئی۔

پروفیسر صاحب فہارس ''لسان العرب'' کے مقدمے میں اپنے استاذ کو اس طرح خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

> ''لسان العرب کی فہارس کی ترتیب و تکمیل میں مَیں اپنے محترم استاذ پرنسپل محمد شفیع صاحب (ایم، اے۔ کینٹب) مدظلہ۔ رئیس دار العلوم مشرقی وصدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود ہر موقع پر میری رہنمائی فرمائی۔ مجھے یہ کہنے میں بالکل باک نہیں کہ اگر استاذِ محترم کی شفقت آمیز ہدایات اور مسلسل اعانت ساتھ نہ ہوتی تو اتنا بڑا اور اہم کام کبھی بھی تکمیل پذیر نہ ہو سکتا تھا۔
>
> ۲۵/اکتوبر ۱۹۳۸ء — عبدالقیوم''[۱]

پروفیسر صاحب اور مولوی شفیع کا باہمی تعلق میکلوڈ سکالرشپ کے بعد بھی قائم رہا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد اورینٹل کالج میں عربی اساتذہ کی شدید کمی اور طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ اس موقع پر مولوی صاحب نے پروفیسر صاحب کو اورینٹل کالج میں ایم۔ اے عربی کی تدریس کی دعوت دی۔ یہ ذمہ داری انھوں نے قبول کر لی اور ۲۱ سال تک بخیر وخوبی نبھائی۔ پروفیسر صاحب گورنمنٹ کالج کے باقاعدہ معلّم تھے

---

۱ فهارس لسان العرب، القسم الاوّل من فهرس القوافی، الجزء الثانی، ص: ۸

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



لیکن اورینٹل کالج کی اعزازی تدریس کے لیے بلاناغہ تشریف لاتے تھے۔ مولوی محمد شفیع پروفیسر صاحب کے علم وفضل سے بہت متاثر تھے، وہ انھیں مولوی عبدالقیوم کہہ کر پکارتے تھے۔ مولوی کا لفظ نہایت ثقہ عالم کے لیے بولا جاتا ہے، یقیناً یہ پروفیسر صاحب کے لیے ایک اعزاز تھا کہ انھیں ان کے استاذ نے مولوی کا خطاب دیا۔

۱۹۵۰ء میں مولوی محمد شفیع شعبہ اُردو دائرۂ معارف کے پہلے رئیس بنے تو انھوں نے وہاں بھی پروفیسر صاحب سے بھرپور خدمات لینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ کالج کی چھٹی کے بعد پروفیسر صاحب باقاعدگی سے مولوی شفیع صاحب کے پاس جاتے اور گھنٹوں مولوی شفیع صاحب سے علمی ملاقات ہوتی اور گھر آکر بھی اردو دائرہ معارف اسلامیہ ہی کا کام انجام دیتے۔ یہ سلسلہ مولوی شفیع صاحب کی وفات تک جاری رہا۔

پروفیسر صاحب مولوی محمد شفیع کی ہدایت پر انگریزی دائرۂ معارف کے مضامین کا اردو ترجمہ کرتے، مقالات پر نظر ثانی کرتے اور نئے مقالات بھی تحریر کرتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے مولوی صاحب کی رہنمائی پر اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے لیے اعلیٰ تخلیقی کام کیا جس سے انھیں بہت فائدہ ہوا۔ یہ گراں مایہ استفادہ اس وقت بہت کام آیا جب پروفیسر صاحب اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد اردو دائرۂ معارف کے سینئر مدیر بنے۔

پروفیسر صاحب نے مولانا اصغر علی روحی سے عربی زبان وادب کا اعلیٰ ذوق حاصل کیا جو عربی کی امہات الکتب کی تعلیم وتعلّم کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ عربی کی مہارتِ تامہ کی بدولت ہی پروفیسر صاحب اپنے استاذؒ کی طرح دین کے پختہ اور ثقہ عالم بنے اور علم کی دنیا کے عظیم شہسوار مانے گئے۔

پروفیسر صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی سینئر ادارت ہے۔ اردو دائرہ کی تحقیق وتدوین میں ایسی علمی، فکری اور فنی خوبیاں درکار تھیں جو کسی ماہر استاذ کے زیرِ نگرانی ہی بتدریج پروان چڑھ کر اوجِ کمال کو پہنچ سکتی تھیں۔ پروفیسر صاحب نے مولوی شفیع سے نہایت اعلیٰ پیمانے پر جدید طرز تحقیق اور علمی مقالات کی تدوین سیکھی۔

مولوی شفیع کی وفات کے بعد ڈاکٹر سید عبداللہ اُردو دائرۂ معارف کے رئیس بنے اور پروفیسر صاحب نے سینئر ادارت سنبھالی۔ پروفیسر صاحب نے اپنی وفات تک اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی اکیس جلدوں کی تحقیق وتدوین میں حصہ لیا۔ ان اکیس جلدوں کا فکری، علمی اور لسانی منہج ہو بہو مولوی محمد شفیع ہی کا قائم کردہ ہے اور اس میں سرِ مو کوئی انحراف نہیں۔ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی عظیم علمی خصوصیات درحقیقت اُن علمی، فکری اور لسانی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مہارتوں ہی کا تسلسل ہے جو مولانا اصغر علی روحی سے مولوی محمد شفیع میں منتقل ہوئیں اور مولوی محمد شفیع سے پروفیسر عبدالقیوم میں منتقل ہوئیں۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں بلکہ مولانا روحی کے سن تدریس ۱۸۹۲ء سے پروفیسر عبدالقیوم کے سن وفات ۱۹۸۹ء تک ایک غیر منقطع تسلسل ہے۔

یہ ایک صدی کا قصہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں!

پروفیسر عبدالقیومؒ اپنے استاذ مولوی شفیع کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''مولانا (روحی) کالج سے فارغ ہو کر گھر کی راہ لیتے تو طلب صادق رکھنے والا شاگرد (مولوی محمد شفیع) آموجود ہوتا اور مولانا کے گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ اپنے سبق سے فارغ ہو جاتا۔ آگے چل کر یہی ہونہار طالب علم استاد الاساتذہ بنا اور تحقیق علمی کے میدان میں پنجاب کا نامور سپوت ثابت ہوا۔'' [1]

## اہم مراجع


۱۔ مولانا اصغر علی روحی، احوال وآثار، مقالہ پی ایچ ڈی، محمد ذوالفقار علی رانا، ۱۹۸۴ء

۲۔ صد سالہ نمبر ''کریسنٹ'' ۱۸۹۲ء۔۱۹۹۲ء، گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور۔

۳۔ استاد الاساتذہ، مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی وتحقیقی خدمات، محمد اکرام چغتائی، نشریات ۲۰۱۳ء


---

۱۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم، ۱۸۳/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری

# مسجد مبارک اور ختم نبوت

## برصغیر کا پُر آشوب دور

بیسویں صدی کے آغاز سے ہی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نہایت پُر آشوب دور شروع ہو گیا۔ استعمار کی غلامی نے انھیں اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ گوناگوں مصائب میں گھرے ہوئے ان مسلمانوں پر سب سے مہلک حملہ اس وقت ہوا جب دشمنوں نے شکوک وشبہات کا اسلحہ لے کر ایمان وعقیدے کو نشانہ بنایا۔

روح کا زخم جسم کے زخم سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر تکلیف برداشت ہو جاتی ہے لیکن ایمان سے محرومی انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بھی سب سے بڑا المیہ یہی تھا کہ انھیں اُن کے عقائد اور دینی شناخت سے محروم کیا جا رہا تھا۔ کہیں اہلِ قرآن تھے جو سارے ذخیرۂ حدیث کو دریا برد کرنے کا کہہ رہے تھے۔ کہیں نیچری تھے جو دین میں ثابت شدہ قطعی معجزات کا انکار کر کے دین میں نقب زنی کر رہے تھے۔ جدید مغربی تعلیم مسلمانوں کی تہذیب و تاریخ کو عیوب و نقائص کا مجموعہ قرار دے رہی تھی۔ مستشرقین کا دستہ علم و تحقیق کے نام پر اسلام کی بنیادیں کھودنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یورپ کا الحادی فلسفہ مسلمانوں سے ان کی متاعِ دین چھیننے پر تلا ہوا تھا۔ عیسائی پادری اور آریہ سماجی ہندو نبی مکرم ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ استعماریت کی مادیت پرستی، تشکیک، سائنسی ترقی اور جدید علمی تفوق نے مسلمانوں کو سنگین ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ دین و مذہب کی بیخ کنی کے لیے وہی ہتھیار استعمال کیے جا رہے تھے جو یورپ میں پہلے استعمال ہو چکے تھے، اور وہاں مذہب کا صفایا کیا جا چکا تھا۔ لیکن اس وقت اللہ نے برصغیر میں ایسے رِجال پیدا کر دیے جنھوں نے امت کی ڈوبتی کشتی کو سنبھالا اور مسلمان اپنا دین بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## کاذب نبی کا فتنہ

برصغیر کے فکری و ایمانی بحرانوں میں یہ ایک انتہائی خطرناک اور تکلیف دہ معاملہ تھا۔ ویسے تو کاذب نبیوں کا ظہور نبی اکرم ﷺ کے دور کے آخری حصے میں شروع ہو گیا تھا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے جھوٹے نبی قرن اوّل ہی میں پیدا ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے خلاف پوری قوت سے جہاد کا سلسلہ شروع کیا اور انھیں عبرت ناک شکست دی اور اسی وقت اس فتنے کا خاتمہ کر دیا جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جھوٹے نبی کی سرکوبی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حضرت ابوبکر کی اس کارروائی کے بعد تاریخ اسلام میں کوئی بھی جھوٹا نبی کسی طرح کی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

جب مسلمانوں کی قوت کم ہو گئی، مسلمان تہذیبی اور سیاسی سطح پر مضمحل ہو گئے تو جھوٹے نبیوں نے ایک دفعہ پھر سر اٹھایا اور انھیں کسی نہ کسی حد تک کچھ نہ کچھ کامیابی بھی ملی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں کی عالمی شان و شوکت اور سیاسی قوت ختم ہو چکی تھی۔ مسلمانوں پر استعمار کا قبضہ ہو گیا تھا اور استعمار اس زہریلے پودے کی کاشت خود کر رہا تھا۔ عراق میں بہاء اللہ (م ۱۸۹۲ء) اور برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء) اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یکے بعد دیگرے مہدی، مسیح موعود، مثیل مسیح اور صاحب وحی نبی ہونے کے دعوے کیے۔ یہ تمام دعوے اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی تھے۔ اس کا علمی تعاقب اور مناظرہ و مباحثہ جاری رہا۔ لیکن اس کے باوجود انگریزوں کی سرپرستی کی بنا پر یہ فتنہ مسلمانوں میں پھیلتا چلا گیا۔ استعمار مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے اس کی پشت پناہی کر رہا تھا، اور عالمی سطح پر آج بھی وہی سرپرستی کر رہا ہے۔ سابقہ بارہ صدیوں میں کوئی بھی جھوٹا دجال اتنی طاقت نہ پکڑ سکا تھا جو انگریز کے زیر سایہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو حاصل ہوئی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کم علمی، اجتماعی ضعف، تہذیبی پس ماندگی اور سیاسی بدحالی کے سبب اس فتنے کا شکار ہو گئی اور جھوٹے نبی کا دَم بھرنے لگی۔ برصغیر کے نیک دل مسلمان یہ حالت زار دیکھ کر تڑپ اٹھے۔

اس وقت کے حالات کے مطابق یہ معاملہ ایک بھرپور فکری جنگ کا متقاضی تھا۔ چنانچہ برصغیر کے تمام دینی مکاتب فکر ''اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ'' کے اجل علمائے کرام نے مرزائیوں کی تردید اور تکذیب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مناظرے ہوئے، اہلِ قلم نے اخبار و رسائل میں سیکڑوں مضامین لکھے اور ان میں دلائل کے انبار لگائے۔ ائمہ مساجد، خطباء اور مبلغین نے دعوت و تبلیغ کے ذریعے فتنہ قادیانیت کا مقابلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا۔ قیام پاکستان سے قبل مباحثوں، مناظروں اور مباہلوں کا بازار گرم رہا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں دو بھرپور ملک گیر عوامی تحریکیں چلیں جن میں سیکڑوں فرزندان اسلام نے جانوں کی قربانیاں بھی پیش کیں۔

اس فتنے کے آغاز میں مرزا قادیانی پر پہلا متفقہ فتویٰ تکفیر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے تیار کیا، جس پر برصغیر کے ۲۰۰ علماء نے دستخط کیے۔ مولانا بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے مرزائیوں سے مناظروں کا آغاز کیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مرزائیوں سے بہت زیادہ مناظرے کیے، اتنے مناظرے اور کسی عالم نے نہیں کیے۔ مرزائیوں کی مخالفت میں سرگرم دیگر اہل علم میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور پیر مہر علی گولڑوی شاہ کے نام نمایاں ہیں۔ سید مودودیؒ کو ''قادیانی مسئلہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھنے کے جرم میں گرفتار کر کے سزائے موت تک سنا دی گئی لیکن بعد میں دوسرے اسلامی ممالک کے دباؤ پر اس سزا کو عمر قید کی سزا میں تبدیل کر دیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب استعماری اور اسلام دشمن قوتوں کے ایماء پر، پاکستان میں سیاسی، ثقافتی اور دوسرے معاشرتی معاملات میں قادیانیوں کی مداخلت بڑھی اور اُنھوں نے پاکستانی سیاست میں بلکہ حکومت کے اندر اپنی سامراج پسندانہ سرگرمیاں تیز کر دیں تو تمام مسلمان علمائے دین نے اس فتنے کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ تمام مکاتب فکر کی طرف سے قادیانیوں کے خلاف ایک زوردار تحریک چلی جسے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کہا جاتا ہے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن ہماری قومی اور ملی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے، اس دن مسلمانوں کی اَن تھک کوششوں اور زوردار تحریک کے نتیجے میں اس وقت کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا۔ یہ یادگار فیصلہ مسلمانوں کی طویل جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے دوراندیشی اور اعلیٰ تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قرارداد کی مکمل حمایت کی۔ یہ مسلمانوں کی ایک طویل جدوجہد تھی جو بالآخر سیاسی سطح پر کامیاب ہوئی۔ لیکن استعماری قوتوں کی سرپرستی کی وجہ سے آج بھی ملکی اور عالمی سطح پر قادیانیوں کو بڑا اثر ورسوخ ہے جس کا بار بار مظاہرہ بھی ہوتا رہتا ہے۔

مسئلہ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر مسلمان علماء کے قلمی جہاد کی بناء پر بہت سا قیمتی لٹریچر بھی سامنے آیا۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتب و رسائل اور دیگر علماء کی کاوشوں کی روداد کے طور پر ''احتساب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قادیانیت'' کے نام سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان نے ۵۸ جلدوں پر مشتمل ہزاروں صفحات کی طباعت کی ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے چھے جلدوں میں ''تحفہ قادیانیت'' لکھی۔ آج بھی ختم نبوت کے عنوان پر باقاعدہ رسائل وجرائد شائع ہوتے ہیں اور کئی ویب سائٹس کام کر رہی ہیں۔ قادیانیت کے خلاف ابتدائی دور کی انتہائی اہم علمی وتحقیقی کوشش ''محمدیہ پاکٹ بک'' تھی جو ۱۹۳۴ء میں سامنے آئی۔ یہ کتاب پورے برصغیر بلکہ دنیا بھر میں نہایت مقبول ہوئی۔ اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

## انجمن اہل حدیث اور فتنہ مرزائیت

محمدیہ پاکٹ بک کی تالیف واشاعت انجمن اہل حدیث لاہور (تاسیس: ۱۹۰۹ء) کے زیر اہتمام مسجد مبارک (تاسیس: ۱۹۱۹ء) کے ساتھ قائم کردہ ایک علمی تحقیقی مرکز کا کارنامہ تھا۔

یہ ۱۹۳۴ء کا سال تھا۔ مسجد مبارک کے سرکردہ بانی اور رکن منشی فضل الدین (م ۱۹۵۸ء) حیات تھے۔ مسجد مبارک سے ردمرزائیت کی ایک مبارک تحریک کا آغاز ہو چکا تھا۔ یہ مسجد ملک کے نامور مناظرین اور اَربابِ علم کا مرکز بن چکی تھی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مولانا حکیم نورالدین لائل پوری اور ایسے دیگر بزرگان جماعت بارہا مسجد مبارک کے منبر پر رونق افروز ہوتے رہتے تھے بلکہ انھیں کے ایماء پر انجمن اہل حدیث کے تاسیسی رکن مولوی سلطان احمد کی سرپرستی میں اس بھرپور علمی کام کا آغاز ہوا۔ یہ بات خصوصی توجہ کی طالب ہے کہ ۱۹۳۴ء ہی میں پروفیسر عبدالقیومؒ انجمن کے ناظم اور سیکرٹری شعبہ تالیف وطبع بنے اور پھر تادمِ حیات اس عہدے پر فائز رہے۔[1] اس وقت پروفیسر عبدالقیومؒ کا قلم جوان تھا اور اپنی قوت، توانائی اور روانی کے کئی جوہر دکھا چکا تھا۔ وہ ۱۹۳۴ء تک اعلیٰ نمبروں میں ایم اے پاس کر چکے تھے اور میکلوڈ سکالرشپ کے تحت علمی دنیا سے منسلک ہونے والے تھے۔ ۱۹۳۳ سے ۱۹۳۶ کے دوران ہی میں پروفیسر صاحبؒ کی درج ذیل انگریزی کتب شائع ہوئیں۔

1. The poems of the desert by several authors.Lahore:1933, pages:167
2. Aid to the study of Simtud-Durar.Lahore:1934,pages :268
3. English Arabic Translation Exercises.Lahore:1935, pages:241
4. Specimens of Arabic Literature (poetry and prose) for English reader.Lahore:1936, pages: 261

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ص: ۱۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس وقت (۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۹ء) میں مولانا حنیف ندوی مسجد مبارک کے خطیب اور مدرّس کی حیثیت سے سرگرم عمل تھے اور ان کے دروس قرآن اور تصانیف کی شہرت کا آغاز یہیں سے ہوا۔ پھر یہ شہرت پورے برصغیر میں پھیلتی چلی گئی۔ اس دور میں انجمن اہل حدیث کے سیکرٹری کی مسلسل محنت اور اکابر علماء کی سرپرستی میں مسجد مبارک نے فصیلِ لاہور سے باہر جدید آبادی میں ایک بہت بڑے علمی، تبلیغی اور تنظیمی مرکز کی حیثیت حاصل کرلی۔ یہ مسجد تبلیغ واصلاح کے ساتھ ساتھ مرزائیت جیسے فتنوں کی سرکوبی میں پیش پیش تھی۔

پروفیسر عبدالقیوم مسجد مبارک کے فوائد وثمرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسجد مبارک کی تعمیر سے بڑے فوائد اور مقاصد حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ یہ مسجد لاہوری مرزائیوں کے مرکز کے بالکل قریب تھی اور وہ آزاد خیال مسلمان جو انجانے میں مرزائیوں کی مسجد کی رونق بنتے تھے، ان کے لیے مسجد مبارک باعث رحمت اور بڑی غنیمت ثابت ہوئی۔''[1]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''انجمن اہلِ حدیث مسجد مبارک لاہور' کے شاندار کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کی تائید میں محمدیہ پاکٹ بک شائع کرکے دنیائے اسلام سے خراج تحسین حاصل کیا۔''[2]

انجمن کی علمی تحقیقی سرگرمیوں کا محور پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی ذات تھی۔ وہ علم وتحقیق کے رسیا اور کامیاب محقق کی حیثیت سے متعدد تصانیف کی اشاعت کے بعد اس میدان میں اپنا لوہا منوا چکے تھے۔ ہمارے علماء مختلف عنوانات کے تحت الگ الگ کتابوں اور رسائل کی صورت میں بہت سا علمی کام کرچکے تھے اور کررہے تھے لیکن مرزائیوں کی طرف سے ریڈی ریفرنسز پر مشتمل احمدیہ پاکٹ بک کی اشاعت کے بعد یہ منصوبہ بندی مسجد مبارک اور انجمن اہل حدیث سے وابستہ اہلِ درد کی طرف سے کی گئی کہ مرزائیوں کے خلاف ایک ایسی مختصر لیکن جامع کتاب تیار کی جائے جو مرزائیوں کے حوالے سے تمام موضوعات کا احاطہ کرے، ہر میدان میں ان کے دجل وفریب کو واضح کرے اور ان کی طرف سے اٹھائے جانے والے ہر نکتے کا انتہائی مدلل اور آسان جواب پیش کرنے کے علاوہ مرزا کی شخصیت کے اصل پہلوؤں سے پردہ اٹھائے۔ مقصود یہی تھا کہ مرزائیوں سے گفتگو کرنے والے ہر پڑھے لکھے آدمی، ہر عالم اور ہر مناظر کے ہاتھ میں ایسا علمی ہتھیار آجائے جو مرزائیوں کو لاجواب کردے۔ اس وقت تک علمائے اسلام میں مرزائیوں کے خلاف جو علمی تحقیقی کام

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۷۷

[2] مقالاتِ پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہو رہا تھا۔ یہ انداز اس سے یکسر مختلف تھا، یہ ایک نئی سوچ کا آئینہ دار تھا۔ انجمن کے رجالِ کار پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خیال اور منصوبہ بندی نئی فکر کے حامل ایسے عالم اور محقق کی طرف سے ہو سکتی ہے جو تحقیق و تالیف کے مروجہ طریقوں سے ہٹ کر سوچ رکھتا ہو اور دنیا میں جدید ترین تحقیق کے اسالیب سے واقف ہو۔ کسی بہت بڑے تحقیقی منصوبے کے لیے جو علمی محنت درکار ہے، وہ اُس کی ہمت بھی رکھتا ہو۔ وابستگان مسجد مبارک اور انجمن اہل حدیث میں ایک ہی ایسا جواں ہمت، جواں سال عالم اور محقق تھا جو ایسا منصوبہ بنا کر اس کی تکمیل کی ذمہ داری اٹھا سکتا تھا اور وہ ہمارے ممدوح جناب عبدالقیوم صاحب کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ جیسا کہ شیخ نذیر حسین صاحب نے لکھا ہے:

> ''ابتدائی عمر میں انھوں نے مرزائیوں اور احمدیوں کے رد میں ایک کتاب بنام محمدی پاکٹ بک بھی لکھی تھی۔ جو محمد عبداللہ معمار کے فرضی نام سے شائع ہوئی تھی اور دینی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی تھی۔''[1]

حقیقت یہ ہے کہ عبدالقیوم صاحب نے ہی اس کا مکمل منصوبہ بنایا۔ اس پر کام کیا اور مسجد مبارک کی خطابت اور تدریس و تعلیم سے وابستہ علماء کو بھی اپنے ساتھ شریک کر کے ایک ایسی جامع اور نافع کتاب نہ صرف مرتب کر دی بلکہ اسے شائع کرا کے پورے برصغیر میں پھیلا دیا۔

## محمدیہ پاکٹ بک کی اہمیت

محمدیہ پاکٹ بک ایک انتہائی کامیاب کتاب ثابت ہوئی۔ اس نے علمی سطح پر مرزائیت کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ مستند اور مدلل علمی تحریر پتھر پر لکیر کی طرح ہوتی ہے۔ جہاں اس کی تدوین و تحقیق میں شبانہ روز محنت و مشقت صرف ہوتی ہے، وہاں اس کا برابر کی سطح پر علمی و تحقیقی جواب دینا مخالفین کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ امت کا سنجیدہ اور غور و فکر کی صلاحیت رکھنے والا طبقہ دراصل امت کا دماغ ہوتا ہے۔ وہ علمی مناقشے اور دلائل کے مقابلے میں دلائل ہی سننا چاہتا ہے۔ دلائل کے مقابلے میں کمزور باتیں اور پھسپھسے جوابات سے بات نہیں بنتی۔

محمدیہ پاکٹ بک مرزائیوں کے مقابلے میں حرفِ آخر ثابت ہوئی۔ قادیانی اس کتاب کا جواب نہ دے سکے اور اس کتاب کی افادیت ہر مسلمان کے دِل میں گھر کر گئی۔

محمدیہ پاکٹ بک کی مقبولیت کی متعدد وجوہات ہیں:

[1] اورینٹل کالج میگزین، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ص:۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۔ اس کا طریقِ استدلال نہایت محکم اور وقیع ہے۔

۲۔ اس کا لب ولہجہ نہایت علمی، متین اور سنجیدہ ہے۔

۳۔ یہ مرزائیت کی تردید میں نہایت جامع اور مبسوط کتاب ہے جس میں تمام اصولی وفروعی امور زیرِ بحث لائے گئے اور ہر نکتے پر واضح اور محکم دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

۴۔ یہ اپنے فن میں ایک بے مثال کتاب ہے۔ مرزائیوں کے ردّ میں ہر قسم کا ضروری علمی، عقلی اور نقلی مواد اس میں موجود ہے۔ یہ اپنے موضوع پر ایک جامع و مانع کاوش ہے۔

۵۔ اس کتاب میں فریق مخالف کے تمام اعتراضات کا شافی اور وافی جواب ہی موجود نہیں، مرزا قادیانی کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے بھی پردہ اٹھایا گیا جس سے مرزا صاحب کی پست نائی، تضادات سے بھری ہوئی شخصیت، اخلاق وشائستگی سے ان کی دوری واضح ہو جاتی ہے۔ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسا شخص تو ایک شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

۶۔ پروفیسر صاحب نے اس کو ایک اجتماعی تحقیقی کاوش کی شکل دی جس کی تالیف میں بڑے بڑے ماہرین کے مشوروں، بلکہ ان کی کاوشوں کو شامل کیا۔

پروفیسر صاحب کے سامنے اپنا پورا کیریئر پڑا تھا۔ کالج و یونیورسٹی کی تدریس پر فائز ہونا، اس جواں ہمت اور علم دوست شخص کی آرزو تھی۔ ایسے سب ادارے انگریزی حکومت چلا رہی تھی اور وہی مرزا صاحب کی سرپرست تھی۔ پروفیسر صاحب نے انجمن کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت کے موقع پر اس حوالے سے سب خطرات کو ایک طرف رکھا بس اتنی احتیاط ضرور کی کہ مصنف ومؤلف کی حیثیت سے ان کا نام اس پر شائع نہ ہو۔ انجمن نے اس کتاب کے سلسلے میں پروفیسر صاحب کی مدد کے لیے پہلے مولوی محمد حسن صاحب خطیب مسجد مبارک اور ان کی وفات کے بعد منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ان کا کام اہم تھا، اسی لیے انھی کو سارا کریڈٹ دے کر اُن کا نام مصنف کے طور پر لکھ دیا گیا تھا۔ محمدیہ پاکٹ بک کو گورنمنٹ آف انڈیا سے بحق انجمن اہل حدیث لاہور رجسٹری کرایا گیا۔ اس کتاب کی بہتری واضافے میں دیگر علماء کے ساتھ ساتھ مولانا حنیف ندویؒ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ اس کتاب کے پہلے دو ایڈیشن مسجد مبارک ہی کے زیرِ اہتمام چھپے۔

اس کی اشاعت کی تاریخ اور مقامِ اشاعت اس کی نئی اشاعت مجریہ ۲۰۱۸ء/۱۴۴۰ھ میں یوں درج ہے:

اشاعت اوّل باہتمام انجمن اہل حدیث مسجد مبارک لاہور ۱۹۳۵ء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| اشاعت دوم | باہتمام انجمن اہل حدیث مسجد مبارک لاہور ۱۹۳۶ء |
| اشاعت سوم | باہتمام شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور ۱۹۵۳ء |
| اشاعت چہارم | بشمول تاریخ مرزا، المکتبہ السّلفیہ لاہور ۱۹۶۴ء |
| اشاعت پنجم | مصنف کا نظر ثانی شدہ نسخہ، المکتبہ السّلفیہ لاہور ۱۹۷۱ء |

اشاعت چہارم کے بارے میں مولانا عطا اللہ حنیف لکھتے ہیں کہ یہ انجمن اہل حدیث مسجد مبارک لاہور کی اجازت سے شائع ہو رہی ہے۔[1]

درج بالا تمام امور کی تفصیل کے لیے محمدیہ پاکٹ بک کے دوسرے ایڈیشن کا عرضِ حال نہایت اہم ہے۔ یہ عرض حال انجمن اہل حدیث لاہور کے سیکرٹری شعبہ تالیف وطبع کی طرف سے ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں پروفیسر عبدالقیومؒ کو ناظم مسجد مبارک بنے دو سال ہو چکے تھے۔ یہ ان کی نوجوانی کا دور تھا، تاہم تحقیق وتالیف کے میدان میں وہ اپنی قابلیت کا لوہا منوا چکے تھے۔ وہی منصوبے کے انچارج تھے اور انھوں نے ہی کتاب کا تعارف عرضِ حال کے عنوان سے کرایا۔

## محمدیہ پاکٹ بک کا عرضِ حال

محمدیہ پاکٹ بک کے دوسرے ایڈیشن کا عرضِ حال ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

## عرض حال

آج ''محمدیہ پاکٹ بک'' کا دوسرا ایڈیشن ناظرین کرام کے سامنے ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ ''محمدیہ پاکٹ بک'' کو ہندوستان اور بیرونِ ہند میں خاص مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن غیر متوقع طور پر ہاتھوں ہاتھ صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں بالکل ختم ہو گیا۔

### وجہ تالیف

انجمن اہل حدیث لاہور ایک مدت سے اس چیز کی خواہش مند تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک ایسا حربہ ہونا چاہیے جو ہر وقت ہر پڑھے لکھے مسلمان کو مرزائیوں کے بڑے سے بڑے مناظر کے ساتھ گفتگو میں

[1] محمدیہ پاکٹ بک، دیباچہ طبع چہارم، ص:۲۳، اشاعت ششم ۲۰۱۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کام دے سکے، چنانچہ اسی جذبہ کے تحت انجمن نے اس خدمت کو حافظ محمد حسن صاحب مرحوم امام مسجد مبارک لاہور جو اس تجویز کے محرک تھے، کے سپرد کیا اور انھوں نے معتدبہ حصہ لکھا بھی لیکن موت کے زبردست ہاتھ نے مرحوم کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔ بعد ازاں پہلے ایڈیشن کی تکمیل کے لیے انجمن اہل حدیث لاہور نے منشی محمد عبداللہ صاحب معمار جنھیں انجمن اہل حدیث لاہور نے ''فاضل مرزائیات'' کی اعزازی ڈگری دی تھی، کی خدمات حاصل کیں۔

## دوسرا ایڈیشن

دوسرے ایڈیشن کے لیے انجمن نے ہندوستان کے بہت سے اہل علم حضرات کی امداد حاصل کی، چنانچہ موجودہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے ضخامت میں دو سو صفحات کے قریب بڑھ گیا ہے۔ بہت سے مفید اور اہم مسائل کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ختم نبوت اور کذب مرزا پر نئے نئے دلائل قارئین کے سامنے لائے گئے ہیں اور مرزائیوں کے نئے اعتراضوں کا مدلل و مسکت جواب بھی شامل کر دیا گیا ہے، غرض یہ کہ موجودہ ایڈیشن ہر لحاظ سے زیادہ مکمل اور مدلل ہو گیا ہے۔ اب ''محمدیہ پاکٹ بک'' اس درجہ مفید اور جامع ہو چکی ہے کہ مرزائیت کے متعلق کسی مسئلے یا اعتراض کے لیے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

''محمدیہ پاکٹ بک''
تمام دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے......!

## باقاعدہ رجسٹری

''محمدیہ پاکٹ بک'' کو باقاعدہ طور پر گورنمنٹ آف انڈیا سے بحق انجمن اہل حدیث لاہور رجسٹری کرایا جا چکا ہے۔ تاکہ غیر ذمہ دار لوگوں کے تجارتی اغراض و مقاصد کی وجہ سے اس کے تبلیغی فوائد فوت نہ ہونے پائیں۔

## مقبولیت و اثر

''محمدیہ پاکٹ بک'' کو خدائے بزرگ و برتر نے قبولیت کا وہ درجہ عطا فرمایا کہ اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہندوستان میں کسی دوسری کتاب کو آج تک یہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی تو بالکل بجا ہو گا۔ ہندوستان و بیرونِ ہند سے اس قدر مانگ ہوئی کہ صرف تین ماہ کے قلیل عرصے میں ایک نسخہ بھی دفتر میں باقی نہ رہا اور لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ اب تک متواتر مطالبہ جاری ہے۔ ہر روز بیسیوں خطوط موصول ہوتے ہیں کہ کتاب بھیجو! ہندوستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


کے ہر قریہ اور ہر شہر میں یہ کتاب پہنچی۔ ہندوستان کے باہر جہاں کہیں بھی کوئی اردو جاننے والا متنفس موجود ہے اس حلقے میں ایک آدھ نسخہ ضرور پہنچا۔ عوام اور خواص دونوں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ ذی علم اور تعلیم یافتہ حضرات نے اس کے مطالعہ کو فخر سمجھا، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر، بیرسٹر وایڈووکیٹ، آئمہ مساجد وعلماء، سیاسی ومذہبی راہنما اور عوام، غرض یہ کہ ہر طبقے اور ہر گروہ میں ''محمدیہ پاکٹ بک'' نے رسائی حاصل کی۔

ہندوستان کے بڑے بڑے ماہانہ علمی رسالوں مثلاً ''جامعہ'' دہلی اور ''معارف'' اعظم گڑھ نے نہایت حوصلہ افزا اور شاندار ریویو لکھے۔ ہفتہ وار مذہبی، علمی اور تبلیغی اخباروں نے طویل تبصرے کیے۔ روزناموں نے ''محمدیہ پاکٹ بک'' کی تعریف میں کئی کئی کالم لکھے۔ جن کا نمونہ آپ کتاب کے شروع صفحات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

''محمدیہ پاکٹ بک'' کے اثر وافادیت کے لیے سینکڑوں مثالوں میں سے صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں، ویسے تو بے شمار خطوط دفتر میں پڑے ہیں۔ متعدد حضرات نے کتاب کے مطالعہ کے بعد مرزائیت سے تائب ہو کر اپنے توبہ نامے اخباروں میں شائع کرائے ہیں، مگر اختصار کی خاطر یہاں صرف ایک اخباری حوالہ درج کیا جاتا ہے۔ جس کی تردید کی آج تک کسی مرزائی اخبار کو جرأت نہیں ہو سکی۔

''اخبار احسان'' لاہور مورخہ ۲ اگست ۱۹۳۵ء یوں رقمطراز ہے:

''نوشہرہ ککے زئیاں۔ ۲۹؍جولائی۔ بابو عبدالغنی ککے زئی اسٹیشن ماسٹر داؤد خیل۔ حال وارد نوشہرہ ککے زئیاں تحصیل پسرور۔ ضلع سیالکوٹ جو چھ سال سے مرزائی تھے ''محمدیہ پاکٹ بک'' کے مطالعہ کے بعد آج پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں استقامت بخشے۔

آج آپ نے بزبانِ انگریزی ایک توبہ نامہ بھی تحریر کر دیا ہے، تاکہ کسی مرزائی کے لیے شبہ کی گنجائش نہ رہے (دستخط گواہان) آقا عبدالغنی، منشی الٰہی بخش، شرف الدین گورنمنٹ پنشنر، عبدالعزیز ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر......!''

اس ایک مثال سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''محمدیہ پاکٹ بک'' کس درجہ مفید اور ضروری کتاب ہے۔ ہر تبلیغی ذوق رکھنے والے مسلمان کو چاہیے کہ ''محمدیہ پاکٹ بک'' ہر وقت اپنے پاس رکھے تاکہ مرزائیت کے دجل وتلبیس کا تاروپود ہر آن بکھیرا جا سکے۔

مرزائیت تمام مسلمانوں کے لیے مشترکہ فتنہ عظیمہ ہے۔ اس لیے ہم ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی توسیع اشاعت میں ضرور حصہ لے اور صاحبِ ثروت حضرات اپنی جیب سے دام ادا کر کے اپنے گاؤں کے ائمہ مساجد کے لیے اس کے نسخے فراہم کر کے بہت بڑی خدمت انجام دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ تمام حضرات جنھوں نے اس کتاب کی ترمیم و اضافہ میں مدد دی بالخصوص حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، حضرت مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عبدالقیوم ایم اے اور مولانا الحاج احمد یار خاں ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے تعاون کے بغیر کتاب بالکل تشنۂ تکمیل رہ جاتی۔

بالآخر رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان ناچیز محنتوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہماری کوششوں کو مشکور فرمائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

سیکرٹری شعبہ تالیف وطبع

یکم جنوری ۱۹۳۶ء

انجمن اہل حدیث لاہور

یہ سیکرٹری پروفیسر صاحب خود تھے۔ ان کے نام کے ساتھ مولانا کا اضافہ اشاعت کے وقت دیگر رفقاء نے کر دیا۔ عرض حال کا مضمون گواہی دے رہا ہے کہ یہ انھی کی طرف سے ہے جو اسی کتاب کی تالیف کے اصل ذمہ دار ہیں۔

## محمدیہ پاکٹ بک کے بارے میں رسائل وجرائد کے تبصرے

محمدیہ پاکٹ بک کے دوسرے ایڈیشن میں ذکر کیا گیا کہ محمدیہ پاکٹ بک برصغیر کے طول وعرض میں کتنی مقبول ہوئی۔ قارئین کے لیے یہ تفصیل پیش خدمت ہے:

# اسلامی پریس کی رائے

## چند ضروری اقتباسات

## ماہنامہ ''معارف''

''محمدیہ پاکٹ بک'' میں مرزا صاحب کی تصنیفات اور قادیانی لٹریچر سے بہ کثرت پیشین گوئیاں جمع کی گئی ہیں اور انھیں واقعات، دلائل اور شواہد سے ناقابل رد طریق پر دکھایا ہے کہ وہ غلط اور خلافِ واقعہ نکلیں۔ اکثر موقعوں پر مرزا صاحب نے پیش گوئیوں کے غلط ٹھہرنے پر تاویلیں کی تھیں، فاضل مؤلف نے دلائل سے ان تاویلوں کا پردہ بھی چاک کیا ہے۔ پھر ختم نبوت، حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح وغیرہ متعلقہ مسائل پر دلچسپ بحثیں ہیں۔

یہ کتاب صحیح مناظرانہ اصولوں پر لکھی گئی ہے۔ طریق استدلال، پرزور طرزِ ادا دلچسپ اور لب ولہجہ متین اور سنجیدہ ہے۔''

(رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ماہنامہ ''جامعہ''

''یہ کتاب مرزائیت کی تردید میں نہایت جامع اور مبسوط لکھی گئی ہے۔ جس میں اس کے تمام اصولی اور فروعی امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔ اندازِ بیان اس قدر معقول اور مدلل ہے کہ سوائے تسلیم کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا...... اس کتاب میں مؤلف نے مرزا صاحب کی اکثر پیشین گوئیوں کو جو بڑے ادّعا کے ساتھ کی گئی تھیں جھوٹا ثابت کر دیا ہے اور ان کے عدمِ وقوع کو خود مرزا اور مرزائیوں کی تحریروں سے دکھلایا ہے۔ ہندوستان کے اس مدعی نبوت کی حقیقت اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اس کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔''

(رسالہ ''جامعہ'' دہلی۔ بابت ماہِ اپریل ۱۹۳۵ء)

## ماہنامہ ''فاران''

''جزئیات سے لے کر اصول تک ہر بات کو اس مجموعے میں مفصل بیان کیا ہے اور قادیانیوں سے مباحثہ کرنے والوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار دے دیا ہے۔ اصولاً جس قدر مباحث ہیں، سب پر مدلل اور محققانہ بحث ہے اور اپنے فن میں سب سے عمدہ کتاب ہے۔''

(رسالہ ''فاران'' بجنور بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء)

## ''النجم''

ا ''کتاب اپنی معنوی خوبیوں اور ظاہری دلفریبیوں کے اعتبار سے ہر مسلمان کے لیے قابلِ مطالعہ ہے...... کتاب کو تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔''

(اخبار ''النجم'' لکھنؤ مورخہ ۳/ مئی ۱۹۳۵ء)

## ''مسلمان''

''محمدیہ پاکٹ بک'' ہر حیثیت سے قابلِ قدر ہے اور بلا مبالغہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزائیوں کو فنا کرنے کے لیے ہر قسم کا ضروری علمی، عقلی اور نقلی مواد اس میں موجود ہے۔''

(اخبار ''مسلمان'' سوہدرہ مورخہ ۱۵/ جولائی ۱۹۳۵ء)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## ''مسلم اہل حدیث گزٹ''

''تمام ضروری مباحث پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ عام گفتگو اور مناظروں میں نہایت کام آنے والی کتاب ہے۔''

(''مسلم اہل حدیث گزٹ'' دہلی۔ بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء)

## ''شیر، رنگون''

''عقلی و نقلی دلائل اور قرآنی آیات سے اس مذہب کاذبہ کے ڈھول کا پول کھول دیا ہے...... کتاب اس قابلِ ہے کہ ہر مسلمان پڑھے اور اپنے پاس رکھے۔''

(روزنامہ ''شیر'' رنگون، مورخہ ۲۰/ اپریل ۱۹۳۵ء)

## روزنامہ ''احسان'' لاہور

''اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا جواب دے دیا گیا ہے جو مرزائی مسلمانوں پر کیا کرتے ہیں۔ ختم نبوت، حیات و وفاتِ مسیح، آخری فیصلہ، کذب وصدق مرزا پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہے اور ان مسائل کا کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا۔ اندازِ بیان نہایت سلجھا ہوا اور متین ہے...... ہمارے خیال میں اس موضوع پر اس سے زیادہ جامع و مانع کتاب شائع نہیں ہوئی۔''

(روزنامہ ''احسان'' لاہور مؤرخہ ۲۲/ اپریل ۱۹۳۵ء)

یہ چند ضروری اقتباسات درج کر دیے گئے ہیں، ورنہ اسلامی پریس کی آراء و تبصرے اگر اکٹھے کیے جاتے تو ایک مستقل دفتر جمع ہو جاتا۔ ہندوستان بھر کے روزناموں، علمی اور تبلیغی رسالوں نے بڑے لمبے چوڑے ریویو لکھے۔ خلافت بمبئی، مدینہ بجنور، جمعیت دہلی، اہل حدیث امرتسر، اسی طرح کلکتہ، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ وغیرہ کے اخبارات نے شاندار الفاظ میں کتاب کی داد دی، اختصار کی غرض سے صرف چند اقتباسات پیش نظر ہیں جو اندازہ لگانے کے لیے کفایت کر سکتے ہیں۔

ناظم دفتر محمدیہ پاکٹ بک،
مبارک مسجد برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

مذکور بالا ''عرض حال'' اور ''اسلامی پریس کی رائے'' سے فتنہ مرزائیت کے خلاف انجمن اہل حدیث،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



لاہور کی خدمات کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمدیہ پاکٹ بک کی تیاری میں بہت سے ماہرین نے حصہ لیا، جن میں ایک نمایاں نام پروفیسر عبدالقیوم کا بھی ہے جیسا کہ آخری سطور میں درج ہے۔

''وہ تمام حضرات جنھوں نے اس کتاب کی ترمیم و اضافہ میں مدد دی بالخصوص حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، حضرت مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عبدالقیوم ایم اے اور مولانا الحاج احمد یار خاں ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے تعاون کے بغیر کتاب بالکل تشنۂ تکمیل رہ جاتی۔''

اس اقتباس سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انجمن اہل حدیث طول وعرض میں پھیلے اَرباب علم وقلم سے خدمات حاصل کر رہی تھی اور وہ اسے ایک مدلل اور مختصر مگر جامع کاوش کے طور پر منظر عام پر لانا چاہتی تھی اور یقیناً وہ اپنے مشن میں کامیاب بھی ٹھہری۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنْهُمْ

## اہم مصادر و مراجع


۱۔ قادیان کی جھوٹی نبوت کے سو برس (بشمول تحریک ۱۹۵۳ء و ۱۹۷۴ء) محسن فارانی، ضیائے حدیث لاہور، اپریل مئی ۲۰۰۹ء۔ ص: ۳۱۳۔۳۲۱

۲۔ ختم نبوت پر کام کرنے والی چند تحریکیں اور ادارے، ضیائے حدیث، لاہور، اپریل مئی ۲۰۰۹ء۔ ص: ۵۸۶۔۵۸۷

۳۔ تحریک ختم نبوت (۱۸۹۱ء سے ۱۹۷۴ء تک)، شورش کاشمیری۔ الفیصل لاہور۔ اشاعت چہارم ۲۰۰۳ء

۴۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، مولانا اللہ وسایا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ۱۹۹۵ء

۵۔ قادیانی مسئلہ، سید مودودی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔ ایڈیشن ۱۱، ۲۰۱۴ء

۶۔ مرزائیت اور اسلام، علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور۔ ۱۹۹۳ء


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری

# علوم حدیث اور پروفیسر صاحب

فرقہ واریت کے زہر کے خاتمے کے لیے اسلام کی اصلاحی تاریخ کا مبنی برحقیقت جائزہ پیش کرنے والوں میں پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ انتہائی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ بحیثیت استاد یہی ان کا مشن تھا اور ریٹائرمنٹ کے بعد اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تالیف میں حصہ لیتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے اسی مشن کو کامیابی سے آگے بڑھایا۔ امت کی اصلاح کے حوالے سے جو عظیم خدمت جس کسی نے بھی کی، اس کا تعلق کسی بھی نقطۂ نظر یا فرقے سے تھا، اس کی خدمات کا انھوں نے نہ صرف صحیح طور پر اعتراف کیا بلکہ ''اگر مگر'' کے لاحقوں سے بے نیاز ہو کر حقائق کو من وعن سامنے لائے۔

علم حدیث اور نامور محدثین کے حوالے سے ان کے مضامین پر نظر ڈالی جائے تو انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ سخاوی کی خدمات جلیلہ سے اس سلسلے کا آغاز کیا اور اس کے بعد برصغیر کے نامور علماء اور محدثین جیسے شاہ ولی اللہ اور شیخ علی المہائمی کے کارہائے نمایاں کا خوب اچھی طرح تعارف کرایا۔

آپ نے برصغیر پاک و ہند کے سرمایۂ علم حدیث اور اشاعت حدیث کا جائزہ لیتے ہوئے برصغیر کے علماء کی تالیفات کی انتہائی وقیع اور خوبصورت فہرست مرتب فرمائی۔ اس میں سب سے پہلے ان کتب حدیث کا تذکرہ ہے جو یہاں کے علماء نے تالیف کیں۔ اس میں مشارق الانوار سے بات شروع ہوئی اور کنز العمال سمیت مجموعہ ہائے حدیث، منتخبات الحدیث، تراجم اور حواشی کی فہرستیں سامنے آگئیں۔

ان فہرستوں میں جہاں الحِطّه بذکر الصحاح الستة از نواب صدیق حسن کا ذکر کیا گیا ہے وہاں شیخ ظہیر احسن بن سبحان علی نیموی کی آثار السنن اور شیخ محمد عابد سندی کی المواهب اللطیفه شرح مسند ابی حنیفه کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ پھر امہات کتب الحدیث ''موطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ'' کے علاوہ مشکوٰۃ، مشارق الانوار اور بلوغ المرام کی اتنی شرحوں کا تذکرہ ہے کہ قاری برصغیر میں ہونے والے اس کام کی کثرت پر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ اس فہرست میں برصغیر میں لکھی جانے والی غریب الحدیث، موضوعات، اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور اسانید کی وقیع کتابوں کے نام بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شامل ہیں اور یہ وہی کتابیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔

اگلے مضمون میں پروفیسر صاحب نے برصغیر میں اشاعت حدیث کے حوالے سے انتہائی وقیع اور معلومات افزا حقائق بیان کیے ہیں۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ جمال الدین محدث ملتانی، شیخ رکن الدین بن صدر الدین اور سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حلقہ ہائے دروس حدیث کے تذکرے سے آغاز ہوتا ہے، پھر عہد بعہد جائزے میں عالم عرب سے تشریف لانے والے ان محدثین عظام کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں سے اکثر نے احمد آباد کو اپنا وطن بنایا۔ پھر سندھ، پٹنہ، گجرات کے عظیم محدثین، دہلی کے اساطین علم حدیث اور حضرت مجدد الف ثانی کے خانوادے کے عظیم محدثین کے ساتھ ساتھ سیالکوٹ، خیرآباد، سہارن پور، پانی پت، بنگال اور مرکز علم حدیث دہلی کے محدثین عظام کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔

اسی طرح اگلے مضمون میں ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۹۷۲ء تک کے دور کی علمی وفکری سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب کی مؤرخانہ، غیر جانبداری کی داد دینی پڑتی ہے کہ انھوں نے تفصیل کے ساتھ مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا اصغر علی روحی، مفتی احمد یار خان بدایونی اور سید دیدار علی شاہ کی خدمات کا بھی پرستائش انداز میں جائزہ پیش کیا ہے بلکہ جب علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی اور اسلم جیراج پوری کے نام اس جائزے میں نظر آتے ہیں تو پڑھنے والے کو مزید خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کو جزائے خیر دے، انھوں نے غیر جانبداری اور حقائق نویسی کی اسی تابندہ روایت پر عمل کرتے ہوئے، جو محدثین عظام کا ورثہ ہے، بحیثیت مؤرخ اپنا فرض سرانجام دیا ہے اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت اور تحمل و برداشت کی زریں روایت کو آگے بڑھایا ہے۔

مسلک اہل حدیث کے حوالے سے پروفیسر صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ''پہلی صدی میں اس تحریک کا مقصد تعمیل و ترویج سنتِ نبوی تھا۔ دوسری اور تیسری صدی میں یہ تحریک فقہی اور علمی صورت اختیار کر گئی اور اہل حدیث اور اہل رائے دو مستقل فقہی گروہ بن گئے۔ اگرچہ دونوں مسلک اہل سنت کہلاتے تھے۔''[1]

شاہ ولی اللہ کے عہد سے شروع ہونے والا دور برصغیر میں تحریک اہل حدیث کا نمایاں ترین دور ہے، پروفیسر صاحب نے اس کا خصوصی جائزہ پیش کیا۔ اس سلسلے میں سید نذیر حسین محدث دہلوی کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ ان کے شاگردوں نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا اور تنظیمی بنیادوں پر بھی کام کیا۔ آل انڈیا

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۳۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اہل حدیث کانفرنس اس عوامی تحریک کا ایک سنگ میل تھی۔ اس کے تحت تبلیغ اور وعظ وارشاد کے سلسلوں کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر میں درس گاہوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ[1] اور مشرقی پاکستان میں مولانا عبداللہ الکافی رحمہ اللہ نے جمعیت اہل حدیث کے نام سے تنظیمیں قائم کیں۔ لوگوں میں تقلید سے نکل کر تحقیق کا منہج اپنانے اور ہدایت کے اصل سرچشمہ کتاب اللہ اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کی طرف واپسی کی دعوت عام ہوئی۔ اس کے لیے درس و تدریس، وعظ وارشاد کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ پروفیسر صاحب نے اس حوالے سے مولانا عبیداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی کی کاوشوں کا بطور خاص تذکرہ کیا اور برصغیر میں پھیلے ہوئے مدارس کا بھی اجمالی ذکر کیا۔ اس کے علاوہ بعض بزرگوں، مثلاً نواب صدیق الحسن خان اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدماتِ جلیلہ کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا۔

ہمارے ہاں اشاعتِ حدیث کے حوالے سے بنگال کے علماء کی کاوشوں کے بارے میں لوگوں کو زیادہ معلومات حاصل نہیں۔ پروفیسر صاحب نے اس خامی کے ازالے کے لیے اشاعتِ حدیث کے میدان میں بنگالی علماء کی خدماتِ جلیلہ کا بھرپور جائزہ بھی پیش کیا۔ انھوں نے سید نذیر حسین محدث کے شاگرد مولانا عبدالرحیم محمدی، بردوان کے جلیل القدر عالم مولانا عبداللہ ندوی، مرشد آباد کے مولانا بخش ندوی اور ضلع مومن شاہی کے مولانا محی الدین خاں سلفی رحمہم اللہ کے احوال اور اُن کی خدمات پر تعارفی مضامین قلم بند کیے۔ ان کی خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ بنگال میں اہل حدیث حضرات اور ان کے مدارس کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ برصغیر میں اہل حدیث کی تاریخ کے حوالے سے آپ کے مقالات کا یہ حصہ خصوصی طور پر قابل مطالعہ ہے۔

لاہور میں مسجد چینیاں والی اور مسجد لسوڑھیاں والی کے بعد قائم ہونے والی مسجد مبارک کے قیام کے بارے میں لکھنا پروفیسر صاحب کے لیے یوں بھی ضروری تھا کہ یہ مسجد ایک طرف جہاں اشاعت مسلک اہل حدیث، تنظیم اہل حدیث، پنجاب بھر سے علمائے عظام کی تشریف آوری اور ملی مشاورت کے مرکز کی حیثیت رکھتی تھی وہاں اس کا قیام بنیادی طور پر پروفیسر صاحب کے نانا مولوی سلطان احمد رحمہ اللہ اور ان کے والد منشی فضل دین رحمہ اللہ کی

[1] جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی تنظیم قائم کرنے کی تجویز پروفیسر عبدالقیوم نے پیش کی جسے ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء میں دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں منعقد ایک اجلاس میں طویل بحث و تمحیص کے بعد قبول کر لیا گیا۔ سید داود غزنوی پہلے صدر مقرر ہوئے اور ان کی تجویز و اصرار پر پروفیسر عبدالقیوم پہلے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ (اورینٹل کالج میگزین، ص: ۱۲۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تجویز اور ان کی اَن تھک کاوشوں سے ممکن ہوا تھا۔ جلد ہی ''مسجد مبارک'' نے ایک بہت بڑے علمی، تبلیغی اور تنظیمی مرکز کی حیثیت حاصل کر لی جو لاہور کی فصیل سے باہر قائم ہونے والی جدید آبادی میں اسلامیہ کالج سے متصل واقع تھی۔ اس کے قیام کے موقع پر پنجاب کے طول و عرض کے جید ترین علماء، عظیم محدث حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی زیرِ سرکردگی جمع ہوئے۔ ان میں میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کے دو اور شاگرد مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا محمد عبدالحق ملتانی بھی شریک تھے۔ دیگر علماء میں مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی اور دیگر علمائے عظام اور اعیانِ کرام شریک تھے۔

الحمد للہ! اپنے قیام کے بعد مسجد مبارک میں ہونے والے کاموں کا تذکرہ بھی انتہائی روح پرور ہے۔ مؤسسین کے اخلاص اور پروفیسر صاحب کے فرزند میجر ریٹائرڈ زبیر قیوم صاحب کی کاوشوں سے، یہ مسجد اپنی توسیع اور تعمیر جدید کے بعد، آج علوم اسلامیہ کی تحقیق و تالیف اور اشاعت کا ایک بہت بڑا مرکز بن گئی ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی لائبریری اور عظیم الشان مرکزِ تحقیق و تالیف کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک علیحدہ مرکز بھی قائم ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اشاعت کتاب و سنت و علوم اسلامیہ کا یہ مرکز اور اس جیسے دیگر مراکز قائم و دائم رہیں۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کریں اور یہ سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی، میاں فضل دین

(۱۸۷۸-۱۹۵۸ء)

پروفیسر عبدالقیوم کے اجداد شوپیاں جموں و کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد گرامی میاں فضل دین ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ وہ لاہور میں بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں آباد ہوئے۔ شروع میں ان کا گھر اندرون موچی گیٹ تھا، بعد ازاں برانڈرتھ روڈ کے قریب رہائش اختیار کی۔ یہ علاقہ اس وقت لاہور کی چار دیواری سے باہر اور کم آباد تھا۔ لاہور کی زیادہ تر آبادی اندرون شہر ہی میں تھی۔

میاں صاحب نے لاہور میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا اور جلد ہی اس میں نام پیدا کر لیا۔ اس زمانے میں پڑھے لکھے لوگوں کو منشی کہا جاتا تھا۔ انھوں نے ادیب، عالم اور منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا تھا، چنانچہ انھیں بھی منشی فضل دین کہا جاتا تھا۔ مختلف موضوعات پر ان کی گہری نظر تھی۔ میاں فضل دین صاحبِ علم اور صاحبِ بصیرت انسان تھے۔ انھیں اپنے عہد کے کبار علماء سے استفادہ کا خوب موقع نصیب ہوا۔ حضرت سید میاں نذیر حسین دہلوی (م ۱۹۰۲ء)، مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۹۲۰ء)، مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی (م ۱۹۱۶ء)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (م ۱۹۳۰ء)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء)، مولانا عبدالواحد غزنوی (م ۱۹۳۰ء)، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء)، حکیم نورالدین لائل پوری (م ۱۹۶۰ء)، مولانا احمد علی لاہوری (م ۱۹۶۲ء)، مولانا اصغر علی روحی (م ۱۹۵۴ء) اور دیگر بہت سے اکابر علماء سے ان کے مراسم تھے اور ان کے حلقہ ہائے تدریس و خطابت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

۱۹۰۹ء میں جب لاہور میں اہل حدیث علماء و زعماء کا اجتماع ہوا اور اس میں ''انجمن اہل حدیث'' کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے پہلے ناظم پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا اور اس کے خزانچی پروفیسر صاحب کے والد میاں فضل دین کو منتخب کیا گیا۔ خزانچی کو وہ امین کہتے تھے۔ مولوی سلطان احمد ۱۹۲۰ء تک انجمن اہل حدیث کے ناظم رہے، اس کے بعد انھیں صدر بنا دیا گیا تھا۔

اس انجمن کا مقصد توحید و سنت کی اشاعت، اسلام مخالف مذاہب جیسے آریہ سماج، ہندو دھرم اور عیسائی وغیرہ کے اعتراضات کا جواب بذریعہ تحریر و تقریر، بدعات اور غیر اسلامی رسوم کی روک تھام کے لیے تبلیغی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وسائل اختیار کرنا وغیرہ تھا۔ اس انجمن کو مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کا تعاون اور سرپرستی ہمیشہ میسر رہی۔

۱۹۲۰ء میں مسجد مبارک کی زمین خرید نے کے لیے تیاری شروع ہوئی۔ مسجد مبارک کی زمین خرید نے کے لیے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی میاں فضل دین مرحوم نے کی۔ زمین خرید نے کے بعد مسجد کی تعمیر کا مسئلہ بڑا اہم تھا، اس کے لیے انھوں نے بڑی سرگرمی کا ثبوت دیا اور دن رات کام میں مصروف رہے۔ بڑی محنت اور تگ ودو کے بعد مسجد کی تعمیر وتکمیل کا مرحلہ طے ہوا۔[۱]

مسجد کی تاسیس اور تعمیر کے وقت پروفیسر عبدالقیوم کی عمر محض بارہ سال تھی۔

مسجد مبارک کی تعمیر سے پہلے اور بعد میں اس عہد کے جو علمائے کرام متحدہ پنجاب کے مختلف مقامات سے لاہور تشریف لاتے، ان کا قیام عام طور پر میاں فضل دین کے مکان پر ہوتا تھا۔ زیادہ تر آمد ورفت مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اور حکیم نورالدین لائل پوری وغیرہ کی تھی۔ پروفیسر عبدالقیومؒ لکھتے ہیں:

"انجمن اہل حدیث لاہور اور مسجد مبارک کی بدولت انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا اور اس کی صدارت حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین نے فرمائی اور مولانا عبدالمجید سوہدروی اس انجمن کے سیکرٹری رہے۔"[۲]

میاں فضل دین ایک ذمہ دار اور مشفق ومہربان بھائی بھی تھے۔ انھوں نے اپنے ایک بھائی نورالدین کو طب کی تعلیم دلوائی اور وہ اپنے دور میں لاہور کے نامور طبیب ہوئے اور حکیم نورالدین کے نام سے شہرت پائی۔ دوسرے بھائی احمد دین کے لیے ڈاکٹری تعلیم دلانے کا اہتمام کیا، وہ برٹش انڈین آرمی میں کیپٹن ڈاکٹر مقرر ہوئے اور عالم جوانی میں فوجی ملازمت کے دوران ایک حادثے سے دوچار ہوکر وفات پائی، ان کی پورے فوجی اعزاز کے ساتھ تدفین کی گئی۔

میاں فضل دین کے بیٹوں نے گورنمنٹ کالج لاہور اور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج ان کے گھر اور مسجد مبارک کے پڑوس میں واقع تھا۔ کالج کے اساتذہ میں ایک نامور علمی، سماجی اور مذہبی شخصیت "مولانا اصغر علی روحی" کی تھی۔ اصغر علی روحی تعلیم وتدریس سے فارغ ہوتے تو میاں فضل دین کے

[۱] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۳

[۲] مقالات عبدالقیوم: ۲/۲۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاس آ بیٹھتے اور گھنٹوں علمی معاملات پر گفت وشنید کرتے۔ اصغر علی روحی عربی ادبیات کے نامور استاذ تھے، پروفیسر عبد القیوم کی علمی آبیاری اور ادبی ذوق کی تشکیل میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ پروفیسر عبد القیوم نے ۱۹۲۹ء۔۳۲ میں بی اے آنرز کے تحت ان سے عربی علوم کے اسباق پڑھے۔ پروفیسر ڈاکٹر مولوی شفیع بھی مولوی اصغر علی روحی صاحب کے شاگرد تھے۔

میاں فضل دین کے لاہور کے مشہور دیوبندی عالم مولانا احمد علی لاہوری (۱۸۸۷ء۔۱۹۶۲ء) کے ساتھ بھی گہرے مراسم تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہاں ملاقات کے لیے تشریف لاتے۔ مولانا احمد علی مسجد مبارک آتے تو انھیں نماز کی امامت کی دعوت دی جاتی۔ وہ اہل حدیث اصحاب کے احترام میں رفع الیدین کرتے اور آمین بالجہر کہتے۔ میاں فضل دین مولانا احمد علی کے ہاں جاتے تو انھیں نماز کی امامت کا کہا جاتا۔ وہ احناف کے احترام میں رفع الیدین اور آمین بالجہر کے بغیر امامت کراتے۔ ایک دوسرے کا احترام ان اکابر کا شیوہ تھا۔

۱۹۳۴ء میں پروفیسر عبد القیوم کے نانا مولوی سلطان احمد وفات پا گئے تو انجمن اہل حدیث کا صدر شیخ عظیم اللہ کو مقرر کیا گیا اور پروفیسر عبد القیوم انجمن کے ناظم اعلیٰ بنے اور زندگی کے آخری دم تک اس ذمہ داری کو احسن طریقہ سے ادا کرتے رہے اور مسجد مبارک کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ انھیں اپنے والد میاں فضل دین کی زندگی میں ۱۹۵۸ء تک ۲۴ سال اپنی آبائی مسجد کی خدمت کا موقع ملا۔ اس دوران میاں فضل دین مسجد کے خزانچی تھے، اس دور میں خزانچی کو امین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ان بائیس سالوں کے دوران مشہور عالم تصنیف ''محمدیہ پاکٹ بک'' پہلی دفعہ مسجد مبارک سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ اس زمانے میں مرزائیوں کے ساتھ اہلِ اسلام کی کشمکش عروج پر تھی، مسجد مبارک سے چند قدم کے فاصلے پر لاہوری مرزائیوں کا مرکز احمدیہ بلڈنگ تھی جو اب بھی برانڈرتھ روڈ پر محمدیہ بلڈنگ کے نام سے معروف ہے۔ اس قرب مکانی کی وجہ سے مسجد مبارک ملک کے نامور مناظرین اور اربابِ علم کا مرکز بن چکی تھی۔ مولانا حنیف ندوی اور پروفیسر عبد القیوم کی سرپرستی میں ''محمدیہ پاکٹ بک'' مرتب کی گئی۔ اس وقت پروفیسر صاحب انجمن کے شعبہ طبع وتالیف کے ناظم اور سیکرٹری تھے۔ وہ اعلیٰ نمبروں کے ساتھ ایم اے عربی کر چکے تھے اور میکلوڈ سکالرشپ کے تحت فہارس لسان العرب مرتب کر رہے تھے۔

اس دور میں مولانا حنیف ندوی کی خطابت اور دُروس کا لاہور میں بہت چرچا تھا۔ وہ مسجد مبارک کے ۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء سترہ سال خطیب رہے۔ میاں فضل دین مولانا حنیف ندوی کے علم ومطالعہ سے بہت متاثر تھے، ان کے خطبہ جمعہ اور درسِ قرآن میں باقاعدہ شامل ہوتے تھے۔ مولانا حنیف ندوی کے بعد مولانا محمد علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قصوری مسجد مبارک میں سات سال (۵۶-۱۹۴۹ء) تک جمعہ مبارک کی خطابت کرتے رہے۔ وہ مشہور قصوری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تقسیم سے قبل کابل افغانستان کے دست و باز و بنے۔ تقسیم کے بعد مذہبی تحریکات کی دینی جدوجہد میں حصہ لیا۔ محمد علی قصوری کا زمانہ خطابت میاں فضل دین کی زندگی ہی کا ہے اور وہ ایک یادگار دور کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴۷-۱۹۴۰ء کے دوران لاہور جیسے مرکزی شہر میں قیام پاکستان کی تحریک چلی تو میاں فضل دین اور ان کے بیٹوں نے دوقومی نظریے کا ساتھ دیا۔ مسجد مبارک نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ جناب عبدالحی صاحب اسلامیہ کالج میں شعبہ جغرافیہ میں لیکچرار تعینات تھے۔ جناب عبدالقیوم اس وقت مشرقی پنجاب کے گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں لیکچرر تھے اور عبدالسلام بٹ اور محمد یحییٰ بٹ برٹش انڈیا میں رائل ایئر فورس میں کمیشنڈ آفیسر تھے۔ یہ دونوں بھائی قیام پاکستان سے پہلے دوسری جنگ عظیم برما میں لڑ کر واپس آئے تھے، تاہم اس گھرانہ نے پورے جوش وخروش کے ساتھ بلاخوف وخطر قیامِ پاکستان کی تائید وحمایت کی اور اس کے بعد استحکام وطن کے لیے کوشش کرتا رہا۔

۱۹۴۷ء کے فسادات میں ''اسلامیہ کالج برائے خواتین'' کوپر روڈ کے طالبات ہاسٹل پر حملے کا خطرہ پیدا ہوا تو میاں فضل دین کے صاحب زادے محمد زکریا بٹ، محمد سلیمان بٹ اور اسلامیہ کالج کے دیگر طلبہ نے طالبات کو وہاں سے بحفاظت نکالا اور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے ریواز ہاسٹل میں لے آئے جو مسجد مبارک سے متصل ہے، بعدازاں طالبات کو ان کے والدین کے سپرد کیا گیا۔

مسجد مبارک کی انجمن اہل حدیث لاہور دیگر اسلامی انجمنوں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور، انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور اور اہل حدیث کانفرنس دہلی سے ملی، قومی اور دینی معاملات میں تعاون کرتی رہی۔[۱]

پروفیسر عبدالقیوم نے اپنے والد کے زیر سایہ کئی علمی اور سماجی کارنامے انجام دیے۔ ان میں ایک اہم کارنامہ قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت اہل حدیث کی تنظیم کی تجویز و تحریک تھی۔ چنانچہ کئی اہم اجلاس کے بعد مولانا سید داؤد غزنوی صاحب جماعت اہل حدیث کے پہلے صدر مقرر ہوئے اور پروفیسر عبدالقیوم پہلے ناظم اعلیٰ۔ انھوں نے اپنی اس ذمہ داری پر ایک سال تک کام کیا۔ مولانا سید داؤد غزنوی صاحب نے جماعت اہل حدیث کی صدارت اس شرط پر قبول کی تھی کہ پروفیسر عبدالقیوم جیسی فاضل شخصیت میری معاون اور ناظم اعلیٰ ہوگی۔ جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا نام پروفیسر عبدالقیوم کی تجویز پر

[۱] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان" رکھا گیا۔ مغربی پاکستان کے لیے "جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان" اور مشرقی پاکستان کے لیے "جمعیت اہل حدیث مشرقی پاکستان" رکھا گیا۔[1]

اپریل ۱۹۵۵ء میں لائل پور (حال فیصل آباد) میں جماعت اہل حدیث کی مرکزی درسگاہ "جامعہ سلفیہ" کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس سے کچھ عرصے بعد اس کا نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لیے نصاب کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اس کمیٹی میں پروفیسر عبدالقیوم اور مولانا محمد حنیف ندوی بھی شامل تھے۔ مولانا داؤد غزنوی اس کمیٹی کے صدر تھے اور وہ ان دونوں حضرات کے مشوروں کو خاص اہمیت دیتے تھے۔[2]

## میاں فضل دین کا اخلاص وتقویٰ

میاں فضل دین ایک مخلص اور تقویٰ شعار انسان تھے۔ نماز کی پابندی، قرآن کی مستقل تلاوت، مسجد کی دیکھ بھال، علماء کی میزبانی...... یہ ان کی زندگی کے عظیم مشاغل تھے۔ انھوں نے اپنے بچوں کی دینی اور دنیاوی اعتبار سے بہت اعلیٰ تربیت کی۔ ان کی دین داری اور تقوے کی ایک ہلکی سی جھلک ذیل کے ایک واقعے میں نظر آتی ہے جسے محمد اسحاق بھٹی نے نقل کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"(میاں فضل دین) کی کوشش ہوتی کہ کسی شخص کو اُن کی کسی نیکی کا پتہ نہ چلے۔ اس سلسلے میں وہ بہت ہی اخفا سے کام لیتے تھے اور ظاہر کے بجائے باطن کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ڈیڑھ دو مہینے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ میں اس زمانے میں مسجد مبارک میں جمعہ پڑھتا تھا۔ جمعے کے بعد نظریں ادھر ادھر انھیں دیکھنے کی کوشش کرتیں، لیکن ناکام رہتیں۔ پروفیسر صاحب سے بھی نہ پوچھا کہ میاں صاحب کس حال میں ہیں، جمعے میں کیوں نہیں آتے۔ ایک دن میں جمعے کے لیے گھر سے چلا تو دل میں فیصلہ کیا کہ آج اگر وہ نہ ملے تو پروفیسر صاحب سے ان کے بارے میں پوچھوں گا کہ خدانخواستہ بیمار تو نہیں ہیں۔ جمعے کی نماز ہوچکی تو میں نے اپنے سے بالکل متصل پچھلی صف میں دیکھا کہ میاں صاحب بیٹھے ہیں اور ان کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ پڑا ہے۔ میں نے نہایت احترام سے ان کو سلام کیا اور عرض کیا: خیریت تو تھی، اتنے دن کہاں رہے؟

فرمایا: فریضہ حج ادا کرنے گیا تھا۔ جمعے کا وقت تھا، سیدھا مسجد میں آیا ہوں، ابھی گھر نہیں گیا۔ میں کھڑا ہوا، وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اس کے بعد کئی لوگ ان سے ملے۔ پروفیسر صاحب سے ملاقات بھی وہیں ہوئی اور باپ بیٹے نے معانقہ کیا۔

چپکے سے حج کے لیے گئے اور خاموشی سے واپس آگئے اور واپس بھی سب سے پہلے مسجد میں آئے۔ ورنہ

[1] محمد اسحاق بھٹی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر: ص ۱۲۵، ۱۳۲

[2] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۱۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حاجی صاحبان جس شان سے جاتے اور جس شان سے آتے ہیں اپنے ساتھ جو قسم قسم کا سامان لاتے ہیں، وہ سب کو معلوم ہے، مگر میاں فضل دین کا گھر کے افراد کے سوا نہ کسی کو حج پر جانے کا علم تھا نہ حج سے آنے کا۔[1]

میاں فضل دین نے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو رات کے دس بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

## میاں فضل دین کی اولاد

میاں فضل دین مرحوم نہایت دین دار اور بلند کردار انسان تھے۔ انھوں نے نیکی اور اولوا العزمی کی اعلی صفات پر اپنی اولاد کی تربیت کی۔ اپنے پہلے چار بچوں کے نام اللہ تعالی کے اسماء حسنی کے ساتھ ''عبد'' لگا کر رکھے، جیسے عبدالحی، عبدالقیوم، عبدالسلام، عبداللہ۔ اگلے چار بیٹوں کے نام اسماء الانبیاء پر رکھے جیسے محمد یحییٰ، محمد زکریا، محمد یونس اور محمد سلیمان۔ اس گھرانہ کی نیکی، شرافت اور ہمدردی کی شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ میاں فضل نے اپنے بچوں کو کم سنی سے نماز باجماعت کا عادی بنایا۔ انھیں اعلی تعلیم دلائی۔ انگریز کے زمانے میں جب سول اور ملٹری سروسز میں مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ میاں صاحب کے بیٹے برٹش انڈیا میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور جہاں جہاں گئے مذہب اور انسانیت کی اعلی اقدار کو فروغ دیا۔ میاں صاحب کے تین بیٹوں (عبدالحی، عبدالقیوم اور عبداللہ) نے علم، تحقیق اور صحافت میں بلند نام پیدا کیا۔ میاں صاحب کے تمام بیٹے اپنے بڑے بھائیوں یعنی پروفیسر عبدالحی اور پروفیسر عبدالقیومؒ کی غیر معمولی عزت و تکریم کرتے تھے۔ میاں صاحب کے چار بیٹے عبدالسلام بٹ، محمد یحییٰ بٹ، محمد زکریا بٹ، محمد یونس بٹ ائرفورس میں کمیشنڈ آفیسر تھے۔ ان کے آٹھویں بیٹے نے بھی PAF کیڈٹ کی حیثیت سے انگلستان سے تربیت حاصل کی مگر ائرفورس میں آفیسر نہ بنے اور پولیس میں اعلی عہدے پر فائز ہوئے۔ ان سب بھائیوں نے اپنے حسب و نسب کے اعلیٰ اوصاف کے ذریعے بڑی نیک نامی حاصل کی۔ ذیل میں میاں فضل دین کی اولاد کا ترتیب وار تعارف کرایا جاتا ہے۔

۱۔ پروفیسر عبدالحی (۱۹۰۶-۷۷ء) میاں فضل دین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے ۱۹۲۷ء میں ایم اے ہسٹری کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۳۰ء میں ایم اے جغرافیہ کیا۔ وہ برٹش انڈیا ہاکی ٹیم کے بہترین کھلاڑی تھے۔ پروفیسر عبدالحی ابتدائی دور میں رائل ایئرفورس کی ایجوکیشن برانچ میں بحیثیت استاد بھرتی ہوئے مگر والدہ محترمہ کے اصرار پر نوکری چھوڑ دی اور پھر عمر بھر اپنے پڑوس اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں بحیثیت استاد اور پرنسپل خدمات سرانجام دیں۔ ان کا دور بحیثیت

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۱۴۲-۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



استاد اور پرنسپل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کا عروج کا دور تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی میں بھی اعزازی طور پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اپنے زمانے کے بہترین منتظم اور بہت اعلیٰ استاذ تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اکثر ان کے پاس بحیثیت پرنسپل اسلامیہ کالج انتظامی امور بارے صلاح مشورہ کرنے ان کے گھر تشریف لاتے اور پروفیسر عبدالقیوم ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۷ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ وہ قبرستان میانی کے احاطہ مولوی سلطان احمد میں مدفون ہوئے۔

۲۔ پروفیسر عبدالقیوم (۸۹۔۱۹۰۹ء) نے تعلیم و تحقیق کے میدان میں بڑا نام کمایا۔ اسلامیہ کالج سے عربی میں بی اے آنرز کیا۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سے ۱۹۳۴ء میں ایم اے عربی کیا۔ میکلوڈ سکالر شپ کے تحت چار سال (۳۸۔۱۹۳۵ء) فنِ تحقیق میں گزارے۔ اس دوران قدیم عربی ادیب و شاعر شہاب الدین الحجازی (م ۱۴۷۱ء) کے ''نوادر الاخبار'' کی تحقیق کی اور فہارس لسان العرب مرتب کر کے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء کی دہائی میں مشہور مستشرقین نے انھیں اپنی اپنی کتابوں میں خراج تحسین پیش کیا۔ موصوف کی زندگی کے تیس سال (۶۸۔۱۹۳۹ء) زمیندارہ کالج گجرات، گورنمنٹ کالج ہوشیار پور، گورنمنٹ کالج لدھیانہ، گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے نامور تعلیمی اداروں میں عربی و علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس میں صرف ہوئے۔ اُن کی زندگی کے آخری اکیس سال (۸۹۔۱۹۶۸ء) پنجاب یونیورسٹی کے عظیم علمی منصوبے ''اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ'' کی تحقیق و تدوین میں گزرے۔ یہ کل ۵۵ سال ہیں جو عربی و اسلامی علوم کی تعلیم و تحقیق میں گزرے۔

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم ایک عالم باعمل، مشفق معلّم و مربی اور بلند پایہ محقق تھے۔ وہ اپنی اِن تینوں حیثیتوں میں نسلِ نو کے لیے نہایت مثالی کردار کے حامل تھے۔ ان کا اسلوبِ تدریس اور طلبہ سے خوب صورت مثالی برتاؤ انھیں عظیم اساتذہ کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔ ان کی زندگی صوم و صلوٰۃ کی پابندی، دینی اقدار کی ترویج، مسجد سے حسنِ تعلق اور تلامذہ و علماء و محققین سے محبت میں گزری۔ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء میں وفات پائی اور قبرستان میانی صاحب میں احاطہ مولوی سلطان احمد میں مدفون ہوئے۔

۳۔ ونگ کمانڈر عبدالسلام بٹ (۵۹۔۱۹۱۴ء) ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں برٹش انڈیا میں رائل ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا۔ ونگ کمانڈر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران برما میں فوجی خدمات سرانجام دیں۔ سروس کے دوران بحیثیت بیس کمانڈر ملیر کراچی میں ۱۷ ستمبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ اپنے آبائی قبرستان لاہور احاطہ مولوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سلطان احمد میں دفن ہوئے۔ آپ انتہائی نیک، خوش گفتار، ہنس مکھ اور ہمدرد انسان تھے۔ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے حسن سلوک کرتے اور ان سے عزت واحترام سے پیش آتے۔ علاوہ ازیں اپنے ماتحت لوگوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ ایک محب وطن، عظیم فوجی کمانڈر اور انتہائی نیک انسان تھے۔

۴۔ رابعہ بٹ۔ میاں فضل کی اکلوتی بیٹی اور آٹھ بھائیوں کی واحد بہن تھیں۔ مشہور صحافی حامد مجید کی والدہ تھیں۔

۵۔ عبداللہ بٹ (۶۸۔۱۹۱۷ء) لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے بی اے آنرز کیا اور اس کے بعد دیال سنگھ کالج میں ایم اے میں داخلہ لیا۔ انھیں علم وادب سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ طالب علمی دور میں کئی انجمنیں قائم کیں۔ اعلیٰ درجے کے مقرر، فکاہی کالم نگار، آرگنائزر اور ۱۶ سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ انھوں نے کئی مشاہیر جیسے ٹیپو سلطان، شاہ اسماعیل شہید، جمال الدین افغانی وغیرہ کے دن منائے اور ان کے کارناموں کو زندہ کیا۔ ان کے مولانا ابوالکلام آزاد، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبیداللہ سندھی اور کئی ہندو مشاہیر جیسے جواہر لال نہرو، گاندھی جی وغیرہ سے ذاتی مراسم تھے۔ اس کے علاوہ مولانا ظفر علی خان، چوہدری افضل حق، غلام رسول مہر، حمید احمد خان، چراغ حسن حسرت، ڈاکٹر سید عبداللہ وغیرہ کی ہم نشینی اور صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ قیام پاکستان سے قبل ان کا سیاسی مسلک مسلم لیگ سے مختلف تھا، تاہم انھوں نے متحدہ ہندوستان کی آزادی کے لیے ایک عظیم سپاہی کا کردار ادا کیا۔ انھوں نے قیام پاکستان کے بعد اس کی تعمیر و ترقی اور ایوبی دور میں جمہوریت کی بحالی کے لیے فاطمہ جناح کا بھرپور ساتھ دیا۔ عمر عزیز کے آخری دور میں ہفت روزہ ''حرف وحکایت'' کا اجرا کیا۔ انھوں نے ابوالکلام آزاد اور دیگر مختلف عالمی سیاسی مشاہیر پر انگریزی اور اردو میں کتب لکھیں۔[۱] عبداللہ بٹ اپنی سماجی وسیاسی خدمات کے باوجود بے داغ شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے علم وفن کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر نیلام نہ کیا۔ وہ ہمیشہ اعلیٰ اقدار اور بلند کردار کی پاسداری کرتے رہے۔ اڑتالیس سال کی عمر میں ۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء کو لاہور میں وفات پائی اور احاطہ مولوی سلطان احمد میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی پرنسپل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور، پروفیسر عبدالحی کا کہنا ہے کہ عبداللہ بٹ کی علمی اور ادبی صلاحیتوں کے ان کے والد مرحوم بھی بڑے معترف تھے اور کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا دانش ور بیٹا ہے۔[۲]

۶۔ سکواڈرن لیڈر محمد یحییٰ بٹ (۲۰۰۶۔۱۹۲۳ء) لاہور میں ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ برٹش انڈیا کے

۱۔ چند اہم کتب کے نام یہ ہیں: شاہ اسماعیل شہید، مضامینِ آزاد، جمال الدین افغانی، یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ، ٹیپو سلطان، ابوالکلام آزاد وغیرہ۔ جلد ہی دارالمعارف ''مجموعہ عبداللہ بٹ'' کے عنوان سے یہ کتب شائع کرے گا۔ ان شاء اللہ

۲۔ بیادِ عبداللہ بٹ۔ پروفیسر شاہدہ بٹ، ص:۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دور میں متحدہ پنجاب کے فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے اور بے بی سا سر پلییئر کے نام سے معروف ہوئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں رائل ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور ۲۱ سال تک خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۳ء میں سکواڈرن لیڈر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران برما میں فوجی خدمات سرانجام دیں۔ وہ ان چند افسران میں سے تھے جو پاکستان ایئر فورس کے بانی مبانی شمار کیے جاتے تھے۔ یحییٰ بٹ پاکستان کے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین اور غلام محمد کے اے ڈی سی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے PAF کے تین کمانڈر اِن چیف کے پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے بھی ذمہ داری نبھائی۔ PAF سے ریٹائر ہونے کے بعد انھوں نے ۲۳ سال تک فوجی فاؤنڈیشن میں خدمات انجام دیں اور جنرل منیجر ایجوکیشن کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ محمد یحییٰ بٹ نے بھرپور زندگی گزاری اور ۲۰۰۶ء میں اسلام آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

۷۔ ائر کموڈور محمد زکریا بٹ (۱۹۲۹ء-۹۳) ۲۶ جنوری ۱۹۲۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج سے ایف اے پاس کیا۔ فٹ بال اور باکسنگ کے بہترین کھلاڑی تھے اور برٹش انڈین دور میں متحدہ پنجاب کے باکسنگ چیمپئن بنے۔ سمجھ دار اور جری انسان تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں قائداعظم کے حفاظتی دستے میں شامل رہے۔ ۱۹۴۸ء میں رائل پاکستان ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور بہترین پائلٹ بنے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں شاندار عسکری خدمات سرانجام دیں۔ حکومتِ پاکستان نے انھیں سعودی عرب میں ائیرفورس کا چیف آف پاکستان مشن مقرر کیا اور ایک لمبے عرصہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ائیر کموڈور کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ انھوں نے بھرپور زندگی گزاری۔ ۷ جنوری ۱۹۹۳ء کو اسلام آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

محمد زکریا بٹ کا ایک واقعہ بڑا دلچسپ اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ قائداعظم کے قیامِ لاہور کے دوران ان کے ذاتی شمشیر بردار حفاظتی دستے کے گارڈ کمانڈر مقرر تھے۔ انھوں نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ سے قائداعظم کے جلسے میں علامہ مشرقی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر بھرے مجمع سے نکال کر اس کمرے میں مقفل کر دیا تھا جس میں ان دنوں کالج کے پرنسپل کا دفتر ہے۔ علامہ مشرقی اور ان کے ساتھی جلسے کا پرسکون ماحول خراب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔[1]

۸۔ گروپ کیپٹن محمد یونس بٹ۔ ۱۹۳۳ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کرنے کے بعد ایم ایس سی فزکس میں داخلہ لیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں بزمِ ادب کے صدر رہے۔ اور

[1] بیادِ عبداللہ بٹ۔ پروفیسر شاہدہ بٹ، ص: ۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔کالج کی علمی وادبی اور سیاسی سرگرمیوں کے روحِ رواں تھے۔ اردو اور انگریزی کے بہترین مقرر تھے۔۱۹۵۶ء میں رائل PAF میں بحیثیت پائلٹ کمیشن حاصل کیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔گروپ کیپٹن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔آپ ایک انتہائی مہذب ،شائستہ اور سلجھے ہوئے انسان تھے۔آپ نے ایک بھرپور زندگی گزاری اور بالآخر لاہور میں ۹ مئی ۱۹۸۹ء کو وفات پائی۔ DHA لاہور کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

۹۔**محمد سلیمان بٹ** پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہوئے اور انھوں نے انگلستان سے کیڈٹ ٹریننگ حاصل کی۔تاہم ایئر فورس سے فارغ ہو کر اعلیٰ عہدے پر فائز ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔۲۱ اگست ۱۹۸۵ء میں ایک حادثے میں کراچی میں وفات پائی اور کراچی میں دفن کیے گئے۔

میاں فضل دین کی ساری اولاد باہمی محبت واخوت کے جذبات میں گندھی ہوئی تھی۔ وہ مسجدوں سے تعلق رکھنے والے، نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے، غریبوں کے ہم درد، دین کی حمیت اور درد رکھنے والے انتہائی نیک اور بڑے انسان تھے۔انگریز کے دور میں مسلمان مذہبی، سماجی اور سیاسی لحاظ سے دَبے ہوئے تھے۔ایسے پرآشوب حالات میں کوئی نام اور مقام پیدا کرنا آسان نہ تھا۔اس دور میں مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ عہدوں سے دور رکھا جاتا تھا۔اِس کے باوجود میاں صاحب کے دو بڑے بیٹے محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔عبداللہ بٹ نے بی اے آنرز کیا اور دیال سنگھ کالج میں ایم اے میں داخلہ لیا، نامور صحافی بنے اور متحدہ ہندوستان میں بڑی شہرت پائی۔میاں صاحب کے دو بیٹے فرنگی دور میں رائل ایئر فورس میں کمیشنڈ آفیسر بنے اور دو بیٹوں نے پاکستان بننے کے بعد رائل پاکستان ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا۔

میاں صاحب نے خود ایک شاندار ''مسجد مبارک'' کی بنیاد رکھی جو مستقبل میں مسلمانوں کی تحریکی جدوجہد کا مرکز بنی۔اسی مسجد مبارک سے احیاء قرآن وسنت کی تحریک پیدا ہوئی، نظریۂ پاکستان کو اجاگر کیا گیا، فتنہ قادیانیت کا مقابلہ کیا گیا اور اسلام کے غلبے کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی۔میاں صاحب کی سوچ اور تربیت اُن کے تمام بچوں میں منتقل ہوئی اور وہ دین، انسانیت اور ملک وقوم کے عظیم سپاہی اور مجاہد بنے۔۱۹۹۸ء سے مسجد مبارک کی دیکھ بھال کی ذمہ داری میاں فضل دین کے پوتے میجر زبیر قیوم حسن وخوبی کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ میاں صاحب اور ان کی اولاد کی دینی، ملی اور سماجی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انھیں اجرِ عظیم سے نوازے۔(آمین)

---

[1] مسجد مبارک کے تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ کیجیے: الجامع المبارک لاہور(تعارف وخدمات)،ص: ۲۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*سکواڈرن لیڈر محمد یحییٰ بٹ

# میاں فضل دین، خاندانی پس منظر اور اہل علم احباب

## بٹ خاندان

بٹ ایک خالص برہمن قوم ہے۔ اس کے احوال ''تاریخِ اقوام کشمیر'' حصہ اوّل کے صفحہ ۳۲۱ پر تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ کشمیر سے تعلق رکھنے والی مشہور بٹ قوم میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔ سنسکرت زبان میں اصل لفظ بھٹ ہے جو بٹھارک کا مخفف ہے۔ بٹ یا بھٹ کشمیر کے پنڈتوں کا ایک کارکن فرقہ ہے۔ اس میں بڑے بڑے نامور وزیر اور جنگی آفیسر گزرے ہیں، جنھوں نے اپنے زمانہ کے بعض راجگان کو اپنی جنگی شورشوں سے مصیبت میں مبتلا کیے رکھا۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں بٹ فرقہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے نہایت نمایاں کام کیے۔ قریباً ساڑھے چار سو سال قبل انھی کارکن بٹوں میں سے سرینگر محلہ ساک ڈافر کے ایک بٹ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کا اسلامی نام بہاؤالدین رکھا گیا۔ اس کی چوتھی پشت سے ایک بزرگ نے سرینگر سے نکل کر کراز کے علاقہ حمل کے ایک گاؤں بہرام پور میں سکونت اختیار کر لی۔

بھٹ اس کو کہتے تھے جو چاروں ویدوں کا جاننے والا پنڈت ہو۔ تاریخ کے تسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ بٹ قوم کشمیر کے مشہور قدیم ہندو فرمانروا مہاراجہ للیتا دتیہ (۷۲۵ء تا ۷۶۱ء) کے زمانہ ہی سے عروج پر چلی آتی ہے۔ اس کے بعد مسلمان بادشاہوں کے زمانہ حکومت (۹۵۲-۹۹۱ء) میں ان کا بڑا اقتدار تھا۔ یہ لوگ شاعر بھی تھے اور مؤرخ بھی۔ اس کے علاوہ وہ علم موسیقی میں بھی صاحب کمال تھے۔ وہ اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے۔ سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ کے بعد احمد امیتو بٹ، نوروز بٹ اور نازی بٹ، سلطان حسن شاہ کے وزراء اور سپہ سالار تھے۔ نازی بٹ کی فتوحات کا ذکر تو کشمیر کی تاریخوں کے علاوہ ہندوستان اور پنجاب کی تاریخوں میں بھی ملتا ہے۔ لدہ بٹ سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا۔ ان میں ایک محمد بٹ سپہ سالار تھا اور اسی نے شہنشاہ اکبر کی افواجِ قاہرہ کو اس کے پہلے حملۂ کشمیر میں شکست دی تھی۔

* سکواڈرن لیڈر محمد یحییٰ بٹ مرحوم پروفیسر عبدالقیوم کے چھوٹے بھائی اور میاں فضل دین کے فرزند تھے۔ انھوں نے یہ مضمون ۲۰۰۳ء میں ۸۲ سال کی عمر میں لکھا۔ ان کی تحریر کا مسودہ ان کے بھتیجے احمد رافع بٹ ولد پروفیسر عبدالحی سے بشکریہ وصول پایا۔ معمولی اصلاح کے ساتھ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ محمد یحییٰ بٹ مرحوم کا تفصیلی تعارف ص: ۳۴۴ پر ملاحظہ کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کشمیر مغل شہنشاہوں کے قبضے میں آیا تو اس دوران بھی اس قوم کے فرزند آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر چمکتے رہے۔ افغانوں کے اواخر عہد میں ان کی بنیادی وجاہت میں کچھ زوال آ گیا۔ لوگوں نے ٹھیکیداری، شالبانی اور رفوگری اختیار کر لی۔ جو لوگ صاحبِ حیثیت تھے، ٹھیکیداری کرتے اور جو صاحبِ علم تھے انھوں نے پنجاب (لاہور) کو اپنا ڈیرہ بنایا۔ کچھ لوگ سیالکوٹ، گجرات اور گوجرانوالہ میں جا بسے۔ کچھ کشمیریوں نے امرتسر اور لدھیانہ کا رخ کیا۔ اور تو اور ان میں سے کئی لکھنؤ (ہندوستان) تک گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

لاہور کے کشمیریوں میں ایک خاندان جس کا سربراہ عبداللہ بٹ تھا، ٹھیکیداری کرتا تھا۔ خاندانی کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں عبداللہ بٹ لاہور میں شاید ۱۸۷۵ یا ۱۸۸۰ء میں آئے۔ وہ شوپیاں کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے لاہور آئے۔ ان کے صاحبزادوں میں ایک میاں فضل الدین بٹ تھے، جنھوں نے صبح و شام ایک کر کے اپنا اور اپنے خاندان کا نام روشن کیا۔ فضل الدین بٹ بزرگانِ دین کی خاکِ پا کو آنکھ کا سُرمہ تصور کرتے تھے۔ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور اپنے اخلاق کی وجہ سے بہت وسیع حلقۂ احباب رکھتے تھے۔ وہ مذہبی کاموں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے۔ انھوں نے تجارت اور کاروبار میں بھی خوب ترقی کی اور دینی خدمات کو بھی اپنا نصب العین بنایا۔

## آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس لاہور

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کشمیری مسلمانوں کی ایک اہم جماعت تھی۔ لاہور میں اس کانفرنس کا سب سے پہلا سیکرٹری علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کو بنایا گیا۔ یہ ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔ اس کے بعد سید محسن شاہ ایڈووکیٹ پنجاب کافی عرصہ تک اس کے آنریری سیکرٹری کا کام کرتے رہے۔ سید محسن شاہ، خواجہ نبی بخش گانی تاجر لچمیہ کے داماد اور خویش تھے۔ شیخ عظیم اللہ وکیل ہمارے بہت ہی بزرگ محسن تھے اور والد صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ ان کی وجہ سے سید محسن شاہ کے ساتھ والد صاحب کی بے حد دوستی ہو گئی تھی۔

اس کشمیری کانفرنس میں والد محترم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ میرے پاس ایک مسلم کشمیری کانفرنس کی چندہ رسید ہے۔ یہ کافی خستہ حالت میں ہے اور اپنی عمر پوری کر چکی ہے۔ اس کے مطابق میاں فضل الدین بٹ تاجر لاہور نے ۳۰۰ روپے چندہ دیا تھا۔ والد صاحب اکثر مساجد اور انجمنوں کی اعانت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے بلکہ کسی اسلامی انجمن کا سفیر خالی واپس نہیں جاتا تھا۔ ان کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ ان کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ اردو اور فارسی کے ہزاروں شعر انھیں زبانی یاد تھے۔

کشمیر کے نامور محقق کوپراج ڈاکٹر سری ناتھ تیکو شاستری نے ''بھولی ہوئی کہانیاں'' کے عنوان سے ۱۹۴۲ء کے اخبار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"ہمدرد سرینگر" میں کشمیر کی علمی، ادبی اور تاریخی خدمات سے متعلق ایک طویل سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ ۱۸ جنوری ۱۹۴۳ء کے ہمدرد میں "سنسکرت اور کشمیری مسلمان" کے عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون میں بھٹ فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ کشمیر کے ہندوؤں کو عام طور پر بھٹ کہا جاتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو بھٹ کہلاتے ہوں۔ جب کشمیر میں مسلمان حکمران آئے تو انھوں نے تمام کشمیری برہمنوں کو بھٹ ہی کہنا شروع کر دیا اور جو مسلمان بھٹ ہیں وہ بھی انھی کی اولاد میں سے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ قدیم زمانہ راجگان میں کشمیری برہمنوں بلکہ کشمیری ہندوؤں کے تمام بڑے بڑے عالم، شاعر اور مؤرخ پنڈت یا بھٹ کہلاتے تھے لیکن آج وہی بھٹ "بٹ" کہلاتے ہیں۔ کشمیری برہمنوں میں ممکن ہے کہ ابھی تک کسی شاخ میں بھٹ نام موجود ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان بھٹ نہیں کہلاتا بلکہ سب بٹ کہلاتے ہیں۔ البتہ کشمیریوں میں بھٹی ضرور موجود ہیں، لیکن وہ اعلیٰ راجپوت قبیلہ ہے۔"

**شجرہ نسب میاں فضل الدین**

جمال بٹ

⋮

مقصود بٹ

⋮

عبدالوہاب بٹ

⋮

قادر بخش بٹ

⋮

عبداللہ بٹ

⋮

فضل الدین بٹ

میرے بزرگ شوپیاں یا شپیان (یہ سرینگر سے تقریباً ۴۰-۴۵ کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے) کے علاقہ باربگ (Bar Bug) کے رہنے والے تھے۔ ان کی عزیز داری اروِنی گاؤں سے بھی تھی۔ اروِنی شوپیاں سے ۱۱ یا ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہمارے دادا عبداللہ بن قادر بخش کشمیری برہمن پنڈتوں کے قدیم خاندان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے جدِ اعلیٰ تقریباً تین سو سال پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ دادا عبداللہ بٹ نقل مکانی کر کے جموں اور سیالکوٹ سے ہوتے ہوئے گجرات، کھاریاں کے قریب موضع گلیانہ میں آ بسے تھے۔ یہاں پر شاید کچھ عزیز پہلے سے آباد تھے۔ کشمیری خاندانوں کی اکثریت جنوبی کشمیر کے علاقے سے پنجاب آئی۔ ہمارے دادا عبداللہ بٹ پہلے ہی سے ٹھیکیداری کرتے تھے اور پڑھے لکھے تھے۔ اس لیے انھوں نے لاہور کی طرف رخ کیا۔ لاہور آ کر ٹھیکیداری شروع کر دی اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ وہ انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں لاہور منتقل ہوئے۔ میاں فضل دین کا شجرہ نسب اس طرح ہے:

قادر بخش

⋮

اعظم بخش - عبداللہ - حافظ رحیم بخش

⋮

حاجی چراغ دین - دو بیٹیاں - فضل الدین - نور الدین - احمد دین

⋮

عبدالقیوم - عبدالحی - عبدالقیوم - رابعہ بی بی - عبدالسلام - عبداللہ - ہاجرہ بی بی - یحییٰ - حلیمہ بی بی - زکریا - یونس - سلیمان

عبدالقیوم بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ ہاجرہ بی بی کا بارہ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ حلیمہ بی بی بچپن میں انتقال کر گئی۔

(میاں فضل الدین کی دو ہمشیرہ تھیں۔ یعنی ہماری ایک بڑی پھوپھی اور دوسری چھوٹی پھوپھی)

فضل الدین کی بڑی ہمشیرہ — فضل الدین کی چھوٹی ہمشیرہ

⋮ — ⋮

(ان کا کوئی زیادہ علم نہیں) — بھاگن - ابراہیم - اسماعیل - رحمت بی بی

(یہ سب ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیان بوجہ طاعون اللہ کو پیارے ہو گئے۔)

والد محترم نے اپنے والد صاحب کا ٹھیکیداری میں ساتھ دیا۔ ہمارے والد بزرگوار کی رہائش اندرون شہر محلہ چغتیاں موچی دروازہ میں تھی۔ کاروباری سلسلہ میں والد محترم کی دوستی ایک بزرگ خلیفہ محمد حسین صاحب سے ہو گئی جو بعد میں ہمارے ماموں بنے۔ دونوں نے مل کر بڑے پیمانے پر کاروبار کیا اور ٹھیکیداری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ خوب کمایا اور غریبوں کی مدد کی۔ والد محترم کی شادی مولوی سلطان احمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی مریم بی بی سے ہو گئی۔ مولوی سلطان احمد صاحب مرحوم بھی کوچہ چغتیاں موچی دروازہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہائش پذیر تھے۔ میرے نانا مولوی سلطان احمد مرحوم بابری شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے ایک جید عالم دین تھے۔ ان کا اثر و رسوخ اندرون شہر بہت زیادہ تھا۔

میری والدہ محترمہ مریم بی بی خود بھی بڑی صالحہ، عابدہ، خدیجہ صفت اور رابعہ سیرت تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کا بڑا ذوق اور تقویٰ کا وافر حصہ عطا فرمایا۔ ہمارے خاندان کی علمی شہرت بھی والد محترم کے زمانے سے ہوئی۔ والد بزرگوار بہت خوش نصیب انسان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کثیر المال ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الاولاد ہونے کا شرف بھی بخشا۔

ہم آٹھ بھائی اور ایک ہمشیرہ تھے جو اللہ کے فضل سے صاحب اہل و عیال ہوئے۔ سب بھائی پڑھ لکھ کر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے شعبے میں نام پیدا کیا اور اپنے پیچھے خوشگوار یادیں چھوڑیں۔ نانا جان اور والدین کی دعائیں ہمارے سروں پر سایہ فگن رہیں۔ ہر ایک نے کامیاب زندگی بسر کی۔ بھائیوں میں خاص طور پر برادرم عبدالحی، برادرم عبدالقیوم اور برادرم عبداللہ بٹ نے خاص نام پیدا کیا اور مشہور ہوئے۔ برادرم ونگ کمانڈر عبدالسلام بٹ، راقم الحروف سکواڈرن لیڈر یحییٰ بٹ، ایئر کموڈور زکریا بٹ، گروپ کیپٹن یونس بٹ نے ایئر فورس میں نام پیدا کیا اور سلیمان بٹ، جو پہلے ایئر فورس میں تھے، بعد میں پولیس میں چلے گئے۔

پرانی یادیں اور واقعات جیسے جیسے ذہن میں آئیں گے ان کو سپرد قلم کروں گا۔ بڑے بھائیوں سے بھی کسی نے اس چیز کی طرف دھیان نہیں دیا کہ اپنے متعلق اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ لکھتے اور آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہوتے۔ میں نے بھی عالم جوانی میں کچھ نہیں لکھا۔ ۱۹۹۰ء میں اورینٹل کالج میگزین نے پروفیسر عبدالقیوم نمبر نکالا۔ دوست احباب اور ان کے شاگردوں نے ان کے متعلق خوب دل کھول کر لکھا اور بڑے ہی شاندار الفاظ میں انھیں اور ہمارے خاندان کو یاد کیا۔ میگزین پڑھنے کے بعد میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے خاندان، والد بزرگوار اور برادران سے متعلق جو کچھ مجھے یاد ہے یا سنا ہے، اسے قلمبند کروں۔ اس کام میں کافی دیر ہوئی، لیکن دیر آید، درست آید۔

میری عمر اس وقت (۲۰۰۳ء میں) ۸۲ سال ہو گئی ہے۔[1] خدا جانے کب رخصتی کا پیغام آ جائے اور ہم لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ کہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ فی الحال حالات کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ خاندان میں اس وقت ایسا کوئی بزرگ نہیں جو میرا ہم عمر ہو، جو صلاح مشورہ دے یا کتابت کی اصلاح کرے۔ میرے سب محترم اور عزیز اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!

[1] محترم یحییٰ بٹ ۲۰۰۶ء میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ...... مرنے والوں میں بہت خوبیاں تھیں۔ برادرم عبدالحی کی نوٹ بک سے کافی مدد ملی ہے۔ یہ نوٹ بک برادرم نے آٹھویں جماعت سے لکھنی شروع کی تھی جو آج میرے کام آئی۔ برادرم عبدالقیوم کی تحریروں نے بھی میری رہنمائی کی۔ کیا بات تھی میرے بھائیوں کی سبحان اللہ! اگر کسی عزیز یا عزیزہ کو ہمارے خاندان کے متعلق کوئی ایسی چیز کا علم ہو جس سے خاندانی معلومات میں اضافہ ہو، مجھے ضرور لکھ کر بھیج دیں، شکریہ کے ساتھ قبول کروں گا۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو یا کسی کا نام رہ گیا ہو، تو میں اس سے معذرت خواہ ہوں۔ جو کچھ بھی لکھا ہے یا لکھوں گا، وہ صرف آپ اہل خاندان کے لیے ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کن آباء سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا خاندان پنجاب میں اور بالخصوص لاہور میں کیا حیثیت رکھتا ہے اور اس کو قائم رکھنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے کتنی محنتیں کیں۔ کئی ایسے چہرے ہیں جو نصف صدی تک ہمارے ساتھ باہم ہم کلام رہے اور پھر آہستہ آہستہ ہم سے روٹھتے چلے گئے۔

مجھے بس اتنی شکایت ہے مرنے والوں سے
وہ بے نیاز ہیں کیوں، یاد کرنے والوں سے

میاں فضل الدین مرحوم پر پروردگار کا خاص کرم تھا۔ وہ ہمیشہ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور حق دار کو اس کا حق برابر دیتے تھے۔ انھیں حضرت سید میاں نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری وغیرہ سے ملاقات اور ان کے حلقہ ہائے درس وخطابت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ماضی کی بڑی بڑی علمی بحثوں اور مناظرانہ مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر عالم والد بزرگوار کو جچتا نہ تھا۔ تقریر وخطابت اور درس قرآن کے بارے میں ان کا معیار دوسروں سے بہت بلند تھا۔

والد محترم مولانا محمد حنیف ندوی کے علم ومطالعے سے بہت متاثر تھے۔ ان کے خطبہ جمعہ اور درس قرآن میں باقاعدہ شامل ہوتے تھے۔ والد محترم نے ۸ جنوری ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔ ان کی عمر اس وقت اَسّی برس تھی۔

## میاں فضل دین کے اہل علم احباب

میاں فضل دین کے کئی اہل علم سے دیرینہ تعلقات تھے۔ چند احباب کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

## مولانا عبدالواحد غزنوی

میرے والد میاں فضل دین کے مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ مولانا عبدالواحد غزنوی بعض اوقات محض والد بزرگوار سے ملاقات کی غرض سے مسجد مبارک تشریف لاتے تھے۔ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دفعہ مولانا عبدالواحد غزنوی والد محترم کے پاس آئے۔ کافی دیر بیٹھے اور چلے گئے۔ تین چار منٹ کے بعد پھر آئے اور فرمایا: منشی صاحب! مجھے ایک روپیہ دیجیے۔ انھوں نے ایک روپیہ دیا اور وہ روپیہ لے کر چلے گئے۔ آدھ پون گھنٹہ کے بعد پھر تشریف لائے اور کہا کہ لیجیے یہ روپیہ۔ منشی صاحب نے کہا کہ اتنی جلدی کی کیا ضرورت تھی؟ کہا کہ قرض جلد سے جلد ادا کرنا چاہیے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ جب مولانا عبدالواحد منشی فضل الدین سے مل کر باہر نکلے تو راستے میں ایک فقیر بیٹھا ہوا نظر آیا جو آنے جانے والوں سے کہہ رہا تھا کہ اللہ کے نام پر ایک پیسہ دو بابا۔ آواز سن کر مولانا عبدالواحد غزنوی منشی فضل الدین کے پاس آئے۔ ان سے ایک روپیہ لیا اور فقیر کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نام سے چھوٹی چیز نہیں مانگتے، بڑی چیز مانگنی چاہیے۔

والد بزرگوار میاں فضل دین کے منشی نور الٰہی سے بھی گہرے تعلقات تھے۔ منشی نور الٰہی عبداللہ ملک مرحوم کے دادا تھے اور کوچہ چابکسواراں کے رہنے والے تھے اور کٹر اہلحدیث تھے۔ ان کا خاندان غزنوی خاندان کا معتقد تھا اور یہ سلطان ابن سعود کے بھی بڑے حامی تھے۔ سلطان ابن سعود غزنوی خاندان اور اس کے ذریعے اہل حدیثوں کی بھی تھوڑی بہت مالی امداد کیا کرتا تھا۔ چینیاں والی مسجد سلطان ابن سعود کے حامیوں کا مرکز تھا۔

مسجد چینیاں والی کی بنیاد فوجدار سرفراز خاں نے حویلی میاں خان سے متصل اپنی رہائش گاہ کے ایک حصہ پر رکھی۔ سرفراز خاں عہد شاہجہانی میں ولی عہد شہزادہ دارا شکوہ کا دستِ راست تھا۔ مسجد چینیاں والی کے امام مولانا عبدالواحد غزنوی تھے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عز و جل کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

عبداللہ ملک مرحوم کے خاندان کا مولانا عبدالواحد غزنوی کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ بیمار ہوئے اور بیماری شدت اختیار کر گئی تو منشی نور الٰہی انھیں اپنے گھر لے آئے۔ منشی نور الٰہی چونکہ اہل حدیث تھے اور وہ مولانا عبدالواحد غزنوی کے بڑے معتقد تھے، ان کی وجہ سے میرے والد منشی فضل الدین کے ساتھ بھی منشی نور الٰہی کی کافی سلام دعا تھی۔

## بھاٹی دروازہ کے باسی نامور اہل علم

جب بھاٹی دروازہ کے اندر داخل ہوں تو کچھ دور چل کر بائیں طرف ایک کوچہ، کوچہ پڑنگان کے نام سے مشہور ہے۔ آج سے کوئی ۶۰۔۷۰ برس پہلے اسی کوچہ کے ایک مکان میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع جیسے نامور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ماہرِ اَلسنہ اور علوم شرقیہ کے استاد مولوی اصغر علی روحی رہتے تھے۔ یہ دونوں اصحابِ علم مجمع کمالات اور سرچشمہ رشد وہدایت تھے۔ مولانا رُوحی کے درسِ کلام مجید کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بعد میں انھوں نے گمٹی بازار میں بھی قرآن مجید کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ بڑے پاک باطن اور فرشتہ صورت انسان تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی صورت دیکھ کر اسلامی سیرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع جو بعد میں اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے، اپنے طالب علمی کے زمانے میں جب ان کا تعلق نارمل سکول سے رہا، اِسی کوچے کے قریب ایک مکان میں رہتے تھے۔ انھوں نے مولانا روحی کی شاگردی کے فیض ہی سے عربی اور فارسی علوم میں وہ دسترس حاصل کی جو آگے چل کر ان کی ناموری کا باعث ہوئی۔ مولوی شفیع کے اہم علمی کارناموں اور تحقیقی دستاویزات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس وقت اس کے بیان کی گنجائش نہیں۔ ۱۹۶۳ء میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کا انتقال ہوا۔

مولانا اصغر علی روحی والد محترم منشی فضل الدین مرحوم کے خاص دوست تھے۔ ان کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

اورینٹل کالج اپنے ابتدائی زمانہ میں اندرون شہر راجہ دھیان سنگھ کی حویلی میں واقع تھا۔ مارچ ۱۸۶۲ء تک علوم اَلسنہ شرقیہ کا یہ ادارہ اورینٹل سکول کہلاتا تھا۔ اس کے بعد اس کا نام اورینٹل کالج رکھ دیا گیا۔

۱۸۸۳ء میں اورینٹل کالج انارکلی بازار میں کرائے کی ایک عمارت میں منتقل ہوگیا۔ حسن اتفاق کہیے یا بھاٹی دروازے کی خوبی تقدیر کہ اورینٹل کالج کے سب بزرگ استاد بھاٹی دروازہ ہی کے اندر رہتے تھے اور شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ علاقہ اورینٹل کالج سے بہت قریب تھا۔ بھاٹی دروازے کے محلّہ جلوٹیاں میں شاعر مشرق سر محمد اقبال رہتے تھے۔ بھاٹی دروازہ کے محلّہ موتی بیٹ میں سر عبدالقادر رہتے تھے، جن کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔[1] (تحقیق حکیم احمد شجاع مرحوم)

www.kitabosunnat.com

## تذکرہ پروفیسر عبدالقیوم

برادرم محترم پروفیسر عبدالقیوم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں برادرم عبدالقیوم کو پنجاب یونیورسٹی نے میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ عطا کیا جو مسلسل چار سال ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء تک ملتا رہا۔ یہ وظیفہ اس زمانے کے گورنر پنجاب میکلوڈ کے نام سے جاری کیا گیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا

---

۱۔ خان بہادر سر شیخ عبدالقادر (۱۸۷۴ء-۱۹۵۰ء) ممتاز قانون دان، لاہور ہائی کورٹ کے سابق جج اور انجمن حمایت اسلام کے قائد تھے۔ ادبی رسالے مخزن کے مدیر رہے۔ انھوں نے مخزن میں علامہ محمد اقبال کا ابتدائی اردو کلام شائع کیا۔ ان کا تفصیلی تعارف عبدالقادر قصوری کے عنوان کے تحت آگے آرہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اعزاز تھا جو پروفیسر صاحب کے حصے میں آیا۔ یہ وظیفہ علامہ اقبالؒ کو دو سال کے لیے اور بعد میں مولوی شفیع صاحب کو بھی ملا تھا۔ وظیفہ ۱۵۰ تا ۲۰۰ روپے ماہانہ تھا۔اس سکالرشپ کے دوران میں انھوں نے لسان العرب پر تحقیق کی اور اس کے اشعار کا اشاریہ مرتب کیا۔لسان العرب ۲۰ جلدوں میں نہایت مستند اور ضخیم عربی لغت ہے۔ میکلوڈ سکالرشپ فقط ایسے طالب علم کے لیے تھا جو عربی میں غیر معمولی صلاحیت کا حامل ہو۔

سید سلیمان ندوی نے پروفیسر صاحب کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ کام جتنی محنت، ہمت اور دیدہ ریزی کا ہے اس کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ مؤلف پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے اپنی اس محنت سے خدا جانے کتنے عالموں اور طالب علموں کو تلاش کی محنت اور زحمت سے بچادیا ہے۔ مؤلف نے اپنے اشاریے کو قدیم عربی شاعری کا جامع بیاض بنادیا ہے۔''

پروفیسر عبدالقیوم کے دل میں عربی زبان و ادب کی محبت جگانے اور انھیں اسلامی علوم کی خدمت کی راہ پر ڈالنے والے مولانا اصغر علی روحی اور مولوی شفیع صاحب مرحوم ہی تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ انھیں سرپرستی کے لیے ایسے فاضل اساتذہ ملے جو اپنے مضمون میں یگانہ اور بے مثال تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم کو اورینٹل کالج اور عربی و اسلامی علوم سے بہت محبت تھی۔ انھوں نے ۲۱ برس تک یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ عربی میں بلا معاوضہ تدریس کے فرائض انجام دیے۔

اس کے بعد برادرم عبدالقیوم نے ۲۱ برس تک ایسا نیک کام کیا جو کبھی نہ بھلایا جائے گا۔ انھوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تکمیل میں نہایت جانفشانی سے کام کیا اور علم و تحقیق کی نہایت بلند پایہ خدمت انجام دی۔ اگرچہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں مگر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی بدولت وہ زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ یہ کتاب لاثانی ہے۔ جب تک یہ موجود ہے، اہل کتاب بھی انسانوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

پروفیسر صاحب نے ۱۹۴۷ء سے جنوری ۱۹۶۸ء تک گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھایا۔ ۱۹۶۸ء میں شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں تقرر عمل میں آیا اور وہ اپنی وفات ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء تک یہیں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے۔ وہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ادارۂ تحریر کے ممتاز رکن اور سینئر مدیر رہے۔

## اُستادوں کے استاد، مولانا رُوحی

میرے والد محترم منشی فضل الدین علماء و فضلاء کے خدمت گزار اور اُن کے بڑے قدر دان تھے۔ ہمارے والد صاحب کو منشی اس لیے کہتے تھے کہ انھوں نے منشی فاضل/مولوی فاضل کیا ہوا تھا۔ ویسے ان کو میاں جی کے نام سے بھی مخاطب کیا جاتا تھا۔ والد بزرگوار کی مہمان نوازی اور فیاضی سے ہمارا گھر برعظیم کے علماء و فضلا کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مہمان خانہ بن گیا تھا۔ ہر طرف دینی اور علمی ماحول پایا جاتا تھا۔ ہمارے والد محترم مختلف مکاتبِ فکر کے اہل علم کے ساتھ مراسم رکھتے تھے جن میں مولانا اصغر علی روحی ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

مولانا روحی کے متعلق لکھے گئے ایک مضمون میں برادرم عبدالقیوم مرحوم لکھتے ہیں کہ: مولانا روحی ان کے استادِ خاص اور ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے مربی استاد تھے۔

حضرت مولانا اصغر علی روحی نور اللہ مرقدہ ان بزرگوں میں سے تھے جنھیں میں بچپن سے جانتا تھا۔ مولانا موصوف اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے استاد تھے اور میرے والد بزرگوار کے بڑے گہرے اور مخلص دوست تھے۔ اسلامیہ کالج میں داخل ہونے سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت مولانا روحی کالج آتے جاتے والد صاحب سے ملا کرتے تھے۔ جب اسلامیہ کالج کے پہلو میں مسجد مبارک تعمیر ہوئی تو مولانا روحی صاحب کا معمول تھا کہ آپ روزانہ چاشت کی نماز (صلوٰۃ الضحیٰ) ادا کرنے کے لیے مسجد مبارک میں آتے۔ نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر مسجد کے پڑوس (جہاں ہمارے پانچ گھر تھے) میں والد صاحب کے پاس آ جاتے۔ اس دوران علمی اور ادبی باتوں کے علاوہ حقہ بھی خوب چلتا تھا۔ اس زمانے میں والد بزرگوار کو حقہ نوشی کا بڑا شوق تھا۔ وہ اپنے لیے تو اہتمام کرتے ہی تھے لیکن مولانا روحی کے لیے بھی خاص اہتمام ہوتا تھا۔ والد محترم کی طرح مولانا روحی بھی بہت اچھا تمباکو نوش کیا کرتے تھے۔

## حقہ نوشی اور تمباکو کی کہانی

والد محترم جوانی میں بڑے اہتمام کے ساتھ حقہ نوشی کیا کرتے تھے۔ سوکھا تمباکو لائل پور (فیصل آباد) سے منگوایا جاتا اور گڑ مردان سے۔ گڑ اور تمباکو کو یک جان کرنے کے لیے ایک ملازم کی خاص ڈیوٹی لگائی جاتی تھی جو اس علم تمباکو کو بخوبی سمجھتا تھا۔ گڑ اور تمباکو کو مکس کرنے میں کئی دن لگ جاتے تھے۔ پھر تیار شدہ تمباکو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اپنے دوست احباب جو تمباکو نوشی کرتے تھے ان کو ایک ایک تھیلی تحفتاً بھیجی جاتی تھی۔ ان بزرگوں میں مولانا روحی، مولانا ظفر علی خان، مولانا غلام رسول مہر (انقلاب اخبار والے)، حکیم محمد زکریا صاحب اسلامیہ کالج اور مولانا عبدالقادر قصوری شامل تھے۔ موچی دروازے کے پہلوان کمال خطائی والے، مہتاب پہلوان حلوائی (موچی دروازہ)، خان بہادر تاج الدین اور خان بہادر معراج الدین کو بھی تھیلی بھیجی جاتی تھی۔

## جامع مسجد مبارک کی تعمیر و تاسیس

ہمارے خاندان کی علمی یادگاروں میں سے ایک اہم یادگار ''جامع مسجد مبارک'' کی تعمیر اور تاسیس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بدلتے ہوئے حالات اور پھیلتے ہوئے لاہور کے پیش نظر انجمن اہلحدیث لاہور نے یہ محسوس کیا کہ جماعت کا کوئی مرکز شہر کی چار دیواری سے باہر بھی ہونا چاہیے، چنانچہ والد بزرگوار فضل الدین کی تحریک اور میرے بزرگوار نانا جان مولوی سلطان احمد کی تائید سے یہ طے پایا کہ لاہور کی چار دیواری سے باہر کسی قریب علاقہ میں مسجد کے لیے زمین تلاش کی جائے، چنانچہ مسجد کی موجودہ جگہ منتخب کی گئی۔ بعض احباب کو خدشہ تھا کہ اس مسجد کے بننے سے اندرون شہر مسجد چینیاں والی اور مسجد لسوڑیاں والی (شیرانوالہ دروازہ) کی رونق پر اثر پڑے گا، مگر اللہ کے فضل سے ایسا نہ ہوا۔ جگہ کی خرید اور مسجد کی تعمیر میں والد بزرگوار اور نانا جان مولوی سلطان احمد نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۱۹۲۰ء میں زمین خریدی گئی۔ زمین خریدنے میں سب سے زیادہ بھاگ دوڑ والد صاحب نے کی۔ مسجد کا سلسلہ بڑا اہم تھا، انھوں نے بڑی سرگرمی کا ثبوت دیا اور دن رات کام میں مصروف رہے۔ ہمارے ماموں خلیفہ محمد حسین مرحوم نے بھی والد محترم کا ساتھ دیا۔ بڑی تگ و دو کے بعد مسجد کی تعمیر کا مرحلہ طے ہوا۔

۱۹۰۹ء میں جب لاہور میں پنجاب کے اہلحدیث علماء و زعماء کا اجتماع ہوا تو اس میں انجمن اہلحدیث لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے پہلے ناظم ہمارے نانا مولوی سلطان احمد مرحوم کو بنایا گیا اور اس کے خزانچی ہمارے والد منشی فضل الدین مرحوم کو منتخب کیا گیا۔ خزانچی کو ''امین'' کہتے تھے۔ مولوی سلطان احمد ۱۹۲۰ء تک انجمن کے ناظم رہے اور اس کے بعد ان کو صدر بنا دیا گیا۔ وہ ۱۹۳۴ء تک اس منصب صدارت پر فائز رہے۔ نانا جان کی پیدائش ۱۸۵۰ء اور وفات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ وہ اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے اور مدت تک جامع مسجد کے خطیب رہے۔ اس سے ان کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

## مولانا عبدالقادر قصوری اور سر شیخ عبدالقادر

مولانا عبدالقادر کا آبائی وطن اورنگ آباد ضلع سیالکوٹ تھا، لیکن ان کی پیدائش دلاور چیمہ[1] میں ہوئی۔ مولانا کے والد غلام احمد، دادا غلام حسین بن عبداللہ رحمہ اللہ سب عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور بعد میں لاہور آ کر اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ وکالت کا امتحان پاس کیا۔ قصور جا کر وکالت کی، جس پر قصوری کہلائے۔

لاہور میں مولانا عبدالقادر صاحب کی ملاقات شیخ عبدالقادر سے ہوئی۔ دونوں عبدالقادر پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے۔ اس سے پہلے کہ میں مولانا عبدالقادر قصوری کے احوال بتاؤں، سر شیخ عبدالقادر کے متعلق مختصراً کچھ لکھنا ضروری ہے کیونکہ دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق قائم ہوا۔ سر عبدالقادر اردو کے محسنوں میں شمار ہوتے

[1] دلاور چیمہ ضلع گوجرانوالہ، تحصیل وزیر آباد کا ایک گاؤں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔ ان کے اجداد قصور کے مشہور قانون گو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد شیخ فضل الدین لدھیانہ میں محکمہ مال میں ملازم تھے۔ سر عبدالقادر لدھیانہ میں ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قصور میں ہوئی۔ ۱۸۸۲ء میں ان کے والد لاہور چلے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ سر عبدالقادر نے ایف سی کالج سے بی۔ اے کیا۔ ۱۸۹۵ء میں انگریزی اخبار پنجاب آبزرور کے نائب ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ پھر تین سال بعد چیف ایڈیٹر بن گئے۔ ۱۹۰۱ء میں انھوں نے مشہور ادبی رسالہ ''مخزن'' جاری کیا مگر ۱۹۰۴ء میں اخبار نویسی چھوڑ کر بیرسٹری کے لیے ولایت چلے گئے۔ وہاں تین سال قیام کیا۔ ۱۹۰۷ء میں وطن واپس لوٹے۔

۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۰ء تک لائل پور میں بحیثیت سرکاری وکیل کام کیا، مگر لاہور کی کشش انھیں جلد ہی کھینچ لائی اور وہ لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء میں وزیر ہند کے مشیر مقرر ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں بہاولپور میں چیف جج متعین کیے گئے۔ ۹ فروری ۱۹۵۰ء میں لاہور میں وفات پائی۔

۱۸۸۲ء میں سر شیخ عبدالقادر کے والد لاہور چلے آئے تھے اور پھر لاہور ہی کے ہو رہے۔ سر شیخ عبدالقادر کی ملاقات مولانا عبدالقادر سے لاہور میں ہوئی۔ دوران ملاقات سر شیخ عبدالقادر نے مولانا عبدالقادر کو کہا کہ دونوں عبدالقادر لاہور میں نہیں رہنے چاہئیں۔ میں تو قصور چھوڑ کر لاہور آباد ہو گیا ہوں، آپ لاہور سے قصور چلے جائیں، وہاں کوئی ایسا قابل مسلمان وکیل نہیں جو ہندو وکیلوں کا مقابلہ کرے۔ مولانا عبدالقادر نے شیخ صاحب کے اس مشورے کو ''سر آنکھوں پر'' کہہ کر قصور جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح شیخ عبدالقادر جو اصلی قصوری تھے لاہوری بن گئے اور مولانا عبدالقادر جو سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، وہ قصور چلے گئے اور قصوری کہلائے۔

مولانا عبدالقادر ساری زندگی مذہبی اور سیاسی میدان میں سرگرم رہے۔ بڑے فیاض، سلیم الطبع، غیور، راست باز اور مستقل مزاج تھے۔ مولانا عبدالقادر اہلحدیث تھے۔ اس طرح مولانا کی والد بزرگوار سے دوستی ہو گئی اور دوستی بھی ایسی ہوئی کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر محبت کا اظہار ہوتا۔ مولانا کو اس وقت کی جماعت اہل حدیث صوبہ پنجاب کا صدر بنا دیا گیا۔ وہ جماعت کی فلاح و ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو انتقال ہوا۔

مولانا محی الدین احمد، میاں محمد علی کینٹب[1]، مولوی احمد علی اور میاں محمود علی کو ان کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مولانا عبدالقادر والد بزرگوار سے پیار کرنے والے دوستوں میں سے ایک تھے۔ جب بھی لاہور آتے، ہمارے غریب خانے پر قیام فرماتے۔ میں دو دفعہ والد محترم کے ساتھ مولانا کے گھر قصور گیا۔ مولانا کی کوٹھی کافی لمبی چوڑی تھی۔ واپسی پر مجھے گنے، موڑھے دیتے اور مٹھائی خاص کر میری والدہ ماجدہ کے لیے بھیجتے۔

[1] مولانا محمد علی قصوری الجامع المبارک میں ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۶ء کے دوران خطیب کے طور پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ انھوں نے کیمبرج سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کئی مذہبی تحریکوں کی دینی جدوجہد میں حصہ لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ساتھ یہ بھی فرماتے کہ یہ تینوں چیزیں قصور کی مشہور ہیں۔ مولانا کا لباس بڑا سادہ ہوتا، عموماً کھدر کی قمیص، کُرتا، سیدھا پاجامہ اور واسکٹ پہنتے۔ عینک میں رنگین شیشے لگاتے اور جیب والی گھڑی استعمال کرتے تھے۔

## تذکرہ میاں محمود علی

میاں محمود صاحب میرے برادرِ اکبر پروفیسر عبدالحی کے کلاس فیلو اسلامیہ کالج لاہور میں تھے۔ دونوں اسلامیہ کالج لاہور میں اکٹھے پڑھتے رہے۔ برادرم عبدالحی اسلامیہ کالج کے پرنسپل ریٹائر ہوئے۔ ان کے دوسرے ہم جماعت نذیر احمد محمود (جسٹس پنجاب) میرے ہم زُلف تھے اور چوتھے سعدی صاحب۔ یہ چاروں کلاس فیلو تھے اور اُن کا کافی اکٹھے اٹھنا بیٹھنا تھا۔ جب میاں محمود صاحب ہمارے ہاں آتے تو گلی میں داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں عبدالحی عبدالحی پکارنا شروع کرتے۔ آواز میں کافی جان تھی، ہم ایک دم پہچان جاتے کہ محمود صاحب تشریف لائے ہیں۔ دوستوں میں "رولا" نام مشہور تھا۔ جب یہ پہلی بار سزا کاٹ کر رہا ہوکر آئے تو سیدھے جیل سے ہمارے ہاں برادرم عبدالحی کو ملنے کے لیے آئے۔ میاں محمود بڑے پائے کے بیرسٹر (وکیل) تھے۔ مشہوری بھی کافی ہوئی اور بڑی اچھی زندگی گزاری۔ دوستوں کے دوست تھے۔ اللہ مغفرت کرے۔

## مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

مولانا ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق کشمیری پنڈتوں کے منٹو خاندان سے تھا۔ ان کا اصل وطن علاقہ ڈور تحصیل اسلام آباد سرینگر کشمیر تھا۔ مولانا کے بڑے بھائی ابراہیم صاحب رفوگری کا کام کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے مولانا ثناء اللہ کو بھی اس فن سے روشناس کروایا۔ مولانا نے جلد ہی اس فن میں مہارت حاصل کرلی۔

آزادی وطن کے زمانے میں مولانا ثناء اللہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور پہنچے۔ امرتسر میں ان کے اکلوتے بیٹے عطاء اللہ صاحب کو قتل کر دیا گیا اور تمام گھریلو سامان لوٹ لیا گیا۔ کتب خانہ برباد ہوگیا اور ساری جائیداد غیروں کے قبضے میں چلی گئی۔ مولانا انتہائی تکلیف کے ساتھ لاہور پہنچے۔ والد محترم میاں فضل دین نے بتایا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری چینیانوالی مسجد میں گئے۔ وہیں مولانا داؤد غزنوی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور دوسرے علماء بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ نے قدرے سخت لفظوں میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی سے پنجابی میں کہا: ابراہیم! کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کے لیے تم بھاگتے پھرتے تھے؟ یہ سن کر کسی نے جواب نہیں دیا، سب خاموش ہو گئے۔ مولانا کی حالت دیکھ کر سب پریشان ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے مولانا ثناء اللہ کو سیالکوٹ آنے سے منع کر دیا، کیونکہ سیالکوٹ کی سرحد نزدیک تھی اور کسی وقت بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لڑائی چھڑ سکتی تھی۔ اس پر مولانا ثناء اللہ نے سیالکوٹ جانے کا ارادہ بدل دیا۔

مولانا اسماعیل سلفی، مولانا ثناء اللہ کو گوجرانوالہ لے گئے۔ مولانا کچھ عرصہ وہاں رہ کر سرگودھا چلے گئے۔ بقول برادرم پروفیسر عبدالقیوم مولانا امرتسری سرگودھا جانے سے ایک دن پہلے گوجرانوالہ سے لاہور آئے۔ ایک دن ایک رات ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمایا اور ہمارے بزرگوں نے بڑے پیار اور خلوص سے مولانا کو کراؤن بس سروس سے سرگودھا روانہ کیا۔ کراؤن بس کا اڈہ ہمارے گھر کے پاس تھا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری پر فالج کا حملہ ہوا اور انھوں نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو وفات پائی۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

مولانا ثناء اللہ شفیقوں سے بڑھ کر شفیق تھے۔ اللہ مغفرت کرے وہ اخلاص کا بہترین نمونہ تھے۔ ان میں تعصب نام کو نہ تھا۔ ان کی زندگی میں ان کی علمی و دینی خدمات کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ مولانا کا ایک لڑکا عطاء اللہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ نازک مزاجی زندگی کے آخر دم تک رہی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسر کے رئیسوں میں سے تھے۔

## مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اپریل ۱۸۷۴ء کو سیالکوٹ کے محلہ میانہ پورہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا کے والد محترم کا نام قادر بخش میر تھا اور ان کا شمار سیالکوٹ کے اصحاب ثروت میں ہوتا تھا۔ مولانا کے دادا میاں حیات بخش میر تھے۔ مولانا مرے کالج میں علامہ اقبال کے ہم جماعت تھے۔ مولانا گورے رنگ، تیکھے نقوش، موٹی چوڑی چمکدار آنکھوں، کھلی پیشانی، چوڑے سینے، صاف ستھرے لباس، رعب دار آواز، عالمانہ لہجے اور جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے۔

والد محترم مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علم و فضل کی وجہ سے ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا ابراہیم، والد صاحب کے لیے پیار اور شفقت کی نگاہ رکھتے تھے۔ مولانا ابراہیم ہمارے والد محترم کو پیار سے حبیبی (Habibi) کہتے اور دوسرے عزیزوں کی طرح بھاپا (Bhappa) بھی کہہ کر پکارتے تھے۔ بھاپا بڑے بھائی کو کہتے ہیں۔ ایک دفعہ والد صاحب نے بتایا کہ جب میں حیدر آباد دکن میں اپنے کام سے گیا تو وہاں ایک اہلحدیث مسجد میں مولانا ابراہیم خطبہ دے رہے تھے۔ والد صاحب ذرا دیر سے پہنچے۔ جونہی والد صاحب نے مسجد میں قدم رکھا تو مولانا ابراہیم نے وعظ کے دوران بڑے جوش سے فرمایا کہ او بھاپا آ رہا ہے۔ لوگ سب حیران ہو گئے کہ خطبہ میں مولانا یہ کیا کہہ گئے۔ بعد میں مولانا نے والد محترم کا نمازیوں سے تعارف کروایا اور بتایا کہ یہ فضل الدین میرے جگری دوست ہیں اور حیدر آباد دکن میں ٹھیکیداری کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں۔

والد محترم کہتے تھے کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی غصیلی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کے برعکس مولانا ثناء اللہ امرتسری متحمل مزاج، حلیم الطبع اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ نہ عام لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور نہ سب علمائے کرام کا مزاج یکساں ہوتا ہے۔

جب مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی والد محترم سے ملتے تو برادر حقیقی کی طرح معلوم ہوتے۔ آخر زندگی تک ہم لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک و برتاؤ کیا جو انسان اپنے حقیقی عزیزوں کے ساتھ کرتا ہے۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی جب بھی لاہور آتے تو ہمارے ہاں قیام فرماتے۔ میں مولانا کے گھر سیالکوٹ دو دفعہ والد محترم کے ساتھ گیا۔ ایک دفعہ ہم مولانا کے گھر دو دن رہے۔ واپسی پر مجھے ایک چھوٹا سا ٹرنک دیا۔ ایک کرکٹ بیٹ، ایک گیند اور بوری بھر کر خربوزے بھی دیے۔ یہ ان کی زمین اور کنوئیں کے تھے۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ ان کی سخت مزاجی کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بے اولاد تھے اور اس کا اظہار وہ کسی نہ کسی طریقے سے کر دیتے تھے۔ وہ اولاد کی طرف سے کچھ مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔ طبیعت میں چڑچڑا پن آ گیا تھا۔ مولانا ابراہیم چھ بہنوں کے اکلوتے بھائی اور سب سے چھوٹے تھے۔ وہ بڑے ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی تقریر اور مناظرہ کے میدان کے شہسوار تھے۔ ۹ محرم ۱۳۷۲ھ (۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء) کو ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بلاشبہ جلیل القدر عالم تھے اور ہر حلقے میں ان کی تکریم کی جاتی تھی۔

مولانا ثناء اللہ اور مولانا ابراہیم کا آپس میں بھی بے پناہ تعلق تھا۔ مولانا ثناء اللہ ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے جبکہ مولانا ابراہیم کا سن ولادت ۱۸۶۴ء ہے۔ اس طرح مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مولانا ثناء اللہ امرتسری سے عمر میں ۴ سال بڑے تھے۔ بڑے ہونے کی بنا پر مولانا ثناء اللہ امرتسری ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور ایسی باتیں بھی اطمینان سے سنتے اور برداشت کرتے تھے جو ان کے فکر و عمل کے مطابق نہیں ہوتی تھیں۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی یاد، ذکر اور فکر آج بھی ہزاروں دلوں میں ایمان تازہ کرتی ہے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ پرعزم زندگی اور ایمان پرور مجاہدے کا سفر طے کیا اور آخر کار ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو نماز عشاء میں حالت سجدہ میں انتقال کر گئے۔ عقیدت مندوں کے ایک بڑے ہجوم نے ان کو میانی صاحب کے قبرستان میں آنسوؤں کے ایک سیل رواں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ والد بزرگوار کہا کرتے تھے کہ اچھے اور نیک لوگوں کی یادیں اور حکمت بھری باتیں ہمیشہ دلوں میں تر و تازہ رہتی ہیں۔ اس دنیائے ہست و بود سے کوچ کر جانے کے باوجود لوگ ان کا تذکرہ بڑی محبت اور احترام سے کرتے ہیں۔ والد صاحب کا اشارہ شاید مولانا احمد علی لاہور جیسے نیک بزرگوں کی طرف تھا۔

مولانا احمد علیؒ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ سے قریباً ۴ میل دور ایک قصبہ جلال آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محترم حبیب اللہ صاحب ایک نومسلم تھے۔ انھیں دین سے والہانہ محبت اور لگاؤ تھا۔ مولانا احمد علی کی پیدائش جمعہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۶ء ہوئی تھی۔ ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اسی قصبے سے حاصل کی۔ ۱۴ سال کی عمر میں آپ کے چچا مولانا عبیداللہ سندھی آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی عالمانہ نگرانی میں تعلیم مکمل کروانے کے بعد دستار فضیلت عطا کی[1] پھر وہ انھیں دہلی لے گئے۔ وہاں شیخ الہند مولانا محمود حسن جنھوں نے ایک جماعت جمعیت الانصار تشکیل دی تھی، سے گہرا تعلق قائم ہوا۔ مولانا سندھی اس جماعت کے ناظم تھے۔ دہلی میں مولانا سندھی نے نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور مولانا احمد علی کو وہاں استاد مقرر کیا۔

برٹش انڈیا کے دور میں مولانا سندھی، مولانا احمد علی اور کئی دوسرے رشتہ دار گرفتار ہوئے۔ تحریک ریشمی رومال کا راز افشا ہوا۔ گرفتاری کے بعد جرم ثابت نہ ہوا اور وہ سب رہا ہو گئے۔ ان کا داخلہ دہلی میں بند کر دیا گیا اور وہ لاہور آ گئے۔ مولانا احمد علی نے لاہور آنے کے بعد منور سٹریٹ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ جب آہستہ آہستہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو سبحان خان شیرانوالہ گیٹ کو اپنے درس کا مرکز بنا لیا۔ مولانا کی ساری زندگی اسلام کی ترویج و اشاعت میں بسر ہوئی۔ آپ کی زندگی کا بیشتر عرصہ غربت و عسرت میں بسر ہوا۔ انھوں نے کبھی اپنی خودداری پر ٹھیس نہ آنے دی۔ مولانا نے ایک قرآن مجید بھی شائع کیا جس میں ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر کا ہے اور تفسیری حواشی مولانا کے اپنے قلم سے ہیں۔ مولانا احمد علی جب بھی تبلیغی دوروں پر جاتے اپنے ہی کرایہ سے سفر کرتے اور اپنا ہی کھانا کھاتے۔

لاہور کی معروف جماعت انجمن خدام الدین کا قیام ۱۹۲۲ء میں ہوا اور اس کے تحت مدرسہ قاسم العلوم کا قیام ۱۹۲۴ء میں عمل میں آیا۔ وہ عمر بھر اس انجمن کے صدر اور مدرسے کے سربراہ رہے۔ مولانا بڑے عالی ظرف بزرگ تھے۔ مسلک فقہ حنفی کے پابند تھے۔ اس کے باوجود جماعت اہلحدیث اور اس کے علمائے کرام سے برادرانہ تعلقات تھے جو باہمی احترام کی بنیاد پر قائم تھے۔ وہ ہمیشہ عیدین کی نماز مولانا سید داؤد غزنوی کی اقتدا میں منٹو پارک کے کھلے باغ میں پڑھتے تھے۔ آپ نے اپنی ایک صاحبزادی بھی ایک اہلحدیث عالم کے نکاح میں دی ہوئی تھی۔[2]

---

[1] مولانا عبیداللہ سندھی حبیب اللہ کے ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس اعتبار سے مولانا عبیداللہ سندھی مولانا احمد علی لاہوری کے چچا کہلائے۔

[2] یہ عالم دین مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی تھے، جو بہ یک وقت مفتی، خطیب، مصنف اور صحافی تھے۔ ان کا تعارف زیر نظر کتاب کے ص: ۶۵۷ پر بیان ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولانا احمد علی لاہوری کے میرے والد بزرگوار میاں فضل الدین مرحوم سے خصوصی تعلقات تھے۔ والد بزرگوار علمائے دین کی بڑی خدمت کرتے اور ان کو اکٹھا کرنے میں کافی کوشش کرتے۔ والد محترم مولانا احمد علی لاہوری کے علم و فضل کے بڑے معتقد تھے۔

مولانا اکثر ہمارے یہاں مسجد مبارک آیا کرتے تھے۔ کبھی انجمن کی میٹنگ سے فارغ ہو کر تشریف لے آتے۔ دو گھنٹے قیام کے بعد پیدل یا تانگے میں بیٹھ کر شیرانوالہ دروازہ روانہ ہو جاتے۔ والد صاحب تانگہ منگوانے کے لیے نوکر بھیجتے اور وہ مولانا کو شیرانوالہ دروازہ، انجمن خدام الدین کے مدرسے تک خیریت سے پہنچا کر واپس آتا۔ اس زمانے میں پورا تانگہ تین آنے میں مل جاتا تھا۔

مولانا احمد علیؒ میرے سسر خان بہادر ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کے ہمسائے تھے اور مولانا کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے کافی برادرانہ تعلقات تھے۔ مولانا کے گھر کوئی بیمار ہو جاتا تو ڈاکٹر صاحب ہی ان کا علاج کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں بڑی شفا تھی۔

میں لاکھوں میں ایک خوش قسمت ہوں جس کا نکاح یکم دسمبر ۱۹۵۰ء کو مولانا احمد علی لاہوریؒ نے پڑھایا۔ عموماً مولانا نکاح وغیرہ کم ہی پڑھاتے۔ لیکن انھوں نے والد صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی دوستی کی وجہ سے ان کی فرمائش پوری کی۔ ان کی وجہ سے آج تک ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ زندگی اچھی گزر گئی اور باقی ماندہ بھی ان شاء اللہ اچھی گزر جائے گی۔

لاہور اور اہل لاہور پر مولانا کے بے حد دینی احسانات ہیں اور ان کا بدلہ ہم مولانا کے نقش قدم پر چل کر ہی ادا کر سکتے ہیں۔ مولانا کی دفات کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبید اللہ انور نے دین حق کی بہت خدمت کی۔ مولانا انور تقریباً میرے ہم عمر تھے۔ شاید ایک دو سال مجھ سے چھوٹے ہی ہوں گے۔ مولانا انور کی شادی ڈاکٹر قوی کی صاحبزادی سے ہوئی جو پولیس لائن کے سامنے آسٹریلیا بلڈنگ میں رہتے تھے۔ مولانا انور کا بڑا سالا کرنل عبدالحی مرحوم میرے اچھے دوستوں میں سے تھا۔

مزے کی بات ہے کہ کرنل عبدالحی کے لڑکے لیفٹیننٹ کرنل ابرار کی شادی میرے چھوٹے سالے نور محمد ڈار کی لڑکی سے ہوئی۔ ابرار فوج سے ریٹائر ہو کر آج کل D.H.A لاہور میں رہائش پذیر ہے اور کاروبار کرتا ہے۔ کرنل ابرار کے نانا مولوی محمد علی (کینٹ) تھے اور مولوی محمد علی مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم کے صاحبزادے تھے۔

مجھے معلوم ہوا کہ مولانا لاہوری کی وفات کے بعد دعوت و ارشاد کا فریضہ ان کے پوتے مولانا اجمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قادری نہایت خوبی سے ادا کر رہے ہیں۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

یہ سب خوبیاں مولانا احمد علی لاہوریؒ مرحوم میں تھیں اور جو مقام ان کا تھا وہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔

## مولانا ظفر علی خانؒ

مولانا ظفر علی خان ۱۸۷۰ء میں وزیر آباد کے ایک گاؤں کوٹ مہرتھ کرم آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولوی سراج دین تھے جو محکمہ ڈاک میں انسپکٹر تھے۔ ۱۹۰۹ء میں والد کی وفات کے بعد ہفت روزہ اخبار ''زمیندار'' کی ادارت سنبھالی۔ ۱۹۱۲ء میں اسے روز نامہ کر دیا۔ برطانوی راج نے مولانا کو ۴ سال قید میں رکھا اور اخبار بند کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں مولانا ظفر علی نے از سر نو زمیندار جاری کیا۔

مولانا ظفر علی خان برصغیر کی ملت اسلامیہ کے ایک نامور فرزند تھے۔ تحریک آزادی اور تشکیل پاکستان کی جدوجہد میں ان کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ مولانا بیک وقت ایک عالم دین، مفسر قرآن، عظیم مترجم، بلند پایہ صحافی، بلند پایہ ادیب، قادر الکلام شاعر، شعلہ نوا خطیب اور موقر سیاست دان تھے۔

مولانا ظفر علی خان ہمارے والد محترم میاں فضل الدین کے اچھے علمی دوستوں میں سے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں مولانا کو کئی بار اپنے ہاں آتے جاتے دیکھا۔ والد صاحب کے ساتھ مولانا کی حقہ پارٹی بڑی مشہور تھی۔ میں کئی دفعہ سپیشل تمبا کو دینے اپنے نوکر کے ساتھ مولانا کے دفتر زمیندار، میکلوڈ روڈ گیا۔ ایک دفعہ مولانا نے پیار اور محبت کے ساتھ مجھے پانچ روپے دیے اور کہا کہ اس کا کوئی پھل یا مٹھائی کھا لینا۔

گھر آیا تو میں نے اس کا ذکر کیا کہ مولانا نے مجھے پانچ روپے دیے ہیں۔ یہ چاندی کے سکے تھے، میری والدہ صاحبہ نے لے لیے اور کہا کہ یہ بات تمھارے والد کو بتاؤں گی اور آگے ان کی مرضی سے بات چلے گی۔ اللہ کا کرنا کہ مجھے وہ رقم واپس مل گئی۔ میں بچپن میں والد محترم کے ساتھ کافی اِدھر اُدھر گھومتا رہا اور ان کا چمچہ بنا رہا۔ ماریں بھی حد سے زیادہ کھائیں۔ دو دفعہ والد صاحب کے ساتھ مولانا ظفر علی خاں کے گاؤں کرم آباد بھی گیا۔ مولانا کے کافی باغات تھے اور ہر دفعہ وہ مالٹوں کا ٹوکرا بھر کر مجھے دیا کرتے تھے۔ ریڈ بلڈ قسم کے مالٹے ہوتے تھے۔

مولانا ظفر علی خان نے ''نیلی پوش'' کے نام سے ایک سیاسی تنظیم بھی تیار کی جو زیادہ دیر نہ چل سکی اور کامیاب بھی نہ ہوئی۔ مولانا کے جلسے جلوس میں گڑبڑ کروانے والے احرار پارٹی کے ورکر ہوا کرتے تھے۔ مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ظفر علی موچی دروازہ یا دہلی دروازے کے باغوں میں جلسے کرتے اور جب لڑائی جھگڑے کی نوبت آتی تو بچ بچا کے ہمارے گھر تشریف لے آتے۔ کچھ وقت آرام کرنے کے بعد چلے جاتے۔

برادرم عبداللہ بٹ مرحوم کا مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ نیاز مندی کا رشتہ قائم تھا۔ وہ مولانا کو اپنا سیاسی اور علمی بزرگ مانتے تھے۔ عبداللہ بٹ نے مولانا ظفر علی خان کی برسی پر ایک مقالہ بزم تزئین فکر کے زیر اہتمام پڑھا۔ یہ مقالہ عبداللہ بٹ نے اپنے ہفت روزہ حرف و حکایت مؤرخہ ۳ دسمبر ۱۹۶۷ء میں بھی شائع کیا۔ اس جلسے کی صدارت جناب حسین عطاء اللہ سجاد نے کی۔

عبداللہ بٹ مرحوم اس مقالے میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے مولانا ظفر علی خان کو پہلی مرتبہ اپنے مکان پر ایک دعوت کی تقریب میں دیکھا تھا اور میں اس وقت پانچویں یا چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ عبداللہ بٹ کی پیدائش ۱۹۱۷ء کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبداللہ بٹ اس وقت ۸-۱۰ سال کے ہوں گے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا ظفر علی خان کی دوستی ہمارے والد میاں فضل الدین کے ساتھ کتنی پرانی تھی۔ انھوں نے یہ دوستی مرتے دم تک نبھائی۔

مولانا ظفر علی خان سچے مسلمان اور عاشق رسولؐ تھے۔ ایسے ہی بزرگوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج ہم آزادی کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ اخبار زمیندار، ان کی ایک زندہ یادگار تھی، مگر مولانا ظفر علی خان کے انتقال کے بعد یہ اخبار بھی مرض الموت کا شکار ہو گیا۔ مولانا کی عمر ۸۵ سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ بڑھاپے کی بیماریاں آئے دن گھیرے رکھتی تھیں۔ آخر ۲۷ نومبر ۱۹۵۵ء کو صبح سویرے عالم جاودانی کے راہی ہوئے۔

## منشی محمد دین فوق

منشی محمد دین فوق فروری ۱۸۸۷ء میں موضع کوٹلی ہرنرائین میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے دور کے شاعر، مصنف اور مؤرخ تھے۔ آپ کا آبائی وطن کشمیر، موضع ہردوشیوہ زرنگر ہے۔ آپ کے جدامجد میاں حسن ڈار، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں کشمیر سے نکل کر پنجاب آئے اور موضع گھڑنل ضلع سیالکوٹ میں آباد ہوئے۔ آپ کے دادا منشی رجب علی سکھوں کی فوج کے میر منشی کی حیثیت سے اس جنگ میں شریک ہوئے جو سکھوں اور انگریزوں کے درمیان ۱۸۴۹ء میں جلیانوالہ ضلع گجرات کے مقام پر واقع ہوئی۔ آپ کے والد مولوی لدھا خان ریاست پونچھ کشمیر میں سررشتہ داری کے عہدے پر فائز تھے۔

آپ کی شاعری کا آغاز اس دور میں ہوا جب آپ قصبہ جاکے ضلع سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ منشی محمد دین فوق نے اپنی ایک غزل کے مطلع میں جاکے کا ذکر اس طرح کیا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پہروں رویا ہوں کلیجہ تھام کر
یاد جب آیا ہے مجھ کو جا کے

فوقؔ صاحب کا ایک شعر ہے ۔

ڈاروں میں فوق ہی ایک چمکا ہے سیف بن کر
کشمیر میں ہزاروں گو ہم نے ڈار دیکھے

۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۴ء تک مڈل سکول میں پڑھے اور اس کے بعد پٹوار کا کام سیکھنا شروع کیا۔ پہلے تخلص شوق رکھا، بعد میں فوقؔ رکھ لیا۔ ۱۸۹۶ء میں لاہور آئے اور بیکاری کے دن اپنے بھائی رحیم بخش شیداؔ کے ساتھ گزارنے لگے۔ فوق صاحب کشمیر کی ڈار فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا گھر لاہور کے شیرانوالہ دروازہ واقع تھا۔

منشی محمد دین فوق کے میرے سسر خان بہادر ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کے ساتھ برادرانہ تعلقات تھے، کیونکہ ڈاکٹر صاحب بھی ڈار تھے۔ منشی فوقؔ کی والد بزرگوار میاں فضل دین سے بھی کافی دوستی تھی اور ان کا ہمارے گھر کافی آنا جانا تھا۔ گاہے گاہے فوق صاحب صلاح مشورے کے لیے تشریف لے آتے ۔

محمد دین فوقؔ ڈاکٹر مقبول عزیز ولد محترم عبدالعزیز میرؔ کے نانا تھے اور مقبول کی والدہ محترمہ ہماری بھانجی نصرت (ننھی باجی) کی ساس تھیں۔

۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کو جمعہ کے روز یہ شمع ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گل ہوگئی۔ محمد دین فوق راہی سفر آخرت ہوئے۔

محترم فوق صاحب نے اپنے بڑے بھائی محترم رحیم بخش شیداؔ اور ان کے خاندان کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ لاہور میں محترمہ حلیمہ صاحبہ کی وفات پر ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ صاحبہ سے بات چیت ہو رہی تھی اور وہاں پر میں نے ذکر کیا کہ آج کل میں اپنے والد محترم کے علمی اور دینی دوستوں کے متعلق تھوڑا تھوڑا لکھ رہا ہوں۔ ان میں منشی محمد دین فوقؔ بھی شامل ہیں۔ عطیہ عنایت اللہ نے کہا کہ محمد دین فوق میرے دادا رحیم بخش شیدا کے چھوٹے بھائی تھے اور میرے والد محترم حمید صاحب کے چچا تھے۔

حمید صاحب ریلوے میں (Chief controller of stores and purchase) تھے۔ شریف النفس اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ حمید صاحب عنایت اللہ کے سسر اور ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ کے والد تھے۔ عنایت اللہ، برادرم جسٹس نذیر محمود مرحوم کے چھوٹے بھائی تھے۔ محترمہ حلیمہ صاحبہ میری بیوی رقیہ بٹ دختر خان بہادر ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کی بڑی ہمشیرہ یعنی میری سالی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عطیہ عنایت اللہ کا پاکستانی سیاست میں بڑا نام ہے۔ عطیہ عنایت اللہ کئی بار وزیر مملکت پاکستان رہیں۔ عورتوں کی بہبود کے لیے کافی کام کیا۔ UN میں بھی آپ کا نام بڑی عقیدت سے لیا جاتا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں خاص کر پاپولیشن پلاننگ اور UNFPA اور دوسری انٹرنیشنل آرگنائزیشن کے ساتھ مل کر انھوں نے کافی کام کیا، آپ کو مالٹا میڈل بھی ملا جو عام طور پر عورتوں کو کم ہی ملتا ہے۔ آپ کی بڑی ہمشیرہ آپا ثریا کئی سالوں سے SOS Village چلا رہی ہیں۔ ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ کی والدہ کا نام آپا محمودہ تھا اور وہ بریگیڈیئر مظہر الحق کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ عطیہ عنایت اللہ آج کل MNA ہیں۔

برادرم عنایت اپنے وقت کے کافی سینئر CSP آفیسر تھے۔ سیکرٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آج کل انگریزی اخباروں میں Says Inayat Ullah کے نام سے اپنے نظریات پیش کرتے ہیں۔ بے جی پشاوروالی خاتون (والدہ بریگیڈیئر مظہر الحق) کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ انھوں نے ہمیشہ ہمیں ماں کا پیار دیا اور کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ دعا ہے کہ پاک پروردگار ان کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔

والد محترم کے بہت سے اکابر علماء سے مراسم رہے۔ کسی سے کم، کسی سے زیادہ اور بعض علماء کے ساتھ بہت ہی زیادہ۔ یہاں تک کہ بعض علماء بھائیوں سے بھی زیادہ عزیز تھے۔ میں ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہوں جس کو اپنے والد محترم کے دوستوں اور بزرگوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا اور قریب سے قریب تر ہو کر ان کی علمی دینی باتیں سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۹۴۲ء ستمبر میں مَیں نے برٹش انڈیا کے زمانہ میں رائل ایئر فورس (Royal Air Force) میں شمولیت اختیار کی اور بعد میں مارچ ۱۹۴۳ء میں رائل انڈین ایئر فورس میں کمیشنڈ آفیسر بن گیا۔ انگریزوں کے اس زمانے میں جو آفیسر بنتا وہ کنگ کمیشنڈ آفیسر K.C.O کہلاتا تھا۔ جب ہم آفیسر بنے اس وقت جارج ششم George VI برطانیہ کا بادشاہ تھا جو موجودہ ملکہ الزبتھ II کا والد ہے۔ میرے ساتھ میرے بڑے بھائی عبدالسلام بٹ بھی K.C.O تھے۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہمارے آفیسر بننے سے لاہور میں ایئر فورس کے مسلمان آفیسروں کی تعداد چار ہوگئی، ان میں دو ہم شامل تھے۔ جب ہم دونوں بھائی آفیسر بن کر لاہور گھر آئے تو سیکڑوں دوست احباب، محلّہ دار اور رشتہ داروں نے ہمارا استقبال کیا۔ ہمارے والد صاحب نے بھی خوشی منائی اور ۸ دیگیں پلاؤ پکوا کر لوگوں کی مہمان نوازی کی۔ جس میں عوام اور غرباء تمام شامل تھے۔

تاج الدین مٹھائی والا جو نرالا کے نام سے مشہور ہوا، کی دکان برف خانہ چوک ریلوے روڈ اسلامیہ کالج کے قریب تھی۔ جب اس کو علم ہوا تو وہ مٹھائی کا ٹوکرا بھر کر لے آیا اور سب حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ کچھ باتیں ہیں جو تقسیم ہندوستان سے پہلے اور بعد کے حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اپنے بزرگوں، والد محترم اور اپنے بڑے بھائیوں سے جو کچھ سنا اور جو کچھ یاد ہے، اُسے لکھنے کی کوشش کی۔ میرے والد محترم کا انتقال ۱۹۵٦ء میں ہوا۔ پرانی یادوں کو سپرد قلم کرنا کوئی آسان کام نہیں، پھر بھی کوشش کی ہے۔ میری عمر اس وقت ۸۲ سال ہوگئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے والد محترم اور اُن کے دوستوں کے متعلق لکھا، وہ ناکافی ہے۔ مگر جو کچھ بھی لکھا، پیار اور عقیدت کے ساتھ لکھا ہے۔ کئی باتیں قابلِ تحقیق بھی ہوسکتی ہیں۔ والسلام

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*د. محمود الحسن عارف

✿ و د. ابراهيم محمد ابراهيم

# الأستاذ عبدالقيّوم

## وجهده فی ترتیب فهارس لسان العرب

طبعت هذه المقالة فی مقدمة الكتاب "فهارس لسان العرب"

التی اعدّها الأستاذ عبدالقيوم.

### ١ . الأستاذ عبد القيّوم وأسرته

كان أجداد الأستاذ عبد القيوم من منطقة "شوبيان " التی تقع فی إقليم "جمون و كشمير." ثم رحل عنها والده "منشی فضل الدين بن عبد الله" وانتقل إلی لاهور، وفی لاهور عمل فی المقاولات بجد واجتهاد حتی ذاع صيته فی هذا المجال، وأورث أبناء ه جميعا مبادئه الأخلاقية الطيبة، وكان رحمه اللّٰه من الأعضاء المؤسسين لجمعية أهل الحديث بمدينة لاهور.

أما جدّ الأستاذ عبد القيوم لأمه، المرحوم الشيخ سلطان أحمد، فكان من كبار علماء عصره، وظل لفترة طويلة يرأس جمعية أهل الحديث فرع لاهور و خطيبا شرفيا للمسجد الجامع المبارک هذا ونسطيع أن نتعرف علی السمعة الطيبة التی تتمتع بها عائلة الأستاذ عبدالقيوم من تصفح قائمة زواره ومعارفه التی شملت علی سبيل المثال مولانا قاضی سليمان سلمان منصور بوری ومولانا سليمان الندوی ومولانا أبو الوفاء ثناء اللّٰه أمرتسری ومولانا مير إبراهيم السيالكوتی. وكان السيد منشی وعائلته يسعدون جميعا بتقديم واجب الضيافة لهؤلاء الأعلام.

ومن المآثر العلمية لهذه العائلة مشاركتهم بنصيب وافر فی تأسيس و تعمير و تطوير المسجد المبارک حيث كان لوالد الأستاذ عبد القيوم وجد لأمه الشيخ سلطان نصيب الأسد فی هذا الخصوص.

### ٢ ـ ذرّيّة منشی فضل الدين

كان منشی فضل الدين (متوفی١٩٥٦م) رجلا سعيد الطالع، إذا شرفه اللّٰه تعالیٰ بوفرة فی

---

* الرئيس السابق لقسم دائرة المعارف الإسلامية بجامعة البنجاب، لاهور

✿ الرئيس السابق لقسم اردو، بجامعة الأزهر مصر

" محكم دلائل سے مزين متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ "

www.KitaboSunnat.com



المال والأولاد، وقد حصل الأولادجميعا على أعلى درجات التعليم، وتولوا أرفع المناصب، فاشتهر منهم فى مجال التعليم الأستاذ عبد القيوم والأستاذ عبد الحى بينما ذاع صيت ابنه عبد الله بت فى مجال الصحافة، وتولى ابنه محمد سلطان بت منصبا مرموقا فى الشرطة، وكان له شرف الجهاد ضد أعداء الوطن، والاستشهاد فى سبيل الله، وأما أبناؤه الأربعة عبد السلام بت ومحمد يحى بت، ومحمد زكريا بت، ومحمد يونس بت فكانت لهم مكانتهم الكبرى فى القوات الجوية.

## ٣_ مولد و تعليمه وتر بيته

ولد الأستاذعبدالقيوم فى الخامس عشر من يناير عام ١٩٠٩م، وكانت أسرته حين ذاك تعيش فى منطقة موجى دروازه، ولأن ترتيبه فى الأسرة الثانى، لهذا لقى اهتماما خاصا فى تربيته و تعليمه، فقرأ القرآن الكريم كاملا فى مرحلته العمرية الأولى، ثم بدأ تعليمه بالحصول على درجة منشى فاضل بعد نجاحه فى الإمتحان المخصص لها عام١٩٢٦م، وكان ذلك بعد التحاقه بكلية الدراسات الشرقية بمدينة لاهور ثم اجتاز الأستاذ عبد القيوم امتحان الليسانس الشرقى عام ١٩٣٢ م من الكلية الإسلامية، ريلوے رود، وبعد ذلك حصل على درجة الماجستير فى اللغة العربية من كلية الدراسات الشرقية، بجامعة بنجاب عام ١٩٣٤م، وفى تلك الأثناء التقى الأستاذ عبدالقيوم باستاذ مشفق فلن تجد له نظيرا، وهو الأستاذ محمد شفيع.

## ٤ـ آثاره والجوائز التى حصل عليها(تكريماته)وحصوله على منحة ميكلود

فى تلك الفترة كانت جامعة البنجاب تمنح الطلاب المتميزين بها العديد من المنح الدراسية، وكان من بينها منحة ميكلود، وحين حصل الأستاذ عبدالقيوم على درجة الماجستيرمن كلية الدراسات الشرفية كان الدكتور محمد شفيع يتولى منصب وكيل الكلية ورئيس قسم اللغة العربية بها. والشيخ الدكتور محمد شفيع من الأساتذة المحققين المتميزين القلائل فى شبه القارة الهند و باكستانية، فقد حصل على تعليمه العالى من جامعة كيمبرج ببريطانيا، وأمضى حياته فى تدريس اللغة العربية بكلية الدراسات الشرقية بجامعة بنجاب، وكان الدكتور محمد شفيع سببا فى حصول الأستاذ عبدالقيوم على هذه المنحة، وظلت العلاقة العلمية والبحثية بين الشيخ الدكتور محمد شفيع والأستاذ عبدالقيوم قائمة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طيلة العمر، وظل الأستاد عبدالقيوم يعمل على هذه المنحة لأربع سنوات من عام ١٩٣٥م حتى عام ١٩٣٨م، وكان العلامة محمد اقبال و أ.د محمد شفيع قد سبقه في العمل على هذه المنحة أيضا، وفي هذه الفترة رتب الأستاذ عبدالقيوم فهارس لسان العرب، ولقي عمله هذا قبولا واسعا على المستوى العالمي، وفي هذه الفترة أيضا قام بتحقيق نوادر الأخبار وظرائف الأشعار للحجازى وفي عام ١٩٦١م اختارته جامعة البنجاب ليتم دراسة العليا، ويحصل على درجة الدكتوراه من جامعة كيمبرج ببريطانيا، ولكنه لسبب مالم يستطع السفر.

## ٥_خدماته في مجال التدريس

قضى الأستاذ عبدالقيوم مايقرب من ثلا ثين عام ما بين ١٩٣٩م و١٩٦٨م في خدمة اللغة العربية وأدبها تدريسا وبحثا وتحقيقا، فدرس اللغة العربية وأدبها في كلية "زميندار" بالكجرات، والكلية الحكومية بمدينة هوشيار بور والكلية الحكومية بمدينة لاهور، حيث قضى بها وحدها مايقرب من واحد وعشرين عاما(من عام ١٩٤٧م حتى عام ١٩٦٨م) ، كما ظل يعمل بتدريس اللغة العربية انتداباً لطلبة مرحلة ماجستير اللغة العربية بكلية الدراسات الشرقية بمدينة لاهور.من عام ١٩٥١م وحتى عام ١٩٦٨م، وبالإضافة إلى ذلك فقد ظل يشرف على طلاب ماجستير الفلسفة والدكتوراه، ويناقش رسائلهم باقتدار.

## ٦_ آراء معاصريه من أهل العلم فيه

وربما كان من المناسب أن نذكرهنا آراء بعض معاصريه من أهل العلم فيما يتعلق بعمله في التدريس.

### (الف) رأى الدكتور سيد عبدالله (الرئيس السابق لكية الدراسات الشرقية بجامعة البنجاب)

يكتب الدكتور سيد محمد عبدالله في هذا الخصوص قائلا:

"كان سيادته أستاذا عظيما، وزميلا رائعا، ولم يكتف بالتعاون مع جامعة البنجاب في مجال التدريس فقط، وإنما قدم لها يد العون في كل المشاريع البحثية التي انجزتها الجامعة، كما أشرف على عدد كبير من رسائل الماجستير في فترة عمله بالتدريس. والمشتغلون بدراسة اللغة العربية وأدبها، والباحثون في بعض جوانبها الصعبة يعرفون تماما جهوداته في

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


مجال التاليف. هذا وقد عمل الأستاذ عبدالقيوم لعشر سنوات تقريبا سكرتيرا عام لجمعية العربية والفارسية بالجامعة، وشارك بأبحاث علمية رفيعة المستوى في مؤتمرات عديدة، وأعدّ فهارس لسان العرب إعدادا أثنى عليه المتخصصون فى بلادنا وخارجها."

(ب) رأى الدكتور محمد عنايت اللّٰه (الرئيس المتقاعد لقسم التاريخ بكلية الحكومية بلاهور)

" أنا أعرف الأستاذ عبدالقيوم منذ أن انتقل إلى العمل بالتدريس فى الكلية الحكومية عام ١٩٤٧م، وصار زميلا لى، وكان له دور كبير فى التدريس بقسم اللغة العربية، وما حققه هذا القسم من نجاح كان بفضل إخلاصه وتعاونه المثمر، وتوجيهاته الصائبة، وقد ظل يدرس لطلاب الماجستير بكلية الدراسات الشرقية منتدبا من الكلية الحكومية، وأشرف على مواد دراسية مختلفة فى سنوات متعددة، كما أشرف الأستاذ عبدالقيوم أثناء عملهٰ بالتدريس على عدد من رسائل الماجستير، وعدد من رسائل الدكتوراه أيضا، وكان طلابه الذين يعملون تحت إشرافه فى غاية الرضى عن أسلوب عمله، واستفادوا كثيرا من تبحره العلمى وسعة مطالعاته."

(ج) رأى مولانا عبدالعزيز الميمني (الرئيس السابق لقسم العربى لكلية الدراسات الشرقية بجامعة البنجاب)

"يقوم الأستاذ عبدالقيوم بفرض تدريس اللغة العربية وأدبها لطلاب مرحلة الماجستير منذ عشرين سنة مضت بالكلية الحكومية بلاهور، والبرفيسر عبدالقيوم له مكانة عالمية، إضافة إلى كونه صاحب مكانة متميز فى باكستان."

على أية حال كان الأستاذ عبدالقيوم معلما ناجحا، ومدرسا خبيرا فى مادته، وقد استفاد قسم اللغة العربية بالكلية الحكومية، وكلية الدراسات الشرقية بلاهور من جهوده فى التدريس وكان لهـ كمعلمـ تاثير محورى فى حياة المئات من طلابه.

## ٧ـ جهوده في البحث والتأليف

كان المرحوم الأستاذ عبدالقيوم محققا معروفا فى عصره، ولم تنقطع سلسلة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الاستفادة من علمه وفضله أبدا، والحقيقة أن قائمة جهوده في البحث والتحقيق ممتدة، مثلها مثل قائمة جهوده في التدريس، فقد ألف ما يقرب من سبعة وعشرين كتابا صغير و كبير، وبعضها في غاية الأهمية، وله وزنه العلمي، وسيأتي تفصيل كل هذا.

## ٨۔ عمله كمدير و كبير مدراء في دائرة المعارف الإسلامية

زمن انجازات الأستاذ عبدالقيوم التي تستحق التقدير جهوده التي قام بها في إعداد و تدوين و طباعة دائرة المعارف الإسلامية الأردية، حين كان يعمل بها مديرا وكبير مدراء، ونستطيع التعرف على أهمية دائرة المعارف الإسلامية الأردية إذا علمنا أن شرف اكتمال هذا العمل العظيم كان من نصيب باكستان واللغة الأردية، وإلا فإن دائرة المعارف في باقي البلاد الإسلامية مثل تركيا والبلاد العربية وايران لم تكتمل حتى الآن، وكان الشيخ محمد شفيع۔ وهو أول من تولى منصب مدير دائرة المعارف ورئيس قسمها۔ استاذا ومربيا محبا للأستاذ عبدالقيوم، ولهذا نشأت علاقة الأستاذ عبدالقيوم بهذه الموسوعة العلمية منذ اليوم الأول لها وذلك في فروعها الثلاث، اى فرع الترجمة عن دائرة معارف لائيدن الإسلامية،وفرع المراجعة، وفرع تحرير المقالات هذا بعد تقاعده عام ١٩٦٨م وظل به حتى وفته.

وبالإضافة إلى ذلك فقد عمل المرحوم الأستاذ عبدالقيوم أثناء قيامه بتدريس اللغة العربية بكلية الدراسات الشرقية بلاهور سكرتيرا عام لجمعية العربية والفارسية لفترة، هذه الجمعية التي تأسست تحت رئاسة المرحوم الدكتور محمد شفيع، والتي كانت تصدر صحيفة بعنوان صحيفة جمعية العربية والفارسية ولها خدمات طيبة في مجال التاليف والبحث.

## وفاته

وقد انتقل الأستاذ عبدالقيوم رحمه الله إلى رحمة الله تعالىٰ في الثامن من سبتمبر عام١٩٨٩م بعد صراع قصير مع المرض استمر أربعة أشهر، ثم ووري الثرى في العاشرة من صباح التاسع من سبتمبر بمدافن الأسرة بمقابر مياني صاحب.

(إنا لله و إنا إليه راجعون)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ۲ ـ آثاره

## (۱) مؤلفاته وتحقيقاته

وفيما يلى قائمة بأسماء الكتب التى قام الأستاذ عبدالقيوم بتأليفها أوتحقيقها:

١ ـ فهارس شعراء لسان العرب، طبعته كلية الدراسات الشرقية بجامعة البنجاب. بلاهور وتحت الطبع.

٢ ـ فهارس قوافى لسان العرب(جزنين).طبعته كلية الدراسات الشرقية بجامعة البنجاب. بلاهور و تحت الطبع.

٣ ـ فهرس أنصاف الأبيات بلسان العرب. تحت الطبع.

٤ ـ تحقيق كتاب نوادر الأخبار و ظرائف الأشعار لشهاب الدين أحمد الحجازى. مخطوط بمكتبة جامعة البنجاب لاهور. وتحت الطبع.

٥ ـ تاريخ أدب عربى. ترجمة أردية لكتاب الوسيط العربى.

٦ ـ تاريخ أدبيات باكستان وهند. الجزء الأول (كان سيادته مديرا خاصا للعمل) طبعته جامعة البنجاب بلاهور.

٧ ـ دائرة المعارف الإسلامية الأردية. واحد وعشرون مجلدا تقريبا (وكان سيادته مديرا و كبير مدراء بها). طبعته جامعة البنجاب بلاهور.

٨ ـ نماذج من الأدب العربى والشعر للدارسين بالإنجليزية. وقد طبع هذا الكتاب فى ذكر السير فضل حسين.

٩ ـ شرح كتاب سمط الدرر، وطبع عام ١٩٣٤م من مكتبة بك دبو الحديثة وتحت الطبع.

١٠ ـ التراجم والنقد (بالإنجليزية)

١١ ـ القواعد العربية (باللغة الإنجليزية)

١٢ ـ شعر الصحراء(باللغة الإنجليزية)، وهذا الكتاب مع سابقيه مطبوع و منشور.

١٣ ـ مقالات الأستاذ عبدالقيوم الأردية. الجزء الأول والثانى طبعته مكتبة السلفية بلاهور.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۴۔ مقالات الأستاذ عبدالقيوم باللغة الإنجليزية. أربعة أجزاء. تحت الطبع.

## (ب) مؤلفات بغرض إرشاد الطلاب

وبالإضافة إلى المؤلفات العلمية السابقة فقد كتب الأستاذ عبدالقيوم كتبا إرشادية للطلاب من مرحلة الثانوية وحتى مرحلة الماجستير، وفيما يلي تفصيلها:

۱۔ آئینہ إسلاميات: (مرأة العلوم الإسلامية). الجزء الأول، وهو لإمتحانات الليسانس ومابعده، وطبع من داراندوس للطباعة عام ۱۹٦٦م.

۲۔ آئینہ إسلام(مرأة الإسلام) وهو خاص بطلبة الشهادة المتوسطة، وطبقا للمنهج الحديث الذى وضعته التعليم الثانوى، وطبعته دار الكتب الجامعية(یونیورسٹی بک ایجنسی) شارع كجهرى، لاهور.

۳۔ فهم الإسلام، وهو لطلاب ليسانس العلوم الإسلامية، ومطبوع عام ۱۹۵۷م بدار الكتب الجامعية، لاهور.

٤۔ مرشد الإسلاميات، وهو خاص بطلاب التخصص، وألفه باسم افتراضى هو فضل إقبال صديقي ومطبوع بيونايتد ببليشر: الناشرون المتحدون بلاهور.

۵۔ دراسة الإسلاميات: للسنة الأولى. مرحلة الليسانس(مدخل إلى علوم القرآن والحديث). الناشرون المتحدون، لاهور ۱۹٦۲م.

٦۔ الخلافة الراشدة: مادة اختيارية لطلاب ليسانس العلوم الإسلامية. دار طباعة اندوس، لاهور.

۷۔ تاريخ الإسلام (منذ عصرما قبل الإسلام و حتى عصر بنى عباس). دار طباعة اندوس، لاهور.

۸۔ مختصر تفسير سورة الأنفال: ملحق مرشد العلوم الإسلامية. سورة الأنفال مع الترجمة الأردية. الناشرون المتحدون، لاهور.

۹۔ مرأة العلوم الإسلامية (الجزء الثانى) سورة النساء مع ترجمة معانيها وشرح. داراندوس للطباعة، لاهور.

۱۰۔ التعليم الإسلامى: لطلاب المرحلة المتوسطة. الناشرون المتحدون، لاهور ۱۹۵۳م.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ٣ـ لمحة عن لسان العرب وجهود الأستاذ عبد القيوم فيه

لسان العرب قاموس شهير للغة العربية وأدبها، والحقيقة إن إطلاق مسمى قاموس على لسان العرب ربما لايوفيه حقه فالحقيقه أن هذا الكتاب يعدّ موسوعة لغوية لا تجد لها مثيلا، فهو عبارة عن خلاصة جهود علماء اللغات المسلمين فى عدة قرون، وعصارة أبحاثهم اللغوية، ولهذا كان من المناسب أن نلقى نظرة سريعة على ابن منظور الأفريقى وكتابه هذا قبل أن نتحدث عن عمل الأستاذ عبدالقيوم عليه.

### مولد ابن منظور الأفريقي وتعليمه

اسمه محمد ولقبه جمال الدين،وكنيته أبوالفضل، ونسبته الأفريقي والمصرى و شجرة نسبه كالتالى:محمد بن مكرم بن على بن أحمد بن أبى القاسم بن عقبة بن منظور [1] وقد أدرج العلامة السيوطى اسم جده على في شجرة نسبه بناءً على رواية أخرى، كما أدرج الصفدى نسبته هكذا: الرويفعي الأنصارى [2] وبناء على هذه النسبة فإن المؤلف ينتمى إلى الصحابى الجليل سيدنا رويفع بن ثابت هذا وقد اشتهر المؤلف بصفة عامة بابن منظور وابن مكرم.

ولد ابن منظور يوم الإثنين الموافق الثانى والعشرين من شهر محرم الحرام عام ٦٣٠هجرى فى أسرة مصرية محبة للعلم [3]، وكانت لديه رغبة كبيرة فى تحصيل العلم والأدب منذ طفولته، وتتلمذ على أيدى أساتذة كثيرين أشهرهم ابن مقير مرتضى، وعبد الرحيم بن الطفيل [4] ويوسف المخيلى وأجاد النحو واللغة والتاريخ والكتابة، وأسلوبه سلس للغاية، يتسم بالجدية والمتانة، وله مكانة عالية فى الأدب [5]، وكان صاحب مهارة فى الشعر والنثر، وقد أدرج الصفدى وابن شاكر نماذج من شعره فى كتاب نكت الهميان وكتاب فوات الوفيات.

---

[1] بغية الوعاة. ص١٠٦ ، نقلا عن الجزء الأول من مقالات الأستاذ عبدالقيوم ص:١٢٧

[2] نكت الهميان. ص:٢٧٦

[3] المرجع السابق

[4] الدرر الكامنة:٤/٢٦٢، ٢٦٣......وجاء فى نكت الهميان عبدالرحمن بن الطفيل من عبدالرحيم، وهو صحة.

[5] بغية الوعاة. ص:١٠٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

## مشاغله

كان مؤلفنا مغرما بالاطلاع والتصنيف والتأليف، وزعم أنه ظل يعمل فترة طويلة بديوان الإنشاء بالقاهرة [1]،ثم عمل بعدها في القضاء والنظارة بطرابلس، لكن حبه للقراءة فقط، وانما كان مغرما بالتأليف والتصنيف أيضا.

وقد وصف ابن شاكر في فوات الوفيات بأنه كان كثير الحظ، أما صلاح الدين الصفدي فقد نقل قول ابنه القاضي قطب الدين بأن والده ترك خلفه خمسمائة مؤلف. [2] يقول الصفدي: وما أعرف في كتب الأدب شيئا إلا اختصره، ويكتب السيوطي قائلا أن مختصرات ابن منظور فيما روى و نقل عنه بلغت خمسمائة مجلد [3] وفيما يلي بعض من المختصرات التي كتبها ابن منظور:

١ـ مختار الأغاني بترتيب حروف الهجاء.

٢ـ مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر، وقد اختصره في ربع حجمه تقريبا .

٣ـ مختصر تاريخ بغداد للسمعاني.

٤ـ مختصر المفردات لابن البيطار.

٥ـ مهذب سرور النفس بمدارك الحواس الخمس للتيفاشي.

٦ـ مختصر العقد لابن عبد ربه.

٧ـ مختصر الذخيرة لابن بسام.

٨ـ مختصر زهر الأدب للحصري.

٩ـ مختصر يتيمة الدهر للثعالبي.

١٠ـ مختصر نشوان المحاضرة.

١١ـ مختصر تاريخ الخطيب.

١٢ـ مختصر نشوان المحاضرة.

١٣ـ مختصر تاريخ الخطيب.

١٤ـ مختصر الحيوان للجاحظ.

---

[1] فوات الوفيات: ولم يكن العمل بديوان الإنشاء أمر اعاديا، فقد كان العمل فيه يتطلب وفضلا، وقد كتب القلقشندي في صبح الأعشى تفصيلا عن العلوم والفنون التي لم يكن لأحد العمل في ديوان الإنشاء دون أن يكون مجيدا لها.

[2] نكت الهميان. ص: ٢٤

[3] بغية الوعاة ص ٢٠٦ كان الرائج في ذلك العصر تلخيص الكتب الكبيرة حفظ لها.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۳۔ انتشار الأزهار فی اللیل والنهار.

ونستطیع أن نعرف من مسمیات هذه الکتب القلیلة ای درجة کان ابن منظور منهمکا فی التألیف و التصنیف و مستغرقا فیه، إذکان یقرأ الکتاب الضخم بتعمق، ثم یکتب اختصارا ومنتخبا له، ولنأخذ علی سبیل المثال کتاب الأغانی الذی کتبه أبو الفرج فی فترة خمسین عاما کما یقول صاحب فوات الوفیات [۱] ،ثم تأمل کم من الوقت یلزم الإنسان لقراء ة هذا الکتاب، ولاختصاره باعتبار حروف الهجاء، ولیکن فی الاعتبار أن وقته لم یکن کله مکرسا لهذا الکتاب، إذکان یعمل أیضا بالوظائف المختلفة، ولم یکن هذا الکتاب هو الکتاب الوحید الذی أخرجه ابن منظور إلی النور، وإنما هناک کتب کثیرة یتطلب العمل علی کل منها عمرا کاملا.

وکما یقول ابن العماد الحنبلی أن ابن منظور کان یدرس الحدیث أیضا بمصر و دمشق[۲] ویکتب السیوطی أن الإمام السبکی والحافظ الذهبی رووا عن ابن منظور [۳]، ولکن ماهی مکانته بین جماعة تفردوا فی علوم سند الحدیث، وإن لم یصلوا إلی أعلی درجات الحفظ [۴] ،أما فیما یتعلق بالنحو واللغة فإن ابن منظور یعدّ من أئمة هذه العلوم [۵] وقد نقل الحافظ ابن حجر عن ابن فضل اللّٰه أن ابن منظور فقد بصره فی أواخر عمره [۶] وظاهر أن فقدان البصر هذا کان نتیجة لکثرة مطالعاته وانهماکه فی التألیف، وقد أقام ابن منظور بمصر فی أواخر عمره، وتوفی بها فی شعبان عام۷۱۱ھ عن عمر یناهز اثنین و ثمانین عاما. [۷]

وقد ذکر ابن شاکر [۸] تشیع ابن منظور بغیر مناقشة، ولکن هذا الأمر لا یتعدی مجرد الغیرة من بین عصره، وقد قلّد کتاب التراجم الآخرون ماکتبه ابن شاکر، ولم یتجشموا عناء البحث عن حقیقة هذا الأمر.

---

۱۔ انظر الوافی بالوفیات، ۱:۵۰

۲۔ شذرات الذهب، ۶:۲۶

۳۔ بغیة الوعاة، ص:۱۰۶

۴۔ المجلد الأول، ص:۱۲۲

۵۔ المرجع السابق، ص:۲۲۹

۶۔ الدرر الکامنة، ۴:۲۶۳

۷۔ حسن المحاضرة، ۱:۲۶۳

۸۔ فوات الوفیات، ۲:۲۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## لسان العرب

يعتبر لسان العرب أهم وأقيم ماكتب ابن منظور، وقد صدرت طبعته الأولى من مصر في عشرين مجلدا ضخما، ويعدّ لسان العرب أعظم كتب المعاجم العربية وأكثرها تفصيلا، وربما كان من المناسب أن نقول فيما يتعلق باسم الكتاب أن ابن منظور لم يكن أول من ألف كتابا ضخما بهذا المسمى، فقد سبقه بقرون الشيخ أبو علي ابن سينا (۳۷۰ھ ـ ٤٢٨ھ) بمعجم ضخم بنفس المسمى، وقد نسب الدكتور جميل عليها كتابه لابن سينا، وجاء في كتاب نزهة الأرواح للزوري ضمن ترجمة أبوعلي ابن سينا في الزيادات مايلي:

"ثم صنف الشيخ كتابا في اللغة سماه لسان العرب لم يصنف مثله في اللغة، ولم ينقل إلى البياض، فبقي على مسودته، ولم يهتد أحد إلى ترتيبه."

ولا نستطيع أن نجزم في ظل عدم وجود كتاب لسان العرب للشيخ إن كان ابن منظور قد سمى كتابه بهذا الإسم بمحض الصدفة، أم استعاره من مسمى كتاب آخر، كما لانستطيع إن كان لسان العرب محل الحديث كتب تقليدا للسان العرب الأول نقلاً عنه أم لا.

## سبب التأليف

كانت هناك عدة معاجم في اللغة العربية قبل معجم ابن منظور، وكتاب العين للخليل ابن أحمد (توفي عام ۱۷۵ھ) مفقود[1]، لكن المؤلفين الذين تلوه قد استفادوا منه، واختصره المؤلف الأندلسي الشهير أبوبكر الزبيدي (۳۷۹ھ)، كما كتب ابن دريد(۳۲۱ھ) بعد ذلك كتابه الجمهرة في اللغة على غرار كتاب العين، ثم توالت المؤلفات في اللغة بعد ذلك مثل كتاب البارع لأبي عالي القالي(۳۵٦ھ)، وكتاب الصحاح لابن منصور الأزهري (توفي۳۷۱ھ) وكتاب المستوعب لأبي غالب القرطبي (توفي٤٣٦ھ) والمحكم لابن سيده (توفي٤٥٨ھ) والمجمل للزمخشري(۵۳۸ھ) وأساس البلاغة للجوهري (توفي۳۹۸ھ)، والعباب للصاغاني(توفي ٦٦٠ھ)، لكن هذه الكتب لم تقنع ابن منظور، فرأى في كل واحد منها وجها من أوجه القصور، مما أشعره بضرورة تأليف معجم جديد، فإذا كان قد رأى في أحد الكتب ثروة كبيرة من العلم والأدب، فان طريقة ترتيبه واعداده لم تعجبه، وان كان قد أعجبه أسلوب ترتيب وإعداد كتاب آخر فإنه لم يجده خاليا من الهفوات العلمية والأدبية، ومن هنا شعر بضرورة تأليف معجم جديد، فإذاكان قد راى في أحد الكتب.

---

[1] لسان العرب: ۱،۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ثروة كبيرة من العلم و الأدب، فإن طريقة ترتيبه وإعداده وترتيب جيدة، وبدأ ابن منظور الإعداد للسان العرب طبقا لوجهة نظرة، لكنه لم يضطر كسابقيه من كتاب المعاجم إلى السفر الطويل بحثا عن المعانى وتحقيقها، ولم يضطر إلى الرحيل فى الصحراء القاحلة. ويعترف المؤلف فى مقدمة الكتاب بأنه استفاد من كتب المعاجم السابقة، ويكتب السيوطى فى بغية الوعاة قائلا:

"جمع فى لسان العرب بين التهذيب والمحكم والصحاح وحواشيه والجمهرة والنهاية."

لكن أحمد باشا تيمور يقول فى كتابه "تصحيح لسان العرب" مخطئا السيوطى قائلا:

"والصواب أن الجمهرة ليست مماجمعه ابن منظور، بل مبنى كتابه على خمسة فقط، وهى التى صرح بأسمائها فى خطبته."

## ترتيب لسان العرب

رتب كتّاب المعاجم معاجمهم على ثلاث طرق:

ا- رتب الخليل بن أحمد كتاب العين طبقا لمخارج الحروف، وقد روعى هذا الترتيب أيضا فى المحكم والتهذيب.

۲- رتب ابن دريد كتابه الجمهرة طبقا لحروف الهجاء، وروعى نفس الترتيب فى كتب المجمل والمحيط وأساس البلاغة وغيرها.

۳- وأمام المجموعة الثالثة هو الجوهرى، فقد جاء بترتيب جديد وهو ترتيب الكتاب طبقا للحرف الأخير، وروعى هذا الترتيب فى لسان العرب والقاموس و تاج العروس أيضا.

## أهمية الكتاب

نستطيع أن نتعرف على أهمية معجم لسان العرب حين نعرف أن المؤلف ناقش فيه مصادر و مواد ستين ألف كلمة، واستشهد فى سرحها وتوضيحها بكلام العرب وأمثالهم ومحاوراتهم وخطبهم والآيات القرآنية والأحاديث النبوية، وأورد فى هذا الخصوص بما لا يقل عن ألف وسبعمائة شاعر، وبهذا وعى لسان العرب لنا أشعارا عربية لا حصر لها.

ولنتامل كم من الوقت والصبر والجهد والعزيمة والهمة والعلم والفضل والذكاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والحذر يتطلبه تدوين مثل هذا المعجم الضخم المفصل والذكاء، ولو أردنا تأليف معجم كبير كهذا فى عصر التطور الذى نعيشه فلا بد من تشكيل لجان علمية، ولجان من المؤلفين لذلك، والاستعانة بالخبراء من التخصصات المختلفة، حينئذ نستطيع انجاز مثل هذا العمل، بينمافى عصر المؤلف،حيث فقدان الإمكانيات العلمية المتطورة كالمطابع ووسائل الانتقال المتوفرة فى زماننا، كان من الصعب للغاية القيام بهذا العمل الكبير، وأصعب منه إكماله، ولكن جزى الله أولى العزم هؤلاء كل خير، إذ استطاعوا إنجاز أعمال ضخمة اعتمادا على هممهم وعزائمهم التى يندهش لها الإنسان فى عصرنا هذا.

وبعد سنوات طوال من الجهد المتواصل استطاع ابن منظور إكمال عمله هذا عام٦٨٩ھ، وجمع بذلك ثروة عظيمة من العلم والأدب نفخر بها، جنبا إلى جنب مع ثروة الألفاظ والكلمات، بحث لم يبق لسان العرب مجرد معجم عادي، وإنما أصبح موسوعة كاملة للعلوم العربية، ولولم يكتب ابن منظور غير هذا الكتاب لكفاه به خلودا، ولبقى اسمه فى الدنيا ينسله أحد.

وقد اعترف كبار المستشرقين الأوروبيين بسعة اللغة العربية قياسا باللغات الأخرى، واضطر السيد ادوارد وليم (١٨٠١م) والذى قضى عمره فى مطالعة المعجم العربى وتدوينه إلى الاعتراف بأن المعجم العربى يفوق معاجم باقى لغات العالم من الناحية العلمية والبحثية، لكن المستشرق الألمانى بالرغم من هذا الاعتراف أبدى من طرف خفى قدرا ضيق الأفق، وهو للأسف لم يرلسان العرب، وإلا لتبين له سعة أفق ابن منظور، إذ أنَّهُ يخبرنا بأصل الألفاظ العجمية، وهذا بعض الأمثلة:

الفلسفة الحكمة أعجمى(١١:١٨، ٣١٥)

"والترياق بكسر التاء معروف فارسى معرب، نيز جسق الجوسق...... معرب وأصله كوشک بالفارسية"(١١:٣١٥)

"القنذع والقنذغ والقنذوغ كله الديوث سريانية ليست بعربية محضة"(١٠:١٧٧)

"فسق كأنه بلسان الروم تكلمت به العرب"(١٢:٢٣)

وهكذا كلما تراء ت كلمة من مثل هذا عمل ابن منظور على أن يخبر بأصلها، ومن الأمثله الأربعة السابقة نستطيع التعرف على مدى مايخبرنا به كتاب المعاجم العرب عن الأصول والمنابع الفارسية والسريانية والتركية والرومية.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## بعض التسامحات

لا يمكن لأحد أن يجزم بخلو أى كتاب تماما من الهفوات و التسامحات، ولذا فإننا لانعجب إذا تراء ت لنا بعض التسامحات فى كتاب كبير مثل كتاب لسان العرب، فإلى اى مدى نستطيع ذاكرة الإنسان وعلمه إسعافه، ومع ذلك فإننا نأسف لأولئك الذين لم ينتبهوا إلى التسامحات التى حواها لسان العرب أثناء نقلهم عنه، ونقلواعنه بغير زيادة أونقصان. على سبيل المثال جاء البيت التالى لمعقل بن خويلد فى لسان العرب هكذا:

وسود جماعد غلاظ الرقا ب مثلهم يرهب لراهب

ولم يكلف مانقله نفسه بتصحيحه، وكتب عنه هامشا"فى الأصل هكذا...... بحذف النصف الأول"

وقد تابع سيد مرتضى (توفى١٢٠٥ھ) مؤلف تاج العروس الشهير لسان العرب، ونقل عنه البيت ناقصا، وفى الحاشية كتب المحشى قائلا أنه جاء هكذا فى لسان العرب، فى حين أننا نجد البيت فى "أشعار الهذليين"هكذا:

ذوسود جعاد الرقا ب مثلهم يرهب الراهب

أعاقر كذات رحم أم غانم كمن يخيب

وهناك بعض الأمثلة الأخرى حيث نجد بيت الشعر مكتوبا بطريقة ما فى موضع ما، بينما فى موضع آخر نجد المصرع الأول يتأ خر فى الترتيب عن المصرع الأول على سبيل المثال تبادلت المصارع أماكنها فى شعر حميد الأرقط (١٩٤١:٩) و (٢٩:١٨)، وفى موضع آخر(٢٩:٢٠) أراد المؤلف أن يستشهد بيت شعر للكميت، فكتب"وقال الكميت:ثم ترك المكان خاليا، ويبدوكأن المؤلف نسى البيت عند كتابته، فترك مكانا خاليا ليكتبه فى إذا ماتذكره، إلا أنه لم يتذكره بعده أبدا. وبيت آخر ورد فى(٤٧٤:٤):

ركض الخيل فيها بين بس إلى الأوراد تنحط بالنهاب

وفى هذا الخصوص كتب المؤلف "قال عباس بن......" ولم يدرج اسم والد الشاعر، وترك مكانا خاليا، لكنه كتب نفس البيت بموضع آخر قائلا قال عباس بن مرداس السلمى (٣٢٧:٧).

ومثاله أن المؤلف حين أراد نقل البيت شك فى أمر الشاعر، وبدلا من أن يكتب اسم شاعر واحد كتب اسم شاعرين، على سبيل المثال يكتب فى صفحة (٣٣٦:٢١) قائلا "قال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



أبو ذؤيب أوصحرا الفتى" و أحيانا كتب فى (۲۰۷:۲) شعرا نسبه إلى عبد الله بن عتبة النصبى، وفى موضع آخر (۱۹۴:۱۹) لشمر بن تولب، وهناک أمثلة أخرى على هذا المنوال. وبالإضافة إلى الاختلاف فى نسبة الأشعار نجد اختلافا فى الأشعار نفسها، فيدرج بيتا من الشعر فى موضع ما، ثم يأتى بالبيت فى موضع آخر مع بعض التبديل، ومثل هذا نجده عنده بكثرة.

وهناک بعض الأشعار التى نسبها المؤلف لشاعر ما، ولكننا لا نجد هذا الأشعار فى الديوان المطبوع للشاعر، على سبيل المثال نسب المؤلف الشعر التالى إلى الطرماح:(۲۵۸:۶)

كل مشكوک عصافيره — قاني اللون حديث الزمام

ولا يوجد هذا البيت فى ديوان الطرماح، ولا حتى فى ملحقه الذى جمعت فيه أشعاره من الكتب المتفرقة، وهناک بعض الأشعار التى وردت فى لسان العرب، ووردت كذلک فى الدواوين المطبوعة، ولكن بقدر من الاختلاف، وهكذا نجد التسامحات على هذا الغرارجمعناها ونحن نرتب فهارس لسان العرب، وهى ماقد تستغرق مقالات عديدة أن ذكرناها جميعا.[1]

## فهارس لسان العرب

لقد ظهرت طبعات حديثة للسان العرب كنتاج لجهود مضنية وسنوات متواصلة من البحث والتحقيق، وقد رتبت هذه الطبعات ودونت بترتيب جديد مختلف، ولم يعد من الصعب الحصول من خلالها على معلومات عن أى لفظ، لكن الصورة كانت مختلفة كثيرا قبل قرن تقريباً عما هى عليه الآن. ومع ذلک فلأن ترتيب لسان العرب جاء وفقا لمعجم العين للخليل بن أحمد الفراهيدى، الذى يعتبر أول معجم(قاموس) فى هذا الميدان، وقسمت الحروف فيه إلى ثمانية وعشرين حرفا، وقسم كل لفظ إلى ست وعشرين فصلا، وجاء الترتيب بينها طبقا لترتيب المخارج، ولا بد من الرجوع إلى الحرف الأخير من الكلمة التى نريد الكشف عنها، ثم الحرف الأول، وهكذا إذا أردنا الكشف عن لفظ "سفر" كان علينا أن نفتح على حرف الراء،ثم نبحث عن فصل السين فى حرف الراء، وبالتالى كان يتصور أن الاستفاده من السان العرب أمرصعب ومعقد، وهو أمرليس فى مقدور قليلى العلم أو المبتدئين والطلاب، ولا يستطيع الاستفادة منه سوى المتخصصون فى اللغة العربية

[1] هذا البحث ماخوذ من مقالات الأستاذ عبدالقيوم (أردية) ۱/ ۲۶۷، ۲۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وأدبها، والذين هم على اطلاع واسع فى اللغة والأدب العربى، وعلى علم بالاشتقاقات المختلفة للحروف والألفاظ.

وإذاكان الأمر يتعلق بالبحث عن شعر أوعلم من الأعلام صار أكثر صعوبة...... وفى تلك الفترة لم يكن متاح من لسان العرب غير نسخة واحدة هى التى طبعت فى القاهرة، وهذه الطبعة تضم تسعة عشر مجلدا، وخطها دقيق، فإذا افترضنا أن عدد صفحات المجلد الواحد حوالى ثمانمائة صفحة تقريباً فإن هذا يعنى أنه على القارئ لكى يبحث عن بيت من الشعر أن يقلب ما يقرب من سبعة عشر ألف صفحة تقريباً، وفى بعض الأحيان إلى أن يصل القارئ إلى المجلد العاشر أوالثانى عشر مثلا يكون قد نسى ما رآه أو قرأه فى المجلد الثانى أوالثالث، وأحيانا يموت بحثه قبل أن يصل إلى نتيجة واضحة.

ولهذا كانت الاستفادة من لسان العرب محدودة وكانت أبواب الاستفادة من كثرة العلم أوالأدب هذا محدودة أمام الناس، بل ومسدودة أيضا، وكان أهل العلم برغم المحاولات المضنية لايستفيدون كثيرا من هذا الكتاب المبين، وهذا هوالسبب الذى جعل مستشرقا مثل، ايف كر نكوف يذكر عجزه واضطراره فى هذا الخصوص.

## أهمية إعداد الفهارس في عهد الأستاذ عبدالقيوم

كانت لإعداد الفهارس أهمية كبرى فى الفترة التى انجز فيها الأستاذ عبدالقيوم هذا العمل العلمى والأدبى (فى سنة ١٩٣٥ ـ ١٩٣٨م) فقد فكانت كتب عديدة تطبع وتنشر طبقا لأهميتها للمستشرقين ومدى اهتمامهم بها، لكن هذه الكتب كانت تضم آلاف الصفحات، وكانت الاستفادة منها فى غاية الصعوبة، ولهذا بدأ العمل فى إعداد الفهارس للتغلب على هذه الصعوبة.

فكيف بدأ إعداد الفهارس(Indexing)إذا؟.هذا بحث آخر، لكن الغربيين يصرون على أنهم هم الذين بدأوا هذا العمل، بينما نعتقد نحن أن السبق فى هذا المجال كان للمسلمين وخاصة فيما يتعلق بالقرآن الكريم على أية حال كان للأوروبيين فضل كبير فى تطوير هذا الفرع العلمى وتقدمه، ولهذا وجدنا أكثر كتب اللغة والأدب العربى فى تلك الفترة تعدلها الفهارس والقوائم والملاحق، وتلقى الطبعة التى تضم هذه الفهارس والملا حق قبولا ورواجا كبيرا مقارنة بالطبعة التى تخلو من كل هذا. وقد أعدّ الشيخ محمد شفيع نفسه فهارس وملاحق توصيفية و توضيحية (Descriptive Index) لكتاب العقد الفريد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لابن عبد ربه ولها قيمة عظيمة، فما هي الملاحق التي نقصدها. إنها خلاصة الكتاب كاملا بترتيب حروف الهجاء، وكان الأستاذ الشيخ محمد شفيع تلميذا للأستاذ براؤن، وتعلم منه كتابة الملاحق، لقد كان يريد أن يروج لهذا الاتجهات الحديثة، وينشر هذه المبادئ الجديدة بين تلاميذه.

في تلك الفترة اجتاز الأستاذ عبدالقيوم امتحان الماجستير بدرجات متميزة، وكانت الأنظار مركزة عليه من قبل، لهذا اختار الشيخ الأستاذ عبدالقيوم لهذا العمل. وهكذا بدأ الأستاذ عبدالقيوم تدوين الملاحق، ومعها المجلة العلمية لجامعة البنجاب "مجلة كلية الدراسات الشرقية"، وحين قام الأستاذ E.E.Beven استاذ الشيخ الدكتور محمد شفيع، الذي هواستاذ الأستاذ عبدالقيوم، بترتيب نقائض الفرزدق في ثلاثة مجلدات رتب معها ملا حق وفهارس أخرى عظيمة، وطبعت في وقتها.

وحين بدأ الأستاذ عبدالقيوم العمل كباحث على منحة ميكلود، كان أمامه عملان كبيران، أوقل لأن الأستاذ عبدالقيوم كان إنسانا ولديه كفاء ة واستعداد طيب، لذا اختار بنفسه هذين العملين، والحق أن هذين العملين لا يقلان أهمية عن أي عمل علمي بحثي آخر.

وأول الأعمال التي قام الأستاذ عبدالقيوم بتحقيقها هوكتاب "نوادر الأخبار وظرائف الأشعار" للعالم والأديب المصري المعروف شهاب الدين الحجازي، وقام في هذا الخصوص بكتابة عدة مقالات نشرها في صحف ومجلات مختلفة، قام بتصحيح عدة نسخ للكتاب.

أما العمل الثاني فهو إعداد و ترتيب ملاحق وفهارس معجم لسان العرب، وهو عمل على قدر كبير من الأهمية، ولاقى رواجا وتقديرا كبيرا على المستوى الدولي، وهوما يتضح من الجوانب الآتية:

## أول عمل يطبع في العالم(على لسان العرب)

لقد ظهرت عدة ملا حق وفهارس على لسان العرب في الأسواق، ولكن مابين عامي (١٩٣٥و١٩٣٨م) لم تكن هناك أية فهارس أو ملاحق لهذا الكتاب العظيم، وكانت الدوائر العلمية تشعر بهذه الحاجة الماسة، ولم يكن القيام بمثل هذا العمل في ذلك الوقت أمرا بسيطا، ولهذا عند ما بدأ تفاصيل العمل في مجلة كلية الدراسات الشرقية أثنت عليه الدوائر العلمية كلها ثناء اً كبيرا، وبالتالي نشرت الصحف والمجلات الكثير من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



التعليقات عليه، ونورد هنا اثنين منها على سبيل المثال لاالحصر:

(۱): رأى الشيخ السيد سليمان الندوى (المؤلف لكتاب السيرة النبوية)

"من حسن الطالع أن يكون هذا العمل على كتاب لسان العرب الذى ألفه ابن منظور الأفريقى (توفى۷۱۱ھ) من نصيب رجل هندي الأصل، فقد أنجز الشيخ عبدالقيوم الباحث فى مرحلة الماجستير بجهد كبير، وقام فى بداية الأمربتجميع كل الشعراء الذين ورد ذكرهم فى لسان العرب معا، ثم رتبهم طبقا لحروف الهجاء، وأشار إلى رقم الصفحة التى ورد فيها اسم الشاعر فى كل مجلد، وهكذا أصبح من اليسير علينا أن نعرف فى أى صفحة ورد فيها اسم الشاعر، وفى أى موضع توجد أشعاره و فى المجلد الثانى نجد فهرس الأشعار، بحيث نعرف أى شعر ورد فيها. هذا ولا يستطيع أن يقدر هذا العمل حق قدره إلا أهل العلم والاختصاص، ويعلم اللّٰه كم من الطلاب والباحثين والعلماء أنقذهم الأستاذ عبدالقيوم بعمله هذا من التعب والنصب" (مجلد معارف_عدد رمق۳_المجلد ۲٤_ص:۲۳۳)

(ب):رأى السيد ايف كرنكوف

وعلق مستشرق جامعة كيمبرج البريطانية المعروف السيد ايف كرنكوف F.Krenkow على العمل فى مجلة الثقافة الإسلامية:Islamic Culture عدد إبريل عام۱۹۳۹م، والصادرة من حيدر آباد الدكن:

ملاحق وفهارس لسان العرب، إعداد إيم عبد القيوم ايم- اے، طبعة لاهور (۱۹۳۷م_۱۹۳۸م). حين تلقيت نسختى من لسان العرب عام ۱۹۰۱م، اعترفت على الفور أنه أفضل معجم فى اللغة العربية قدمت فيه الاستشهادات، لقد جعل منه بياضا جامعا للشعر، ولهذا قمت أنا بترتيب ملا حق لاستعمالى الشخصى معتمدة على حروف الهجاء، وقد ساعدتنى هذه كثيرا فى الوصول إلى الأشعار التى أبحث عنها، ويسرت هذا الأمرلكثيرين غيرى، ومن هنا فإننى أثنى على السيد عبدالقيوم الذى جعل مطالعة الأدب العربى أمرا ميسرا للجميع، فقد جمعت ملاحقه وفهارسه الأشعار المتناثرة هنا وهناک، ويسرت الاطلاع عليها،وهناک أمر آخر يتضح منه هذه الملاحق والفهارس وهو أنه من الممكن تمييز أشعار شاعرين، متفقين فى أسمائهما عن بعضها البعض، ويحق للشيخ محمد شفيع الفخر بهذا العمل كذلک، إذ أنه يقوم بتدريب الجيل الجديد فى اللغة العربية وأدبها

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



باسلوب علمي يفوق مثيله فى مصر و اوروبا، وأنا فى انتظار بقية الفهارس والملاحق على أحر من الجمر.

## ترتيب وتدوين الملاحق و الفهارس

لاقت الطريقة التى دون بها الأستاذ عبدالقيوم ملاحقه وفهارسه قبولا واسعا فى الدوائر العلمية،وقد اشتملت هذه الملا حق والفهارس على ثلاثة أجزاء هى:

### ١ـفهرس أسماء الشعراء

وغطى هذا الجزء ما يقرب من ١٨٦ صفحة، ويحيط بكل أسماء الشعراء الذى وردت أشعارهم فى لسان العرب والحقيقة أن لسان العرب يعد ثروة قيمة للشعر العربى يوجد بها تمثيل لكل أدوار الشعر العربى، حيث نجد أشعارا تعود إلى العصر الجاهلى، وأشعارا تعود إلى العصر الإسلامى، كما نجد به أشعارا من العصر الأموى، وأخرى من العصر العباسى، ثالثة مما تلا ذلك من عصور، ونجد فيه كذلك شعرا للأساتذة الكبار من الشعراء، وشعرا للمقلين فى قول الشعر أيضا، نجد فيه أشعارا لكل قافية ورديف إلا أن هذه الأشعار متناثرة ومتفرقة بصورة كبيرة، ولهذا كان من الضرورى أن ترتب أسماء كل هولاء الشعراء الذين ذكر هم ابن منظور طبقا لحروف الهجاء.

كان الأستاذ عبدالقيوم أول من أدرك الحاجة إلى هذا الأمر، وأول من رتب فهارس وملاحق للسان العرب، جمع كل أولئك الشعراء الذين ورد ذكر هم فى لسان العرب طبقا لحروف الهجاء.

### ٢ـ فهرس القوافى

أما الملحق الثانى للسان العرب فهو ما يتعلق بقوافى الأشعار، والهدف من هذا الملحق مساعد الشخص الذى يذكر القافية فقط، أو الذى يريد معرفة الأشعار التى تنتهى بقافية معينة، وهذا الملحق للسان العرب هو أطول الملاحق، حيث غطى ٦٠٥ صحفة:فى جزئين)

### ٣ـ فهرس أنصاف الأبيات

وهذا هو الملحق الثالث الذى يعد المجلد الثالث فى مجموعة الملاحق والفهارس، وهو خاص بأنصاف الأبيات، ويهدف إلى مساعدة القراء والباحثين فيما يتعلق بالأشعار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ٤ ـ الفائدة والأهمية

إن هذا الفهارس والملاحق التى أعدها الأستاذ عبدالقيوم لمعجم لسان العرب لها أهمية عظيمة وفائدة كبرى، فقد قدمت هذه الفهارس العون الكبير لأهل العلم، ووفرت على الخبراء والمتخصصين وقتا كبيرا، ولا شك أن الطبعات الجديدة التى ظهرت لمعجم لسان العرب، خصوصا تلك الطبعات التى ظهرت فى مصر و بيروت، والتى تشتمل على فهارس وملاحق، وبترتيب جديد، قد قللت بعض الشيء من أهمية فهارس وملاحق الأستاذ عبدالقيوم، خاصة وإن هناك طبعة دارالمعارف المصرية، والتى تضم ثلاثة مجلدات للفهارس والملاحق، ومع ذلك فإن الأهمية التاريخية لهذه الفهارس والملاحق باقية كما هى، باعتبارها أول فهارس وملاحق للسان العرب تظهر إلى حيز الوجود.

وبالإضافة إلى ذلك فإن الفهارس المتعلقة بالأشعار والشعراء وأنصاف الأبيات لاتزال ذات فائدة عظيمة، ولذا يتم طبعها ونشرها، حتى يمكن الحفاظ على هذه الثروة العلمية المعتبرة.

## ٥ ـ الاستدراك

ولكن لأن الفهارس تمّ إعدادها طبقا للنسخ القديمة من لسان العرب، وجاءت الإشارة إلى المجلدات المختلفة أثناء العمل بدلا من الإشارة فى (ذيل المادة)، لهذا فإن الطبعات الحديثة التى ظهرت للسان العرب، والتى تضم الملاحق والفهارس، قللت من فائدة هذا العمل الذى قام به السيد الأستاذ، وبالرغم من كل هذا فلو قام عالم من العلماء بتحديث Up Date الطبعات الجديدة من لسان العرب، واضعا فى اعتباره تلك الطبعة الصادرة من بيروت، فإن هذا سيكون فضلا عظيما على أهل العلم والعلماء.

وما توفيقنا الا باللّٰه.

| | |
|---|---|
| دكتورمحمود الحسن عارف | أ ـ د ـ إبراهيم محمد إبراهيم |
| رئيس قسم دائره المعارف الإسلاميه | رئيس قسم اردو كلية الدراسات الإنسانية |
| بجامعة البنجاب، لاهور | لجامعة الأزهر مدينة مصر |
| (٢٠٠٧م) | القاهره (٢٠٠٧م) |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حافظ محمد اسلم

# تحقیق متن "نوادر الأخبار" مع الحواشی
# للأستاذ عبد القیوم

کان الأستاذ عبد القيوم رجلاً شهيرا فی مجال العلم،ولد سنة۱۹۰۹ء بلاهور، فقرأ القرآن، وتعلم الابتدائية، ثم حصل على شهادة منشی فاضل سنة۱۹۲۶ء، ثم حصل على شهادة المتوسطة سنة۱۹۲۷ء والثانوية،ثم حصل على شهادة بكلوريوس سنة۱۹۳۲ء، وشهادة الماجستير فی العربية سنة ۱۹۳٤ء، فجمع فهارس لسان العرب سنة ۱۹۳۵ء، وأثنى عليه كبار علماء العالم على هذا، وحقق أيضا نوادر الأخبار فی هذا العصر.

ثم درس بكليات الحكومية اللغةَ العربية والأدب من سنة ۱۹۳۹ء إلى سنة ۱۹٦۸ء حوالی تسع و عشرين سنة، ثم قام بخدمة دائرة المعارف الإسلامية الأردية مديرًا، ومديرا مقدمًا مدة طويلة، فكتب فی هذه المدة مقالات متعددة، وراجع و ترجم أيضا عدة مقالات، وكان من أركان الإدارية للدائرة، فتمت دائرة المعارف الإسلامية الأردية تحت إشرافه، فأدخل فی الدائرة اللون الإسلامی والمشرقی الذی نفتخربه.

كتب الأستاذ عبدالقيوم ناقل" نوادر الأخبار وظرائف الأشعار"على غلاف هذا الكتب، بأنه نقله عن النسخة الوحيدة وعلق حواشيه وصححه.

وهذه خدمة جليلة فی مجال الأدب العربی، قام بها الأستاذ عبدالقيوم، وكان خطه بالعربية والإنجليزية خطا نفيسا وفاخرًا، لو تشاهد خطه لتظن بأن هذا خط كاتب ماهر، وقد علق على هذا الكتاب وصححه، وأسند بعض الأقوال إلى مراجعهم الأصلية.

نقل الأستاذ عبدالقيوم هذا الكتاب باللغة العربية، ولكن كتب فی أثناء تحقيقه أكثر حواشيه باللغة الإنجليزية. وكذلك كتب بعض المقالات على سيرة الحجازی، وتعارف هذا الكتاب مفصلا باللغة الإنجليزية.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لأن اللغة العربية واللغة الإنجليزية،لغتان عالميتان . وكان الأستاذ ماهرا فى هذين اللغتين. وكانت اللغة الإنجليزية وسيلة لتعليم اللغة العربية بمدارس الحكومية وكلياتها وجامعاتها قبل استقرار باكستان .

من أجل الدواعى المذكورة، كتب الأستاذ عبدالقيوم عدة مقالات مهمة بالأدب العربى والتاريخ الإسلامى الّتِى طبعها دارالمعارف باسم Some notes on Islamic History and Arabic Literature بمجلد واحد، فأقبل عليه أهل العلم وقبلوه قبولا حسنًا فى مجال الأدب العربى والتاريخ الإسلامى، وأخذوه يدا بيد. والمجلد الثانى من هولاء المقالات تحت الطبع إلى الآن .

وكتب مقالة فى سيرة شهاب الدين أحمد بن محمد الحجازى، مؤلف هذا الكتاب باللغة الأردية، مشتملة على ثلاث عشرة صفحة، وطبعت هذه المقالات كلهن فى مجلات زمانه العلمية.

ومجال خدماته العلمية واسع، ذكر بعض المصنفين فى كتبهم والكتّاب فى مقالاتهم خدماته العلمية المتنوعة فاعترفت الجامعة الكلية أورينتل بلاهور خدماته الميمونة فى مجلتها العلمية "اورينتل كالج ميجزين"(مجلة الكلية الشرقية) وأصدرت العدد الخاص على الأستاذ عبدالقيوم تحية لجهوده المشكورة وطبع هذا تحت جلد ٦٤ العدد ٢،١ الرقم المسلسل ٢٥٢،٢٥١ سنة ١٩٩٠م.

دارالمعارف

كان الأستاذ عبد القيوم رجلا عالما، عاملا و ماهرا فى مختلف العلوم والفنون من التاريخ، واللغة، والسيرة، والفقه، والحديث، والتفسيروغيره من العلوم الإسلامية، وجعله صحبة كبار العلماء، والأصدقاء الصديقين مرجع العلوم والفنون، واكتسب منه معاصروه، وكبار علماء زمانه غير التلامذة.

وكان غاية حياته الوحيدة ترويج نور العلم عمومًا، ونشرالعلوم الإسلامية فى الدنيا خصوصا، فصنف بضعا وعشرين كتبا، وكتب خمسة وعشرون ألف صفحة لدائرة المعارف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الإسلامية الأردية تحت إشرافه، فحقق تلك الصفحات كلها وعلق عليهن.

فرتب ثلاث خطط لمشاريع العلمية، وكان يعزم تنفيذهن بنفسه، لكن ما وفى به الحياة، فرحل إلى جوار رحمة اللّٰه تعالى، إنا لله وإنا إليه راجعون.

وبيان هؤلاء الخطط الثلاثة فيما يلي:

۱۔ موسوعة سيرة النبي ﷺ

۲۔ مختصر سيرة النبي ﷺ

۳۔ تاريخ العلوم الإسلامية

والآن قام ابنه الرشيد، ميجر(Major) زبير قيوم بت، بتنفيذ هؤلاء الخطط الثلاثة لوالده الكريم، وأسس المعهد باسم دارالمعارف في الجامع المبارك، الجمعية أهل الحديث، بمتصل الكلية الإسلامية، بريلوے رود بلاهور.

فأسس بنيان هذا المعهد، الحافظ العلامة الأستاذ ساجد مير، رئيس جمعية أهل الحديث المركزية باكستان، بتاريخ أربعة وعشرون ديسمبر سنة ۲۰۰۹ء، وهذا المعهد مشتمل على قسمين:

۱۔ السيرة النبوية.

۲۔ تاريخ العلوم الإسلامية.

فتمّ العمل لموسوعة السيرة النبوية من مولد رسول الله ﷺ إلى وفاته الحمد للّٰه، وستنشر هذه في عام ۲۰۲۲ء ان شاء اللّٰه، وتمّ أكثر من ألفي صفحة لتاريخ العلوم الإسلامية، والعمل مستمر عليها، وغايتنا أن يساوى مستوى عملنا، مستوى دائرة المعارف الإسلامية الأردية.

والمعهد متطور تحت رئاسة الأستاذ محمد يحيىٰ جلال بورى، وتحت إشراف الدكتور محمد حماد لكهوى خطيب الجامع المبارك أيضا، ياتى الناس بعدد ضخم لسماع خُطَبه ودروسه في رمضان المبارك من كل أطراف لاهور، وخُطَبُهُ موجودة على الانترنيت، يستفيدون بها آلاف من الناس.

" محكم دلائل سے مزين متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ "

www.KitaboSunnat.com



و فی المعهد مكتبة ضخمة، واسمها مكتبة الأستاذ عبد القيوم، ويوجد فيها آلاف من الكتب، وهذه المكتبة من أكبر مكتبات إسلامية وعربية بلاهور.

تقبل اللّٰه خدمات ميجر(Major) زبير قيوم بت وجهوده العالية، ويزيد فى حسنات والده الكريم الأستاذ عبد القيوم، ويتم برحمته الواسعة مشاريعه العلمية، ويعم نفع هذا الكتاب، آمين!

كتبها بالأردية
الحافظ محمد أسلم

ونقلها إلى العربية
الحافظ محمد مصطفى الراسخ

العضوان السابقان لدار المعارف بلاهور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ سوم

# پروفیسر عبدالقیوم کی چند اہم تحریریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم

# اقبال کا تصورِ ختمِ نبوت*

اقبال کے نزدیک وحی ایک ایسا خاصۂ حیات ہے جو نہ صرف انسان سے مخصوص ہے بلکہ حیوانات اور نباتات میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ اس خاصے ہی کی کارفرمائی ہے کہ پودا زمین کی پنہائیوں میں سے آزادانہ سر نکالتا ہے، حیوان میں ایک نئے ماحول کے مطابق کوئی نیا عضونشو و نما پاتا ہے، اور انسان خود اپنی ذات اور وجود میں زندگی کی گہرائیوں سے نور اور روشنی حاصل کرتا ہے۔[1] اس نظریے کی جیسا کہ وہ خود بھی کہتے ہیں، قرآنِ حکیم سے بجا طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ طٰہ میں ہے کہ ''ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی فطرت بخشی اور اسے ہدایت دی۔'' (۲۰:۵۰) سورۃ النحل میں ہے کہ ''تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو وحی کر دی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور چھتریوں میں، جو لوگ بناتے ہیں، گھر بناؤ۔'' (۱۶:۶۸) اس طرح وحی ایک ایسا شعورِ حیات ہے، جس کی روشنی میں ہر ذی حیات سرگرم عمل ہے۔ یہ شعور اس کی جبلت اور طینت میں خمیر کر دیا گیا ہے۔ اس کی بدولت اسے علم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، وہ مقاصد کیا ہیں، جن کے حصول کے لیے اسے جدوجہد کرنا ہے اور وہ وسائل و ذرائع کیا ہیں جن کے استعمال سے ان مقاصد کا حصول ممکن ہے۔ حشرات الارض اور حیوانات کے افعال ان کی جبلتوں کے تابع ہوتے ہیں، جن کے بارے میں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شعور سے خالی ہوتے ہیں، لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ ان افعال کے سائنسی مطالعے کے بعد ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جبلی افعال میں بھی شعور کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کسی جبلی فعل کے تصور کے بعد یہ فعل بذاتِ خود اتنی جلدی واقع ہو جاتا ہے کہ تصورِ فعل اور فعل کے درمیان کوئی وقفہ نہیں رہتا۔ شعور کا انحصار اس وقفے پر ہے جو تصور اور فعل کے درمیان ہوتا ہے۔ جبلی کردار خواہ کتنا ہی لاشعور کیوں نہ ہو، وقوفی عنصر کا حامل ہوتا ہے۔ جو وقوف جبلی افعال سے وابستہ ہوتا ہے، وہ شعور باطن میں منعکس

* ماخوذ از ''اقبالیات کے سو سال''، منتخب مضامین (۱۹۰۱ء۔۲۰۰۰ء)، مرتبین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت، اکادمی ادبیات اسلام آباد، پاکستان، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔ طبع دوم، ۲۰۰۷ء، ص: ۴۵۳۔۴۶۹۔ یہ مضمون مجلہ اقبالیات لاہور میں ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔

1. تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہونے کے بجائے خارجی حرکات میں ظاہر ہوتا ہے۔ جبلت سے وابستہ شعور مضمن ہوتا ہے نہ کہ واضح۔ اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حیوانات کے جبلی افعال کا ارتکاب جس صحت اور نظم سے ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ حیوان اپنے جبلی افعال کا ارتکاب ایسے کرتا ہے، جیسے اس ارتکاب کے دوران تمام حرکات وسکنات اور ان کے نتائج کا شعور اس کو اس طرح ہو جیسا کہ انسان کو اپنے شعوری افعال کی منصوبہ بندی اور ان کے واقعی ارتکاب کے وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کا وہ شعور جس کی بدولت وہ اپنی زندگی کا نصب العین متعین کرتا ہے اور اس کے حصول کے لیے کوئی واضح لائحہ عمل تجویز کرتا ہے، اگرچہ تعقل واستدلال سے یا تجربے سے حاصل ہوسکتا ہے، لیکن جب ایسے شعور کی کیفیت وجدانی ہو تو وہ حیوانات کے شعور سے، نوعیت کے لحاظ سے، مختلف نہیں ہوتا۔ یہ خفی شعور جو حیوانات میں ان کے افعال کے ساتھ غیر واضح شکل میں وابستہ ہوتا ہے اور وہ شعور جو انسان کو وجدان کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اقبال کی نظر میں وحی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے وجدانی شعور کے سرچشمے کی نوعیت کیا ہے۔ اس سوال کا ایک سیدھا سادہ جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح حیوان میں اس کا شعور اس کی جبلت کا ایک حصہ ہے، اسی طرح انسان کا وجدانی شعور اس کی جبلت اور فطرت کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یہ جواب اسی مسلمہ نظریے کی نقیض ہے کہ وحی انسان کو خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں علم بالوحی کا ماخذ خارجی ہے۔ یعنی نہ تو یہ اس کی جبلت میں ودیعت ہے اور نہ اس کا خود پیدا کردہ ہے۔ اس کا منبع کوئی مافوق الفطرت ذات ہے۔ اس تضاد کو اس امر سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اقبال نبوت کی تعریف کرتے ہیں کہ:

> ”یہ شعور ولایت کی وہ شکل ہے جس میں واردات اتحاد اپنے حدود سے تجاوز کر جاتی ہے اور ان قوتوں کی پھر رہنمائی یا از سر نو تشکیل کے وسائل ڈھونڈتی ہے جو حیات اجتماعیہ کی صورت گر ہیں۔ گویا انبیاء کی ذات میں زندگی کا متناہی مرکز اپنے لامتناہی اعماق میں ڈوب جاتا ہے تو اس لیے کہ پھر ایک تازہ قوت اور زور سے ابھر سکے۔“[1]

ظاہر ہے کہ یہاں اقبال علم بالوحی کا منبع انسان کی اپنی ذات کو سمجھتے ہیں نہ کہ کسی خارجی ذات کو۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ Infinite (لامتناہی) کے لفظ کو بڑی I سے نہیں لکھتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو کہا جا سکتا تھا کہ اس لامتناہی سے ان کی مراد کوئی خارجی قوت یا خدا تھی۔ اقبال اس تضاد کو یہ کہہ کر رفع کر سکتے ہیں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کائنات فطرت کی ہر شے وحی سے متصف ہے اور انسانی اور حیوانی مخلوق اس فطرت کا ایک حصہ ہے جو خدا کی بنائی ہوئی ہے، تو حیوان کا جبلی شعور اور انسان کا وجدانی شعور دونوں خدا کی

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۰

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بنائی ہوئی فطرت کا تقاضا ہونے کے باعث خدا کے عطا کردہ ہیں۔ اس طرح ہم جائز طور پر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے ضمن میں علم بالوحی کا مبدأ خدا ہے۔ اس پر معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ جس طرح ہم اس شعور کو جسے اقبال وحی کہتے ہیں، حیوانات کے ضمن میں، خدا کا نام بیچ میں لائے بغیر، فطرتی اصطلاح میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح کیا یہ زیادہ مناسب نہ ہوگا کہ علم بالوحی کی خدا کی بنائی ہوئی فطرت کے اعتبار سے، خدا سے منسوب کرنے اور اسے خدا کی طرف سے نازل سمجھنے کے بجائے، ہم یہ کہیں کہ انسان کا علم بالوحی بھی اس کی فطرت کا حصہ ہے۔ البتہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے، وہ شاید وحی متلو، کے بارے میں نہ کہا جا سکے۔ اس کے علاوہ اگر ہم خدا کو عالمگیر وحی کا مبدا اس لیے گردانتے ہیں کہ حیوان کی جبلت اور انسان کا وجدان خدا کی بنائی ہوئی فطرت کے تقاضے ہیں تو کیا ہم اس طرح یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ انسان کی قوت تعقل اور استعداد مشاہدہ بھی خدا کے عطیے ہیں۔ اس لیے جس طرح وحی کا مبدأ خدا ہے، اسی طرح عقل و مشاہدہ سے حاصل کیا ہوا علم بھی خدا کا دیا ہوا ہے، اور دونوں، مصدر و منبع کے لحاظ سے ہم رتبہ ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ جوں جوں حیات مختلف ارتقائی مراحل طے کرتی ہے، وحی کی ماہیت و نوعیت بھی بدلتی جاتی ہے۔ اقبال نے جن معنوں میں لفظ وحی کو استعمال کیا ہے، اس کی رو سے یہ ایک خاصہ ہے جو نوع کے سب افراد میں پایا جاتا ہے، خواہ وہ نوع انسانی ہو یا حیوانی، جیسا کہ حیوانات میں جبلت (Instinct) نوع حیوانی کے ہر فرد میں ہے۔ جب انسانی زندگی جبلی حالت میں تھی تو یہ خاصہ بھی کم و بیش اسی طرح نوع انسانی کے ہر فرد میں موجود تھا۔ لیکن انسان نے جب ارتقائی منازل طے کیں اور اس کی زندگی جبلی حالت سے، جس میں بقول ہابز (Hobbes) یہ خود غرضانہ اور بہیمانہ خصوصیات سے متصف تھی، اس حالت میں آئی جہاں باہمی تعاون واشتراک، خود ایثاری و ہمدردی جیسے جذبات نے نشو و نما پائی اور ایک اجتماعی زندگی کا آغاز ہوا تو اس وقت وحی کی شکل مختلف ہوگئی۔ تب یہ وحی ہر فرد کو الگ الگ نہیں ملتی تھی بلکہ نوع انسانی کے چیدہ چیدہ افراد کو دی گئی، اور یہ ان افراد کا فریضہ تھا کہ وہ اسے اپنی نوع کے دوسرے افراد تک پہنچائیں۔ وحی کی یہ شکل انسان کی معاشرتی اور تمدنی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تھی یا یوں کہیے کہ جہاں تک خالص طبعی زندگی کا تعلق تھا، جو انسان اور حیوان میں مشترک ہے اور جو جبلت کے تابع ہے، یعنی کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور جنسی خواہش، اس زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جیسے شعور کی ضرورت تھی، وہ تو نوع کے ہر فرد کو ارزانی کیا گیا، لیکن وہ علم جس کی روشنی میں حیاتِ اجتماعیہ متشکل اور منظم ہوتی تھی، وہ ہر فرد کے بس کی بات نہ تھی، وہ صرف ان چند افراد کا مقدر تھا جو باقی افراد کی نسبت کہیں زیادہ ذہن رسا کے مالک، بلند بیں اور حساس ہونے اور کہیں زیادہ پختہ عزم اور اعلیٰ استعدادِ عمل رکھنے کے باعث نہ صرف ان قوانین و ہدایات اور ضوابط و قواعد سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



باخبر تھے، جن پر عمل کر کے افراد نہ صرف اجتماعی بقائے دوام اور تحفظ و امن اور انفرادی فلاح و بہبود اور سربلندی و کامرانی حاصل کر سکتے تھے، بلکہ وہ خود ان پر عمل کرنے اور دوسرے افراد کو اپنے دائرۂ عمل میں داخل کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ یہ تمام علم ان کو باطنی واردات پر مبنی وجدانات کی صورت میں ملتا تھا۔ اس باطنی مشاہدے میں انھیں یہ یقین محکم بھی ملتا تھا کہ ان کا یہ علم خود اکتسابی نہیں بلکہ یہ انھیں ذاتِ مطلق کے فیضان سے ملا ہے۔ یہ چیدہ چیدہ افراد انبیاء کہلائے، اور وحی جو خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے، انھی اشخاص سے مخصوص ہے۔ اس وحی کی ضرورت، اقبال کہتے ہیں، بنی نوع انسان کے عالم صغر سنی میں تھی۔ ارتقائی منازل طے کرنے کے لیے ضروری تھا کہ نبی کا حکم ہو اور اس کی اطاعت ہو۔ افراد خود کسی چیز پر حکم نہیں لگاتے تھے، نہ ان کے سامنے یہ سوال تھا کہ ان کی پسند کیا ہے اور ناپسند کیا ہے۔ انھیں یہ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے لیے کیا راہِ عمل اختیار کریں۔ یہ سب باتیں پہلے ہی سے طے شدہ تھیں، یہ نہیں کہ انھیں اس بارے میں اپنی فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے۔ دوسرے الفاظ میں اوامر و نواہی کا ایک طے شدہ ضابطہ سامنے تھا جس کو نافذ کرنے کے لیے نبی کا حکم اور اس نبی کو ماننے والوں کی اس حکم کی بلاچون و چرا اطاعت تھی۔ ان اوامر و نواہی کی حکمت و اہمیت اور ان کی صحت و عدم صحت کے بارے میں کوئی بحث و تمحیص نہ تھی۔ اسی بنا پر شعور نبوت کو اقبال کفایت فکر و انتخاب سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے ہر فرد کو اوامر و نواہی کے بارے میں نہ کچھ سوچنے کی ضرورت تھی اور نہ کچھ فیصلہ کرنے کی۔ یہ کام نبی کو کرنا تھا، افراد کا کام صرف اطاعت تھا۔

انسان جب ان ابتدائی مراحل سے گزر کر آگے بڑھا اور اس کی تنقیدی فکر نشو و نما پانے لگی اور اس میں وہ شعور پیدا ہونے لگا جو اس کی عقل استقرائی کا مرہونِ منت ہے، اور جو صرف چند خاص افراد کو عنایت نہیں ہوا تھا بلکہ ہر شخص کی دسترس میں تھا اور انسانی زندگی ارتقا کی اس سطح پر پہنچ گئی، جہاں اب کفایت فکر و انتخاب کی اتنی ضرورت نہ تھی جتنی اوائل میں تھی، جبکہ افراد پر ایما اور اشارے کا غلبہ تھا، تو پھر زندگی کا مفاد اسی میں تھا کہ ارتقائے انسانی کے اولین مراحل میں نفسی توانائی کا اظہار جن ماورائے عقل طریقوں یعنی (وحی و الہام) سے ہوا، ان کا ظہور اور نشو و نما رک جائے۔[1] یعنی سلسلۂ نبوت بند ہو جائے۔ چنانچہ اسلام میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ چونکہ وحی جو پیغمبرِ اسلام ﷺ پر نازل ہوئی، مکمل تھی۔ اس لیے مزید کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ وہ خاتم الانبیاء اور نبی آخر الزماں تھے۔ اس عقیدے کی حکمت بیان کرتے ہوئے، اقبال کہتے ہیں کہ ''آپ ﷺ کی بدولت زندگی پر علم و حکمت کے وہ نئے سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آیندہ رخ کے عین مطابق تھے۔'' یہی وجہ ہے کہ اقبال کی نظر میں عقل استقرائی کا ظہور اسلام کے ظہور کے ساتھ ہوا۔ پھر اس

---

1. تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مرکزی نقطے کو بیان کرتے ہیں کہ اسلام میں نبوت اپنے ہی خاتمے کی ضرورت کو جان لینے میں اپنے معراج کو پہنچی ہے۔[۱] جس کا یہ مطلب ہوا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ ضروری ہے کہ انسان پوری خود شعوری کو حاصل کرنے کے لیے اپنے وسائل سے کام لے۔[۲] اقبال کے خیال میں اسلام کا دینی پیشوائی کا تسلیم نہ کرنا، قرآن حکیم کا عقل اور تجربے پر بار بار زور دینا، اور کائنات، فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرانا، یہ سب تصور خاتمیت کے مختلف پہلو ہیں۔[۳] آگے چل کر اقبال کہتے ہیں کہ ختم نبوت کا مطلب باطنی واردات کا خاتمہ نہیں۔ تصورِ خاتمیت کی اہمیت یہ ہے کہ اس یقین کو فروغ دے کر کہ انسانی تاریخ میں ہر اس شخصی اختیار کا خاتمہ ہو گیا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا سرچشمہ مافوق الفطرت ہے، باطنی واردات کی طرف آزادانہ تنقیدی رویہ پیدا کرتا ہے۔[۴]

اسلامی کلمے کے جزوِ اوّل نے قوائے فطرت کو الوہیت کا رنگ دینے سے باز رکھ کر انسان کے اندر مظاہر فطرت کا تنقیدی مشاہدہ کرنے کی روح کو نہ صرف جنم دیا بلکہ اس کو ترقی بھی دی۔[۵] اور کائنات فطرت کا مطالعہ خاص سائنسی انداز میں ہونے لگا۔ اقبال کی نظر میں عقیدۂ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ "اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق کسی مافوق الفطرت سرچشمے سے ہے، لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔"[۶] اقبال نے ختمِ نبوت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے، ان سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے کہ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اب، جبکہ انسانی زندگی ارتقا کی اس سطح پر پہنچ چکی ہے جہاں انسان اپنی عقل اور مشاہدے سے حاصل شدہ علم اور شعور کی روشنی میں اپنی زندگی کا نصب العین متعین کر سکتا ہے اور اس کے حصول کے لیے اپنی ہی عقل اور مشاہدے کو بروئے کار لا کر رہنما اصول بھی وضع کر سکتا ہے، اب اسے اپنے سے بیرون کسی مافوق الفطرت ہستی کا دست نگر نہیں ہونا پڑے گا۔ اب اسے ایسا علم قبول کرنے اور اس علم کے دیے ضابطوں اور قاعدوں سے عمل کرنے کی ضرورت نہیں جس کا سرچشمہ مافوق الفطرت ہو۔ دوسرے الفاظ میں اب انسانی زندگی کی ہدایت کے لیے وحی کی جگہ انسانی عقل و مشاہدے نے لے لی ہے۔

---

۱ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۳

۲ حوالہ مذکور، ص: ۱۹۳

۳ حوالہ مذکور، ص: ۱۹۴

۴ حوالہ مذکور، ص: ۱۹۵

۵ حوالہ مذکور، ص: ۱۹۵

۶ حوالہ مذکور، ص: ۱۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اقبال اور عام مسلمان کے اس عقیدے سے صرف نظر کر کے کہ مسلمانوں کی زندگی جز قرآن کچھ نہیں، خالی الذہب ہو کر اقبال کے تصورِ ختم نبوت کا جیسا کہ انھوں نے اسے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں بیان کیا ہے، مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اقبال کے خیال میں ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ عہد جدید میں انسان کی ہدایت کے لیے وحی کی جگہ اس کی عقل نے لے لی ہے تو وہ شخص ایسا کرنے کا مجاز ہوگا۔ جب اقبال یہ کہتے ہیں کہ زندگی کو یہ انکشاف کہ اس کے نئے رخ کے لیے وحی سے مختلف دوسرے ذرائع علم موزوں ہیں، رسول اکرم ﷺ کی بدولت ہوا، اور یہ کہ اسلام کا ظہور عقل استقرائی کا ظہور ہے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ اب زندگی کے تقاضے نئے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں کہ ان کو پورا کرنے کے لیے جس علم کی ضرورت ہے، وہ وحی کا علم نہیں، بلکہ انسان کی عقل استقرائی سے حاصل کیا ہوا علم ہے۔ اقبال کا نظریۂ حقیقت یہ ہے کہ ''حقیقت مطلقہ ایک بابصر اور خلاق مشیت ہے۔''[1] حقیقت کا اظہار مسلسل خلاقی میں ہوتا ہے۔ اس کائنات میں حرکت اور روانی ہے۔ زندگی جوں جوں آگے بڑھتی ہے، نئے روپ اور نئے رخ اختیار کرتی جاتی ہے اور اس کی ضروریات اور تقاضے بھی نئے ہوتے جاتے ہیں، جن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وسائل و ذرائع بھی نئے ہوں گے۔ اور اگر جیسا کہ اقبال خود کہتے ہیں، ''وحی کی ماہیت اور نوعیت بھی، جوں جوں زندگی ارتقا اور نشو و نما حاصل کرتی ہے، بدلتی رہتی ہے۔'' تو اگر زندگی کے ارتقا کے کسی مرحلے پر کفایت فکر اور انتخاب کی ضرورت تھی تو زندگی جب دورِ جدید میں داخل ہوتی ہے، یہ ایک ایسی ہیئت اختیار کرتی ہے کہ اس کو ارتقائی منازل کامیابی سے طے کرنے کے لیے علم بالوحی کے بجائے سائنسی علم درکار ہو گا۔ اگر انسان کے عالم صغرسنی میں اس کے لیے وحی کا علم موزوں تھا تو اس کے سنِ بلوغ میں اس کے لیے سائنسی علم مناسب ہوگا۔ اور پھر جب وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی نہیں بسر کرسکتا اور اب حصول علم کے لیے اپنے ہی وسائل سے کام لینا ہوگا تو اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ حصول علم کے لیے انسان کو اپنی ذات کے سوا کسی اور ذات کا محتاج نہیں ہونا۔ یعنی اب وہ وحی کا محتاج نہیں رہا۔ پھر اگر وحی کی روشنی میں زندگی گزارنی ہے تو اسلام نے بقول ان کے دینی پیشوائی کو کیوں نہیں تسلیم کیا، وحی کے تحفظ اور اس کی ترویج کا کام تو دینی پیشوا ہی کرتے ہیں۔ آخر میں جب اقبال یہ کہتے ہیں کہ ''اگر ہم نے ختمِ نبوت کو مان لیا تو عقیدتاً بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق الفطرت سرچشمے سے ہے، لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم ہے، تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب وحی جس کے علم کا تعلق بھی مافوق الفطرت سرچشمے سے ہے، مستحق اتباع نہیں رہی اور اس کی جگہ عقل نے لے لی ہے؟

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ظاہر ہے کہ اقبال نے ختمِ نبوت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے، ان کی مذکورہ بالا تعبیر جس کا لب لباب یہ ہے کہ دورِ جدید میں انسان کی ہدایت کے لیے وحی کی جگہ عقل نے لے لی ہے، ان کے لیے بالکل قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے خطبات تیار کر رہے تھے تو انھیں اس بات کا قطعاً اندازہ نہیں ہوگا کہ ان کے خیالات کی یہ تعبیر بھی ہو سکے گی۔ سات سال کے بعد ۱۹۳۵ء میں جب لاہور کے ایک ہفت روزہ ''لائٹ'' کے مدیر نے یہ لکھا کہ اقبال عقل کو نبوت پر ترجیح دیتے ہیں تو ان کا اس ضمن میں ایک وضاحتی بیان ''طلوع اسلام'' میں شائع ہوا، جس میں انھوں نے واضح الفاظ میں اس تعبیر کی تردید کی، چنانچہ اس بیان میں وہ کہتے ہیں کہ ''لیڈنگ سٹرنگس (Strings) سے مراد لیڈنگ سٹرنگس آف ریلیجن (Leading Strings of Religion) نہیں بلکہ لیڈنگ سٹرنگس آف فیوچر پرافٹس آف اسلام (Leading Strings of Future Prophets of Islam) ہے۔ یا یوں کہیے کہ ایک کامل الہام و وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام اور وحی کی غلامی حرام ہے۔ بڑا اچھا سودا ہے کہ ایک غلام کی غلامی سے باقی سب غلامیوں سے نجات ہو جائے۔ اور لطف یہ ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں، یعنی فطرت صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرتِ صحیحہ کا انھیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوئے ہیں، اس واسطے عین دین فطرت ہیں، ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عائد کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہیں۔[1]

آگے چل کر وہ کہتے ہیں کہ ''میرے عقیدے کی رو سے بعد وحی محمدیؐ کے الہام کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ سلسلہ تو الہام کا جاری ہے، مگر الہام کے بعد وحی محمدیؐ ایک پرائیویٹ Fact ہے۔ اس کا کوئی سوشل مفہوم یا وقعت نہیں۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ نبوت کی دوسری حیثیت ایک Socio-Political Institution کی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بعد وحی محمدیؐ کسی کا الہام یا وحی اسے Institution کی بنا قرار نہیں دے سکتا۔[2] مناسب ہوگا کہ اس توضیحی بیان پر کچھ تبصرہ کر دیا جائے۔ Leading Strings کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے ان کی مراد Leading Strings of Religion نہیں بلکہ Leading Strings of Future Prophets of Islam ہے۔ اس وضاحت کے بعد پورا جملہ یہ ہوگا:

[1] اقبال اور قادیانی، مرتبہ: نعیم آسی، ص:۸۵

[2] اقبال اور قادیانی، مرتبہ: نعیم آسی، ص:۸۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Life can not for ever be kept in leading strings, not of religion, but of the future Prophets of Islam.

میرے خیال میں اس جملے کے کوئی مربوط معنی نہیں نکلتے۔ ہم کسی ایسی چیز کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بطور سہارا کام نہیں دے گی جو زمانہ حال میں بطور سہارا کام دے رہی ہے، لیکن کسی مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والی شے کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بطور سہارا کام نہیں دے گی۔ علاوہ ازیں Future Prophets of Islam کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں مسلمانوں میں تو کوئی شخص نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا، دوسری غیر مسلم اقوام میں نبوت کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ الہام کا سلسلہ جاری رہے گا لیکن یہ الہام Socio-Political Institution کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ لیکن ساتویں خطبے میں وہ مذہب کے تین ادوار، ایمان، فکر اور معرفت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیسرے دور میں انسان کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ حقیقتِ مطلقہ سے براہ راست اتحاد و اتصال قائم کرے، اس کی یہ آرزو تب پوری ہوتی ہے جب وہ باطنی تجربے کے مختلف مراحل طے کر کے اس آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ کچھ دیکھے، بلکہ یہ کہ وہ کچھ بن جائے۔ ''اس کا آخری عمل فکر کا عمل نہیں، وہ ایک حیاتی عمل ہے جو اس میں گہرائی اور پختگی پیدا کرتا ہے اور اس کے ارادوں کو تقویت دیتے ہوئے ایک شانِ خلاقی کے ساتھ اس تیقن کا باعث ہوتا ہے کہ دنیا محض دیکھنے یا افکار و تصورات کی شکل میں سمجھنے کی چیز نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ہے جس کو مسلسل عمل سے بنایا جاتا ہے، اور بار بار بنایا جاتا ہے۔''[1]

اس باطنی تجربے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے ایسا انسان ابھرتا ہے جو تعمیر و ترقیٔ حیات کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال اس باطنی تجربے کو Mysticism کہنے سے گریز کرتے ہیں جس سے مراد وہ ذہنی روش ہے جس سے زندگی کی نفی اور چشم پوشی ہوتی ہے، اور جو ہمارے دور میں استخباری رجحان کے خلاف ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان کے ارادے کو پختہ کرنے اور اس میں استعدادِ عمل پیدا کرنے میں حقیقتِ مطلقہ یعنی خدا کو کوئی دخل ہے کہ نہیں جس کے ساتھ وہ اتحاد و اتصال قائم کرتا ہے۔ اور پھر دنیا کو بنانے، اور بار بار بنانے کے لیے اسے ہدایت اور رہنما اصول کہاں سے ملتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا مصدر و منبع بھی اس اتحاد و اتصال کے باعث خدا ہو گا۔ مزید برآں دنیا کو بنانے، اور بار بار بنانے کی ٹھوس شکل یہ نہیں کہ Socio-Political Institution قائم کیا جائے اور اسے مسلسل جدوجہد سے ترقی و فروغ دیا جائے۔ یہ باطنی تجربہ اس طرح سوشل مفہوم اختیار کر جاتا ہے۔ جس الہام کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ

---

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۳۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جاری رہے گا، اس کی نوعیت کیا وہی نہیں جو ان صوفیانہ واردات کی ہے جن کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد جاری رہیں گی، اور جن پر آزادانہ تنقید سے علم کے نئے نئے راستے کھلتے ہیں۔ یہ علم معاشرتی علم بھی ہو سکتا ہے جو Social اہمیت کا حامل ہے۔ ایک طرف الہام کا کوئی سوشل مفہوم نہیں، اور دوسری طرف باطنی واردات ہیں جن کا سوشل مفہوم ہے، اور پھر تیسرے، باطنی تجربہ ہے۔ میرے خیال میں یہ تینوں صوفیانہ واردات ہیں، اور ان تینوں کی نوعیت ایک ہے۔ اور ساتویں خطبے میں جس باطنی تجربے کا ذکر کرتے ہیں اور جس کی تشریح اوپر کی گئی ہے، شعورِ نبوت سے بہت مماثلت رکھتا ہے۔ اس مماثلت کو اقبال کے اس نظریے سے تقویت ملتی ہے کہ واردات باطن باعتبار نوعیت انبیاء کے احوال وحوادث سے مختلف نہیں۔

اقبال نے جو توضیحات ختم نبوت کے اپنے تصور کے صحیح مفہوم کو متعارف کرانے کے لیے کی ہیں، اگر ہم ان کو سامنے رکھیں اور ساتھ ہی ان تصریحات پر نظر ڈالیں جو انھوں نے نظریہ ختم نبوت کی حکمت اور اس کی ثقافتی اہمیت ذہن نشین کرانے کے لیے پیش کی ہیں تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ وحی محمدیؐ کے بعد کسی اور وحی و الہام کی نفی تو وہ کمال فلسفیانہ استدلال سے کرتے ہیں، اور ایک کھلا ذہن اسے قبول کرنے پر مجبور ہوگا، لیکن جہاں تک اس دعوے کا تعلق ہے کہ وحی محمدیؐ نہ صرف رسول اکرم ﷺ کے عہد میں انسانوں کے لیے حجت تھی، بلکہ بعد میں بھی ہمیشہ کے لیے، حجت رہے گی خواہ انسانی عقل کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے، وہ اس دعوے کے حق میں کوئی ٹھوس اور منطقی دلائل پیش نہیں کر سکے۔ اس ضمن میں محض اِدعا ہے۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ جو قانون رسول اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے ملا، مکمل اور ابدی ہے، لیکن کیسے اور کیوں مکمل اور ابدی ہے، وہ اس پر قطعاً بحث نہیں کرتے۔ وہ یہ تو کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے احکام دین فطرت ہیں، کیونکہ فطرت صحیحہ کا انھیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے عین دین فطرت ہیں، لیکن وہ ان سوالات کو زیر بحث نہیں لاتے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے کیسے پیدا ہوئے ہیں، دینِ فطرت سے کیا مراد ہے، فطرتِ صحیحہ کا کیا مفہوم ہے، فطرت صحیحہ انھیں کیسے اور کیوں قبول کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی عقل استقرائی کا ظہور، رسول اکرم ﷺ کی بدولت زندگی پر وحی کے علاوہ انسانی علم کے دوسرے سرچشموں کا انکشاف، اور پھر اس شخصی اختیار کا خاتمہ جس کا دعویٰ یہ ہو کہ اس کا سرچشمہ مافوق الفطرت ہے، ان سب کے ہوتے ہوئے وحی محمدیؐ کو ماننے اور اس سے حاصل کی ہوئی ہدایت پر عمل کرنے کا کیا جواز ہے۔ میرے خیال میں اگرچہ اقبال کے نظریۂ ختم نبوت کی مذکورہ بالا تعبیر جائز ہے، لیکن اگر اس کی کوئی دوسری ایسی تعبیر ہو سکے جو اقبال کے اور عام مسلمان کے اس عقیدے سے نہ ٹکرائے کہ ان کی زندگی کو وحی محمدیؐ سے ہدایت پانی ہے تو صرف مذکورہ بالا تعبیر پر زور دینا اور کسی دوسری تعبیر کے لیے سعی نہ کرنا نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صرف اقبال کے ساتھ بڑی ناانصافی ہو گی بلکہ ایک بڑی ذہنی بددیانتی ہو گی۔

اب میں ایک دوسری تعبیر پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو مذکورہ بالا سوالات کے جواب دینے کی سعی پر مشتمل ہو گی۔ لیکن قبل اس کے کہ میں یہ سعی کروں، ایک اور وضاحت کا، جو اقبال نے ختمِ نبوت کے مسئلے کے ضمن میں کی ہے، ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اقبال کہتے ہیں کہ ''نبوت کے دو اجزاء ہیں: (۱) خاص حالات اور واردات، (۲) ایک معاشرتی سیاسی ادارہ Socio-Political Institution قائم کرنے کا عمل یا اس کا قیام۔ یہ دونوں اجزا ہوں تو نبوت ہے۔ ختمِ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزائے نبوت موجود ہیں، یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔''[1]

یہاں خاص حالات اور واردات سے مراد وہ باطنی واردات ہیں، جن کے ذریعے وہ علم حاصل ہوتا ہے جسے وحی کا علم کہتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو وحی کا جو علم ملا، وہ قرآن حکیم ہے۔ معاشرتی سیاسی ادارے کے قیام سے مراد وہ نظام ہے جو رسول اکرم ﷺ خود تھے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ نبوت کے جن اجزا کا اقبال نے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں: (۱) علمی جزو، (۲) عملی جزو۔ علمی جزو کو جیسا کہ اقبال خود کہتے ہیں، ہم ولایت کا نام دے سکتے ہیں، اور عملی جزو کو قیامِ خلافت کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسے وحی ہوتی ہے، اور یہ سعی کرے کہ لوگ اس کی وحی کو صادق مان کر اس کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو جائیں تو ایسا شخص کاذب ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس علم پر جو اسے قرآن سے ملا ہے، عمل کر کے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرا کر ایک معاشرتی سیاسی ادارہ منظم کرتا ہے یا دوسرے الفاظ میں خلافت قائم کرتا ہے تو ایسا شخص کیونکر کاذب ہو سکتا ہے؟ اس طرح رسول اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہوں گے کہ جہاں تک ان کی ولایت کا تعلق ہے، یعنی وحی کے اس علم کا جو قرآن میں موجود ہے، وہ تو مکمل ہو گئی، اور اب ایسی ولایت کے ظہور کا کوئی امکان ہے نہ جواز، لیکن جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی قائم کردہ خلافت کا تعلق ہے، تو یہ قیامِ خلافت خود ایک ایسا مقصد ہے جو نہ صرف رسول اکرم ﷺ کی حیات میں ان کے اور ان کے پیرووں کے پیش نظر تھا اور جس کے حصول کے لیے وہ کوشاں رہے، بلکہ جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ہمیشہ کے لیے ہر اس شخص کے پیش نظر رہے گا جس نے یہ مان لیا کہ یہ خلافت اس علم کو جو قرآن میں موجود ہے، قبول کرنے اور اس علم کو عمل میں متشکل کرنے سے قائم ہو سکتی ہے یا یوں کہیے کہ بابِ نبوت تو بند ہو گیا لیکن بابِ خلافت ہمیشہ کھلا رہے گا۔ میں اس بات کی ذرا مزید وضاحت کر دوں۔ رسول اکرم ﷺ کی

[1] اقبال اور قادیانی، مرتبہ: نعیم آسی، ص: ۸۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبوت کے ضمن میں ان کی دوگونہ حیثیت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ ایک طرف تو پیغمبرِ خدا تھے، یعنی وہ خدا سے ایک قانون لائے جس پر چل کر ان کے پیروؤں نے ایک نظام، ایک جماعت، ایک خلافت قائم کی، تو دوسری طرف وہ ان لوگوں کے، جنھوں نے اس قانونِ خدا کو تسلیم کر لیا تھا اور اس پر سرگرم عمل تھے، زندہ امیر تھے اور ان سے قانونِ خدا پر عمل کراتے تھے۔ ان کی یہ زندہ امیر کی حیثیت ان کے سربراہِ حکومت الٰہیہ ہونے کے باعث تھی۔ اطاعتِ رسول کا مطلب نہ صرف خدائی احکام کی تعمیل تھا، بلکہ رسول اکرم ﷺ کے سربراہِ حکومت اور سربراہِ مومنین ہونے کے باعث زندہ امیر کی حیثیت سے دیے ہوئے وقتی، زبانی، مصلحتی اور ہنگامی احکام کی تعمیل بھی تھا۔ اب جبکہ نبوت پر مہر لگ چکی ہے اور رسولوں کا زمانہ ختم ہو گیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب رسولوں کے بعد، نوعِ انسانی میں قیامِ جماعت کس طرح ہو، حکومتِ الٰہیہ کیسے قائم ہو، خلافت کا قیام کیسے ہو، معاشرتی سیاسی ادارہ جس کو اقبال نے جزوِ نبوت ٹھہرایا ہے، کس طرح عملاً اور واقعی قائم ہو۔ یہ سوال نہایت اہم ہے۔ قرآنِ حکیم میں آیا ہے:

> ''محمدؐ تو صرف ہمارا ایک پیغام لانے والے ہیں۔ ان سے پہلے کئی پیغام لانے والے گزر چکے۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم پھر الٹے پاؤں اپنی پہلی بدنظمی کی حالت میں لوٹ جاؤ گے؟'' (۱۴۴/۳)

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جو نظام دیا، جو جماعت منظم کی، اور جو خلافت قائم کی، اس کو قائم رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس سوال کا یہی جواب ہوگا کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ اپنے وقت میں اپنے پیروؤں کے زندہ امیر تھے، اسی طرح بعد میں بھی ایک زندہ امیر ہر وقت موجود ہو جس کی اطاعت اسی طرح ہو جس طرح رسول اکرم ﷺ کی، بحیثیت ایک امیر کے، ہوتی تھی۔ کیونکہ اس اطاعت کے بغیر نہ کوئی نظام واقعی پیدا ہو سکتا ہے، نہ کوئی جماعت منظم ہو سکتی ہے، نہ کوئی خلافت ہی قائم ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد مسلمانوں کا امیر خلیفۃ النبی کہلاتا ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کا جانشین ہوتا ہے۔ اسی طرح ختمِ نبوت کے معنی یہ ہوں گے کہ اب کوئی انسان خدا کی طرف سے وحی نہیں پا سکتا۔ اس لیے کہ انسان کو اپنی زندگی، انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح، گزارنے کے لیے جس علم کی ضرورت تھی، وہ قرآن میں محفوظ ہے۔ لیکن جہاں تک قیامِ خلافت یا اقبال کے الفاظ میں معاشرتی سیاسی ادارے کے قیام کا تعلق ہے، تو یہ کام ہمیشہ جاری رہے گا۔

اب میں اس تعبیر کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے اوپر اشارہ کیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ بہ اعتبار سرچشمہ وحی کے آپ ﷺ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے، لیکن بہ اعتبار اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روح کے آپ کا تعلق دنیائے جدید سے ہے۔[1] یہ جملہ میرے نزدیک بہت پُر معنی ہے۔ یہ ایسے مضمرات کا حامل ہے کہ ان کو کھول کر بیان کر دینے سے ختم نبوت کا ایک ایسا تصور سامنے آئے گا جس کو شاید آپ اقبال سے آگے کچھ فکری پیش قدمی کہہ سکیں۔ وحی محمدیؐ کی روح کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ اس کی قدر و قیمت کا فیصلہ یہ دیکھ کر بھی کر سکتے ہیں کہ اس کے زیر اثر کس قسم کے انسان پیدا ہوئے اور تہذیب و تمدن کی وہ کیا دنیا تھی جو اس روح کی بدولت ظہور میں آئی۔ اقبال کی نظر میں یہ اسی روح کا اثر تھا کہ مسلمانوں کو کائنات فطرت کا مشاہدہ کرنے اور اس پر غور و فکر کی ترغیب ہوئی۔ یہ قرآن کی تجزیّت پسندی تھی جس کے باعث مسلمانوں نے علومِ جدیدہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم ایک لحاظ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پیغام کی روح ایسی تھی کہ اس کی بدولت مسلمانوں نے عقل استقرائی کو استعمال کر کے علم و حکمت کے نئے سرچشموں کو منکشف کیا، لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وحی کی روح کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کا تعلق زمانۂ جدید سے ہے تو اس کا ایک اور مطلب بھی ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ کا پیغام خود ایک سائنسی پیغام ہے۔ یہی نہیں کہ اس کی بدولت اس کے ماننے والوں میں علومِ طبیعی کے حصول کا شوق پیدا ہوا بلکہ یہ وحی خود بھی ایک ایسا علم ہے جیسے دوسرے علوم۔ رسول اکرم ﷺ کے پیغام کا سائنسی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قوانین اور ان قوانین و احکام اور قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے جن کی نوعیت و ماہیت بھی ویسی ہی ہے جیسی ان قوانین کی جو کائنات فطرت سے متعلق ہیں، یعنی قرآن حکیم کے دیے ہوئے قوانینِ خداوندی ایسے ہی سائنسی ہیں جیسے قوانینِ فطرت یا یوں کہیے کہ وحی محمدیؐ کے دیے ہوئے قوانین کا تعلق بھی عالم فطرت سے ہے، جس کا انسانی حیات بھی ایک حصہ ہے، اور یہ قوانین بھی عالمِ فطرت کے قوانین کی طرح عالمگیر، لازمی اور ابدی ہیں۔

اسلام ایک سائنسی ضابطۂ حیات ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے پیغام کی سائنسی ماہیت کو واضح کرنے کے لیے قرآن حکیم کی اس آیت کا ذکر کرنا نہایت اہم ہے جس میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب ہے: ''دین (حق) کی طرف رُخ رکھو، اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی ہے سیدھا دین۔ لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کا بھی) علم نہیں رکھتے۔'' (۳۰:۳۰) اس آیت میں دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ دینِ اسلام اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس میں کوئی ردّ و بدل نہیں۔

۲۔ اللہ نے اسی فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے۔

---

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، ص: ۱۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دینِ اسلام کو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی یہ فطرت بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ خارجی کائناتِ فطرت، اور اس کو بھی اللہ ہی نے تخلیق کیا ہے۔ اس مماثلت کا مطلب یہ ہے کہ کائناتِ فطرت میں جاری وساری قوانین کی اور اسلام کے قوانین کی ماہیت اور نوعیت ایک جیسی ہے۔ قوانین فطرت کے اہم خصائص کا تعلق ٹھوس اور محسوس اشیاء سے ہے، ان واقعات اور حوادث سے ہے جو اس دنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ دوسرے، یہ قوانین فطرت عالمگیر، لازمی اور ابدی ہیں۔ اسی طرح دینی قوانین یا احکام کا تعلق بھی انسان کی اس زندگی سے ہے جو وہ اس ٹھوس اور محسوس دنیا میں گزارتا ہے۔ دینِ اسلام کو دینِ فطرت کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس دین کا اتباع کرنے والوں کی زندگیوں کے نصب العین کا تعلق اس دنیا سے ہے، اور اس نصب العین کا حصول بھی اسی دنیا میں ممکن ہے۔ یہ نصب العین زمینی ہے، فطری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن میں کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں پھرو اور دیکھو کہ ان قوموں کا کیا حشر ہوا جنھوں نے خدائی احکام کی نافرمانی کی، تو ان کا حشر یا عاقبت اسی دنیا میں تھی۔ دوسرے الفاظ میں نافرمان قوموں کو اپنی نافرمانیوں کا نتیجہ اسی دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے، اور ان کی عاقبت بھی اسی دنیا میں بنتی ہے۔ دوسرے، اسلامی قوانین بھی، قوانین فطرت کی طرح عالمگیر، لازمی اور ابدی ہیں۔ کائناتِ فطرت اور وہ خدا ساز فطرت جو دین اسلام ہے، ان دونوں میں مماثلت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ کائنات فطرت جسے قرآن حکیم نے ایک حقیقت قرار دیا ہے، اس پر غور وفکر کرنے سے بھی انسانی زندگی کی رہنمائی کے لیے قوانین اور ہدایات مل سکتی ہیں۔ اگر اقبال کے اس نظریے کو سامنے رکھا جائے کہ کائنات فطرت، ذاتِ الٰہیہ کی سیرت وکردار ہے تو اس سیرت وکردار کے مطالعے سے ان اصولوں اور ضابطوں کا پتہ چلے گا، جن پر ذاتِ الٰہیہ سرگرم عمل ہے۔ اگر دین اسلام کا اتباع یہ ہے کہ انسان اللہ کے دیے ہوئے قواعد وضوابط پر عمل کرے تو یہ قواعد وضوابط ان قوانین سے کیسے مختلف ہو سکتے ہیں جن کے تحت خدائی سیرت وکردار کا اظہار عالمِ فطرت کی شکل میں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ قوانین جن پر دینِ اسلام مشتمل ہے، اگر ایک طرف قرآن حکیم میں موجود ہیں تو دوسری طرف ان کا علم صحیفہ فطرت کے مطالعے سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس قرآنی آیت کی رو سے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے انسان میں اپنی روح پھونک دی، انسانی کردار کی روح وہی ہونی چاہیے جو اللہ کے کردار کی ہے۔

اب میں آیت کے اس حصے کی طرف آتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ جس فطرت کا اتباع لازمی ہے، وہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ کسی شے کی فطرت سے مراد وہ سب کچھ ہوتا ہے جس پر اس شے کے وجود کا انحصار ہے۔ اس طرح وہ فطرت جس پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے، ان قوانین یا قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جن کے تحت انسانی زندگی کا وجود قائم ہے۔ ایسی فطرت کا دین اسلام کے مترادف ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے معنی یہ ہوں گے کہ دین اسلام ان قوانین پر مشتمل ہے جن کے تحت ہی انسانی زندگی کو بقائے دوام مل سکتی ہے، جن کو نظر انداز کر کے ہی یا جن سے ہٹ کر ہی انسانی زندگی کو فنا اور موت ہے۔ انسان اس طرح پیدا کیا گیا ہے یا اس کی فطرت اس نوع کی ہے کہ اسے اپنی زندگی کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اور ارتقائی منازل کو کامیابی سے طے کرنے کے لیے ان قوانین پر لازماً عمل کرنا پڑے گا، جو اسلام نے پیش کیے ہیں۔ اس کائنات فطرت میں ہر شے جس کا چلن اور ڈھنگ قوانین فطرت کے تحت متعین کیا گیا ہے، اس وقت تک باقی یا زندہ ہے جب تک وہ ان قوانین کے تابع ہے۔ اگر قوانینِ فطرت ختم ہو جائیں یا کارفرما نہ رہیں تو لازم ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء نیست و نابود ہو جائیں کیونکہ ان کی ہستی اور وجود کا انحصار ان قوانین کے تابع رہنے ہی پر ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو انسان کی اس فطرت کی، جس پر اسے تخلیق کیا گیا ہے، دو سطحیں ہیں، ایک ادنیٰ اور دوسری اعلیٰ۔ ادنیٰ سطح وہ ہے جس پر انسان محض تحفظِ ذات اور افزائش نسل کی خاطر ان جبلی خواہشات کی تشفی کرتا ہے جو کھانے، پینے، سونے اور جنس سے متعلق ہیں۔ اس سطح کے افعال اس کی ادنیٰ فطرت میں داخل ہیں۔ یہ اس کے فطری تقاضے ہیں جن کو پورا کر کے وہ محض زندہ رہتا ہے اور نسل بڑھاتا ہے۔ یہ سطح انسان اور حیوان میں مشترک ہے۔ لیکن انسانی زندگی جبلی خواہشات کی ادنیٰ فطرت تک ہی محدود نہیں۔ فطرت کی ادنیٰ سطح سے آگے بڑھ کر، لیکن اسی فطرت کی اساس پر انسانی فطرت کی اعلیٰ سطح وضع ہوتی ہے جس میں تحفظِ ذات اور افزائش نسل کے ساتھ ساتھ اس کی حیات اجتماعیہ تشکیل پاتی ہے۔ ایسی حیات جو نہ صرف اجتماعی طور پر منظم و منضبط اور محفوظ و پرامن ہوتی ہے، بلکہ جو انفرادی طور پر فرد کی تکمیلِ ذات یا اقبال کے الفاظ میں اس کی خودی کے استحکام کی ضامن بھی ہوتی ہے۔ پس جس طرح انسانی فطرت کی ادنیٰ سطح اس کی جسمانی خواہشات کی تشفی پر مشتمل ہے، اسی طرح اس کی اعلیٰ سطح اس کی اجتماعی زندگی کو منظم و منضبط کرنے، اسے محفوظ اور پُرامن بنانے اور اسے قائم و دائم رکھنے پر مشتمل ہے۔ تو ایسے قوانین جن کے تحت انسان اپنی اجتماعی زندگی کو نہ صرف ممکن بناتا ہے، بلکہ اسے ترقی و فروغ دیتا ہے، قوانینِ اسلام ہیں۔ ان قوانین سے انسان کو کسی حالت میں بھی مفر نہیں، اسی طرح جیسے کھانے پینے وغیرہ سے، جن پر اس کی جسمانی زندگی کا انحصار ہے، اور جن کو نظر انداز کر کے وہ ہلاکت کا سامنا کرتا ہے، مفر نہیں۔ ان قوانین کے بغیر حیاتِ اجتماعیہ ممکن نہیں اور انھی قوانین کا اتباع اس کی اعلیٰ فطرت میں داخل ہے۔ انھی معنوں میں اسلام دین فطرت ہے اور اس کے قوانین کی نوعیت ویسی ہی سائنسی ہے جیسی خارجی کائنات فطرت کے قوانین کی۔

مذکورہ بالا تصریحات، جن سے میں نے اس امر کی وضاحت کی کوشش کی ہے کہ ہم کن معنوں میں دین اسلام کو دین فطرت اور اس کے قوانین کو قوانین فطرت کہہ سکتے ہیں، کی روشنی میں مجھے وہ نظریہ پیش کرنے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کوئی مشکل نہیں جس کی رو سے اسلام کے بعد نبوت ختم ہونے پر بھی وحی محمدیؐ کے اتباع کا جواز رہتا ہے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کے پیغام کی روح سائنسی ہے جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے، یعنی ہر پیغام ان قوانین پر مشتمل ہے جو اس طرح کے سائنسی قوانین ہیں جیسے کہ قوانین فطرت، تو اب اس پیغام کو اس لیے قبول کیا جائے گا، اور اس پر اس لیے عمل ہوگا کہ یہ پیغام ایک سائنسی نظام کا حامل ہے۔ یہ بھی دوسرے علوم کی طرح ایک علم ہے۔ اس پر اب عمل اس لیے نہیں ہوگا کہ اس پیغام کا مبدأ کوئی فوق الفطرت ذات ہے۔ (اگر چہ کوئی شخص چاہے تو از روئے ایمان ایسا کر سکتا ہے۔) بلکہ اس لیے ہوگا کہ جن قوانین پر یہ مشتمل ہے، وہ قوانین ہیں جن پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے، جن پر اس کی فطرت وضع ہوئی ہے۔ دین اسلام کے احکام ایسے نہیں جن کو بقول اقبال ایک مطلق العنان حکومت نے نافذ کر دیا ہے اور جن پر ہم محض کسی خوف کے تحت عمل کرتے ہیں، بلکہ ان پر ہم اس لیے عمل کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ ہماری اپنی ہی فطرت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ اس طرح اقبال کے اس خیال کا مفہوم بھی صاف ہو جاتا ہے کہ یہ قوانین انسانی زندگی کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں۔ استقرائی عمل کے ظہور سے جن نئے علوم کی تدوین و ترقی ہوئی ہے، ان میں سے ایک علم دین اسلام کا علم ہے۔ اسلام میں نبوت کے، معراجِ کمال کو پہنچنے پر، ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وحی اپنی ارتقائی منازل طے کر کے، اسلام میں، اس مرحلے پر پہنچ گئی ہے جہاں اب یہ محض وحی نہیں رہی، بلکہ ایک علم کا درجہ بھی حاصل کر گئی ہے۔ اب اس علم کے ہوتے ہوئے کسی اور وحی والہام کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ جو شعورِ حیات انسانی کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے درکار تھا، وہ اسے اس علم کی شکل میں مل گیا ہے؟ نہیں! وہ ان قوانین کی شکل میں ملا جو قوانین فطرت کے مانند عالمگیر، لازمی اور ابدی ہیں۔

میں نے جو یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ وحی محمدیؐ ایک علم ہے، اور ایک سائنسی نظام کی حامل ہے تو آپ اس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ کیا میرے پاس اس کی کوئی قابلِ قبول سند ہے یا یہ محض میرے اپنے ذہن کی اختراع ہے، تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے کسی انوکھے خیال کا اظہار نہیں کیا، اس تصور کی تصدیق قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتی ہے:

۱۔ ''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔ (ان سے) کہہ دو کہ خدا کی ہدایت (یعنی دینِ اسلام) ہی ہدایت ہے، اور اے پیغمبر! اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی خدا) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) خدا سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار'' (۲:۱۲۰)

۲۔ ''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو، عربی زبان کا فرمان، نازل کیا ہے۔ اور اگر تم علم (و دانش)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو خدا کے سامنے نہ کوئی تمھارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (۱۳:۳۷)

۳۔ ''اور یہ بھی فرض ہے کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے، وہ جان لیں کہ وہ (یعنی وحی) تمھارے پروردگار کی طرف سے حق ہے، تو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل خدا کے آگے عاجزی کریں۔'' (عربی زبان میں علم کے معنی ہیں سائنسی علم، اور قرآنِ حکیم کی رو سے بھی علم وہ شے ہے جس کو آنکھ نے دیکھا ہو، کان نے سنا ہو اور فواد (قلب) نے اس کے دھوکا نہ ہونے کی گواہی دی ہو۔) ''اور (اے بندے!) جس جس چیز کا تجھے علم نہیں، اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل، ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی۔'' (۱۷:۳۶)

۴۔ اور لفظ قلب، قرآنِ حکیم میں ذہن کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

''ان کے دل ہیں، لیکن ان سے سمجھتے نہیں۔'' (۷:۱۷۹)

مجلہ اقبالیات، لاہور، ۱۹۹۲ء

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم

# تاجدار اقلیمِ حدیث، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ*

## نام ونسب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا نام احمد تھا۔ ابو الفضل کنیت اور شہاب الدین لقب[1] امام سیوطی نے سلسلہ نسب یوں درج کیا ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد بن حجر بن احمد الکنانی۔[2]

سلسلۂ نسب لکھتے ہوئے بعض سیرت نگاروں میں تھوڑا سا اختلاف رونما ہو گیا ہے۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد رشید حافظ شمس الدین سخاوی نے شجرۂ نسب یوں درج کیا ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد۔[3] یعنی سخاوی نے سلسلہ نسب کی چند کڑیاں حذف کر دی ہیں۔ حافظ ابن حجر کا ہم عصر مؤرخ ابن تغری بردی یوں رقم طراز ہے: شہاب الدین ابو الفضل احمد بن شیخ نور الدین علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد بن حجر۔[4] حافظ تقی الدین بن فہد مکی نے سلسلہ نسب یوں قلمبند کیا ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن احمد العسقلانی۔[5] خود سیوطی نے ذیل طبقات الحفاظ للذہبی میں ابن حجر کا نسب لکھتے ہوئے حجر درج نہیں کیا۔ باقی ترتیب نظم العقیان والی قائم رکھی ہے۔[6]

ابن العماد حنبلی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد۔[7] یہ سلسلہ بھی ناقص اور غیر مکمل ہے۔ بہر حال سلسلہ نسب کی ترتیب میں چوتھے جد تک سب کو اتفاق ہے۔ اختلاف اس کے بعد رونما ہوتا ہے۔

حافظ موصوف عام طور پر ابن حجر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سخاوی کہتا ہے کہ ابن حجر حافظ موصوف کے

---

* یہ مضمون اس سے پہلے اورینٹل کالج میگزین ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔

[1] ابن تغری بردی، النجوم الزاھرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ: ۷/ ۳۲۶

[2] جلال الدین السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵

[3] السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۶

[4] ابن تغری بردی، النجوم الزاھرۃ: ۷/ ۳۲۶

[5] ابن فہد المکی، لحظ الألحاظ، بذیل طبقات الحفاظ، ص: ۳۲۶ (طبع ذیول ثلاثہ)

[6] ذیول ثلاثہ، ص: ۳۸۰

[7] ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/ ۲۷۰۔ شوکانی نے بھی البدر الطالع (۱/ ۸۷) میں یہی ترتیب درج کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آباء واجداد میں سے کسی کا لقب تھا۔"ویعرف بابن حجر وھو لقب لبعض آبائه"[۱] ابن العماد کے قول کے مطابق ابن حجر آل حجر کے طرف منسوب ہے۔آل حجر ایک قوم تھی جو بلاد الجرید کے جنوبی حصہ میں بستی تھی، لیکن ان کا اصلی وطن قابس کا علاقہ تھا۔وہ لکھتے ہیں:

"الشهير بابن حجر نسبة إلى آل حجر، قوم تسكن الجنوب الاخر على بلاد الجريد وأرضهم قابس."[۲]

بقول یاقوت بلاد الجرید افریقہ میں ہے۔شوکانی نے سخاوی کا یہی قول نقل کیا ہے۔[۳]

ابن حجر کی نسبت العسقلانی ہے۔عسقلان سرزمین شام کا مشہور شہر ساحل سمندر پر نواحِ فلسطین میں واقع ہے۔یاقوت اسے غزہ اور بیت جبرین کے درمیان بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ عسقلان شہر یافا کے جنوب مغرب میں پچاس کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔[۴] ابن حجر کے آباء واجداد کا اصلی وطن عسقلان تھا اور اسی نسبت سے وہ عسقلانی مشہور ہوئے۔

چونکہ حافظ ابن حجر مصر میں پیدا ہو کر وہیں پروان چڑھے اور وہیں وفات پائی، اس وجہ سے المصری القاہری کہلائے۔فقہی مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کو ترجیح دینے کے باعث الشافعی بنے۔

حافظ ابن حجر کا خاندان علم وادب کا گہوارہ تھا۔ان کے آباء واجداد نے علوم ومعارف میں بڑا نام پیدا کیا۔وہ سب علم وفضل میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔حافظ ابن حجر کے والد شیخ نور الدین علی کو ابن سید الناس رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور دادا شیخ قطب الدین محمد کو اکابر علمائے حدیث سے روایت کی اجازت ملی تھی۔

## پیدائش اور تعلیم وتربیت

اکثر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر ۲۲ شعبان المکرم ۷۷۳ھ کو مصر قدیم میں پیدا ہوئے۔البتہ حافظ تقی الدین بن فہد مکی نے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے۔ان کے نزدیک ابن حجر کی پیدائش ۲۲ شعبان کے بجائے ۲۳ شعبان کو ہوئی۔[۵] حافظ سیوطی نے تاریخ پیدائش ۱۲ شعبان بتائی ہے۔[۶] بہر کیف سن پیدائش میں

۱ السخاوی، الضوء اللامع: ۳۶/۲

۲ ابن العماد، شذرات الذہب: ۲۷۰/۷

۳ الشوکانی، البدر الطالع: ۸۷/۱

۴ یاقوت الحموی، معجم البلدان: ۶۷۶/۱

۵ ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲/۲

۶ السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

ابن حجر کی عمر بمشکل چار برس کی تھی کہ ماہ رجب ۷۷۷ھ میں ان کے والد ماجد نے اس دارفانی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا۔[1] والد کا سایۂ عاطفت اٹھ جانے کے بعد ابن حجر کی کفالت و تربیت مرحوم باپ کے نامزد کردہ وصی شیخ زکی الخروبی کے سپرد ہوئی اور شیخ موصوف کی زیر نگرانی ابن حجر نے پرورش پائی۔[2]

پانچ برس کی عمر میں ابن حجر کو مدرسے بھیجا گیا۔[3] قدرت نے ذہانت اور ذکاوت کی بخشش میں بڑی فراخدلی اور فیاضی سے کام لیا تھا۔ قوت حافظہ کی کرشمہ سازیاں بھی کچھ کم تعجب انگیز نہ تھیں۔ سورۂ مریم ایک دن میں زبانی یاد کر لی۔[4] نو برس کی عمر میں صدر السفطی شارح مختصر التبریزی کی زیر تربیت قرآن مجید حفظ کر لیا۔[5] کتاب ''الحاوی الصغیر''[6] کا ایک صفحہ دو مرتبہ پڑھ لینے کے بعد زبانی یاد ہو جاتا۔[7] اس کے علاوہ عمدۃ، مختصر ابن الحاجب فی الاصول اور الفیۃ الحدیث عراقی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ ابن حجر اپنے کفیل شیخ زکی الخروبی کے ساتھ ۷۸۴ھ میں مکہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی ارض مقدسہ میں قیام رہا اور رمضان المبارک میں وہیں قرآن مجید (محراب) سنایا۔[8] خوش نصیبی اور سعادت مندی نے ایسا ساتھ دیا کہ ۷۸۵ھ بھی مکہ معظمہ میں گزرا۔ اس قیام کے دوران ابن حجر کو العفیف النشاوری سے صحیح بخاری سننے کا اتفاق ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ابن حجر نے کسی استاد سے حدیث سنی۔[9] ابن حجر کے یہ استاد حدیث شیخ عفیف الدین عبداللہ بن محمد بن سلیمان دراصل نیشاپور کے رہنے والے تھے، لیکن مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اسی نسبت سے المکی

---

[1] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲/۲

[2] السخاوی، الضوء اللامع: ۳۶/۲

[3] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲/۲

[4] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶

[5] السخاوی، الضوء اللامع: ۳۶/۲

[6] فروع میں شوافع کے ہاں بڑی مقبول و معتبر کتاب تھی۔ اس کے مصنف شیخ نجم الدین عبدالغفار بن عبدالکریم القزوینی الشافعی نے ۶۶۵ھ میں وفات پائی۔ حاجی خلیفہ کہتے ہیں:

"ھو کتاب وجیز اللفظ، بسیط المعانی محرر المقاصد، مھذب المبانی، حسن التالیف والترتیب، جید التفصیل والتبویب، ولذلک عکفوا بالشرح والنظم (کشف الظنون: ۶۰۵/۳)

[7] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶

[8] السخاوی، الضوء اللامع: ۳۶/۲

[9] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶ (ذیل بحوالہ ابناء الغمر بابناء العمر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور النشاوری مشہور ہوئے۔ شیخ عفیف کی ولادت ۷۰۵ھ میں ہوئی تھی۔ انھوں نے الرضی الطبری سے حدیث سنی اور بڑی کثرت سے حدیث روایت کی۔ آخری عمر میں قاہرہ چلے گئے اور وہیں درس حدیث دیا کرتے۔ لیکن پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد ذوالحجہ ۷۹۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔[1]

## اساتذۂ ابن حجر رحمہ اللہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان اساتذہ میں ایسے متبحر اور نادر روزگار ماہرین علوم وفنون نظر آتے ہیں جن کی مثال تلاش کرنا چنداں آسان نہیں۔ ابن حجر کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش بختی ہو سکتی تھی کہ انھیں ایسے اساتذہ سے تحصیل علم کا موقع ملا جو اپنے اپنے فن میں یکتائے زمانہ تھے اور یہ ایسی سعادت تھی جو کسی دوسرے ہم عصر کو نصیب نہ ہو سکی۔ التنوخی رحمہ اللہ قرأت میں بے مثال تھے اور العراقی رحمہ اللہ علوم حدیث میں یگانہ روزگار۔ حفظ متون میں الہیثمی رحمہ اللہ کا استحضار اور مہارت کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا تھا۔ البلقینی وسعت معلومات اور کثرت اطلاع میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے اور ابن الملقن علم حدیث میں کثیر التصانیف تھے۔ مجدالدین فیروز آبادی لغت کے حافظ وامام تھے۔ الغماری اور المحب بن ہشام عربیت اور اس کے متعلقات میں یکتائے زمانہ تصور کیے جاتے تھے۔ البتہ الغماری کو قوت حافظہ کی وجہ سے فوقیت حاصل تھی اور المحب کو اپنی ذہانت وفطانت کی وجہ سے فضیلت تھی۔ وسعت معلومات اور ہمہ دانی کے اعتبار سے العز ابن جماعہ کو چلتا پھرتا دائرۃ المعارف سمجھنا چاہیے اور اس باب میں ان کا کوئی ہمسر وشریک نہ تھا۔ العز کہا کرتے تھے کہ میں نے پندرہ ایسے علوم پڑھے ہیں کہ میرے ہم عصر علماء ان علوم کے نام تک سے ناآشنا ہیں۔[2]

## شعر وادب کا شوق

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو شعر وشاعری سے طبعی لگاؤ تھا۔ ابتدا میں شعر وسخن اور ادب وتاریخ میں بڑی دسترس حاصل کی اور ان علوم کو حد کمال تک پہنچایا۔[3] حافظ ابن فہد مکی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے اتنے عمدہ اور اچھے شعر کہے کہ بادنسیم بھی لطافت ونزاکت میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ "قال الشعر الحسن الذی ھو أرق من النسیم"[4] امام سیوطی لکھتے ہیں کہ شعر وادب کا اتنا ذوق تھا کہ آسمانِ شاعری پر شہابِ ثاقب بن کر چمکے اور

---

1. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶
2. السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۷۔۳۸
3. السیوطی، حسن المحاضرہ: ۱/ ۱۵۳ (مطبعۃ الشرقیہ)
4. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے زمانے کے بہترین شعراء کی صف اول میں شمار ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے بڑی کثرت سے شعر کہے اور خوب کہے: "وعني بالأدب والشعر حتى برع فيها، ونظم الكثير فاجاد، وهو ثاني السبعة الشهب من الشعراء." [۱]

نویں صدی ہجری میں مصر میں سات چوٹی کے مشہور شاعر تھے۔ ہر ایک کا لقب شہاب الدین تھا۔ ابن حجر کو فضیلت اور درجے کے اعتبار سے ان شعراء میں دوسرا درجہ حاصل تھا۔

ابن العماد بھی ابن حجر کے ذوق شعر گوئی کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔ بکثرت شعر کہنے کے باوجود ان کے شعروں کو بدرجہ غایت ملیح قرار دیتا ہے:

"وتولع بالنظم وقال الشعر الكثير المليح إلى الغاية." [۲]

ابن تغری بردی بھی ابن حجر رحمہ اللہ کو مصر کے مشہور شعراء میں شمار کرتا ہے اور ان کے اشعار کو نہایت عمدہ اور حسین قرار دے کر ان کی شاعری کی داد دیتا ہے: "واما شعره فكان في غاية الحسن." [۳]

حافظ سخاوی کا کہنا ہے کہ ابن حجر کی نظم ونثر بڑی فصیح و بلیغ تھی۔ ان کے اشعار علمی مجلسوں میں پڑھے جاتے اور ان کے خطبات ادبی محفلوں میں دہرائے جاتے تھے۔ [۴]

حافظ ابن حجر کے سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شاعری ابن حجر کی گھٹی میں داخل تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے کسی کا یہ مقولہ بھی نقل کر دیا ہے کہ ابن حجر طبعاً شاعر ہیں، پیشے اور ہنر کے اعتبار سے محدث ہیں اور فقیہ محض تکلف کے طور پر: "كان شاعرا طبعا، محدثا صناعا، فقيها تكلفا." [۵]

بہر حال ابن حجر صاحب دیوان شاعر ہیں اور اپنے زمانے کے مشہور شاعروں میں ان کا شمار ہے۔ ان کے ہمعصر نقادان شعراء ان کی شاعری کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور ان کے اشعار کی دل کھول کر داد دیتے ہیں۔

جب علم حدیث کا چسکا لگا تو شوق و انہماکِ حدیث کے باعث شعر گوئی کی طرف توجہ کم ہوگئی۔ چونکہ شاعری سے طبعی نسبت تھی، لہٰذا جب کبھی شعر کہے تو دینی جذبات کا پہلو بہت نمایاں نظر آیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حافظ ابن حجر کی شاعری کے مختلف دور ہیں۔ پہلا دور عشق ومحبت اور غزل گوئی کا ہے اور آخری دور میں الٰہیات اور معرفت ربانی غالب ہے۔

---

۱ السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵

۲ ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۲۷۰

۳ ابن تغری بردی، النجوم الزاہرۃ: ۷/۳۲۷

۴ السخاوی، الضوء اللامع: ۲/۳۸

۵ ابن العماد، شذرات الذہب: ۲/۲۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

سألت من لحظه و حاجبه　　كالقوس و السهم موعدا حسنًا
ففوّق السهم من لواحظه　　و انقوس الحاجبان و اقترنَا

أتى من أحبائى رسول فقال لي　　ترفّق وهن و أخضع تفز برضانَا
فكم عاشق قاسى الهوان بحبنا　　فصار عزيزا حين ذاق هوانا

خليلى ولي العمر منا و لم نتب　　و ننوى فعال الصالحات و لكنَا
فحتى متى نبنى بيوتًا مشيدةً　　و أعمارنا منا تهد و ما تبنى[1]

سألتها الوصل فضنت به　　إن قليلا فى الملاح السماح[2]

بنده الازرق لما　　شده من قد سبانى
جدول فوق كثيب　　دار يسقى غصن بان![3]

ثلاثٌ مِن الدُّنيا إذا هى حُصلتْ　　لشخص فَلَنْ يَخْشَى من الضّر و الضير
غنى عن بنيها و السلامة مِنْهُم　　وَ صِحَّة جسم ثُّم خَاتِمَة الْخَيُر[4]

أحببت وقّادا كَنَجم طالع　　أنزلته برضا الغرام فؤادي
و أنا الشّهاب فلا تعاند عاذلي　　إن ملت نحو الكوكب الوقّاد[5]

لقد آن أن نتقي خالقًا　　إليه الماب ومنه النُّشورُ
فنحن لصرف الردى مالنَا　　جَمِيعًا من الْمَوت واق نصيرُ[6]

شعبان ۸۴۹ھ میں حافظ ابن حجرؒ نے اپنے علمی مشاغل کا ذکر کرنے کے بعد یہ شعر کہے ؎

---

[1] ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۳۲۷/۷

[2] الشوکانی، البدر الطالع: ۹۰/۱

[3] الشوکانی، البدر الطالع: ۹۱/۱

[4] السیوطی، نظم العقیان، ص: ۵۱

[5] ابن العماد، شذرات الذھب: ۲۷۳/۷

[6] السخاوی، الضوء اللامع: ۴۰/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فِي مُدَّة نَحو كج قد مَضَت هملا — ولي من العُمر فِي ذَا الْيَوم قَدْ كملا
سِتًا وَّ سَبْعِيْنَ عَامًا رحت أحسبها — من سرعَة السَّير سَاعَات فيا خجلا
إِذا رَأَيت الْخَطَايَا أوبقت عَمَلي — في موقف الْحَشْر لَولَا أن لِي أملا
تَوحِيد رَبّي يَقِينًا و الرجاء لَهُ — وَ خِدْمَتِيْ ولإكثار الصلاة علىٰ
محمدٍ في صباحي و المساء وَ فِي — خطي و نطقي عساها تَمْحَقُ الزللا
فاقرب النَّاس مِنهُ فى قِيَامتهٖ — مِن بالصلاة عليه كان مشتغلا[1]

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آنحضرت ﷺ پر بکثرت درود پڑھنے کی وجہ سے روزِ قیامت کو مغفرت کی امید رکھتے تھے۔

جب علوم وفنون اور درس وتدریس میں انہماک زیادہ ہوگیا تو شعر گوئی کی طرف توجہ کم ہوگئی۔ دوست احباب کو یہ روش پسند نہ آئی۔ چنانچہ الشریف صلاح الدین السیوطی نے چند اشعار حافظ ابن حجر کو لکھ بھیجے اور شعر گوئی پر اکسایا، مگر حافظ نے انتیس اشعار میں اپنی مصروفیتوں کی بنا پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ شعر کہنے کے لیے فرصت کا وقت نہیں ملتا، چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں ۔

نعم كان لي ميلٌ إِلى الشّعر بُرهَةً — و أبكار فكري مَا لَهُنَّ بعول
فشعب مني فكرتي عبء منصبٍ — تحملته في كاهلي ثقيل
و فصل قضايا في تفاصيل أمرها — فُصُول و كم عند الخصوم فضول
و مجلس إملاء و خطبة جمعةٍ — و درسٌ و تعليل له و دليل
حديثٌ و تَفْسِير و فقه قوامها — عقول تعاني فهمها و نقول
لمستنبطات الْفِقْه مستنبطاتها — تزور فإن لم أضبطن تزول
و طالب إسماع و فتيا و حاجة — و طالب علم فى البحوث سوء ول
و كلهم يَرجُو نجاح مُراده — و يصخب إن أرجأته و يصول
و هذا إِلى أَوقَات نوم و راحة — و أكلٍ و شربٍ يَعْتَرِيه ذُهُول
و في نفسٍ ترويح نفس اجمتها — و تأنيس هزلٍ هزلهن هزيلٍ
و أمر معادي رحت فيه مفرطًا — وَأمر معاشي قد حواه وكيل[2]

[1] السیوطی، نظم العقیان ص ۵۰۔۵۱
[2] السیوطی، نظم العقیان، ص: ۵۲-۵۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



## شوقِ تحصیل علم حدیث

حافظ ابن حجر کی طالب علمی کا پہلا زمانہ تو شعر و ادب کی نذر ہو گیا۔ جب جوانی انگڑائیاں لینے لگی تو تحصیل حدیث کا شوق دامن گیر ہوا۔ حافظہ بلا کا تھا، جس چیز کو ہاتھ ڈالا، اس میں کمال کر دکھایا۔

شعر و ادب کے شوق و شغف نے علم حدیث کے لیے زمین بڑی ہموار کر دی تھی۔ طبیعت میں صحیح ذوق ادبیت پیدا ہو چکا تھا۔ جب علم حدیث پڑھنا لکھنا شروع کیا تو علم و عرفان کے دریچے کھل گئے۔ فصاحت و بلاغت کے دریا بہنے لگے۔ ادبیت نے اتنا زور مارا کہ نثر میں شاعری ہونے لگی۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن حجر ؒ کے تحصیل علم حدیث کا زمانہ ۷۹۴ھ سے شروع ہوتا ہے۔[1] مگر حافظ سخاوی کے نزدیک طلب حدیث کی ابتدا ۷۹۳ھ سے ہوتی ہے۔ البتہ انہماک و شغف اور شیفتگی و دل بستگی ۷۹۶ھ میں پیدا ہوئی۔[2] بس پھر کیا تھا، حدیث سننے، لکھنے، تخریج و تعلیق اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے[3] اور اتنا کام کیا اور اتنا نام پیدا کیا کہ اساتذہ، ہم عصر علماء اور تلامذہ سب سے خراج تحسین وصول کیا۔

جہاں کہیں علم حدیث کا دیا روشن دیکھا فوراً وہاں پہنچ کر مستنیر ہوئے۔ قاہرہ، حرمین شریفین، اسکندریہ، بیت المقدس، خلیل، نابلس، رملہ، غزہ، یمن اور دیگر علاقوں میں حدیث سنی۔ ابن العماد رقم طراز ہیں کہ حافظ ابن حجر نے قاہرہ میں السراج البلقینی (۷۲۴۔ ۸۰۵ھ)، حافظ ابن الملقن (۷۲۳۔۸۰۴ھ) اور حافظ العراقی (۷۲۵۔۸۰۶ھ) سے حدیث سنی اور فقہ سیکھی۔[4] بیت المقدس میں شمس الدین القلقشندی اور بدر الدین مکی سے، دمشق میں بدر الدین بن قوام البالسی (معمر المتوفی ۸۰۳ھ)، فاطمہ بنت المنجاء التنوخیہ (م ۸۰۳ھ بعمر ۹۰ سال)، فاطمہ بنت عبدالہادی (م ۸۰۳ھ بعمر ۸۰ برس) اور عائشہ بنت عبدالہادی (۷۲۳۔۸۱۶ھ) سے حدیث سنی اور روایت کی۔ موخر الذکر سے تو روایت حدیث کے علاوہ بہت سی کتابیں بھی پڑھیں۔[5] مکہ مکرمہ میں بنت احمد القسطلانیہ المکیہ (م ۸۰۳ھ) سے تحدیث و افتاء کی اجازت حاصل کی۔[6] عائشہ بنت ابی بکر بن قوام البالسیہ (م ۸۰۳ھ) سے حدیث سنی اور روایت کی۔[7] ام عمر کلیم بنت محمد رافع السلامی الدمشقیہ (م ۸۰۵ھ)

---

1. السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ للذہبی، ص: ۳۸۰ (ذیول ثلاثہ)
2. السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۷
3. السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵
4. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۷ (ذیول ثلاثہ)
5. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/ ۲۷۱
6. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/ ۲۸
7. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/ ۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے بھی اجازت تحدیث حاصل تھی[1] سارہ بنت علی بن الکافی السبکی (م ۸۰۵ھ بعمر ستر سال) سے سماعت حدیث کا شرف حاصل تھا۔[2] اپنی استانی سارہ کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ "سمعنا منها قديما" (ہم نے ان سے بہت قدیم زمانے سے سماعت حدیث کی)

حافظ ابن حجر کے اساتذہ کی فہرست سے ایک بات بڑی نمایاں ہے کہ اس صف میں صنف نازک کو بڑی ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ اور علم و فضل کے میدان میں انھیں اتنی دستگاہ اور اسلامی معاشرے میں انھیں اتنا اونچا مجلسی درجہ حاصل تھا کہ ایک محقق طالب علم بھی ان کے علم و فضل سے بہرہ ور ہونا اپنے لیے انتہائی شرف و فضیلت تصور کرتا تھا۔ اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کا نصف بہتر محض بیکار اور معطل حصہ نہ تھا بلکہ معاشرے کی تعلیمی تگ و دو میں برابر کا شریک تھا۔

## سلسلۂ درس و تدریس اور املاء و افتاء

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو العراقی اور البلقینی جیسے جلیل القدر اور عالی مرتبت علمائے وقت اور اساتذۂ عصر سے درس و تدریس اور افتاء و تحدیث کی اجازت مل چکی تھی۔ لائق ترین اساتذہ کی رہنمائی و قیادت کے ساتھ ذاتی قابلیت اور ذہنی استعداد نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ حافظ ابن حجر کے جوہر چمکنے لگے اور ہر نئی صبح ان کے لیے اپنے ساتھ نئی شہرت اور عزت لاتی تھی۔

حافظ ابن حجر نے بہت سی درسگاہوں میں تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھائی۔ الحسنیہ اور المنصورہ میں تفسیر قرآن کا درس دیا۔ البرسیہ، الجمالیہ، المستنجدیہ، الحسنیہ، الزینیہ، الشیخونیہ، جامع طولون اور القبۃ المنصوریہ میں درس حدیث دیا۔ الخروبہ، البدویہ، الشریفیہ، الفخریہ، الشیخونیہ، الصالحیہ، النجمیہ، الصلاحیہ، المؤیدہ وغیرہ میں فقہ پڑھائی۔ البیبرسیہ کی مشیخت اور نظارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ دار العدل میں افتاء کا ذمہ دار عہدہ بھی قبول کیا۔ جامع الازہر اور جامع عمرو بن العاص میں خطابت بھی کرتے رہے۔ نیز المحمودیہ میں کتب خانے کے نگران کی حیثیت میں کام کیا۔[3] ایک مرتبہ منصب قضاء سے علیحدگی اختیار کی تو دار الحدیث الکاملیہ میں جا ڈیرے ڈالے۔[4]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی شہرت دور دراز علاقوں تک پھیل گئی اور ہر جگہ ان کے علم و فضل کے چرچے ہونے لگے۔ دنیائے اسلام کے ہر گوشے سے طلبا بکثرت ان کے حلقہ درس میں شمولیت کرنے لگے۔ حافظ موصوف کی

---

1. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۵۲
2. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۵۰
3. السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۸-۳۹
4. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۲۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فضیلت اور علمیت کا یہ حال تھا کہ ہر مدرسہ فکر کے اکابر علماء کو ان کے تلمذ اور شاگردی کا فخر حاصل تھا۔[۱]

حافظ ابن حجر کی مجالس املاء میں شرکت کے لیے طالبان علم حدیث تمام اقطار اسلامی سے آتے۔ مصر کے اکثر وبیشتر علماء کو ان مجلسوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ابن العماد کے قول کے مطابق حافظ ابن حجر خانقاہ بیبرسیہ میں بیس برس تک املاء کراتے رہے۔[۲] امام سیوطی کہتے ہیں کہ مجالس املاء کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔[۳] ایک مرتبہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دمشق گئے، وہاں دو مہینے اور دس دن قیام کیا۔ اس عرصہ میں کم وبیش ایک سو مجالس املاء کا انعقاد ہوا۔[۴]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگردوں میں بہت سے مشہور اور جید محدثین، فاضل فقہاء و نامور مؤرخین اور شہرۂ آفاق سیرت نگار پیدا ہوئے، لیکن حافظ شمس الدین سخاوی تمام تلامذہ سے بڑھ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سخاوی کو استفادے کا موقع سب سے زیادہ نصیب ہوا۔ وہ بچپن سے لے کر استاد کی موت تک ان کے ساتھ رہے اور ہر فن اور ہر علم میں استاد کی رہنمائی حاصل کی۔[۵]

## عہدۂ قضاء

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان خوش قسمت انسانوں میں سے ہیں جنھیں علم وفضل کے ساتھ انتظامی اور انصرامی قابلیت سے بھی بہرۂ وافر ملا ہے۔ حافظ موصوف کو نظم ونسق کا خاص سلیقہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف اداروں میں انتظامی امور کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

سخاوی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حافظ ابن حجر کم وبیش اکیس برس تک عہدۂ قضاء پر فائز رہے۔ پہلی مرتبہ محرم ۸۲۷ھ میں منصب قضاء قبول کیا۔[۶] اس سے پہلے بھی یہی عہدہ کئی مرتبہ پیش کیا گیا، لیکن ہر بار قبول کرنے سے انکار کر دیا جاتا تھا۔[۷] لیکن مشہور مؤرخ مصر ابن ایاس نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ابن حجر ۸۳۰ھ میں پہلی مرتبہ عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے۔[۸] اس ضمن میں سخاوی اور سیوطی رحمہما اللہ کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ کو محرم ۸۲۷ھ میں پہلی مرتبہ قاضی مصر مقرر کیا گیا۔ پھر رجب ۸۲۸ھ

۱۔ السخاوی، الضوء اللامع: ۳۹/۲

۲۔ ابن العماد، شذرات الذہب: ۲۷۱/۷

۳۔ السیوطی، حسن المحاضرہ: ۱۵۴/۱

۴۔ ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۷

۵۔ حافظ سخاوی پر راقم الحروف کا مضمون اورینٹل کالج میگزین، بابت ماہ مئی ۱۹۴۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۶۔ السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۸ والسیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵

۷۔ الشوکانی، البدر الطالع: ۹۲/۱

۸۔ ابن ایاس، تاریخ مصر: ۳۲/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں، پھر جمادی الاولیٰ ۸۴۴ھ میں، پھر ۸۵۰ھ ربیع الآخر میں یہ منصب انھیں پھر پیش کیا گیا، لیکن مشاغل کی کثرت اور ضعف پیری کے باعث بالآخر مجبوراً مستعفی ہو گئے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اسلام میں عہدۂ قضاء کی ابتدا نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ مدینہ منورہ میں تشریف لے آنے کے بعد جھگڑوں کو چکانے اور معاملات میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے مسلمان آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾[1]

''اے پیغمبر! تو لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کر۔''

اور قضاء کی اہمیت اور فیصلے کی قدر و قیمت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾[2]

''پس قسم ہے تیرے پروردگار کی! وہ صاحب ایمان نہ ہوں گے جب تک وہ تجھے اپنے اختلافی معاملات میں اپنا حکم نہ بنائیں اور پھر وہ اپنے دل میں آپ کے فیصلہ کے متعلق کوئی تنگی نہ پائیں اور پوری طرح تسلیم کرلیں۔''

چنانچہ عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے متخاصم فریقین کو حق گوئی اور سچائی کی تلقین فرمائی۔ عہدِ رسالت میں علاقے کا والی حاکم اور قاضی بھی ہوتا تھا۔ یہی دستور خلافت ابوبکر صدیق میں جاری رہا۔ علامہ ابن خلدون نے ''مقدمہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق کو قضاء اور حکومت و ولایت کو الگ الگ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں قاضی کی شرائط پر خوب بحث کی ہے اور ساری بحث کا دار و مدار حضرت فاروق کا وہ خط ہے جو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام کوفہ میں لکھا تھا۔

ساتویں صدی ہجری کے شروع تک مصر و شام کے لیے صرف ایک ہی قاضی ہوتا تھا۔ پھر مصر اور قاہرہ کے قاضی بھی الگ الگ مقرر ہونے لگے، لیکن ۶۶۶ھ میں الملک الظاہر بیبرس کے عہد میں مذاہب اربعہ کے لحاظ سے قاضیوں کا تقرر ہونے لگا۔ البتہ ابتدائے عہد میں نام تو علیحدہ ضرور تھے، لیکن شافعی مذہب کا قاضی ہی حنفی، مالکی اور حنبلی فقہ کے فیصلے دیا کرتا تھا۔ تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد یہ طریقہ چھوڑ دیا گیا اور ہر مذہب کے الگ الگ قاضی کا تقرر عمل میں آنے لگا۔

---

[1] المائدۃ:۵/۴۸

[2] النساء:۴/۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## علمی موقف ومقام

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنے علم وفضل اور وسعت معلومات کے لحاظ سے بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ بالخصوص علم حدیث اور اس کے متعلقات میں اپنے تمام اقران ومعاصرین سے سبقت لے گئے۔ تمام سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ علم حدیث میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ اس عہد کے تمام جلیل المرتبت علماء، یگانہ روزگار فضلاء اور یکتائے زمانہ مؤرخین اور سیرت نگار ابن حجر کی ذہانت، ذکاوت، علم وفضل، عظمت اور جلالت قدر کے معترف نظر آتے ہیں۔ حافظ العراقی فرماتے ہیں: "أعلم أصحابه بالحديث" یعنی ابن حجر اپنے تمام معاصرین سے زیادہ حدیث جاننے والے تھے۔ التقی الفاسی اور برہان الحلبی نے ابن حجر کی فضیلت کا یوں اعتراف کیا ہے: "مارأينا مثله" یعنی ہم نے علم وفضل میں ان کی مثال نہیں دیکھی۔[1] ابن تغری بردی انھیں امام، عالم، حافظ، شاعر، ادیب اور مصنف کہنے کے بعد تاجدار اقلیم حدیث کے معزز لقب سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے: قاضي القضاة، شيخ الاسلام ، حافظ المشرق و المغرب، امير المومنين في الحديث. اس کے بعد وہ ابن حجر کی جلالت قدر اور علومرتبت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے کہ ان کی موت کے بعد مشرق ومغرب میں کوئی ان کا جانشین نہ بن سکا اور زندگی میں ان کا علم حدیث میں اپنا کوئی ہم پلہ اور نظیر نظر نہ آیا۔ الفاظ ملاحظہ ہوں: "ومات ولم يخلف بعده مثله، شرقا و غربا ولا نظير هومثل نفسه في علم الحديث."[2] ابن ایاس ان کی عظمت وجلالت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات کے بعد کوئی عالم ان کا جانشین بننے کے قابل نہ تھا:

"ولما مات لم يخلفه أحد من العلماء من بعده."[3]

حافظ سیوطی کا قول ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علم حدیث میں خوب دستگاہ پیدا کی اور اس علم کے تمام شعبوں میں سب لوگوں سے آگے نکل گئے: "وبرع فيه وتقدم في جميع فنونه."[4] ابن العماد کی رائے یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فقہ وعربیت میں بڑا نام پیدا کیا۔ علم حدیث میں تمام عالم اسلامی کا دار ومدار اور انحصار اسی پر ہے۔ پھر وہ انھیں حافظ الاسلام، قدوۃ الامۃ، علامۃ العلماء، تاجدار اقلیم حدیث، حجۃ الاسلام، محی السنہ، شیخ الاسلام اور حافظ العصر کے بلند القاب سے یاد کرتا ہے۔[5]

---

[1] السخاوی، الضوء اللامع: ۲/۳۹

[2] ابن تغری بردی، النجوم الزاہرۃ: ۷/۳۲۶

[3] ابن ایاس، تاریخ مصر: ۲/۳۲

[4] السیوطی، حسن المحاضرۃ: ۷/۲۷۰-۲۷۱

[5] ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۲۷۰-۲۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حافظ تقی الدین ابن فہد مکی ابن حجر کو یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ مانتے ہوئے ان الفاظ میں ان کی قابلیت اور لیاقت کی داد دیتے ہیں: ”الإمام، العلامة، الحافظ، فريد الوقت، مفخر الزمان، بقية الحفاظ، علم الأئمة الأعلام، عمدة المحققين، خاتمة الحفاظ المبرزين، والقضاة المشهورين.“ ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ وہ عدیم المثال گزرے ہیں، نہ آنکھوں نے ان جیسا دیکھا، نہ انھوں نے کوئی اپنے جیسا دیکھا۔ ” لَمْ ترالعيون مثله، ولا رأى هو مثل نفسه“[1]

اگر چہ سیوطی کو ابن حجر کی مجالس درس و تدریس اور املاء میں شرکت کا موقع نہیں مل سکا، لیکن انھیں اعتراف ہے کہ انھوں نے علم حدیث میں حافظ ابن حجر کی تصانیف سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔[2] نیز سیوطی حافظ موصوف پر فخر کرتے ہیں اور بہت خوش نظر آتے ہیں کہ انھوں نے اوران کے استاد (ابن حجر) نے سلسلۂ املاء جاری کیا، جو مدت مدید سے منقطع ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی ابن حجر کے حافظے پر انھیں اتنا اعتبار اور وثوق ہے کہ وہ ان کی روایت کو بے کھٹکے قبول کر لینے پر آمادہ نظر آتے ہیں:

”له الحفظ الواسع الذی إذا وصفته، فحدّث عن البحر ابن حجر ولا حرج“[3]

جب حافظ العراقی کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد جانشین کسے بنایا جائے؟ تو ان کے جواب میں حافظ العراقی نے فرمایا: ابن حجر، پھر میرا بیٹا ابوزرعہ، پھر ہیثمی۔[4]

سرکیس لکھتا ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے زمانے میں ان کے سوا دوسرا کوئی حافظ حدیث نہ تھا: ”فلم يكن في عصره حافظ سواه.“[5]

ایک اور جگہ سیوطی نے ابن حجر سے یوں اظہار عقیدت کیا ہے:

”فريد زمانه، وحامل لواء السنة فی أوانه، ذهبی هذا العصر ونضاره، وجوهرهٔ الذی ثبت به علی كثير من الأعصار فخاره، إمام هذا الفن للمقتدين، ومقدم عساكر المحدثين، وعمدة الوجود فی التوهية والصحيح، وأعظم الشهود والحكام فی بابي التعديل والتجريح“[6]

---

1. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶
2. السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ، ص: ۳۸
3. السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵
4. السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ، عمود: ۷۸
5. معجم المطبوعات العربیہ، عمود: ۷۸
6. السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۵

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



غرضیکہ حافظ ابن حجر کے آستانۂ علم وفضیلت پر بڑی بڑی شخصیتوں کے سرخم نظر آتے ہیں۔ اکابر اہل علم نے ان کے حضور میں عقیدت و نیاز مندی کے پھول پیش کیے۔ نامور مصنفوں نے اپنی کتابوں میں ان کی تصانیف سے اقتباسات درج کر کے ابن حجر کے علو مرتبت اور جلالت قدر کا اعتراف و اقرار کیا۔ مشہور و معروف مؤرخوں اور شہرۂ آفاق سیرت نگاروں نے اپنی تالیفات میں ابن حجر کے حالات قلم بند کیے۔ ان کے معاصرین نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا۔ ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرۃ اور المنھل الصافی میں، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں تذکرہ لکھنے کے علاوہ ابن حجر رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر ایک مستقل کتاب ''الجواہر والدرر'' کے نام سے لکھی ہے۔ حافظ سیوطی نے نظم العقیان، حسن المحاضرہ اور ذیل طبقات الحفاظ میں، ابن فہد مکی نے لحظ الالحاظ میں، البرہان الحلبی نے المعجم میں، التقی الفاسی نے ذیل التقیید میں، البدر البشتکی نے طبقات الشعراء میں، التقی المقریزی نے العقود الفریدہ میں، العلاء بن خطیب الناصری نے اپنی کتاب ذیل تاریخ حلب میں، الشمس بن ناصر الدین نے توضیح المشتبہ میں، القطب الخفیری نے طبقات الشافعیہ میں اور التقی ابن قاضی شہبہ نے تاریخ ابن شہبہ میں ابن حجر کے حالات رقم کیے ہیں۔ مختصر یہ کہ علمی دنیا میں ابن حجر کی حدیث دانی کا لوہا مانا جاتا ہے اور امت پر ان کا اتنا سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ ان کی ٹکسال کا سکہ کھوٹا نہیں سمجھا جاسکتا۔

## تنقید نگاری

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تنقید بڑی کڑی ہوتی ہے۔ محدثین کے اصول کے پیش نظر حافظ موصوف کے نزدیک سیرت نگاری کا صرف یہی پہلو نہیں ہے کہ کسی شخص کے محاسن اور خوبیاں بیان کر دی جائیں، بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ سیرت لکھتے وقت انسانی کمزوریوں اور بشری خامیوں کو بھی اسی طرح اجاگر کر کے لکھا جائے جس طرح محامد و محاسن کو۔ یہ اس لیے ضروری تھا کہ پڑھنے والا اس امر سے بخوبی اندازہ کر سکے کہ ایک آدمی علم و معرفت اور عقل و دانش کے کتنے اونچے زینے پر پہنچ کر بھی لغزشوں اور کوتاہیوں کا کیونکر شکار ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حافظ ابن حجر سیرت نگاری کی حیثیت میں ہمارے سامنے آتے ہیں تو لوگوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ان کی برائیاں اور عیب بھی گننے سے ذرا دریغ نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فاضل لوگ بھی ابن حجر کی تنقید سے بچ نہ سکے۔

بعض لوگوں کو حافظ موصوف کا یہ انداز پسند نہیں ہے۔ انھوں نے حافظ کی سیرت نگاری کو دو گروہوں میں منقسم کر دیا ہے۔ ایک گروہ ان کے موافقین کا قرار دیا اور دوسرا مخالفین کا۔ چنانچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے اپنے موافقین کے حق میں صحیح اور قابل قبول ہے، لیکن جہاں تک مخالفین کے بارے میں ان کی رائے کا تعلق ہے تو وہ قابل اعتبار اور درخور اعتنا نہ سمجھنی چاہیے۔ اسی خیال کا اظہار کرتے ہوئے حافظ ابن حجر کے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہم عصر قاضی ابن الشحنہ (۸۰۴۔۸۹۰ھ) اپنی کتاب شرح الهدایہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

"لا تعويل على تراجم ابن حجر لمخالفيه."

## حلیہ اور اخلاق و عادات

ابن العماد رقم طراز ہے کہ حافظ ابن حجر کا چہرہ بڑا روشن اور تابناک تھا۔ قد ذرا پست، داڑھی اور سر کے بال سفید، دبلا پتلا جسم، زبان بڑی فصیح و بلیغ اور آواز بلند اور بارعب تھی۔

"وكان رحمه الله صبيح الوجه، للقصر أقرب، ذا لحية بيضاء وفي الهامة، نحيف الجسم، فصيح اللسان، شجي الصوت."[1]

ابن تغری بردی بھی حافظ موصوف کے خوش شکل ہونے کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سفید بالوں کے باعث چہرے پر نور ٹپکتا تھا اور ان کی شخصیت بڑی باوقار اور بارعب تھی۔[2]

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابن حجر بڑے متواضع اور حلیم و بردبار تھے اور کھانے پینے کے معاملات میں بڑے وضعدار۔ نماز روزے کی پابندی بڑی سختی سے کرتے تھے۔ بڑے عبادت گزار، سخی اور خوش مزاج تھے۔ ہر ایک سے حسن سلوک کرتے۔ جس کسی سے ملتے، خاطر و مدارات اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ صاحب علم و فضل لوگوں کی طرف زیادہ میلان تھا۔ دیانت و امانت، حفظ و شوق، معرفت تامہ اور وسعت معلومات کے ساتھ غایت درجہ ذہین، ذکی اور طباع تھے۔[3] زبان بڑی شیریں اور گفتگو رس بھری تھی۔ مذاق بڑا سلجھا ہوا اور طبیعت بڑی سنبھلی ہوئی تھی۔ کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا۔ ایسی بات کبھی نہ کہتے جسے سننے والا پسند نہ کرے۔ برائی کرنے والوں سے بھی نیکی کرتے۔ ان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر انگشت نمائی کی جا سکے۔ البتہ ان میں ایک بشری کمزوری تھی کہ اپنے نالائق اور بدکردار بیٹے سے محبت رکھتے تھے۔ اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ حافظ موصوف کا وہی ایک صلبی بیٹا تھا، اس کے سوا کوئی اور نرینہ اولاد نہ تھی۔[4]

حافظ موصوف سیاست و فراست اور عقل و ذہانت کے ساتھ قدیم تاریخ اور اپنے زمانے کے حالات سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ انھیں روایت حدیث کے ساتھ روایت شعری میں بھی بڑی مہارت اور دسترس تھی۔ پڑھنے لکھنے کا بے حد شوق تھا۔ کثرت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں انہماک کے باوجود دن بھر کے اوقات

1. ابن العماد، شذرات الذہب: ۷/۲۷۳
2. ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۷/۳۲۷
3. السخاوی، الضوء اللامع: ۲/۳۹
4. ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۷/۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مختلف مشاغل کے لیے تقسیم کر رکھے تھے۔ درس و تدریس کا متعین وقت تھا جس میں طلبہ حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔ اسی طرح افتاء اور دوسری مصروفیتوں کے لیے خاص اوقات مقرر تھے۔[1] غرضیکہ زندگی بڑی باقاعدہ اور باضابطہ تھی۔

ابن فہد مکی لکھتے ہیں کہ حسن اخلاق، شیریں بیانی اور شعلہ مقالی کے ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بڑے زود نویس بھی تھے۔ جلدی لکھنے کی وجہ سے خط بھی خراب تھا۔ لکھ کر کاٹ چھانٹ کرنے کی عادت تھی۔ اس کے علاوہ حافظ موصوف بڑے سریع القراءت تھے۔ کتاب بڑی تیزی سے پڑھتے اور بہت جلدی ختم کر لیتے۔ صحیح بخاری کو ظہر و عصر کی درمیانی دس مجلسوں میں ختم کیا، صحیح مسلم کو پانچ مجلسوں میں، نسائی کو چار چار گھنٹے کی دس مجلسوں میں۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن اور تعجب انگیز بات یہ ہے کہ سفر شام کے دوران میں طبرانی کی المعجم الصغیر کو ظہر و عصر کے درمیان ایک مجلس میں پڑھ ڈالا۔ یاد رہے کہ المعجم الصغیر میں ایک ہزار پانچ سو احادیث مع اسانید درج ہیں۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان تھک آدمی تھے۔ حسن ذوق کا یہ عالم تھا کہ ہر چیز میں نفاست اور سلیقہ ملحوظ خاطر رکھتے۔ ایک مرتبہ دمشق میں دو مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ بڑے تیز پڑھنے والے تو تھے ہی۔ اس قیام کے دوران میں ایک سو کتابیں پڑھ ڈالیں اور ایک سو کے قریب مجالس املاء منعقد کیں۔[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ میں یہ بڑی خوبی تھی کہ وہ اپنے دوستوں سے ہمیشہ حسن سلوک اور مروت کرتے رہتے۔ ایک مرتبہ حافظ موصوف نے ادیب عصر شمس الدین محمد بن حسن النواجی (۷۸۸۔۸۵۹ھ) کو ململ کی ایک پگڑی بطور ہدیہ پیش کی۔ اس موقع پر النواجی نے یہ شعر کہے ؎

شکرا لفضلک یا قاضی القضاۃ و من یحار فی وصف معنی جودہ الناشی

توجت راسی بما اھدیتہ فغدت لی حلیۃ بک ارویھا عن الشاشی[4]

ویسے تو حافظ ابن حجر کو تمام علمائے محدثین اور صلحائے متقدمین و متاخرین سے بغایت درجہ محبت و الفت تھی، لیکن شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ الجمال بن عبدالہادی نے الریاض الیانعہ میں ابن حجر کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ابن حجر کو شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بڑی محبت اور دل بستگی تھی۔ وہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے اور اصول دین کے بارے میں

---

[1] ابن العماد، شذرات الذہب: ۲۷۳/۷

[2] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۶

[3] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۷

[4] السیوطی، نظم العقیان، ص: ۱۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محدثین کے طریقے پر چلتے تھے۔[1]

## وفات

حافظ ابن حجر کی وفات ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ۲۸ ذوالحجہ ۸۵۲ھ کو نماز عشا کے تھوڑا عرصہ بعد واقع ہوئی۔[2] ابن فہد نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ ذوالقعدہ ۸۵۲ھ میں حافظ موصوف کو اسہال شروع ہوگئے۔ اسہال کے ساتھ خون کی آمیزش زیادہ ہوتی چلی گئی۔ یعنی پیچش نے زیادہ خطرناک صورت اختیار کرلی اور ۲۲ ذوالحجہ، ہفتہ کی شام کو نماز عشاء کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے اس دارفانی کو خیرباد کہا۔[3]

ابن ایاس رقم طراز ہے کہ وفات ۸۵۴ھ میں ہوئی۔[4] یہ سن وفات قطعاً غلط ہے۔ جرمن مستشرق بروکلمان نے تاریخ وفات ۱۸ ذوالحجہ ۸۵۲ھ قرار دی ہے۔[5]

ابن تغری بردی کے قول کے مطابق دوسرے دن نماز جنازہ مصلاۃ المومنین میں ادا ہوئی اور القرافہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ پچاس ہزار انسان جنازہ کے ساتھ گئے۔ سلطان مصر الملک الظاہر چقمق علائی (۸۴۳۔۸۵۷ھ) بھی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔[6] امیر المؤمنین فی الحدیث کا جنازہ تھا، سلطان مصر کے ساتھ امیر المؤمنین خلیفہ المستکفی باللہ سلیمان بن محمد العباسی (۷۹۵۔۸۵۵ھ) نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی۔[7] ابن ایاس کی روایت ہے کہ جنازہ میں انبوہ کثیر کی شمولیت کی وجہ سے بڑی بھیڑ تھی۔[8] بقول ابن تغری بردی حافظ ابن حجر کی موت مسلمانوں کے لیے بڑی مصیبت کا دن تھا اور ذمیوں میں سے یہود و نصاریٰ بھی ابن حجر کی موت پر روتے تھے۔[9] ابن العماد کے نزدیک حافظ ابن حجر کو الرمیلہ میں دفن کیا گیا۔[10] ابن فہد نے لکھا ہے کہ العلامۃ البلقینی نے خلیفہ المستکفی باللہ کے اذن سے نماز جنازہ پڑھائی اور سلطان مصر الملک

---

1. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۸ حاشیہ
2. ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۳۶۲/۷ و ابن العماد، شذرات الذہب: ۲۷۳/۷
3. ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۷
4. ابن ایاس، تاریخ مصر: ۳۲/۲
5. ابن ایاس، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، G.A.L تکملہ: ۷۲/۲
6. یہ چودہ برس اس کے زمانۂ حکومت کے ہیں۔ سلطان نے ۸۵۷ھ میں بعمر ۸۰ برس وفات پائی۔ (ادارہ)
7. ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۳۲۶/۷
8. السخاوی، الضوء اللامع: ۴۰/۲
9. ابن ایاس، تاریخ مصر: ۳۲/۲
10. ابن تغری بردی، النجوم الزاهرة: ۳۲۶/۷
11. ابن العماد، شذرات الذہب: ۲۷۳/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الظاہر چقمق نے جنازے کو کندھا دیا۔[۱]

امام سیوطی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ شاعر مصر شہاب الدین المنصوری (۷۹۸-۸۸۷ھ) نے مجھے بتایا کہ وہ ابن حجر رحمہ اللہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب قبرستان کے قریب پہنچے تو ان کی میت پر آسمان سے مینہ برسنے لگا، حالانکہ یہ برسات کا موسم نہ تھا۔ اس موقع پر المنصوری نے یہ شعر کہے ۔

قد بکت السحب علی قاضی القضاۃ بالمطر
و انہدم الرکن الذی کان مشیدا من حجر[۲]

قاضی القضاۃ کی موت پر بادل بھی بارش کے ساتھ رو پڑے۔ اور وہ ستون جو پتھر کے ساتھ مضبوط کیا گیا تھا گر پڑا۔

حافظ ابن حجر کی وفات پر بہت سے شاعروں نے مرثیے لکھے۔ یہاں صرف دو چوٹی کے شاعروں کے مرثیوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ابن ایاس نے المنصوری کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

بکاک العلم حتی النحو أضحی ۔۔۔ مع التصریف بعدک فی جدالِ
و قد أضحی البدیع بلا بیان ۔۔۔ و قد سلفت معانیہ الغوالي
و قد درست دروس العلم حزنا ۔۔۔ و قد ضل الجواب عن السؤالِ
تنکرت المعارف فی عیاني ۔۔۔ و تمییزی غدا فی سوء حالِ
و ما عوضت من بدل و عطف ۔۔۔ سوی تولید سقمی و اعتلالي
و کم جنت المنون علی کرام ۔۔۔ و جندلت الکمی بلا قتالِ
فیا قبرا ثوی فیہ تھنی ۔۔۔ فقد حزت الجمیل مع الجمالِ
سقاک اللہ عینا سلسبیلًا ۔۔۔ و أسبغ ما علیک من الظلالِ[۳]

حافظ ابن حجر کی وفات پر ادیب عصر اور شاعر مصر شہاب الدین احمد الحجازی (۷۹۰-۸۷۵ھ) نے بھی ایک مرثیہ لکھا[۴] جس کے چند اشعار ہدیۂ قارئین کرام ہیں ۔

ھو شیخ الإسلام المعظم قدرہ ۔۔۔ من کان أوحد عصرہ و النادرہ

۱ ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۳۸
۲ السیوطی، حسن المحاضرہ: ۱/۳۶۴ وذیل طبقات الحفاظ، ص: ۳۸۲
۳ ابن ایاس، تاریخ مصر، ۲/۳۳، ان اشعار کو تغلیق التعلیق کی تحقیق ص: ۷۵، ۷۶ کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔ (ادارہ)
۴ السیوطی، حسن المحاضرۃ: ۱/۳۶۴ طبع حلب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



قاضی القضاة العسقلانی الذی | لم ترفع الدنیا خصیمًا ناظرہ
و شهاب دین الله ذی الفضل الذی | أربی علی عدد النجوم مکاثرہ
هو کیمیاء العلم کم من طالب | بالکسر جاء له فاضحی جابرہ
لهفي علیه عالمًا، بوفاته | درست دروس و المدارس داثرہ
لهفي علی الإملاء عطل بعده | و معاهد الأسماع إذ هي شاغرہ
لهفی علیه حافظ العصر الذی | قد کان معدوداً لکل مناظرہ
لهفي علی الفقه المهذب و المحر | ر حاوی المقاصد عند کُلّ محاضرہ
لهفي علی النحو الذی تسهیله | مغنی اللبیب مساعد لمذاکرہ
لهفي علی علم العروض تقطعت | أسبابه بفواصل متغایرہ
لهفي علیه خزانة العلم التي | کانت بها کل الأفاضل ماهرہ [۱]

الحجازی نے اسی انداز میں حافظ ابن حجر کے علم و فضل کی داد دی ہے۔

## سلسلۂ تالیف و تخریج

حافظ ابن حجر کی تالیفات میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی تصنیفی تگ و دو کا مرکزی نقطہ علم حدیث ہے اور عمر بھر اسی موضوع پر لکھا کرتے۔ بقول حافظ سخاوی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے۔ یہی رائے دوسرے مؤرخین اور سیرت نگاروں کی ہے۔ سرکیس لکھتا ہے:

"زادت تصانیفه علی مائة و خمسین و کلها تشهد بأنه إمام الحفاظ، محقق المحدثین، زبدة الناقدین" [۲]

حافظ ابن حجر کی تصانیف بڑی بلند پایہ ہیں اور مصنف کی عظمت و رفعت اور علو مرتبت کا پتہ دیتی ہیں۔

حافظ موصوف نے شعروں کا دیوان بھی چھوڑا ہے۔ ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے ابن حجر کا مجموعہ "فتاوی الکنز المدخر فی فتاوی شیخ ابن حجر" کے نام سے تالیف کیا ہے۔ ان کے معاصرین اور بعد کے مؤلفین نے حافظ ابن حجر کے افکار و تصانیف سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ امام سیوطی کے بارے میں تو یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن حجر کی مصنفات سے اس حد تک استفادہ کیا ہے کہ سیرت نگاروں کو

---

۱ السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۳۸

۲ معجم المطبوعات العربیہ بذیل مادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ کہنا پڑا کہ سیوطی نے ابن حجر کے کلام و افکار کو مسخ کر کے اپنا لیا ہے۔[۱] خود حافظ سیوطی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے فن حدیث میں ابن حجر کی تصانیف سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔[۲] ذیل میں حافظ ابن حجر کی تالیفات و تخریجات کی فہرست (بہ ترتیب حروف تہجی) ہدیہ ناظرین ہے:

۱۔ الآیات النیرات بخوارق المعجزات (الخوارق والمعجزات بھی درج ہے)۔

۲۔ الأبدال الصفیات من الثقفیات.

۳۔ الأبدال العلیات من الخلعیات.

۴۔ الأبدال العوالی.

۵۔ اتحاف المهرة بأطراف العشرة. یہ کتاب آٹھ جلدوں میں لکھی اور اس میں المؤطا، مسند الشافعی، مسند احمد، جامع الدارمی، صحیح ابن خزیمہ، المنتقی لابن الجارود، صحیح ابن حبان، مستخرج ابی عوانہ، مستدرک الحاکم، شرح معانی الآثار للطحاوی، سنن الدارقطنی کی اطراف ذکر کی ہیں۔[۳] دس کی بجائے گیارہ کتابوں کی وجہ یہ ہے کہ صحیح ابن خزیمہ کا صرف ایک چوتھائی حصہ موجود تھا اور باقی تین چوتھائی مفقود، اس لیے ایک کتاب اور بڑھا دی گئی۔[۴] اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اور ایک نسخہ مکتبہ مرادیہ، آستانہ میں موجود ہے۔[۵]

۶۔ الاتقان فی فضائل القرآن. جب تک یہ کتاب سامنے نہ ہو، یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ حافظ سیوطی نے ابن حجر کی اس کتاب سے کس حد تک استفادہ کیا ہے۔

۷۔ اثبات الرجال مما لیس فی تهذیب الکمال.

۸۔ الآثار برجال الآثار لمحمد بن الحسن. بروکلمان نے اس کا نام یوں درج کیا ہے: الآثار بمعرفة رواة الآثار

۹۔ الاجزاء بأطراف الأجزاء علی المسانید

۱۰۔ الأجوبة المشرفة عن المسائل المفرقة، شذرات الذهب میں الأجوبة المشرفة علی الأسئلة المفرقة درج ہے۔

---

۱ السخاوی، الضوء اللامع: ۲/ ۶۸

۲ السیوطی، ذیل طبقات الحفاظ، ص: ۳۸۲

۳ السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۶

۴ ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۳۳

۵ نیز ملاحظہ ہو: J.R.A.S.B. XCV-86-18۔ حال ہی میں یہ کتاب مکمل طور پر شائع ہوئی ہے۔ مرتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۱۔الأحكام لما في القرن من الإبهام. اس کا ایک نسخہ برلن میں موجود ہے۔

۱۲۔الإخلاص. (بروکلمان)

۱۳۔الأربعون المهذبة بالأحاديث الملقبة.

۱۴۔إرشاد العباد. (بروکلمان)

۱۵۔أسباب النزول.

۱۶۔الاستدراك على تخريج أحاديث الكشاف. غیر مکمل رہ گئی۔

۱۷۔الاستدراك على نكت ابن الصلاح للعراقي (غیر مکمل)

۱۸۔الاستدراك على الحافظ العراقي في تخريج أحاديث الأحياء (شذرات)، لیکن لقظ العقیان (صفحہ ۵۰) میں اس کا نام یوں درج ہے: الاستدراك على تخريج أحاديث الإحياء للعراقي.

۱۹۔أسنى المطالب في صلة الأقارب. (بروکلمان)

۲۰۔الإصابة في تمييز الصحابة. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں بڑی مستند اور مفصل کتاب ہے۔

۲۱۔الأصلح في إمامة غير الأفصح

۲۲۔أطراف الاحاديث المختارة للضياء، مگر شذرات میں اطراف المختارة للضياء مرقوم ہے۔

۲۳۔أطراف الصحيحين (على الأبواب مع المسانيد).

۲۴۔الاعتراف بأوهام الأطراف. یہ کتاب تحفة الظراف بأوهام الأطراف سے ملتی جلتی ہے

۲۵۔الإعجاب ببيان الأنساب.

۲۶۔الإعلام بمن سمي محمدا قبل الإسلام.

۲۷۔الإفراد الحسان من مسند الدارمي عبدالله بن عبدالرحمن.

۲۸۔إفراد مسلم عن البخاري.

۲۹۔الأفنان في رواية الأقران. شذرات الذہب میں الاقران کی بجائے القرآن درج ہے، جو درست نہیں ہے۔

۳۰۔إقامة الدلائل على معرفة الأوائل.

۳۱۔الإنارة بطرق حديث غب الزيارة.

۳۲۔ابناء الغمر بابناء العمر. اس کتاب میں اپنے ہم عصر لوگوں کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے علماء اور فضلاء کی سیرت کے خدوخال کو خوب اجاگر کیا ہے۔ حقیقت نگاری نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کتاب کو کہیں کہیں تلخ بنا دیا ہے۔ بہرحال یہ کتاب اس زمانے کے تمدنی اور معاشرتی حالات سے متعلق بڑی مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ برلن میں، ایک نسخہ برٹش میوزیم میں اور ایک نسخہ دارالکتب الظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔

۳۳۔ الانتفاع بترتیب الدارقطنی علی الأنواع (شذرات: ۲۷۳/۷)، نظم العقیان (صفحہ: ۴۹) میں "ترتیب العلل علی الأنواع" درج ہے۔

۳۴۔ انتقاض الاعتراض. امام عینی نے اپنی شرح صحیح البخاری میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری پر کچھ لے دے کی تھی۔ حافظ موصوف نے اس کتاب میں ان اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ حافظ کا دستور یہ تھا کہ روزانہ کچھ اعتراضات کے جوابات لکھوا دیتے۔ کتاب کے مقدمہ میں فتح الباری کی تصنیف پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کی تکمیل سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔ اسی کتاب کا ایک نسخہ رام پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ پنجاب اور حجاز میں بھی نسخے ملتے ہیں۔

۳۵۔ الأنوار بخصائص المختار.

۳۶۔ الأمالي الحديثية. ایک ہزار سے زیادہ مجالس املاء کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب التذکرۃ الحدیثیہ سے ملتی جلتی ہے۔

۳۷۔ الإمتاع بالأربعين المتباينة بشرط السماع. اس کا ایک نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔

۳۸۔ الإيضاح بنكت ابن الصلاح. (غیر مکمل)

۳۹۔ الايناس بمناقب العباس.

۴۰۔ ابحث عن الأحوال البعث.

۴۱۔ بذل الماعون بأخبار الطاعون، مگر شذرات (۲۷۳/۷) میں بذل الماعون بفضل الطاعون درج ہے۔ بعض نے فی فضل الطاعون لکھا ہے۔ مؤلف نے طاعون سے متعلق تمام مرویات کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔

۴۲۔ البسط المثبوت فی خبر البرغوث.

۴۳۔ بغية الراوى بابدال البخارى.

۴۴۔ بلوغ المرام من أحاديث الأحكام. شذرات میں بلوغ المرام بادلة الاحکام مرقوم ہے۔ بروکلمان نے من ادلة الاحکام لکھا ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے اسی کتاب کی فارسی شرح مسک الختام میں فی أدلة الأحکام درج کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۵۔ بیان أحوال الرجال الرواۃ. جن راویوں کے حالات تہذیب الکمال میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے حالات اس کتاب میں قلم بند کر دیے ہیں، لیکن یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی۔

۴۶۔ بیان الفصل بما رجع فیہ الإرسال علی الوصل

۴۷۔ بیان ما أخرجہ البخاری (عالیا عن شیخ أخرج ذلک الحدیث أحد الائمۃ عن واحد عنہ).

۴۸۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ. (بروکلمان)

۴۹۔ تغلیق التعلیق. اس میں امام بخاری رحمہ اللہ کی تعلیقات کی سند فراہم کی ہے۔ یہ ابن حجر کی پہلی تصنیف ہے۔ ابن العماد کی رائے ہے: ھو کتاب نفیس (شذرات) ابن حجر نے اپنے اکابر اساتذہ اور شیوخ کی زندگی میں اس کتاب کو مکمل کر لیا تھا اور انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ اپنی طرز کی پہلی کوشش ہے اور اسے مصنف کے لیے باعث افتخار قرار دیا اور کہا کہ اس کی قدر و منزلت مقدمہ فتح الباری سے کسی درجہ کم نہیں۔ بعد ازاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کتاب کا اختصار تیار کیا اور اس کا نام رکھا التشویق إلی وصل المھم من التعلیق. پھر ایک اور اختصار لکھا اور اسے التوفیق بتعلیق التعلیق کا نام دیا۔[1]

۵۰۔ تجرید التفسیر من صحیح البخاری. سورتوں کی ترتیب کو ملحوظ رکھ کر تالیف کی گئی تھی۔

۵۱۔ تقریب الغریب فی غریب صحیح البخاری

۵۲۔ تھذیب التھذیب. حافظ مزی کی تہذیب الکمال کا اختصار ہونے کے باوجود بہت سے اضافوں کی حامل ہے، ۶ جلدوں میں موجود ہے۔

۵۳۔ تقریب التھذیب. تھذیب التھذیب کا اختصار ہے۔

۵۴۔ تعجیل المنفعۃ بروایۃ رجال الائمۃ الأربعۃ (اصحاب المذاھب). سیوطی نے تعجیل المنفعۃ برجال الأربعۃ لکھا ہے۔[2]

۵۵۔ التمییز فی تخریج أحادیث شرح الوجیز.

۵۶۔ تحریر المیزان

۵۷۔ تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبۃ.

۵۸۔ تشدید القوس فی أطراف مسند الفردوس.

---

[1] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص: ۳۸۱

[2] السیوطی، نظم العقیان، ص: ۴۸، ذیل طبقات، ص: ۳۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۵۹۔تحفة التحديث عن شيوخ الأحاديث

۶۰۔ تقريب المنهج بترتيب المدرج(نظم العقیان)، لیکن شذرات میں تقريب النهج بترتيب الدرج مرقوم ہے۔

۶۱۔التعريج على التدبيج (نظم العقیان)،مگر شذرات میں التعريج على التدريج درج ہے۔

۶۲۔تبيين العجب فيما ورد فی صوم رجب.

۶۳۔تعريف الفئة بمن عاش من هذه الأمّة مائة (نظم العقیان، ص:۴۷) لیکن شذرات میں بمن عاش مائة من هذه الأمّة مرقوم ہے۔

۶۴۔ ترتيب المبهمات على الأبواب.

۶۵۔التذكرة الأدبية.

۶۶۔ تخريج الأحاديث المقطعه فی السيرة الهشاميه.

۶۷۔ توالی التأنيس بمعالی ابن إدريس.

۶۸۔تحفه المستريض المتمحض.

۶۹۔تقويم السناد بدرج الاسناد.

۷۰۔تلخيص التصحيف للدارقطنی.

۷۱۔ ترتيب العلل على الأنواع (نظم العقیان، ص:۴۹)، مگر شذرات میں اس کا نام الانتفاع بترتيب الدارقطنی على الأنواع مرقوم ہے۔

۷۲۔التعريف الأوحد بأوهام من جمع رجال المسند.

۷۳۔تخريج أحاديث شرح التنبيه للزنكلونی.

۷۴۔التعليق على مستدرک الحاكم.

۷۵۔التعليق على موضوعات ابن الجوزی.

۷۶۔تخريج أحاديث مختصر الكفايه

۷۷۔ترتيب المتفق للخطيب.

۷۸۔ترتيب مسند الطيالسی.

۷۹۔تعريف أولی التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس[1]

---

[1] اب یہ تعریف اہل التقدیس کے نام سے طبع ہوئی ہے۔(ادارہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۸۰۔ترتیب غرائب شعبة لابن مندة

۸۱۔ترتیب مسند عبد بن حمید.

۸۲۔ترتیب فوائد سمویه.

۸۳۔تخریج المائة العشاریه من حدیث البرهان الشامی.

۸۴۔تخریج العشاریة السنن من حدیث العراقی .

۸۵۔تخریج المعجم الکبیر للشامی.

۸۶۔تخریج مشیخة ابن أبی المجد الذین تفردبهم.

۸۷۔تخریج مشیخة ابن الکویک الذین أجازوله.

۸۸۔تخریج الأربعین العالیه لمسلم علی البخاری.

۸۹۔تخریج ضیاء الأنام بعوالی شیخ الإسلام البلقینی

۹۰۔تخریج الأربعین المختارة (او المجتازة) عن شیوخ الإجازة للمراغی

۹۱۔تخریج المعجم للحرة مریم.

۹۲۔تخریج مشیخة القباقی لفاطمة. شیخ زین الدین القباقی (شذرات) میں القبالی ہے اور فاطمہ بنت خلیل الحنبلیہ کی مرویات میں مشارکت ہے۔[1]

۹۳۔ تخریج ثنائیات المؤطا.

۹۴۔تخریج خماسیات الدارقطنی.

۹۵۔ تلخیص مغازی الواقدی.

۹۶۔تلخیص البدایة والنهایة لابن کثیر.

۹۷۔تلخیص الجمع بین الصحیحین.

۹۸۔تلخیص ترغیب المنذری.

۹۹۔تلخیص الحبیر.

۱۰۰۔تجرید الوافی للصفدی.

۱۰۱۔تخریج أحادیث مختصر ابن الحاجب.

۱۰۲۔تخریج الأربعین النوویة بالأسانید العلیّة.

---

[1] ابن العماد، شذرات الذہب، ۷/۲۰۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۰۳۔ ترجمة النووی.

۱۰۴۔تصحیح الروضة (شذرات)،نظم العقیان میں حواشی علی الروضہ مرقوم ہے۔

۱۰۵۔ الجامع الکبیر من سنن البشیر والنذیر.

۱۰۶۔ جمال القراء.

۱۰۷۔ الجواب الجلیل الوقعة فیما یرد علی الحسینی وأبی زرعه.

۱۰۸۔ حواشی (علی) الروضة.

۱۰۹۔خبر الثبت فی صیام السبت.

۱۱۰۔الخصال المکفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة.[1]

۱۱۱۔دیوان الشعر. ایک مختصر ضوء الشهاب اور ایک السبعة السیارة کے نام سے ترتیب دیے گئے۔

۱۱۲۔دیوان الخطب الأزهرية.

۱۱۳۔دیوان الخطب القلعية.

۱۱۴۔الدراية فی منتخب تخريج أحاديث الهداية.

۱۱۵۔الدرر الکامنة فی المائة الثامنه (شذرات)،مگر سیوطی نے فی أعیان المائة الثامنة درج کیا ہے، (نظم العقیان، ص: ۴۸) یہ کتاب ۸۳۰ھ میں مکمل ہوئی۔ آٹھویں صدی ہجری کی بہترین اور بڑی اہم مجلسی اور علمی تاریخ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اس صدی کے علماء و محدثین، فقہاء، مؤرخین، صلحاء و متقین، شعراء و مصنفین اور وزراء و سلاطین وغیرہ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ امام سیوطی نے بعد میں اس کا مختصر تیار کیا تھا۔

اگرچہ سیرت نگاری بہت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ صدی وار سیرت نویسی بھی ”الحوادث الجامعة فی المائة السابعة لابن الفوطی“ سے شروع ہو چکی تھی۔ مگر جامعیت اور ہمہ گیری کا سہرا ابن حجر کے سر ہے۔ حافظ موصوف نے صدی وار حالات وسیر کو تفصیلی طور پر قلم بند کرنے کا رواج ڈالا۔ الدرر الکامنه میں ۴۵۰۰ لوگوں کے حالات مندرج ہیں۔

اسی کتاب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آٹھویں صدی ہجری کی بہت سی ایسی خواتین کے نام اور حالات درج کیے ہیں جن کو علم وفضل، درس و تدریس اور تالیف و تصنیف سے بڑا شغف تھا۔ اس اعتبار سے بھی یہ کتاب آٹھویں صدی کی اجتماعی زندگی میں خواتین کے علمی و ادبی کارناموں اور شاہکاروں کو بروئے کار لاتی ہے۔

[1] اس کا اردو ترجمہ بنام ”بخشش کی راہیں“ شائع ہو چکا ہے۔ (ادارہ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الدرر الکامنۃ کی ایک تاریخی اہمیت یہ بھی ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کتاب میں ترکی سلاطین، تاتاری ملوک اور مغل امیروں اور حکمرانوں کے حالات بڑی شرح وبسط سے جمع کیے ہیں۔ اس سے پہلے عرب مؤرخوں اور سیرت نگاروں نے ترکوں اور تاتاریوں کے حالات اس تفصیل اور اہتمام سے جمع نہیں کیے تھے۔

اس کتاب میں حافظ ابن حجر نے اپنے عہد کی اہم جنگوں کا ذکر بھی کیا ہے۔

اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے لوگوں کے حالات درج کرتے وقت ان کے مشاغل و عادات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طرح اس زمانے کے اخلاق و خصائل کی تاریخ بیان کرنے کے علاوہ بہت کڑی تنقید بھی کی ہے۔

حافظ ابن حجر کے بعد صدی وار سیرت نویسی ایک مستقل ادبی و علمی تحریک کی صورت اختیار کر گئی اور لاکھوں ادیبوں، شاعروں، عالموں اور استادوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔

مولانا عبد الحی مرحوم کی ''نزهة الخواطر'' کا وہ حصہ جو آٹھویں صدی کے تراجم پر مشتمل ہے، الدرر الکامنۃ کے ذیل کے طور پر حیدر آباد سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۱۶۔ رسالة فی حق الحدیث

۱۱۷۔ ردع المجرم فی الذب عن عرض المسلم. بروکلمان نے زجر المجرم عن سب المسلم لکھا ہے۔

۱۱۸۔ رفع الاصر عن قضاة مصر

۱۱۹۔ ریاض الأزهار فی جلاء الأبصار

۱۲۰۔ زهر الفردوس

۱۲۱۔ الزهر المطلول فی الخبر المعلول (لظم العقیان)۔

۱۲۲۔ الزهر المطلول فی بیان الحدیث المعلول (شذرات)۔

۱۲۳۔ زوائد الأدب المفرد للبخاری علی السنة.

۱۲۴۔ زوائد الکتب الأربعة مما هو صحیح.

۱۲۵۔ زیادات بعض المؤطات علی بعض.

۱۲۶۔ شفاء الغلل فی بیان العلل.

۱۲۷۔ شرح الأربعین النوویة.

۱۲۸۔ شرح الترمذی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۲۹۔شرح نظم السیرۃ للعراقی.
۱۳۰۔شرح مناسک المنهاج للنووی.
۱۳۱۔الشمس المنیرۃ فی تعریب الکبیرۃ (نظم العقیان) مگر شذرات الذہب میں فی معرفة الکبیرۃ درج ہے۔
۱۳۲۔صرف العین عن قذی العین.
۱۳۳۔طبقات الحفاظ (دوجلدیں).
۱۳۴۔طرق حدیث صلاۃ التسبیح.
۱۳۵۔طرق حدیث لو أن نهرا بباب أحدکم.
۱۳۶۔طرق حدیث من صلی علی جنازۃ فله قیراط.
۱۳۷۔طرق حدیث جابر فی البعیر.
۱۳۸۔طرق حدیث نضر الله امرء ا.
۱۳۹۔طرق حدیث الغسل یوم الجمعة (من روایه نافع عن ابن عمر خاصة)
۱۴۰۔طرق حدیث تعلموا الفرائض.
۱۴۱۔طرق حدیث الجامع فی رمضان.
۱۴۲۔طرق حدیث من بنی مسجدا.
۱۴۳۔طرق حدیث المغفر.
۱۴۴۔طرق حدیث الائمة من قریش (یسمی لذۃ العیش).
۱۴۵۔طرق حدیث من کذب عليّ.
۱۴۶۔طرق حدیث یا عبدالرحمن لا تسئل الإمارۃ.
۱۴۷۔طرق حدیث الصادق المصدوق.
۱۴۸۔طرق حدیث قبض العلم.
۱۴۹۔طرق حدیث المسح علی الخفین.
۱۵۰۔طرق حدیث ماء زمزم لما شرب له.
۱۵۱۔طرق حدیث حج آدم موسی.
۱۵۲۔طرق حدیث أولی الناس بی.
۱۵۳۔طرق حدیث مثل أمتی کالمطر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۵۴۔ عجب الدهر في فتاوى الشهر.

۱۵۵۔ عشاريات الصحابة.

۱۵۶۔ علم الوشي فيمن روى عن ابيه و جده.

۱۵۷۔ غبطة الناظر.

۱۵۸۔ فتح الباري في شرح البخاري.

جب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح تالیف فرمائی، امت کے جید علمائے حدیث نے اس کی شروح لکھنا ضروری خیال کیا اور صحیح بخاری کے اسرار و رموز اور نکات و لطائف بیان کرنے میں ہر عہد کے اہل قلم علماء نے حصہ لیا۔ الخطابی (متوفی ۳۸۸ھ) نے ایک شرح لطیف ''اعلام السنن'' کے نام سے لکھی۔ اس کے بعد امام محمد تمیمی رحمہ اللہ نے ایک شرح لکھی اور اس میں خطابی کے مبہمات کی تشریح و توضیح کی۔ پھر ابوالقاسم تمیمی نے ایک شرح لکھی۔ امام صنعانی حنفی صاحب مشارق الانوار (۶۵۰ھ) نے ایک شرح لکھی۔ الاسکندرانی نے دس جلدوں میں ضخیم شرح لکھی۔ قطب الدین حلبی حنفی (متوفی ۷۴۳ھ) نے ایک مبسوط شرح تحریر کی۔ شمس الدین محمد الکرمانی (م۷۸۶ھ) نے ''الکواکب الدراری'' کے نام سے ایک عمدہ شرح سپرد قلم کی۔ یہ شرح الفاظ کی لغوی تشریح، نحوی مشکلات کے حل، ضبط روایات و اسماء الرجال و القاب کے لیے بہت معروف ہے۔ نیز مصنف نے بظاہر متناقض احادیث میں موافقت اور مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تقی الدین یحییٰ کرمانی نے بھی ایک بسیط شرح تحریر کی۔ رکن الدین محمد القریمی (متوفی ۷۸۳ھ) نے بھی ایک نہایت عمدہ شرح لکھی۔ دیگر بے شمار شارحین میں زرکشی (۷۹۴ھ)، شمس الدین برماوی (۸۳۱ھ)، سبط ابن العجمی (۸۴۱ھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔ ابن الملقن (م۸۰۴ھ) نے بیس جلدوں میں شرح لکھی اور مجد الدین فیروز آبادی نے ایک بسیط شرح منح الباری کے نام سے لکھنی شروع کی اور صحیح بخاری کے ایک چوتھائی حصے کی شرح بیس جلدوں میں ختم ہوئی۔

اتنی شرحوں کی موجودگی میں بھی ابن خلدون کی یہ رائے تھی کہ امام نووی کی ''شرح صحیح مسلم'' نے امت پر اسی انداز کی ''شرح بخاری'' کا فرض عائد کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر نے ''فتح الباری'' لکھ کر یہ فرض ادا کر دیا اور علماء نے اعتراف کیا کہ اب اور شرح لکھنے کی ضرورت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری لکھ کر اپنے تمام پیشرو شارحین پر سبقت حاصل کر لی۔ شرح سے پہلے علم حدیث پر ایک نہایت جامع اور پُر مغز مقدمہ لکھا ہے جو ''هدى السارى'' کے نام سے مشہور ہے۔

اس شرح میں حافظ ابن حجر نے حدیثی فوائد، ادبی و علمی نکات اور فقہی جواہر پارے اس انداز اور شان سے جمع کیے ہیں کہ پڑھنے والا علم و ادب سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ امام بخاری کے مقصد و غایت کو فوراً پا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقدمہ تو ۸۱۳ھ میں مکمل ہو چکا تھا، لیکن شرح لکھنی ۸۱۷ھ میں شروع کی۔ ابتدا میں طریق یہ تھا کہ حافظ موصوف املا لکھواتے تھے، مگر بعد میں خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر طلبہ میں شائع کر دیتے۔ اس طرح یہ علمی وادبی شاہکار ۸۴۲ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کتاب مکمل کر لینے کی خوشی میں حافظ ابن حجر نے شعبان کے مہینے میں ایک نہایت شاندار دعوت کی جس میں تمام اکابر مسلمانوں نے شرکت کی، جن میں علماء، فضلاء رؤساء اور شعراء بھی شامل تھے۔ اس دعوت پر پانچ سو دینار خرچ ہوئے۔[1]

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) نے بھی ایک ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام عمدۃ القاری رکھا۔ اس میں راویوں کے حالات، انساب کی وضاحت، لغات واعراب کی تشریح، معانی بیان وغیرہ درج کیے ہیں۔

احمد قسطلانی المصری (۹۳۳ھ) نے ''ارشاد الساری'' لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ بھلا یہ سلسلہ کب ختم ہونے کو تھا۔ امام سیوطی نے ذیل طبقات (ص:۳۸۱) میں ابن حجر کی فتح الباری کی یوں داد دی ہے:

''لم یصنّف أحد فی الاوّلین ولا فی الآخرین مثله'' (متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے اس جیسی شرح نہیں لکھی۔)

سیوطی نے نظم العقیان (ص:۴۶) میں یہ بھی رقم کیا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک شرح فتح الباری سے بھی زیادہ ضخیم لکھنی شروع کی جو مکمل نہ ہوسکی۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ حافظ موصوف نے فتح الباری کا ایک ملخص واختصار تیار کرنا شروع کیا جو غیر مکمل رہ گیا۔ سیوطی کہتے ہیں کہ میں نے اس ملخص کی تین جلدیں دیکھی ہیں۔

۱۵۹۔ فوائد الاحتفال فی بیان أحوال الرجال. اس میں صحیح بخاری میں مذکورہ رجال کے حالات درج ہیں۔ نیز تہذیب الکمال پر اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۶۰۔ الفوائد المجموعة بأطراف الأجزاء المسموعة.

۱۶۱۔ فهرست المرویّات.

۱۶۲۔ قرة الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج.

۱۶۳۔ القصد الأحمد فی من كنيته أبو الفضل واسمه أحمد.

۱۶۴۔ القول المسدّد فی الذبّ عن مسند أحمد.

۱۶۵۔ قوة الحيل فی الكلام علی الخيل.

۱۶۶۔ الكاف الشاف فی تخریج أحادیث الكشاف.

---

[1] الشوکانی، البدر الطالع: ۱/۹۰

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



۱۶۷۔ كتاب مسئلة السريجية.

۱۶۸۔ كشف الستر بركعتي الوتر.

۱۶۹۔ الكلام على حديث: إن امرأتي لا ترد لا مس.

۱۷۰۔ اللباب في شرح قول الترمذي وفي الباب.

۱۷۱۔ لسان الميزان.

۱۷۲۔ الموتمن في جمع السنن.

۱۷۳۔ مختصر العروض.

۱۷۴۔ المقرر في شرح المحرر.

۱۷۵۔ المرحمة الغيثية بالترجمة الليثية.

۱۷۶۔ مناسک الحج.

۱۷۷۔ المغني في ضبط الأسماء والأنساب.

۱۷۸۔ مختصر تلبيس إبليس.

۱۷۹۔ المهمل من شيوخ البخاري.

۱۸۰۔ المنتخب في زوائد البزار على الكتب الستة ومسند احمد.

۱۸۱۔ مزيد النفع بمعرفة ما رجع فيه الوقف على الرفع.

۱۸۲۔ المطالب العالية في زوائد المسانيد الثمانية (نظم العقیان ولحظ الالحاظ)۔ مگر شذرات میں زوائد کے بجائے روایہ مرقوم ہے۔ مسانید ثمانیہ سے مراد الطيالسي، مسدد، الحميدی، اسحق بن راهويه، ابن ابی عمر، ابوبکر بن ابی شيبة، احمد بن منيع، عبد بن حميد، الحارث بن ابی اسامه، ابويعلى الموصلي ہیں۔ دس کے بجائے حافظ ابن حجر نے آٹھ محض اس لیے استعمال کیا ہے کہ اسحق بن راہویہ کی مسند کا صرف نصف حصہ ملتا ہے اور مسند ابی یعلی کی تخریج صرف ابن المقری کی روایت سے کی ہے (لحظ الالحاظ، ص: ۳۲۴)۔ بروکلمان نے یہ نام یوں رقم کیا ہے:
المطالب العليه في مختصر المسائل الثمانيه.

۱۸۳۔ المنحة فيما علق الشافعي القول به على الصحة.

۱۸۴۔ المجمع المؤسس بالمعجم (للمعجم: بروکلمان) المفهرس.

۱۸۵۔ المجموع العام في آداب الشراب و الطعام ودخول الحمام.

۱۸۶۔ المقترب في بيان المضطرب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۸۷۔المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی (دوجلدوں میں)۔

۱۸۸۔النباء الأنبة فی بناء الکعبة۔

۱۸۹۔نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر۔

۱۹۰۔نزهة النظر بتوضیح نخبة الفکر (شذرات)،اور بقول ابن فہد مکی اس کا نام نزهة الفکر فی توضیح نخبة الفکر ہے۔[1]

۱۹۱۔نزهة الألباب فی الألقاب۔

۱۹۲۔نزهة السامعین فی روایة الصحابه عن التابعین۔

۱۹۳۔نزهة القلوب فی معرفه المبدل من القلوب۔

۱۹۴۔نزهة النواظر المجموعة فی النوادر الموسوعة۔

۱۹۵۔نصب الرایة إلی تخریج أحادیث الهدایة۔

۱۹۶۔نظم اللآلی فی مائة العوالی۔

۱۹۷۔نظم وفیات المحدثین۔

۱۹۸۔النکت علی نکت العمدة للزرکشی۔

۱۹۹۔النکت الظراف علی الأطراف۔

۲۰۰۔النکت علی شرح ألفیة العراقی۔

۲۰۱۔النکت علی شرح المهذب

۲۰۲۔النکت علی تنقیح الزرکشی۔

۲۰۳۔النکت علی جمع شرح العمدة لابن الملقن۔

۲۰۴۔النکت علی جمع الجوامع لابن السبکی۔

۲۰۵۔الواف بآثار الکشاف۔

۲۰۶۔هدایة الرواة إلی تخریج المصابیح والمشکوة

۲۰۷۔هدی الساری لمقدمة فتح الباری۔

[1] ابن فہد المکی، لحظ الالحاظ، ص:۳۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم

# *ابن منظور افریقی کی ''لسان العرب'' پر ایک نظر

جن جن ملکوں میں اسلام کا پرچم لہرایا اور جہاں جہاں عربوں نے دین حنیف کا پھریرا اڑایا، وہاں علم و عرفان کے چشمے ابل پڑے۔ جو ملک بھی اسلام کے زیر اثر آیا، عربی زبان وادب کا مرکز بن گیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو عربی علوم وادب کی تاریخ کے ایک طالب علم کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

افریقہ بھی مسلمانوں کے انھی مفتوحہ ممالک میں سے ہے، جہاں عربوں نے اپنی تہذیب و ثقافت کے اتنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں کہ زمانے کی دستبرد اب تک انھیں مٹا نہیں سکی اور باوجودیکہ افریقہ وحشت اور بربریت میں شہرۂ آفاق ہے، لیکن عربی زبان کی گرفت میں کچھ اس طرح آیا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی وہاں اسلامی اثرات بڑے نمایاں اور ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

## مؤلف ''لسان العرب'' کے مختصر حالات

اس مضمون کے موضوع بحث ''لسان العرب'' کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کے حالات چند سطور میں پیش کر دیے جائیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تاریخ اسلام کے اس جلیل القدر لغوی اور ادیب کے حالات کی جانب تاریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں نے بہت کم توجہ کی ہے اور کتابوں میں اس کے نہایت مختصر اور مجمل حالات ملتے ہیں۔ اگر اتنا بڑا عالم یورپ میں پیدا ہوا ہوتا تو اس کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھی جاتیں اور اس کی زندگی کا کوئی گوشہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ رہنے پاتا۔ اس ضمن میں یہ عرض کر دینا بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ صاحب لسان العرب کے حالات زیادہ تر اس کے دو معاصرین کی روایت پر منحصر ہیں، ایک صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (۶۹۶۔۷۶۴ھ)، جس نے اپنی کتاب نکت الھمیان (مطبوعہ ۱۹۱۱ء ص ۲۷۵ و مابعد) اور الوافی بالوفیات (مطبوعہ ۱۹۳۱ء، ۱/ ۵۰) میں اس کے حالات لکھے ہیں۔ دوسرے محمد بن شاکر الکتبی (۶۷۶۔۷۶۴ھ) نے اپنی کتاب فوات الوفیات (مطبوعہ ۱۲۹۹ء، ۲/ ۲۶۵) میں اس کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ بعد کے تمام سیرت نگاروں نے انھی

* یہ مقالہ معارف (اعظم گڑھ) جلد ۵۳، شمارہ ۱، ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دونوں سے استفادہ کیا ہے اور بیشتر نے انھی دونوں کے بیانات نقل کر دیے ہیں۔ اس میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی الدرر الکامنہ (۲/ ۲۶) سیوطی کی بغیۃ الوعاۃ (مطبوعہ ۱۳۲۶ھ، ص ۱۰۶) ابن العماد کی شذرات الذہب (۶/ ۲۶) سرکیس کی معجم المطبوعات، الزرکلی کی الاعلام (۹۹۰/۳۔ ۹۹۱)۔ کسی کا استثناء نہیں ہے۔ المنہال العذب فی تاریخ طرابلس الغرب (ص ۱۵) اور مفتاح السعادۃ (۱/ ۱۰۶) میں بھی ابن منظور کے کچھ حالات مندرج ہیں۔

## ولادت اور تعلیم

محمد نام، جمال الدین لقب، ابوالفضل کنیت اور الافریقی اور المصری نسبت ہے۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی القاسم بن حبقہ بن منظور[1] سیوطی نے سلسلہ نسب میں علی (دادا کے نام) کے ساتھ کسی دوسری روایت کے مطابق رضوان بھی لکھا ہے اور صفدی نے الرویفعی الانصاری نسبت درج کی ہے[2] اس نسبت کے لحاظ سے مؤلف حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کے خاندان کی یادگار تھے۔ ابن منظور اور ابن مکرم کے نام سے عام طور پر مشہور ہیں۔

وہ ۲۲ محرم الحرام ۶۳۰ھ کو دوشنبہ (پیر) کے دن مصر کے ایک بڑے علم دوست گھرانے میں پیدا ہوئے۔[3] بچپن ہی سے علم و ادب کی طرف میلان تھا۔ مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان میں ابن مقیر، مرتضٰی بن حاتم، عبدالرحیم بن الطفیل اور یوسف المخیلی زیادہ مشہور ہیں۔[4] نحو، لغت، تاریخ اور کتابت میں کمال حاصل کیا۔ مؤلف کا انداز تحریر نہایت سلیس، شگفتہ، متین اور سنجیدہ ہے اور ادبیات میں نہایت بلند درجہ ہے۔[5] نظم و نثر دونوں میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر کے نمونے صفدی اور ابن شاکر نے نکت الہمیان اور فوات الوفیات میں درج کیے ہیں۔

## مشاغل

بعض تاریخی حقائق بڑے تعجب انگیز ہوتے ہیں۔ ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف زندگی کی دوسری مشغولیتوں کے باوجود علمی مشاغل میں کتنا انہماک رکھتے تھے۔ یاقوت

---

1. السیوطی، بغیۃ الوعاۃ، ص: ۱۰۶
2. الصفدی، نکت الہمیان، ص: ۲۷۶
3. ایضاً
4. ابن حجر العسقلانی، الدرر الکامنہ، ۴/ ۲۶۲، ۲۶۳، نکت الہمیان میں عبدالرحیم کے بجائے عبدالرحمٰن بن الطفیل مرقوم ہے جو زیادہ قرین صحت ہے۔
5. السیوطی، بغیۃ الوعاۃ، ص: ۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حموی امام ابن جریر کے متعلق لکھتا ہے کہ اگر ان کی تصنیفات اور تالیفات کے اوراق کو ان کی زندگی کے دنوں پر تقسیم کیا جائے تو چالیس ورق (اسّی صفحات) روزانہ کا اوسط پڑتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصانیف کتنے مختلف علوم پر ہیں، فتح الباری، الاصابہ، الدرر الکامنہ اور تہذیب جیسی ضخیم کتابیں ابن حجر کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔ سیوطی کی روایات کے استناد کے متعلق جو بھی کہا جائے، لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ چار پانچ سو کے درمیان کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ یاقوت حموی، ابن کثیر، ابن تیمیہ اور دوسرے بے شمار علماء ہیں جن کے قلم کی روانی اور برق رفتاری دیکھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اندازہ نہیں کر پاتا کہ یہ بزرگ لکھنے پڑھنے کے لیے اتنا وقت کیسے نکال لیا کرتے تھے۔

ہمارے مؤلف کو کتب بینی اور تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا باوجودیکہ قاہرہ میں مدت العمر دیوان الانشاء سے وابستہ رہے۔[۱] پھر طرابلس میں نظارت اور قضاء کے فرائض انجام دیتے رہے، لیکن پڑھنے کا شوق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ان مشغولیتوں کے باوجود تاریخ و ادب کی بہت کم کتابیں ایسی ہوں گی جو ابن منظور کی نگاہ سے بچ سکی ہوں گی۔ محض مطالعہ ہی کا شوق نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ تالیف و تصنیف کا بھی ذوق تھا۔

ابن شاکر نے فوات الوفیات میں ان کو کثیر الخط لکھا ہے۔ صلاح الدین صفدی نے خود ابن منظور کے صاحبزادے قاضی قطب الدین کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ان کے والد محمد ابن منظور نے پانچ سو کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی چھوڑیں۔[۲] صفدی کا بیان ہے کہ وَ مَا أَعْرِفُ فِي كُتُبِ الْأَدَبِ شَيْئًا إِلَّا أَخْتَصِرُ (مجھے علم و ادب پر جو کتاب بھی معلوم ہے میں نے اس کا اختصار ضرور کیا تھا)۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ روایات و نقل کے اعتبار سے ابن منظور کی مختصرات کی تعداد پانچ سو مجلدات تک پہنچتی ہے۔[۳] ابن منظور نے جو مختصر مختارات لکھے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) مختار الاغانی بہ ترتیب حروف تہجی، (۲) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، قریباً چوتھائی حصہ میں اختصار لکھا ہے، (۳) مختصر تاریخ بغداد للسمعانی، (۴) مختصر مفردات لابن بیطار، (۵) مہذب سرور النفس بمدارک الحواس الخمس للتیفاشی، (۶) مختصر العقد لابن عبدربہ، (۷) مختصر ذخیرہ لابن بسام، (۸) مختصر زہر الادب للحصری، (۹) مختصر یتیمۃ الدہر للثعالبی، (۱۰) مختصر نشوان المحاضرۃ، (۱۱) مختصر تاریخ الخطیب،

---

۱ فوات الوفیات، دیوان الانشاء میں خدمت کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس کے لیے بڑے علم و فضل کی ضرورت تھی۔ القلقشندی نے صبح الاعشیٰ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ کتنے علوم و فنون میں کمال حاصل کیے بغیر دیوان الانشاء میں کام کرنا قطعاً ناممکن ہے۔

۲ الصفدی، نکت الہمیان، ص: ۲۷۶

۳ السیطی، بغیۃ الوعاۃ، ص: ۲۰۶، اس زمانہ میں قدیم علماء کی مطول کتابوں کو محفوظ کرنے کے لیے ان کی تلخیص کا زیادہ رواج تھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(۱۲) مختصر الحیوان للجاحظ اور (۱۳) انتشار الازہار فی اللیل والنہار۔

انھی چند کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ابن منظور کتب بینی اور تصنیف و تالیف میں کس درجہ استغراق اور انہماک رکھتے تھے کہ کتنی ضخیم کتابوں کو اول سے آخر تک بنظر غائر پڑھا، یاد رکھا اور پھر ان کے مختارات اور مختصرات لکھے۔ ایک الاغانی ہی کو لیجیے کہ بقول صاحب الوافی بالوفیات ابوالفرج اصفہانی نے اس کتاب کو پچاس برس کی طویل مدت میں تالیف کیا۔ پھر غور فرمایے کہ کتاب کے مطالعہ اور بلحاظ حروف تہجی اس کے اختیار اور ترتیب کے لیے کتنی مہلت اور محنت کی ضرورت تھی، یہ بھی پیش نظر رہے کہ مؤلف کے لیے تنہا یہی ایک کام نہ تھا، بلکہ ایسی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے ایک ایک کے لیے عمر درکار ہے۔[۱]

ابن العماد حنبلی کے قول کے مطابق ابن منظور مصر اور دمشق میں حدیث کا درس بھی دیتے رہے ہیں۔[۲] سیوطی رقمطراز ہیں کہ امام سبکی اور حافظ ذہبی نے ابن منظور سے روایت کی ہے۔[۳] لیکن ان کا شمار محدثین کے اس زمرے میں کیا جو حفظ کے اعلیٰ درجے تک تو نہیں پہنچے مگر علو سند میں منفرد ہیں۔[۴] مگر جہاں تک نحو و لغت کا تعلق ہے ابن منظور کا شمار ان علوم کے ائمہ میں ہے۔[۵] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن فضل اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن منظور آخری عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔[۶] ظاہر ہے کہ یہ محرومی بصارت کتب بینی اور کتب نویسی میں حد درجہ انہماک کا نتیجہ تھی۔ آخر میں مصر میں قیام اختیار کیا اور وہیں بیاسی برس کی عمر میں شعبان ۷۱۱ھ میں وفات پائی۔[۷]

ابن شاکر نے ابن منظور کے تشیع بلا رفض کا بھی ذکر کیا ہے،[۸] لیکن معاصرانہ چشمک سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ دوسرے سوانح نگاروں نے بھی اس کی تقلید میں اس کو نقل کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ یہ الزام کہاں تک حقیقت و اصلیت پر مبنی ہے۔

---

۱ الصفدی، الوافی بالوفیات: ۱/۵۰

۲ ابن العماد، شذرات الذہب: ۶/۲۶

۳ السیوطی، بغیۃ الوعاۃ، ص: ۱۰۶

۴ جلد اول، ص: ۱۶۲

۵ ایضاً، ص: ۲۲۹

۶ ابن حجر العسقلانی، الدرر الکامنۃ: ۴/۲۶۳

۷ السیوطی، حسن المحاضرۃ: ۱/۱۶۳

۸ ابن شاکر، فوات الوفیات: ۲/۲۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

## لسان العرب

ابن منظور کی سب سے قیمتی اور اہم تالیف لسان العرب ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن مصر سے بیس ضخیم جلدوں میں شائع ہوا۔ یہ عربی زبان کا سب سے بڑا، مستند اور مفصل لغت ہے۔ کتاب کے نام کے ضمن میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ ابن منظور ہی پہلا مؤلف نہیں جس نے لسان العرب کے نام سے عربی زبان کا اتنا ضخیم لغت ترتیب دیا ہو، اس سے کئی صدیاں پہلے شیخ بوعلی سینا (۳۷۰۔۴۲۸ھ) نے اسی نام سے ایک ضخیم لغت مرتب کیا تھا۔ ڈاکٹر جمیل صلیبا نے اپنی کتاب ابن سینا میں عربی لغت کی ایک کتاب موسوم بہ لسان العرب جو دس جلدوں میں ہے ابن سینا کی جانب منسوب کی ہے۔ زوری کی کتاب ''نزهة الارواح'' میں بوعلی سینا کے ترجمہ کے تحت زیادات میں مرقوم ہے:

ثم صنّف الشيخ كتاباً في اللغة وسمّاه لسان العرب لم يصنّف مثله في اللغة ولم ينقل إلى البياض فبقي على مسوّدته لم يهتد أحد إلى ترتيبه

یعنی پھر شیخ ابن سینا نے علم لغت میں ایک کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا نام لسان العرب رکھا۔ اس جیسی لغت میں کوئی اور کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ مگر وہ اس کی بیاض میں نقل نہیں کی گئی، لہٰذا اس کا مسودہ ایسا ہے جس کی جانب کسی کو رہنمائی نہیں ہوئی۔

شیخ کی لسان العرب کی عدم موجودگی میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ ابن منظور نے اپنی اس کتاب کا نام محض اتفاقی طور پر رکھا یا مستعار لیا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لسان العرب پہلی لسان العرب کا کہاں تک چربہ ہے۔

## وجہ تالیف

ابن منظور کے لغت سے پہلے بھی عربی کے مستند لغات موجود تھے۔ خلیل بن احمد (م۱۷۵ھ) کی کتاب العین اگرچہ اب ناپید ہے[1] لیکن بعد کے مؤلفوں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اور اندلس کے مشہور مصنف ابوبکر زبیدی (م۳۷۹ھ) نے اس کا اختصار بھی کیا۔ اس کے بعد ابن درید (م۳۲۱ھ) نے کتاب العین کے انداز پر کتاب ''الجمهرة في اللغة'' لکھی۔ بعد کی مشہور کتب لغت میں سے ابو عالی القالی (م۳۷۱ھ) کی البارع، ابومنصور الازہری (م۳۷۱ھ) کی الصحاح، ابو غالب قرطبی (م۴۳۶ھ) کی الموعب، ابن سیدہ (م۴۵۸ھ) کی الحکم، زمخشری (م۵۳۸ھ) کی المجمل، الجوہری (م۳۹۸ھ) کی اساس البلاغہ اور صاغانی (م۶۶۰ھ) کی العباب قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان کتب کی موجودگی بھی ابن منظور کے لیے وجہ تسلی نہ ہوئی اور

---

1 ابن منظور، لسان العرب: ۱/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کو ان میں سے ہر ایک کتاب میں کچھ نہ کچھ ایسی کمی اور کوئی نہ کوئی ایسی خامی نظر آئی کہ انھوں نے ایک لغت کی تالیف کی ضرورت محسوس کی۔ انھیں اگر کسی کتاب میں علم و ادب کا کوئی بڑا ذخیرہ نظر بھی آیا تو اس کی ترتیب ان کی نگاہ میں ناپسند ٹھہری اور اگر کسی کی ترتیب تسلی بخش نظر آئی تو اس کو علمی و ادبی خامیوں سے مبرّا نہ پایا تو انھوں نے ایک ایسی جامع لغت کی ترتیب کی ضرورت محسوس کی جو ان کے نقطہ نظر سے ترتیب اور علم و ادب کے ذخیرہ دونوں لحاظ سے تسلی بخش اور قابل اعتبار ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر ابن منظور نے لسان العرب کی تیاری شروع کی، لیکن انھیں اپنے پیش رو مؤلفین لغت کی طرح الفاظ کی تشریح و تحقیق کے لیے طویل سفر اختیار نہیں کرنا پڑے اور نہ بے آب و گیاہ صحراؤں کی خاک چھاننا پڑی۔ مؤلف نے کتاب کے دیباچے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے پہلی کتب لغت پر انحصار کرتے ہوئے انھی کی محنتوں سے استفادہ کیا ہے۔[1]

سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں لکھتے ہیں:

جمع في لسان العرب بين التهذيب والمحكم والصحاح و حواشيه والجمهرة والنهاية

''ابن منظور نے لسان العرب میں تہذیب، محکم، صحاح، اس کے حواشی، جمہرہ اور نہایہ کے مابین جمع کیا ہے۔''

لیکن احمد پاشا تیمور، سیوطی کی تغلیط کرتے ہوئے اپنی کتاب تصحیح لسان العرب میں یوں رقم طراز ہیں:

والصواب أن الجمهرة ليست مما جمعه ابن منظور، بل مبنى كتابه على خمسة فقط وهي التي صرح بأسمائها في خطبته

''صحیح یہ ہے کہ صاحب لسان نے جمہرہ کو اس کے مصادر میں شامل نہیں کیا ہے، بلکہ اس کتاب کے مصادر وہی پانچ ہیں جن کی مصنف نے کتاب کے خطبے میں صراحت کی ہے۔''

## لسان کی ترتیب

مؤلفین لغت نے اپنی کتب لغت کو تین طریقوں سے ترتیب دیا ہے:

۱۔ خلیل نے کتاب العین کو مخارج الفاظ کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ المحکم اور تہذیب میں بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۲۔ ابن درید نے الجمہرۃ میں حروف تہجی کی اصل ترتیب کے لحاظ سے الفاظ کو ترتیب دیا ہے، المجمل، المحیط،

---

[1] ابن منظور، لسان العرب: ۱/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اساس البلاغہ وغیرہ بھی اسی طریقہ سے مرتب کی گئی ہیں۔

۳۔ تیسرے گروہ کا امام جوہری ہے، اس نے الصحاح میں نیا انداز ترتیب اختیار کیا اور الفاظ کے حرفِ آخر کے اعتبار سے کتاب مرتب کی، لسان العرب، قاموس اور تاج العروس میں بھی یہی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔

## کتاب کی اہمیت

لسان العرب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ مؤلف نے ساٹھ ہزار الفاظ کے مصادر اور مادوں پر بحث کی ہے اور ان کی تشریح و توضیح میں کلام عرب اور ان کے ضرب الامثال، محاورات، خطبات، آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے استشہاد کیا ہے۔ اس ضمن میں کم وبیش سترہ سو شعراء کے نام اور بے شمار اشعار لسان العرب میں محفوظ ہو گئے ہیں۔

غور فرمایے کہ اتنی ضخیم اور مفصل لغت کی تدوین کے لیے کتنے صبر و استقلال، عزم وہمت، علم وفضل، محنت ومشقت اور ذہانت وہوش مندی کی ضرورت تھی۔ آج اس ترقی کے زمانے میں اگر اتنا بڑا لغت لکھنا ہو تو ایک چھوڑ کئی علمی مجالس قائم کرنی پڑیں، بلکہ کی جاتی ہیں، مؤلفین کے بورڈ بنائے جاتے ہیں، مختلف شعبوں کے ماہرین کی امداد حاصل کی جاتی ہے، تب کہیں جا کر یہ بیل منڈھے چڑھتی ہے، لیکن اُس زمانے میں جب کہ یہ عملی سہولتیں مفقود تھیں، نہ پریس اور مطابع تھے، نہ نقل وحمل کے وسائل و ذرائع آج کے جیسے تھے، اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھانا کتنا مشکل کام تھا اور اس کو تکمیل تک پہنچانا اور بھی دشوار تھا، مگر آفریں ہے ان اولوالعزم بزرگوں کی جوانمردی اور ہمت پر جنھوں نے اتنے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے کہ انھیں دیکھ کر آج دنیا فرطِ حیرت واستعجاب سے انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔

سالہا سال کی مسلسل وپیہم محنت کے بعد ابن منظور نے لسان العرب کو ۶۸۹ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور لغت کے ساتھ ساتھ علم و ادب کا اتنا شاندار قابل فخر ذخیرہ جمع کر دیا کہ یہ کتاب محض ایک کتاب لغت ہی نہیں، بلکہ عربی علوم کا انسائیکلوپیڈیا بن گئی۔ اگر ابن منظور اور کوئی کتاب نہ لکھتا اور صرف لسان العرب ہی چھوڑ جاتا تو تنہا یہی اتنی بڑی یادگار تھی کہ رہتی دنیا تک اس کا نام فراموش نہ کیا جاسکتا۔

یورپ کے بڑے بڑے مستشرقین نے دوسری زبانوں کے مقابلے میں عربی زبان ولغت کی وسعت کا اعتراف کیا ہے۔ ایڈورڈ ولیم لین ۱۸۰۱ء، جس نے عربی لغت کے مطالعہ اور تدوین میں ساری عمر صرف کر دی، اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ عربی زبان لغات، علمی تحقیق، وسعت نظر اور محنت وتفصیل کے اعتبار سے تمام

۱۔ دیباچہ القاموس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لغات سے سبقت و فوقیت لے گئی ہے،[۱] لیکن المانی مستشرق نلد نے اس حقیقت کے اعتراف کے باوجود دبی زبان میں وسعت نظر کی کمی کا بھی اظہار کیا ہے۔ افسوس کہ اس نے لسان العرب نہیں دیکھی، ورنہ اس کو ابن منظور کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا، اس لیے کہ وہ عجمی الفاظ کی اصلیت و مآخذ کا پتہ بھی دیتا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"الفلسفة الحكمة أعجمي" (۱۱/۱۸، س ۳۰)

"والترياق بكسر التاء معروف فارسي معرب نيز جسق الجوسق...... معرب وأصله كوشك بالفارسية" (۱۱/۳۱۵)

القنذغ والقنذع والقندوع كله الديوث سريانية ليست بعربية محضة" (۱۰/ ۱۷۷)

قسق كأنه بلسان الروم تكلمت به العرب" (۱۲/۲۳)

اسی طرح جہاں کہیں اس قسم کے الفاظ آ گئے ہیں، ابن منظور نے ان کے مآخذ اور ان کی اصل بتانے کا پورا اہتمام کیا ہے۔[۱] ان چار مثالوں سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے عربی لغت نویس، فارسی، سریانی، ترکی، رومی وغیرہ مآخذوں کا بھی پتہ دیتے ہیں۔

## تسامحات

کسی کتاب کے متعلق نقص سے یکسر برأت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے لسان العرب جیسی بڑی کتاب میں تسامحات کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ایک انسان کا حافظہ اور علم کہاں تک کام کر سکتا ہے، لیکن افسوس ان لوگوں پر ہے جنھوں نے لسان العرب کی نقل میں اس کے تسامحات پر نظر نہ ڈالی اور انھیں جو کچھ ملا بے کم و کاست نقل کر دیا، مثلاً لسان میں معقل بن خویلد کا یہ شعر مرقوم ہے:

و سود جعاد غلاظ الرقا ب مثلهم يرهب الراهب[۲]

مصحح نے اس کی تصحیح کی زحمت اٹھائے بغیر حاشیہ پر یہ لکھ دیا: "اصل میں اسی طرح ہے...... نصف اول کے حذف کے ساتھ۔

تاج العروس کے مؤلف شہیر سید مرتضیٰ زبیدی (م ۱۲۰۵ھ) نے بھی لسان العرب کے تتبع میں یہی

[۱] ابن منظور، لسان العرب: ۹۴/۴

[۲] ابن منظور، لسان العرب: ۹۴/۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ناقص شعر نقل کر دیا[1] وہاں بھی حاشیہ نگار صاحب نے لکھ دیا کہ لسان میں اسی طرح مرقوم ہے، حالانکہ اشعار الہذلیین میں یہ شعر یوں ملتا ہے:

و سود جعاد الرقا ب مثلهم يرهب الراهب

لسان العرب (۱۵/۱۲۳) میں عبید بن الابرص کا ایک شعر یوں مندرج ہے:

اعاقر كذات رحم ام غانم كمن يخيب

لیکن عبید کے دیوان (ص ۷) میں یہ شعر یوں ہے:

اعاقر مثل ذات رحم ام غانم مثل من يخيب

ایک دو مثالیں اس کی بھی ہیں کہ ایک جگہ ایک شعر ایک ترتیب سے درج ہے، لیکن دوسرے مقام پر اسی شعر کا مصرعہ اول مصرعہ ثانی بن گیا ہے، مثلاً حمید الارقط کے شعر میں (۹/۴۱) اور (۱۸/ ۱۶) میں مصرعے الٹ گئے ہیں، یا (۲۰/ ۲۹) پر مؤلف نے بطور استشہاد کے کمیت کا شعر درج کرنا چاہا ہے اور قال الكميت لکھ کر شعر کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت مؤلف کو شعر بھول گیا اور بعد میں درج کر دینے کے لیے جگہ خالی چھوڑ دی، لیکن بات ذہن سے اتر گئی اور شعر درج نہ ہو سکا۔

۴/۴۷/۴ پر ایک شعر ہے:

ركضن الخيل فيها بين بس إلى الاوراد تنحط بالنهاب

اس سلسلہ میں مؤلف نے قال عباس بن...... لکھ کر شاعر کے باپ کا نام درج نہیں کیا اور جگہ خالی چھوڑ دی، لیکن بعینہٖ یہی شعر دوسرے مقام پر درج کرتے ہوئے لکھا: قال عباس بن مرداس السلمی (۳۲۷/۷)

اس کی مثال بھی ہے کہ مؤلف کو شعر نقل کرتے وقت شاعر کے متعلق شک ہو گیا اور بجائے ایک شاعر کا نام لکھنے کے دو کا لکھ دیا، مثلاً (۲۱/ ۳۳۶) پر لکھتا ہے: قال ابو ذؤيب او صحرا الغي۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ایک مقام (۲/ ۲۰۷) پر ایک شعر عبداللہ بن عتبہ الضبی کی جانب منسوب کیا ہے، پھر بعینہٖ وہی شعر دوسرے مقام (۱۹/۱۴۳) پر اسی شاعر کی جانب منسوب کرنے کے بعد انتساب میں شک پیدا ہو گیا ہے۔ پھر خود ہی اس کی تصحیح کر دی ہے: والصحيح انه لسلام بن عوية الضبی.

یا ایک شعر ایک مقام پر (۶/ ۷۶) غسان بن وعلہ کی جانب منسوب کیا ہے، لیکن وہی شعر دوسرے

[1] الزبیدی، تاج العروس: ۲/ ۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقام پر (۱۹/۱۹۴) النمر بن تولب کی طرف منسوب کر دیا۔ اس قسم کی مثالیں اور بھی ملتی ہیں۔ انتساب میں اختلاف کے علاوہ خود شعروں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مقام پر ایک شعر درج ہے، دوسرے مقام پر وہی شعر تھوڑے سے اختلاف سے مرقوم ہے، اس کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں۔

بعض ایسے اشعار ہیں کہ مؤلف لسان العرب نے ان کو کسی شاعر کی جانب منسوب کر دیا ہے، لیکن وہ اشعار اس شاعر کے مطبوعہ دیوان میں نہیں ملتے، مثلاً ذیل کا شعر طرماح کی جانب منسوب کر دیا ہے (۲۵۸/۶)

کل مشکوک عصافیره قانی اللون حدیث الزمام

یہ شعر طرماح کے دیوان میں موجود نہیں اور نہ اس کے ملحقہ ضمیمہ میں ہے، جس میں مختلف کتب سے اس کے اشعار جمع کر کے درج کیے گئے ہیں۔ بعض اشعار لسان العرب اور دواوین میں باختلاف الفاظ پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح اور بھی تسامحات ہیں، جنھیں ہم نے لسان العرب کی فہارس مرتب کرتے وقت جمع کیا تھا، اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے کئی مقالوں کی ضرورت ہوگی۔

(مقالات پروفیسر عبدالقیوم، ۲۶۵/۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم

# الشہاب الحجازی*

## (مؤلف کتاب نوادر الاخبار وظرائف الاشعار)

### ا۔ نسب نامہ اور ولادت

احمد بن محمد بن علی بن حسن بن ابراہیم بنوخزرج کے اس خاندان کا چشم و چراغ تھا جو دولت اسلام سے بہرہ ور ہو کر انصار کہلائے۔ اس لحاظ سے الانصاری اور الخزرجی مشہور ہوا۔ خزرجی ہونے کی وجہ سے مدنی یا یثربی ہونا حتمی اور قطعی ہے۔ شہاب الدین لقب، ابوالطیب کنیت اور الحجازی نسبت۔ اوائل عمر میں زکی الدین لقب اور ابوالعباس کنیت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ الشہاب الحجازی کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ فقہی معاملات میں امام شافعی کے مسلک کو ترجیح دیتے، اس لیے الشافعی کہلائے۔

ابوالطیب شہاب الدین احمد الحجازی ۲۷ شعبان ۷۹۰ھ/ اگست ۱۳۸۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

الحجازی کے آباء و اجداد کون تھے، وہ کب اور کیوں مصر میں وارد ہوئے؟ یہ تمام واقعات ہم تک نہیں پہنچے۔

ان کا نسب نقل کرتے ہوئے علامہ السیوطی نے نظم العقیان میں ''احمد بن محمد بن علی بن حسین بن ابراہیم'' لکھا ہے، حالانکہ تمام دوسرے سوانح نگاروں اور خود سیوطی نے حسن المحاضرہ میں حسین کے بجائے حسن لکھا ہے اور یہی درست بھی ہے۔

بعض سوانح نگار ابوالطیب کو المصری لکھتے ہیں، مثلاً السیوطی اور صاحب معجم المطبوعات اور بعض القاہری لکھتے ہیں، مثلاً ابن العماد۔

* پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا یہ مقالہ اورینٹل کالج میگزین میں مئی ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ یہ اسی زمانے کی بات ہے جب پروفیسر ''مرحوم'' الشہاب الحجازی کی ''نوادر الاخبار'' پر کام کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں انھوں نے اس عنوان پر انگریزی میں بھی متعدد مقالات لکھے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## ۲۔عہد طفولیت وتعلیم

شہاب الدین الحجازی کے عہد طفولیت کے حالات ہم تک نہیں پہنچے، اس لیے ان کے بارے میں اس زمانے میں اس زمانے کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے گا وہ محض ظن وقیاس پر مبنی ہوگا۔تاریخی شہادت کی وجہ سے ہم خاموش رہنے پر مجبور ہیں۔ بہت چھوٹی عمر میں تحصیل علم میں مشغولیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ الحجازی کا خاندان علم وفضل میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور کم از کم یہ حقیقت ضرور ہے کہ اس کے والدین علم دوست تھے۔ قرآن، حدیث، ادب، فقہ اور اصول وغیرہ علوم میں الحجازی نے متعدد باکمال اہل علم وفضل کے سامنے زانوائے تلمذتہ کیا۔

## ۳۔اساتذہ

الحجازی کے تمام تر اساتذہ اپنے وقت کے اجلّہ فضلاء تھے اور بعض تو اپنے فن میں یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ان کے اساتذہ کی مکمل فہرست فراہم کرنا تو سخت دشوار ہے، اس لیے کہ الحجازی کے سوانح نگاروں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی، مگر تفحص وتلاش کے بعد ہم ذیل کے چند نام گنوانے کے قابل ہو سکے ہیں:

(۱) محدث عصر حافظ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم العراقی (۷۲۴-۸۰۶ھ) جن کے متعلق ابن تغری بردی رقم طراز ہے: شیخ الحدیث بالدیار المصریة۔[1]

(۲) ادیب وقت المجد الحنفی

(۳) بدر النسابة (۷۶۷-۸۶۶ھ)

(۴) البرہان الابناسی (۷۲۵-۸۰۲ھ) جن کے متعلق علامہ سیوطی رحمہ اللہ حسن المحاظرہ میں لکھتے ہیں: شیخ الشیوخ بالدیار المصریة۔

(۵) ابن ابی المجد۔

(۶) الکمال الدمیری (م ۸۰۰ھ)، جو بہت بڑے محدث اور ادیب تھے۔ الحجازی نے الدمیری کی شرح سنن ابن ماجہ خود الدمیری کی زبان سے سنی۔

(۷) شیخ عز الدین ابن جماعة (۷۵۹-۸۱۰ھ) جو معقولات میں مرجع خاص وعام تھے۔ علامہ سیوطی لکھتے

[1] ابن تغری بردی، النجوم الزاہرة فی ملوک مصر والقاہرہ: ۱۶۰/۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: ومال إلى فنون المعقول فاتقنها اتقاناً بالغاً إلى أن صارهو المشار إليه في الديار المصريه (وہ عقلی فنون کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے ان علوم میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ مصری علاقوں میں وہ مرجع عوام وخواص بن گئے)

(۸) مصر کے شہرہ آفاق اصولی ولی فقیہ ولی الدین العراقی (۷۶۲۔۸۲۶ھ)، جن کے متعلق تمام سوانح نگار یک زبان ہوکر لکھتے ہیں: الإمام العلامة الحافظ الفقيه الأصولي۔

(۹) قاضی البساطی (۷۵۶۔۸۴۲ھ)۔

(۱۰) امام الحافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) جن کے متعلق ابن تغری بردی ذیل کے الفاظ میں جذبات عقیدت کا اظہار کرتے ہیں: شيخ الإسلام حافظ المشرق و المغرب أمير المومنين في الحديث شهاب الدين...... قاضي القضاة بالديار المصرية و عالمها و حافظها و شاعرها۔[1]

یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ الحجازی کے سوانح نگار عام طور پر ابن حجر کو الحجازی رحمہ اللہ کے اساتذہ میں شامل نہیں کرتے، مگر فتح الباری کے آخر میں حافظ ابن حجرؒ کے تلامذہ میں الحجازیؒ کا نام احمد بن محمد الانصاری وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح ابن حجر رحمہ اللہ کی وفات (۲۹ ذوالحجہ ۸۵۲ھ) پر الحجازی نے ایک مرثیہ لکھا ہے، جسے سیوطی نے حسن المحاضرہ میں اور حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ للذہبی میں اضافہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ جس کا یہ شعر مبرہن انداز میں اس حقیقت کی چہرہ کشائی کرتا ہے کہ الحجازی کو ابن حجرؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے ؎

لهفي على شيخي الذى سعدت به صحب و اوجه ناظريه ناضره

الحجازی کے اساتذہ کی فہرست اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ بہت چھوٹی عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہو گئے تھے۔ مندرجہ بالا فہرست اساتذہ میں عدد ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ الحجازی بمشکل ۱۲ برس کے تھے، جبکہ ابناسی کا انتقال ہوا اور اس سے زیادہ حیرت انگیز چیز یہ ہے کہ ان کے استاذ ابوالفضل العراقی نے ۸۰۶ھ میں وفات پائی، جبکہ الحجازی کی عمر سولہ سال کے قریب تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اس مقتدر ہستی سے تحدیث (تدریس حدیث) کی باقاعدہ اجازت حاصل کر چکے تھے۔

---

[1] ابن تغری بردی، النجوم الزاہرۃ: ۷/۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۴۔ شعر و شاعری اور ادب

ابتدائی زمانے میں الحجازی کی توجہ علم حدیث اور دیگر متعلقہ علوم پر مرکوز رہی، مگر کچھ عرصہ بعد ان علوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور تمام تر توجہ ادب پر صرف کر دی۔

الحجازی اپنے وقت کے بہترین شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں اور قاہرہ کے چھ مشہور ترین شعراء، جو سب کے سب الشہاب کہلاتے تھے، میں سے ایک تھے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ الحجازی کو ایسے شاگرد اور عقیدت مند میسر نہ آ سکے جو ان کے اشعار کو چار دانگ عالم میں مشہور کرتے اور ان کی شہرت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچاتے۔ جیسا کہ ان کے بعض معاصرین کو یہ چیز نصیب ہوئی، مگر الحجازی کی مقابلتاً غیر معروفی چنداں ان کی قابلیت اور بلندی مرتبت میں آڑے نہیں آ سکتی۔ آفتاب بہر حال آفتاب ہے، خواہ گھنگھور گھٹائیں اٹھیں اور آسمان پر چھا جائیں، آندھیاں اور جھکڑ گردوغبار کو مشرق و مغرب میں پھیلا دیں، مگر یہ سب چیزیں آفتاب کی تمازت کے سامنے عارضی ہیں۔ دیدۂ بینا آفتاب کی شعاعوں کو گردوغبار کے بادل چیرتے اور دنیا کو روشن کرتے دیکھتا ہے اور ناممکن ہے کہ آفتاب نمودار ہو اور اس کی تمازت حساس شے کو نہ گرمائے۔

قدرت نے الحجازی رحمہ اللہ کو شعر و شاعری کے لیے بہترین دل و دماغ ودیعت کیا تھا اور ان کی علمی استعداد، فطری رجحان اور خداداد ذہانت نے ان کو شاعری کے لیے موزوں تر بنا دیا تھا، چنانچہ السیوطی رحمہ اللہ انھیں الشاعر البارع کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ابن العماد الشاعر المفلق کا لقب تجویز کرتے ہیں۔

الحجازی کے اشعار کا مطالعہ اس حقیقت کو بے نقاب کر دیتا ہے کہ شعر و سخن میں ان کا کتنا بلند مرتبہ ہے۔ قصیدہ وغزل، ہجو اور مرثیہ گوئی کوئی سی چیز لے لو الحجازی ایک استاذ کامل کی حیثیت میں نظر آتا ہے۔ مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے اشعار کے علاوہ الحجازی نے ایک مستقل دیوان چھوڑا ہے۔

یہ صریح ناانصافی ہوگی اگر الحجازی کو محض ایک شاعر کی حیثیت میں پیش کیا جائے اور دوسری تمام خوبیاں نظر انداز کر دی جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک بہترین شاعر تھے، مگر ان کی مختلف النوع تصانیف پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ الحجازی کو ادب سے اس قدر شغف اور دل بستگی تھی کہ وہ اپنے تمام اقران و معاصرین سے سبقت لے گئے۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگاروں کی شہادت ہی کافی وقیع اور وزنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"وعنی بالأدب کثیراً حتی صار أحد أعیانه" (حسن المحاضرة)

"وقد رثاه (ابن حجر) جماعة من الفضلاء والأدباء النبلاء منهم الأدیب شهاب الدین أبو الطیب أحمد" (لحظ الألحاظ)

"وعنی بالأدب کثیرا إلی أن تقدم فیه" (نظم العقیان)

"وعنی بالأدب کثیرا حتی صار أوحد أهل زمانه و تمیّز فی فنون لکنه هجر ما عدا الأدب منها" (شذرات الذهب)

"کان عالما فاضلا بارعا فی الأدب" (معجم المطبوعات)

ان تاریخی شہادتوں کے بعد الحجازی کی ادبی شخصیت کے اعتراف میں کسے تأمل ہوسکتا ہے اور کون ہے جو اس کی جلالت قدر اور رفعت مقام سے انکار کرے؟

## ۵۔ نویں صدی ہجری اور ادبی ذوق

یہ صدی علم و ادب کی خدمت میں بہت پیش پیش نظر آتی ہے۔ اس صدی میں ہمارے اکابر نے جس قدر محنت کی اور علمی خدمات سرانجام دیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو آج ہم علم کے ایک بہت بڑے حصے سے محروم ہو چکے ہوتے اور ہماری معلومات بعض علوم کے متعلق بالکل سطحی اور غیر مکمل ہوتیں۔ ہمیں یہ تسلیم کرنے میں بالکل کوئی باک نہیں کہ یہ زمانہ اکثر و بیشتر جمع و تدوین کا تھا اور بہت کم جدید علوم معرض وجود میں آئے۔ تاہم کیا یہ خدمت کچھ کم ہے کہ اسلاف کے علوم کے قیمتی ذخیرۂ معلومات کو یکجا جمع کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں ان مفید خزائن سے متمتع ہوسکیں؟ نویں صدی نے بہترین دل و دماغ پیدا کیے یا کم از کم بہترین دل و دماغ رکھنے والے لوگوں نے نویں صدی کو پایا۔ اس جمع و تدوین کے سلسلے میں ایک استثناء ضروری ہے۔ میرا مطلب ابن خلدون سے ہے، جس نے فلسفۂ تاریخ کی بنیاد رکھی اور دنیا کو ایک نئے شعبۂ علم سے روشناس کرایا۔ ابن خلدون کا فلسفہ تاریخ بجائے خود ایک مستقل مضمون ہے جو الگ فرصت چاہتا ہے۔ اس صدی کی نامور شخصیتوں کے چند اسماء یہ ہیں:

ابن خلدون، المقریزی، ابن تغری بردی، السخاوی، ابوالفضل العراقی، ابن حجر، القلقشندی اور مجد الدین فیروز آبادی۔

اس صدی کی ایک اور خصوصیت بھی ہے، جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، یعنی سلاطین و ملوک کی کور ذوقی۔ بنو امیہ (مغربیہ) اور بنو عباس کے عہد میں سلطنت و حکومت کا علم پرور، ادب نواز اور معارف آفرین دست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شفقت آمیز ہزاروں شعراء، ادباء، نقاد اور مؤرخ پیدا کرنے میں کامیابی کے ساتھ اونچی ترین چوٹی پر پہنچا، مگر ان ازمنہ میں شعراء کی کثرت، علوم و معارف میں ترقی چنداں جاذب نظر نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ جس چیز کو حکومتیں اور سلطنتیں اپنی خسروانہ کرم فرمائیوں سے نوازیں اور جو ترقی دربارشاہی کی مرہون منت ہو اس میں کیا خوبی کی بات ہوسکتی ہے۔ اچھی سے اچھی اور بری سے بری چیز جسے حاکم وقت چاہے رائج ہی نہیں، بلکہ وہ اسے ترقی کے ساتویں آسمان تک پہنچا سکتا ہے۔ قابل قدر اور خوبی کی بات یہ ہے کہ ایک چیز خواہ علوم سے متعلق ہو یا صنعت وحرفت سے، بغیر کسی شاہانہ سرپرستی کے ترقی کرے اور اتنی ترقی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جائے۔ اردو کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اگر اردو ادب دکن میں ارتقائی منازل طے کرتا نظر آئے تو چنداں تعجب اور خوبی کی بات نہیں، مگر جب یہی ادب پنجاب میں بغیر خسروانہ سرپرستی کے ترقی کی اعلیٰ منزل پر ہو تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ایک قدرتی جذب وکشش ہے، ایک خوبی ہے، ایک حسن ہے اور ایک جمال ہے جو ایک دنیا کو مسخر کر چکا ہے۔

اس صدی کے پچھتر برس الحجازی کے سامنے گزرے اور اس عرصے میں ہمارے مصنف نے سولہ ملوک و سلاطین مصر کو سریر آرائے سلطنت ہوتے دیکھا۔ ان سولہ ملوک میں سے صرف دو سلطان ایسے نظر آتے ہیں جو شعر و ادب سے شغف رکھتے تھے اور علوم وفنون میں دلچسپی لیتے تھے۔ پہلا علم دوست سلطان الملک المؤید (۸۱۵۔۸۲۴ھ) ہے، اس کی تمام تر توجہ فتنہ وفساد کی آگ کو فرو کرنے پر مرکوز رہی۔ نو برس کی مدت میں ایک دن بھی چین وراحت کی زندگی نصیب نہ ہوسکی۔ دوسرا سلطان الملک الظاہر ہے۔ جو ۸۷۱ھ کے تین مہینے اور چار دن سے زیادہ حکومت نہ کرسکا۔ اسے علوم وفنون سے خاص انس تھا، علماء وفضلاء اور ظرفاء وادباء کی صحبت کو پسند کرتا۔ شعراء اور اہل علم وفضل کی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ ان دو شخصیتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے باقی چودہ سلاطین کے متعلق تاریخی شہادت کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ بالکل کور ذوق تھے۔ علم وادب سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ شعر وسخن کی ان کے ہاں کوئی وقعت تھی۔

## ۶۔ سیاسی حالات

اس صدی میں مصر علوم وفنون اور شعر وادب کا مرکز بن گیا، مگر اس مرکزیت میں خسروانہ توجہات کو بہت ہی کم دخل ہے۔ اس مرکزیت کا باعث ان برگزیدہ شخصیتوں اور ممتاز ہستیوں کا اجتماع ہے جو اپنے خاص فنون میں یگانۂ روزگار تھیں۔ سلاطین اور ملوک کو اپنے اپنے عہد میں ہمیشہ داخلی اور خارجی فتنوں اور بغاوتوں کا سامنا رہا اور آپ خود اس امر سے اندازہ فرمائیں کہ الحجازی کی وفات، یعنی ۸۷۵ھ تک سولہ سترہ بادشاہ تاج وتخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے مالک بنے اور بعض دفعہ تو ایک برس میں چار چار سلاطین یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر چڑھتے اور اترتے نظر آتے ہیں۔ ۸۲۴ھ اور ۸۷۲ھ اس امر کی کافی شہادت ہیں اور جس سلطان کو دس بارہ سال حکومت کرنے کا اتفاق ہوا، اسے ایک دن بھی تو چین نصیب نہ ہو سکا۔ کبھی مشرق سے بغاوت کی خبر آئی تو کبھی مغرب سے۔ کبھی جنوب میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی نظر آتی تو کبھی شمال میں دشمنوں نے سر اٹھایا۔ اسی طرح سارا عہد حکومت بغاوتوں کے فرو کرنے، دشمنوں کی سرکوبی اور فسادات کی روک تھام میں گزر جاتا۔ ان حالات میں سلاطین بے چارے کس طرح صاحب علم وفضل لوگوں کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے اور کیونکر شعر وادب کی سرپرستی کر سکتے تھے؟

ذیل میں الحجازی کے عہد کے بادشاہوں کی فہرست درج کرتا ہوں۔ یہ فہرست بہت حد تک اس عہد کے سیاسی حالات کو سمجھنے میں مدد دے گی:

(۱) السلطان الملک الظاہر ابو سعید برق الچارکسی۔ یہ سلطان خاندان چراکسہ یا جراکسہ کا بانی ہے۔ اسے استحکام سلطنت کے سلسلے میں بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

(۲) الملک الناصر فرج بن برقوق (۸۰۱۔۸۰۸ھ) اس کا حالات نے ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے وہ تخت چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

(۳) الملک المنصور عبدالعزیز (۸۰۸ھ) دو ماہ اور دس دن سے زیادہ حکومت نہ کر سکا۔

(۴) الملک الناصر فرج بن برقوق (۸۰۸ھ۔۸۱۴ھ) چند ماہ کے بعد قسمت نے پھر یاوری کی۔ حالات کو مساعد وسازگار پا کر سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی۔ فتنہ وفساد کے دبانے میں کامیاب ہوا اور پھر سے قصر سلطنت کو خاندان کے لیے محکم ومضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔

(۵) الخلیفہ المستعین باللہ العباس بن الخلیفۃ المتوکل علی اللہ (۸۱۵)، گردش زمانہ اور انقلاب روزگار کے تلاطم خیز سمندر کے تھپیڑوں نے عباسیوں کے آخری نشان کو مصر میں لا پھینکا، مگر زیادہ دیر تک خوش بختی اور عیش وراحت سے ہمکنار نہ رہ سکا۔ سات ماہ اور پانچ دن کے بعد معزول کر دیا گیا۔

(۶) الملک المؤید (۸۱۵۔۸۲۴ھ) علم دوست سلطان تھا، مگر علم پروری کی بہت کم فرصت ملی۔ سارا عہد حکومت لشکر کشی میں گزر گیا۔ باغیوں کی سرکوبی سے فارغ ہوا ہی تھا کہ موت نے آ لیا۔

(۷) السلطان الملک المظفر ابو السعادات احمد بن الملک المؤید (۸۲۴ھ)۔ یہ سلطان بھی سات ماہ اور بیس دن کے بعد سلطنت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۸) السلطان الملک الظاہر ططر۔ خاندان چراکسہ میں دوسرا باذوق اور علوم و فنون سے شغف رکھنے والا سلطان تھا۔ علماء و فضلاء کی صحبت کو پسند کرتا اور اہل علم حضرات کی قدر کرتا تھا۔ زندگی نے وفا نہ کی، تین ماہ اور چار دن کی سلطنت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۹) الملک الصالح محمد بن ططر، چند دن بعد معزول کر دیا گیا۔

(۱۰) السلطان الملک الاشرف برسبای (۸۲۵۔۸۴۱ھ) تمام عہد حکومت داخلی اور خارجی فتنوں کے انسداد اور سلطنت کے استحکام میں گزارا، لشکر کشی نے تھکا دیا، بالآخر ۸۴۱ھ میں جان عزیز جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(۱۱) الملک العزیز یوسف بن الملک الاشرف (۸۴۱۔۸۴۲ھ) معزول کر دیا گیا۔

(۱۲) الملک الظاہر جقمق (۸۴۲۔۸۵۷ھ) عالم باعمل تھا۔

(۱۳) السلطان الملک المنصور عثمان (۸۵۷ھ)

(۱۴) الملک الاشرف اینال (۸۵۷۔۸۶۵ھ)

(۱۵) الملک المؤید ابوالفتح احمد (۸۶۵۔۸۷۲ھ)

(۱۶) الملک الظاہر ابوسعید (۸۷۲ھ)

(۱۷) الملک الاشرف المحمودی (۸۷۲ھ)

ان حالات کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام پر یہ امر روشن ہو چکا ہے کہ الحجازی کے زمانے میں عام سیاسی حالات کیا تھے اور حکمران خاندان کے افراد علم و فضل کے ارتقاء میں کس قدر دلچسپی لیتے یا لے سکتے تھے۔ کیا ایسے ماحول میں خاص قابلیوں اور استعدادوں کا مالک ہونا قابل شے نہیں اور کیا ان حالات میں علم و فضل سے شغف بذات خود باعث فضیلت و مجد نہیں۔

## ۷۔ تبحر علمی

شہاب الدین احمد الحجازی رحمہ اللہ اس زمانے کے مشہور اور یگانہ روزگار علماء و فضلاء، فقہاء اور محدثین کی علمی صحبتوں سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ علم حدیث میں شیخ العصر حافظ العراقی سے تحدیث کی اجازت حاصل کی اور وہ بھی پندرہ سولہ برس کی عمر میں جو الحجازی کی غایت درجہ ذہانت و ذکاوت پر دال ہے۔ علم و فضل اور شعر و سخن میں کافی شہرت حاصل کی اور اپنے زمانے کے شعراء، علماء اور ادباء میں بلند درجہ پایا۔ الحجازی کو اپنی فضیلت، قابلیت، بلندی مرتبت اور جودت طبع کا پورا پورا احساس تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا اس کی ادبی خدمات اور علمی کارناموں کو کبھی فراموش نہ کرے گی، چنانچہ لکھتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قالوا إذ لم يخلف ميت ذكرا ينسى فقلت لهم في بعض اشعاري
بعد الممات أصيحابي ستذكرني بما أخلف من أولاد افكاري

## ۸۔ معموں (چیستانوں) کی مہارت

تنوع پسند الحجازی نے اس فن پر بھی طبع آزمائی کی اور بعض اوقات اپنے دوستوں کو خطوط بھی اسی طرز میں لکھے۔ معموں کا شوق ملاحظہ ہو کہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی۔

## ۹۔ شغل تدریس

ہمارے مؤلف کو درس و تدریس کا بھی شوق تھا۔ ایک مدت تک حدیث اور دیگر متعلقہ علوم کا درس دیتے رہے۔ علامہ سیوطی رقم طراز ہیں:

أخبرنی أبو الطیب الأنصاری أجازهنّ الحافظ أبی الفضل عبدالرحیم العراقی[1]، پھر بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین و النحاة،[2] میں لکھتے ہیں:

أخبرنی الشهاب أبو الطیب أحمد بن محمد الأنصاری المعروف بالحجازی بقراء تی علیه.

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الحجازی کا حلقہ درس بہت وسیع اور کامیاب تھا۔ جس نے سیوطی ایسا جامع علوم شاگرد پیدا کیا۔

## ۱۰۔ تقسیم اوقات

روزانہ کے معمولات متعین و مقرر تھے، درس و تدریس کے لیے ایک خاص وقت تھا جس میں طلبہ آتے اور استفادہ کرتے۔ تالیف و تصنیف کے لیے ایک وقت مقرر تھا۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا اور دن کا اکثر حصہ مطالعہ میں صَرف ہوتا۔ اہل علم و فضل سے راہ و رسم بہت بڑھ گئی تھی۔ بڑے بڑے لوگ ملاقات کے لیے آتے، مگر بایں ہمہ مطالعہ میں کبھی فرق نہ آیا۔

## ۱۱۔ عادات و خصائل

نہایت متواضع، خوش خلق اور ملنسار تھے۔ شیریں کلام، حلم و بردباری، بے تکلفی اور سادگی طرۂ امتیاز

[1] السیوطی، حسن المحاضرة:۲/۱۸۰

[2] السیوطی، بغیة الوعاة، ص:۴۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھی۔ صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ شعر وشاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ ادیبانہ ذوق رکھتے تھے۔ لکھنے پڑھنے میں منہمک رہتے۔ علماء وفضلاء کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آتے۔ اکابر کی عزت وعظمت کرتے تھے۔ ان محاسن اوصاف کے ساتھ ظریف الطبع تھے اور نوادر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ تحریر نہایت صاف اور سلجھی ہوئی اور خط بہت پاکیزہ۔ امراء اور وزراء سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ معاصر اَقران میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

## ۱۲۔ مختصر واقعات زندگی

رمضان المبارک ۸۷۵ھ میں ایک پھوڑا نکلا جس نے سخت بے چین کیا، کھانا پینا حرام ہوگیا۔ نیند تک کو آنکھیں ترسنے لگیں۔ چنانچہ اس ضمن میں الحجازی نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جس میں اس بلائے بے درماں کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

انه حدث لی نازلة وهی طلوع دمل كاد أن ينزلنی تراب و يفرق بينی و بين الأحباب و الأتراب ولی عشرليال لا أكتحل بالمنام ولا أطعم الطعام. فها أنا فی هذا الشهر الشريف صائم الليل و النهار و طائر قلبی قد غشيته هذا الدمل فكانه السمندل و كيف لا وهو داخل النار

لقد طال ليل ساء نی قيده دمل فاسهر أجفانی ولم أستطع صبرا
كأنی بعلم الوقت مغرى فها أنا اراضی نجوم الليل أرتقب الفجرا

فترانی كلما جنّ الليل سلسلته بالدموع، و نحل جسمی في هذه العشر ليال لعدم الطعم و الهجوع. و الواقع أن البكاء لا يسمن ولا يغنی من جوع. فأقسم بالفجر، و ليال عشر، لقد فطر هذا الصيام قلبی، و قطعنی من المخاديم و رميت بالنوى فطار لبی.

۸۲۶ھ میں روض الادب ختم ہوئی۔

۸۴۰ھ میں الفیۃ العراقی کو نقل کیا۔

۸۴۳ھ میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۸۵۰ھ میں قاضی عیاض کی شہرہ آفاق کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ پر حاشیہ لکھا اور تمام مشکل الفاظ کی شرح لکھی۔

۸۵۲ھ میں اپنے استاذ حافظ العصر شیخ ابن حجر رحمہ اللہ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۱۳۔ وفات

مصر کا یہ مایہ ناز ادیب اور بلند پایہ شاعر، جو آسمان ادب وشعر پر آفتاب بن کر چمکا، ۸ رمضان المبارک ۸۷۵ھ (فروری یا مارچ ۱۴۷۱ء) کو قاہرہ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ مگر اس کی تابانی اور تمازت اب بھی اس کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والوں کو منور کرتی اور گرماتی ہے۔ مؤرخین نے تاریخ وفات میں اختلاف کیا ہے۔ سیوطی ۷ رمضان لکھتا ہے۔ بانکی پور لائبریری کی فہرست کتب میں ۷ رمضان درج ہے۔ پھر سن میں بھی اختلاف ہے۔ جرجی زیدان اور براکلمان ۸۷۴ھ مقرر کرتے ہیں، مگر باقی تمام سوانح نگار ۸۷۵ھ لکھتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔

الحجازی کی وفات پر قاہرہ کا مشہور شاعر المنصوری (۷۹۹۔۸۸۷ھ) مرثیہ کہتا ہے جس میں اپنے ہم عصر ادیب اور شاعر کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے ؎

لهف قلبى على افول الشهاب ۔۔۔ تحفة القوم نزهة الأصحاب
كان فى مطلع البلاغة يسرى ۔۔۔ فتوارى من الثرى بحجاب
فقدت بره أيام المعانى ۔۔۔ ويتامى جواهر الآداب
هطلت أدمع السحاب عليه ۔۔۔ وقليل فيه دموع السحاب
وذو الجمع أصبحوا حين ولى ۔۔۔ كلهم جامعا بلا محراب
يا شهابا طلوعه فى سما الفضل ۔۔۔ ولكن افوله فى التراب
لك فى ما ألفت تذكرة من ۔۔۔ ما انتقى درة أولوالالباب
روضة أينعت بفاكهة من ۔۔۔ حسن لفظ كثيرة و شراب
فسقى تربها الرباب لتهتز ۔۔۔ وتربو على سماع الرباب

## ۱۴۔ تصانیف

شہاب الدین احمد الحجازی کی تصانیف زیادہ تر ادبی حیثیت رکھتی ہیں یا تاریخی۔ مختلف کتب کی ورق گردانی کے بعد الحجازی کی مندرجہ ذیل تصانیف معلوم ہوسکی ہیں:

۱۔ التذكرة فى الأدب

نحو سبعين جزأ (لظم العقیان)، وہی أزيد من خمسين مجلدا (حاجی خلیفہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۔روض الآداب

نظم ونثر حکایات ونوادر کا مجموعہ ہے۔متقدمین ومتاخرین کے کلام کے ساتھ الحجازی نے اپنی نثر ونظم کو بھی جگہ دی ہے۔ ۸۲۶ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔استاذی مکرم پروفیسر محمد شفیع صاحب قبلہ کی عنایت سے اس کتاب کے قلمی نسخے تک رسائی ہو سکی، جس کے لیے میں ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں۔روض الآداب کا کچھ حصہ نظم بمبئی میں طبع ہوا تھا جو بہت ناقص ہے۔اس کے نسخے برٹش میوزیم و بانکی پور میں محفوظ ہیں۔

۳۔کتاب الخلیل:

۴۔حبیب الحبیب و ندیم الکئیب. مگر حاجی خلیفہ اس کو ندیم الکئیب و حبیب الحبیب لکھتا ہے، اور ساتھ ہی السخاوی کے حوالے سے پہلا نام بھی درج کرتا ہے۔

۵۔القواعد المقامات من شرح المقامات (سیوطی)

حاجی خلیفہ محض ''قواعد المقامات'' لکھتا ہے اور ابن العماد ''القواعد والمقامات''

۶۔قلائد النحور فی جواهر البحور

صاحب کشف الظنون الحجازی کے حوالے سے لکھتا ہے:

وبعد فانه قد عنّ لی أن أستخرج من الکتاب العزيز ماجآء علی أوزان الأبحر اتفاقا، ثم بدا لی أن أبنی علی کل بحر من البحور بيتا علی ما عندی من القصور

اس کا ایک نسخہ برلن میں موجود ہے۔

۷۔اللمع الشهابية من البروق الحجازية

یہ الحجازی کا دیوان شعر ہے۔

۸۔مصنف أدعية يدعی بها عقب قرأة الختمات بحسب الوقائع والمقامات،

۹۔مصنف فی الألغاز و الأحاجی

حاجی خلیفہ کتاب الانعاز کے نام سے ذکر کرتا ہے۔

۱۰۔أجوبة اعتراضات ابن الخشاب علی الحريری۔اس کا ایک نسخہ رائل لائبریری ویانا میں موجود ہے

۱۱۔الدرر المنظومة من النكت المفهومة.

حاجی خلیفہ رقم طراز ہے:

ذکر أنه لمّا قرأت عليه المقامات الحريرية، طالع الشروح فوجد فی شرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الامام أبی الخیر سلامة بن عبدالباقی الأنباری نکتا کثیرة، فجمعها فیه

بہت ممکن ہے کہ کتاب نمبر۵ اور یہ دونوں ایک ہی کتاب کے مختلف اسماء ہوں۔

۱۲۔ کَنس الجواری فی الحسان من الجواری

۱۳۔ النبل الزائد من النیل الزائد

۱۴۔ کتاب الحمقاء والمغفلین لابن الجوزی

شہاب الدین الحجازی نے اس کتاب کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دی۔

۱۵۔ کتاب الصوت

۱۶۔ مختصر شرح المقامات اللشریشی

۱۷۔ جنة الولدان فی الحسان من الغلمان

۱۸۔ کتاب فی العروض

۱۹۔ الزنجیل القاطع فی طي ذات البراقع

خاتم النبیین ﷺ کی شان میں قصیدہ عرض کیا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے:

ولیل طویل مسبل النوم مسوّد هدانی إلی طول التأرّق و السَّهرِ

اس کو دالیة الحجازی بھی کہتے ہیں۔ ایک نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ حاشیة الشفا

الحجازی کتاب پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے:

وبعد فهذا توضیح ما خفی من ألفاظ الشفا الخ

۸۵۰ھ میں لکھی گئی۔ اس کا ایک نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔

۲۱۔ مفاخرة السماء والأرض

نثر میں آسمان وزمین کا مقابلہ لکھا ہے۔ ایک نسخہ برلن میں محفوظ ہے۔

۲۲۔ مفاخرة النیل والبحر

مجموعہ نظم۔ پہلا شعر یہ ہے:

سبحان من الثنا ظلام اللیل خلق ما درّ عظیم النیل

ایک نسخہ برلن میں موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۳۔ نیل الرائد فی النیل الزائد

سن ہجرت سے الحجازی کی وفات تک دریائے نیل کے متعلق مکمل معلومات، اس کے مد و جزر کی پوری تاریخ قلمبند کی ہے۔ الحجازی نے اپنے دوستوں کی خواہش پر لکھی۔ لندن، پیرس، ایا صوفیہ اور بانکی پور میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ نمبر ۳، نمبر ۱۳ اور یہ تینوں ایک ہی کتاب کے مختلف نام ہوں۔

۲۴۔ تخمیس البردۃ

۲۵۔ نوادر الأخبار و ظرائف الأشعار

اس کا مفصل حال درج ذیل ہے:

پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ایک نادر قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کا نام ''نوادر الأخبار و ظرائف الأشعار'' یہ شہاب الدین احمد الحجازی کی ادبی تالیف ہے۔ سائز ( $7\frac{3}{4} \times 5\frac{1}{2}$ ) انچ، اوراق: ۶۰، سطور فی صفحہ ۱۷۔ صفحۂ عنوان پر واضح الفاظ میں کتاب اور مؤلف کا نام درج ہے۔ مؤلف نے کتاب کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله الذی زيّن رياض الآداب بأوراق الغصون، و أينع ثمارها الزاهية بأنواع الحكم و الفنون.

کتاب کے مضامین اور نام پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

و بعد فهذه نوادر وظرف، ومحاسن وتحف، مختلفة الترتيب يسرح في رياضها كل ماهر أديب، سميتها بنوادر الأخبار و ظرائف الأشعار فأقول ومن الله القبول.

اور کتاب کے اختتام پر کاتب کا نام محمد بن عمر بن نور الدین الاحدب، اور تاریخ کتابت بروز پیر، ۲۶ محرم الحرام ۱۰۳۱ھ درج ہے۔

کتاب کی اہمیت اور ندرت کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ اب تک الحجازی کے کسی سوانح نگار سے اس کتاب کا پتہ نہیں چل سکا۔ علامہ سیوطی (۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء) جو کہ الحجازی کے ہم عصر اور تلامذہ میں سے ہیں، دو کتابوں ''حسن المحاضرة اور نظم العقیان'' میں ہمارے اس مؤلف کا ذکر کرتے اور اس کی چند کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مگر اس کتاب کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح گیارھویں صدی ہجری کا ایک بہت بڑا مؤرخ ابن العماد حنبلی (۱۰۳۲ـ۱۰۸۹ھ) اپنی کتاب شذرت الذهب فی أخبار من ذهب (جزء:۷) میں الحجازی کی صرف تین چار کتابوں کے نام گنوانے پر اکتفا کرتے ہیں اور لطف یہ کہ ان معدودہ کتب میں نوادر الاخبار کو شامل نہیں کرتے۔

سترہویں صدی عیسوی کی مقتدر ہستی حاجی خلیفہ (وفات ۱۶۵۸ھ) بھی الحجازی کی ایک درجن سے زائد تصنیفات کے اسماء سے ہمیں روشناس کراتا ہے مگر دیگر سوانح نگاروں کی طرح ہمیں یہاں بھی انتہائی مایوسی کا سامنا ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حاجی خلیفہ ایسا عقاب نگاہ مؤلف جس کے متعلق بجا طور پر کہا جاتا ہے: ''أکثر الناس اطلاعاً علی الکتب'' بھی اس کتاب کے متعلق خاموش ہے۔

ڈاکٹر فلوگل کی تیارہ کردہ فہرست جو دینا رائل لائبریری کے عربی، فارسی اور ترکی مخطوطات اور آلورٹ کی تیار کردہ فہرست جو برلین کے عربی مخطوطات پر حاوی ہے، الحجازی کی چند کتب کا پتہ دیتی ہے مگر نوادر الاخبار کے بارے میں سکوت اختیار کیے نظر آتی ہیں۔ جرجی زیدان بھی اس نسخے کی موجودگی سے ناآشنا معلوم ہوتا ہے۔ براکلمن بھی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''تاریخ ادب عربی'' کی دوسری جلد میں الحجازی کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں مگر افسوس کہ ان کی دوررس نگاہ بھی اس کتاب تک نہیں پہنچ سکی۔ تمام ہندوستانی اور بیرونجات کی مطبوعہ فہارس کتب اس کتاب کے متعلق خاموش نظر آتی ہیں۔

اب صرف چند اہم مخطوطات دیکھنے باقی ہیں جو الحجازی کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں:

(۱) الضوء اللامع فی أعیان القرن التاسع للسخاوی۔ یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں میں ہے۔ اسے نویں صدی ہجری کے متعلق خزانۂ معلومات کہنا بجانہ ہوگا۔

(۲) إنباء الغمر فی أبناء العمر لابن حجر اور

(۳) معجم لابن فهد بھی الحجازی کے متعلق مفید اور اہم معلومات بہم پہنچا سکیں گی جب تک ان مخطوطات کو دیکھ نہ لیا جائے، قطعیت کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ نسخے اس معاملے میں ہماری رہنمائی کر سکیں مگر فی الحال یہ کتابیں ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ اگر ابن تغری بردی چند سال اور زندہ رہتا تو الحجازی کے متعلق ہماری معلومات میں کافی اضافہ ہو جاتا۔ مگر اس کی موت نے جو الحجازی سے ایک برس قبل واقع ہوئی، ہمیں بہت سی معلومات سے محروم کر دیا۔

نوادر الأخبار کے مطالعے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس کے مضامین کے انتخاب و اندراج کے وقت ابن عبدربہ کی العقد الفرید اور ابن قتیبة کی عیون الأخبار کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ترتیب میں کوئی خاص چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مدنظر نہیں۔ مؤلف کو جہاں یہ خیال پیدا ہوا کہ قاری پڑھتے پڑھتے اکتا جائے گا، فوراً دوسرا مضمون شروع کر دیا۔ اس طرح مؤلف نے حسن اختیار کا ثبوت دیتے ہوئے کتاب میں جابجا تنوع قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب اوّل سے آخر تک پڑھ جایئے، ذرا تھکن محسوس نہیں ہوتی، بلکہ ایک باذوق قاری لائق مؤلف کو داد دیے بغیر رہ نہ سکے گا۔ مؤلف نے بہت سے مضامین اختصار کے ساتھ یکجا کر دیے ہیں۔ مؤلف کے اپنے الفاظ میں:

"فهذه نوادر و ظرف، ومحاسن و تحف، مختلفة الترتيب"

انداز بیان نہایت ادیبانہ ہے۔ جہاں تک نوادر و ظرائف، حکیمانہ اقوال و امثال اور خطب و نصائح کا تعلق ہے، کتاب بہت مفید ہے اور مبتدی کو عیون اور العقد ایسی ضخیم کتابوں سے ایک حد تک مستغنی کر دے سکتی ہے۔

عبدالقیوم
میکلوڈ عربک ریسرچ سٹوڈنٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم

# علوم الحدیث

پروفیسر عبدالقیوم نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سینئر مدیر کی حیثیت سے اُس کی بیس جلدوں پر اِدارتی اصلاح کا وسیع و عریض کام کیا جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا تفصیلی تعارف زیرِنظر کتاب میں آنے والے صفحات میں موجود ہے۔ پروفیسر صاحب نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے ڈھیروں مقالات لکھے۔ ذیل میں ایک مقالہ بطور نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔

اس میں روایت و درایت کے اعتبار سے جملہ علوم حدیث کے علاوہ وہ مباحث بھی شامل ہیں جو حدیث کی حجیت وضرورت اور حدیث پر اعتراضات کے ردّ پر مشتمل ہیں۔ یہ آخری فن اس لیے پیدا ہوا کہ کچھ لوگ (خصوصاً آج کل) حدیث کی صحت پر شک کرتے ہیں، جس کے جواب میں علمائے حدیث اپنے دلائل سے حدیث کی صحت و حجیت کا اثبات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ صحاح، سنن، مسانید [رکّ بآں]، مختصرات [رکّ بآں] اور اربعین پر جو شروح لکھی گئی ہیں وہ بھی علوم الحدیث میں شامل ہیں۔ اسی طرح قدما کی کتب الاطراف اور عصر حاضر میں مرتب کیے گئے حدیث کے اشاریے (مثلاً ونسنک: المعجم المفہرس) اور دوسرے متفرق مباحث (مثلاً قرآن مجید اور حدیث کا ربط اور فقہ و حدیث کا تعلق) بھی علوم حدیث میں شامل ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے محمد بن جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ؛ نیز رکّ بہ حدیث: اہل حدیث؛ سیرت؛ اسماء الرجال؛ قرآن)۔

غرض وہ سب کوششیں جو حدیث کو سمجھنے اور اس کا مقام متعین کرنے، نیز مجموعہ ہائے احادیث کو مرتب و مدون کرنے کے اصول متعین کرنے، احادیث کو پڑھنے پڑھانے اور ان کی ارتقائی سرگزشت اور نقد و جرح کے اصولوں کو جاننے یا حدیث کے خلاف کیے گئے اعتراضات کے جوابات دینے کے سلسلے میں کی گئیں، علوم حدیث میں شمار ہوتی ہیں۔ حدیث کی تاریخ، متن و اسناد کے پرکھنے کے اصول اور طریقے (methodology)، علم ناسخ الحدیث و منسوخہ، علم غریب الحدیث، علم اختلاف الحدیث، علم مصطلحات حدیث وغیرہ بھی سب علوم حدیث میں شامل ہیں۔ زیادہ باضابطہ طور سے یوں کہنا چاہیے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علم الحدیث کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم روایت اور (۲) علم درایت

جب رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال کے متعلق روایات کی تعداد بڑھی تو ان کی روایت کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے، نیز مختلف فیہ مسائل کو سمجھنے کے لیے اصول بندی لازمی ہوگئی۔ اس کے لیے دو طریقے اختیار کیے گئے: (۱) اسناد کے ناقدانہ مطالعے کی طرف توجہ ہوئی اور اسناد کے لحاظ سے قابل اعتبار حدیث وہ سمجھی گئی جس کی روایت میں راویوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ موجود ہو (راویوں کے سلسلے کا علم اسناد کہلایا)؛ (۲) راویوں کے ثقہ ہونے کے اصول مقرر کیے گئے۔ اس سے فن رجال پیدا ہوا، جس میں یہ امور مدنظر ہوئے کہ راویوں (رجال) کے جملہ حالات و کوائف معلوم کیے جائیں اور یہ معلوم کیا جائے کہ کوئی راوی کس زمانے میں تھا، کہاں رہتا تھا اور اپنے ماسبق سے کس حد تک ذاتی واقفیت رکھتا تھا۔ اسی طرح اس کی قوت حافظہ، اس کی ثقاہت، اس کے عام انداز حیات، علم، مشاغل وغیرہ سے متعلق معلومات جمع کی گئیں۔ رجال کی یہ تنقید علم الجرح و التعدیل یا علم معرفۃ الرجال کہلائی۔

ابن الصلاح کے مقدمہ (الموسوم بہ علوم الحدیث) پر سرسری نظر ڈالنے سے فن رجال (اور علم جرح و تعدیل) کی جزئیات کا علم ہو سکتا ہے، مثلاً معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ التابعین، معرفۃ الاکابر الرواۃ عن الاصاغر، معرفۃ الاخوۃ والاخوات من العلماء والرّواۃ، معرفۃ روایۃ الآباء عن الابناء و بالعکس، معرفۃ الاسماء والکُنی، معرفۃ تواریخ الرواۃ فی الوفیات وغیرھا، معرفۃ طبقات الرواۃ والعلماء، معرفۃ اوطان الرواۃ و بلدانھم، وغیرہ۔ مقدمۂ ابن الصلاح کے مندرجات میں سے یہ چند عنوانات ہیں جن کا تعلق معرفۃ الرجال سے ہے۔ حدیث کے مختلف مجموعوں کی شرحوں میں اسناد (رواۃ) کے بارے میں تفصیلات ملتی ہیں۔ رجال پر بعض کتابیں طبقات کے انداز پر ہیں، مثلاً ابن سعد: طبقات الکبیر؛ امام بخاری: التاریخ الکبیر اور کتاب الکُنی؛ الذہبی: طبقات الحفاظ وغیرہ (تفصیل کے لیے دیکھیے اسی مقالہ میں، بذیل سوانحی ادب)۔

ضعیف راویوں پر اور تدلیس کرنے والوں پر بھی کتابیں ہیں۔ موضوع حدیثوں کو الگ مجموعوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے پر اکثر کتابوں میں بحثیں ہیں اور ان کے ضمن میں زمانے کے اہل علم، صلحاء، زہاد، اور دوسرے ہزار ہا اشخاص کی سوانح عمریوں کا مواد جمع ہو گیا ہے۔ ان کے ناموں، کنیتوں، اَنساب اور اوطان سے پوری بحث اور تحقیق کی گئی ہے۔ یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انسانی تاریخ میں شخصیتوں کے بارے میں اتنی منظم، سنجیدہ اور نتیجہ خیز بحث آج تک دنیا میں کبھی اور کہیں نہیں ہوئی (اس موضوع پر کتابوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے محمد بن جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان باتوں سے نہ صرف واقعاتی صداقت تک پہنچنے کے بے مثال ذوق وشوق کا پتا چلتا ہے بلکہ ارادے اور نیت کی اس پاکیزگی کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جس کے تحت صدہا اہل علم ایک بامقصد اور نتیجہ خیز جستجو میں سالہا سال مصروف نظر آتے ہیں، ایک ایک راوی کے حالات کے تفحص کے لیے دور دور کا سفر اختیار کرتے ہیں اور دیانتِ روایت کی ساکھ قائم کرنے کے لیے ایسے ایسے مجاہدات میں سے گزرتے ہیں جن کی تفصیلات پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

وہ شرائط جو اس جستجو کو معیاری بناتی ہیں مقدمۂ الصلاح اور دوسری کتب اصول میں موجود ہیں۔ روایت حدیث کے سلسلے میں اصول بندی کے بڑے واضح عقلی معیار قائم ہوئے، جو آگے چل کر شخص شناسی، علم نفسیات بذریعۂ قیافہ و حلیۂ ظاہری، اسرار نفس انسانی اور عجائبات طبع انسانی کے محیر العقول انکشافات کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

روایت کی اصول بندی کے تحت حدیث کی قسمیں مقرر ہوئیں، مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، مسند، متصل، مرفوع، موقوف، مرسل، منقطع، مُعضَل وغیرہ؛ راویوں کے مختلف سلسلوں کے اعتبار سے بھی حدیثوں کی قسمیں مقرر ہوئیں، مثلاً متواتر، مشہور، عزیز، احاد، غریب وغیرہ [تفصیل کے لیے رک بہ حدیث]۔ یہ اصول الحاکم: معرفۃ علوم الحدیث؛ ابن الصلاح: مقدمہ؛ النووی: التقریب (اور اس کی شرح، یعنی السیوطی: تدریب الراوی)؛ ابن حجر، نخبۃ الفکر اور احمد محمد شاکر: الباعث الحثیث، وغیرہ میں بتفصیل مذکور ہوئے ہیں۔

علم حدیث کی روایت کے سلسلے میں ان آٹھ انواع طریق روایت کا ذکر بھی ضروری ہے جو علم اصول حدیث کے مصنفین نے بیان کی ہیں:

(۱) سماع: شاگرد یا سامع اپنے شیخ کی مرویات اس کی زبان سے سنے، خواہ وہ زبانی سنا رہا ہو یا اپنی کتاب سے پڑھ رہا ہو، پھر "سَمِعْتُ عَنْ" یا "حَدَّثَنِي" یا "حَدَّثَنَا" یا "أَخْبَرَنَا" کہہ کر حدیث روایت کرے۔

(۲) قراءت: شاگرد اپنے شیخ کو کتاب سے پڑھ کر یا زبانی کوئی حدیث سنائی اور اپنے نسخۂ کتاب سے یا اپنے حافظے کی مدد سے اس حدیث کا مقابلہ کرتا جائے۔ ایسی روایتوں کو بیان کرنے سے پہلے ان الفاظ کا دہرانا ضروری ہوتا ہے: "قَرَأْتُ عَلٰی فُلَانٌ وَ هُوَ يَسْمَعُ" یا "أَخْبَرَنِیْ" یا "حَدَّثَنِي فلانٌ قراءۃ علیه"۔

(۳) اجازۃ: اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ یا راوی کسی شاگرد یا شخص کو کسی ایک حدیث کے متن یا کسی کتاب میں مندرج حدیثوں کی روایت کی اجازت دے دے۔ اجازت حاصل کرنے کے بعد ایسے راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ "أَخْبَرَنِي" یا "أَجَازَنِي" کے الفاظ کہہ کر حدیث روایت کرے۔ اجازت حاصل کرنے والا راوی "حَدَّثَنِي" یا "حَدَّثَنَا" کا لفظ استعمال نہیں کر سکتا، جس طرح قراءت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذریعے روایت کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ "سَمِعتُ" کا لفظ کہہ کر حدیث بیان کرے۔ اجازۃ کی کئی اقسام ہیں، جن پر علماء نے بڑی مفید بحثیں کی ہیں۔ ظاہری علمائے حدیث تو اجازہ کے سراسر خلاف ہیں، البتہ محدثین نے معین شخص کے لیے معین کتاب یا معین مرویات کی روایت کو جائز قرار دیا ہے اور غیر معین اشخاص کے لیے غیر معین مرویات کی روایت کی اجازت کو ناپسند کیا ہے [رك به اجازة؛ نیز دیکھیے ابن الصلاح: مقدمہ؛ احمد محمد شاکر: الباعث الحثیث، ص ۱۱۹ببعد؛ فؤاد سزگین: تاریخ التراث العربی، ۱:۲۳۰)]

(۴) مُناوَلہ: اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو اصل کتاب، جس سے وہ حدیث روایت کرتا ہے، دے دے یا اس کا مقابلہ شدہ نسخہ دے دے اور کہے: "یہ میری کتاب ہے، یہ میری روایت ہے، میں تمھیں اس کی روایت کی اجازت دیتا ہوں۔" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی کتاب شاگرد کو نقل کرنے کے لیے دے۔ شاگرد نقل کر کے اصل کتاب شیخ کو لوٹا دے۔ ایسی روایتوں کے بیان کرنے سے پہلے "اَخبَرَنِیُ" کہنا ضروری ہے۔

(۵) مُکاتبة: شیخ اپنی مرویات یا مجموعۂ حدیث لکھ کر یا لکھوا کر کسی شخص کو دے دے یا بھجوا دے۔ اب یہ شخص روایت کرتے وقت "حَدَّثَنِی" یا "اَخبَرَنِیُ" کہہ سکتا ہے، لیکن محتاط طریق یہی ہے کہ وہ کہے: "کتَبَ اِلَیَّ فُلَانٌ" (فلان شیخ نے مجھے بذریعۂ مکاتبة اطلاع دی)۔

(۶) إعلام: کوئی شیخ اپنی کتاب یا روایت اس اعلان کے ساتھ دوسرے کو دے کہ اس کتاب یا روایت کو فلاں شیخ سے سماع کیا۔ دوسروں کو ایسی کتاب، یا مرویات کی روایت کرنے کے حق کے بارے میں اختلاف ہے۔ غالبًا ایسی روایت کو "اَخبَرَنِیُ" یا "عَن" کہہ کر شروع کرتے ہیں۔

(۷) وَصِیة: شیخ اپنی وفات یا کوچ سے پہلے اپنی کتاب کی روایت کا حق کسی شخص کو بذریعۂ وصیت عطا کر دے۔ ایسی روایت کو "وصَّانِی" یا "اَخبَرَنِیُ وَصِیَّةٌ عَن" کے الفاظ کہہ کر شروع کیا جاتا ہے۔

(۸) وجادة: اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی روایت کی احادیث کو اس کے اپنے خط میں یا احادیث کو مشہور مؤلفین حدیث کی کتابوں میں موجود پاتا ہے اور ان احادیث کو بیان کرتا ہے تو "وَجَدتُ بِخَطِ فُلَان" یا "قَالَ فُلانٌ" کہہ کر روایت کرتا ہے۔ محدثین نے متن حدیث کی روایت باللفظ پر بڑا زور دیا ہے اور جہاں کسی لفظ میں ذرا بھی شک ہوا تو فوراً "او کما قال صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم" کہہ دیا۔ خاص حالات میں مخصوص شرائط کے تحت روایت بالمعنی بھی قبول کر لی جاتی تھی۔

محدثین نے راویوں کی پہچان کے لیے ان کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، مثلاً پہلا طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسرا طبقہ تابعین کا اور تیسرا طبقہ تبعۃ التابعین کا۔ پھر صحابہ کرامؓ کے کئی طبقات بنا دیے گئے۔ اسی طرح تابعین اور تبعۃ التابعین بھی مختلف طبقات میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اس طرح ''علم طبقات الرواۃ'' معرض وجود میں آیا۔

تدوین حدیث بجائے خود ایک علم ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے مجموعوں کو مرتب و مدوّن کرنے کے لیے کیا کیا طریقے اختیار کیے گئے۔ اس سلسلے میں جو طریق کار (Methodology) اختیار کیا گیا وہ کئی ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت تھا۔ سب کا مقصد یا تو صحیح حفاظت روایت یا پھر تسہیل حوالہ تھا۔ ابتدا میں حدیثوں کو مضمون کے اعتبار سے نہیں بلکہ راویوں کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا تھا۔ پھر تسہیل و تفہیم کی ضرورتوں کے تحت دوسرے طریقے رائج ہوئے اور مضامین و مطالب کے مطابق تدوین ہوئی۔ حدیث کے مجموعوں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے محمد بن جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ ؛ فؤاد سزگین: تاریخ التراث العربی، الجزء الاول (الباب الثانی: علم الحدیث)۔

بہر حال فن اسماء الرجال ایک عظیم الشان علم ہے۔ شبلی نعمانی کے الفاظ میں ''مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے اپنے پیغمبرؐ کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہوسکے اور نہ آیندہ توقع کی جاسکتی ہے۔''

جن لوگوں نے حدیث کی روایت، تحریر اور تدوین کا کام سرانجام دیا ان میں صحابہؓ، تابعین اور تبعۃ التابعین سب شامل ہیں۔ ان کی تعداد شپرنگر کے اندازے کے مطابق پانچ لاکھ ہے (ابن حجر العسقلانی: الاصابہ، طبع شپرنگر، انگریزی دیباچہ) اور آنحضرت ﷺ سے ملنے والوں کی تعداد کم و بیش بارہ ہزار بتائی جاتی ہے، جن کے حالات قلمبند ہوگئے ہیں، یہاں تک کہ بقول باسورتھ سمتھ ''یہاں پورے دن کی روشنی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور جو ہر شخص تک پہنچ سکتی ہے'' (Mohammed and Mohammadenism، ۱۸۸۹ء، ص ۱۵)۔

ایک ایسے زمانے میں جبکہ رسل و رسائل اور آمد و رفت کے وسائل نہ ہونے کے برابر تھے اور موجودہ علمی طریقوں کی بنیادیں تک بھی موجود نہ تھیں، ایسا مجاہدانہ اور عاشقانہ ذوق و شوق بجائے خود ایک محیر العقول امر ہے۔ چھان بین، موازنہ و قیاس، اور استنتاج و استقرا کے ایسے اصولوں کی دریافت کو، جنھیں موجودہ عقلی تجربی دور بھی بعض صورتوں میں نہیں پا سکا، ایک عظیم اجتہاد علمی و عقلی سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی سے اس تاریخی طریق کار (Historical Method) کی بنیاد پڑی اور کمال تک پہنچی جس کا مقابلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آج کا سائنسی دور بھی نہیں کرسکتا (تفصیل کے لیے رک بہ اسماء الرجال، جس میں اس فن کی تالیفات کا مفصل ذکر موجود ہے؛ نیز دیکھیے محمد بن جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ)۔

.........................................

یہاں تک علوم حدیث میں سے روایت کے فن (یا علم) کا تذکرہ تھا۔ اب ان علوم کی دوسری اہم شاخ علم درایت زیر بحث آتی ہے، جسے علم اصول حدیث بھی کہا جاتا ہے (جبکہ مکمل علم روایت و درایت کو علم مصطلح الحدیث بھی کہا جاتا ہے)۔ علم درایت ایسے قوانین اور مباحث و مسائل کا مجموعہ ہے جس سے راوی حدیث کے صحیح یا کمزور ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ علم درایت کے معنی ہیں وہ علم جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی مقبول ہے یا مردود۔ راوی کے مقبول ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی روایت قبول کی جاتی ہے اور مردود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ اسی طرح روایت یا حدیث کے مقبول ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ثابت اور صحیح ہے اور مردود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشکوک اور غیر صحیح ہے۔

درایت کا علم دراصل کسی روایت کے مطلب و مضمون کی عقلی تنقید کا نام ہے؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے درایت کا یہ مسلّم اصول ہے کہ جو حدیث عقل و قیاس کے منافی و معارض ہو وہ قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح محسوسات و مشاہدات سے تعارض اور قرآن مجید سے اختلاف بھی ضعف روایت کا باعث ہوتا ہے۔ ایسی حدیثیں قابل اعتبار نہیں سمجھی گئیں جن میں معمولی فروگزاشتوں پر ابدی اور سخت عذاب کی تہدید پائی جاتی ہے، یا جو رکیک المعنی ہیں اور منصب رسالت کے شایان شان نہیں، یا جن میں آیندہ کے واقعات کی بقید تاریخ پیش گوئی ہے۔

غرض اس طرح کے قواعد عقلی کی تدوین علم درایت کی غایت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قولی اور زبانی مواد کو، جو مختلف علاقوں اور مختلف طبقات سے جمع کیا گیا تھا، پرکھنے کا اس سے بہتر طریقہ ہو نہیں سکتا تھا۔ جو لوگ آج کے زمانے میں بیٹھ کر حدیث پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ اس زمانے کی مشکلات کیا تھیں، سلسلہ آمد و رفت، معاملات رسل و رسائل اور ذرائع نقل و روایت کتنے مشکل تھے۔ آج جبکہ علوم انسانی نے بڑی وسعت اختیار کر لی ہے اور مقابلہ و موازنہ کے دوسرے علمی معیار (اور سفر و ملاقات کی آسانیاں) بھی وجود میں آچکی ہیں، کسی روایت یا بیان کو پرکھنے کے اس سے بہتر معیار آج بھی پیدا نہیں ہوئے جو اس ابتدائی زمانے میں وضع کیے گئے اور آزمائے گئے۔ جدید معترضین ان معاملات میں اپنے زمانے کی غرض مندانہ فضا سے قیاس کرتے ہیں اور کسی کی دیانت داری کے بارے میں حسن ظن نہیں رکھتے اور بلاتکلف یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ راوی نے کسی سیاسی یا گروہی غرض سے یہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بیان گھڑا ہوگا۔ دور حاضر اس بے غرضی اور دیانت کا واقعی اندازہ نہیں لگا سکتا جو عشق رسولؐ، ثواب اور آخرت کے عقیدوں سے ابھری تھی۔ آج کی انفرادی و اجتماعی نفسیات انسان کو خودغرض اور مطلب پرست حیوان کے سوا کچھ نہیں سمجھتی، اس لیے وہ ع

اپنے پہ کر رہے ہیں قیاس اہل دہر کا

لیکن جب ہم رواۃ حدیث کے اس ذوق وشوق اور خلوص و دیانت اور کامل بے غرضی کو دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ اسی قسم کی للٰہیت ہمیں علمائے نقد حدیث کی سرگرمیوں میں نظر آتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تدلیس اور وضع حدیث کی کوششیں بھی ہوئیں اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گروہی، قبائلی اور عجمی سبائی سازشوں نے روایت کے سلسلے کو اپنی طرف سے مشکوک بنانے کی کوشش بھی کی، لیکن ان کوششوں کے مقابلے میں صحت حدیث کے پرکھنے کے مشاہداتی، عقلی اور نفسیاتی معیاروں کی تدوین و تشکیل کے لیے جتنی سخت اور جاں کاہ مساعی بروئے کار آئیں، ان سے سبائی عجمی اور جدید دور کی مستشرقانہ تشکیک کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ مستشرقین کے ایک گروہ مثلاً Goldzihr (Muh. Studien، انگریزی ترجمہ از S.N. Stern، لندن ۱۹۷۱ء، ۲: ۱۷، ۱۸۹) شپرنگر Sprenger، (در مقدمۃ الاصابہ) اور ہماری دینیات پر لکھنے والے شاخت Schacht نے اس بارے میں جو بدظنی پھیلائی ہے اس کے اسباب تک پہنچنا مشکل نہیں۔ یہاں جعلی حدیثوں کے گھڑے جانے کے واقعات سے انکار مقصود نہیں اور یہ بھی غلط نہیں کہ سیاسی غرض مندیوں نے وضع حدیث میں کچھ حصہ لیا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ علمائے حدیث نے اس قسم کے فتنوں اور مغالطوں کا سدباب کرنے کے لیے کیسے کیسے مجاہدے کیے اور صحت و عدم صحت میں امتیاز کے کیسے کیسے یقین آفرین طریقے اختیار کیے۔ ان حالات میں مذکورہ علمائے مغرب کے بیانات مبالغہ آمیز ہی نہیں غرض مندانہ اور گمراہ کن ہیں۔ یہاں اس حقیقت کا اعلان بھی لازمی ہے کہ صحیح حدیث کی حجیت پر یقین رکھنے والے کسی بھی قرینے یا اشارے سے حدیث کو قرآن مجید کی کسی آیت کا درجہ نہیں دیتے۔ آیت کے مقابلے میں کسی حدیث کو سند ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حدیث کا درجہ ہر حال میں قرآن مجید کے بعد ہے۔

اب اس بحث کو چھوڑ کر ہم درایت کی دوسری بحثوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

علم درایت حدیث سے کئی علوم پیدا ہوئے، جن میں سے چند اہم علوم کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علم الجرح والتعدیل: یہ علم مخصوص الفاظ میں راویوں کے کردار و اخلاق، ان کی عدالت و ثقاہت یا ان کے عیب و ضعف سے بحث کرتا ہے۔ یہ علم فن درایت حدیث میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ صحابہ کرامؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے لے کر متاخرین تک علمائے حدیث اس علم پر گفتگو کرتے رہے ہیں۔ (رك به الجرح و التعديل؛ نیز دیکھیے صبحی صالح: علوم الحديث ، اردو ترجمہ از غلام احمد حریری)۔

(۲) علم رجال الحدیث: اس علم میں راویان حدیث نبوی کا بحیثیت رواۃ حدیث بیان ہوتا ہے۔ اگرچہ ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں بہت سی معلومات جمع کر دی ہیں، لیکن بطور علم امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) نے سب سے پہلے اس پر توجہ فرمائی۔ ابن حزم (م۴۵۶ھ) نے ایک مختصر رسالے (اسماء الصحابۃ الرّواۃ) میں رواۃ صحابہؓ کرامؓ کے اسماء مع تعداد مرویات قلمبند کیے۔ اس کے بعد ابن الأثیر (م۶۳۰ھ)، ابن حجر (م۸۵۲ھ) وغیرہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

(۳) علم مختلف الحدیث: اس علم میں ان احادیث سے بحث کی جاتی ہے جن میں بظاہر تناقض نظر آتا ہے۔ اس علم کے ذریعے ان کے مابین جمع و تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسے علم تطبیق حدیث بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علم اس لیے بغایت اہم ہے کہ اس میں دو بظاہر متضاد المعنی احادیث میں جمع و تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے، یا ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جاتا ہے۔ اس علم کے عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ حدیث و فقہ کا جامع ہو اور حدیث کے معانی میں مہارت کے ساتھ علم اصول کا بھی ماہر ہو۔ اس موضوع پر سب سے پہلے امام شافعی ؒ نے قلم اٹھایا اور آنے والے محدثین کے لیے راہ ہموار کر دی۔ اس موضوع کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے، مثلاً اختلاف الحدیث، تأویل مختلف الحدیث، مشکل الحدیث، مناقضة الاحاديث و بيان محامل صحيحها، وغیرہ۔ اس علم کے چند اہم مصنفین کے نام یہ ہیں: الشافعیؒ: اختلاف الحديث ، جو بقول السخاوی (فتح المغيث ) كتاب الأم کا حصہ ہے؛ ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ): تأويل مختلف الحديث ؛ ابو یحیٰی زکریا الساجی (م۳۰۷ھ): ابن جریر الطبری؛ الطحاوی: مشكل الآثار ، وغیرہ۔

(۴) علم عِلَلُ الحديث: اس علم میں، ان پوشیدہ اور دقیق اسباب و علل سے بحث کی جاتی ہے جن کی بنا پر کسی حدیث کی صحت میں قدح وارد ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس میں کوئی سقم نظر نہیں آتا۔ اس موضوع پر لکھنے والوں میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علی ابن المدینی (م۲۳۴ھ)، ابو یحیٰی زکریا بن یحیٰی الساجی، ابوبکر احمد الخلال (م۳۱۱ھ)، ابن ابی حاتم (م۳۲۷ھ)، علی بن عمر الدارقطنی (م۳۷۵ھ)، ابوعبداللہ الحاکم (م۴۰۵ھ)، ابن الجوزی (م۵۹۷ھ) اور ابن حجر العسقلانی (م۸۵۲ھ) اکابر محدثین سرفہرست ہیں۔

(۵) علم غریب الحدیث: یہ علم متن حدیث کے ان مشکل اور شاذ و نادر الفاظ سے بحث کرتا ہے جن کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطلب ومفہوم قلت استعمال کے باعث واضح نہیں ہوتا۔علمائے حدیث کے نزدیک اس علم کو جاننا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ کو ان کے اصلی ماحول اور مفہوم کے مطابق سمجھا جاسکے۔اس موضوع پر سب سے پہلے ابو عبیدہ مَعْمَر بن المُثَنّٰی (م۲۱۰ھ) نے ایک مختصر کتاب قلمبند کی، پھر النصر بن شُمَیْل المازنی (م۲۰۴ھ) نے۔اس کے بعد حافظ ابوعبید القاسم بن سلام الہروی (م۲۲۴ھ) نے ایک ضخیم اور جامع کتاب تصنیف کی جو اس کی چالیس سال کی محنت کا ثمرہ تھا۔یہ کتاب بعنوان غریب الحدیث حیدرآباد (دکن، ہند) سے ۱۹۶۷ء میں چار جلدوں میں طبع ہوچکی ہے۔اس کی ترتیب راویان حدیث کے ناموں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور عبدالعزیز بن عبداللہ (م۴۶۵ھ) نے اسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا تھا۔اس کے بعد ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) نے غریب الحدیث کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی۔ابوعبید القاسم اور ابن قتیبہ کے تسامحات و اغلاط کی نشان دہی کرتے ہوئے ابومحمد قاسم بن ثابت بن حزم العوفی السرقطی (م۳۰۲ھ) نے ایک عظیم القدر کتاب بعنوان الدلائل فی شرح ما اغفلہ ابو عبید و ابن قتیبۃ من غریب الحدیث لکھنا شروع کی، لیکن دوران تالیف موت نے آلیا اور اس کتاب کی تکمیل ان کے والد ابوالقاسم ثابت بن حزم السرقطی (م۳۱۴ھ) نے کی۔اس کے بارے میں ابوعلی القالی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ ایسی کتاب مشرق ومغرب میں تصنیف نہیں ہوئی۔ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی (م۳۸۸ھ) نے بھی ایک کتاب غریب الحدیث تصنیف کی، جس میں ابن قتیبہ کی اغلاط کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔بے شمار اہل علم وفن نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے مندرجۂ ذیل کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں: قاضی نور الدین ابوالثناء محمود بن احمد بن محمد الہمدانی الفیومی (م۳۳۴ھ)، التقریب فی علم الغریب ؛ الزمخشری (م۵۳۸ھ): الفائق فی غریب الحدیث ؛ ابن الاثیر (م۶۰۶ھ): النہایۃ فی غریب الحدیث ؛ محمد طاہر پٹنی: مجمع بحار الانوار۔

(۶) علم الناسخ والمنسوخ: یہ علم ان احادیث متعارفہ سے بحث کرتا ہے جن میں تطبیق کا امکان نہ ہو۔اس صورت میں بعض احادیث کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے۔حدیث ناسخ کا علم بعض اوقات آنحضرت ﷺ سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: ''میں نے تمھیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو۔'' ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں قربانی کے گوشت کا تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا کرتا تھا۔اب اجازت ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جتنا چاہو کھاؤ۔'' اسی طرح آپ ﷺ نے آغاز اسلام میں کتابت حدیث سے منع فرما دیا تھا، لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی۔ ناسخ احادیث کا علم بعض اوقات کتب سیر و تواریخ سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ علم الناسخ والمنسوخ پر لکھنے والے چند نامور محدثین کرام کے اسماء حسب ذیل ہیں: امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ): کتاب الناسخ و المنسوخ؛ امام ابو داود السجستانی (صاحب السنن)؛ ابو بکر الاثرمؒ (م ۲۶۱ھ)؛ ابو حفص بن شاہین؛ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحازمی (م ۵۸۴ھ): الاعتبار فی بیان الناسخ و المنسوخ من الآثار (مطبوعہ قاہرہ و حلب)؛ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ)

موضوع احادیث: حدیث کے علوم میں سے ایک علم موضوعات کا ہے۔ موضوعات سے مراد وہ جعلی اور مصنوعی خبر ہے جسے کسی نے خود گھڑ کر آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔ درحقیقت موضوعات کو اصطلاحاً احادیث کہنا ہی نہیں چاہیے، اگرچہ ان کا گھڑنے والا (واضع) ان کے حدیث ہونے کا مدعی ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک ''حدیث موضوع'' پر بحث کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ متنبہ ہوں اور اس کی نقل و روایت سے احتراز کریں۔ گویا بطور جرح و قدح اور بغرض تنبیہ موضوعات کا ذکر احادیث کے ضمن میں ہوسکتا ہے۔

موضوع حدیث کو محدثین کئی طریقوں سے پہنچانتے تھے۔ بعض اوقات حدیث وضع کرنے والا خود اقرار کر لیتا تھا کہ اس نے فلاں حدیث وضع کی ہے۔ علاوہ ازیں رکاکت الفاظ اور فساد معنی سے بھی موضوع حدیث کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی حدیث کا کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے صریح خلاف ہونا بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے۔ ترغیب و ترہیب کے پیش نظر یا سیاسی و گروہی اغراض و مفادات کی خاطر واضعین نے حدیثیں گھڑ کر آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیں؛ زنادقہ نے مسلمانوں کے دین اور عقائد کو بگاڑنے کے لیے ہزارہا حدیثیں وضع کی؛ اسی طرح خطابیہ، کرامیہ وغیرہ نے بھی اس میدان میں بڑی چابک دستی کا ثبوت دیا؛ قصہ گو حضرات نے بھی اپنے قصے کہانیوں میں موضوعات سے کام لیا اور زیب داستان بیانات دیے، یہاں تک کہ فضائل قرآن کے سلسلے میں بیان کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے بہت مبالغے سے کام لیا اور قصے گھڑے؛ مگر محدثین نے ایک ایک ''واضع'' کا کھوج لگا کر چھوڑا (ابن الصلاح: علوم الحدیث، حلب، ۱۹۶۶ء، ص ۹۰)۔ امام الحرمین کے والد شیخ محمد ابو الجوینی نے حدیث وضع کرنے والوں کو اس لیے کافر قرار دیا ہے کہ وہ جان بوجھ کر آنحضرت ﷺ پر افترا باندھتے ہیں (الباعث الحثیث، قاہرہ ۱۹۵۸ھ، ص ۷۹)

ائمہ محدثین نے بڑی محنت و جانفشانی سے موضوعات کو چن چن کر الگ کر دیا اور مستقل کتابوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واضعین حدیث کی سیہ کاریوں کی نشان دہی کر کے آنے والی نسلوں پر احسان عظیم کیا۔ (کتب موضوعات کی فہرست کے لیے دیکھیے: الرسالة المستطرفة ؛ص:۱۲۲ تا ۱۲۶)

بہر حال یہ سب بحثیں فن درایت سے متعلق ہیں۔ اس تنقیدی فن کی اساس عقل وفطرت اور تجربہ ومشاہدہ پر ہے۔ درایت کا ایک اصول یہ ہے کہ ایک کند ذہن آدمی اور ذہین اور نکتہ رس شخص کی روایتوں میں ضرور امتیاز کرنا چاہیے، مثلاً خلفائے اربعہ کی روایتوں اور ایک عام بدوی کی روایتوں میں قدرتی طور پر فرق ہوگا؛ لہٰذا درایت کے وقت ایک بدوی کی روایت کو خلفاء کی روایت کے برابر نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح ایک بچے اور ایک نوجوان آدمی کی ذہنی سطح کے مختلف ہونے کے باعث، بچے کے مقابلے میں نوجوان کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ نوجوان کی عقل پختہ تر ہوتی ہے اور اس میں احساس ذمے داری بھی زیادہ ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ علم درایت زبانی اور قولی مواد کو عقلی اور تجربی معیار پر پرکھنے کا نام ہے۔ یہی عقلی و تجربی معیار آگے چل کر دوسرے علوم تاریخی وسوانحی ودینی میں بھی کام آیا۔

..................................

علم اصول حدیث کی سب سے پہلی تصنیف شاید الرامہرمزی (م ۳۶۰ھ) کی کتاب المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی ہے۔ اس کے بعد اس نوع کی کتابوں کا سلسلہ چل نکلا، جس کی تفصیل کے لیے رك به حدیث۔

علوم الحدیث کے سات دور:

۱۔ عہد صحابہ سے لے کر قرن اول کے آخر تک؛

۲۔ دوسری صدی ہجری، جبکہ احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا اور قواعد واصول وضع ہونے لگے تھے، مگر سلسلۂ تدوین ابھی شروع نہیں ہوا تھا؛

۳۔ تیسری صدی ہجری کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے نصف تک، جب علوم حدیث فرداً فرداً وجود میں آئے اور علم حدیث ایک خاص فن بن گیا؛

۴۔ چوتھی صدی کے نصف آخر سے ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک، جس میں علوم الحدیث درجۂ کمال تک پہنچ گئے اور رامہرمزی کی مذکورہ تصنیف کے بعد الحاکم النیسا پوری (م ۴۰۵ھ) کی کتاب معرفة علوم الحدیث، الخطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کی تصانیف الكفاية فی قوانین الرواية اور انھیں کی الجامع لآداب الشیخ و السامع جیسی جامع اور معیاری کتابیں وجود میں آئیں؛

۵۔ ساتویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک، جس میں نقد و جرح کا فن ترقی کی ایک نئی منزل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



داخل ہوا اور ابن الصلاح نے علوم الحدیث لکھی۔ حافظ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) نے اس کا خلاصہ اختصار علوم الحدیث کے نام سے تیار کیا جس کی شرح احمد محمد شاکر نے الباعث الحثیث کے نام سے شائع کی۔ پھر النووی (م۶۷۶ھ)، العراقی (م۸۰۶ھ) اور ابن حجر (م۸۵۲ھ) کی کتابیں سامنے آئیں؛

۶۔ اس کے بعد اجتہاد کا دور ختم ہو گیا اور تقلید کا دور آیا؛

۷۔ چودھویں صدی ہجری میں علوم مغربی کے ماہرین اور مستشرقین نے ایک نئے زاویے سے حدیث پر تنقید کی اور اعتراضات کیے۔ ان کے جواب میں حدیث کی حجیت و صحت کے لیے نئے دلائل دیے گئے۔ اسے درایت کا نیا دور کہا جا سکتا ہے۔ (دیکھیے مقدمۂ نور الدین عتر، بر مقدمۃ ابن الصلاح حلب ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)

علم حدیث کے زیر اثر شوق مشاہدہ اور علمی سیر و سفر کی تحریک کو بڑی تقویت نصیب ہوئی۔ اس سے فن جغرافیہ، فن مشاہدۂ عجائبات، فن تاریخ، فن انساب و قبائل، فن سیر و سوانح اور مختلف فنون لسانی، فن تشخیص کردار، فن قیافہ، علم البشر اور علم احوال اجتماعی جیسے فنون کے لیے راستہ ہموار ہوا۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے مختلف بیانات تاریخی و جغرافیائی کی تشریح کا موقع ملا اور مختلف ممالک کے باشندوں کی عادات و رسوم کا علم حاصل ہوا۔

مآخذ: مآخذ کے لیے رک بہ اسماء الرجال؛ حدیث۔ (عبدالقیوم نے لکھا) [ادارہ][1]

---

[1] اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۱۴/۱، ص: ۲-۱۰، عنوان: علوم الحدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسرعبدالقیوم

# سر رابندر ناتھ ٹیگور

## (پروفیسر صاحب کے زمانۂ طالب علمی کی ایک تحریر)

پروفیسر صاحب کی یہ کاوش اسلامیہ کالج کے مجلّہ ''کریسنٹ'' میں ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ اُس وقت پروفیسر صاحب کی عمر انیس سال تھی اور وہ ایف۔اے کے طالب علم تھے۔ یہ نادر و نایاب تحریر پروفیسر صاحب کا اوّلین قلمی نثر پارہ ہے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات، اس کاوش سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نوعمری ہی میں علم، ادب اور تحقیق کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ پروفیسر صاحب کی زیرِ نظر کاوش، ایک مبتدی طالب علم ہونے کے باوجود پختہ بھی ہے اور ادبی نزاکت ولطافت سے بھرپور بھی۔ عمر و تجربہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اسلوب تحریر میں ارتقاء واقع ہوا۔

ٹیگور (۱۹۴۱ـ۱۸۶۱ء) بنگالی زبان کا نوبل انعام یافتہ شاعر، فلسفی، افسانہ نگار اور ناول نگار تھا۔ انھیں بنگالی زبان کا شکسپیئر بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی آخری عمر میں یورپ، امریکا اور روس سمیت تمام ترقی یافتہ ملکوں میں اپنے لیکچرز پیش کیے۔ پروفیسر صاحب نے ان کے متعلق یہ تحریر ایک طالب علم کی حیثیت سے تحریر کی۔

۱۸۶۱ء کا ذکر ہے کہ ہندوستان کے گلستانِ ادب میں باغبان جہاں نے ایک نیا پودا لگایا۔ جس کی کلیاں چٹکیں اور پھول کھلے۔ جنھوں نے تمام گلستانِ ادب کو معطر کر دیا۔ ان کی عطر بیزی صرف یہیں تک محدود نہیں رہی، بلکہ گرد و پیش کی تمام ادبی فضا اس خوشبو سے مہک اٹھی۔

سر رابندر ناتھ کو ابھی کتم عدم سے وجود میں آئے کچھ بہت عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ماں اپنے لخت جگر کو آسمانِ شہرت کا آفتاب بن کر چمکتا دیکھنے کی تاب نہ لا کر قضا و قدر کی آواز پر لبیک کہہ کر اس ننھے سے بچے کو اپنی آغوش سے نکال کر قدرت کے گہوارے میں لٹا کر ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

ٹیگور اپنی ''جیون سمرتی'' میں اپنے ایامِ طفولیت کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''میں بہت ہی حسین و جمیل تھا۔ میرے بچپن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ میں بہت ہی پیارا اور دلکش تھا۔ میں بابا (والد) کے پاس شاذ و نادر ہی جایا کرتا تھا۔ تمام گھران کے خوف و دبدبے سے خوف زدہ و مرعوب رہتا۔ میں نوکروں کی حفاظت میں تمام دن اس طرح رہتا جیسے کوئی (پولیٹیکل بنگالی) قیدی پولیس کی حراست میں۔ ہر روز مکان کے باہر کی جانب والی کھڑکی میں بیٹھ کر دماغ میں تمام دنیا کا نقشہ کھینچا ہوتا (جیسے کوئی کانگرس یا خلافتی قیدی منٹگمری یا میانوالی کے جیل میں) جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے، میں فطرت کا شیدائی تھا۔ آہا! جب بادل یکے بعد دیگرے آفتاب عالم تاب کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیتے تھے تو میں خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ میں اس بچپن ہی میں محسوس کرتا تھا کہ میرا ایک رفیقِ مشفق ہے اس سے مجھے بہت محبت ہے، بڑا پیار ہے۔ اگرچہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ اس محبوب کو کس نام سے یاد کروں اور کیسے بلاؤں۔ مجھے فطرت کے ساتھ بہت ہی گہری محبت تھی۔ جس کے اظہار کے لیے میرے پاس الفاظ کا کافی ذخیرہ موجود نہیں ہے۔''

ٹیگور کے والد بزرگوار مہرشی دوندرا ناتھ ٹیگور بڑے بزرگ و متقی تھے اور تمام بنگال میں آپ کی پارسائی و پاکبازی کا شہرہ تھا۔

۱۹۱۳ء میں مسٹر سی۔ ایف۔ انڈریوز نے وائسرایکل لاج شملہ میں ٹیگور پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ٹیگور نے مجھ سے اپنے والد ماجد کے متعلق یوں اظہار خیال کیا کہ ایامِ طفولیت میں میں ان سے لرزاں و ترساں رہتا۔ جب میں ان کو دیکھ پاتا تو مجھ پر رعشہ طاری ہو جاتا۔ ان کے دبدبہ و رعب کا یہ حال تھا کہ جب تک وہ گھر میں تشریف فرما رہتے۔ تمام گھر شہرِ خموشاں کا نقشہ بنا رہتا۔ ٹیگور نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب میری والدہ ماجدہ اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر راہی ملکِ عدم ہوئیں تو ان کی موت کی گہری نیند سوتے دیکھ کر مجھ پر نہ تو کوئی رقت طاری ہوئی اور نہ میری آنکھوں میں آنسو ہی ڈبڈبائے کیونکہ میں جانتا ہی نہ تھا کہ موت کیا چیز ہے۔''

سر رابندر ناتھ ٹیگور کے بڑے بھائی دوجندر ناتھ ٹیگور ایک شہرۂ آفاق فلاسفر ہیں۔ ان سے چھوٹے رابندر ناتھ سے بڑے بھائی، پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے انڈین سول سروس (آئی سی ایس) کا امتحان پاس کیا۔ ٹیگور کے دو چچازاد ہندوستان کے مشہور ترین مصوروں میں سے خیال کیے جاتے ہیں۔

ٹیگور کی ابتدائی زندگی ان عام لڑکوں کی سی ہے جو لکھنے پڑھنے سے نفرت کرتے اور سکول جانے کو عار سمجھتے ہیں، جو استادوں کو صرف اس لیے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ وہ استاد ہیں۔ جو استاد کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ضَرَبَ یَضْرِبُ کی گردان کے خوف اور اس کی قہرمانی نگاہوں کے خطرے سے محافظت کی ترکیب میں طرح طرح کے بہانے تراشتے اور حیلے سوچتے ہیں۔ کبھی بیمار بنتے ہیں، کبھی دردسر کا بہانہ کرتے ہیں۔ کبھی کسی ہمسائے یا رشتہ دار یا اپنی کسی بڑھیا دادی یا نانی (جو پہلے ہی اس دنیا کو خیرباد کہہ گئی ہوتی ہے) کی موت کی خبر استاد کو جا سناتے ہیں۔ اور اس میں وہ اختراعات کرتے ہیں جو نیوٹن اور ڈارون کو بھی نہ سوجھی ہوں بعینہٖ یہ حال ہمارے اس زندۂ جاوید شاعر کا تھا۔ جنھوں نے آخر کار گھر ہی میں استاد رکھ کر حصول تعلیم میں انہماک شروع کیا۔

بچپن ہی میں طبیعت شاعری اور موسیقی کی طرف مائل تھی۔ جب کبھی کسی شاعر کو شعر کہتے یا خوش الحان گویے کو گاتے سن پاتے تو اس قدر متاثر ہوتے کہ وجد ہی میں آ جاتے۔ چونکہ شاعری اور موسیقی سے فطری لگاؤ تھا۔ اس لیے ضروریاتِ شعری و موسیقی کو نہایت غور و توجہ سے ماہرانِ فن اور استادانِ کامل سے بہت کوشش سے حاصل کیا اور یہی وجہ ہے کہ آج اس شعر کے مصداق بن رہے ہیں ۔

كَذَا مَنْ عَاشَرَ الْعُلَمَاءَ طِفْلًا
يَكُونُ اِذَا نَشَاً شَيْخًا اَدِيبًا

ٹیگور کسی یونیورسٹی میں تعلیم پا کر شاعر نہیں بنے بلکہ آپ نے استادِ فطرت کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے شاعر ہونے کا فخر حاصل کیا۔ چنانچہ انھوں نے ''نوبل پرائز'' حاصل کر کے ثابت کر دیا کہ انسان بغیر کسی یونیورسٹی میں تعلیم پانے کے بھی دنیائے علم و ادب میں شہرت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے ''نوبل پرائز'' حاصل کر کے ہندوستان کا نام روشن کیا۔ ایک انگلش اخبار یوں رقم طراز ہے:

''اگر ٹیگور کسی یونیورسٹی میں تعلیم پاتے تو زیادہ سے زیادہ بیرسٹر یا پروفیسر بن سکتے تھے اور بس۔''

ٹیگور کو عالم وجود میں آئے سترہ برس ہونے کو تھے کہ انگلستان جانے کا اتفاق ہوا۔ گئے تو قانون پڑھنے تھے لیکن مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔ ایک سال تک مسٹر جان مارلے کی زیرنگرانی علم ادب کا مطالعہ کرنے کے بعد واپس چلے آئے۔ مقنن بننا اپنی فطرت کے خلاف سمجھ کر دل چھوڑ بیٹھے اور خیالات کو بصورت اشعار صفحۂ قرطاس پر لانا شروع کیا۔ بحالیکہ زبان پر یہ جاری تھا۔ آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں می گویم، جس سے چار دانگ عالم میں مشہور ہو گئے۔

ٹیگور کی قادر الکلامی اور جدت طرازی مشہور ہے۔ گانے میں اس درجہ دسترس حاصل ہے کہ جب گاتے ہیں تو لوگوں پر بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ آواز اس قدر دلکش ہے کہ لوگ منہ تکتے رہ جاتے ہیں کہ ٹیگور کس انداز سے گاتے ہیں۔ ٹیگور گانے میں ابراہیم بن مہدی مغنی خلیفہ مامون کو بھی مات کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ کا کلام تصوف و معرفت سے بھرا پڑا ہے۔ ٹیگور کو بنگالی زبان میں وہی درجہ اور مرتبہ حاصل ہے جو اس وقت فارسی اور اردو میں علامہ سر اقبال کو ہے یا فارسی میں حافظ سعدی اور جامی کو۔ اردو میں غالب کو، انگریزی میں شکسپیئر کو اور پنجابی میں وارث شاہ کو تھا۔ ٹیگور نے سولہ برس کی عمر تک کہے ہوئے اشعار کا مجموعہ بھنو سمتھ کے نام سے شائع کیا۔ اس کے بعد سندھیا سنگت اور پروت سنگت یعنی شام کے گیت اور صبح کے گیت کے نام سے دو کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ناظرین کی نظروں سے گزریں۔ جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ سندھیا سنگت میں سب سے زیادہ دلچسپ ایک ستارے کی موت ہے اور بھی بہت سے دلچسپ اور درد انگیز گیت درج ہیں۔ پروت سنگت تو معرفت سے لبریز ہے۔ ان دونوں کتابوں نے بنگالی زبان میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ ٹیگور کی شاعری کا یہ دور اوّل تھا۔

تیس سال کی عمر میں اپنی زندگی کے دوسرے دور میں قدم رکھا۔ یعنی شاعرانہ تخیلات میں مدوجزر کو اعتدال پر لانے کے لیے شریک زندگی تلاش کیا۔ ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۶ء تک عشق و محبت کے پاکیزہ جذبات کا اظہار بصورت اشعار کرتے رہے پھر شاعری نے مذہب و فلسفہ کا رنگ بدلا۔ اسی سال آپ کی شریکِ زندگی آپ کو تنہا شاعرانہ تغزل میں محو چھوڑ کر دارِ فانی کو خیرباد کہہ گئیں۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی ایک لڑکی اور سب سے چھوٹا لڑکا جو آغوشِ مادر سے زیادہ دیر تک بچھڑا رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ اسی شہرِ خموشاں میں ہمیشہ کے لیے گہری نیند جا سوئے۔

سر رابندر ناتھ ٹیگور کہا کرتے تھے کہ ان صدمات نے مجھے صبر و تحمل کا سبق دیا اور میں نے اس وقت سے موت کی حقیقت کو سمجھا۔ اس کے بعد اور بہت سی کتابیں معرضِ وجود میں آئیں۔ جنھوں نے ٹیگور کو آسمانِ ادب کے درخشندہ تاروں میں جگہ دی اور یہی وجہ ہے کہ آج مشرق و مغرب ٹیگور کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

عبدالقیوم [1]

---

[1] کریسنٹ، (اسلامیہ کالج لاہور) ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۸ء، جلد: ۲۳، شمارہ نمبر ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# پروفیسر عبدالقیوم کے خطوط، زبیر قیوم کے نام [1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۳-۹-۷۹ء [2]

## ا۔ عزیزم زبیر، سلّمك الله العزيز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بصحت وعافیت ہیں اور تمہاری خیر وعافیت اور صحت وکامیابی کے لیے اللہ کریم ورحیم سے ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں۔

آج بڑی المناک خبر آئی ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

ہر انسان کی یہی منزل ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس پر ہر آدمی کو چلنا ہے۔ موت سے کون بچ سکتا ہے یا آج تک کون بچا ہے؟ البتہ مرنے والے کی خدمات کے پیش نظر غم اور افسوس ہوتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم بڑے ممتاز عالم دین تھے اور بصیرت وفکر کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔

عصر حاضر کے مسائل سے خوب آگاہ تھے اور زمانے کی نبض پر ان کا ہاتھ تھا۔ وہ نوجوانوں کے جذبات و مسائل سے بھی باخبر تھے۔ بات کہنے اور سمجھانے کا سلیقہ خداداد تھا۔ عالم اسلام کے لیے ان کی دینی اور تبلیغی خدمات کی دنیا معترف ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!

---

۱۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے اپنے بیٹے زبیر قیوم کو متعدد مواقع پر خطوط لکھے، ان میں سے چند منتخب شامل کیے جا رہے ہیں، یہ خطوط تاریخی ترتیب پر مرتب کیے گئے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی تحریروں کی طرح ان کے خطوط میں بھی کئی خوبیاں ہیں، مثلاً (۱) مختصر اور جامع بات (۲) بے مقصد بات سے قطعی گریز (۳) خیر خواہی اور نصیحت کا حق ادا کرنا (۴) دعائیں کرنا (۵) دعا کا طلب گار ہونا (۶) خدا کی ذات پر یقین وتوکل (۷) آخرت کی یاددہانی (۸) معلومات بہم پہنچانا (۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم سے آغاز (۱۰) حمد وصلاۃ پر اختتام وغیرہ

۲۔ یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ PMA کاکول میں زیر تربیت تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سعد[1] کی وجہ سے گھر میں کافی رونق تھی۔عنیزہ[2] اور والدہ کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار۔اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہو اور تمھیں کامیابی عطا فرمائے۔آمین!

والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

---

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸۱ء۔۵۔۵[3]

## ۲۔عزیزم زبیر قیوم بٹ، سلّمك الله العزيز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب بخیر وعافیت ہیں اور تمہاری صحت اور خیریت کے طالب وخواہاں ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بصحت وعافیت رکھے،تمہاری تندرستی وتوانائی قائم ودائم رکھے اور تمھیں خوش وخرم رکھے اور اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازا تارہے۔آمین!

کل دوپہر کے بعد تمہارا خط ملا۔تمہاری صحت اور خیر وعافیت معلوم ہوئی، بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے نماز میں باقاعدگی شروع کردی ہے۔بیٹا! یادرکھو نماز بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔یہ بڑا سہارا ہے۔اس سے سکون قلب اور راحت میسر آتی ہے۔خدا کو یاد کرو گے تو وہ بھی تمھیں فراموش نہیں کرے گا۔تکلیف ہو یا راحت، دکھ ہو یا سکھ، ہر حالت میں نماز ذریعہ تسکین وراحت ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کو ادا کریں تو ایمان واسلام قائم رہتا ہے اور اگر اس فریضۂ نماز کو ادا نہ کریں تو بات دور نکل جاتی ہے اور ایک مسلمان حدود کفر تک پہنچ جاتا ہے، نماز ہمارے اَخلاق، ہماری شرافت، عزت اور ہمارے عقائد کی حفاظت کرتی ہے۔نماز پر پہرہ ہماری ہر قسم کی حفاظت کا موجب ہے، نمازوں کو پابندی اور باقاعدگی سے ادا کرتے رہو۔بالخصوص صبح اور عشاء کی نمازوں میں خشوع

---

[1] پروفیسر صاحب کا نواسہ

[2] پروفیسر صاحب کی چھوٹی بیٹی

[3] یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ کوئٹہ سکول آف انفنٹری میں کورس کر رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پیدا کرو، تم ہر قسم کے گناہ اور ہر برائی سے بچے رہو گے۔ شاہد[1] اور ریاض[2] کے خط آئے تھے۔ خدا کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں، ریاض نے لکھا تھا کہ ننھا عثمان قیوم[3] اپنی ماں کے ساتھ لنڈن میں ریاض کو ملنے آیا تھا۔ اس کا اپنا بیٹا عمر بٹ بھی بخیریت ہے اور خوب شرارتیں کرتا ہے۔ سارا دن کھیلتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

عنیزہ اور سعد بھی بفضل خدا بصحت و عافیت ہیں۔ ان کی طرف سے سلام و دعا۔ تمہاری والدہ کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار۔

اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خیراندیش

عبدالقیوم

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۱ء۔۵۔۱۴[4]

## ۳۔ عزیزم زبیر، سلّمکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ بخیر و عافیت ہیں اور تمھاری صحت و عافیت کے طالب و خواہاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تندرست و توانا اور خوش و خرم رکھے اور ہمیشہ اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازتا رہے۔ (آمین)

اپنی صحت کا خاص خیال رکھو اور نماز پابندی اور باقاعدگی سے ادا کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہو۔

ریاض، شاہد، جوزی[5] کے خط آئے تھے۔ بفضل خدا بخیریت ہیں، خوب محنت اور لگن سے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد فرمائے گا، یہ دعا بھی یاد کرلو اور پڑھا کرو:

---

[1] پروفیسر صاحب کا چھوٹا بیٹا شاہد قیوم

[2] پروفیسر صاحب کا بڑا بیٹا ریاض قیوم

[3] پروفیسر صاحب کا پوتا اعجاز قیوم کا بیٹا

[4] یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ کوئٹہ انفنٹری سکول کورس کر رہے تھے۔

[5] پروفیسر صاحب کا بیٹا اعجاز قیوم۔ ریاض قیوم سے چھوٹا بیٹا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



" اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا "

"اے اللہ! ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بچنے کے لیے تیری پناہ چاہتے ہیں۔"

عنیزہ اور سعد بھی ماشاء اللہ بخیریت ہیں، ان کا سلام اور دعا، تمھاری والدہ کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار۔

والسلام

خیراندیش

عبدالقیوم

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹۸۱-۰۶-۰۹

## ۴۔عزیزم زبیر، سلّمکم اللّٰہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم تادم تحریر بخیر وعافیت ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم وعزیز تمھیں تندرست وتوانا، خوش وخرم اور بخیر وعافیت رکھے اور اپنے انعامات اور برکات سے نوازتا رہے۔(آمین)

رات حامد کے ٹیلیفون سے بڑی مایوسی ہوئی بلکہ سخت صدمہ ہوا بالخصوص میں اور تمھاری والدہ تو بے حد متاثر ہوئے اور دیر تک یعنی رات ساڑھے بارہ بجے تک بیٹھے سوچتے رہے کہ یہ کس ذہنیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ بڑی مشکل سے ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا ورنہ کئی بیماریوں کا شکار ہو چکے تھے۔[1]

---

[1] یہ خط اُس موقع پر لکھا گیا جب زبیر قیوم کھاریاں اپنی یونٹ ۲۲ کیولری میں تھے۔ پروفیسر صاحب اور ان کی اہلیہ نے اپنی صوابدید پر اپنے بیٹے کے لیے ایک رشتہ پسند کیا۔ بیٹے نے اس رشتے پر آمادگی ظاہر کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لڑکی کو پہلے خود دیکھنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب بیٹے کو زندگی کے اس اہم ترین اور نازک موڑ پر دردمندی اور شفقت سے سمجھا رہے ہیں۔ شادی کا فیصلہ ماں باپ کی پسند پر کیوں ہونا چاہیے؟ اس پر اہم بحث کی گئی ہے۔ نصیحت کے ساتھ ساتھ والد کے فیصلے کی قطعیت بتاتی ہے کہ وہ مشفق ہونے کے ساتھ قوی اور مستحکم انسان تھے۔ اس خط میں جن خوب صورت توقعات کا اظہار کیا گیا اور جو دعائیں دی گئی وہ اللہ کے حضور قبول ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اولاد والدین سے بڑھ کر اپنی خیرخواہ نہیں ہوسکتی۔(مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بہر حال تم نے غلط اندازہ لگایا ہے اور پھر اسی لیے غلط سوچا اور اظہار خیال کیا ہے۔ یقین جانو یہ بہت اچھا رشتہ ہے اور ایسے رشتے بمشکل ملتے ہیں۔ اگر یہ اچھا رشتہ نہ ہوتا تو ہم کبھی ایسا قدم نہ اُٹھاتے، اپنی اولاد سے کون آگے ہوسکتا ہے۔ پھر زبیر سے بڑھ کر کس کا مفاد ہمیں منظور ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ ہے۔ ابھی ابھی اس نے بی۔ اے کیا ہے۔ پھر سفید رنگ، خوش شکل، نہایت متناسب چہرہ مہرہ، خوش قامت، خاندان نہایت شریف اور اعلیٰ، مہذب شائستہ لوگ اور پھر کھاتے پیتے، قدردان اور عزت کرنے والے، میں تو یہ کہوں گا کہ تمھارے بارے میں جو ہم سوچ سکتے ہیں ابھی تم نہیں سوچ سکتے۔ تمھارا مستقبل ہمیں بے حد عزیز ہے اور ایک بات یاد رکھو، ماں باپ سے زیادہ خیر خواہ دور اندیش کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا گواہ ہے کہ لوگ، عزیز اور رشتے دار، دوست واحباب سب اس رشتے پر ہمیں مبارکیں دے رہے ہیں، سب خوش ہیں اور ہمیں خوش قسمت سمجھتے ہیں۔

باقی رہا مسئلہ دیکھنے کا اگر ہماری نظرِ انتخاب پر اعتبار نہیں تو تمھیں کسی موقع پر دکھا بھی سکتے ہیں۔ اس کی فوٹو بھی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ویسے تمھیں تو اطمینان کا اظہار کرنا چاہیے تھا اور شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ تمھاری والدہ اور دو بہنیں، ان کا انتخاب کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر تمھیں یاد ہوگا کہ تم نے کہا تھا کہ میری ماں جو کرے گی، مجھے منظور ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ تمھاری والدہ کا انتخاب کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ بڑی دانا اور ہوشمند ہے۔ تمھاری بہتری، تمھارا مفاد اور تمھارا خوش گوار اور کامیاب مستقبل، اس سے زیادہ اچھا کون سوچ سکتا ہے۔ ان تمام امور کے پیش نظر یہ رشتہ طے کیا گیا ہے۔ یہ رشتہ بڑا مبارک ہے۔ اور ہر لحاظ سے تمھارے معیار پر پورا اترے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

ہم نے یہ رشتہ اس لیے طے کرلیا ہے کہ اس میں ہم اپنی اور تمھاری عزت محسوس کرتے ہیں۔ اس میں تمھاری بہتری سمجھتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز تمھاری خوشیوں اور مسرتوں میں بڑا اضافہ ہو جائے گا۔

تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کس شوق اور لگن سے تمھاری ماں دن رات کام کر رہی ہے۔ ہزاروں روپے اس نے اپنے پیارے بیٹے کی شادی کی تیاری پر خرچ کر ڈالے ہیں، سرِ دست منگنی کی تیاریاں ہیں۔

۱۱ جون جمعرات کی شام کا وقت منگنی کی تقریب کے لیے قطعی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو اطلاع ہو چکی ہے۔ اس تقریب میں تمھاری حاضری کی ضرورت نہیں۔ ویسے وہ لوگ طبعی طور پر تمھیں ملنے کے لیے بے حد خواہشمند تھے اور ہیں۔

ہمیں تم سے تو بے حد توقعات وابستہ ہیں اور تم اس بات پر بگڑنے کی کوشش کر رہے ہو حالانکہ یہ ایسے مسائلِ حیات ہیں جن میں والدین پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پانچوں وقت نماز پڑھو۔ استغفار اور توبہ کرو۔ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے درست کرو اور یہ دعا بھی مانگا کرو۔

(( اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی، وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی، وَبَارِکْ لِی فِیمَا رَزَقْتَنِی ))

"اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے، میرے لیے میرے گھر میں فراخی اور کشائش پیدا کر اور میرے لیے میرے رزق میں برکت دے۔"

تمھاری والدہ بھی تمھارے اس مسئلے پر بڑی پریشان ہے۔ تمھاری والدہ کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار۔

اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہو اور تمھیں کامیاب و کامران فرمائے۔ (آمین)

والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹۔ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ [1]

## ۵۔ عزیزم زبیر قیوم بٹ، سلّمکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب عزیزوں کو تندرست و توانا اور خوش و خرم رکھے اور اپنی رحمتوں اور برکتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین!

تم نے یہ افسوس ناک اور اندوہناک خبر تو سن لی ہوگی کہ تمھارا چچا سلیمان بٹ بدھ کے روز ۸۵ء۔۸۔۲۱ کو کراچی میں ایک حادثے کا شکار ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔

﴿ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ﴾

۸۵ء۔۸۔۱۶ کو (جمعہ کے دن) صبح موٹر سائیکل پر وہ اپنے آفس جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک نامعلوم ٹرک نے آ کر زور سے ٹکر ماری۔ سُلّی [2] کی موٹر سائیکل چکنا چور ہوگئی۔ وہ خود بری طرح زخمی ہوا۔ دیر تک

---

[1] ۲۶ اگست ۱۹۸۵ء یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ ملتان کینٹ میں پوسٹ تھے۔

[2] پروفیسر صاحب کے سب سے چھوٹے بھائی جو کہ گھریلو نام سُلّی سے پکارے جاتے تھے۔ اصل نام تھا: محمد سلیمان بٹ (مرحوم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سڑک پر زخمی حالت میں پڑا رہا، خون بہتا رہا۔ پھر لوگوں نے اُٹھا کر ہسپتال منتقل کیا۔ ڈاکٹر مقبول کو معلوم ہوا، وہ اسے ایک بہت اچھے پرائیویٹ کلینک پر لے گیا۔

زکریا[1] کو اطلاع ملی تو وہ بھاگا گیا۔ دو تین دن کے بعد یحییٰ[2] بھی وہاں پہنچ گیا۔ بڑی تگ و دو کی گئی۔ بڑے بڑے سرجن اور سپیشلسٹ جمع ہوئے۔ خطرناک اور دردناک آپریشن کیے گئے مگر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔

بالآخر ۸۵ء۔۸۔۲۱ کو پانچ چھ دن موت و حیات کی کشمکش میں گزار کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بدھ کے روز ۸۵ء۔۸۔۲۱ کو میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ تمھاری والدہ نے ٹیلیفون پر بتایا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا ہے۔ ابھی ابھی کراچی سے ٹیلیفون آیا ہے۔ بارہ بجے تھے میں بھاگا بھاگا گھر آیا۔ فوراً ایرپورٹ پہنچے۔ ٹکٹ لے کر ۱:۳۰ بجے دوپہر کی پرواز سے کراچی روانہ ہوئے۔ تین بجے کراچی ایرپورٹ پر جا پہنچے۔ ہمارے ساتھ خندہ[3] اور یونس[4] بھی تھے۔

ایرپورٹ پر ڈاکٹر مقبول[5] کی گاڑی آئی ہوئی تھی۔ سیدھے سُلّی کے گھر نیو کراچی پہنچے، کوئی پونے چار بجے المناک اور دردناک منظر، تجہیز و تکفین کے بعد شام چھے بجے مرحوم کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔

جمعرات اور جمعہ بھی وہیں کراچی میں رہے۔ ہفتہ کے روز صبح ۸:۳۰ بجے کی پرواز سے روانہ ہو کر دس بجے لاہور ایرپورٹ پر، ۱۰:۳۰ بجے گھر پہنچ گئے، ایرپورٹ پر زکریا کا بیٹا گاڑی لے کر آیا ہوا تھا۔

سلیمان بیچارے کی موت بڑی المناک اور درد انگیز ہے۔ کراچی کے تمام مشہور اور نامور سرجن اور سپیشلسٹ ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی۔ خوفناک اور دردناک آپریشن بھی ہوئے، زکریا دن رات جاگتا رہا۔ ہر ممکن علاج کے باوجود سلیمان جانبر نہ ہوسکا اور بالآخر خالق حقیقی کے پاس جا پہنچا۔

﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ! ﴾

اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ اس کے گناہوں اور خطاؤں سے درگزر کرے اور اپنی رحمت خاص سے اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] پروفیسر صاحب کے چھوٹے بھائی ائیرکموڈور محمد زکریا بٹ (مرحوم)
[2] پروفیسر صاحب کے چھوٹے بھائی سکواڈرن لیڈر محمد یحییٰ بٹ (مرحوم)
[3] پروفیسر صاحب کے چھوٹے بھائی ائیرکموڈور محمد زکریا بٹ کی بیگم
[4] پروفیسر صاحب کے چھوٹے بھائی گروپ کیپٹن محمد یونس بٹ
[5] پروفیسر صاحب کی بھانجی کا میاں، ڈاکٹر مقبول عزیز۔ PIA میں چیف میڈیکل آفیسر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابھی ابھی سنا ہے کہ صفدر بٹ[1] (سیالکوٹ والے) کے والد ٹھیکیدار محمد علی بٹ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ نیک آدمی تھے، اللہ تعالیٰ انھیں بھی جنت نصیب کرے۔ (آمین) بڑے عرصے سے بیمار اور صاحب فراش تھے۔ یہ دنیا ہے جو آتا ہے اسے ضرور جانا ہے۔

عزیزہ نبیلہ[2] اور پیاری شیماء[3] کو ہماری طرف سے پیار اور دعوات، ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ خدا حافظ و ناصر کہتا ہوں۔ والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

---

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(لاہور)

۸۵ء-۴-۱۸[4]

## ۶۔ عزیزم زبیر بٹ، سَلَّمکم اللّٰہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم سب بخیریت ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تندرست و توانا اور خوش و خرم رکھے اور ہمیشہ اپنی نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا رہے۔ تمھارے دونوں خط ملے۔ حالات معلوم ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ہر کورس میں کامیاب و کامران فرمائے۔ (آمین)

اپنی تائی[5] کی وفات کی اندوہناک خبر تو تم نے سن لی ہوئی ہے۔ ہر موت کا سخت صدمہ ہوتا ہے لیکن ایسی اچانک موت تو مدتوں تک فراموش نہیں ہوتی۔ اصل میں یہ ایسی منزل ہے کہ ہر انسان کو اس منزل کی طرف کوچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں سے کوئی انسان آگاہ نہیں ہے۔ اس کی رضا پر راضی ہونا اور راضی رہنا ہی ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور رافع کو صبر و حوصلہ اور ہمت و استقامت بخشے۔ (آمین)

---

۱۔ صفدر بٹ (مرحوم) پروفیسر صاحب کے ہم زلف لندن میں مقیم تھے۔
۲۔ زبیر قیوم کی بیگم
۳۔ زبیر قیوم کی بڑی بیٹی
۴۔ یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ سکول آف آرمر نوشہرہ کینٹ میں تعینات تھے۔
۵۔ بیگم پروفیسر عبدالحیؒ۔ یہ خود بھی گورنمنٹ اسلامیہ کالج کوپر روڈ لاہور میں پروفیسر تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبیلہ اور شیماء دونوں بخیر و عافیت ہیں، ٹیلیفون پر بات ہوتی رہتی ہے۔ نمازوں کا خیال رکھا کرو۔ قرآنِ مجید کے لیے بھی چند منٹ ضرور نکال لیا کرو۔

غزالہ[1] اور حامد[2] مع بچگان بخیریت ہیں۔ ارشد[3] اور عنیزہ بھی اپنے بچوں سمیت بصحت و عافیت ہیں۔ شاہد، جوزی اور ریاض بھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اپنے کام میں مصروف ہیں، کل شاہد کا ٹیلیفون آیا تھا۔ اُسے تائی کی وفات کا بتادیا تھا۔ بہت افسوس کرتا تھا۔

آج جوزی کا ٹیلیفون بھی آیا تھا۔ وہ بھی تائی کا افسوس کرتا تھا۔ شاید ہفتہ عشرہ تک آئے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر خوب محنت کرو۔ اللہ تمھیں شاندار کامیابی سے نوازے۔ (آمین) تمھاری امی جان بخیر و عافیت ہیں، اس کی طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار۔ اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۷۔ربیع الاول ۱۴۰۷ھ[4]

## ۷۔عزیزم زبیر بٹ، سلّمکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب بخیر و عافیت ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب جوانوں اور غازیوں کو تندرست و توانا رکھے اور وہ باری تعالیٰ خود آپ سب کی حمایت و حفاظت اور نصرت و اعانت فرمائے۔ آپ لوگ اللہ کے شیر اور دین اسلام کے غازی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے شیروں اور غازیوں کا ناصر و محافظ اور حامی و مددگار ہے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور اس کی نصرت پر پورا بھروسا، مکمل اعتماد اور یقین محکم ہوتا ہے۔

---

[1] پروفیسر صاحب کی بڑی بیٹی

[2] پروفیسر صاحب کے بڑے داماد، غزالہ کا میاں، کرنل ڈاکٹر حامد محمود بٹ

[3] پروفیسر صاحب کا چھوٹا داماد، میجر محمد ارشد بٹ

[4] ۳۰ نومبر ۱۹۸۶ء۔ یہ خط زبیر قیوم کو ان دنوں لکھا گیا جن دنوں غالباً وہ ملتان کینٹ میں تعینات تھے۔ لیکن چولستان کے محاذ پر جنگی مشقوں میں مشغول تھے۔ انڈیا سے لڑائی بالکل قریب تھی اور جنرل ضیاء کرکٹ میچ دیکھنے انڈیا چلے گئے اور راجیو گاندھی سے ملاقات کے بعد حالات بہتر ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مسلمان کا ایمان ہر لحظ پختہ اور محکم ہوتا رہتا ہے۔ مسلمان بہادر اور دلیر ہوتا ہے۔ وہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ کافر بزدل ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔ کافر کو اپنے ہتھیاروں پر بھروسا ہوتا ہے، مسلمان بے خوف اور نڈر ہو کر لڑتا ہے۔ مسلمان کو ہتھیاروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہوتا ہے۔

بچے ماشاء اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ احمد[1] تو ہر روز نئے تماشے کرتا ہے۔ شیماء تو باتیں کرتے کرتے تھکتی نہیں۔ اب مشکل یہ ہے کہ دادا بھی بوڑھا ہو گیا ہے اور دادی بھی کمزور ہو گئی ہے۔ بچے چاہتے ہیں کہ انھیں ہر وقت کوئی لیے لیے پھرے۔ ہمارے ہاں جگہ بھی تنگ ہے۔ اس لیے وہ ننھیال کے ہاں خوش رہتے ہیں۔ ہم بھی بچوں کی خوشی کے متمنی ہیں۔ جہاں انھیں سہولت ہو وہاں رہیں۔ وہاں کھلانے بہلانے والے بھی بہت ہیں۔ نبیلہ بیچاری رہنے کے لیے آتی ہے۔ ایک ہفتہ بھی بمشکل گزرتا ہے کہ بچے تنگ پڑ جاتے ہیں، ہم بہر حال خوش ہیں۔ ارشد بھی آگے گیا ہوا ہے۔

عنیزہ کو چونکہ سکول جانا ہوتا ہے اور دونوں بچے بھی زیر تعلیم ہیں۔ اس لیے وہ گھر پر ہی ہے۔ اس کے سارے پڑوسی بھی محاذ پر مشقیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب جوانوں کا نگران و محافظ اور حامی و ناصر ہو اور غیب سے پاکستان کے بہادر، بے خوف، دلیر اور نڈر جوانوں کی مدد فرمائے۔ آمین!

شاہد، جوزی، ریاض سب مع اہل و عیال بخیریت ہیں۔ ہالینڈ سے کل صبح سویرے جوزی کا ٹیلیفون آیا تھا، ماشاء اللہ بخیریت ہے۔ اس کے بال بچے بھی بفضل خدا بخیریت ہیں۔ حامد و غزالہ بھی بال بچوں سمیت بخیریت و عافیت ہیں۔

نمازیں باقاعدگی سے پڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کیا کرو۔ میدانِ جنگ میں بھی ذکرِ الٰہی فتح و کامرانی کا ضامن ہوتا ہے۔

والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

تمھاری والدہ رُوبصحت ہے۔ ہاتھ اور پاؤں بفضل خدا بہتر ہو رہے ہیں۔ رات ڈاکٹر سید غلام شبیر[2] کو پھر ملے، اس نے بھی اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ کسی قسم کا کوئی فکر نہ کریں۔

ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ۔ اللہ حافظ و ناصر کہتا ہوں۔ عق

---

۱ میجر زبیر کا بیٹا احمد زبیر۔

۲ لاہور کا مشہور و معروف ڈاکٹر ''ماہر امراض جلد'' (مرحوم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## ۸۔عزیزم زبیر بٹ، سلّمکم اللّٰہ العزیز

۱۲ نومبر ۱۹۸۷ء[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم بخیریت ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو تندرست و توانا اور خوش وخرم رکھے اور آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

امید ہے کہ میرا پہلا خط بھی مل گیا ہوگا۔ اس خط میں میں نے نماز اور اللہ کو یاد کرنے کی تاکید کی تھی۔ آپ لوگ مشقوں کے دوران میں اور جب تک ملتان سے باہر ہیں نمازِ قصر کر سکتے ہیں۔ یعنی نمازِ فجر ۲ سنتیں+ ۲ فرض، ظہر ۲ فرض، عصر ۲ فرض، مغرب ۳ فرض اور عشاء ۲ فرض + تین یا ایک وتر۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہیں اور حسب ذیل دعائیں پڑھتے رہا کریں۔

۱۔ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ﴾

۲۔ ﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾

۳۔ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾

۴۔ ﴿ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾

دعا نمبر ایک تو ہر وقت پڑھتے رہا کریں، اس سے حوصلے بڑھتے ہیں۔ دل مضبوط ہوتے ہیں اور اللہ پر توکل کا جذبہ محکم ہوتا ہے۔

آپ لوگ اللہ کے سپاہی ہیں، اسلام کے غازی ہیں اور وطن عزیز کے محافظ و پاسبان۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ونگران ہے۔ وہی آپ کا حامی و ناصر ہے۔

مشقوں کے دوران میں اکثر اخراجات بڑھ جاتے ہیں، احتیاطاً =/۱۵۰۰ روپے بھیج رہا ہوں، تاکہ آپ مالی پریشانی محسوس نہ کریں اور یہ روپے آپ کے اور بال بچوں کے مصرف میں آسکیں۔

ہم سب آپ حضرات کے لیے ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں، تمھاری والدہ کی طرف سے مضمون واحد۔

---

[1] یہ خط زبیر قیوم کو اس وقت لکھا گیا جب وہ ملتان کینٹ میں پوسٹ تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ، اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

خیر اندیش

عبدالقیوم

ایک ضروری مسئلہ یاد آ گیا، سفر میں موٹی جرابوں اور بوٹوں پر بالخصوص فوجی بوٹوں پر مسح کر لینا جائز ہے۔ بوٹ اتارنے اور پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بوٹوں کے ساتھ گندگی یا غلاظت نہ لگی ہو اور بوٹوں کے تلوے صاف ہوں تو بوٹوں سمیت نماز پڑھنی جائز ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں صحابہ سفر اور جہاد میں جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے بلکہ بعض صحابہ تو مدینے میں بھی جوتوں سمیت نماز ادا کر لیتے تھے۔

البتہ جرابیں اور بوٹ پہننے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔ یہ ضروری ہے، نماز اللہ تعالیٰ کی مدد، اعانت اور نصرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

عق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ چہارم

# تصانیف اور علمی خدمات کا جائزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# فہارس لسان العرب

## (ایک تعارفی علمی جائزہ)

"خوشی کی بات یہ ہے کہ لسان العرب جو ابن منظور الافریقی (م ۷۱۱ھ) کی کتاب ہے اور بیس جلدوں میں نہایت مستند اور ضخیم تالیف ہے، کی یہ خدمت (فہرست سازی) ایک ہندی نژاد کی قسمت میں آئی ہے۔ مولوی عبدالقیوم صاحب ایم۔ اے ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی نے اس کام کو بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔...... یہ کام جتنی محنت، ہمت اور دیدہ ریزی کا ہے، اس کا اندازہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ مؤلف نے اپنی اس محنت سے خدا جانے کتنے عالموں اور طالب علموں کو تلاش کی محنت اور زحمت سے بچا دیا ہے۔"

تبصرہ از مولانا سید سلیمان ندویؒ

(معارف اعظم گڑھ، شمارہ نمبر ۳، جلد ۴۴، ص ۲۳۲، ۱۹۳۹ء)

علماء، ادباء اور محققین کے نزدیک لسان العرب سب سے زیادہ جامع لغت ہے جو پچھلی تمام کتبِ لغت سے بے نیاز کر سکتا ہے لیکن کوئی بھی دوسری کتاب لسان کی ضرورت سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب بیک وقت لغت، تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب و تاریخ کے الفاظ کا احاطہ کرتی ہے۔ پروفیسر عبدالقیومؒ لکھتے ہیں:

اِبن منظور الافریقی المصری کی لسان العرب عربی کا سب سے بڑا مفصل، جامع اور مستند لغت ہے۔[۱]

اِسی لسان العرب کی وجہ سے فضلاء اور محققین کو اعتراف کرنا پڑا کہ لغت کے میدان میں عرب لوگ دنیا کی ہر قوم سے آگے ہیں کیونکہ اس لغت میں جس قدر مفردات اور اشتقاق ہیں وہ کسی دوسری زبان میں نہیں۔

### لسان العرب کی ترتیب

لسان کی ترتیب جدید دور کی معروف الف بائی ترتیب سے ہٹ کر ہے۔ اس میں کسی لفظ کا مادہ تلاش کرنے کے لیے پہلے آخری لفظ ڈھونڈنا پڑتا ہے، پھر پہلے والا لفظ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً لَعِبَ یَلْعَبُ لَعْبًا کا

[۱] مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ: ۱/۴۵

[۲] لسان العرب، دار صادر: ۱/۱۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لفظ ل ع ب کے بجائے باء کے باب اور لام کی فصل میں ملے گا۔[۱] مزید استفادے کے لیے چند دیگر مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

| نمبر شمار | | الف بائی طریقہ | لسان کا طریقہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | رَسَبَ یَرْسُبُ رُسُوْبًا (پانی کا نیچے چلے جانا) | ر۔س۔ب | ب (ر۔س) |
| ۲ | شَرِبَ یَشْرَبُ شُرْبًا (پانی وغیرہ پینا) | ش۔ر۔ب | ب (ش۔ر) |
| ۳ | طَلَبَ یَطْلُبُ طَلَبًا (تلاش کرنا، ڈھونڈنا) | ط۔ل۔ب | ب (ط۔ل) |
| ۴ | وَجَبَ یَجِبُ وُجُوْبًا (کسی چیز کا لازم آنا) | و۔ج۔ب | ب (و۔ج) |

لسان کی ترتیب محققین اہل علم کے نزدیک کئی فنی نزاکتوں کی حامل ہے اور اُس کا فائدہ آج بھی مسلّم ہے۔ لسان کا طریقہ کار دبستان قافیہ کہلاتا ہے۔ درج بالا مثالیں حرف باء پر ختم ہو رہی ہیں اور یہ مثالیں لسان کی ایک ہی جلد میں قریب قریب مل جائیں گی، لیکن کسی دوسرے لغت میں یہ الفاظ بہت دُور دُور بکھرے ہوئے ملیں گے۔ لسان کی مشق سے قافیہ بندی اور شاعری میں بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ ایک ہی قافیے کے تمام الفاظ ایک ہی جگہ پر مل جاتے ہیں۔

## فہارس لسان العرب کی وجۂ تالیف

ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں:

جامعہ پنجاب میں اُس زمانے میں (بیسویں صدی کے اوائل عشروں میں) مستحق طلبہ کو متعدد سکالرشپ دیے جاتے تھے، جن میں ایک میکلوڈ سکالرشپ بھی تھا۔ پروفیسر صاحب ابھی امتحان دے کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء کو اخبارات میں جامعہ پنجاب کی طرف سے میکلوڈ (The Mcleod Punjab) سکالرشپ کا اشتہار شائع ہوا...... پروفیسر صاحب نے اپنے استاد محترم مولوی محمد شفیع صاحب کے ایماء پر اس کے لیے درخواست دے دی۔ بعد ازاں انٹرویو کے نتیجے میں آپ کو اس سکالرشپ کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ چنانچہ آپ اس سکالرشپ پر (اگلے چند سال) تحقیقی کام (لسان العرب کی فہارس تیار) کرتے رہے۔[۱]

لسان العرب کے کام کو عالمی شہرت حاصل ہوئی، متعدد مستشرقین اور نامور علماء نے اس کی ضرورت و افادیت محسوس کی اور پروفیسر صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اِس کی تفصیل فہارس مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ کے

[۱] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص:۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقدمہ میں بیان ہو چکی ہے۔

یہ فہرستیں اورینٹل کالج میگزین میں قسط وار شائع ہوتی رہیں اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کرتی رہیں۔ ان فہرستوں کا ذکر مشہور جرمن مستشرق براکلمان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ ادب عربی، ضمیمہ جلد۳'' میں بھی کیا ہے۔[1] پروفیسر صاحب نے لسان العرب کی اہمیت پر خود ایک مضمون لکھا جو ''لسان العرب پر ایک نظر'' کے عنوان سے معارف جنوری ۱۹۵۲ء کے شمارے میں چھپا۔[2]

## علمی کتب پر فہارس لکھنے کی ضرورت واہمیت

فہارس یعنی اشاریہ جات لکھنے کی ضرورت صرف اُن کتب کے لیے پیش آتی ہے جو غیر معمولی طور پر مفید اور گہری افادیت پر مبنی ہوں۔ عام کتب جو گہری افادیت پر مبنی نہ ہوں، اشاریہ نویسی سے محروم رہتی ہیں۔ اُردو زبان میں جن کتب کو غیر معمولی اہمیت ملی اور اُن پر اشاریہ جات لکھے گئے، اُن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

خلافت وملوکیت از مولانا مودودیؒ، افکار ابن خلدون از محمد حنیف ندویؒ، اسلامی قانون ایک تعارف از ڈاکٹر شہزاد اقبال ر شریعت اکیڈمی اسلام آباد، اسلامی روایت از عبد الجبار ڈیبز ر ادارہ ثقافت اسلامیہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ وغیرہ

عام طور پر فہارس میں درج ذیل موضوعات اہم ہوتے ہیں:

فہرست آیات، فہرست احادیث، فہرست شخصیات (أعلام) اور فہرست اماکن، فہرست قوافی (اشعار)۔

بعض اوقات لغات کی فہارس میں درج ذیل موضوعات کو بھی شامل کیا جاتا ہے:

فہرست مصرع جات، فہرست قبائل، فہرست نباتات، فہرست ضرب الامثال اور فہرست حیوانات وغیرہ۔ پروفیسر عبد القیومؒ لسان العرب پر فہارس لکھنے لگے تو لغت کی سب سے اہم ضرورت کو سامنے رکھا اور چند موضوع منتخب کیے جو یہ ہیں: فہرست شعراء، فہرست قوافی، فہرست انصاف الابیات (مصرعے)

پروفیسر صاحب کے بعد لسان کے دیگر محققین نے قبائل، نباتات، ضرب الامثال اور حیوانات کی فہارس بھی تیار کیں۔

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبد القیوم نمبر، ص:۲

[2] یہ مضمون زیر نظر کتاب میں ''پروفیسر صاحب کی چند اہم تحریریں'' میں موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## فہارس لسان کا طریق استعمال

کسی بھی کتاب کی فہرست سازی علمی و تحقیقی مقاصد کے لیے کی جاتی ہے اور علماء و محققین ہی فہارس سے استفادہ کرتے ہیں۔ فہارس باقاعدہ مطالعہ اور عام لوگوں کے استفادے کی چیز نہیں ہوتی۔

فرض کیجیے ایک شخص نے لسان العرب کے کسی حصے کا مطالعہ کیا اور اُس نے دوران مطالعہ چند اشعار پڑھے جو اُسے بہت پسند آئے...... بعدازاں اُسے مقالہ نویسی، لیکچر کی تیاری یا کسی اور علمی ضرورت کے تحت کسی شعر کو دوبارہ دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ اُس شعر کو اُس کے قافیے کے ذریعے لسان سے بآسانی تلاش کر سکتا ہے۔

اگر اُسے قافیہ یاد نہ ہو بلکہ صرف شاعر کا نام یاد ہو تو وہ شعراء کی فہرست سے مطلوبہ شعر ڈھونڈ سکتا ہے۔

اگر کوئی ایک مصرع ہی مطلوب ہو تو فہرست مصرع جات سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات ایک مثال سے سمجھ لیجیے:

لسان العرب کا ایک شعر ہے:

رَأَيْتُ الْحَرْبَ يَجْنِيهَا رِجَالٌ
وَيَصْلَى حَرَّهَا قَوْمٌ بُرَاءُ [1]

میں نے جنگ کو دیکھا کہ اِس میں مردان کار ہی شامل ہوتے ہیں......اور اُس کی تپش پاک دامن لوگ ہی محسوس کرتے ہیں۔

اِس شعر کا قافیہ بُراء ہے جو فہارس قوافی جلد اوّل میں صفحہ ۲ پر نظر آتا ہے۔ فہرست میں لکھا ہے:

| صفحہ | مجلد | بحر | قافیہ | صدر البیت |
|---|---|---|---|---|
| ۲۴ | ۱ | وافر | بُراء | رأیت |

وجہ استشہاد: امام ابن بری نے بتلایا کہ بُراء لفظ صرف جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے، اِس کا واحد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں قوم کی صفت میں بُراء کا لفظ آیا ہے۔[2]

دوسری مثال:

[1] ابن منظور، لسان العرب: ۱/۲۴

[2] حوالہ مذکور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بَيْضَاءَ تَصْطَادُ الْغَوِيَّ وَتَسْتَبِي
بِالْحُسْنِ قَلْبَ الْمُسْلِمِ الْقُرَّاءِ [1]

وہ گوری رنگت والی گمراہ لوگوں کو شکار کرتی ہے اور اپنے حسن (کی تاثیر) سے مسلمان قاریوں کے دِلوں کو قید کر لیتی ہے۔

اِس شعر کا قافیہ القراء ہے جو ہمیں فہارس قوافی جلد اوّل میں صفحہ ۱۳ پر نظر آتا ہے۔ فہرست میں لکھا ہے:

| صدر البیت | قافیہ | بحر | مجلد | صفحہ |
|---|---|---|---|---|
| بیضاء | القراء | کامل | ۱ | ۱۲۵ |

وجہ استشہاد: قَارِي، مُتَقَرِّي اور قُرَّاء، یہ سب الفاظ نَاسِك (عبادت گزار یا زاہد) کے معنوں میں ہیں، اور واحد ہیں جیسے حُسَّان و جُمَّال (بہت زیادہ حسین، یہ مبالغہ پر مبنی واحد لفظ ہیں)۔[2]

## فہارس میں مذکور بحور کا تعارف

پروفیسر صاحب نے اپنی فہارس اشعار (قوافی) میں ہر شعر کے تحت اُس کی بحر لکھنے کا بھی التزام کیا ہے۔ یہ التزام فقط انھی کی فہارس میں نظر آتا ہے، اُن کے بعد لسان کے دیگر فہارس نویسوں نے اِس کا اہتمام نہیں کیا۔ آج کے دور میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو پروفیسر صاحب کی طرح علم عروض کے ماہر ہوں۔

## فہارس لسان کے تین حصے

پروفیسر صاحب نے لسان العرب کی تین فہرستیں مرتب کیں۔

فہرست اسماء الشعراء۔ فہرست قوافی۔ فہرست انصاف الابیات

یہ تینوں فہرستیں شاعری کے بارے میں ہیں۔ عربی لغت کا شاعری سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ عربی لغت مدوّن ہونے سے قبل شعراء کی زبان پر جاری وساری تھی۔ عربی ضرب الامثال، بدویوں کا کلام، خطیبوں کے خوب صورت جملے اور شاعروں کے قصیدے لغت عرب کا مصدر و ماخذ تھے۔ کسی بھی عربی لفظ کے معنی قدیم شاعری کے ذریعے سمجھے جاتے ہیں کہ شاعر نے لفظ کو کس معنی اور کس موقع محل میں استعمال کیا، پھر اُس کے مطابق ہر ہر لفظ کے معنی متعین کیے جاتے ہیں۔ یہ اُصول اور قاعدہ اِس قدر اہم ہے کہ لسان کے ہزاروں الفاظ

[1] ابن منظور، لسان العرب: ۱۲۵/۱

[2] ابن منظور، لسان العرب: ۱۲۵/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں سے قریب قریب ہر لفظ کے لیے کوئی نہ کوئی شعر ضرور لکھا گیا۔ پھر وہ شعر اِس قدر ضروری ہوتا ہے کہ وہ معنوں کے تعین میں حجت کا کام دیتا ہے اور موقع بموقع بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

قرونِ اُولیٰ میں قرآن وحدیث کے فہم پر محنت کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر ادب، شاعری اور نثر بھی مدون کی گئی تاکہ آیات واحادیث کے معانی سمجھنے میں خلل نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم تفاسیر میں آیات کی تشریح میں جگہ جگہ جاہلی اشعار سے استدلال نظر آتا ہے۔ اسی طرح لغت میں عربی ماڈوں کی تشریح میں جاہلی اشعار کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی نصوص بھی جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لسان العرب کے تمام شعراء اور اُن کے ایک ایک شعر کو خصوصی اہمیت کے ساتھ ایک فہرست میں پرونے کی ضرورت پیش آئی تاکہ قرآن وحدیث کے ماہرین اور فقہاء اِس لغت سے استدلال کرکے دین کی خدمت کرسکیں۔ اب مذکورہ بالا فہارس کا باری باری الگ تعارف کرایا جاتا ہے۔

## (۱) فہرست اسماء الشعراء

پروفیسر صاحب کی مرتب کردہ فہرست اسماء الشعراء الف بائی ترتیب کے مطابق ہے اور ہر شاعر کو جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ ظاہر کیا گیا۔

مثال: الاجدع نامی شاعر کو الف میں رکھا اور ذیلی ترتیب کے لحاظ سے جیم میں رکھا۔ الاجدع ۱۸:۱۲ پہلا عدد لسان کا جلد نمبر ہے اور دوسرا عدد صفحہ نمبر ہے۔

شعراء کی فہرست کے لحاظ سے یہ جاننا ضروری ہے کہ لسان میں قدیم جاہلی شعراء کے اشعار بکثرت آئے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کو سمجھنے میں قدیم جاہلی دور کی زبان ہی معتبر اور حجت ہے۔ قدیم جاہلی شعراء میں سے درج ذیل شعراء کے سیکڑوں اشعار لسان العرب میں موجود ہیں:

اعشیٰ، امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمی، عنترۃ العبسی، لبید بن ربیعہ، النابغہ الجعدی اور النابغہ الذبیانی وغیرہ

جاہلی شعراء کے بعد عہد نبوی، خلافت راشدہ اور اموی دور کے شعراء میں لغت کا بگاڑ بہت کم ہے، اِس لیے اُن سے بھی لغت کا بکثرت استدلال کیا گیا۔ جیسے: صحابہ میں حسان بن ثابتؓ، الخنساءؓ، کعب بن زہیرؓ اور غیر صحابہ میں جریر، ذوالرمہ (غیلان العدوی)، طرماح بن حکیم، العجاج، فرزدق اور الکمیت بن زید الاسدی وغیرہ

لسان العرب میں مولدین شعراء کا تذکرہ بہت کم ہے یعنی وہ شعراء جن کی زبان میں بگاڑ پیدا ہوگیا اور اُن کے اشعار حجت نہ رہے۔ مولدین شعراء عباسی دور کے شعراء ہیں جیسے: متنبی، بحتری، ابوالعلاء المعری اور ابونواس وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فہرست اسماء الشعراء میں جو شعراء مشکوک ہیں اُن کے نام کے آگے سوالیہ نشان (؟) دے دیا ہے۔

مثال: جندل (؟)، جوّاس (؟) وغیرہ

## (۲) فہرست قوافی

یہ فہرست دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ ہر شعر کا ذکر محض اس کے صدر البیت (شعر کا پہلا حرف) اور قافیے کے ساتھ درج ذکر کیا گیا ہے۔ قافیہ ہر شعر کے آخری کلمے کو کہتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے اشعار کو اُن کے قافیوں کی ترتیب سے مرتب کیا کیونکہ اگر پورا شعر یاد نہ بھی رہے تو قافیہ ضرور یاد رہ جاتا ہے۔ قافیوں کو الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا لیکن جب کسی ایک حرف کے بہت سارے قافیے ایک جیسے اکٹھے ہوئے تو پہلے پیش والے الفاظ درج ہوئے، پھر بالترتیب کسرہ، فتحہ اور سکون والے الفاظ لائے گئے۔ پروفیسر صاحب نے قافیوں کو بحور کی ترتیب میں بھی تقسیم کیا ہے۔ بحور کی ترتیب اِس طرح ہے:

طویل، مدید، بسیط، وافر، کامل، ھزج، رجز، رمل، سریع، منسرح، خفیف، متقارب

مثال: ذہن میں ایک شعر آتا ہے جس کا قافیہ والا لفظ اَیُّوْبِ ہے۔ ایوب کا یہ لفظ باء مضموم، مفتوح یا مجزوم میں نہیں ملے گا۔ بلکہ اِسے باء مکسور ہی میں تلاش کیا جائے گا جس کے لیے پہلے طویل کے باء مکسور میں تلاش کیا جائے گا، پھر مدید کے باء مکسور میں، علی ہذا القیاس دیگر بحور کی باء مکسور میں ڈھونڈا جائے گا۔[1]

## (۳) فہرست اَنصاف الابیات

شعر کے آدھے حصے اور ایک مصرع کو نصف البیت کہتے ہیں۔ اِس فہرست کی تیاری میں پروفیسر صاحب نے لسان جلد اوّل کے تمام اَنصاف کو صفحات کی ترتیب کے ساتھ درج کیا، پھر جلد دوم اور پھر جلد سوم ......الخ

دار احیاء التراث کی لسان العرب میں اَنصاف الابیات کی فہرست کو حروف تہجی کے اعتبار سے مدوّن کیا گیا ہے اور مصرع کے پہلے حرف الف، باء، تاء وغیرہ کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔ دار احیاء کے فہرست نگاروں نے آیات واحادیث کی ترتیب بھی پہلے لفظ کے مطابق حروف تہجی کے اعتبار سے لگائی ہے۔

پروفیسر صاحب نے اَنصاف کی بحور کا بھی ذکر کیا ہے جبکہ دیگر فہارس نگاروں نے اِس کا اہتمام نہیں کیا۔

درج بالا تینوں فہارس چار جلدوں میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام ۲۰۰۷ء میں چھپ چکی ہیں۔ اس سے پہلے یہ اورینٹل کالج میگزین میں سلسلہ وار چھپ چکی ہیں۔

---

[1] فہرس القوانی، پروفیسر عبدالقیومؒ: ۲/۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر اِن فہارس کا تقابل جدید فہارس سے کرنا ہو تو لسان العرب، مطبوع دار احیاء التراث العربی بیروت (طبع ۱۹۹۹ء) سے کیا جا سکتا ہے۔

## فہارس عبدالقیوم کے استعمال کا طریقہ

شعراء کے ناموں کی فہرست میں لسان العرب کی جلدوں کی ترتیب نہیں ہے بلکہ حروف تہجی کے حساب سے شعراء کے ناموں کی ترتیب ہے۔ سب سے پہلے الف ہے اور اس میں ضابطے کے مطابق الف مدّ والا مقدم کیا گیا ہے۔ اس طرح بلعنبر کا آزاد کردہ آدم نامی شاعر اس فہرست میں سب سے پہلے آیا ہے۔ یاد رہے کہ بلعنبر بنی العنبر یا بنو العنبر کی تخفیفی شکل ہے۔ آدم نامی اس شاعر کا شعر اس کتاب میں صرف ایک مقام پر ہے اور وہ اٹھارویں جلد میں ہے۔ اس پر ۱۸: ۱۰ لکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب جلد ۱۸ اور صفحہ ۱۰ ہے۔

پروفیسر صاحب نے جلد نمبر کو جلی قلم کے ساتھ جبکہ صفحہ نمبر کو باریک قلم کے ساتھ کتابت کرایا ہے۔ دونوں نمبروں کے درمیان کالن (:) کا نشان بھی امتیاز پیدا کرتا ہے، لیکن جلی اور خفی قلم کا فرق اس چیز کو سمجھنے کے لیے زیادہ نمایاں اور سریع الفہم ہے۔

کسی شاعر کا نام ایک جلد میں ایک سے زائد مرتبہ بھی آتا ہے تو موٹے قلم سے جلد نمبر لکھنے کے بعد باریک قلم سے کئی مرتبہ صفحات کے نمبر لکھے گئے ہیں۔

ایک شاعر کا نام اگر ایک صفحہ میں ایک سے زائد مرتبہ آجائے تو پروفیسر صاحب اس صفحہ پر ایک لمبی لکیر کھینچ دیتے ہیں جو اس کا نام اس صفحہ میں ایک سے زائد مرتبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

بعض مقامات پر پوری وضاحت نہ ملنے کے سبب پروفیسر صاحب نے سوالیہ نشان (؟) لگا دیا ہے۔

آدم کے بعد اباق الدبیری ہے جس کا پہلا شعر جلد ۲ کے صفحہ ۳۰۵ پر ہے لہٰذا اُس کے لیے ۲: ۳۰۵ لکھا گیا ہے۔ اس کا ایک شعر پندرھویں جلد میں ہے۔ دو سولھویں جلد میں ہیں۔ سترھویں جلد میں تین صفحات میں اس کے اشعار ہیں تو اس کے لیے ۱۷: ۳۷، ۲۳۳، ۳۳۳ لکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے اشعار جلد ۱۷ کے صفحات ۳۷، ۲۳۳ اور ۳۳۳ پر ہیں، لیکن ۲۳۳ کے اوپر لائن اس بات کی علامت ہے کہ اس صفحہ میں اس کے اشعار ایک سے زائد مرتبہ ہیں۔

اباق الدبیری کے بعد اس کے بیٹے ابن اباق الدبیری کا حوالہ ہے۔ اس کا شعر ۱۶: ۱۲۷ پر ہے، لیکن اس کے بعد بریکٹ میں پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ: نیز ملاحظہ ہو رکاض بن اباق الدبیری۔ حرف ''راء'' کے تحت جب رکاض کو دیکھا گیا تو اس کے اشعار ۶ جلدوں میں آٹھ مقامات پر آئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن اباق کے بعد ابراہیم بن عمران ہے۔ اس کے بعد ابراہیم بن ھرمۃ ہے۔ اس کے کسی شعر کا حوالہ یہاں پر نہیں ہے بلکہ اس کے سامنے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، ابن ھرمۃ۔

ابن ھرمۃ اس جلد کے آخر میں حرف ھاء کے تحت صفحہ ۱۹۵ پر ہے۔ وہاں اس کے نام کے سامنے بریکٹ میں عربی میں لکھا ہے: ھُو ابراھیم، یہ ابراہیم ہے، پھر اس کے اشعار کے کئی حوالے ہیں جو مختلف جلدوں کے مختلف صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ابراہیم بن ھرمۃ کے بعد الابرش کا ذکر ہے اور اس کے شعر پر ۱۲:۱۸ لکھا ہے لیکن اس کے نام کے سامنے بریکٹ میں ھو بخرج بن حسان لکھا ہے، مطلب ہے کہ ابرش کا نام بخرج بن حسان ہے۔ جب ہم حرف باء میں اسے تلاش کرتے ہیں تو وہاں نہیں ملتا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اصل نام کے بجائے پروفیسر صاحب اس کے معروف لقب یا عرف کو ترجیح دیتے ہیں لیکن مزید توضیح کے لیے یا تلبیس سے بچنے کے لیے وہ بریکٹ میں عربی یا اردو الفاظ میں اس کے نام، لقب یا عرف کا غیر معروف حصہ بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اس لیے اکثر ناموں کے بعد پروفیسر صاحب کے جو ملاحظات ہیں ان پر غور کیا جائے گا تو اسماء الشعراء کی فہرست سے زیادہ بہتر طریقے سے استفادہ ہوگا۔

پروفیسر صاحب نے فہرس القوافی کی ترتیب بارے خود بیان کیا کہ انھوں نے فہرس قوافی کی ترتیب عیون الأخبار کی فہارس کے مطابق کی ہے۔

پروفیسر صاحب نے فہارس لسان العرب کی تدوین میں اپنے استاد مولوی شفیع رحمہ اللہ کے متعلق اپنے جذبات کی عکاسی اس طرح کی ہے:

لسان العرب کی فہارس کی ترتیب وتکمیل میں میں اپنے محترم استاذ پرنسپل محمد شفیع صاحب (ایم، اے۔ کینٹب) مدظلہ۔ رئیس دار العلوم مشرقی وصدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود ہر موقع پر میری رہنمائی فرمائی۔ مجھے یہ کہنے میں بالکل باک نہیں کہ اگر استاذِ مکرم کی شفقت آمیز ہدایت اور مسلسل اعانت ساتھ نہ ہوتی تو اتنا بڑا اور اہم کام کبھی بھی تکمیل پذیر نہ ہو سکتا تھا۔[1]

## جواہر اللسان فی لغات القرآن

جب پروفیسر عبد القیوم میکلوڈ سکالر شپ (۱۹۳۵-۳۸ء) کے تحت ابن منظور افریقی کی مشہور لغت

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: فهرس القوافي، جلد ۲، ص: ۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''لسان العرب'' کی فہارس مرتب کر رہے تھے، تو انھیں لسان العرب کے ایک ایک لفظ کا مطالعہ کرنا پڑا اور نوٹس لینے پڑے۔ بیس جلدوں والے عربی لغت کا اتنا دقیق مطالعہ بڑا بھاری اور کٹھن کام تھا۔ انھیں محسوس ہوا کہ اِسی کتاب سے قرآن کا ایک شان دار، مختصر اور مستند لغت مرتب ہو سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس پر کام شروع کیا اور کئی رجسٹروں پر مشتمل مسودہ تیار ہو گیا۔ یوں پہلے علمی مرحلے پر یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

پروفیسر صاحب نے اِس پروجیکٹ کا تفصیلی تعارف ایک مضمون میں کرایا جو ''مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ'' میں موجود ہے۔[1] یہ مضمون پہلی مرتبہ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۴۹ء میں چھپا۔

جواہر اللسان کا یہ علمی کام کاغذات اور رجسٹروں کے کئی بنڈلوں کی شکل میں پروفیسر صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود رہا۔ اُن کی وفات کے بعد ان کی لائبریری اورینٹل کالج کو عطیہ کی گئی۔ شاید یہ بنڈل لاعلمی اور نادانستگی میں وہاں سے گم ہو گئے، ان کو کافی تلاش کیا گیا، اورینٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی مین لائبریری میں رابطہ کیا گیا، انعام کا اعلان بھی کیا گیا مگر ابھی تک اُن کی کوئی اطلاع نہیں۔

فہارس لسان العرب اور جواہر اللسان فی لغات القرآن کی ترتیب وتدوین نہایت بلند پایہ علمی وتحقیقی کام تھا جسے سید سلیمان ندوی اور مستشرقین نے سراہا اور یہ اورینٹل کالج میگزین میں بھی چھپتا رہا۔ اس سے پروفیسر صاحب کے لیے عربی واسلامی علوم ومعارف کے دروازے بھی کھل گئے، انھیں مستقبل میں علمی وتحقیقی پختگی بھی نصیب ہوئی اور وہ برصغیر پاک وہند اور بین الاقوامی سطح پر سند اعتبار واعتراف سے بھی سرفراز ہوئے۔ اسی عربی لغت کی وجہ سے پروفیسر صاحب قرآن پاک کے رسم الخط میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۴۲/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# نوادر الاخبار

## (پروفیسر صاحب کی متنی تحقیق کا ایک جائزہ)

''نوادر الاخبار'' عربی کی ایک مختصر عربی ادب کی کتاب ہے جس کا ایک قدیم قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ پروفیسر عبد القیومؒ نے ۱۹۳۴ء میں تحقیق کے ذریعے اُسے عربی طلباء اور عوام وخواص کے لیے اشاعت کے قابل بنایا۔ یہ کتاب ان کی زندگی میں نہ چھپ سکی، وہ اسے نظر ثانی کے بعد مزید بہتر کر کے چھاپنا چاہتے تھے مگر ان کو زندگی میں فرصت نہ ملی۔ دار المعارف نے پروفیسر صاحب کے قلمی نسخے کا عکس لے کر شائع کر دیا ہے۔ ذیل میں اُن کے اِس تحقیقی کام کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

پروفیسر عبد القیوم کا ایک علمی کام قدیم عربی متن ''نوادر الاخبار'' کی تحقیق پر مشتمل تھا۔ نوادر کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ تھا۔ پروفیسر صاحب نے اِس متن کو اپنے نامور استاذ مولوی محمد شفیع سے مشورے کے بعد میکلوڈ سکالرشپ کے تحت ایڈٹ کیا۔ نوادر الاخبار کی یہ تحقیق فہارس لسان العرب کی ترتیب کے دوران عمل میں آئی۔

قدیم متن کی تحقیق ایک مشکل کام ہے لیکن یہ بسا اوقات نئی مقالہ نگاری سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ اِس فن کی پہلی مشکل یہ ہوتی ہے کہ متن کی اصل مصنف کے ساتھ نسبت یقینی یا غالب ظن کے مطابق ہو۔ پروفیسر صاحب نے صاحب نوادر کی تمام کتابوں کے نام حاجی خلیفہ اور دیگر قدیم فہارس نگاروں کے تذکروں میں چھان مارے تا کہ کتاب کی نسبت زیادہ سے زیادہ متحقق ہو سکے۔ اِس کی تفصیل پروفیسر صاحب نے انگریزی میں نوادر کے مقدمے میں بیان کی ہے۔

متنی تحقیق کی دوسری مشکل قدیم رسم الخط اور عبارت کی پہچان ہے۔ پروفیسر صاحب نے اِس مشکل کو اپنی علمی مہارتوں سے حل کیا اور صاف ستھرا نسخہ اپنے ہاتھ سے نقل کر کے علمی دنیا کے سامنے پیش کیا۔ گاہے گاہے حاشیے میں مشکل الفاظ کی تشریح کی۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ نوادر کا قدیم نسخہ عمدہ حالت میں تھا۔

متنی تحقیق کی تیسری مشکل ہے پیچیدہ عبارت اور مغلق مقامات کو حل کرنا اور متن کے خلا کو اپنی تحقیقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مہارتوں سے پُر کرنا۔ پروفیسر صاحب نے متنی تحقیق کی تینوں مشکلات بخوبی حل کیں۔

پروفیسر عبدالقیوم اپنے کام کا تعارف خود کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"It is a very useful book for the students of arabic literature. In so small a work the author has condensed much useful matter. The work introduces the student to the beauty of the Arabic language and anecdotal writings and creates in him love for Arabic literature at one and the same time. The main point is that this book keeps the reader fresh and unitired because of the variety of its subjects . Variety is the essence of life and has not been ignored at any stage by the author who has a delightful style."[1]

## متنی تحقیق کے لیے نوادر کا انتخاب کیوں؟

متنی تحقیق کے لیے نہایت بلند پایہ اور اہم مخطوطے کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ نوادر الاخبار مخطوطے کے انتخاب کی چھ وجوہ درج ذیل ہیں:

۱۔ **موضوع کی اہمیت:** نوادر کا موضوع قدیم عربی ادب ہے۔ نوادر مختلف موضوعات پر ہلکی پھلکی گفتگو کو کہتے ہیں۔ صاحب نوادر نے امہات کتب عیون الاخبار لابن قتیبہ اور العقد الفرید لابن عبدربہ وغیرہ کی تالیفات سے نہایت دل چسپ مواد چنا اور اپنی مختصر نوادر میں شامل کیا۔ قدیم عربی زبان سمجھنا قرآن کی فصیح عربی سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اسی مقصد کے لیے سبعہ معلقہ، دیوان حسان، مفضلیات اور دیوان حماسہ کی حفاظت کی گئی اور اسی مقصد کے لیے قدیم عربی نثر کی امہات کتب مدوّن کی گئیں۔ یہ درحقیقت قرآن کی حفاظت اور تفہیم ہی کی بنیادی کڑی تھی۔

۲۔ **اسلوب کی اہمیت:** نوادر کا اسلوب آسان، عام فہم اور دل چسپ ہے، پڑھنے والا اُکتاتا یا تھکتا نہیں۔ یہ کتاب انبیاء، صحابہ، محدثین اور حکماء کے نصیحت آموز اقوال، عبرت آموز واقعات، زندگی کے تجربات اور آخرت پر خوب صورت جملوں سے سجی ہوئی ہے۔

چونکہ یہ کتاب مسلمانوں کے اُس دور سے تعلق رکھتی ہے جب اسلام اور اُس کی اقدار دنیا میں غالب تھیں، اِس لیے یہ اُن خرافات سے پاک ہے جو آج کے افسانوی ادب پر فحاشی اور بے مقصدیت کی

1. Prof. Abdul Qayyum. Nawadir al-Akhbar. Introduction. p:vii

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شکل میں چھائی ہوئی ہیں۔ اِس کے برعکس یہ کتاب نیکی اور اخلاق آموزی کے ذریعے اعلیٰ سیرت سازی کرتی ہے۔

موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے یہ کتاب عربی زبان کے طلباء کے لیے نہایت مفید ہے۔ موجودہ دور میں یہ عربی کے ابتدائی درجات کے لیے بروئے کار آ سکتی ہے۔ دارالمعارف نے اِس کا ترجمہ کرانے کے بعد طلباء کے لیے مزید آسانی پیدا کر دی ہے۔

۳۔ **مصنف کی اہمیت:** نوادر کے مصنف شہاب الدین احمد الحجازی ادب کی دنیا میں نہایت معروف و مشہور شخص ہیں۔ اُن کی عربی ادب میں نہایت اہم خدمات ہیں۔ وہ سیوطی، ابن حجر اور حافظ عراقی رحمہم اللہ کے زمانے کے، سلف و صحابہ کے منہج پر چلنے والے اہل سنت ادیب اور عالم تھے۔

۴۔ **مخطوطہ کی توثیق:** مخطوطے کی علمی توثیق کے بغیر اُس پر تحقیقی کام ممکن نہیں۔ پروفیسر صاحب نے نوادر پر کام کرنے سے قبل اُس کی ثقاہت دریافت کی کہ اِس مخطوطے پر کس قدر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے اور اُس کی مصنف سے نسبت کی تحقیق محقق کے انگریزی مقدمے میں بیان کی گئی ہے۔

عربی ادب و نوادر نیز لغت و شعر کے متعلق قدیم و جدید اکثر کتب میں غیر محتاط الفاظ اور عورتوں اور لونڈیوں کے متعلق غیر ضروری واقعات ذکر کر دیے جاتے ہیں، اُنھیں مزے لے لے کر لکھا اور پڑھا جاتا ہے جو کہ اخلاقیاتِ حسنہ سے بہت بعید روّیہ ہے، حتی کہ ایسا لکھنے والوں نے کئی پاکباز ہستیوں کو بھی نہیں بخشا۔ مثال کے طور پر ایسی اکثر کتب میں حضرت عائشہ بنت طلحہ کے متعلق کئی جھوٹی باتیں لکھ دی گئی ہیں، حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی، خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نواسی اور زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں جنھوں نے اپنی خالہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

الغرض یہ کتاب ایسی حکایات سے بالکل پاک ہے، عورتوں کے ذکر میں ہرمس الحکیم کے کافی سخت اقوال ذکر کر دیے گئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مقام و مرتبہ کے متعلق اُمت کو جو تعلیم دی ہے یہ اقوال اس تعلیم کی نسبت کچھ شدید ہیں۔

کتاب کے آخر میں عورت کے انتقام کا ایک دلچسپ واقعہ ہے جو کہ کئی ادبی اور تاریخی کتب میں مختلف بادشاہوں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

زرکلی نے اس مؤلف کو موسیقی کا ایک ماہر قرار دیا ہے،[1] زرکلی کے بعد والوں نے بھی اس کی پیروی

---

[1] الزرکلی، الأعلام: ۱/ ۲۳۰، مادۃ: الشہاب الحجازی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہوئے اس قول کا ذکر کیا ہے جس سے ان کی اس فن کے ساتھ وابستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ نیز پہلے زمانوں کے علماء مختلف فنون میں مہارت اور دلچسپی رکھتے تھے۔

یہ کتاب جہاں انسان کی زندگی کے لیے رہنما اُصول مہیا کرتی ہے، وہاں اُس کے لیے نجاتِ اُخروی کے اسباب اور اعمال پر بھی نہایت احسن طریق سے تنبیہ کرتی ہے کیونکہ یہ کتاب اقوالِ زریں پر مشتمل ہے۔

فرزندانِ اسلام نے مختلف علوم وفنون میں نوادر کے جمع کا اہتمام کیا ہے۔ کشف الظنون، ذیل کشف الظنون اور ہدیۃ العارفین میں کئی نوادرات کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً: علماء کے نوادر، حکماء کے نوادر اور شعراء کے نوادر وغیرہ۔

## نوادر الاخبار کی تحقیق

نوادر الاخبار وظرائف الاشعار کو دار المعارف لاہور کی طرف سے ایک سو پچاس سے زائد صفحات میں شائع کر دیا گیا ہے، کتاب کے ٹائٹل پر پروفیسر عبدالقیومؒ نے خود لکھا ہے:

(نَقَلَهُ عن نسخة وحيدة و علق حواشيه و صححه)

یعنی اس کو یکتا نسخے سے نقل کر کے اس پر حواشی لگائے اور اس کی تصحیح کی۔

پروفیسر صاحب کا عربی اور انگریزی خط بہت عمدہ ہے، منقول نسخہ کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی کاتب نے لکھا ہوگا، اس کے حواشی میں الفاظ کی وضاحت کر کے بعض حوالے بھی لگا دیے گئے ہیں۔

اس عظیم الفائدہ اور عمیم النفع کتاب کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے، نیز اس کتاب میں جن اکابر ہستیوں کے اقوال واشعار اور واقعات آئے ہیں، اُن کے مختصر احوال بھی "تذکرۂ اخیار" کے نام سے جمع کر دیے گئے ہیں۔

نیز اس میں بہت سے مقامات پر حل لغت، توضیح یا تخریج حدیث کا بھی التزام کر دیا گیا ہے۔

نوادر صرف عربی مدارس کے طلباء ہی کے لیے نہیں بلکہ سکول کالج کا عربی کا طالب علم بھی اِس سے بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دار المعارف نے اِس کا ترجمہ کرا کر مزید سہولت پیدا کر دی ہے۔

## اہم مراجع


۱۔ منزلة اللغة العربية بين اللغات المعاصرة، دراسة تقابلية، عبد المجید الطیب عمر، جامعہ ام درمان، ۲۰۱۰ء

۲۔ ظفر المحصلين، محمد حنیف گنگوہی، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۰ء

۳۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۸، مادّۃ: حکایت (قصہ، نوادر وغیرہ)، ص: ۵۱ـ۴۴۹


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



* حافظ کاشف الرحمٰن

# پروفیسر صاحب کی نصابی کتب کا جائزہ

پروفیسر صاحب کی تدریسی خدمات اور معلّمانہ اسلوب پر ان کے فاضل تلامذہ نے وقیع مضامین قلم بند کیے ہیں، یہاں ان کی مرتب کردہ تعلیمی نصابی کتب کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

پروفیسر صاحب کی زندگی میں تقسیم ہند اور قیامِ پاکستان کا واقعہ رونما ہوا، انگریزوں کا اثر و رسوخ ہنوز موجود تھا، اس وجہ سے طلبہ کا اسلامی علوم کی طرف رجحان کم تھا، خصوصاً عربی کے طلبہ کی تعداد مایوس کن اور باعث تشویش تھی۔ ایسے حالات میں علوم اسلامیہ کے متعلق طلبہ کی ذہن سازی نہایت اہم کام تھا۔ ایسے کٹھن حالات میں پروفیسر صاحب نے عربی و اسلامی علوم کی خدمت کا بیڑہ اُٹھایا۔ علاوہ ازیں آپ مختلف یونیورسٹیوں کے عربی و اسلامی مضامین کے سبجیکٹ ایڈوائزر بھی رہے۔[1]

وہ کالجوں خصوصاً گورنمنٹ کالج لاہور میں طویل تدریسی تجربے کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی سطح پر تحقیقی رہنمائی کی خدمت محنت شاقہ اور خلوص و محبت کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اپنے موضوع پر محنت کرنا اور اپنے طلبہ میں محنت کی عادت ڈالنا، اس باب میں بہت کم اساتذہ ان بھلے وقتوں میں بھی ان کے ہم پلہ قرار دیے جا سکتے تھے۔“[2]

ذیل میں ان کی کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

## ا۔ کتب اسلامیات (برائے ایف اے، بی اے)

ایف اے اور بی اے کے طلبہ کے لیے سات نصابی کتب لکھی گئیں۔ یہ کتب اسلامیات لازمی و اختیاری کے

* رکن دار المعارف، لاہور

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبد القیوم نمبر، ص: ۶۵

[2] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبد القیوم نمبر، ص: ۱۷۸

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حکومت پنجاب کے منظور شدہ نصاب کی تکمیل کرتی تھیں۔ اکثر کتب ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۵ء کے عرصے میں بار بار شائع ہوتی رہیں۔

ہر کتاب کے ٹائٹل میں مؤلف کے تحت پروفیسر صاحب کا نام اس انداز سے شائع کیا گیا ہے:

پروفیسر عبدالقیوم، ایم اے

شعبۂ عربی و علوم اسلامی، گورنمنٹ کالج، لاہور

ان کتب کے اشاعتی مقام لاہور کے درج ذیل ادارے تھے:

پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ انارکلی، یونیورسٹی بک ایجنسی کچہری روڈ، انڈس پبلشنگ ہاؤس اُردو بازار وغیرہ

قیمتوں کا اندازہ لگائیے کہ ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ''آئینۂ اسلام'' ۱۹۶۰ء میں چھ روپے اور آٹھ آنے کی تھی۔ پروفیسر صاحب اپنے دور میں مانے ہوئے بلند پایہ محقق مصنف شمار ہوتے تھے۔ اس کا اندازہ کتب کے اسلوب تدوین و تحریر سے بھی ہوتا ہے اور کتب کی غیر معمولی مقبولیت سے بھی۔ مختلف نصابی کتب کے مصنفین نے انھیں اپنے پیش لفظ میں خراج عقیدت بھی پیش کیا ہے جس کی ایک مثال آنے والے صفحات میں پیش کی جائے گی۔

اکثر کتب کے پیش لفظ میں لکھا گیا ہے کہ یہ کتب صرف طلبہ و طالبات ہی کے لیے مفید نہیں بلکہ دینی ذوق رکھنے والے عام قارئین اور مقابلہ کا امتحان دینے والے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ ان کتب میں صحت تلفظ کے لیے ضروری اعراب کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱) آئینۂ اسلام (برائے ایف اے)

یہ کتاب بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے منظور کردہ نصاب کے مطابق ایف اے (اسلامیات لازمی واختیاری) کے طلبہ کے لیے تالیف کی گئی تھی۔ طبع دوم ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی بعد میں بھی شائع ہوتی رہی۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے:

۱۔ اسلامی تعلیمات: عقائد، عبادات، اخلاق اور سورۂ احزاب کے مطالب

۲۔ سیرۃ النبی ﷺ

۳۔ خلافت راشدہ

خلافت راشدہ کے موضوع پر پروفیسر صاحب کی ایک الگ کتاب بھی ہے جو بی اے اسلامیات (آپشنل) کے طلبہ کے لیے تالیف کی گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب اس کتاب کے حرفِ اوّل میں لکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات پر بحث کے دوران اکثر قرآن و حدیث سے استنباط کیا گیا ہے، تاکہ طلبۂ اسلامیات میں ابتدا ہی سے قرآن فہمی کا شوق اور حدیث نبوی سے محبت پیدا ہو جائے اور وہ صحیح طریق پر چلنے اور غور و فکر کرنے کے عادی بن جائیں۔ حصۂ سیرت میں مستند اور مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح خلافت راشدہ کے ضمن میں معتبر مآخذ سے صحیح اور مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ طلبہ کی رہنمائی کے لیے ہر باب کے آخر میں امتحانی طرز کے سوالات درج کر دیے گئے ہیں۔

پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں:

> ”طبع دوم بفضل خدا ہاتھوں ہاتھ لگ گئی، اب طبع سوم بعد اضافہ وترمیم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔“

یہ کتاب اپنی افادیت کے لحاظ سے ایف اے کے طلبہ کے علاوہ دینی ذوق اور تاریخ بینی کا شوق رکھنے والے حضرات کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ یہ کتاب تخریج اور حوالوں کے جدید اسلوب کے ساتھ بزم اقبال سے جنوری ۲۰۲۱ء میں ایک طویل وقفے کے بعد دوبارہ شائع کی گئی ہے۔

## (۲) علوم اسلامیہ (بارھویں جماعت کے لیے)

اس کتاب کے سرورق پر درج ہے کہ یہ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ محکمۂ تعلیم کے منظور شدہ نصاب کے مطابق تھی۔ ۱۹۶۲ء میں پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ انارکلی لاہور سے شائع ہوئی۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ (۱) سورۂ بقرہ (۲) چالیس حدیثیں

پہلے حصے میں سورۃ البقرۃ کے فضائل، اس میں بیان ہونیوالے امور شرعی، متن، ترجمہ اور الفاظ و مطالب کی تشریح کے علاوہ اس سورت کے مباحث و مضامین کا ایسا جامع خاکہ پیش کیا گیا ہے جو چند اوراق میں اڑھائی پاروں کی طویل ترین سورت کا سیاق وسباق اور مفہوم روشن کر دیتا ہے۔

دوسرا حصہ چالیس احادیث پر مشتمل ہے۔ احادیث کا یہ انتخاب نہایت مفید ہے۔ ہر حدیث کا حوالہ نقل کیا گیا۔ مشکل الفاظ کے معنی، مادہ اور اشتقاق وغیرہ درج کیے گئے اور مختصر تشریح بھی کی گئی۔

یہ حصہ دار المعارف کی طرف سے عن قریب شائع ہونے والا ہے۔

## (۳) اسلامی تعلیم (برائے انٹرمیڈیٹ)

یہ کتاب انٹرمیڈیٹ کے طلبۂ اسلامیات (زائد۔اختیاری) کے لیے جدید نصاب کے مطابق مرتب کی گئی۔ یہ کتاب پروفیسر فضل اقبال صدیقی ایم اے کے نام سے ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔ تاہم اس کا بڑا حصہ پروفیسر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عبدالقیوم کی تصانیف سے من و عن نقل کیا گیا۔ مصنف اپنے پیش لفظ میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''پروفیسر موصوف کے کئی مباحث کو اس کتاب میں جوں کا توں نقل کر دیا گیا ہے۔''

اس کتاب کے دس ابواب ہیں۔ پہلے باب میں قرآنِ مجید کی آخری ۲۳ سورتیں مع ترجمہ ہیں، پھر سات ابواب سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ہیں۔ نویں باب میں عقائد اور دسویں میں عبادات کا تذکرہ ہے۔

سورتوں کا نہایت سلیس ترجمہ، مشکل الفاظ کی تشریح اور پوری سورت کا مطلب و مفہوم عام فہم زبان میں درج کیا گیا ہے۔ تشریح کے دوران کئی علمی نکات اور قرآنی معارف کا تذکرہ ہوا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وحی الٰہی کی منشا سمجھنے کے علاوہ قرآن فہمی کا ذوق بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا حصہ سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ہے۔ اس حصے کا تعارف آئینہ اسلام کی بحث میں گزر چکا ہے۔ تیسرے حصے میں عقائد اور اس کی جزئیات بیان ہوئی ہیں۔ چوتھے حصے میں ارکان اسلام بڑے سادہ اور سلجھے ہوئے انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کے ہر رکن کے متعلق وہ تمام ضروری معلومات درج کر دی گئی ہیں جن کا جاننا ایک طالب علم کے لیے بالخصوص اور ایک مسلمان کے لیے بالعموم ضروری ہے۔ سیرت النبی ﷺ والے حصے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ قارئین کی آسانی اور عبارت کو سریع الفہم بنانے کے لیے مختلف مقامات پر نقشہ جات پیش کیے گئے ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

## (۴) رہبر اسلامیات (برائے بی اے)

یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق لکھی گئی۔ ۱۹۵۳ء پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ انارکلی لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب پروفیسر فضل اقبال صدیقی کے نام سے شائع ہوئی، تاہم کتاب کا بڑا حصہ پروفیسر عبدالقیوم کی تالیف پر مشتمل ہے۔۔ وہ خود اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''اگر پروفیسر عبدالقیوم صاحب'' کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو بڑی احسان فراموشی ہوگی۔ مؤلف کتاب پروفیسر صاحب کا بے حد ممنون احسان ہے کہ آپ نے بڑی فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے کام لیتے ہوئے اپنی کتاب ''اسلام کا زریں عہد'' کا مسودہ راقم الحروف کو مطالعہ کے لیے عنایت فرمایا جو مسلسل کئی ماہ سے میرے پاس ہے۔ اس مسودے کو کئی بار پڑھنے اور مستند تاریخوں سے تقابل کرنے کے بعد راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا کہ پروفیسر موصوف کا ذوق بڑا محققانہ ہے اور آپ نے بڑی محنت، کاوش اور عرق ریزی سے نہایت صحیح اور مستند حالات و

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



واقعات قلم بند کیے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر صاحب کے علم وتحقیق کے اعتراف میں خلافت راشدہ کا اکثر وبیشتر حصہ من وعن نقل کر دینا غیر مناسب نہ سمجھا گیا، اس امید کے ساتھ کہ راقم الحروف کی یہ جرأت پروفیسر عبدالقیوم صاحب کے لیے چنداں بار خاطر نہ ہوگی، میں آپ کی کرم فرمائی کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

پروفیسر صاحب کا بلند حوصلہ اور وسیع ظرف دیکھیں کہ اپنے مسودے اور تحریریں بلا تامل دوسروں کی نذر کر دیتے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا مقصد نام کمانا نہیں بلکہ علم کو عام کرنا تھا۔

اس کتاب کے پہلے حصے میں خلافت راشدہ کی مختصر تاریخ درج ہے۔ دوسرے حصے میں مبادیات مطالعۂ قرآن وحدیث اور حقوق وآداب واخلاق کا بیان ہے۔

## (۵) آئینۂ اسلامیات (برائے بی۔اے)

یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے منظور کردہ نصاب کے مطابق بی اے کے طلبۂ اسلامیات کے لیے تالیف کی گئی۔ اس کتاب پر لازمی یا اختیاری مضمون کی تفصیل نہیں لکھی۔ اس کے دو حصے ہیں۔

۱۔ سورۃ النساء کا متن، ترجمہ، الفاظ کی تشریح اور بقدر ضرورت لغوی اور صرفی ونحوی اشارات بیان کیے گئے ہیں۔ حل لغت میں ایسا انداز اپنایا گیا ہے کہ مشکل سے مشکل لفظ بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

۲۔ تاریخ اسلام (عہد اموی اور عہد عباسی)

اس حصے میں اموی اور عباسی دور حکومت کو ابتدا سے انتہا تک نہایت محققانہ انداز میں معتبر قدیم مآخذ ومصادر کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر حکمران کے مسند خلافت پر آنے، اہم کارناموں اور رخصت ہونے کے زمانے کا تذکرہ ہے۔ ہجری اور عیسوی تقویم پہلو بہ پہلو نقل کی گئی ہے۔ یہ کتاب اول تا آخر بیش بہا معلومات کا خزانہ اور طلبہ وعوام الناس سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

## (۶)۔ مطالعۂ اسلامیات (برائے بی اے سال اوّل)

یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب تعلیم کے مطابق بی۔اے سال اول کے طلبۂ اسلامیات کے لیے تالیف کی گئی۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ کی طرف سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ تعارف قرآن وحدیث

۲۔ قواعد عربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۳۔ مطالعۂ قرآن: سورۃ النور: متن، ترجمہ، معانی الفاظ اور مطالب آیات

۴۔ مطالعۂ حدیث: اربعین نووی، متن، ترجمہ، معانی الفاظ اور مطالب احادیث

۵۔ تاریخ اسلام (سیاسی وثقافتی): عہد بنوامیہ

پروفیسر صاحب کی دیگر نصابی کتب کی طرح اس کتاب میں بھی ہر باب کے آخر میں سوالات دیے گئے ہیں جو عبارت کو ذہن نشین کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ یہ کتاب بھی اپنی نوعیت، افادیت اور جداگانہ اسلوب کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے، یہ طلبہ کے علاوہ دیگر اہل ذوق کے لیے بھی مفید ہے۔ اس کتاب کا قواعد عربی والا حصہ ''مرقاۃ القواعد'' کے نام سے الگ بھی شائع ہوا۔

''مطالعہ اسلامیات'' کا شرح اربعین نووی والا حصہ طلبہ اور عام قارئین کے لیے دارالمعارف کی طرف سے عن قریب شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

(۷)۔ فہم اسلام (برائے بی۔اے)

پروفیسر صاحبؒ نے یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب تعلیم کے مطابق بی۔اے کے طلبہ اسلامیات (لازمی واختیاری) کے لیے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء میں یونیورسٹی بک ایجنسی کچہری روڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ تین ابواب پر مشتمل ہے، جس میں علوم قرآن، علوم حدیث اور علوم فقہ بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں پہلے پارے کے ابتدائی پانچ رکوع مع ترجمہ وتفسیر اور معانی ومطالب منقول ہیں۔ اس کے بعد ان رکوعات کا ضمیمہ درج ہے اور آخر میں عربی گرامر کے اشارات دیے گئے ہیں۔ تیسرے حصے میں سورۃ المائدہ اپنے متن، ترجمہ، تشریحِ الفاظ اور معانی ومطالب کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ نیز سورۃ المائدہ، سورۃ النساء، سورۃ الانفال اور سورۃ الاحزاب الگ الگ کتابوں کی صورت میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ یہ دینی وعصری تعلیم حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کے علاوہ قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والوں کے لیے بہترین کتابیں ہیں۔ عنقریب اس کتاب کا ایک اہم حصہ ''مبادیات مطالعہ قرآن وحدیث وفقہ'' کے عنوان سے دارالمعارف کی طرف سے شائع کیا جائے گا۔

---

## ۲۔ پروفیسر صاحب کی نگارشات فہم قرآن

پروفیسر صاحب نے ایف۔اے اور بی۔اے کے طلباء کے لیے عربی واسلامیات کی کتب لکھیں تو ان کے لیے مختلف سورتوں کی تفسیر بھی لکھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذیل میں مختلف مدارج کے اعتبار سے اُن سُورتوں کی تفسیر کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

| | | |
|---|---|---|
| الیف۔اے | (۱۹۵۳ء) | سورت فاتحہ اور پارہ عمّ کی آخری ۱۸ سورتیں |
| الیف۔اے | (۱۹۶۰ء) | سورت احزاب |
| الیف۔اے | (۱۹۶۲ء) | سورت بقرہ |
| بی۔اے | (۱۹۵۷ء) | سورت بقرہ، سورت مائدہ |
| بی۔اے | (۱۹۶۶ء ومابعد) | سورت نساء |

پروفیسر صاحب سب سے پہلے قرآن مجید کی منتخب سورتوں کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں، پھر قرآنی الفاظ کے معانی نہایت مؤثر، محکم اور آسان لب ولہجے میں بیان کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہم الفاظ کے صیغے و مادّہ اشتقاق بھی بتاتے ہیں۔ آخر میں مفہوم ومطلب کے عنوان کے تحت قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

سورۃ النساء مع اردو ترجمہ ومطالب بی اے اسلامیات کے طلبہ کے لیے لکھی گئی۔ اس سورت کے ضمن میں سلیس ترجمہ وتفسیر، سورت کا تعارف، سبب نزول، وجۂ تسمیہ اور فضائل ومحاسن درج ہیں۔ اس کے علاوہ اجمالی خاکہ اور خلاصۂ مضامین بڑے احسن انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہر دو یا تین آیات کے بعد ان کے مفاہیم ومطالب بیان ہوئے ہیں۔ بہترین تفسیر کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات کی تشریح میں دیگر قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ بھی نقل کی ہیں۔ فقہی ضروریات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس کا طبع سوم ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔

اسی طرح سورت الاحزاب ۱۹۵۶ء میں الگ بھی شائع ہوئی جو پہلے ''آئینہ اسلام'' کا حصہ تھی۔

۱۹۵۶ء ہی میں سورت الانفال الگ سے شائع ہوئی۔ یہ بی اے اور بی ایس سی کی اسلامیات (زائد اختیاری) کے طلبہ وطالبات کے لیے لکھی گئی۔ اس کا اسلوب بھی مذکورہ بالا نگارشات کی طرح ہے۔

پروفیسر صاحب کی تمام نگارشات تفہیم قرآن عن قریب دار المعارف کی طرف سے ایک مستقل تالیف کی شکل میں شائع کی جائیں گی۔ ان شاءاللہ

---

## ۳۔ تاریخ کے عنوان پر پروفیسر صاحب کی نصابی کتب

پروفیسر عبدالقیوم نے تاریخ اسلام کے عنوان پر الگ کتب لکھیں۔ ذیل میں دو اہم کتب پیش کی جارہی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## (۱)۔ تاریخ اسلام (برائے ایف اے)

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے عرض مؤلف میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

> ''یہ کتاب ایف اے کے طلبہ تاریخ اسلام کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب کو طلبہ کے لیے ہر لحاظ سے مکمل اور مفید بنایا جائے۔ اس میں مستند تاریخی معلومات درج کی گئی ہیں اور ہر جگہ طلبہ کی ضروریات اور معیار کا خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کی تیاری میں تمام قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ چند ضروری نقشہ جات بھی شامل کر دیے گئے ہیں تاکہ واقعات کے سمجھنے میں طلبہ کو آسانی ہو۔''

اس کتاب کو ۲۰۱۶ء میں حوالہ جات کے ساتھ مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا جس پر تقدیم پروفیسر عبدالقیوم کے تلمیذ ڈاکٹر شیر محمد زمان نے لکھی اور مقدمہ دوسرے تلمیذ پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری نے لکھا۔ اس کتاب کا سیرت والا حصہ بزم اقبال لاہور سے ۲۰۲۱ء میں ''سیرت رحمت عالم ﷺ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

## (۲)۔ خلافت راشدہ (برائے بی۔ اے، اسلامیات آپشنل)

یہ کتاب بی اے اسلامیات آپشنل کا ایک حصہ ہے جو ۱۹۶۵ء میں انڈس پبلشنگ ہاؤس اردو بازار لاہور سے شائع ہوئی۔ پروفیسر صاحب اس کے عرض حال میں لکھتے ہیں:

> ''اس مختصر کتاب میں عہد خلافتِ راشدہ کے سیاسی اور اجتماعی حالات کو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر جگہ اجمال و تفصیل کا حسین امتزاج قارئین کرام کے ذہنی سکون اور علمی و تاریخی تسکین کا موجب ثابت ہوگا۔ اس کتاب میں ہر قسم کی مفید اور ضروری معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس میں نہ تو اتنا اجمال ہے کہ کسی تشنگی کا گلہ و شکایت ہونے پائے اور نہ اتنی تفصیلات ہیں کہ قاری کا دامن صبر تنگ ہو جائے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر خلیفہ اور امیر المومنین کے عہد حکومت کی صحیح تصویر دل و دماغ میں اتر جاتی ہے۔''

یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے آخر میں طلبہ کی سہولت کے لیے امتحانی طرز کے سوالات دیے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامع ہے۔ الفاظ کا چناؤ اور عبارت کا ربط ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب کسی بلند پایہ محقق کی تالیف کردہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۴۔ پروفیسر صاحب کی عربی نصابی کتب

پروفیسر عبدالقیوم نے اسلامیات کے علاوہ عربی کے طلبہ وطالبات کے لیے بھی نصابی کتب لکھیں:

| | |
|---|---|
| چھٹی کلاس | عربی کی پہلی کتاب |
| ساتویں کلاس | عربی کی دوسری کتاب |
| آٹھویں کلاس | عربی کی تیسری کتاب |
| نویں کلاس | عربی کی چوتھی کتاب |
| دسویں کلاس | عربی کی پانچویں کلاس |

ذیل میں چند دستیاب کتب کا تعارف کرایا گیا ہے۔

### (۱)۔مدارج الادب (تین جلدیں، مڈل سکول کے طلبہ کے لیے)

یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل تھی۔ پروفیسر صاحب نے اس کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ محکمۂ تعلیم پنجاب کے منظور کردہ نصاب عربی کے مطابق مڈل سکولوں کے لیے تالیف کی گئی۔۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حسب دستور طلبہ کے رجحان، ذہنی استعداد اور دلچسپی کوملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ ہر سبق میں قرآنِ مجید کی آیات سے کچھ مثالیں درج کی جائیں تاکہ طلبہ بھرپور فائدہ اُٹھا سکیں، صحیح اور فصیح زبان بھی سیکھ سکیں اور قرآنِ مجید کے ثواب اور برکت سے بھی بہرہ مند ہوں۔ پروفیسر صاحب مقدمہ کتاب میں لکھتے ہیں:

> ”علاوہ ازیں قرآنِ مجید کی آیات کا انتخاب اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلامی تصور طلبہ کے ذہن نشین کیا جائے، اس کے علاوہ طلبہ کی دلچسپی اور ارتقائے تدریجی کوملحوظ رکھتے ہوئے صَرف ونحو پرمبنی مباحث کے آخر میں چند نہایت اہم منثور ومنظوم اسباق درج کر دیے گئے ہیں۔“

یہ کتاب صَرف ونحو کے ضروری مسائل واصول سے آگاہی، طلبہ میں اردو سے عربی اور عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ الغرض یہ کتاب ان تمام خوبیوں کی آئینہ دار ہے جو ایک نصابی کتاب تقاضا کرتی ہے۔

### (۲)۔مرقاۃ القواعد

یہ کتاب عربی قواعد پرمبنی ہے۔ اس میں لفظوں اور صیغوں کی پہچان کرائی گئی ہے اور الفاظ کی مختلف نحوی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ بات کو سمجھانے کے لیے مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ ہر سبق کے اختتام پر مشق دی گئی ہے، جس میں اردو سے عربی اور عربی سے اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے جملے دیے گئے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب عربی سیکھنے کے لیے نہایت مفید اور زُود فہم ہے۔

(۴)۔ مرقاۃ الادب

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پیش لفظ کے مطابق یہ کتاب محکمہ تعلیم پنجاب کے منظور کردہ عربی کے نصاب کے مطابق مڈل سکولوں کے لیے تالیف کی گئی۔ یہ کتاب ڈگری کلاسوں میں عربی (آپشنل) کے طلبہ کے نصاب میں بھی شامل رہی۔ پروفیسر صاحب اس کے عرض احوال میں رقم طراز ہیں:

''اس کتاب میں مستند عربی کتابوں کے آسان اور سہل اقتباسات درج کیے گئے ہیں۔ تقریباً ۶۰ فیصد نثر، ۲۵ فیصد نظم اور ۱۵ فیصد مکالمے ہیں۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ جدید عربی نظم ونثر پر مشتمل ہے۔ انتخاب کے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ قرآنی آیات، احادیث نبوی، سیرت النبی ﷺ، ادبی حکایات، امثال وحکم، خطوط اور خطبوں کے نمونے کے علاوہ سلیس نظمیں درج کی جائیں۔''

علاوہ ازیں اسباق کے اندراج میں طلبہ کی دلچسپی اور ارتقائے تدریجی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مشکل اور جدید عربی الفاظ کے معنی اسباق کے اختتام پر لغات کے عنوان کے تحت سبق وار درج کیے گئے ہیں۔ ہر سبق کے بعد تمرین کے تحت صرفی ونحوی مباحث پر مشقیں درج کی گئی ہیں۔ مشقوں میں سادہ عربی الفاظ میں ایسے سوالات بھی شامل ہیں جن کے جواب میں طلبہ آسانی سے عربی جملے بول سکیں۔ یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر جامعیت کا حسین امتزاج ہے۔

درج بالا تمام کتب کے قدیم نسخے اور فوٹو کاپیاں دار المعارف میں محفوظ ہیں۔ بعض کتب نئی طبع کے ساتھ شائع ہوگئی ہیں، بعض شائع ہونے کے قریب ہیں۔

---

## ۵۔ پروفیسر صاحب کی انگریزی کتب کا تعارف

پروفیسر عبدالقیوم کی انگریزی کتب کا تعارف زیر نظر کتاب کے حصۂ انگریزی میں موجود ہے۔ یہاں ان کتب کا تعارف کرایا جائے گا، جو حصۂ انگریزی میں مذکور نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## 1. *Aid to the Study of Simt-ud-Durar*

سمط الدرر قدیم عربی مصادر سے ماخوذ، ان کے اہم اقتباسات پر مشتمل ایک خوب صورت مجموعہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے اس کا کچھ حصہ بی۔اے اور ایم۔اے عربی کے لیے بطور نصاب مقرر کیا۔

سمط الدرر میں پانچ اہم عربی کتب کے منتخب حصے شامل ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فتوح البلدان: یہ بلاذری (م ۲۷۹ھ) کی تالیف ہے۔ سمط الدرر میں فتح سندھ کا حصہ شامل ہے۔ سندھ میں اسلام کی اولین آمد کے متعلق بنیادی تاریخی ماخذ فقط یہی کتاب ہے۔

مقامات ہمدانی: یہ ابوالفضل ہمدانی (م ۳۹۸ھ) کا تحریر کردہ متن ہے۔ مقامات قدیم طرز کی مخصوص کہانیوں کو کہتے ہیں۔ یہ عالمی شہرت یافتہ کتاب ہے۔ اس کی دس کہانیاں سمط الدرر میں شامل کی گئیں۔ مقامات ہمدانی قدیم عربی نثر کا عمدہ نمونہ ہے جس سے انشاء پردازی کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔ مقامات کی نثری صنف میں یہ پہلا تجربہ تھا جس کے بعد بے شمار مقامات لکھے گئے۔

مروج الذهب و معدن الجواهر: یہ علی بن حسین المسعودی (م ۳۴۶ھ) کی تالیف ہے جو چوتھی صدی کے مختلف ممالک کا جغرافیہ، تاریخ اور دیگر اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ قدیم نثر اور قدیم تاریخ جاننے کے لیے نہایت اہم کتاب ہے۔ امام ابن خلدون کہتے ہیں کہ مسعودی تمام مؤرخین کا امام ہے۔ ''مروج'' کا متن فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ پیرس میں ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔

المِلَل و النِحَل: یہ ابوالفتح الشہرستانی (م ۵۴۸ھ) کی تالیف ہے جو اپنے دور کے مختلف افکار و آثار، مذاہب اور عقائد پر روشنی ڈالتی ہے۔ شہرستانی مذاہب و افکار کا سب سے بڑا مؤرخ ہے۔ انھوں نے معتزلہ، باطنیہ، اہل کتاب، فلاسفہ، اطباء، خوارج، شیعہ، ثنویہ اور سبائی وغیرہ کے افکار پر روشنی ڈالی۔ ہندوؤں اور بودھوں کے متعلق معلومات کم ہیں لیکن جتنی دی گئی ہیں، وہ بالکل درست ہیں۔ سمط الدرر میں عرب دور جاہلیت کے قدیم عقائد والا حصہ بطور نصاب شامل ہے۔

معجم الادباء: یہ یاقوت الحموی (م ۶۲۲ھ) کی تالیف ہے جو قدیم شعراء و مصنفین کے حالات زندگی کا مجموعہ ہے۔

پروفیسر صاحب نے ان پانچوں کتابوں کے تعارف میں عالمانہ شذرات بھی لکھے ہیں۔ متن کے ترجمہ کے ساتھ لغوی، اشتقاقی اور تاریخی توضیحات پر مشتمل تجزیاتی و تحقیقی حاشیہ بھی شامل کیا ہے۔ سمط الدرر کی مذکورہ کتاب کی تالیف جدید ۲۰۱۴ء میں دار المعارف لاہور سے شائع ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## 2. English-Arabic Translation Exercises, Lahore 1935.

یہ کتاب انٹرمیڈیٹ اور ڈگری کلاس کے طلباء کے لیے انگریزی میں لکھی گئی۔ ۱۹۳۵ء میں عربی کی تعلیم انگریزی زبان ہی کے ذریعے دی جاتی تھی۔ میٹرک، انٹر، ڈگری اور ماسٹر درجے کے تمام امتحانات انڈین یونیورسٹیاں لیتی تھیں، الگ سے کوئی بورڈ نہ تھا۔ یہ ۱۹۳۵ء کی تالیف ہے جب پروفیسر صاحب کی عمر فقط ۲۶ یا ۲۷ سال تھی۔

درج بالا گرامر کی کتاب پروفیسر صاحب نے ایم۔اے او کالج امرتسر کے صوفی عبدالعزیز صاحب کے اشتراک سے لکھی۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ، آٹھ آنے تھی، یہ ماڈرن بک ڈپو ریلوے روڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ کتاب کا انتساب عربی زبان کے طلباء کے نام ہے۔ دیباچہ (Preface) کے مطابق اس کتاب سے پہلے اس نوعیت کی اور کوئی کتاب موجود نہیں تھی جو طلباء کی ضرورت پوری کر سکتی۔

کتاب میں عربی اصول وقواعد پیش کرنے کا اصول عملی ہے۔ یعنی مختصر انداز میں صرف ونحو کے قواعد بیان کیے گئے ہیں، پھر اُن کی مثالیں انگلش ترجمے کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

ہر ہر قاعدے کے بعد مشقیں (Exercises) دی گئی ہیں جو میٹرک پاس طلباء آسانی سے حل کر سکتے ہیں۔ کتاب میں عربی نحو کے تمام ضروری قواعد موجود ہیں، تاہم عربی صَرف مختصر ہے۔ ہر مشق کے آخر میں مشکل الفاظ کے عربی معانی اور صرفی وزن بھی بتلائے گئے۔ کتاب ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے کل تین حصے ہیں:

پہلا حصہ قواعد، مثالوں اور سادہ عملی مشقوں پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ ۳۵ آسان کہانیوں، ۲۲ امتحانی پرچہ جات اور ۲۱ نثر پاروں پر مشتمل ہے جن کے ذریعے عربی میں ترجمہ کی مشق کرائی گئی ہے۔ ہر ہر مشق کے آخر میں مشکل عربی الفاظ کے معانی دیے گئے ہیں۔ پرچہ جات ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے سطح کے سابقہ امتحانی پرچوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ تمام کہانیاں اور نثر پارے اخلاقی اعتبار سے نہایت نصیحت آموز اور معنی خیز ہیں۔

تیسرا حصہ اہم ذخیرہ الفاظ، محاورات، روزمرہ جملوں، ضرب الامثال اور متفرق امور پر مشتمل ہے۔

یہ غیر منقسم ہندوستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کام تھا تاہم اس میں بعض مشرقی سکالروں اور یورپی مستشرقین کی علمی تالیفات سے بھی استفادہ کیا گیا۔ کتاب کا عملی قواعد اور مشقوں پر مشتمل ہونا، عصر حاضر کا ایسا اسلوب ہے جس سے گرامر تیزی سے سیکھی جا سکتی ہے۔ قدیم دور میں اور آج بھی بعض دینی مدارس میں گرامر کی عملی تربیت سے زیادہ نظری بحثوں پر زور دیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاکستان میں دینی مدارس، اسکولوں اور کالجوں میں عربی گرامر صرف اُردو زبان میں سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ کتاب اپنی نئی اشاعت کے بعد اُس طبقے کے لیے نہایت مفید ثابت ہوسکتی ہے جو قرآن فہمی کے لیے قرآنی عربی کلاسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ کلاسیں موجودہ دور میں پڑھے لکھے لوگوں کے لیے نہایت مفید اور کارگر ہیں اور اُن کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ موجودہ دور میں کئی اہم علمی و تربیتی تحریکیں بھی قرآن اور عربی زبان کی تعلیم کے فروغ کے لیے نہایت اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ پڑھا لکھا طبقہ وکلاء، انجینئر، ڈاکٹر، اساتذہ، صحافی اور دیگر پیشہ ور حضرات وخواتین وغیرہ اس کتاب کے ذریعے نہایت آسانی سے عربی سیکھ سکتے ہیں۔

### 3. *Arabic Readers for schools.*

یہ کتاب تین اجزا پر مشتمل ہے اور ہر جز ایک ایک کلاس کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب کی یہ کتاب انگلش میڈیم سکولوں کے طلبہ کے لیے بہترین تالیف ہے۔

### 4. *Arabic Grammar for Schools.*

یہ کتاب انگریزی میں عربی گرامر پر تالیف کی گئی ہے۔ یہ بھی انگلش میڈیم سکولوں کے طلبہ کے لیے پروفیسر صاحب کی گرانقدر کاوش ہے۔

پروفیسر صاحب کی ترتیب شدہ کتب برطانوی دور میں ایم اے (عربی) کے نصاب کے لیے معاون ہوتی تھیں۔ اس وقت اس سطح پر ذریعہ تعلیم انگریزی ہونے کے سبب ان متون کا ترجمہ طلبہ کو انگریزی ہی میں کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح سمط الدرر بی اے کے عربی نصاب کے لیے بطورِ معاون کتاب مرتب کی گئی تھی اور غالباً مولوی محمد شفیع ہی نصاب کے مرتب تھے۔

پروفیسر صاحب کی کتب کا تعارف نیویارک شہر (امریکہ) کے ماہنامے The Cumulative Book Index میں بھی چھپا۔ اس میں درج ذیل کتب کے نام موجود ہیں:

1. The poems of the desert by several authors.Lahore:1933
   (Subject: English version of selected Arabic poems)
2. Aid to the study of Simtud-Durar.Lahore:1934
   (Subject:Eng.Translation of Simtud-Durar)
3. English Arabic Translation Exercises.Lahore:1935
   (Subject: Arabic composition and Translation)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



4. Specimens of Arabic Literature (poetry and prose) for English reader.Lahore:1936 [۱]

پروفیسر صاحب کی تالیف کردہ مذکورہ انگریزی کتب کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی انگریزی کتب اپنے دور کے طلبہ کی نصابی ضروریات کی جامع تکمیل کرتی تھیں۔ وہ اپنے دور میں ایک مانے ہوئے محقق استاذ اور منجھے ہوئے مصنف تھے۔ ان کی تالیف کردہ نصابی کتب محض امتحانات کی کامیابی کا ذریعہ نہ تھیں بلکہ اعلیٰ علمی ذوق اور دینی شوق کو پروان چڑھاتی تھیں۔ ان کی نصابی کتب نے مختلف مراحل کے طلبہ وطالبات کو متاثر کیا اور وہ کئی دہائیوں تک مسلمان نسل کی تعمیر واستحکام میں اپنا کردار ادا کرتی رہیں۔

پروفیسر صاحب کی شانِ معلمی کے متعلق پروفیسر محمد مرزا منور ہپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، جو نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ ہے:

> ''بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کا شغف اور ذوق ہی ان کا روزینہ بھی بن جائے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا یہی حال تھا، لہٰذا وہ تمام عرصۂ معلمی خوش خوش رہے، پروفیسر صاحب پڑھاتے تو احساس ہوتا تھا کہ مزے لوٹ رہے ہیں، پڑھانا ان کے لیے مشقت نہیں تھا، یہ اُن کی تفریح تھی، وہ درس دے کر مسرت اندوز ہوتے تھے، یہ انداز فقط انھیں اساتذہ کا ہوتا تھا جن کی نظروں میں معلمی اونچی شان کا منصب ہو، ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ پروفیسر صاحب اپنی معلمی کی کرسی کو کسی تخت طاؤس سے کم نہیں جانتے، یہی سبب ہے کہ وہ دنیادار عالی منصب افراد سے بے نیاز رہتے تھے۔'' [۲]

---

۱ دستاویز عبدالقیوم، مخزونہ دار المعارف لاہور، بنڈل ا، فائل ا، ایم ا

۲ اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص:۱۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان*

# تاریخ اسلام، تعارف

ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب کی یہ تحریر پروفیسر صاحب کی کتاب تاریخ اسلام پر تقدیم کے عنوان کے تحت چھپ چکی ہے۔ اپنی بھرپور افادیت کی وجہ سے یہاں پیش کی جارہی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں پروفیسر عبدالقیوم (۱۹۰۹ء۔۱۹۸۹ء) کا اسم گرامی بیسویں صدی کے نصف آخر میں شہرت پانے والے عربی ادب وعلوم اسلامیہ کے فضلاء واساتذہ کی صف میں ایک معروف اور محترم وموقر نام ہے۔ جنوبی ایشیا ہی میں نہیں عالمی سطح پر بھی عربی واسلامی علوم وآداب کے حلقہ میں وہ سندِ اعتبار واعتراف سے سرفراز ہوئے۔

اوّلاً زمیندارہ کالج گجرات، گورنمنٹ کالج ہوشیار پور اور لدھیانہ میں تدریسی خدمت سرانجام دینے کے بعد قیام پاکستان کے ساتھ ہی ۱۹۴۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور جیسی ممتاز درسگاہ سے شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ کے لیکچرار کی حیثیت سے وابستہ ہوئے، اور ۱۹۶۸ء میں ریٹائر ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرۂ معارف اسلامیہ (اُردو) میں سینئر ایڈیٹر کی حیثیت سے بیس سال سے زائد مدت تک بیش بہا تحقیقی وتالیفی خدمات سرانجام دیتے ہوئے بالآخر ۱۹۸۹ء میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔

۱۹۵۲ء سے گورنمنٹ کالج میں اپنے منصبی فرائض کی بطریق احسن بجا آوری کے علاوہ اپنے بزرگ رفیق اور عالمی شہرت یافتہ فاضل ومحقق ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ کے ساتھ اعزازی طور پر یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ عربی میں ایم۔اے کی کلاسوں کی تدریس کا آغاز کیا اور ریٹائرمنٹ تک اس شعبہ کے رکن رکین رہے۔

عربی زبان وادب میں ان کے گراں قدر تحقیقی کام کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں مگر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے تدریسی کیریئر کے آغاز کے ساتھ ہی سکول اور کالج کے طلبہ کے لیے عربی زبان وادب

* ایم۔اے (پنجاب)، پی ایچ ڈی (ہارورڈ)، سابق وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، سابق ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور تاریخ اسلام پر نہایت وقیع نصابی وغیر نصابی کتب کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔

زیرِ نظر کتاب ''تاریخ اسلام'' بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ ۶۰۰ سے زائد صفحات پر محیط اس کتاب کی پہلی اشاعت انڈس پبلشنگ کمپنی اُردو بازار لاہور کے اہتمام سے اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ظہور پزیر ہوئی۔ آغاز میں ''گزارش احوال'' کے عنوان کے تحت فاضل مصنف کی اپنی تصریح کے مطابق یہ کتاب کالج کے طلبہ تاریخِ اسلام کے لیے مرتب کی گئی تھی۔

۱۹۸۹ء میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے سعادت مند اور علم دوست فرزند میجر (ر) زبیر قیوم نے آپ کی منتشر علمی وادبی تحریروں کی ترتیب اور غیر مطبوعہ تحقیقی کام کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ فوج سے تقاعد (ریٹائرمنٹ) کے بعد وہ بی بی جے پائپ انڈسٹریز کے نام سے ایک شہرت پزیر صنعتی ادارہ چلانے میں سرگرم ہیں اور اپنے "بسطة فی العلم و العمل" والدِ گرامی کی خدمت میں ایک فرزندِ ارجمند کے خراج عقیدت کے طور پر مسجدِ مبارک (متصل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ) کی توسیع، اس کے ساتھ ایک جدید ثروت مند لائبریری اور دار المعارف کے نام سے ایک باوقار دینی تحقیقی ادارہ کے قیام جیسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

اسی ضمن میں عربی کے مشہور ومعروف لغت لسان العرب کی فہارس کی چار جلدوں میں صوری ومعنوی محاسن سے مزین اشاعت کے علاوہ اُن کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ اُردو اور انگریزی مضامین بھی ترتیب نو کے ساتھ شائع کر چکے ہیں۔ موجودہ کتاب کی یہ جدید اشاعت بھی ان کی اسی کاوش کا نتیجہ ہے۔

کتاب کے مواد کو مندرجہ ذیل پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے:

- نمبرا، تعارف۔ اسلامی تاریخ کا پس منظر۔ مشرقِ قریب میں قدیم تہذیبیں اور جزیرۃ العرب (۱۔۸۳)
- نمبر۲، ظہور اسلام۔ سیرت النبی (۸۴۔۲۳۴)
- نمبر۳، خلافتِ راشدہ (۲۳۵۔۴۱۵)
- نمبر۴، بنواُمیہ کا عہد خلافت (۴۱۶۔۵۲۰)
- نمبر۵، بنوعباس کا دورِ خلافت (۵۲۱۔۶۳۶)

غالبًا اندلس میں اسلامی حکومت کا ایک خصوصی باب بھی شامل کتاب تھا، مگر دستیاب نسخے میں مواد نہ ملنے کے باعث یہ حصہ اس اشاعت میں شامل نہ ہو سکا۔

جزءِ اوّل تاریخ اسلام کے مطالعہ کے لیے تاریخی پس منظر فراہم کرتا ہے، دو ذیلی اجزاء پر منقسم اس حصہ کی پہلی فصل جزیرہ نمائے عرب کے اردگرد منصۂ شہود پر آنے والی قدیم تہذیبوں کے مختصر تذکرہ پر مشتمل ہے، جبکہ دوسری فصل میں خود جزیرۂ عرب کی سیاسی، معاشرتی اور مذہبی تاریخ کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جزءِ دوم سے ظہورِ اسلام کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ کی سیرت طاہرہ کا ایک لائق ستائش جامع خلاصہ ہے جسے بجائے خود سیرت پر ایک عمدہ کتابچہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

جزءِ سوم میں خلافت راشدہ کے عہد کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے جو اپنی معروضیت و متانت کے ساتھ ایک قابل قدر کاوش ہے، اس دور کی فتوحات کے بارے میں اصل مصادر سے مأخوذ بعض ایسی تفاصیل بھی آ گئی ہیں جو اس نوعیت کی عام کتابوں میں نہیں ملتیں۔

جزءِ چہارم بنو اُمیہ کے دور خلافت کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے شروع ہی میں اُموی خلفاء کی فہرست مع سنین (ہجری وعیسوی)، اُن کا شجرۂ نسب، عہدِ اُموی پر مختصر تبصرہ اور ہر خلیفہ کے عہد کے اہم واقعات (مع سنین) کا جدول بھی مذکور ہے۔ یہ ابتدائیہ اس دور کی مختصر تصویر قاری کے ذہن پر منعکس کر دیتا ہے۔

جزءِ پنجم بنو عباس کے دور کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کے آغاز میں ابو العباس سفاح سے المتوکل تک پہلے دس خلفاء کے اسماء (مع سنین)، بنو عباس کا شجرۂ نسب، عہدِ عباسی پر مختصر تبصرہ اور پانچ صدیوں پر محیط عباسی خلافت کے پانچ تاریخی ادوار کی تصریح اور ہر دور کا مختصر جائزہ دے دیا گیا ہے، اس جامع خلاصہ کی روشنی میں عہدِ عباسی کی پوری تاریخ کی تفہیم کو آسان کر دیا گیا ہے۔

کالج کی سطح کے لیے لکھی گئی اس کتاب میں مصادر ومراجع کے حوالے بجا طور پر غیر ضروری سمجھے گئے ہیں،[1] مگر اس نوعیت کی دیگر نصابی کتب کے تناظر میں اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ تمام معلومات معتبر، مستند اور اصل مآخذ پر مبنی ہیں۔ جبکہ تاریخ کے عام اساتذہ ومصنفین کی بالعموم ان عربی مصادر تک رسائی نہیں ہوتی، صحیح تلفظ کے لیے غیر مانوس اسماءِ رجال وامکنہ پر ضروری اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مقامات ووقائع کی بہتر تفہیم کے لیے حسب موقع کل ۶ نقشہ جات بھی شامل کتاب ہیں۔

اس کتاب کے بغور مطالعہ سے احوال و واقعات کا مفصل خاکہ تاریخی تسلسل کے ساتھ آپ کے ذہن میں محفوظ ہو جائے گا، فکر وتدبر کے ساتھ آپ کسی بھی دور کے تنقیدی اور معروضی جائزے (Objective criticism) کے لیے صحیح اور مستند معلومات کے اس ذخیرے کا مؤثر استعمال کر سکتے ہیں، تاریخی سیاق وسباق میں اس خطے اور اس دور کی اسلامی تاریخ کا یہ بنیادی خاکہ مزید مطالعہ وتحقیق کے لیے بھی آپ کی کاوش کو آسان تر بنا دے گا۔

---

[1] اشاعت جدید (۲۰۱۶ء) میں حسب ضرورت حوالوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مثال کے طور پر پروفیسر فلپ خُوری حتی (P.K.Hitti) کی معروف ومقبول کتاب اے ہسٹری آف دی عربز (A History of the Arabians) نصف صدی سے زائد گزر جانے کے بعد آج بھی اپنے موضوع پر ایک قابل قدر جامع تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے کثیر التعداد حواشی سے مصادرِ اصلی (Original sources) اور معاصر فضلاء کی تحریروں کے بارے میں بھی نہایت مفید راہنمائی ملتی ہے۔

اگر آپ تاریخ، اسلامیات یا عربی میں ایم۔ اے کی سطح کے طالب علم ہیں یا وفاقی، صوبائی پبلک سروس کمیشن کے مقابلے کے امتحان میں تاریخ اسلام کے پرچے کا امتحان دے رہے ہیں، جہاں ذریعۂ اظہار کے طور پر انگریزی زبان کے استعمال کی ہی اجازت ہے تو زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ حتی کی تاریخ جیسی کتابوں سے بہتر اور سریع الفہم استفادہ کے لیے آپ کا راستہ آسان کر دے گا۔

آخر میں جناب زبیر قیوم کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس ناچیز کو مکرم ومحترم استاذِ گرامی پروفیسر عبدالقیوم صاحب مرحوم ومغفور کی اس تصنیف کی جدید اشاعت کے لیے یہ تقدیمی سطور تحریر کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



* حافظ محمد اسلم

# مقالات پروفیسر عبدالقیوم، ایک علمی جائزہ

"یہ مقالات مرحوم نے اپنی زندگی کے مختلف ایام میں لکھے۔ ان میں ایسے مقالات بھی ہیں۔ جو اس وقت مرتب کیے گئے جب آپ پنجاب یونیورسٹی (۱۹۳۴ء۔۱۹۳۸ء) میں ریسرچ سکالر کے طور پر اپنا تحقیقی کام انجام دینے میں مصروف تھے۔ اس زمانے کے مقالات میں قلم کی روانی، جوش کی فراوانی اور تحقیق کا گہرا جذبہ واضح طور پر نظر آتا ہے۔ لسان العرب اور صاحب لسان العرب، الحجازی اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ پر مقالات اس کی عمدہ مثال ہیں۔
مقالات کی دوسری قسط، اس زمانے میں مرتب کی گئی جب آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور استاذ لغۃ العربیہ خدمات تدریس انجام دینے میں مصروف تھے۔
زندگی کے آخری دور (۱۹۸۸ء۔۱۹۸۹ء) کے دوران میں، آپ نے زیادہ تر تدریسی اور خطابتی نوعیت کے مضامین و مقالات لکھے۔ اس دور میں ریڈیو کی تقاریر اور مختلف کانفرنسوں، یا اجتماعات میں پڑھے گئے مقالات ملتے ہیں، جن میں ایک واعظ کا درد، ایک مخلص رہنما کی فکر اور پختہ کار استاد کی خیر خواہی کے جذبات موج زن نظر آتے ہیں۔"

ڈاکٹر محمود الحسن عارف، سابق رئیس ادارہ، اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ

(مقالات پروفیسر عبدالقیوم، جلد اوّل، ص: ۲۴)

پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ عربی اور اردو کے مایہ ناز ادیب، عالم اسلام کے عظیم سکالر، استاد الاساتذہ اور بھاری بھر کم علمی شخصیت کے حامل عظیم انسان تھے۔ انھوں نے ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء کو بعمر اسی برس وفات پائی۔ رحمه الله رحمة واسعة۔

زیرِ نظر کتاب ان کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ ان مضامین کی یکجا اشاعت ہے جو انھوں نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں اپنے وقت کے بلند پایہ اخبارات/ رسائل اور جرائد میں لکھے اور چوٹی کے اہل علم سے دادِ تحسین پائی۔

---

* سابق رکن دار المعارف، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## جلد اوّل

پہلی جلد کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ پہلا باب قرآن وعلوم قرآن اور علوم اسلامیہ کے متعلق ہے۔ اس باب میں مندرج مضامین میں علم کی اہمیت اور علوم قرآن کی وسعت بیان کی گئی ہے۔ تاریخ علوم اسلامیہ کی تدوین کے لیے پندرہ عنوانات کے تحت اسّی سے زائد اقسامِ علوم اسلامیہ کا مختصر نقشہ پیش کر دیا گیا ہے۔ جس نقشہ میں اگر رنگ بھر دیا جائے تو چھوٹی بڑی اسّی کتب مرتب کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ دوسرا باب سیرت النبی ﷺ اور سیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اس میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں سیرت النبی ﷺ کی اہمیت، آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار اور آنحضرت ﷺ کے اسماء مبارکہ پر مضامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ پر قاضی محمد سلیمان منصور پوری (م ۱۹۳۰ء) سابق سیشن جج ریاست پٹیالہ کی کتاب بہت عمدہ ہے۔ اسماء النبی ﷺ پر امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے "الریاض الأنیقة فی شرح أسماء النبی ﷺ خیر الخلیقة" تحریر فرمائی۔ لیکن اردو میں شاید ایسی کوئی کتاب نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب نے حسب عادت اس میں بھی نہایت علمیت اور اختصار سے کام لیا ہے۔ اس موضوع کو کتاب کی شکل میں بہت وسعت دی جاسکتی ہے۔

یہی حال "حیات طیبہ ایک نظر میں" کا ہے، جو تین جلی عنوانات کے تحت چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس کے تفصیلی مضامین ایک سو کے قریب ہیں۔

پھر سیرت طیبہ پر ایک جامع تصنیف کا خاکہ ۳۶۲ عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ اگر اس خاکے کو پر کرنا مقصود ہو تو اہل علم کی ایک جماعت اور کئی دفاتر درکار ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ اس پر کام مکمل ہونے والا ہے۔

سیر صحابہ میں حضرت حسان اور حضرت ابو محجن ثقفی کا تذکرہ ہے۔ یہ دونوں صحابہ عربی کے نامور شاعر تھے۔

۳۔ تیسرا باب تاریخ وتمدن عالم، تاریخ اسلام، ماہرین علوم اسلامیہ اور شعراء پر مشتمل ہے، اس میں تہذیبوں کے تعارف اور شخصیات کے سوانح پیش کرنے میں خوب دادِ تحقیق دی گئی ہے۔ یہ مضامین اکثر باحوالہ درج کیے گئے ہیں۔

۴۔ چوتھا باب مشرق اوسط کی علمی، لسانی، سیاسی اور فکری تاریخ کے حوالے سے ہے، اس میں مشرق اوسط میں بالخصوص عربی زبان وادب کی ترویج وارتقاء کا ذکر ہے۔ اس کے تحت کچھ ایسے ناموروں کا تذکرہ بھی ہے جنھوں نے اس باب میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## جلد ثانی

اس جلد کے سات ابواب ہیں:

۱۔ پہلا باب علم حدیث اور نامور محدثین کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس باب میں حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی، شاہ ولی اللہ اور شیخ علی المہائمی کی خدماتِ حدیث شریف کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

۲۔ دوسرے باب میں برصغیر پاک و ہند کی سیاسی، علمی اور معاشرتی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس میں برصغیر کے سرمایۂ علم حدیث اور اشاعت حدیث پر نہایت مفید معلومات آ گئی ہیں۔ پھر ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۲ء تک کے دور کا تذکرہ بھی ہے۔ تحریک آزادی میں مسلمان طلبہ کی خدمات کا تفصیلی ذکر ہے اور چند نامور علمی و سیاسی شخصیات کے سوانح بھی۔

۳۔ تیسرا باب تصوف اور صوفیۂ کرام کے حوالے سے ہے۔ اس میں تصوف کی تعریف، تعارف اور چند نامور صوفیۂ کرام کے حالات درج کیے گئے ہیں۔

۴۔ چوتھا باب مسلک اہلحدیث اور اس کی خدمات کے متعلق ہے۔ اس میں اہل حدیث کا تعارف، تحریک اہل حدیث کی عظمت، برصغیر میں اہل حدیث کی خدمات اور چند نامور علماء اہل حدیث کا تذکرہ ہے۔ اسی کے ضمن میں گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے ملحق جامع مسجد مبارک اہل حدیث کی تاسیس اور اس کی تعمیر کے مختلف ادوار و مراحل کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔

۵۔ پانچویں باب میں وہ تقاریر ہیں جو پروفیسر صاحب نے مختلف مواقع پر ریڈیو پاکستان میں ریکارڈ کروائیں یا اہم تقریبات میں کی گئیں۔

۶۔ چھٹا باب سفر حرمین الشریفین اور یورپ کے سفر نامہ پر مشتمل ہے، یہ سفر نامہ مختصر ہے۔ اس میں کچھ افرادِ خاندان کا بھی تذکرہ ہے۔ لیکن بہر طور معلومات افزا ہے۔ اس کے آخر میں چند عنوانات ہیں جن کی موصوف نے شاید توضیح کرنا تھی۔

۷۔ ساتواں باب کتب کے تبصروں پر مشتمل ہے۔ جو لوگ کتابوں پر تبصرے لکھتے ہیں ان کے لیے یہ باب نشانِ راہ ہے۔

## چند امتیازات

دونوں جلدوں کے مضامین کے مختصر ذکر کے بعد ان مقالات کی چند نمایاں خوبیاں ذکر کی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ کسی بھی مقالہ/ مجموعۂ مقالات میں جو بھی علمی خوبیاں ہونی چاہئیں یہ مقالات ان سے بھرپور ہیں۔ نیز اختصار سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



**ا۔ مختصر مگر جامع**

عربی کا محاورہ ہے: ''خَیرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ'' یعنی بہترین کلام وہ ہے جو مختصر مگر مطلب آور ہو۔ ان مقالات کی سب سے بڑی خوبی اختصار اور جامعیت ہے۔ یعنی ایسا اختصار نہیں کہ پوری بات سمجھ میں نہ آ سکے۔ بات کو بہت طویل بھی نہیں کیا گیا کہ قاری اُکتا جائے اور اس کی طبیعت پر مضمون کی طوالت گراں گزرے۔ پروفیسر صاحب مرحوم یقیناً اس حدیث شریف کو سامنے رکھتے رہے: ''خَیرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا'' یعنی بہترین معاملات درمیانے ہوتے ہیں۔[1]

**۲۔ علمیت**

تمام مضامین نہایت عالمانہ اور فاضلانہ طرزِ نگارش کے آئینہ دار ہیں۔ علم و تحقیق کا جو بھی بلند ترین معیار مقرر کیا جائے، جیسا بھی سٹیج لگا دیا جائے پروفیسر صاحب اس پر جلوہ گر اور رونق افروز نظر آتے ہیں۔ عوام کا اس علمیت پر حیران اور انگشت بدنداں ہونا تو چنداں تعجب خیز نہیں، ان سے علماء بھی متاثر ہیں کیونکہ ہمارے ممدوح عام اہلِ علم کے درجہ علم سے بدرجات اور بمراحل بلند درجہ پر ہیں ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیمُ﴾[2]

**۳۔ ذخیرۂ علم کی اُردو میں منتقلی**

قرآنِ پاک اور حدیث شریف کی کتابیں بہت کچھ اردو میں منتقل ہوگئی ہیں۔ اب مزید تاریخ و ادب کو بھی منتقل کیا جا رہا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے مقالات میں عربی کے وسیع تر ذخیرۂ علم و ادب کے سمندر سے بہت سے گوہر نایاب گویا اردو میں ترجمہ کر کے پیش کر دیئے ہیں۔ بہت سی شخصیات جن کی تعریف و تعارف سے عربی کتب بھری پڑی ہیں لیکن اردو دان طبقہ کے ہاں ان کا بالکل تعارف نہیں، ان کی خدمات کو نمایاں کیا ہے۔

اس سلسلہ میں الفارابی، المعری، ابوالفرج اصفہانی، حافظ ابن حجر اور علامہ سخاوی والے مضامین قابل ذکر ہیں۔ پھر عربی زبان میں اشعار، ان کی بحروں اور اوزان کا تعارف و تذکرہ بھی بڑی پتے کی چیزیں ہیں۔

[1] الدر المنثور، ج:۱، ص:۱۹۳
[2] الحدید، ۲۱/۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۴۔سوانح میں معلومات کی بہتات

اِن مقالات میں جہاں شخصیات کا ذکر ہے وہاں ان کے حوالے سے منفرد معلومات کا وافر حصہ مہیا کر دیا گیا ہے، مثلاً شیخ الرئیس بو علی ابن سینا نامور فلسفی اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے سیاستدان بھی تھے اور حکومت میں وزیر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ سلطان ابراہیم بن ادھم بڑے مالدار اور رئیس گھرانے کے فرزند تھے۔ بچپن اور لڑکپن شہزادوں کی طرح گزارا۔ لیکن ترکِ دنیا کے لیے ترکِ وطن کیا اور فقیری میں نام پیدا کیا۔

حافظ ابن حجر کی کتب کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تک مشہور ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب نے اپنے مقالہ میں ان کی کتب کی تعداد دو سو سے زائد بتائی ہے اور کتابوں کے نام بھی لکھ دیے ہیں۔

پھر حافظ ابن حجر کے سلسلے ہی میں یہ بات بھی بتائی ہے کہ وہ بہت اچھے شاعر تھے، جوانی میں شعر کہتے رہے، پھر شعر و شاعری کو ترک کر کے علم حدیث شریف کی خدمت پر متوجہ ہو گئے۔

## ۵۔حقائق کا اظہار اور قدر شناسی

ان مقالات میں کسی حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جس کی جو خوبی ہے اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں بخل سے بھی کام نہیں لیا گیا۔ اپنے مسلک کے عمومی رجحان کے علی الرغم حنفی علماء حتیٰ کہ صوفیۂ عظام کا تذکرہ بھی ان کے قلم سے نہایت محبت بھرے انداز میں ہوا ہے۔ معروف مقولہ ہے: ع

" هل يعرف أهل الفضل إلاّ ذَوُوه "

یعنی اہل فضل کو فضل والے ہی جانتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ اگر کوئی قوم یا بستی مسلمان ہو جاتی، ان کا سردار بھی مسلمان ہو جاتا تو آپ ﷺ اس کی سرداری کو برقرار رکھتے۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ غیر اسلامی اور غیر ملکی سفیروں اور عہدیداروں کا بقدرِ منزلت خیال رکھتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بات کا حکم فرمایا، ارشاد نبوی ہے:

" اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ " یعنی سب لوگوں کو ان کے حسب مرتبہ عزت دو۔[1]

یہ حکم تو غیر مسلموں تک بھی ہے۔ جبکہ ایسے ادب و احترام کا مسلمانوں کو آپس میں زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے۔ مسلک و نظریہ کا اختلاف کسی کے احترام میں رکاوٹ نہ بنے۔ اس میں بھی عدل و انصاف ملحوظ رہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[2]

[1] سنن ابی داود: ٤٨٤٢

[2] المائدۃ: ٥/٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اور کسی قوم کی نفرت تم کو ہرگز اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو کہ یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔''

ان مقالات میں مذکورہ صفات کو بہت ملحوظ رکھا گیا ہے جو صاحبِ مقالات کی علمی عظمت اور قدر شناسی کی غمازی کرتی ہیں۔

## ۶۔ اِفراط وتفریط سے اجتناب

یہ بات بھی گزشتہ سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے یعنی تاریخ وسیرت کے بیان میں لکھنے والے کے لیے سب سے مشکل کام اپنے قلم کو افراط وتفریط سے بچانا ہوتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کے بارے میں ذاتی جذباتِ محبت یا مخالفت کے باوجود اس کے بارے میں حقیقت بیانی ہر مؤرخ کو نصیب نہیں ہوتی۔ ان مقالات میں افراط و تفریط سے ممکن حد تک اجتناب کیا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال حجاج بن یوسف والا مضمون ہے، ان کی شخصیت پر بہت سے اعتراضات ہمارے ہاں معروف ہیں لیکن ان کی خوبیوں کا معترف کوئی نہیں۔ خوارج کے متعلق مضمون میں یہ بات حیران کن ہے کہ وہ واقعتاً بہت نیک، مخلص اور بہادر تھے۔ ان کی بہادری اور نیکی کی کئی مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ یہ ضرور بتا دیا گیا ہے کہ ان کی تحریک کا طریقہ کار درست نہیں تھا۔ سخاوی اور سیوطی کے اختلافات میں بھی غیر جانبداری برتی گئی ہے اور درست موقف واضح کیا گیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کلام کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ لیکن یہ کہنے میں حرج نہیں سمجھا گیا کہ وہ عذر کی بنا پر عملاً جنگی معاملات میں شرکت سے گریز کرتے تھے جبکہ اس کے برعکس حضرت ابومحجن ثقفی کے مضمون کا عنوان ہی ''شاعر شمشیر زن'' رکھا گیا ہے جو اپنے مطلب کو خوب واضح کر رہا ہے۔

تصوف والے مضمون کے آخر میں کشف المحجوب سے حضرت علی ہجویری کا یہ قول بھی کیا خوب نقل فرمایا ہے: تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن زمانۂ سابق میں ایک حقیقت تھی بغیر نام کے۔ یعنی صحابہ کرام اور سلف صالحین کے زمانے میں یہ نام موجود نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں جلوہ گر تھی۔

## ۸۔ لغت کی مہارت

ان مقالات میں لغت عربی کی مہارت اور پختگی جو صاحب مقالات کے قلم سے سامنے آئی ہے اس پر کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی۔ عربی ادب کی سب سے ضخیم کتاب ''لسان العرب'' پر مرحوم کو کام کرنے کی سعادت ملی جس کی تحسین علامہ سید سلیمان ندوی ایسے اکابر نے بھی فرمائی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جواہر اللسان کا مضمون بھی ان کی عربی دانی پر بہت بڑا گواہ ہے۔ اس بات میں بھی شبہ نہیں کہ مرحوم انگریزی بہت اچھی جانتے اور لکھتے بھی تھے۔ عربی اور انگریزی میں ان کے رسم الخط کا نمونہ بڑا شاندار تھا۔ برصغیر کی جگہ برِعظیم لکھنا اور مشرق وسطیٰ کی معروف اصطلاح کی غلطی واضح کر کے مشرق اوسط کی تفصیلی وضاحت بھی ان کی لغوی مہارت پر دلالت کنندہ ہے۔

## ۹۔ وسعت نظر

صاحب مقالات بڑے وسیع النظر انسان تھے۔ علمی طور پر وہ بین الاقوامی معیار کے صاحب علم تھے۔ تہذیبوں کے تعارف کے وسیع مضامین پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت وسیع النظر اور بین الاقوامی معیار کے عالم تھے۔

جدید عربی شاعری اور اس سے پہلے عربی صحافت کی ابتداء وارتقاء کے مطالعہ سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے ان تمام ممالک میں بذاتِ خود جا کر ان کے حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور پھر لاجواب طریقے سے تصویر کشی کی ہے۔

## ۱۰۔ طرزِ بیان

بڑے ماہر اور وسیع النظر مفکر ہونے کے باوجود موصوف کا طرزِ بیان سادہ ہے، جملوں اور عبارات میں پختگی تو ہے ہی، پر سادگی بھی خوب ہے کہ عامی بھی مستفید ہو سکے، بہت بڑا ادیب اور زبان دان ہونے کے باوجود موصوف نے مشکل پسندی، تکلف اور تصنع سے گریز کیا ہے۔ بعض لوگوں کی طرح پیچیدہ اور نامانوس محاورات کے ساتھ اپنی علمی دھاک بٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ تقاریر میں تو بہت ہی سادہ اور ناصحانہ اسلوب ہے۔ اس سادگی کے باوجود سلاست بھی ہے اور تسلسل بھی، ہر بیان و مضمون رواں دواں نظر آتا ہے۔ کہیں پر کچھ مشکل اور رکاوٹ نہ ہے۔

منظر کشی بھی خداوند کریم نے ان کو خوب ودیعت فرمائی ہے۔ حجاج بن یوسف کے مضمون پر نگاہ ڈالیے، ان حالات کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے جن حالات میں حجاج کو سخت اقدامات اٹھانے پڑے۔ پھر کوئی بھی قاری اس کی تائید کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح تہذیبوں کے تعارف بھی ہیں۔ موصوف کے سفرنامہ میں بھی اس کی چند بلیغ جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔

## ۱۱۔ آخر عمر کے مضامین

جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے توضیح کی ہے کہ تقاریر وغیرہ ایسے بیشتر مضامین ۸۹-۱۹۸۸ء کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لگ بھگ کے ہیں جب موصوف کی عمر اسّی برس کے قریب تھی۔ ان مضامین میں خلق خدا کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبات نمایاں ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ عمر کے اس حصہ میں بھی وہ خوب لکھتے رہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا ......"[۱]

"اللہ پاک اس شخص کو ہمیشہ تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا، اسے یاد کیا اور اسے آگے پہنچایا۔"

حدیث اور اہل حدیث سے تعلق اور محبت کی وجہ سے ان کو اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور دعا کی برکت حاصل ہوئی کہ ذہن ہمیشہ تروتازہ رہا۔ کچھ ایسی ہی حالت سفر نامہ کی ہے جبکہ اس وقت موصوف کی عمر ۸۷ برس ہوگئی تھی۔ ارشاد نبوی ہے: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ۔"[۲]

"خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے عمل اچھے ہوئے۔"

## تعلیقہ*

### ا۔ پروفیسر عبدالقیوم کا ایک اہم مقالہ، برصغیر کا عربی ادب

پنجاب یونیورسٹی میں "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" کا وسیع علمی منصوبہ تشکیل پایا تو پروفیسر عبدالقیوم اس کی ایک جلد "برصغیر کا عربی ادب، ۱۲۰۷ء تا ۱۹۷۲ء" کے مدیر خصوصی مقرر کیے گئے۔ ان کا مقالہ "جدید دور" ۱۸۵۸ء تا ۱۹۷۲ء کے جائزہ پر مشتمل تھا جو مذکورہ کتاب میں شائع ہوا۔

بعد ازاں یہ مقالہ "مقالات عبدالقیوم" کی جلد دوم میں اِس نام سے شائع ہوا:

"برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۸ء سے ۱۹۷۲ء تک کا دور، علمی و فکری سرگرمیاں"[۳]

اس مقالے میں جائزہ لیا گیا کہ کون کون سی عرب کتب تحقیق جدید کے ساتھ برصغیر کے مکتبوں سے شائع ہوئیں، کون سی عربی کتب اُردو ترجمہ کی شکل میں نشر ہوئیں، حدیث وفقہ کی شروح کی شکل میں کون سی عربی کتب برصغیر کے مصنفین نے مدوّن کیں۔ اس مقالے میں برصغیر کے رجال اور علوم وفنون کی تاریخ کا جائزہ بھی لیا گیا، عربی نثر وشاعری سے متعلق نامور اَعلام کا ذکر ہوا، عربی زبان کے ممتاز مدرّسین، فلسفہ وکلام وتصوف کے نمائندہ علماء مصنفین کا تذکرہ کیا گیا۔ فرنگی محل، دیوبند، ندوہ اور دیگر مدارس کا عربی زبان کی نشر واشاعت میں

---

۱۔ سنن ابن ماجہ: ۲۳۶

۲۔ سنن الترمذی: ۲۳۲۹

* تعلیقہ از مرتب

۳۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۱۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کردار بھی بتایا گیا۔

پروفیسر صاحب کا اسلوب اختصار اور جامعیت کا حامل ہے۔ انھوں نے محض ۴۲ صفحات میں ۱۱۰ سالہ علمی تاریخ کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ہر عالم کے تعارف کے تحت اس کا مکمل نام، جائے پیدائش، تاریخ پیدائش و وفات، خصوصی مہارتوں، خدمات اور اہم علمی کام کا تعارف کرایا گیا۔ پروفیسر صاحب کی تحریر علمی ثقاہت، تجزیہ و تحلیل اور تقابلی جائزے کی حامل ہوتی ہے۔ علماء کے تعارف میں انھوں نے عدم تعصب اور بلند علمی و اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھا۔

## ۲۔ پروفیسر عبدالقیوم بحیثیت سوانح نگار

پروفیسر عبدالقیوم کی تحقیق میں ایک نمایاں موضوع افراد اور شخصیات کے سوانح حیات ہیں۔ پروفیسر صاحب نے جن شخصیات پر قلم اٹھایا ان میں صحابہ، تاریخی زعماء، ائمہ کرام، محدثین، لغت دان، صوفیہ، فلاسفہ، ادباء، مذہبی علماء، سیاسی معاصرین اور شعراء و مصنفین وغیرہ شامل ہیں۔ بطور مثال چند اہم شخصیات کے نام یہ ہیں:

دربارِ نبوی کے ملک الشعراء حضرت حسانؓ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کا فکری مقام، حجاج بن یوسف تاریخ وتنقید کی روشنی میں، الشیخ الرئیس ابن سینا، حکیم مشرق ابونصر فارابی، جعفر برمکی، ابن منظور الافریقی، ابو العلاء المعری، ابن حجر عسقلانی، شاہ ولی اللہ، امام سخاوی، اندلس کے صوفی مفکر ابن عربیؒ، خواجہ محمد باقی باللہ: ایک نامور عالم اور صوفی، نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ، مفتی محمد عبدہٗ، سعد زغلول پاشا، قاسم بک امین، مصطفیٰ کامل پاشا، ڈاکٹر طہٰ حسین، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا حنیف ندویؒ وغیرہ۔

پروفیسر عبدالقیوم کی سوانح نگاری مستقل تصنیف وتالیف کے بجائے مضمون نگاری یا مقالہ نگاری کی صورت میں ہے۔ انھوں نے جس موضوع پر لکھا، مستند لکھا اور مقصدیت کو پیش نظر رکھا۔ پروفیسر صاحب کی تنقید بڑی لطیف ہوتی ہے، نہایت پرمغز اور بامعنی بات کو نہایت نرم لہجے میں بیان کرتے ہیں۔ ابو العلاء المعری کی خوبیاں اور خصائص بیان کرنے کے بعد اُس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ادبی و علمی معاملات میں جرأت رندانہ کا مالک ہونے کے باوجود معری نے اپنے بعض خیالات کو اتنی مبہم اور مشکل زبان میں پیش کیا کہ بعض لوگوں کو اس کے عقائد و خیالات پر بے دینی اور زندقہ کا شک ہونے لگا۔“[1]

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۱/۲۸۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جدید سوانح نگاری کا اولین مقصد محض شخصیات کی زندگی کے واقعات نہیں بلکہ اُن کے دور کے اہم حالات کا جائزہ بھی ہے۔ پروفیسر صاحب اس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی لکھی ہر سوانح عمری مختصر ہونے کے باوجود محض موصوف کی حیات وخدمات سے متعلق نہیں بلکہ عصری جائزے کی آئینہ دار بھی ہے۔ انھوں نے ابن حجر، سخاوی، خواجہ محمد باقی باللہ، شاہ ولی اللہ، نواب صدیق حسن خان، ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کے حالات لکھے تو اُن کے دور کا بھی بخوبی جائزہ لیا۔

پروفیسر صاحب کی سوانح نگاری کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ وہ شخصیات کے محاسن تو نمایاں کرتے ہیں لیکن عیوب کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے یا بہت ہلکا سا اشارہ کرتے ہیں۔ بوعلی سینا جیسے فلسفی کو تاریخ میں برا بھلا بھی کہا گیا لیکن اُس کی طبی خدمات غیر معمولی تھیں، چنانچہ اس کی خوبی کا ذکر ہوا لیکن اُس کی خامی کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ پروفیسر صاحب نے ان کے کرداروں پر فقہی، کلامی اور عقیدے کے حوالے سے کوئی حکم لگانے سے گریز کیا اور وہ ساری زندگی اسی راستے پر گامزن رہے۔ انھوں نے ہر شخص کو عمومی حیثیت سے امت کے تناظر میں دیکھا اور ہر بڑے شخص کے امت پر مثبت اثرات گنوائے۔ محمد عبدہٗ، قاسم امین اور طٰہٰ حسین پر لوگوں کی بہت تنقید ہے جو سراسر غلط بھی نہیں لیکن پروفیسر صاحب نے اُن کو مثبت لفظوں میں یاد کیا ہے۔

## ۳۔ پروفیسر عبدالقیوم اور برصغیر کے مشاہیر

پروفیسر صاحب نے سرسید اور اُن کے رفقاء کو اُن کی مثبت خدمات پر خراج تحسین پیش کیا، وہ لکھتے ہیں:

> ''برصغیر پاک و ہند سے ملت اسلامیہ کی عظیم ترین اور عہد آفرین شخصیت جس نے زوال پذیر اسلامی معاشرے اور ہر لحاظ سے پستی کی طرف جانے والی مسلم قوم کو سنبھلنے کے لیے خبردار کیا اور رہنما خطوط مہیا کرنے کے علاوہ ایک زبردست اسلامی تحریک کو جنم دیا جو آگے چل کر دولت خداداد پاکستان کے قیام کے لیے نقش اول ثابت ہوئی، وہ مولانا سرسید احمد خاں کی ذات گرامی ہے۔''[۱]

پروفیسر صاحب شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> (برصغیر میں جن اہل علم نے انگریزی زبان کے ذریعے اسلام کی خدمت کی) اُن میں سرفہرست حکیم الامت علامہ محمد اقبال (۱۸۷۳ـ۱۹۳۸ء) ہیں۔ آپ کو عربی واسلامی علوم سے گہرا شغف تھا۔ انھوں نے جابجا آیات طیبہ، احادیث مبارکہ وعلمائے عرب کے اقوال اور عرب شعراء کے

۱۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بعض مصرعوں کو اپنے کلام کی زینت بنایا ہے۔[1]

پروفیسر صاحب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں اپنی ایک دستاویز میں لکھتے ہیں:

''مرحوم قائداعظم محمد علی جناح قانون شریعت کے بہت بڑے حامی تھے۔ برطانوی عہد میں جب کبھی مجلس قانون ساز میں موقع آیا تو قائداعظم نے اپنی قانونی صلاحیتوں اور اپنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ قانون شریعت کی حمایت کی۔ ۱۹۱۱ء میں قانون وقف و ہبہ کا سوال پیدا ہوا تو انھوں نے قانون شریعت کی تفصیلات و توضیحات کا حق ادا کر دیا۔[2]

پھر ۱۹۳۷ء میں مجلس قانون ساز میں شخصی اور عائلی قانون کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے قانون وراثت و نکاح وغیرہ کو قانون شریعت کے مطابق قرار دینے کے لیے بڑی مدلل تقریریں کیں اور قانون شریعت کو نہایت عادلانہ اور منصفانہ قانون قرار دیتے ہوئے اس کے محاسن و فضائل بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔[3]

پروفیسر صاحب نے علمائے دیوبند میں مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور شیخ الہند (رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین) سمیت تمام بڑے علماء کی خدمات کا تذکرہ کیا۔ ندوہ کے علماء میں سید سلیمان ندوی اور عبدالسلام ندوی کا خاص طور پر ذکر کیا۔ صوفیہ میں خواجہ باقی باللہ، شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی اور اُن کے بیٹوں کا ذکر کیا۔ اہل حدیث علماء میں ثناء اللہ امرتسری اور نواب صدیق حسن کی خدمات کا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ آپ نے کالجوں، یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کے نامور سکالرز کی علمی خدمات کا بھی ذکر کیا۔

پروفیسر صاحب کو صرف علماء اور کتابوں ہی سے دل چسپی نہ تھی بلکہ معاشرتی اصلاح کی جدوجہد کرنے والی دینی تحریکوں سے بھی خصوصی لگاؤ تھا۔ چنانچہ وہ مولانا مودودی کی تحریک کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک احیائے ملت و دین کے سلسلے میں مولانا موصوف کی سب سے بڑی دینی خدمت یہ ہے کہ انھوں نے نوجوانان اسلام بالخصوص طلبہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور انھیں جمعیۃ طلبہ اسلامیہ کی تنظیم میں منسلک کر کے دین اسلام اور خاص طور پر شمع رسالت کا پروانہ بنا دیا۔ آج نوجوان نسل میں جتنی دینی اور فکری بیداری نظر آتی ہے وہ تمام تر جمعیۃ طلبہ کی مساعی کا

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۱۵۶/۲

[2] دیکھیے: ایم افضل رفیق: Selected Speeches and statesmcnts of Quaid_i_ Azam لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۱ تا ۱۱۱

[3] دیکھیے: دستاویز پروفیسر عبدالقیومؒ، مخزونہ دار المعارف لاہور، بنڈل: ۱، فائل: ۳، دستاویز: ۱۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نتیجہ ہے اور اس کا سہرا حضرت مولانا مودودیؒ کے سر ہے۔"[1]

صوفیہ کی دینی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دسویں صدی ہجری کے آخر اور گیارھویں صدی کے آغاز میں پیدا ہونے والی روحانی اور مذہبی تحریکوں کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی اللہ ﷫ کی ذات گرامی احیائے سنت واماتت بدعت کی تمام تحریکوں کا سرچشمہ اور منبع تھی۔"[2]

ایک مقام پر پروفیسر صاحب نے ۱۸۵۷ء کے پرآشوب دور کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب برصغیر میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات کا طوفان کھڑا کیا گیا تب دیگر علمائے امت کے ساتھ ساتھ علمائے اہل حدیث نے بھی اُن کا جواب دیا، وہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے یہ دور بڑا نازک تھا۔ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا زمانہ، عیسائی مشنریوں کی چیرہ دستیاں اور ہندوؤں خصوصاً آریاؤں کی دریدہ دہنی، اگر معترضین کا منہ توڑ جواب نہ دیا جاتا تو ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف سوءظن پیدا ہو جاتا۔ اسلامی آئین کی ترویج اور اسلامی فکر اور نظام حیات کو اپنانے کے لیے اہل حدیث مدت سے کوشاں ہیں۔"[3]

برصغیر کے مسلمانوں الم انگیز اقتصادی اور سیاسی درماندگی اور جدوجہد آزادی کے صبر آزما مراحل ہر صاحب بصیرت کے لیے ایک لمحۂ فکریہ تھے۔ ان حالات وحوادث کے تناظر میں پروفیسر صاحب کے دل ودماغ سے کیسی صدائیں اُٹھ رہی تھیں؟ یہ جاننے کے لیے اُن کی چشم کشا تحریر "مسلمان طلبہ اور تحریک آزادی" کا مطالعہ کیجیے۔ یہ تحریر پروفیسر صاحب کے دردِ دل کی خرد افروز آواز ہے۔

## ۴۔ پروفیسر عبدالقیوم اور تصوف

تصوف کے موضوع پر پروفیسر صاحب نے سات مضامین لکھے ہیں جن میں ایک اصولی نوعیت کا ہے اور باقی چند اہم صوفیہ کے حالات وتعارف پر مشتمل ہیں۔

پروفیسر صاحب کا تصوف پر اصولی مضمون "تصوف صوفیہ کی نظر میں" کے زیر عنوان ہے۔ یہ مضمون اختصار وجامعیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس مختصر مضمون میں انھوں نے تصوف کی حقیقت، تاریخ، شرعی حیثیت،

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۱۷۷
[2] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۱۳
[3] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علمی و اخلاقی کارنامے، عروج و زوال، بگاڑ، اثرات اور تنقید پر نہایت پر مغز گفتگو کی ہے۔ اسی طرح ان کا مقالہ ''اندلس کا صوفی، ابن عربی'' ان کی طرز تحریر کا عمدہ نمونہ ہے۔ تصوف پر ان کے دیگر مضامین تاریخی و سوانحی پہلو سے متعلق ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم نے صوفیہ کی خدمات بھی گنوائیں اور ان کے انحطاط کی بھی نشاندہی کی۔

وہ ان کی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ہمارے سلاطین ان روحانی پیشواؤں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے رہتے تھے...... حضرت جلال الدینؒ کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر دوسرے تیسرے سال سلطان فیروز شاہ تغلق سے ملنے دہلی جایا کرتے تھے اور سلطان کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کی مذہبی حکمت عملی پر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔'' [1]

پروفیسر صاحب نے صوفیہ کے انحطاط کے حوالے سے مشہور صوفی بزرگ علی ہجویریؒ کا ایک اہم حوالہ نقل کیا۔ عظیم بزرگ سید علی ہجویری خود صوفی ہیں لیکن وہ صوفیہ کے انحطاط پر لکھتے ہیں:

''(موجودہ دور میں) تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن زمانہ سابق میں ایک حقیقت تھی بغیر نام کے، یعنی صحابہ کرام سلف صالحین کے زمانے میں یہ نام موجود نہ تھا، لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں جلوہ گر تھی۔'' [2]

مقالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر عبدالقیوم ایک وسیع النظر محقق تھے۔ ابن حجر عسقلانی اور ابن منظور افریقی وغیرہ پر ان کے سوانحی مقالات تحقیق کا بلند معیار پیش کرتے ہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں علوم قرآن، علوم حدیث اور سیرت طیبہ پر ضخیم مقالات کی اِدارت، ان کی شرعی و عربی علوم کی مہارت پر دلالت کرتی ہے۔ محمد یہ پاکٹ بک کی تدوین میں ان کا حصہ ان کی علمی ثقاہت اور ٹھوس تحقیقی روایت کی علم داری کو ظاہر کرتا ہے۔ ''اقبال کا تصور ختم نبوت'' کا طویل مضمون ان کے فلسفیانہ مزاج و دلچسپی کی عکاسی کرتا ہے۔ فہارس لسان العرب کی تدوین اور انگریزی مقالات و کتب ان کی بھرپور لسانی مہارتوں کے شاہد ہیں۔ مقالات عبدالقیوم میں عنوانات کے تنوع سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تاریخ، سوانح، تصوف، لغات، عربی ادب اور سیرت طیبہ سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ امور ان کے وسیع النظر محقق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۱۱

[2] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۱۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اردو دائرۂ معارف اسلامیہ میں اسلامی تہذیب وثقافت، مذہب وسیاست، مشاہیر وعلوم اور جغرافیہ و تاریخ سے متعلق ہزاروں جزوی عناوین کی ادارت انھیں برصغیر کے صف اوّل کے ہمہ گیر محققین علماء کی فہرست میں شامل کرتی ہے۔

## ۵۔ پروفیسر صاحب کے اہم رفقاء اور احباب

پروفیسر عبدالقیوم کا اپنے دور کے اہل علم اور اساتذہ کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ چنانچہ غلام رسول مہر، مولانا حامد علی خان، پروفیسر حمید احمد خان، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ڈاکٹر سید عبداللہ، سید امجد الطاف، عبدالعزیز میمنی، مولانا عبدالقدوس (پشاور) اور نصیر احمد ناصر وغیرہ ان کی بہت عزت کرتے، خطوط کے ذریعے رابطہ کرتے یا بالمشافہہ ملاقات کے لیے تشریف لاتے۔ کبھی پروفیسر صاحب ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔ اسی طرح دیگر رفقاء احباب میں ڈاکٹر جہانگیر خاں (والد ماجد خان کرکٹر) پروفیسر قیوم نظر، مولانا حنیف ندوی، مولانا اسماعیل سلفی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور صوفی ضیاء الحق وغیرہ شامل ہیں۔ پروفیسر عبدالقیوم نے انڈیا سے پاکستان ہجرت کا سفر کمانڈر ظہور کے ساتھ ایک ہی ٹرین میں کیا۔ اس موقع پر ہونے والی قتل وغارت ایک دل فگار واقعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# فرینکلن اسلامی انسائیکلو پیڈیا اور پروفیسر صاحب

مؤسسہ مطبوعات فرینکلن امریکہ کا ایک علمی اشاعتی ادارہ تھا جس نے اچھی شہرت اور بین الاقوامی اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لیے دنیا بھر کے مختلف ممالک میں اپنی علمی وفنی مطبوعات کے تراجم پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ لاہور میں اس ادارے کی شاخ ۱۹۵۴ء میں قائم ہوئی۔ اس ادارے کے تحت ۳۰۰ سائنسی، تاریخی، جغرافیائی، ادبی، طبی اور معلوماتی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ اسی ادارے کے تحت اُردو زبان میں پہلی دفعہ بچوں کے لیے ۲۰۰ کے لگ بھگ خوب صورت باتصویر معلوماتی کتب شائع ہوئیں۔ شروع شروع میں پاکستانی مسلمانوں نے اس امریکی ادارے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا، تاہم بتدریج وہ سمجھ گئے کہ اِس ادارے سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا، نقصان نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر شائستہ حمید خان لکھتی ہیں:

"پاکستان میں مکتبہ فرینکلن ہمہ قسم کی کتابوں کو ترجمہ کرنے کی ایک منظم تحریک تھی۔ اگرچہ اس کا مقصد امریکی اثر ورسوخ اور پروپیگنڈہ کو پاکستان کی سوسائٹی میں مقبول بنانا تھا۔ امریکہ کو یہ مقصد حاصل ہوا مگر پاکستانی سوسائٹی پر اس کے مثبت اثرات بھی مرتب ہوئے۔"[1]

۱۹۵۶ء میں مولانا حامد علی خان اس ادارے کے ناظم مقرر ہوئے۔

مولانا حامد علی خان ۱۹۰۱ء میں وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ وہ معروف قومی رہنما اور بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں اور پروفیسر حمید احمد خان کے بھائی تھے جو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ مولانا حامد علی بہت بڑے ادیب، ایڈیٹر اور کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ انھوں نے ہمایوں اور مخزن جیسے وقیع ادبی رسالوں کے ایڈیٹر کی حیثیت سے علمی اور ادبی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں مؤسسہ

[1] مولانا حامد علی خان، ڈاکٹر شائستہ حمید خان، مقالہ برائے Ph.D، ص: ۲۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


فرینکلن لاہور کے ناظم بنے تو ترجمہ کے لیے کتب کے انتخاب میں اپنی مذہبی، قومی اور تہذیبی روایات کا خاص خیال رکھا۔

۱۹۵۹ء میں انھوں نے اس ادارے کے تحت جامع اردو انسائیکلو پیڈیا کی تدوین کا منصوبہ بنایا۔ مواد وعنوانات کی ترتیب کے لیے انسائیکلو پیڈیا کولمبیا کو بنیاد بنایا گیا۔ مجلس مشاورت میں مولوی شفیع صاحب، ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب، قدرت اللہ شہاب صاحب وغیرہ شامل تھے۔ اس مجلس کے سربراہ جسٹس ایس اے رحمان تھے۔ کئی برس کی محنت کے بعد دو جلدیں شیخ غلام علی اینڈ سنز سے شائع ہوئیں۔ لیکن یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ بتدریج مؤسسہ فرینکلن بند ہو گیا، آج اسے کوئی نہیں جانتا لیکن ایک دور میں اس کی مطبوعات کی بڑی دھوم تھی۔ ان سب باتوں کی تفصیل مولانا حامد علی خان پر پی ایچ ڈی کے مقالے مرتبہ ڈاکٹر شائستہ حمید خان میں موجود ہے۔

مطبوعات فرینکلن سے کئی بڑے لوگ منسلک تھے جن میں ایک اہم شخصیت مولانا غلام رسول مہرؒ کی تھی۔ مولانا حامد علی خان صاحب نے اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا کے لیے پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے ۵۰۰ سے زائد مختصر اور مستند مقالات لکھوائے جن کی ایک لمبی فہرست پروفیسر صاحب کے مسودات میں جو دارالمعارف میں محفوظ ہیں، موجود ہے۔ مؤسسہ فرینکلن اور مولانا حامد علی خان سے پروفیسر صاحب کا علمی رابطہ شائقین کے لیے دل چسپی کا باعث ہوگا، اِس لیے یہاں دو اہم خطوط نقل کیے جاتے ہیں۔

خط نمبر ا

مُؤسَّسَة مَطبُوعَاتِ فرینکلِنْ

۶۶۔ مزنگ روڈ، پوسٹ بکس ۳۶۹ لاہور

Muassasa-e-Matbuat-e-Franklin, 66, Mozang Road, Post Box No. 369, Lahore (Pakistan)

۲۹/مئی ۱۹۶۳ء

جناب عبدالقیوم صاحب ایم۔اے

پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامی

گورنمنٹ کالج لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محترمی و مکرمی السلام علیکم

جیسا آپ کو علم ہے یہ ادارہ ایک یک جلد اردو انسائیکلو پیڈیا مرتب کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم آپ سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ہمیں ممنون فرمائیں گے۔

براہ کرم منسلکہ فہرست ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں تاریخ اسلام سے متعلق چند عنوانات درج ہیں جنھیں ہم زیر ترتیب انسائیکلو پیڈیا میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ ان پر مختصر مقالے تحریر فرمایئے۔ چونکہ ہمارا انسائیکلو پیڈیا ایک جلد کا ہوگا اس لیے گنجائش محدود ہے۔ لہٰذا ہمیں بڑی احتیاط اور اختصار سے کام لینا پڑے گا تاکہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم ادا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ہر مقالے کا طول اس کے عنوان کی اہمیت پر منحصر ہوگا لیکن مذکورہ مجبوری کے پیش نظر طویل ترین مقالہ ڈیڑھ سو الفاظ سے زیادہ کا نہیں ہونا چاہیے۔ اور مقابلۃً کم اہم مقالوں میں تعداد الفاظ پچیس تیس تک محدود رہ سکتی ہے۔ زبان حتی الامکان سادہ اور سلیس ہونی چاہیے۔ شخصیتوں پر مقالے لکھتے وقت مندرجہ ذیل امور خاص طور پر ملحوظ رکھے جائیں:

۱۔ سب سے پہلے پیدائش و وفات کی تاریخیں دی جائیں اور ان کی صحت کا بدقت تیقن کر لیا جائے۔ سنین عیسوی ہونے چاہئیں اور جہاں سنین ہجری دینا ناگزیر ہو انھیں قوسین میں لکھا جائے۔

۲۔ مختصر حالات زندگی قلم بند کیے جائیں۔

۳۔ مصنف کی قابل ذکر تصانیف کے نام دیے جائیں۔

۴۔ مصنف کا ادبی مقام مختصر سے مختصر الفاظ میں ظاہر کیا جائے۔

جب آپ مقالوں کو قطع و برید اور تنقیح و تصحیح کے بعد آخری صورت دے لیں تو انھیں خانے دار کاغذوں پر لکھیے جو ارسال خدمت ہیں اس طرح کہ ایک لفظ ایک خانے میں لکھا جائے۔

چونکہ ہمارے انسائیکلو پیڈیا کے تقاضے بالخصوص اسلوب کے بارے میں عام تحریروں سے مختلف ہیں اس لیے آپ کی خدمت میں چند نمونے کے مقالے بھیجے جا رہے ہیں۔ ان سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہمیں کس طرز کے مقالے مطلوب ہیں۔

آپ کے تعاون کا مناسب معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ کام دو مہینے کے اندر ختم کر کے ہمیں بھیج دیں۔ اس اثنا میں اگر ہم سے کسی قسم کا مشورہ کرنا درکار ہو تو اطلاع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


دے کر دفتر میں تشریف لائیے۔ ہمارے اوقات کار یہ ہیں: روزانہ بجز ہفتہ نو بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک اور دو بجے سے ساڑھے چار بجے تک۔ بروز ہفتہ نو بجے سے ایک بجے تک۔

مکرر عرض ہے کہ یہ کام ۳۰/ جولائی ۱۹۶۳ء تک ہمارے دفتر میں پہنچا دیجئے۔

اگر آپ کسی وجہ سے بعض عنوانات پر مقالے نہ لکھنا چاہتے ہوں تو ہمیں ان سے جلد مطلع فرمایئے تاکہ متبادل انتظام کیا جائے۔

نیاز مند

(حامد علی خان)

چیف ایڈیٹر

نیویارک۔ قاہرہ۔ تہران۔ تبریز۔ بیروت۔ بغداد۔ ڈھاکا۔ جکارتا۔ کوالالمپور

خط نمبر ۲

## مُؤسَّسَة مَطْبُوعَاتِ فرینکلِنْ

۶۶۔ مزنگ روڈ، پوسٹ بکس ۳۶۹ لاہور

Muassasa-e-Matbuat-e-Franklin, 66, Mozang Road,

Post Box No. 369, Lahore (Pakistan)

۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

عربی ادب پر ۵۰ مقالے جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب سے وصول پائے۔

عبدالواحد

مدیر منتظم انسائیکلوپیڈیا

جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب

گورنمنٹ کالج لاہور

نیویارک۔ قاہرہ۔ تہران۔ تبریز۔ بیروت۔ بغداد۔ ڈھاکا۔ جکارتا۔ کوالالمپور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دار المعارف میں موجود دستاویزات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب سے سیکڑوں مقالات لکھوائے گئے، وہ قدیم جاہلی، نبوی، اموی، عباسی، عثمانی دور اور معاصر عالم اسلام کی اہم شخصیات جیسے صحابہ، تابعین، علماء، مصنفین، ادباء اور شعراء وغیرہ پر تھے۔ یہ تمام مقالات نہایت مختصر، مستند اور جامع تھے۔ ذیل میں اُن میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

**احمد امین (۱۸۸۶ـ۱۹۵۴ء)**

مشہور مصری ادیب۔ الازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد چند سال مجسٹریٹ رہا۔ پھر قاہرہ یونیورسٹی میں چلا آیا۔ وہاں عربی کا پروفیسر رہا (۱۹۳۶ـ۱۹۴۶ء)۔ پھر جامعہ عربیہ (عرب لیگ) کے ثقافتی شعبے کا مدیر مقرر ہوا۔ وہ لجنة التاليف و الترجمه والنشر کے بانیوں میں سے تھا۔ اس ادارے کے لیے اس نے عربی کی متعدد کلاسیکی کتابیں شائع کیں۔ اس کی اہم تالیف عہد اسلامی کی پہلی چار صدیوں کی علمی اور ثقافتی تاریخ ہے جو ''فجر الاسلام'' ''ضحیٰ الاسلام'' اور ظہر الاسلام'' کے عنوانوں سے کئی حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ''فیض الخاطر'' (۸ حصص) اس کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے اور ''حیاتی'' میں اس کے خود نوشت حالات زندگی ہیں۔

**سہروردی، شہاب الدین بن یحییٰ بن حبش بن امیرک معروف بہ شیخ اشراق (۱۱۵۰ـ۱۱۹۱ء)**

مولد سہرورد (زنجان، ایران)۔ فلسفی۔ ادب، نحو، لغت، منطق، فلسفہ، تصوف میں کمال رکھتا تھا۔ اصول وحکمت پر کتابیں لکھیں۔ مشہور ترین تصنیف ''حکمت الاشراق'' عربی میں ہے۔ فارسی میں ''مبدا ومعاد'' اور دیگر رسائل لکھے۔ غالباً فلسفیانہ عقائد کی بنا پر حلب میں قتل کر دیا گیا۔

**ابن قیم الجوزیہ (۱۲۹۲ـ۱۳۵۶ء، ۶۹۱ـ۷۵۱ھ)**

شمس الدین محمد بن ابی بکر مشہور عرب مصنف۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف پر کتابیں تصنیف کیں۔ امام ابن تیمیہ کا نامور شاگرد تھا، عیسائیت، یہودیت اور یونانی فلسفیوں کی تقلید کرنے والوں کے خلاف خوب لکھا۔ فقہ وحدیث اور سنت کی اشاعت کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔ تصنیفات: زاد المعاد (سیرت النبی ﷺ)، کتاب الفوائد، کتاب الروح، کتاب القدر، الطرق الحكمية فى السياسة الشرعية، مفتاح دار السعادة، اغاثة اللهفان، مدارج السالكين، هداية الحيارىٰ من اليهود والنصارى وغیرہ

**ابن سبعین (۱۲۶۹ء)**

ابو محمد عبد الحق بن ابراہیم شبلی، اندلس کا عرب مفکر اور صوفی، اخوت صوفیہ کا بانی، فریڈرک ثانی کے فلسفیانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوالات کے جوابات لکھنے کی وجہ سے یورپ میں زیادہ مشہور ہے۔

ابن سید الناس (۱۲۶۳ـ۱۳۳۴ء)

ابوالفتح، محمد بن ابی بکر، اندلس کا مشہور سیرت نگار، قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوا۔ مدرسہ ظاہریہ (قاہرہ) میں حدیث پڑھاتا رہا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی پر ''عیون الاثر'' کے نام سے ایک جامع سیرت لکھی۔

رشید رضا (۱۸۶۵ـ۱۹۳۵ء، ۱۲۸۲ـ۱۳۵۴ھ)

السید محمد رشید رضا، لبنان کے گاؤں قلمون میں پیدا ہوا۔ شاعر شیریں بیان، بڑا روشن خیال عالم دین، قرآن و سنت وفقہ کا متبحر فاضل، سید جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہٗ کے زیر تربیت واثر اصلاح امت اسلامیہ کا بیڑا اُٹھایا اور نصف صدی کے قریب تالیف و تصنیف کے ذریعے مسلمانوں کے افکار و اعمال میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ تصانیف میں تفسیر المنار (غیر مکمل)، تاریخ الاستاد الامام محمد عبدہٗ ، نداء للجنس اللطیف (اسلام میں حقوق نسواں) اور الوحی المحمدی قابل ذکر ہیں۔ آخری دونوں کتابوں کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مجلہ المنار جاری ہے جو (۱۳۱۵ـ۱۳۵۴ھ، ۱۸۹۸ـ۱۹۳۵ء) میں ان کی ادارت میں تقریباً چالیس سال تک نکلتا رہا۔ جس میں سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، اصلاحی اور دینی مقالات شائع ہوتے رہے۔ امیر شکیب ارسلان نے سید رشید رضا سے اپنے چالیس سالہ مراسم کی داستان ایک مستقل کتاب میں بیان کی ہے۔

طاش کوپری زادہ (۱۴۹۵ـ۱۵۶۱ء)

بن احمد بن مصطفیٰ بن خلیل، ترکی النسل، بروسہ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ مصطفیٰ (۱۴۵۳ـ۱۵۲۸ء) بڑا عالم فاضل تھا اور مختلف درسگاہوں پر استاد رہنے کے علاوہ سلطان سلیم اول کا اتالیق بھی رہ چکا تھا۔ یہ بھی باپ کے نقش قدم پر چل کر عربی اور اسلامی علوم و فنون کا بڑا ماہر عالم بنا۔ پہلے بروسہ، پھر استنبول میں قاضی بھی رہا۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے، عربی علوم وفنون کا دائرۃ المعارف تیار کیا۔ اس کی اہم کتاب الشقائق النعمانیۃ ہے جس میں ۵۲۲ علماء و شیوخ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ اور آخر میں اپنے حالات زندگی بھی درج کیے ہیں۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی اور استنبول میں فوت ہوا۔

ابن رشد (۱۱۲۶ـ۱۱۹۸ء دسمبر)

ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد، اندلس کا مشہور عالم فلسفی، طبیب اور فقیہ، علمی اور بارسوخ خاندان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میں قرطبہ میں پیدا ہوا، اپنے وطن میں طب اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابن طفیل نے اسے مراکش جانے کا مشورہ دیا، جہاں سے شاہی اعزازات سے نوازا گیا۔ ابن طفیل ہی کے مشورے سے ابن رشد نے ارسطو کی شرح لکھنے کی جانب توجہ دی۔ (۱۱۶۹ء) میں شبیلیہ کا قاضی مقرر ہوا، دو برس بعد قرطبہ کا قاضی بنادیا گیا۔ (۱۱۸۲ء) میں سلطان مراکش ابن یوسف کا شاہی طبیب مقرر ہوا۔ بعد میں قرطبہ کا قاضی القضاۃ (چیف جج) بنادیا گیا۔ ابن رشد نے تہافۃ التہافۃ (بجواب غزالی: تہافۃ الفلاسفہ)، کتاب فصل المقال، کتاب کشف المناہج (مذہب وفلسفہ)، بدایۃ المجتھد (مذاہب فقہ)، کلیات (طب)، ارسطو کے علمی، ادبی اور فلسفی نظریات کی تشریحات کے علاوہ افلاطون کی کتاب جمہوریت کی شرح بھی لکھی۔

طٰہٰ حسین (پیدائش ۱۸۹۰ء)

بیسویں صدی ء کا نامور عرب مصنف، بین الاقوامی شہرت کا مصری ادیب، مشہور خطیب اور مقرر، نقاد، ناول نویس، افسانہ نگار۔ بچپن میں نابینا ہوجانے کے باوجود جامعہ ازہر میں دینی تعلیم حاصل کی، ادبیات میں انہماک زیادہ تھا۔ جامعہ مصریہ سے ڈاکٹریٹ کیا، پیرس جاکر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ قاہرہ یونیورسٹی میں پروفیسر رہا۔ اپنی سرگزشت کتاب ''الایام'' میں بیان کی ہے۔ ۱۹۵۰۔۱۹۵۲ء میں مصر کا وزیر تعلیم رہا۔ ۱۹۵۸ء میں یونیسکو کی ثقافتی اقدار کی مشاورتی کمیٹی میں کام کرتا رہا۔ بہت سی کتابوں کا مصنف ہے، سیرت النبی، خلفاء راشدین، اکابر اسلام پر الگ الگ کتابیں لکھیں۔ علی ھامش السیرۃ، الفتنۃ الکبری، علی وبنوہٗ، الوعدالحق، من حدیث الشعر والنثر، مع المتنبی، مستقبل الثقافۃ فی مصر۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی (۸۶۴۔۹۲۵ء، ۲۵۰۔۳۱۳ھ)

نامور عرب طبیب، فلسفی، ماہر علم نجوم وکیمیا، جالینوس العرب کے لقب سے مشہور ہوا۔ رَی میں پیدا ہوا، جوانی میں موسیقی کا دلدادہ رہا، پھر ادب وفلسفہ کے علاوہ علم حساب ونجوم اور کیمیا وطب میں خوب مہارت حاصل کی، والی رے کا سرکاری طبیب اور سرکاری ہسپتال کا ناظم اعلیٰ مقرر ہوا۔ رازی نے طبیب کی حیثیت میں بڑی شہرت پائی اور امام الاطباء ٹھیرا۔ رازی نے طب پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الجدری والحصبۃ، چیچک اور خسرہ پر بڑی قیمتی معلومات درج کیں۔ کتاب المنصوری منصور بن اسحاق والی رَی کی طرف منسوب کی، کتاب الملوک علی والی طبرستان کی طرف۔ کتاب الحاوی کے نام سے طبی دائرہ المعارف تالیف کیا جس میں یونان اور عرب اطباء کے طبی نظریات وتجربات پر بحث کرنے کے بعد اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تجربات درج کیے ہیں۔ رازی کی کئی طبی کتابیں لاطینی میں ترجمہ ہو کر یورپ کی درسگاہوں میں جاری رہیں۔ سترھویں صدی عیسوی تک یورپ میں وہ طب پر سند مانا جاتا تھا۔

ادارہ فرینکلن کی درخواست پر پروفیسر صاحب کی مذکور علمی خدمت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اُردو زبان اپنی علمی، ادبی اور فنی ترقی میں کیسے کیسے مراحل سے گزری، پروفیسر صاحب اور مختلف اہل علم کس طرح علم وادب کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ ادارہ فرینکلن کا انسائیکلوپیڈیا مولانا حامد علی خان کی خواہش اور معیار کے مطابق مرتب نہ ہوسکا اور یہ ادارہ ہی بند ہوگیا۔ تاہم اس کے متفرق اجزاء منظر عام پر آتے رہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا کی مقالہ نویسی میں پروفیسر صاحب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ قارئین کو پروفیسر صاحب کے مختصر مقالات کے درج بالا نمونے دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ پروفیسر صاحب کا کام کتنا معیاری اور خوبصورت تھا۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*حافظ محمد فیاض الیاس

# پروفیسر صاحب کی نگارشاتِ سیرت

پروفیسر عبدالقیوم نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور سیرت طیبہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار متعدد کتب، مقالات اور مضامین کی شکل میں کیا۔ اس موضوع پر ان کے کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

## ا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مرکزی مقالۂ سیرت پر اضافہ جات

یہ مضمون اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ میں طبع شدہ ہے۔ بڑے سائز کے ۱۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے پروفیسر صاحب نے ایڈٹ کیا اور اس پر وقیع اضافہ جات کیے جنھیں بڑی بریکٹ [ ] کے ذریعے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں سیرت طیبہ سے متعلق تمام مقالات کو الگ کر کے ''سیرت خیر الانامؐ'' کے عنوان سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۰ء کے بعد متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

## ۲۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے لیے لکھے گئے متفرق مقالاتِ سیرت

پروفیسر عبد القیوم نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے مختلف مقالات لکھے جن میں سیرت سے متعلق کئی مقالات شامل ہیں۔ ذیل میں بطور نمونہ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

''الانصار، بحیرا راہب، جاہلیہ، قریش، اللات، مسیلمہ کذاب، معجزہ، المہاجرون، (حضرت) میمونہؓ ام المومنین، نبوت، وحی، ورقہ بن نوفل، بئر معونہ، جویریہ رضی اللہ عنہا، ہاشم بن عبد مناف، ہند بن عتبہ وغیرہ''

## ۳۔ تاریخ اسلام

یہ کتاب تاریخ کے طلبہ کے لیے مرتب کی گئی تھی۔ یہ چھ سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخی مستند معلومات اور سلاست میں نمایاں ہے۔ اسی میں مکمل سیرت بھی ہے۔ پہلے ۱۹۶۵ء میں طبع ہو چکی ہے۔ ۲۰۱۶ء میں تخریج کے ساتھ دوبارہ شائع کی گئی ہے۔

---

* رکن دار المعارف، لاہور۔ ۲۰۰۹ء سے ادارے کے شعبۂ سیرت سے وابستہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



### ۴۔ ہمارے رسول ﷺ

یہ کتاب دس بارہ سال کے بچوں کے لیے لکھی گئی۔ پہلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔ دوسری دفعہ بزم اقبال لاہور سے فروری ۲۰۲۱ء میں شائع ہوئی۔

### ۵۔ سیرت رحمت عالم ﷺ

یہ مذکورہ بالا کتاب ''تاریخ اسلام'' کے عہد سیرت پر مشتمل ہے۔ اس کو تخریج کے ساتھ الگ شائع کیا گیا۔ بزم اقبال لاہور سے جنوری ۲۰۲۱ء میں جدید طبع سے آراستہ ہوئی۔

### ۶۔ سیرت طیبہ ایک نظر میں (مجوزہ خاکہ)

یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے بارے میں ۸۸ عناوین پر مشتمل خاکہ سیرت ہے۔ دارالمعارف میں اس پر ہونے والا تحقیقی کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ یہ خاکہ اورینٹل کالج میگزین کے شمارہ ۱۹۹۲ء میں مطبوع ہے۔

### ۷۔ سیرت طیبہ پر ایک جامع تصنیف کا خاکہ

سیرت طیبہ پر یہ ایک جامع ترین خاکہ ہے۔ اس کے کل ۳۵۲ عناوین ہیں۔ اس پر دارالمعارف میں کام ہوا ہے۔ تمام عناوین قلم بند کر لیے گئے ہیں۔ جلدوں کی آخری نظر کا مرحلہ جاری ہے۔ یہ خاکہ بھی مقالات پروفیسر عبدالقیوم میں موجود ہے اور پہلے اورینٹل کالج میگزین میں چھپ چکا ہے۔[1] اس خاکے پر سیرت کے دو بڑے پروجیکٹ استوار ہو چکے ہیں۔ ایک سیرت دارالسلام اور دوسرا سیرت دارالمعارف۔ ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

### ۸۔ نبی کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ

یہ رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی کے بارے میں مرتب کردہ مضمون ہے۔ اس میں حروف تہجی کے اعتبار سے ناموں کا تذکرہ اور ان کے مختصر معانی ومفہوم کا ذکر ہے۔ الف سے لے کر دال تک کے ۸۷ نام درج ہیں۔ یہ ان کا نامکمل مضمون ہے، یہ مقالات پروفیسر عبدالقیوم میں تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

### ۹۔ آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار

یہ مضمون رسول اللہ ﷺ کی جنگی قیادت وامارت اور عسکری مہارت کی بابت ہے۔ مقالات میں شائع ہو چکا ہے اور چار صفحات پر مشتمل ہے۔ نہایت جامع مضمون ہے۔ اسی موضوع پر پروفیسر صاحب نے انگریزی میں بھی مضمون لکھا جو ان کی انگریزی Some Notes on Islamic History and Arabic literature. کتاب میں شائع ہوا۔

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، جلد ۶۵، شمارہ ۱، ۲، سال ۱۹۹۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۱۰۔ ذمی سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

یہ مضمون اسلامی ممالک میں رہنے والے غیر مسلم لوگوں کے حقوق کے بارے میں ہے۔ اس میں اقلیت کے حقوق سے متعلق اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بات کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کسی نے اقلیت کو حقوق نہیں دیے۔ نو صفحات پر مشتمل یہ مضمون مقالات میں موجود ہے۔

## ۱۱۔ دربار نبوی کا ملک الشعراء

یہ مضمون شاعر نبوی حضرت حسان بن ثابتؓ کے حالات اور ان کی شعر و شاعری کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت حسان کے مختصر حالات، نبی کریم ﷺ کے ہاں ان کے مرتبہ و مقام پر بات کی گئی ہے اور ان کی شاعری کے نمونے بھی درج کیے گئے ہیں۔ خاص طور پر رب تعالیٰ کی توحید و عبادت، رسول اللہ ﷺ کی ثنا خوانی اور انصار و مہاجرین کے متعلق اشعار درج کیے گئے ہیں۔ یہ مضمون مقالات کے سترہ صفحات پر مشتمل ہے۔

## ۱۲۔ معاشرے کی تشکیل میں سیرۃ النبی ﷺ کی اہمیت

اس مضمون میں معاشرے کو صحیح نہج پر استوار کرنے کے لیے معاشرے کے مختلف افراد کے حقوق و فرائض پر بحث کی گئی ہے اور تشکیل معاشرہ کے لیے سیرت کی ضرورت و اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ یہ مضمون اسلامیہ کالج سول لائنز کے مجلّہ فاران میں ۱۹۸۲ء میں چھپا۔

## ۱۳۔ اُمی نبی ﷺ کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ کا ایک لقب اُمی ہے جس کے معنی ناخواندہ کے ہیں۔ اس مضمون میں لفظ اُمی کے معنی و مفہوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے بات کی گئی ہے اور آپ ﷺ کی اس معجز نما صفت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ مضمون لاہور کے ہفت روزہ ''لیل و نہار'' کے ۴ راگست ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں چھپ چکا ہے۔

## ۱۴۔ عہدِ نبوی ﷺ میں نظام سلطنت

اس مضمون میں رسول اللہ ﷺ کے عہد زریں میں موجود شعبہ ہائے سلطنت پر بات کی گئی ہے۔ شعبہ مالیات، مجلس مشاورت، مالی اور فوجی نظام وغیرہ جیسے شعبہ جات پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ لاہور کے ہفت روزہ ''اقدام'' کے ۴ راگست ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں چھپ چکا ہے۔ یہی مضمون پروفیسر صاحب کی ''تاریخ اسلام'' میں بابِ سیرت کے آخر میں بھی موجود ہے اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۱۵۔ جدید کتب سیرت کی فہرست

اس فہرست میں محمد حسین ہیکل، محمود زیاد اور بنت شاطی جیسے جدید سیرت نگاروں اور ان کی کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ ۲۳ نام ہیں۔ یہ فہرست ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کے مقالہ حضرت محمد ﷺ اور سیرت خیر الانام ﷺ کے آخر میں موجود ہے۔

## ۱۶۔ تبصرۂ کتاب ''سیرت النبیؐ'' از مولانا شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ

اس مضمون میں اردو زبان کی مایۂ ناز کتاب ''سیرت النبیؐ'' کا سیر حاصل تعارف کرایا گیا۔ پروفیسر عبدالقیوم نے اس تالیف کے محرکات واضح کیے اور کتاب کی امتیازی خوبیوں کو خوب روشن کیا۔ چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ شبلی نے مقدمہ سیرت النبیؐ میں اصول درایت اور جرح و تعدیل کے فن کا احیا کیا ہے۔(۴۰۸)

۲۔ شبلی نے ''سیرت النبیؐ'' ایسی کتاب لکھ کر ایسی اہم ضروریات کو پورا کیا جو بیک وقت مذہبی اور دینی بھی ہے، علمی اور تمدنی بھی اور اخلاقی و ادبی بھی۔(۴۰۹)

۳۔ (یہ کتاب) ایک طرف تو اہل ایمان کے لیے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہے اور دوسری طرف عیسائی پادریوں اور ہندو مناظروں کی طرف سے پیدا کیے گئے شکوک و شبہات کو علمی براہین اور عقلی دلائل سے رفع کرتی ہے۔(۴۱۰) [1]

پروفیسر صاحب نے ''سیرت النبیؐ'' کی خوبیوں کو سراہا، تاہم وہ مولانا شبلی کے شاذ موقف کی تائید نہیں کرتے۔ ان کی کتب سیرت اور اردو دائرہ معارف کے مقالۂ سیرت میں جمہور اہل سیرت کے موقف سے انحراف نہیں کیا گیا۔

## پروفیسر عبدالقیوم کا اسلوب سیرت نگاری

پروفیسر صاحب نے واضح کیا ہے کہ تشکیل معاشرہ کے لیے آپ ﷺ کی سیرت سے رہنمائی لینا بے حد ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اس حقیقت کو بھی سب لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر اور عمر کے ہر دور میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ انفرادی، اجتماعی، معاشی اور سیاسی، ملکی و ملی، فوجی اور شہری ہر قسم کے معاملات و مسائل میں سیرت النبی ﷺ ہمارے لیے

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم، جلد ۲، صفحات نمبر اوپر دیے گئے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



چراغِ راہ ہے۔''[1]

سیرت نگاری کے حوالے سے پروفیسر صاحب کا اسلوب نگارش دل نشین اور علمی ہے۔ آسان اور سلیس عبارت، زود فہمی کے لیے چھوٹے چھوٹے جملے، تحریر میں گہرائی، اسلوب میں سادگی اور اختصار و جامعیت کی شان نظر آتی ہے۔ انھوں نے صرف سیرت کے واقعات اور آپ ﷺ کی سوانح عمری ہی کا ذکرِ جمیل نہیں کیا بلکہ جنگ بدر و اُحد اور خندق پر مشتمل نقشہ جات بھی پیش کیے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت، ہجرت مدینہ کی اہمیت، جہاد پر غلط فہمی کا ازالہ اور مقصد جہاد جیسے اہم موضوعات پر رہنمائی کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ غزوات وسرایا کے اسباب، کامیابی و ناکامی کے وجوہ اور دیگر وقیع اور رفیع معلومات بھی اس میں شامل ہیں۔

انھوں نے سیرت کے ضمن میں ایسے متعدد عناوین قائم کیے ہیں جن سے اصل مقصود امت کی رہنمائی ہی ہے۔ مثلاً ہجرت حبشہ کے تحت ''سیاسی بصیرت'' کے عنوان سے امت کو یہ درس دیا ہے کہ امت کے لیڈر اور دین کے داعی کی حالات حاضرہ پر بھی گہری نظر ہونی چاہیے۔

پروفیسر صاحب خندق میں مشرکین کی ناکامی کے اسباب کے تحت پہلا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''مسلمان متحد اور یکجان تھے، ان کے سامنے ایک مقدس مقصد تھا، یعنی دین اور عقیدے کی حفاظت۔ وحدتِ عقیدہ اور وحدت عمل نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر رکھے تھے۔ انھیں اپنے عقائد اور سربراہ پر پورا اعتماد تھا، اس کے مقابلے پر دشمنانِ اسلام میں نہ تو وحدتِ عقیدہ موجود تھی اور نہ ہی وحدت عمل۔ ان کا لشکر مختلف الخیال عناصر سے مرکب تھا۔ ان میں باہمی اعتماد بھی مفقود تھا۔''[2]

ان چند جملوں میں مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار ہونے اور ناکامی سے بچنے کے چند اہم اصول بتلا دیے گئے ہیں۔ ہجرت مدینہ کی اہمیت کے تحت پروفیسر صاحبؒ نے واضح طور پر حالات حاضرہ کے بارے میں رہنمائی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ہجرت سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان جب بھی دین اور مذہب کے لیے قربانی اور ایثار کرتا ہے تو اس کا شاندار صلہ پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وطن عزیز کو محض اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر چھوڑا تو اس کا اتنا بڑا انعام ملا کہ آج تک آپ ﷺ کی امت اس انعام سے

[1] معاشرے کی تشکیل میں سیرت النبی ﷺ کی اہمیت، ص:۱

[2] تاریخ اسلام، ص:۱۴۹

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



بہرہ مند چلی آ رہی ہے۔''[1]

پروفیسر صاحبؒ رسول اللہ ﷺ کے نظام حکمرانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس مختصر خاکے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے علم وحلم سے عاری قوم کو ایسا باضابطہ نظام حکومت عطا فرمایا جس میں سلطنت کے تمام اُمور مختلف شعبوں اور محکموں میں تقسیم کر کے قابل اعتماد اور لائق ترین لوگوں کے سپرد کر دیے۔ مختلف عہدیداروں اور افسروں کی فہرست مذکورہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک نہایت عمدہ قابل رشک نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ عہدوں اور محکموں کی تقسیم تو ایک اچھے خاصے سیکرٹریٹ کا پتہ دیتی ہے۔ اگر ان تمام شعبوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک مکمل دینی جمہوری سلطنت نظر آتی ہے۔ جس میں عصر حاضر کے تمام محکمے اور وزارتیں موجود ہیں۔[2]

پروفیسر عبدالقیومؒ نے تعبیر دین اور سیرت نگاری میں دینی مسلمات سے سرِمو انحراف نہیں کیا۔ سیرت کے موضوع پر ان کی تمام تر خدمات مستند اور ثقہ مکتب فکر کی آئینہ دار ہیں۔ کسی خرق عادت امر کو ردّ نہیں کیا، نہ تجدد پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی نئی تشریح وتعبیر کی۔

معجزے کے بارے میں پروفیسر صاحب واضح طور پر لکھتے ہیں کہ'' معجزہ برحق ہے...... معجزے کا انکار ناجائز ہے۔ لیکن ایمان لانے کے لیے معجزات پر انحصار درست نہیں۔ اسلام نے معجزات سے زیادہ عقل وفکر اور غور وتدبر پر زور دیا ہے اور ان سے کام لے کر دینی مسائل کو سمجھنے کی تلقین کی ہے۔''[3]

پروفیسر صاحب کی سیرت نگاری میں ایسے مصنفین کے اشکالات کا جواب بھی ملتا ہے جنھوں نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے چشمۂ صافی کو گدلا کرنے کی کوشش کی۔

وہ جہاد جیسے عظیم فریضے کے بارے میں بعض اہل استشراق کی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بعض ناواقف اور بے سمجھ لوگوں نے جہاد سے یہ مطلب نکالا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کی صراحت و وضاحت کر دی گئی ہے کہ دین کے معاملے میں جبر ہرگز جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز جن حالات میں کیا وہ سب کے سامنے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جب اعلان توحید کیا گیا تو کس کے ہاتھ میں تلوار تھی؟

[1] تاریخ اسلام، ص: ۱۲۳

[2] تاریخ اسلام، ص: ۲۲۴

[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۷۲/۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جری اور نڈر بھی مسلمان ہوئے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور جنگجو سپہ سالار بھی اسلام لائے۔ آخر کس کی تلوار نے ان شیر دل بہادروں کو گھائل کیا۔ یہ لوہے کی تلوار نہ تھی بلکہ دلائل و براہین کی سیف براں تھی جو اپنے جوہر دکھا گئی۔ یہ اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت تھی جس نے ان بہادروں کے دلوں کو موہ لیا۔ درحقیقت اسلام کی سچائی، عدل و انصاف، مساوات اور اخوت ہی تو تھی جو دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔،،[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیاں بعض مستشرقین کا خاص موضوع ہے۔ پروفیسر صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازدواج جیسے عمل مبارک کی حکمتیں اور مقاصد بیان کیے ہیں۔ یوں یہ ایک طرح سے معترضین کو مسکت جواب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ (۱۱) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نام درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نکاح میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور مقصد کارفرما نظر آتا ہے، خواہ مصلحت اجتماعی ہو یا دینی۔"

اس کے بعد بالترتیب تین درج ذیل مصلحتیں بیان کی ہیں:

(الف) عربوں کے معاشرے میں دینی مقاصد اور اجتماعی فوائد کے لیے مختلف قبائل سے رشتہ نکاح ضروری تھا۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں تھا۔ تبلیغی مقاصد کے پیش نظر بے شمار احکام ربانی کا ہر دو جنسوں تک پہنچانا ضروری تھا۔ عورتوں کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو عورتیں مردوں سے پوچھنا یا سننا پسند نہیں کرتیں۔

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آجانا بہت بڑی عزت اور بزرگی تھی۔ اس طرح شرفِ زوجیت بخش کر آپ چند مصیبت زدہ خواتین کی دلجوئی فرمانا چاہتے تھے۔"

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شادی مبارک کی وجہ اور پس منظر کا بھی تذکرہ کیا۔[2]

---

[1] تاریخ اسلام، ص: ۱۲۵، ۱۲۶

[2] تاریخ اسلام، ص: ۲۲۶، ۲۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سیرت مبارکہ کے تفصیلی خاکے کی فہرست میں تو پروفیسر صاحب نے باقاعدہ نام لے کر بعض مستشرقین کی غلط فہمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مسٹر کانون سیل کے قول کی تردید، مسٹر مرجولیوث کے قول کی تردید، وحی کے درجات اور مستشرقین کی تردید نامی عناوین خود پروفیسر صاحب ہی کے قائم کردہ ہیں۔ اس سے پروفیسر صاحب کی وسعت نظری اور سیرت طیبہ سے بے مثل عقیدت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا مضمون ہے۔ رضاعتِ نبوی کے ضمن میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[اور اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ بنوسعد کی معزز اور شریف ترین خاتون تھیں۔] [1]

رسول اللہ ﷺ کے حقیقی والدین کی طرح آپ کی رضاعی والدہ کے بارے میں بھی طعن وتشنیع سے کام لیا گیا۔ مندرجہ بالا عبارت میں اعتراض اور معترضین کا نام ذکر کیے بغیر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ کے نام ونسب اور شرافت ونجابت کو منقح کیا گیا ہے۔

## ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مقالۂ سیرت پر اضافات

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا سیرت پر مرکزی مقالہ بھی دراصل موصوف کو خود ہی لکھنا تھا۔ لیکن ادارے کی بے پناہ علمی مصروفیات کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوا تو مشہور سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ [2] سے یہ مقالہ لکھنے کی درخواست کی گئی۔ انھوں نے اسے بخوشی قبول کیا اور احسن انداز میں لکھا۔ اس مقالہ کو بعد ازاں پروفیسر عبدالقیوم نے ایڈٹ کیا اور اس پر بڑے شاندار اور وقیع علمی اضافے کیے جس سے اس مقالہ کی قدر وقیمت میں مزید اضافہ ہوا۔

انھوں نے بیسیوں اضافہ جات کیے جن میں سے قابل توجہ اور گراں قدر اضافوں کی تعداد دو سو کے قریب ہے جو اپنے جامعیت اور ندرت کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ کے اس مضمون پر پروفیسر صاحب کے اضافے مختلف نوعیت کے ہیں۔ اس کی تفصیل

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/ ۱۷

[2] ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ء-۲۰۰۲ء) حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ جامعہ عثمانیہ اور یورپ کی یونیورسٹیوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء کے بعد حیدر آباد پر بھارت نے قبضہ کیا تو انھوں نے پیرس میں جلاوطنی کی زندگی گزاری۔ وہ بلند پایہ محقق، قرآن کا فرانسیسی ترجمہ کرنے والے، حدیث وسیرت اور قانون بین الاقوام کے ماہر تھے۔ لگ بھگ نصف صدی تک یورپ کے قلب میں بیٹھ کر علم وتحقیق اور دعوت دین کا کام کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



درج ذیل ہے:

(۱) اصل مضمون میں جہاں بھی تشنگی تھی، اس کی تکمیل و تحسین کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے اس تشنگی کو دور کیا۔

(۲) اگر کوئی بحث نامکمل تھی تو اسے احسن انداز میں پورا کیا، یہ معاملہ جا بجا دکھائی دیتا ہے۔

(۳) تکمیل بحث کے علاوہ گراں قدر مکمل بحوث بھی شامل کیں۔

(۴) کسی بحث میں دلائل مذکور نہ تھے تو دلائل شامل کر کے اس کی قدر و اہمیت میں اضافہ کیا۔ جہاں کسی اہم بحث میں دلائل کم تھے وہاں مزید دلائل فراہم کیے۔

(۵) اگر کہیں دلائل بے حوالہ تھے تو ان کے حوالے شامل کیے۔

(۶) کسی مسئلے کے بارے میں اگر متعدد اقوال و آراء تھیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے محض ایک ہی رائے کا تذکرہ کیا تو پروفیسر صاحب نے بحث کو علمی رنگ دینے کی خاطر دیگر متعدد اقوال و آراء کا بھی تذکرہ کر دیا۔

(۷) غیر متعین تعداد، مجہول افراد اور مقامات کے ناموں اور تعداد کا تذکرہ کیا۔

(۸) بات کی اہمیت بڑھانے کے لیے عربی عبارتیں درج کیں اور جہاں عربی عبارات بغیر ترجمہ مذکور تھیں وہاں ان کا ترجمہ بھی کیا۔

(۹) مشکل الفاظ کی وضاحت بھی کی۔

(۱۰) جا بجا مزید تفصیل سے آگاہی کے لیے اردو دائرہ معارف اسلامیہ ہی میں مذکور دیگر مقامات کی طرف رہنمائی کی۔ اسی طرح اہم ترین موضوعات کے حوالے سے موجود کتب و مراجع کی بھی نشاندہی کی۔

(۱۱) لازم نہیں کہ پروفیسر صاحب نے ہر جگہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی موافقت ہی کی ہو بلکہ ایسے مقامات بھی ہیں جہاں پروفیسر صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے اختلاف کیا اور دلائل کے ساتھ اپنی صحیح رائے بھی لکھ دی۔ ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ جیسے بے آب و گیاہ علاقے میں چھوڑنے کا واقعہ ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ نے بائبل کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھیں سوکنوں کے جھگڑے کے باعث ابراہیم علیہ السلام نے یہاں چھوڑا تھا۔ لیکن پروفیسر صاحب بریکٹ میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ رب تعالیٰ کے حکم سے بطورِ امتحان بھی کیا گیا تھا۔[1]

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صحیح بات بھی یہی ہے، کیونکہ اتنا لمبا سفر اور بے آب و گیاہ علاقے کا انتخاب صرف سوکن کی بنا پر کسی طرح معقول نہیں کیونکہ اس غرض سے تو قریب کی کسی بھی بستی میں چھوڑا جا سکتا تھا۔ اس کی وضاحت صحیح بخاری شریف کی حدیث میں بھی ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تھا:

" آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ " "کیا یہ حکم ربانی کے تحت ہے؟"

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: "نَعَمْ " "ہاں، حکم ربی ہی ہے۔" اس پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا:

"إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا" [۱] "تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔"

پروفیسر صاحب کا یہ علمی سرمایہ مطبوع و متداول ہے۔ [۲]

(۱۲) ڈاکٹر حمید اللہ کی انگریزی اور فرانسیسی سیرت نگاری میں بعض شاذ موقف بھی موجود ہیں، جیسے: معراج کو محض ایک خواب قرار دینا (ص:۱۰۲)، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ قرار دینا (ص:۱۸۶)، نبوی جنگوں کو محض دفاعی قرار دینا (ص:۱۸۲) وغیرہ۔ [۳] پروفیسر صاحب نے اردو دائرہ کے لیے لکھے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ کے مقالات میں ایسے شاذ موقف کو نمائندگی نہیں دی۔

(۱۳) ڈاکٹر حمید اللہ کی انگریزی اور فرانسیسی کتب سیرت میں موضوع روایات کا اندراج بھی ملتا ہے۔ [۴]

تاہم اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالاتِ سیرت میں عام طور پر موضوع روایات کو شامل نہیں کیا گیا۔ پروفیسر عبدالقیوم کہا کرتے تھے کہ یورپ میں رہتے ہوئے اہل علم کی اکثریت مستشرقین سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

## پروفیسر عبدالقیوم کے خاکہ ہائے سیرت کی چند خصوصیات

پروفیسر عبدالقیومؒ کی تاریخ اسلام میں مکمل سیرت رسولؐ شامل ہے۔ اس کے باوجود ان کا وفور شوق ہی تھا کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر الگ اور مستقل کام کا ارادہ کیا۔ اس مبارک کام کے لیے انھوں نے مختلف استعداد کے حامل لوگوں کے لیے الگ سے دو خاکے مرتب کیے۔ ایک خاکہ مختصر ہے جبکہ دوسرا خاکہ بڑا جامع اور تفصیلی ہے۔ دوسرا خاکہ ۳۵۲ عناوین پر مشتمل ہے جس پر دارالمعارف نے اپنی زیر اہتمام سیرت کی بنیاد رکھی اور

---

۱۔ صحیح البخاری: ۳۳۶۴

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹/۳، مقالہ: (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ترجمہ و توضیح پروفیسر خالد پرویز، (صفحات اوپر درج ہیں)

۴۔ خطبات سیرت، ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، ص: ۱۳، ۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ ۲۰۲۲ء میں تکمیل کے بعد قریب طباعت ہے۔

''مختصر خاکہ'' کے عنوان ہی سے عیاں ہے کہ اسے ترتیب دیتے ہوئے اختصار ہی مطلوب تھا اس لیے اسے عنوان دیا ''حیات طیبہ ایک نظر میں۔'' اس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک کی سیرت کے بارے میں عناوین ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم کے تفصیلی خاکے کے متعلق اندازہ ہے کہ یہ خاکہ انھوں نے ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ تیار کیا ہوگا۔ ۱۹۸۰ء میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد ۱۴/۱ تیار ہو کر طبع ہوئی جس میں علوم اسلامیہ کی انواع کا تعارف اور ان کے علمی ارتقاء کا تفصیلی ذکر ۵۲۰ صفحات میں شامل کیا گیا۔ علم سیرت کے آغاز وارتقاء اور عصری صورت حال کو بھی مختصر اُسات صفحات میں سمویا گیا۔

۱۹۸۶ء میں اُردو دائرے کا مرکزی مقالہ سیرت ''پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ'' بھی شائع ہوا۔ تاریخ علوم اسلامیہ کی جلد اور مرکزی مقالہ سیرت میں حیات طیبہ کا ذکر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ضرورت کے مطابق تھا جو نہایت مختصر تھا۔ ایک مبسوط سیرت کی ضرورت کا احساس قاضی سلیمان منصور پوری کے دور سے چلا آرہا تھا کیونکہ انھوں نے اپنی مشہور کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے مقدمے میں ذکر کیا تھا کہ میری یہ سیرت متوسط حجم کی ہے، مبسوط سیرت کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے، پروفیسر عبدالقیوم نے مبسوط سیرت کے لیے ایک تفصیلی خاکہ ترتیب دیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تعارفی کتابچے میں آئندہ کے منصوبوں میں دائرہ معارف سیرت کا تذکرہ بھی ملتا ہے، شاید یہ پروفیسر صاحب اور ان کے رفقا کی اسی فکر کا نتیجہ ہے۔

یہ بھی امکان ہے کہ پروفیسر صاحب نے اس خاکہ کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مرکزی مقالۂ سیرت کے لیے لکھا ہو یا الگ کسی مستقل کتاب کی تالیف کے لیے لکھا ہو۔ قصہ جو بھی ہو، سیرت کا خاکہ پروفیسر صاحب نے لکھا اور اس پر سیرت کے دو بڑے علمی منصوبہ جات استوار ہوئے، سیرت دار السلام اور سیرت دار المعارف۔

''دار السلام'' لاہور کا معروف تحقیقی واشاعتی ادارہ ہے۔ اس ادارے نے اپنے سیرت انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت کا آغاز ۲۰۱۱ء میں کیا اور ۲۰۱۵ء تک گیارہ جلدوں میں یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ پبلشر عبدالمالک مجاہد پہلی جلد کے مقدمے میں واضح طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ اس عظیم علمی منصوبے کو پروفیسر عبدالقیوم کے خاکے پر استوار کیا گیا۔ ''دار المعارف'' نے ۲۰۰۸ء میں اپنے علمی منصوبے ''دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ'' کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تدوین کا آغاز کیا، جو گیارہ جلدوں کی شکل میں ۲۰۲۲ء میں مکمل ہوا۔ یہ علمی منصوبہ بھی پروفیسر عبدالقیومؒ کے خاکے کی بنیاد پر مدوّن و مرتب ہوا۔ یوں اس خاکے کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس پر دو بڑے علمی منصوبوں کی تکمیل ہوئی۔ یہ دونوں علمی منصوبے جداگانہ اور منفرد خصوصیات کے حامل ہیں۔ عام طور پر ایک ہی خاکے پر دو بڑے تحقیقی کاموں کی مثال نہیں ملتی۔

پروفیسر صاحب کے تفصیلی خاکہ سیرت کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ اس خاکۂ سیرت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اللہ ربّ العزت پر مکمل اعتماد کے ساتھ ظاہری اور ممکنہ مادی اسباب و ذرائع بروئے کار لانے کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ اس کے لیے متعدد غزوات و سرایا میں فتح و شکست کے اسباب کے بارے میں بھی مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں تاکہ اہل ایمان فتح سے ہمکنار ہونے اور شکست و ریخت سے بچنے کے لیے ان عوامل پر بھی توجہ دیں اور فتح و شکست کے جو ظاہری اسباب و ذرائع ہیں ان سے بھی غفلت نہ برتیں۔ گویا ایک طرح سے یہ ابواب حالات حاضرہ میں امتِ مسلمہ کو مکمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

۲۔ اہل استشراق کی طرف سے بعض اشکالات پر مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ مثلاً مسٹر کانون سیل کے قول کی تردید، مسٹر مرجولیوث (مارگولیتھ) کے قول کی تردید، وحی کے درجات اور مستشرقین کی تردید، ازدواج مطہرات کی کثرت کا سبب، اسلام میں عورت کا مقام اور متعدد بیویوں کی حکمت و مصلحت وغیرہ۔

۳۔ سابقہ مذہبی کتب و صحائف میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت و رسالت کی تصدیق و تائید اور علامات و پیش گوئیوں کے بارے میں جتنے بھی ثبوت تھے، ان کی تفصیل کے لیے عنوان قائم کیا: ''تورات اور انجیل سے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا ثبوت۔''

۴۔ دیگر کتب مذاہب سے آپ ﷺ کی نبوت کے ثبوت کے متعلق جداگانہ طور پر یہ باب قائم کیا ''دیگر قدیم کتب میں آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک''۔

۵۔ معجزات کے باب میں تجدد پسندی کے بجائے روایت پسندی کو نمائندگی دی گئی ہے۔ اس خاکے میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، جیسے غزوۂ احد کے ضمن میں ''رسول اللہ کا ایک معجزہ'' کے عنوان سے باب، غزوہ تبوک کے مندرجات میں ''معجزات و غیر عادی امور'' نامی باب۔ اسی طرح تین سو پندرہ سے لے کر تین سو بیس تک کے ابواب مختلف معجزات ہی کے بارے میں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۶۔ زمانی ترتیب کے ساتھ ساتھ اس خاکۂ سیرت کے کچھ نادر و نایاب ابواب بھی ہیں جن کی طرف بہت کم سیرت نگار توجہ کر پاتے ہیں۔ جیسے آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد کے فضائل کا بیان، عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن کو مبارک باد دینا، نبی کریم ﷺ کا سفر یمن، جاہلیت کی برائیوں سے آپ ﷺ کی دوری کا بیان، زمانۂ جاہلیت میں محمد نامی لوگ، قبیلہ خزرج اور یہود کی باہمی عداوت اور اوس وخزرج کے درمیان عداوت کا پس منظر وغیرہ۔

۷۔ آپ ﷺ کے عفو وحلم، سخاوت وکرم، مؤذنین، خدام، گھوڑے، خچر، تلواریں، نیزے اور تیر کمانوں کے حوالے سے بھی مستقل ابواب ترتیب دیے گئے ہیں۔

۸۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ذات گرامی پر درود وسلام پڑھنا، آپ ﷺ کی اتباع واطاعت اور دیگر اوامر ونواہی، اخلاق وافعال اور تدوین حدیث کے حوالے سے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں، اس طرح یہ خاکہ سیرت گوناگوں امتیازات کی بنا پر بہت شاندار اور امتیازی خصائص کا حامل ہے جو بہت کم خطہ ہائے سیرت میں نظر آتے ہیں۔

۹۔ بعض موضوعات کی طرف مختلف سیرت نگاروں کی توجہ کم رہی۔ پروفیسر صاحب نے نئے عنوانات قائم کر کے نئے رجحانات متعارف کرائے جیسے مکی دور کے آخر میں مکی سورتوں کا بیان نامی باب، مدنی دور کے آخر میں مدینہ میں نازل ہونے والی سورتیں اور نبی اکرم ﷺ بحیثیت حَکَم وغیرہ۔

۱۰۔ حدیث وسیرت کے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے خاکۂ سیرت کے آخر میں ''تاریخ تدوینِ حدیث'' کا عنوان رکھا تاکہ تدوین حدیث پر اشکالات کا خاتمہ ہو اور حدیث کی حجیت مضبوط ہونے کے ساتھ سیرت کا علم بھی مضبوط ہو۔

سیرت سے متعلق پروفیسر عبدالقیوم کی مذکورہ خدمات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نگاری ان کا خاص میدان تھا اور وہ اس میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ ان کا کام معیار ومقدار دونوں اعتبار سے قابل قدر ہے۔ ان کا اسلوب سیرت نگاری مختصر، آسان اور دل نشین عبارات پر مشتمل ہے۔ وہ سیرت شبلی سے متاثر ہونے کے باوجود ان کے شاذ موقف کے قائل نہ تھے اور عبد الرؤف دانا پوری اور ادریس کاندھلوی جیسے سیرت نگاروں کی طرح جمہور اہل سیرت کے طریق کار کی نمائندگی کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی سیرت نگاری کے تحت مستشرقین کے اشکالات کے جوابات بھی دیے، مضبوط ومحکم حوالوں کے ساتھ واقعات نگاری بھی کی اور سیرت سے اسباق ودروس اخذ کرنے کی بھی کوشش کی۔ ان کی سیرت نگاری کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک اہم پہلو چھوٹے بچوں کے لیے سیرت نگاری ہے جو اپنے فن میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے مبسوط سیرت نگاری کا خاکہ اس وقت تخلیق کیا اور پیش کیا جب اردو زبان میں مبسوط سیرت نگاری پر کوئی قابل ذکر کتاب موجود نہ تھی۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سابق مدیر ''شیخ نذیر حسین'' پروفیسر عبد القیوم کی سیرت نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ذات پاک رسالت مآب ﷺ سے انھیں محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ سیرت پاک کی جزئیات کا جیسا علم انھیں تھا ویسا کسی شیخ الحدیث کو بھی شاید ہی ہوگا۔''[1]

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبد القیوم نمبر، ص:۲۹

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ
# اور
# پروفیسر عبدالقیوم

پروفیسر عبدالقیوم کی زندگی کے لگ بھگ اکیس برس اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تحقیق وتدوین میں گزرے۔ یہ ایک طویل اور دقیع محنت تھی جو انھوں نے زندگی کے آخری دور میں ریٹائرمنٹ کے بعد انجام دی۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ علمی وتحقیقی لحاظ سے ایک عظیم کام ہے جو بین الاقوامی اور قومی سطح پر ہمیشہ اپنے اثرات چھوڑتا رہے گا۔

اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے سلسلے میں پروفیسر صاحب کا کام سمجھنے کے لیے، اس موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔

حصہ اوّل: اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ
(دانش گاہِ پنجاب کا عظیم علمی کارنامہ)

حصہ دوم: اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے تین ارکان
(ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر عبدالقیوم)

حصہ سوم: پروفیسر عبدالقیوم، محقق وسینئر مدیر اردو دائرۂ معارف اسلامیہ

ان تینوں مضامین میں تین اہم مقدمات پر بحث ہوگی:

ا۔ ''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ'' لائیڈن کے انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقابلے میں بہتر علمی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تحقیقی اور اسلامی شناخت کا حامل ہے۔ اس نے نہ صرف لائیڈن انسائیکلوپیڈیا کی اخطاء کا جائزہ لیا بلکہ اہل اسلام کی طرف سے صحیح اسلامی فکر کی نمائندگی کر کے جوابِ دعویٰ بھی پیش کیا۔ اردو دائرہ اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث ترکی، فارسی اور عربی اسلامی انسائیکلوپیڈیاؤں پر بھی فائق ہے۔ برصغیر میں بالخصوص اور عالمِ اسلام میں بالعموم اس جیسے وسیع، ہمہ گیر اور بلند پایہ تحقیقی منصوبے کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

۲۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کی تدوین و تکمیل میں انتظامیہ پنجاب یونیورسٹی کے زیرنگرانی بے شمار اہل علم اور اربابِ قلم نے حصہ لیا تاکہ اس میں صف اوّل کے سکالروں اور فضلاء میں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم شامل تھے۔ یہ تینوں اصحاب منفرد اور جداگانہ صلاحیتوں کے حامل تھے جنھوں نے اردو دائرہ معارف کی علمی و تحقیقی روایت کو بامِ عروج تک پہنچایا۔

۳۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مذکورہ ارکانِ ثلاثہ میں یہ اعزاز پروفیسر عبدالقیوم کو حاصل ہوا کہ انھوں نے اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کی ۲۳ میں سے ۲۰ جلدوں کی تحقیق و تدوین میں بھرپور حصہ لیا۔ انھوں نے عربی و اسلامی علوم میں اپنی بلند پایہ مہارت کے سبب اُسے صحیح اور بہتر علمی، تحقیقی و اسلامی شناخت دی۔ پروفیسر عبدالقیوم اپنی اس خدمت میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

(حصہ اوّل)

# اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ

## (دانش گاہِ پنجاب کا عظیم علمی کارنامہ)

دائرۂ معارف (Encyclopaedia) کسی قوم کی فکری اور علمی سرگرمیوں کا ایک اہم مظہر ہوتا ہے۔ یہ اُس قوم کے علوم وفنون، مذہب و اخلاق، افکار و آثار، ثقافت و احوال اور تاریخ و تحریک کے مباحث کو علمی بنیادوں پر جمع کرتا ہے۔ دائرہ معارف کی تدوین میں قوم کے اعلیٰ اذہان اور چوٹی کے علماء، مفکرین اور ماہرین ایک اجتماعی نظم وضبط کے تحت شریک ہوتے ہیں۔ ذیل میں حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی کی زیرنگرانی مدوّن ہونے والا اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ بنیادی طور پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لائیڈن) کے ترجمہ پر مشتمل ہے، تاہم اس میں بعض محل نظر مواد میں ترمیم کی گئی اور اسے قوسین یا بریکٹوں سے ظاہر کیا گیا اور بعض مواد کا نئے سرے سے اضافہ کیا گیا۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے تعارف سے پہلے ضروری ہے کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لائیڈن) کا تعارف حاصل کیا جائے۔

### انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن، مختصر تاریخی جائزہ

مغرب نے اپنی نشأۃ ثانیہ کے بعد جب طبّ وصحت، تاریخ وسوانح، فلسفہ ومذہب، سائنس وٹیکنالوجی، ادب وفن اور مادی ومعاشرتی علوم پر اپنی تحقیق ومطالعہ کا آغاز کیا تو اُس نے اپنے علمی، تجارتی اور سیاسی مقاصد کے تحت مشرقی علوم، مذاہب اور تہذیبوں کو بھی توجہ کے قابل سمجھا۔ چنانچہ دیگر مشرقی مذاہب کے ساتھ ساتھ انھوں نے اسلام کا خصوصی مطالعہ شروع کیا۔

سترہویں صدی کے بعد اسلام کے متعلق نسبتاً بہتر اور معروضی مطالعے کا اہتمام ہوا۔ مستشرقین نے باقاعدہ عربی زبان کی مہارت حاصل کی۔ ہر زبان اور قوم کے علمی خزانے بھی یورپ میں منتقل کیے گئے۔ پھر بتدریج ایسے مستشرقین پیدا ہوئے جو عربی کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم کے بھی ماہر بنے۔ یہ لوگ کوئی بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حوالے کے بغیر کرنے کے عادی نہ تھے۔ انھوں نے اپنے منہجِ علم اور مزاج کے مطابق اپنے مخصوص زاویۂ نظر کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔[1]

یورپ میں ۱۸۰۰ء سے ۱۹۰۰ء کے درمیان خاص طور پر بے شمار مستشرقین پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام پر وسیع تر تحقیق کر کے ہر شعبہ علم میں اپنے نقطۂ نظر سے کتابیں لکھیں۔ دین اسلام، اس کے مصادر قرآن وحدیث، مسلمانوں کی تاریخ، تہذیب اور ثقافت پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور اس کے بعد اسلام کے بارے میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا انگریزی انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے کا تاریخی مرحلہ بھی آ گیا۔

یہ تاریخی کام مختلف اسباب کی بنا پر ہالینڈ کے شہر لائیڈن میں ہوا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرنے کے لیے اُن کے دین، تہذیب، تاریخ، علوم اور ثقافت پر ایک جامع دستاویز، غیر مسلموں کے ہاتھوں تیار ہو رہی تھی۔

اسلام جیسی عالمی قوت کے تمام پہلوؤں کو ان کے علوم وفنون، احوال اور ادب وثقافت کی تاریخ سمیت تصنیف ومطالعہ کا موضوع بنانا کوئی آسان نہ تھا۔ اِس کے لیے یورپ کے بہترین دماغ مصروف کار رہے، ہر موضوع کے ماہر سکالرز کی خدمات حاصل کی گئیں، سرکاری امداد کی بدولت ایک وسیع وعریض علمی، مالی اور اجتماعی نظم ونسق قائم کیا گیا۔ یہ لگ بھگ ربع صدی (۱۹۳۸۔۱۹۱۳ء) کے عرصے کی بھاری بھرکم کوشش تھی۔ ہر موضوع پر جو مضمون پیش کیا گیا وہ مختصر، واضح اور آسان اسلوب میں بنیادی معلومات کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ ہر مضمون اپنے دور تک کے ہونے والے ارتقائی مراحل کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔

تمام یورپی اقوام نے اسلام کے جامع علمی اور مستند مطالعہ کے لیے اِس انسائیکلو پیڈیا کو اہم ترین ماخذ قرار دیا۔ اِس انسائیکلو پیڈیا کا نام تھا: The Encyclopaedia of Islam (Leiden.)

لائیڈن کا انسائیکلو پیڈیا آف اسلام یورپ کی غیر مسلم اقوام میں بہت مقبول ہوا۔ اس کی مختلف جلدیں یکے بعد دیگرے شائع ہوتی رہیں۔ پہلا ایڈیشن (۱۹۳۸۔۱۹۱۳ء) مکمل ہونے کے بعد دوسرا ایڈیشن (۲۰۰۵۔۱۹۵۴ء) تیار ہوا جس میں سابقہ مباحث ومواد کی نظر ثانی کی گئی۔ کئی جزوی خطاؤں کی اصلاح کی گئی تاہم بنیادی فکر وطریق کار یکساں رہا۔ تیسرا ایڈیشن کی تیاری ۲۰۰۷ء کے بعد اب تک جاری ہے۔ زیر نظر مضمون میں دوسرے ایڈیشن سے حوالے دیے گئے ہیں۔

---

[1] دکتور محمد فاروق النبهان۔ الاستشراق۔ تعریفه، مدارسه، آثاره۔ ص:۷۔۳٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن، مختصر علمی جائزہ

لائیڈن کے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اسلام اور ملت اسلامیہ سے متعلق درج ذیل موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے:

مذہبی تصورات، تہذیبی روایات، مسلمان اقوام، مشاہیر، اسلامی ملکوں کے جغرافیائی کوائف، اُن میں بسنے والوں کے نسلی حالات، اہم مقامات اور واقعات وغیرہ۔ برصغیر کے حوالے سے کسی حد تک نامور شخصیات کا تعارف کرایا گیا اور دیگر تاریخی، جغرافیائی، لسانی و ادبی موضوعات بھی اس میں شامل کیے گئے۔

موضوعات کی تدوین الف بائی ترتیب کے ساتھ ہوئی۔ ہر موضوع کو لغوی مباحث، بنیادی معلومات، تاریخی ارتقاء اور تازہ صورت حال کے بیان کے ساتھ معتبر حوالوں اور ماخذوں سمیت مرتب کیا گیا۔ تمام علوم متعلقہ مضامین کے ماہرین سے لکھوائے گئے۔ مواد میں ادبی، فنی اور علمی یکسانیت قائم کرنے کے لیے ایڈیٹروں کی ایک ٹیم نے اپنے فرائض انجام دیے۔ انسائیکلو پیڈیا میں کلیدی تصورات پر تہذیبی، تاریخی اور تقابلی تناظر کے تحت گفتگو ہوئی۔

لائیڈن کے مستشرقین ایک خاص تاریخی اور تہذیبی پس منظر کے حامل تھے، اِس لیے انھوں نے ہر اسلامی تصور پر گہری تنقیدی نظر ڈالی جو مختلف ادیان، افکار، تہذیبوں اور تاریخ عالم کے گہرے مطالعہ کا نتیجہ تھی، اِس کے نتیجے میں جہاں اسلام کی بین الاقوامی خوبیاں اجاگر ہوئیں، وہاں بعض اسلامی تصورات پر محل نظر تنقیدات بھی سامنے آئیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لائیڈن) کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ اہل اسلام کے ہاں مسلّم مانا گیا، اور اسی وجہ سے اس کا ترکی، عربی اور اُردو میں ترجمہ کیا گیا۔ ترجمہ کے بعد حذف و ترمیم، محل نظر امور پر تنقید، کثیر مقامات پر مباحث کی تبدیلی اور اضافہ جات کی ضرورت بھی پیش آئی۔ اسلامی جغرافیائی مقامات کے تعارف میں غلطیاں کم تھیں، لیکن اسلامی شخصیات، عقائد وعبادات اور فقہ وشریعت اسلامی میں ہر طرح کی غلطیاں اور سخت انحرافات موجود تھے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ اس کے تاریخی مقالات اور مباحث مستند حوالہ جات پر مشتمل ہیں، جن کو مسلمانوں کے ہاں بھی پذیرائی حاصل ہے۔ مذہبی مقالات میں بعض مقامات پر ان کی آرا جمہور اہل اسلام کی نمائندہ نہیں لیکن تاریخی مقالات کی تعداد اور ان کا حجم مذہبی مقالات کی نسبت سے زیادہ ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی بعض نامور تاریخی شخصیات، شہروں اور مقامات کا تعارف، لغوی مباحث وغیرہ تقریباً صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بیان کیے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے اہل استشراق کے خطیر سرمایہ اور اعلیٰ اذہان کی علمی محنت سے ایسی تصنیف تیار ہوئی جو کئی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے بھی مفید ثابت ہوئی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی تیسری بڑی خاصیت اہم عنوانات کا انتخاب ہے۔ اہم عنوانات کے انتخاب کے بعد ہر عنوان کے تحت نہایت مختصر، جامع اور باحوالہ گفتگو کرنا بھی کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔

## انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالات، عناوین کا مختصر جائزہ

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا کے سیکڑوں مقالات ایسے ہیں جنھیں اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے محض لفظی ترجمہ سے شائع کیا اور اس میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہ کیا، نہ توضیحی اور تکمیلی، اور نہ استدراکی۔ یہ چیز دلیل ہے کہ لائیڈن انسائیکلوپیڈیا اپنے کئی مباحث میں درست معلومات، عمدہ تحقیق اور صحیح نتائج فکر کا حامل ہے۔ ذیل میں چند اہم عنوانات بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں:

الظاہریۃ (R.Strothmann)، الطبری (R.Paret)، شُراۃ (غالی خوارج) (L.Massignon)، شاذلیہ (تصوف کا ایک سلسلہ) (D.S.Margoliouth)، الزیدیہ (شیعوں کی ایک شاخ) (R.Strothmann)،

دیگر چند عنوانات جو مستشرقین نے لکھے اور اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اُن پر ایڈیٹنگ کی ضرورت محسوس نہ کی، یہ ہیں:

صحابہ کرام: سعد بن معاذؓ، سعد بن عبادہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابن مسعودؓ، بلالؓ، وغیرہ

علماء: ابوحنیفہ، الزمخشری، الرازی فخر الدین، الحلبی نور الدین، البغدادی عبد القاہر، الاشعری ابوالحسن، ابن حجر عسقلانی، ابن حزم، ابن خلدون، ابن رشد، القسطلانی، وغیرہ

صوفیہ: حلاج، رابعہ العدویہ، بسطامی، احمد البدوی، وغیرہ

مذاہب وفرقے: ثنویہ، نوربخشی، کیسانیہ، قدریہ، مجوس، وغیرہ

متفرق تاریخی: بیمارستان، الازہر الجامع، وغیرہ

وہ عنوانات جو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے نئے سرے سے لکھوائے، ایسے نقطہ ہائے نظر پر مشتمل تھے جن میں تشنگی تھی یا بکثرت کانٹ چھانٹ اور ترمیم وحذف کی ضرورت تھی، چنانچہ ان کو مسلم سکالرز سے لکھوایا گیا۔ ایسے چند اہم عنوانات یہ ہیں:

اہم مذہبی مقالات: قرآن مجید، (حضرت) محمد ﷺ پیغمبر اسلام، سنت، اہل السنۃ والجماعۃ، توحید، الفاتحہ، کافر، وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عبادات و اخلاق: صوم، طواف، سورہ، زہد، توبہ، وغیرہ

فقہ و احکام: رجم، ربوا، مرتد، وغیرہ

انبیاء کرام: آدمؑ، ابراہیمؑ، شیثؑ، صالحؑ، اسحاقؑ، ادریسؑ، موسیٰؑ، زکریاؑ، عیسیٰؑ، وغیرہ

امہات المومنین: خدیجہؓ، حفصہؓ، زینب بنت جحشؓ، صفیہؓ، میمونہؓ وغیرہ

صحابہ و صحابیات: عمر بن خطابؓ، فاطمہؓ، رقیہؓ، وغیرہ

علماء: الشافعی، البخاری، ابن ماجہ، الماتریدی، ابن العربی، ابن تیمیہ، ابن القیم، محمد بن عبدالوہاب، محمد عبدہ، وغیرہ

صوفیہ: چشتی، چشتیہ، بہاؤ الدین زکریا ملتانی، وغیرہ

مشاہیر: احمد خان سرسید، اقبال، محمد علی جناح، وغیرہ

## لائیڈن انسائیکلوپیڈیا کے چند محل نظر مقامات کا متنی جائزہ

مستشرقین نے اپنے انسائیکلوپیڈیا کی تدوین میں کئی مقامات پر وہ نقطۂ نظر پیش کیا جو اہل اسلام کے ہاں بھی معروف اور مسلّم ہے، تاہم مذہبی مقالات میں بعض جگہوں پر انھوں نے جمہور اہل اسلام کے بجائے اپنا مخصوص نقطۂ نظر پیش کیا۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال ۱

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا قرآن کو کلام الٰہی قرار دینے میں اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرتا ہے۔ اُس کا بیان ہے:

"The Muslim scipture and Muhammad's prophetic experience are so closely linkes that one cannot be fully understood without the other. The orthodox view of the dramatic form of the Kur'an is that God is the speaker throughout, Muhammad is the recipient, and Gabriel is the intermediary agent of revelation---regardless of who may appear to be the speaker and addressee. An analysis of the text shows that the situation is considerably more complex than this."(1)

1. Ency. of Islam, root: al-KUR'AN, vol:5, p:402

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ترجمہ: ''مسلمانوں کا الہامی متن (قرآن مجید) اور محمد ﷺ کا نبوی تاثر آپس میں اِس قدر مربوط ہے کہ کوئی شخص اُن کو ایک دوسرے کے بغیر نہیں سمجھ سکتا۔ قرآن کی تمثیلی ہیئت کے متعلق مسلمانوں کا قدیم نقطۂ نظر یہی ہے کہ قرآن مکمل طور پر کلام الٰہی ہے، محمد ﷺ وصول کنندہ ہیں اور جبریلؑ وحی لانے والا واسطہ ہیں، تاہم یہ پتہ نہیں چلتا کہ کون متکلم کی حیثیت سے ہے اور کون مخاطب کی حیثیت سے۔ قرآنی نصوص کی تحلیل وتجزیہ ہمیں بتاتا ہے کہ معاملہ اِس سے زیادہ پیچیدہ ہے۔''

اِس تحریر کے بعد مقالہ نگار اپنے موقف کے حق میں شواہد نقل کرتا ہے لیکن مخالف نقطۂ نظر کے روشن دلائل سرے سے نظرانداز کر دیتا ہے۔

مثال ۲

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا نبی کریم ﷺ کو مکی دور میں بت پرستی کی طرف مائل ظاہر کرتا ہے اور بزعمِ خویش اُس کے دلائل وشواہد نقل کرتا ہے۔ اُس کا بیان ہے:

"Muhammad's emergence as a religious reformer are among the most difficult to answer. That he originally shared some of the religious conceptions of his milieu is in every way the most natural assumption." (1)

ترجمہ: ''محمد ﷺ کا بحیثیت مذہبی مصلح نمودار ہونا اُن بڑی مشکلات میں سے ہے جن کا جواب دینا دشوار ہے۔ وہ یقیناً زندگی کے ہر معاملے میں اپنے معاشرتی ماحول کے کچھ مذہبی تصورات میں شریک رہے اور یہی سب سے زیادہ فطری مفروضہ ہے۔''

مقالہ نگار یہ بیان کر کے سورت والضحیٰ سے ضَآلًا کے تحت نعوذ باللہ آپ کے گم گشتہ راہ ہونے کی دلیل دیتا ہے اور یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ محمد ﷺ کے ایک بیٹے کا نام شرکیہ طرز پر عبد مناف تھا۔

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ''قرآن'' اور ''محمد (ﷺ)'' کے عنوانات کے تحت نقطۂ ہائے نظر کا اختلاف اتنا واضح ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے شائع کردہ عربی ایڈیشن میں جگہ جگہ حاشیے میں توضیح کی گئی ہے اور اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اِن دو عنوانات کو خاص طور پر نئے سرے سے لکھوایا ہے۔ بعض عرب اور برصغیر کے علماء نے انسائیکلوپیڈیا کے اِن دو اہم عنوانات پر الگ سے تفصیلی تنقیدی کتابیں شائع کی ہیں۔

1. Ency. of Islam, root: Muhammad, vol:7, p:362

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مثال ۳

حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ کے عنوان کے تحت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"In later times she was depicted as a model of piety but it is difficult to know what is the basis of fact for view." (1)

ترجمہ: ''بعد والے ادوار میں وہ تقویٰ کا نمونہ ظاہر کی گئی ہیں، لیکن یہ جاننا مشکل ہے کہ اس تصور کے لیے حقیقت کی بنیاد کیا ہے۔''

مثال ۴

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عنوان کے تحت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

''She was probably divorced from Abu Hala *(Sprenger, Leben, i, 197)*'' (2)

ترجمہ: ''وہ غالباً ابو ہالہ سے طلاق یافتہ تھیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عنوان پر عربی دائرہ معارف اسلامیہ کا ایک مشہور مقالہ نگار ''احمد محمد شاکر'' لکھتا ہے کہ ابو ہالہ کا تذکرہ نگاروں نے کہیں بھی ذکر نہیں کیا، البتہ فقط ابن حجر نے اس کا تذکرہ علی سبیل الوہم والغلط صحابہ میں کیا ہے۔ ایسی صورت میں انصاف و تحقیق کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت خدیجہ کو ابو ہالہ کی طرف سے بیوہ قرار دیا جاتا جیسا کہ عام کتب قرار دیتی ہیں، لیکن مقالہ نگار نے محض بدنامی اور افتراء پردازی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مطلقہ ہونے کا ذکر کیا۔ ۳

مستشرقین اور جمہور اہل اسلام کے بیانات، رجحانات اور اسالیب کا فرق دیکھنے کے لیے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے درج ذیل عنوانات ملاحظہ کریں:

اسلام، رجم، غلامی، تصویر، حجاب، مرتد، جزیہ، ذمہ، آرٹ، ربو، ریاست، شرک، صحابہ وغیرہ

## انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن پر مسلم سکالرز کی رائے

لائیڈن کا انسائیکلو پیڈیا تیار ہو کر سامنے آیا تو اس پر مختلف ماہرین نے اپنی آراء کا اظہار کیا۔

لاہور اورینٹل کالج کے سربراہ مولوی محمد شفیع جو یورپ کے مستشرقین میں رہ کر ان کے علمی طریق ہائے کار

1. Ency. of Islam, root: 'A'isha Bint Abi Bakr.vol.1,p.308
2. Ency. of Islam, root: KHADIJA.vol.4,p.898

۳۔ موجز دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص: ۴۵۷۰، عنوان: خدیجہ رضی اللہ عنہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے واقفیت پیدا کر چکے تھے، اس انسائیکلو پیڈیا پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

”گو لائیڈن کے دائرۃ المعارف کو بہت محنت سے مرتب کیا گیا اور یورپ کے بیسیوں بلند مرتبت فضلاء نے انتہائی دِقت اور باریک بینی کے ساتھ اپنے معاصرین اور اپنے سے پہلے کے فضلاء کی تحقیق و تفتیش اِس میں درج کی تھی، تاہم اسلامی نقطۂ نظر سے اِس میں بعض خامیاں تھیں۔ مثلاً یہ کہ اسلامی دائرۃ المعارف میں توقع یہ ہونی چاہیے کہ مذہبی اُمور کو بیشتر علمائے اسلام کے زاویۂ نگاہ سے پیش کیا جائے نہ یہ کہ اس میں غیر مسلموں کے نظریے بلکہ اوہام بھی حرفِ آخر کے طور پر سامنے لائے جائیں اور زور اُن کی رایوں پر دیا جائے۔“[1]

سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”اسلامی انسائیکلو پیڈیا جس کی تالیف کا کام مستشرقین کے ہاتھوں انجام پایا ہے، (اگرچہ اس میں بعض مسلمان مقالہ نگاروں کا بھی کچھ حصہ ہے) اور جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، وہ اسلامی حقائق و معلومات کا سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے قیمتی ذخیرہ سمجھا جاتا ہے، اور بعض عرب اور مسلمان ملکوں میں اس کو اسلام سے متعلق معلومات کا اساسی اور بنیادی ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ مصر سے عرصۂ دراز سے اس کا لفظی ترجمہ شائع ہو رہا ہے۔“[2]

عرب علماء میں سے بھی کئی اہل علم نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا، بطور مثال یہاں انور الجندی کی رائے نقل کی جاتی ہے:

”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا کام تین قسم کا ہے:

الف۔ بلاد و اقطار یعنی اسلامی جغرافیائی مقامات کا تعارف۔ اس میں غلطیوں کا امکان بہت کم ہے۔

ب۔ شخصیات و اعلام۔ اِن میں اسلام کے اَبطال اور ہیروز کی عظمت گھٹا کر دکھائی گئی ہے۔

ج۔ فقہی و تشریعی مواد۔ اِس میں ہر طرح کی غلطیاں اور گمراہیاں موجود ہیں۔

اہل کتاب کے بارے میں اکثر مواد اسلام مخالف نقطۂ نظر پر مبنی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، عرب اور فلسطین سے متعلق عنوانات اسلامی نقطۂ نظر کی عکاسی نہیں کرتے۔ مستشرقین کا یورپی پس منظر فلسفہ اور الحاد سے تاثر پذیری کا ہے، اِس لیے انسائیکلو پیڈیا میں اہل سنت مخالف نظریات اور فرقوں پر خصوصی ارتکاز کیا گیا ہے

---

[1] استاد الاساتذہ (مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی و تحقیقی خدمات)، محمد اکرام چغتائی (مرتب)، ص: ۱۳۹

[2] اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین، سید ابوالحسن علی ندوی، ص: ۱۷

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جیسے خوارج، اسماعیلیہ، باطنیہ، صوفی فکر، وحدۃ الوجود، حلول اور اتحاد وغیرہ پر ضرورت سے زیادہ تفصیلی مواد دیا گیا۔ اسی طرح اہل سنت مخالف شخصیات پر بھی بڑے غیر معمولی اہتمام سے مواد اکٹھا کیا گیا ہے جیسے حلاج، ابن سبعین اور بسطامی وغیرہ کا تعارف۔ انسائیکلوپیڈیا کی اکثر جلدوں کا علمی نگران ونسنک تھا جو مشہور متعصب اور مخالفِ اسلام تھا۔"[1]

ہمارے علم کے مطابق اردو زبان میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لائیڈن) پر جامع تنقیدی کتاب موجود نہیں، تاہم عربی زبان میں اس حوالے سے کئی اہم کتب موجود ہیں، ان میں ایک اہم کتاب دکتور ابراہیم عوض کی "دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الاستشراقیۃ، اضالیل واباطیل" ہے جو ۱۹۹۸ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ قرآن اور سیرت کے مقالات پر الگ تنقیدی کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

## اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، آغاز وارتقاء

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں اسلام کے مذہبی وتاریخی عنوانات کا چناؤ اور ہر عنوان کے تحت بنیادی معلومات جمع کرنے اور پیش کرنے کا طریق کار اتنا منضبط اور منظم تھا کہ مختلف قومیں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ ترکی، فارسی، عربی اور اردو زبانوں سے منسلک اقوام نے یہ خواہش کی کہ اس طرح کا بنیادی علمی ضرورت کا کام قومی سطح پر ان کی زبان میں بھی کیا جائے۔ اردو زبان میں ایک قومی اسلامی دائرہ معارف کی ترتیب وتدوین کا خیال مولوی محمد شفیع اور ان کے شاگرد سید محمد عبداللہ نے "۱۹۴۰۔۱۹۴۱ء" میں پنجاب یونیورسٹی کے سامنے رکھا۔ وہ زمانہ برصغیر کے سیاسی خلفشار کا تھا چنانچہ تجویز منظور نہ ہو سکی۔ تاہم قیام پاکستان کے بعد میں یہ تجویز دوبارہ پیش ہوئی اور حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۵۴ء میں اسے قبول کر لیا اور مولوی محمد شفیع شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی علمی تدوین کا طریقہ کار مولوی محمد شفیع کے دور سے ہی طے ہو گیا اور پہلی جلد سے آخری جلد تک اس پر عمل درآمد کیا گیا۔ اس طریق کار کے مطابق یہ باقاعدہ پالیسی بنائی گئی کہ لائیڈن انسائیکلوپیڈیا کے ترجمہ میں بقدر ضرورت حذف وترمیم کیا جائے گا اور اُسے اہل اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق ترتیب دیا جائے گا۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے لائیڈن کے اربابِ اختیار سے باقاعدہ اجازت لی کہ انھیں حک وحذف اور اضافہ وترمیم کی اجازت دی جائے۔

شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سابق رئیس ادارۂ تحریر "ڈاکٹر محمود الحسن عارف" لکھتے ہیں:

[1] انور الجندی، معلمۃ المغرب، ص: ٦٢٩۔٦٢٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''نئے ''دائرہ معارفِ اسلامیہ'' کی ترتیب و تدوین کی مشکلات، خصوصاً مواد کی عدم فراہمی اور جدید تقاضوں کو سامنے رکھ کر لکھنے والوں کی قلت کے پیشِ نظر، یہ فیصلہ کیا گیا کہ اَساس کار کے طور پر ڈچ رائل اکادیمی (ہالینڈ) کے مطبوعہ دائرہ معارف اسلامیہ (Encyclopaedia of Islam) کو سامنے رکھا جائے، لیکن چونکہ مذکورہ ''دائرہ معارف اسلامیہ'' کافی حد تک مغربی ذہن کا نمائندہ اور عکاس ہے، اس لیے اسے من و عن چھاپنا بھی نقصان دہ تھا، اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ اسے اَساس کار کے طور پر سامنے ضرور رکھا جائے، مگر جہاں ضرورت پیش آئے گی وہاں اس میں ترمیم و اضافہ کر لیا جائے گا۔''[1]

شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے پہلے سربراہ مولوی محمد شفیع فوت ہوئے تو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی پہلی تین جلدیں اپنی مقرر پالیسی کے مطابق مدوّن ہو کر شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے نقش قدم پر ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم نے بقیہ جلدوں کو مکمل کیا۔ پروفیسر عبدالقیوم کی وفات ۱۹۸۹ء تک آخری جلد (۲۳) مکمل ہو کر چھپ چکی تھی، ۱۹۸۹ء کے بعد محض اشاریہ کی جلد چھپی۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تکمیل محض ترجمہ کی شکل میں نہ تھی بلکہ ایک مستقل تصنیف کی شکل میں اپنے انجام کو پہنچی۔ ڈاکٹر سید محمد امجد الطاف اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

''اردو دائرہ معارف اسلامیہ کہنے کو تو ترجمہ ہے لیکن حقیقت میں یہ اصل انگریزی متن سے جداگانہ اور مستقل تصنیف بن گئی ہے۔ اس کی وجہ یہی نہیں کہ متن میں جا بجا قوسین کے درمیان حواشی کے ذریعے بہتر تحقیقی فضا پیدا کی گئی ہے جس کے نتیجے میں اس اردو کتاب کی روح خاص تبدیل ہو گئی ہے بلکہ اس سے بھی بڑی وجہ اس کے وہ اضافے ہیں جو نئے اور طبع زاد مقالات اور تعلیقات کی صورت میں شامل کیے گئے ہیں۔ موضوعات کے اعتبار سے بھی کافی اضافے ہوئے ہیں اور بالخصوص برصغیر سے متعلق مقالات کثیر تعداد میں بڑھائے گئے ہیں۔ جس کے باعث اس میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔''[2]

## اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تین اہم خصوصیات

۱۔ اس میں جمہور اہل اسلام کی نمائندگی کی گئی۔ اس میں براہِ راست بنیادی، معروف اور مستند مصادر سے اسلام کی نمائندگی کی گئی۔

www.kitabosunnat.com

۱۔ مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ابتدائیہ، ص: ج، د

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۴، اشاریہ، حرف آخر، ص: ۳

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



۲۔ اس میں محض اسلام کا ہی تعارف پیش نہیں کیا گیا بلکہ وہ مغربی افکار جو موجودہ دور میں اسلام پر اثر انداز ہو رہے ہیں، ان کا بھی علمی و تحقیقی جائزہ لیا گیا۔ یہ وہ مضامین تھے جو انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لائیڈن میں بھی موجود نہ تھے۔

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی اتباع میں اسلامی عنادین کی لغوی اور بنیادی علمی تشریح کے ساتھ ساتھ مختلف تاریخی و معاصر جائزے بھی پیش کیے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

## (۱) جمہور اہل اسلام کی نمائندگی

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے ایسے تمام مقامات پر جمہور اہل اسلام کی نمائندگی کی ہے جہاں مستشرقین نے اپنا مخصوص نقطہ نظر پیش کیا تھا۔ اس ضمن میں قرآن، محمد ﷺ پیغمبر اسلام، عائشہ رضی اللہ عنہا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عنادین کی کچھ تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ ذیل میں چند دیگر مثالیں دی جاتی ہیں:

انگریزی دائرہ میں (امام) الزہری کے عنوان کے تحت کئی باتیں کمزور حوالہ جات سے درج تھیں۔ اُردو دائرہ نے اِس عنوان کی تفصیلات میں سے ایسی کئی باتیں حذف کیں۔[۱]

''سبحان اللہ'' اور دیگر کئی عنوانات کے تحت انگریزی دائرہ میں یہ لکھا گیا کہ شاید یہ کلمہ اہل کتاب یا فلاں قوم سے حاصل کیا گیا ہے۔ اُردو دائرہ نے ایسی تمام باتیں حذف کر دیں کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک دین محمدی براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا، یہ کسی قوم سے اخذ شدہ نہیں۔[۲]

انگریزی دائرہ میں ''صحیح'' کے عنوان کے تحت صحیح لذاتہ اور صحیح لغیرہ کی اقسام کا کوئی ذکر نہیں تھا حالانکہ یہ حدیث کی بنیادی اقسام تھیں۔ اُردو دائرہ والوں نے صحیح کے حوالے سے وہ ساری تفصیل لکھی جو ضروری تھی اور اُصول حدیث کی قدیم مستند کتب میں مذکور تھی۔[۳]

انگریزی دائرہ میں طواف کے عنوان میں لکھا گیا کہ یہ فارسی، ہندو، بودھی اور رومی تہذیب سے ماخوذ ہے جو قطعاً غلط ہے۔ اُردو دائرہ میں طواف پر نیا مضمون امین اللہ وثیر صاحب سے لکھوایا گیا۔[۴]

---

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۰/۵۲۴، عنوان: الزہری، Ency. of Islam, root:Al Zuhri, vol:11, p:565

۲۔ اُردو دائرہ معارف: ۱۰/۸۹۸، عنوان: سبحان اللہ، Ency. of Islam, root: Subhan Allah, vol:9, p:742

۳۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۲/۷۵، عنوان: صحیح، Ency. of Islam, root:Sahih, vol:8, p:835

۴۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۲/۵۵۴، عنوان: طواف، Ency. of Islam, root:Tawaf, vol:10, p:376

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انگریزی دائرہ والوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے تحت لکھا کہ وہی ذبیح تھے، نہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ اُردو دائرہ والوں نے اِس پر نہایت مدلل نیا مقالہ لکھوایا۔[1]

انگریزی دائرہ میں حضرت محمد ﷺ پر ۲۷ صفحات کا مقالہ تھا، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اس پر ۳۱۵ صفحات پر مشتمل علمی اور وقیع مقالہ لکھوایا۔ اسی طرح انگریزی دائرہ میں قرآن مجید پر ۳۲ صفحات کا مقالہ تھا، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے قرآن مجید کے عنوان پر ۳۰۰ صفحات پر مشتمل مختلف علمی اور تحقیقی مقالات لکھوائے اور اُردو دائرہ میں شامل کیے۔

## (۲) معروف مغربی افکار کا علمی جائزہ

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے بے شمار عنوانات نئے سرے سے لکھوائے، وہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن میں موجود نہ تھے۔ ان مقالات میں مغرب کے معروف افکار کا علمی جائزہ لیا گیا کہ ان مغربی افکار نے علمی و عملی سطح پر مسلمانوں پر کیا اثر ڈالا، مختلف ممالک کے مسلمان کس طرح متاثر ہوئے اور اسلام ان افکار کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ یہ مقالات بہت علمی اور وقیع علمی حیثیت کے مالک ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مثال ۱

وجودیت (Existentialism) جدید فلسفہ کا ایک اہم عنوان ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اِس عنوان کی توضیح کی۔ وہ رقم طراز ہے:

> ”مذاہب معرفت ذات باری، عرفان نفس اور تہذیب اخلاقیاتِ انسانی پر زور دیتے ہیں۔ اِس کے برعکس وجودیت کی ایک اساس لاشیئیت (Nothingness) ہے۔ وجودیت کا ایک اہم تصور اجنبیت (Alienation) ہے......اجنبیت کا ایک مفہوم کائنات یا زندگی کا بے قوانین ہونا (Normlessnes) ہے۔ اِس لحاظ سے وجودیت اسلام یا شاید ہر الہامی مذہب کی ضد ہے اور اجنبیت اِس کی سب سے خوف ناک صورت ہے۔“[2]

مثال ۲

سیکولرزم (Secularism) فلسفہ کا ایک اہم عنوان ہے۔ عام لوگ اِس کے معنی و مفہوم میں بہت

---

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۸/۸۵۹، عنوان: اسحاق، Ency. of Islam, root: Ishak, vol:4, p:109

[2] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۲۲/۶۰۸-۶۰۶، عنوان: وجودیت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مغالطے ڈالتے ہیں اور بعض لوگ تو سیکولرزم کو اسلام کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ اُردو دائرہ نے دنیویت اور الدنیا کے تحت اِس پر روشنی ڈالی ہے۔

''اِس دور میں مغرب کی مادیت (Materialism) اور دنیویت (Secularism) کے نظریات بھی ایک چیلنج کے طور پر سامنے آئے۔ اِن سے نئے مصنفوں کا ایک طبقہ متاثر بھی ہوا، چنانچہ ترکیہ، مصر، شام اور ہندوستان میں ایک مؤثر اقلیت دین اور دنیا (اور ضمناً مذہب اور سیاست) کو جدا جدا شعبے قرار دینے لگی، لیکن روایت سے وابستہ دینی نقادوں اور مفکرین کی اکثریت اس پر قائم ہے کہ اسلام میں دین اور دنیا دونوں ایک کلی حقیقت کے طور پر یک جا ہیں اور دونوں ایک عظیم مقصد کے تحت لازمی ہیں۔ اِن نقادوں میں شبلی، اقبال، ابوالکلام، سلیمان ندوی، ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہ شامل ہیں۔ علمائے عرب میں مفتی محمد عبدہٗ، الاستاذ عبدالعزیز شاویش، رشید رضا، سید قطب شہید وغیرہ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔''[1]

مثال ۳

مادیت (Materialism) فلسفے کا ایک اہم مکتب فکر ہے۔ اِس مکتب کے نزدیک جو کچھ موجود ہے وہ مادہ ہے، اِس کے سوا کچھ نہیں۔ عملی مادیت بالعموم روحانیت کی ضد ہے۔ مغربی مادیت کے افکار نے عالم اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد پر اپنا اثر ڈالا۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے مادیت کی حقیقت، خرابیاں اور شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد عالم اسلام میں مادیت کے معاصر عروج و زوال پر بحث کی ہے۔ ان میں کچھ اہم باتیں یہ ہیں:

'' مغرب میں سبھی عملی شعبے اس (مادیت) سے متاثر ہیں۔ معاشیات، سیاسیات، تعلیم، قانون، مذہب، ادب، کلچر، غرض پوری زندگی مادیت کے خیالات و افکار میں ڈھلی ہوئی ہے...... مادیت کے مسلک میں مادے کو دوام حاصل ہے، اس لیے اِس میں عقبیٰ کا کوئی تصور موجود نہیں...... اس چیز نے اباحت ہی کو زندگی کا سب سے بڑا اصول بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی حقائق اِس بے قید آزادی اور اباحت کو تسلیم نہیں کرتے۔''[2]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے برصغیر میں مادیت کے آغاز وارتقاء کو تاریخی سطح پر بھی بیان کیا ہے، مقالہ نگار نقل کرتا ہے:

---

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۹/ ۴۴۶، عنوان: الدنیا

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۸/ ۲۵۶، عنوان: مادیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"برصغیر میں مادیت کے سب سے بڑے علم بردار سرسید تھے، اِس کے خلاف سب سے زیادہ منظم ردِّعمل شاہ ولی اللہ کے خاندان کے قائم کردہ مدارس اور دیوبند میں ہوا۔ شبلی نعمانی اور ندوہ کے دیگر فضلاء نے بھی مفید خدمات انجام دیں۔ ابوالکلامؒ کی تحریروں اور تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمانوں میں مغربیت کا سحر ٹوٹا۔ اقبال نے ہندی مسلمانوں میں احساس کمتری ختم کرنے کی کوشش کی اور مغرب کی مادیت کا پردہ چاک کیا۔ مسلم لیگ نے پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ قرار دے کر اسلامی قومیت کی اساس مستحکم کی۔ سید مودودی اور ان کے ہم عصر علماء نے مغربی تہذیب پر بھرپور تنقید کی۔[۱]

مثال ۴

اِس وقت پوری دنیا میں جمہوری نظام حکومت (Democracy) کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ بعض لوگ اسلام کو پرائیویٹ مذہب قرار دیتے ہیں اور اسلام کے تصور خلافت، حریت، جزیہ، حسبہ، حدود اور جہاد وغیرہ کونظر انداز کر جاتے ہیں۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اسلامی فکر کی روشنی میں مغربی جمہوریت کا جائزہ لیا اور اسلامی تصورات کی حقیقی نمائندگی کی۔ یہاں چند باتیں نقل کی جاتی ہیں:

یہ (جمہوریت) ایک اسلوب حیات بھی ہے جس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام افراد برابر ہیں...... لیکن اِن عقیدوں کے پس منظر میں اور اُن کے نتیجے میں صدہا تصورات ایسے بھی ہیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف جاتے ہیں۔ (علامہ اقبال کے مطابق) اسلام میں اکثریت نہیں بلکہ نص کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے...... مغربی جمہوریت میں اکثریت کے فیصلے عموماً جذباتی ہوتے ہیں، اُن کا عقلی ہونا ضروری نہیں۔ مغربی جمہوریت محض عقلی بنیادوں پر قانون سازی کر سکتی ہے اور الہامی اساس کی منکر ہوتی ہے۔"[۲]

ایک اور عمدہ مثال قومیت (Nationalism) کے عنوان سے ہے۔

## (۳) اسلامی مباحث میں تاریخی جائزوں کی شمولیت

اُردو دائرہ میں ہر عنوان کے تحت لغوی و اصطلاحی تعریف اور دیگر علمی مباحث کے بعد تاریخی و معاصر صورتِ حال التزاماً بیان کی گئی ہے جس کی وجہ سے عنوان کی افادیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ تاریخ درحقیقت

[۱] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۸/ ۲۸۸۔ ۲۸۷ ملخصاً، عنوان: مادیت، تعلیقہ ا

[۲] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۷/ ۳۸۔ ۴۳۲، عنوان: جمہوریت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قوم کا حافظہ ہوتی ہے۔اس لیے ہر عنوان کی شرعی و تاریخی تفہیم دونوں نہایت ضروری ہوتے ہیں۔

یہاں چند مثالوں سے عنوانات کی تاریخی تشریح واضح کی جاتی ہے:

مثال ۱

انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لائیڈن اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا فرق سمجھنے کے لیے ''اسلام'' کا عنوان ۔بے حد اہم ہے۔ انگریزی انسائیکلوپیڈیا نے اسلام پر محض دس صفحات لکھے ہیں جس میں اس کے اشتقاق، ایمان و اسلام کا باہمی فرق اور مختلف ممالک میں مسلمانوں کی تعداد پر بحث کی گئی ہے۔[۱]

عربی دائرہ معارف اسلامیہ نے بھی اس موضوع پر کچھ خاص نہیں لکھا۔محض ترجمہ کیا ہے اور چند صفحات پر مبنی تعلیقہ لکھا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں یہ عنوان لگ بھگ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے جسے شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے مختلف مسلم محققین سے بطور خاص لکھوایا۔ اِس عنوان کے تحت اسلام کا مختصر اور جامع تعارف کرایا گیا ہے یعنی اسلامی عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاشرت، معیشت اور سیاست کے معارف بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام کے مقابلے میں استشراقی فکر، سابقہ ادیان اور جدید مغربی افکار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اشاعتِ اسلام کی تاریخ اور اُصولِ دعوت بھی اجاگر کیے گئے ہیں۔ نیز واضح کیا گیا کہ اسلام نے عالمِ انسانیت پر کیا کیا احسانات کیے اور مختلف جغرافیائی خطے اسلام سے کیسے متاثر ہوئے۔[۲]

مثال ۲

اُردو دائرہ میں ربٰو (سُود) کے عنوان کے تحت پہلے لغوی، اصطلاحی اور شرعی تشریح ہوئی اور سُود کی مختلف صورتیں بتائی گئیں پھر اُس کے بعد ربٰو کا تاریخی پہلو بیان ہوا ہے جو نہایت عمدہ ہے۔لکھا ہے:

''رباء النسیئة (سُود کی معروف شکل) کی حرمت ان مسائل میں سے ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی معروف شریعتوں میں مسلّم رہے ہیں۔ (بائبل اور قرآن وحدیث کے حوالے دیے گئے)...... صحابہ کرامؓ کے متواتر عمل سے ثابت ہے کہ وہ سود کی ہر مقدار کو حرام سمجھتے تھے......(پھر ربٰو اور انٹرسٹ کا فرق واضح کر کے نتیجہ بیان کیا گیا ہے)۔ جو انٹرسٹ بینک اپنے قرض داروں سے لیتا اور امانت داروں کو دیتا ہے وہ ربا میں داخل ہے۔ (پھر غیر سودی بنکاری کا بہت اجمالی خاکہ پیش

[۱] موجز دائرۃ المعارف الاسلامیہ: ۶۳۲/۳، عنوان: اسلام

[۲] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۶۶۷/۴، عنوان: اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا گیا اور معیشت پر حرمتِ سود کے اثرات بیان کیے گئے ہیں)۔''[1]

سود پر تحریر کردہ یہ مضمون اُردو دائرہ کا اپنا مضمون ہے، ترجمہ شدہ نہیں اور اِس میں اپنے دور کی تمام بلند پایہ عربی، اُردو اور انگریزی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ مضمون بھی نہایت مختصر اور جامع ہے۔

مال کے عنوان کے تحت مختلف ممالک کے مالیاتی نظاموں کی تاریخ بیان ہوئی اور آخر میں مرقوم ہے:

''اِس تفصیل سے یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ اسلامی سلطنت (ریاست) نویں صدی ہجری میں بھی دین و دنیا کی یک جائی کے اصول پر چل رہی تھی۔ اور امور معاش و اموال کو اُمور دین و معاد سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاتا تھا...... ''[2]

اُردو دائرہ میں ''شریعت'' کے عنوان کے تحت یہ حقیقت اجاگر کی گئی کہ مسلمانوں نے دورِ محکومی سے پہلے کی تمام صدیوں میں اسلامی شریعت ہی کو عدالتی قانون بنائے رکھا۔

مثال ۳

اُردو دائرہ نے اپنے عنوان ''مبلغ و تبلیغ'' کے تحت اسلام کا مکمل نظام دعوت و تبلیغ بیان کیا ہے جو نہایت جامع اور مؤثر ہے۔ آخر میں اسلام کی نشر و اشاعت اور قوت تسخیر کی چشم کشا تاریخ بیان ہوئی۔ اسلام پھیلانے میں امام غزالی، امام عبدالقادر جیلانی، ابن الجوزی، ہندوستانی بزرگوں اور دیگر ائمہ، سلاطین اور علمائے کرام نے کتنی کٹھن اور صبر آزما خدمات انجام دیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کے دِلوں کی حالت کیسے بدلی، موجودہ دور میں اہم تبلیغی سرگرمیاں کیا ہیں اور وہ کون سے دس وجوہ ہیں جن سے لوگ قبول اسلام پر آمادہ ہوتے ہیں۔ یہ سب باتیں جاننے کے لیے دائرۂ معارف کا مطالعہ ضروری ہے۔

دیگر عنوانات جن کے تاریخی پہلو کو دیکھنا ضروری ہے۔ درج ذیل ہیں:

حجاب، بلدیہ (مسلمانوں کا بلدیاتی نظام)، جریدہ (جدید دور میں مسلمانوں کی صحافت)، حسبہ (مسلمانوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ریاستی روایت)، حرب (مسلمانوں کی روایات جنگ و جدل)، طب، ادویہ، جامعہ (مسلم ممالک میں یونیورسٹیوں کے قیام کی تاریخ)، مسجد (عبادت گاہ سے متعلق مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی روایات اور تعلیمات)، بیمارستان (ہسپتال)، المتعلم و المعلم (مسلمانوں کا نظام تعلیم اور اس کی تاریخ)، اسی طرح جزیہ، حکومت اور تصویر کے عنوانات بھی قابل مطالعہ ہیں۔

---

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۸/۳۵۰، عنوان: مال

[2] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۰/۱۷۰، عنوان: ربٰو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے چند اہم عنوانات کی مثالیں

| | |
|---|---|
| اسلام کا عمومی تعارف | اسلام |
| شخصیات | انبیاء کرام، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، ائمہ کرام سے متعلق عنوان دیکھیں |
| عقیدہ وایمان | اسلام، قرآن، محمد ﷺ، حدیث، تفسیر، توحید، شرک، اہل السنۃ والجماعۃ |
| عبادت واخلاق | نماز، زکوۃ، اخلاق |
| نسوانیات | حجاب، لباس |
| سیاست | جمہوریت، ربٰو، جمعیت (عالم اسلام کی مختلف معاشرتی وسیاسی تحریکیں)، جہاد |
| جدید افکار | دنیویت (سیکولرزم)، مادیت، وجودیت، قومیت |
| اسلامی نظام ہائے زندگی | تعلیم، حسبہ، بلدیہ، جریدہ، جامعہ، مدارس، دار المصنفین وغیرہ |
| تاریخ علوم اسلامیہ | دینی علوم، حکمی علوم، سوانحی علوم، لسانی علوم، ریاضیاتی علوم، طبعی علوم، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، فنون وغیرہ |
| دعوت، تعلیم، تزکیہ | مبلغ، مدارس، مسجد، جمعیت |
| تحریکیں | جمعیت، محمد بن عبدالوہاب، اخوان المسلمون، وہابیۃ |
| مسلمان فرقے | اہل السنۃ، شیعہ، اشعری، ماتریدی، معتزلہ، حنفیہ، شوافع، تصوف، چشتیہ، قادریہ، اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی وغیرہ |
| فلسفہ وجدید افکار | فلسفہ (اسلامی)، ارسطو، |
| تاریخ، عالم اسلام | حکومتیں، مغل بادشاہ، قدیم شہر، اسلامی ممالک، عربی زبان ولوگ |
| پاکستان، برصغیر | مختلف شخصیات، تاریخ، صوبہ جات، شہر، زبانوں پر مقالات |
| غیر مسلم ممالک وشہر | انڈیا، چین، رنگون وغیرہ |
| ادیان ومذاہب | نصاریٰ، ہندو، یہود، رہبانیت، تثلیث، سکھ |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں نئے عنوانات کی مقدار

اُردو دائرہ میں ایسے اضافہ شدہ عنوانات اور تعلیقات کی مقدار ایک تہائی ہے جو انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں موجود نہیں تھے۔ ان میں سے چند اہم عنوانات یہ ہیں۔ قوسین میں صفحات کی تعداد دی گئی ہے۔

اُردو (۳۸)، اسلام (۴۴)، توحید (۲۰)، صلوۃ (۲۵)، علم (۶۰۰)، فن (۴۲۹)، فقہ واصول (۴۷)، قومیت (۳۳)، لاہور (۶۲)، مادیت (۵۰)، حضرت محمد ﷺ (۳۱۳)، محمد علی جناح (۳۱)، پاکستان (۲۱۰)، قرآنِ مجید (۳۳۲) وغیرہ

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ پر ایک اہم تبصرہ سید ابوالحسن ندوی کا ہے۔ موصوف عالمی شہرت یافتہ محقق ہیں جو برصغیر اور عرب دنیا میں یکساں طور پر معروف ہیں، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ جس پیمانہ اور جس بلند ہمتی اور دیدہ ریزی سے یہ کام یہاں انجام پا رہا ہے۔ اس کی نظیر عرب ملکوں میں (جن میں علمی حیثیت سے مصر سب سے آگے ہے) جو اس کام کی تکمیل کے سب سے زیادہ مستحق تھے، نہیں پائی جاتی۔ میں حکومت پاکستان، پنجاب یونیورسٹی اور ادارہ معارف اسلامیہ کو اس پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ کر مسلمانوں کے لیے باعث سرخروئی اور تمام دنیا کے اہل علم اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے تحفہ بے بہا ثابت ہو۔ (۲۷۔ جولائی ۱۹۷۸ء)"[1]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اپنی تدوین کے بعد مسلسل طبع ہو رہا ہے۔ جلد اوّل کی پہلی طبع ۱۹۶۶ء میں ہوئی، اور تیسری طبع ۲۰۱۵ء میں ہوئی۔ جلد ۲۳ کی پہلی طبع ۱۹۸۹ء میں ہوئی اور دوسری طبع ۲۰۱۰ء میں ہوئی۔

اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کو ویب سائٹ پر بھی اَپ لوڈ کیا جا رہا ہے۔

## اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور عربی دائرہ معارف اسلامیہ، ایک مختصر تقابل

اُردو دائرہ اور عربی دائرہ دونوں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا ترجمہ ہیں لیکن دونوں کے معیار و مقدار میں بہت فرق ہے۔

عربی دائرۃ المعارف کی ابتدا ۱۹۳۳ء میں ہوئی اور اُس کی تکمیل تعطل کے دو بڑے مواقع کے بعد ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔ اُردو دائرہ معارف کی ابتداء ۱۹۵۰ء میں ہوئی اور تکمیل و اشاریہ سازی ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔ گویا اُردو دائرہ نے اپنا کام ۴۴ برس میں مکمل کیا اور عربی دائرہ کو تکمیل میں ۶۵ سال لگے۔

[1] اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مختصر تعارف) شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، نومبر ۱۹۹۵ء، ص: ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عربی دائرہ کسی جامعہ اور یونیورسٹی کے زیر اہتمام مدوّن نہیں ہوا جبکہ اُردو دائرے کو یہ فضیلت بھی حاصل رہی کہ اُردو دائرہ کو حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی کی مالی اور انتظامی سرپرستی حاصل رہی۔

اُردو دائرہ اور عربی دائرہ کے معیار میں بھی بہت فرق ہے۔

اُردو دائرہ نے اہم عنوانات پر نئے سرے سے مضامین لکھوائے جیسے محمد ﷺ، قرآن، علم، اسلام وغیرہ بعض عنوانات پر انگریزی مقالات کے ترجمے کے بعد اپنا قیمتی اضافہ تعلیق کے ضمنی عنوان سے شامل کیا جیسے حدیث وغیرہ۔ یہ نئے مقالات اور اضافہ جات اپنے معیار اور مقدار دونوں میں بہت بہتر ہیں۔

عربی دائرہ نے بالعموم نئے مقالات نہیں لکھوائے۔ بعض انگریزی مقالات کے ترجموں پر تعلیق کے عنوان سے اضافے ضرور کیے لیکن اُن کی تعداد غیر معمولی نہیں۔ عربی دائرہ کی تمام جلدوں کے کل صفحات ۱۰۵۱۸ ہیں جبکہ اُردو دائرہ کے کل صفحات لگ بھگ ۲۰،۰۰۰ ہیں۔

اُردو دائرہ نے علم وفن کے تحت تمام اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مدوّن کی جن کی تعداد بالترتیب ۶۵ اور ۱۸ ہے۔ یہ بڑا ضخیم اور وقیع کام ہے جو عربی دائرہ میں مفقود ہے۔ اُردو دائرہ میں تصاویر، جداول اور نقشہ جات بڑے اہتمام سے شائع کیے گئے ہیں۔ عربی دائرہ میں اِس کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

عربی دائرہ میں عرب کے مقامی اُمور پر نئے مقالات شامل نہیں کیے گئے جبکہ اُردو دائرہ میں ایسے کئی نئے مقالات شامل کیے گئے جو برصغیر اور پاکستان کی تاریخ وتہذیب سے متعلق تھے۔ جیسے پاکستان کی علاقائی زبانوں سندھی، بلوچی، پنجابی، بنگلہ اور پشتو وغیرہ کا تعارف، برصغیر اور پاکستان کے ادیبوں، سیاست دانوں، علماء اور شہروں وغیرہ کا تعارف۔

تعلیقات، ترامیم، اضافہ جات اور نئے مقالات کے معیار کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُردو دائرہ کا فکری، دینی اور علمی معیار عربی دائرہ کی نسبت سے بہت بلند ہے۔

## خلاصۂ بحث

مجموعی طور پر اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ ایک ٹھوس علمی کام ہے جو اپنے قارئین کو بنیادی اور وقیع معلومات سے فیض یاب کرتا ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ اکیڈمک طرز کی تحقیق وتدوین ہے جو ایک طرف عوام کے لیے دلچسپ ہے لیکن دوسری طرف ہر فن کے ماہر کو اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ اِسی لیے دائرہ معارف سے طلباء، وکلاء، صحافی، شرعی علماء، مورخین، فنکار، ادباء، معلمین اور محققین وغیرہ سبھی استفادہ کرتے ہیں۔ فی الجملہ دائرہ معارف قوم کے ذہین ترین طبقے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طویل عرصے تک اپنا علمی اثر منتقل کرتا رہے گا جس کی تین وجوہ ہیں:

۱۔ یہ انگریزی انسائیکلوپیڈیا کا تسلسل ہے جو یورپی مستشرقین کی دانش، تحقیق اور نقطہ نظر پر مبنی کام تھا۔ اس میں زیادہ مواد علمی وتحقیقی معیار سے قابل قدر تھا، بعض مذہبی مقالات جمہور اہل اسلام کے نقطہ نظر سے اصلاح طلب یا تکمیل طلب تھے۔ انگریزی انسائیکلوپیڈیا میں بنیادی مواد، مبادیات، عناوین اور مباحث کی ترتیب بھی مستقل نوعیت کی پائیدار تھی۔ جس پر بڑا وقیع اضافہ اور بہتری اراکین اُردو دائرہ کے ذریعے لائی گئی۔ انگریزی انسائیکلوپیڈیا کی تدوین اور اس کی بنیاد پر ہونے والا اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا کام لگ بھگ ایک صدی پر محیط تین چار نسلوں کا کام ہے۔

۲۔ یہ قرونِ اولیٰ کے ان بنیادی مصادر اور حوالہ جات سے مزین ہے جن کی اہمیت تاریخی لحاظ سے کبھی کم نہیں ہوتی۔

۳۔ یہ برصغیر کے پچھلے کئی صد سالہ عربی ورثے اور بالخصوص آخری سو سالہ دینی، علمی اور تحقیقی اُردو لٹریچر کا جامع ہے۔

ان دلائل وشواہد کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ برصغیر اور اردو دان طبقے کا سب سے زیادہ ہمہ گیر، مؤثر، ضخیم اور بلند پایہ محققانہ اسلامی منصوبہ ہے جس کی فی زمانہ نظیر ملنا مشکل ہے۔

اُردو دائرہ کے مزید تعارف کے لیے دیکھیں:

۱۔ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ایک تعارف۔ شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (طبع ۲۰۰۹ء)

۲۔ مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقدمہ۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (طبع ۲۰۰۳ء)

۳۔ حرف آخر، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۴ (اشاریہ)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (طبع ۱۹۹۳ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

(حصہ دوم)

# اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے تین ارکان

## (پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر عبدالقیوم)

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ساتھ منسلک تمام افراد نہایت قابل اور باہمت لوگ تھے۔ اُن میں پنجاب یونیورسٹی کے مختلف وائس چانسلر، حکومت پاکستان و پنجاب کے نمائندے بھی شامل ہیں اور مجلس ادارہ و عاملہ کے ارکان بھی۔ پھر اِن میں سب سے اہم شعبۂ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے رئیس ہیں جنھوں نے اُردو دائرہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جیسے مولوی ڈاکٹر محمد شفیع اور ڈاکٹر سید عبداللہ۔ ادارہ تحریر میں سب سے اہم سینئر مدیر سید امجد الطاف اور پروفیسر عبد القیوم تھے۔ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ پاکستانی قوم اور بین الاقوامی اُردو زبان کا نمائندہ ہے، اور اِس میں تمام اہم مکاتب فکر کو بھی نمائندگی دی گئی ہے۔ ملک کے چاروں صوبوں اور دیگر ممالک کے ماہرین سے اردو میں مضامین لکھوائے گئے۔ یہ دائرہ پوری قوم کی امنگوں کا ترجمان ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تمام افراد اہم ہیں لیکن ہم اختصار کی غرض سے صرف تین افراد کا ذکر کریں گے، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم۔

اِن تین ارکان کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ اورینٹل کالج لاہور کی تدریس سے ایک طویل عرصہ منسلک رہ چکے تھے جو پنجاب یونیورسٹی کا ایک نہایت قابل قدر تدریسی حصہ ہے۔ پھر وہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ سے منسلک ہوئے۔ مولوی محمد شفیع کی حیثیت استاد الاساتذہ کی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم جیسے سرکردہ افراد مولوی محمد شفیع کے تلامذہ تھے۔ سید امجد الطاف بھی ڈاکٹر سید عبداللہ کے شاگرد تھے۔ اُردو دائرہ کے مدیر شیخ نذیر حسین اور خان محمد چاولہ پروفیسر عبدالقیوم کے فیض یافتہ طالب علم تھے۔

چونکہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لکھاریوں کا عربی مصادر سے استفادہ ضروری تھا، اس لیے اردو دائرہ کے مقالہ نگاروں میں اورینٹل کالج کے اساتذہ بالخصوص مولوی محمد شفیع اور پروفیسر عبدالقیوم کے شاگردوں اور فیض یافتگان کا بڑا حصہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سب سے پہلے تین ارکان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

## ۱۔ پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع

استاذ الاساتذہ مولوی ڈاکٹر محمد شفیع قصور کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انگریزی اور عربی میں ایم۔اے کیا۔ ۱۸۔۱۹۱۵ء تک کیمبرج (انگلستان) میں اعلیٰ تحقیق کی تربیت لی۔ ۲۱ سال تک اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں عربی کی تدریس کی۔ چھ سال اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے۔ ۶۳۔۱۹۵۰ء تک تیرہ سال، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے رئیس رہے۔ عربی وفارسی موضوعات پر سند کا درجہ رکھتے تھے۔ لائیڈن کے انگریزی انسائیکلوپیڈیا کی مشاورتوں میں بطور ایسوسی ایٹ ممبر شریک رہے۔ عربی اور فارسی کی متعدد کتب کی ایڈیٹنگ کی۔ اوریجنل تحقیق پر مبنی اُن کے مقالات کی تعداد خاصی طویل ہے۔ وہ اورینٹل کالج میگزین جیسے علمی رسالے کے بانی تھے اور مدت تک اس کے مدیر رہے۔ اُن کی دل چسپی کا خاص موضوع برصغیر، پنجاب اور لاہور کی تاریخ تھی۔[۱]

مولوی محمد شفیع (م ۱۹۶۳ء) پنجاب کی وہ ہستی ہیں جن کی مثال بیسویں صدی میں نادر ونایاب ہے۔ وہ لاہور سے عربی اور انگریزی میں ایم۔اے کی اعلیٰ اسناد حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔ میکلوڈ سکالر شپ کے تحت چار سال یورپی اساتذہ کے زیرِ نگرانی تحقیقی کام کرتے رہے، بعد ازاں یہی ذوقِ تحقیق زندگی بھر کے لیے اُن کی شخصیت کا حصہ بن گیا۔

کیمبرج سے واپس آتے ہی مولوی محمد شفیع اورینٹل کالج کے شعبہ عربی کے سربراہ مقرر ہوئے اور ملازمت کے آخر تک اسی عہدے پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۶ء تک انھیں کالج کا پہلا مسلمان پرنسپل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

مولوی محمد شفیع نے اپنی زندگی میں جو علمی کارنامے انجام دیے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مولوی صاحب نے ۱۹۲۵ء سے سہ ماہی مجلہ اورینٹل کالج میگزین شائع کرنا شروع کیا جو اُن کی سبکدوشی تک اُنھی کی زیرِ ادارت جاری رہا۔ یہ مجلہ اپنی تحقیق وعلمیت کے اعتبار سے رجحان ساز تاریخی اہمیت کا حامل بنا، اس کا معیار برصغیر کے کسی اعلیٰ ثقہ مجلے سے کم نہ تھا۔

۲۔ مولوی صاحب نے فارسی زبان کے بعض اہم متون پہلی دفعہ ایڈیٹ کر کے طبع کرائے۔

۳۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے قبل پنجاب یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ کے سترہ ارکان میں وہ واحد مسلمان سکالر تھے، جو مسلمان طلباء کے مفادات کے تحفظ کے لیے کوشاں رہے، مرحوم نے علوم شرقیہ کی ترویج وترقی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

---

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/ ۴۳۷، مادہ: محمد شفیع لاہوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۔ انھوں نے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی عربی اور فارسی نصابی کتب معین کیں اور طلباء کو مطالعہ کی نئی راہوں سے روشناس کرایا۔

۵۔ مولوی عالم اور منشی فاضل کے کورسوں میں حدیث، فلسفہ، عمومی تاریخ اور تاریخ ادب کے اہم مضامین متعارف کرائے۔

۶۔ انھوں نے دور ونزدیک کے متعدد علمی سفر کر کے نایاب قلمی نوادر حاصل کیے اور انھیں یونیورسٹی کے علمی اثاثے کا حصہ بنایا جس کے نتیجے میں پنجاب یونیورسٹی کا کتب خانہ برصغیر کے چند عظیم کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

۷۔ انھوں نے اپنا شخصی اثر ورسوخ اور ذاتی تعلقات بروئے کار لا کر کئی قیمتی نجی لائبریریوں کو یونیورسٹی لائبریری کا حصہ بنایا۔

۸۔ اُن کو ۷۰ سال کی عمر کے بعد اُن کی جلیل القدر علمی خدمات کے اعتراف میں احباب، تلامذہ اور معاصرین کی طرف سے یادگاری کتاب ''اَرمُغان علمی'' پیش کی گئی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کاوش تھی۔

۹۔ جب پنجاب یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ نے اردو انسائیکلو پیڈیا کی اشاعت کی تجویز منظور کی تو اس کی سربراہی کے لیے وہی موزوں شخص قرار پائے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں اسی شعبے میں ان کا بطور چیئرمین تقرر ہوا اور وہ اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔

مولوی محمد شفیع پی ایچ ڈی نہیں تھے لیکن پنجاب یونیورسٹی نے انھیں ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ مولوی محمد شفیع جب وظیفے پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان گئے تھے، تو ان دنوں پی ایچ ڈی کی ڈگری کا رواج نہیں تھا۔ یہ ڈگری بعد میں وجود پذیر ہوئی۔ تاہم مولوی محمد شفیع کی انگریزی دانی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ قرآن پاک کے مشہور انگریزی مترجم علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب اپنے ترجمۂ قرآن کے دوران مولوی شفیع سے استفادہ کرتے رہے جیسا کہ انھوں نے خود اپنے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔

وہ کئی بین الاقوامی علمی کانفرنسوں میں شریک ہوئے۔ انھیں حکومت پاکستان اور شاہ ایران کی طرف سے مختلف اعزاز دیے گئے۔ علامہ اقبال سے ان کی ملاقاتوں، مراسلت اور مشاورت کا سلسلہ کبھی نہ ٹوٹا۔ ان کے قابل ذکر شاگردوں میں ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر عبدالقیوم، فیض احمد فیض، ڈاکٹر وحید مرزا، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب کی تحقیقات اور اعلیٰ علمی وادبی خدمات مسلمانوں کی علمی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہے۔

مولوی محمد شفیع کو تاریخی اور ادبی تحقیق کے دبستان لاہور کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔[1]

ہمارے موضوع سے متعلق اہم بات یہ ہے کہ مولوی شفیع صاحب اپنے شاگرد ڈاکٹر سید عبداللہ کے ساتھ

[1] استاد الاساتذہ (مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی وتحقیقی خدمات)، محمد اکرام چغتائی (مرتب)، ص: ۶۔۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مل کر حکومت پاکستان سے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا پروجیکٹ منظور کرانے والے تھے۔ وہ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے پہلے مدیر اعلیٰ تھے۔ اُن کی زندگی میں اردو دائرۂ معارف کی تین جلدیں چھپ کر منظر عام پر آئیں اور انگریزی دائرہ کے بیش تر حصے کا ترجمہ مکمل ہوا، جس کی ایڈیٹنگ و طباعت اگلے اُنتیس برس تک جاری رہی۔ اُن کے قائم کردہ نقوش پر اُردو دائرے کی تدوین مکمل ہوئی۔

## ۲۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

ڈاکٹر صاحب مانسہرہ (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی میں ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۱ء تک فارسی کے ریسرچ سکالر رہے اور ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے ساٹھ برس تک پنجاب یونیورسٹی میں مختلف اہم تدریسی اور انتظامی مناصب پر خدمات انجام دیں۔ وہ ۱۹۶۶ء سے اپنی وفات تک اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ انھوں نے اِس منصوبے کو نہایت خوش اسلوبی سے تکمیل کے قریب پہنچایا۔ عربی، فارسی اور اُردو کے جید عالم ہونے کے علاوہ اسلامی علوم، جدید معاشی، عمرانی اور فلسفیانہ نظریات پر اُن کی گہری نظر تھی۔ تیس مطبوعہ کتب اُن کی غیر معمولی تحقیقی، فکری اور علمی قابلیت کی دلیل ہیں۔ اُن کے سیکڑوں اُردو اور انگریزی مضامین مختلف جرائد و رسائل میں منتشر ہیں۔[۱]

انھوں نے اورینٹل کالج میں (۱۹۳۸۔۵۳ء) پندرہ سال تک اردو و فارسی کی اعلیٰ کلاسوں کو پڑھایا۔ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۵ء تک وہ گیارہ سال اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ایک عمدہ منتظم، متحرک راہنما، بالغ نظر محقق اور شفیق استاد تھے۔

اُن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ علوم شرقیہ، اردو زبان اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تحفظ، بقا اور استحکام میں گزرا۔ آزادی کے بعد اورینٹل کالج کے مشرقی اَلسنہ کے شعبے بے یارومددگار ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اورینٹل کالج میں علمی اجتماعات کا سلسلہ قائم کیا اور صحافتی، علمی اور انتظامی حلقوں میں اورینٹل کالج کو ایک طاقتور اور عظیم علمی گہوارے کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ یونیورسٹی کے ایک وائس چانسلر اورینٹل کالج کی حیثیت اور تشخص کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ سید عبداللہ نے خم ٹھونک کر ان کا مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔[۲]

ڈاکٹر سید عبداللہ کی متحرک زندگی کا دوسرا بڑا کارنامہ تحریک اُردو کی پرجوش حمایت تھی۔ انھوں نے اردو کی ترقی و ترویج کے لیے متواتر مقالات لکھے، اور احباب سے بھی لکھوائے، اُردو کانفرنسوں کا باقاعدہ انعقاد کیا۔ اردو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے قراردادیں پاس کراتے رہے۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں سرکاری سطح پر

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۲۱/آخری صفحات، چراغ علم گل ہوا

۲۔ اورینٹل کالج میگزین، ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر، جلد ۶۱، شمارہ ۱، ۲، ۳، ۴۔ ۱۹۸۶۔۸۷ء۔ ص: ۶۸، ۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اردو کی ترقی و ترویج کا ایک اہم ادارہ ''مقتدرہ قومی زبان'' قائم ہوا۔[۱]

ڈاکٹر سید عبداللہ کی متحرک زندگی کا تیسرا بڑا کارنامہ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا تحفظ، بقا اور تعمیر و ترقی کا کام تھا۔ اُن کی اعلیٰ تنظیمی و تحریکی صلاحیتوں کی بدولت اردو دائرہ کا پروجیکٹ نہ صرف زوال پذیر ہونے اور بند ہونے سے بچ گیا بلکہ عالم اسلام میں علم کا ایک ممتاز مینارۂ نور بن گیا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ پنجاب یونیورسٹی کے سینیٹ کے رکن رہے۔ وہ پروفیسر ایمریطس اور مقتدرہ، اکادمی اُدبیات اور مرکزی اردو بورڈ جیسے اہم اداروں کے رکن بھی تھے۔ انھوں نے اپنے استاد گرامی مولوی محمد شفیع کو ''ارمغان علمی'' پیش کر کے ایک اعلیٰ علمی روایت کو مضبوط کیا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ محض ایک منتظم نہ تھے بلکہ بلند پایہ محقق بھی تھے۔ اُن کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ'' مقالہ کی تدوین ہے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کی قلمی کتب کی فہارس بھی مرتب کیں۔ ان کے بے شمار اردو اور انگریزی مقالات اخبار و رسائل میں چھپتے رہے۔ تاہم ان کے سب سے قیمتی مضامین وہ ہیں جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں چھپے، خصوصاً اردو دائرۂ معارف کی تاریخ علومِ اسلامیہ کی جلد اُن کے کمال علم و فضل کی مرہونِ منت ہے۔ انھوں نے اپنے پیچھے ہزاروں قابل شاگرد بھی چھوڑے۔

ہمارے لیے اُردو دائرہ معارف کے حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ مولوی محمد شفیع کے بعد ڈاکٹر سید عبداللہ ہی کی انتظامی اور علمی خدمات تھیں جن کی بدولت اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اپنے شان دار اختتام کو پہنچا۔ بیس سال کی قلیل مدت میں اُردو دائرہ کی زیادہ تر جلدیں بڑی تیزی سے اُنھی کی زندگی میں مکمل ہوئیں۔ دیگر عالمی انسائیکلوپیڈیاؤں کے مقابلے میں یہ رفتار اور معیار حیران کن ہے۔ یہ سب کچھ انتہائی مخلص رفقاء کی محنت، قابلیت اور فنی مہارتوں کے مرہون منت ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور پروفیسر کے تعلقات مثالی تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی انتہائی قدر کرتے اور محبت و شفقت کا برملا اظہار کرتے تھے۔ علم اور تحقیق میں ایک دوسرے کے مداح تھے۔ ڈاکٹر صاحب تمام علمی امور میں پروفیسر صاحب کی رائے کا ہمیشہ احترام کرتے اور علمی کاموں میں پروفیسر صاحب کی آرا لے کر چلتے تھے۔ وہ پروفیسر عبدالقیوم کو چلتا پھرتا کتب خانہ کہہ کر ان کی علمیت کا بھرپور اعتراف کرتے تھے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۹۶۶ء میں اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے رئیس ادارہ مقرر ہوئے اور ان کی وفات ۱۹۸۶ء میں ہوئی۔ اس دوران اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی درج ذیل جلدیں مکمل ہو کر طبع ہوئیں:

جلد ۳، ۴، ۵۔ پھر جلد ۷ تا جلد ۲۱۔ (یہ کل ۱۸ جلدیں ہیں۔ جلد ۱۴ اور ۱۶ کے دو دو ضخیم الگ حصے ہیں)

---

۱۔ اورینٹل کالج میگزین، ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر، جلد ۶۱، شمارہ ۱، ۲، ۳، ۴۔ ۱۹۸۷ء۔ ص: ۲۵، ۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جلد ۶ رئیس ادارہ مولوی محمد شفیع کے دور میں مکمل ہوئی اور شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی طرف سے وہی سب سے پہلے شائع ہوئی۔ اس کے بعد جلد نمبر ۱ بھی مولوی شفیع صاحب کے دور میں مکمل ہوئی۔ پہلی جلد طبع ہوئی تو اس میں مولوی صاحب کی وفات کی خبر بھی شائع ہوئی۔ مولوی محمد شفیع کا اردو دائرہ سے منسلک ہونے کا دورانیہ یکم دسمبر ۱۹۵۰ء تا ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء کا ہے۔

جلد ۲ رئیس ادارہ ڈاکٹر محمد وحید مرزا کے دور میں مکمل ہو کر شائع ہوئی۔ یہ دورانیہ ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء تا ۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء کا ہے۔ اپریل ۱۹۶۶ء کے بعد کئی مہینے رئیس ادارہ کا منصب کسی علمی ہستی کا منتظر رہا۔ آخر چھ ماہ بعد ۱۴ نومبر ۱۹۶۶ء کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے رئیس ادارہ کا منصب سنبھالا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے ۱۵ جنوری ۱۹۶۸ء کو وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان کے پرزور تعاون سے پروفیسر عبدالقیوم کو مدیر معاون کی حیثیت سے شعبہ اردو دائرہ میں مقرر کیا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کی وفات کے بعد سید محمد امجد الطاف رئیس ادارہ مقرر ہوئے اور ان کے دور میں جلد ۲۲، ۲۳ مکمل ہوئی۔ جلد ۲۳ حرف تہجی یاء کے عنوانات پر مشتمل تھی۔ اس جلد کی تکمیل و طبع ۱۹۸۹ء میں ہوئی اور پروفیسر عبدالقیوم کی وفات بھی ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔ اس طرح اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے عنوانات مکمل ہوئے تو پروفیسر عبدالقیوم بھی وفات پا گئے۔

جلد ۲۴ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا اشاریہ ہے۔ یہ رئیس ادارہ سید محمد امجد الطاف کے دور میں مکمل ہوا اور ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ حرف آخر سید محمد امجد الطاف نے تحریر کیا۔ ۱۹۹۵ء میں سید محمد امجد الطاف بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

### ۳۔ پروفیسر عبدالقیوم

پروفیسر عبدالقیوم ۱۹۰۹ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ اورینٹل کالج سے ایم۔ اے عربی میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ وہ جلد ہی اپنے استاذ مولوی شفیع کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اُنھوں نے میکلوڈ سکالرشپ کے تحت ''لسان العرب'' جیسی عظیم کتاب کا اشاریہ مرتب کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور یونیورسٹی اورینٹل کالج میں عربی کی اعلیٰ کلاسوں کو تعلیم دیتے رہے۔ اُن کی نگرانی میں بیسیوں طلبہ نے عربی اور اسلامیات میں بلند پایہ مقالات لکھے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۶۸ء، یعنی ۲۹ سال تک انھوں نے عربی لغت و ادب کی تدریس کی۔ انھوں نے اکیس سال تک اورینٹل کالج میں اعزازی طور پر عربی کی تدریس کی۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۹ء تک اکیس سال وہ اُردو دائرہ کے سینئر ایڈیٹر کے منصب پر فائز رہے۔ یہ عہدہ جلیلہ آپ کو بر بنائے استحقاق علمی دیا گیا۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



’’شعبۂ ہٰذا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) میں ۱۹۶۸ء ہی میں سینئر مدیران کی دو آسامیاں تخلیق کی گئیں، جن میں سے ایک پر بربنائے سنیارٹی تقرری ہونا تھی، جبکہ دوسری آسامی پر بربنائے استحقاق علمی موزوں امیدوار تعینات کیا جانا تھا۔ اوّل الذکر آسامی پر پروفیسر امجد الطاف صاحب (موجودہ صدر شعبہ) اور دوسری پر ۱۹۶۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی تقرری عمل میں آئی۔ پروفیسر صاحب اپنی وفات ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء تک اپنی اسی آسامی پر کام کرتے رہے۔‘‘[۱]

اکیس سال کے عرصے میں اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی کاوشوں سے ۲۳ جلدیں مکمل ہوئیں۔ وہ پنجاب یونیورسٹی سینیٹ کے ممبر اور کئی یونیورسٹیوں کے عربی وعلوم اسلامیہ کے سبجیکٹ ایڈوائزر بھی رہے۔ عربی ادبیات، حدیث، سیرت، دینیات اور قرآن اُن کے اختصاصی موضوعات تھے۔ اُردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں اُن کے سیکڑوں مضامین مختلف رسائل وجرائد میں چھپے۔ بعد ازاں مستقل تصنیف ’’مقالات عبدالقیومؒ‘‘ کی شکل میں مرتب اور متداول بھی ہوئے۔

پروفیسر صاحب کے رفیق کار شیخ نذیر حسین لکھتے ہیں:

’’پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کی رہنمائی اور اپنے ساتھی رفقاء کی معاونت سے یورپی فضلاء کے مقالات کے تراجم پر نظر ثانی کی، ان کی غلطیوں کی تصحیح کی اور ادھورے اور نامکمل مقالات کو بنیادی ماخذوں اور جدید تصانیف کی روشنی میں مکمل کیا، اسلامی ہند کے ممتاز علماء، فضلاء اور صلحاء پر نئے مضامین لکھوائے گئے۔‘‘[۲]

اُردو دائرہ معارف میں پروفیسر عبدالقیومؒ کا تقرر ۱۹۶۸ء میں ہوا اور صرف ایک سال کے بعد ۱۹۶۹ء میں وہ اردو دائرہ معارف کے سینئر ایڈیٹر بنا دیے گئے۔ اُن سے پہلے یا بعد اِس قدر تیز رفتار ترقی اردو دائرہ معارف کے کسی بھی رکن کو نصیب نہیں ہوئی۔ شعبہ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں فقط پروفیسر صاحب اور سید امجد الطاف صاحب ہی سینئر ایڈیٹر تھے۔ یہ دونوں ۲۱ سال تک ایک دوسرے کے شانہ بشانہ نہایت بیش قیمت علمی وتحقیقی کام کرتے رہے۔

عربی اور اسلامی علوم پروفیسر صاحب کے تخصص کا میدان تھا۔ اُردو دائرہ کی وقعت اور قدر ومنزلت کے لیے جہاں اسلامی علوم کی مہارت ضروری تھی، وہاں تاریخ، فلسفہ، ادب، فن اور معقولات کی مہارت بھی نہایت ضروری تھی۔ پروفیسر صاحب کے علاوہ دیگر افراد اپنے اپنے موضوع کے ماہر تھے جن کی فنی مہارتوں نے دائرۂ معارف کو مکمل کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔[۳]

---

[۱] اورینٹل کالج میگزین (پروفیسر عبدالقیوم نمبر)، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۰ء، ص: ۴۴

[۲] حوالہ مذکور، ص: ۳۰

[۳] دیگر افراد کے تعارف کے لیے دیکھیے: تاریخ جامعہ پنجاب، حصہ دوم، ڈاکٹر زاہد منیر، ص: ۳۰-۴۲۹

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com



اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں جمہور اہل اسلام کی نمائندگی ادارے کی ایک مستقل پالیسی تھی۔ مستشرقین کی خطاؤں کی نشاندہی اور جمہور اہل اسلام کی نمائندگی وہ خصوصیت ہے جو ترکی اور عربی انسائیکلو پیڈیا میں بھی اتنی واضح نظر نہیں آتی جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں نظر آتی ہے۔

پروفیسر صاحب کے چند اہم علمی کام درج ذیل ہیں:

الف۔ پروفیسر صاحب نے لسان العرب کا اشاریہ مرتب کیا، جس کی وجہ سے ان کی لغت دانی اور عربی مہارت تمام رفقاء سے زیادہ تھی۔ عربی کے خاص عقدے حل کرانے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا۔ مولوی محمد شفیع بھی انھیں عربی لغت میں اتھارٹی تسلیم کرتے۔ پروفیسر صاحب لسان العرب کے اشاریہ کی بدولت بین الاقوامی سطح پر مشہور ہوئے۔ اُن کی انگریزی، فارسی اور اُردو زبانوں کی مہارت بھی قابل قدر تھی۔ اُس دور میں بلکہ آج بھی بیک وقت اِن زبانوں کے ماہر عالم خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مدیر شیخ نذیر حسین لکھتے ہیں:

''پروفیسر عبدالقیوم عربی زبان و ادب کے صاحب بصیرت عالم تھے۔ انھیں عربی ادبیات کی تاریخ پر بڑا عبور تھا۔ عربی لغت کے ماہر تھے۔ عربی کے جدید ادب سے بھی گہری واقفیت رکھتے تھے اور جرمن زبان سے بھی شناسا تھے۔''[۱]

محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

''پروفیسر عبدالقیوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ عربی، انگریزی اور اردو پر یکساں عبور رکھتے اور بے تکلفی سے ان زبانوں میں اظہار خیال کرتے تھے۔ جس روانی سے ان میں لکھتے تھے، اسی روانی سے بولتے تھے۔ علاوہ ازیں جرمن، فرنچ اور فارسی زبانیں بھی جانتے تھے اور تحریر و نگارش کے مواقع پر ان سے کام لیتے اور ان کے علمی مقالات کے ترجمے آسانی سے کرتے تھے۔''[۲]

ب۔ قدیم دور میں ہر لغت کی تدوین کا مقصد قرآن و حدیث کی خدمت تھی۔ لسان کے توسط سے پروفیسر صاحب کو اسلامی علوم پر گہری نظر حاصل ہوئی۔ عربی زبان کی وساطت سے قرآن، حدیث، سیرتِ طیبہ، تاریخ اسلام، رجال، انساب، طبقات اور تاریخ علوم وغیرہ کو سمجھنے کی خوب اہلیت رکھتے تھے۔

ج۔ مستشرقین کی علمی خطاؤں کو بھانپنے اور جمہور اہل اسلام کی صحیح ترجمانی میں پروفیسر صاحب دسترس رکھتے تھے۔ برصغیر کے کئی اہل علم نے اسلام کی معذرت خواہانہ تشریح پیش کی۔ اس موقع پر پروفیسر صاحب نے عقلی اور علمی دلائل کے ساتھ جمہور اہل اسلام کے نقطہ نظر کی عکاسی کی۔

۱۔ اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۳
۲۔ اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۱۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



د۔ پروفیسر صاحب کی زندگی اسلامی علوم کے اردگرد صرف ہوئی۔ پروفیسر صاحب مولوی شفیع مرحوم کے زیر سایہ پہلے دن سے اُردو دائرہ کے علمی کام میں معاونت کرتے رہے۔ اولڈ کیمپس پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے باہر لان میں مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ کر وہ انگریزی مضامین کا ترجمہ کرتے، اُردو مضامین کی اصلاح کرتے اور نئے مضامین لکھتے۔ وہ باقی کام گھر لا کر کرتے اور اگلے دن مولوی صاحب کو دکھاتے جس پر مولوی صاحب انتہائی مسرت کا اظہار کرتے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ساتھ اتنا طویل علمی تعلق ڈاکٹر سید عبداللہ اور دیگر رفقاء کو حاصل نہ ہو سکا۔

ر۔ مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر سید عبداللہ کے ذمے شعبے کی انتظامی مصروفیات بھی تھیں جبکہ پروفیسر صاحب صرف اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تصحیح اور تدوین کے لیے مختص تھے۔ اُردو دائرہ کی صحیح اور بہتر ترتیب و تدوین میں بہت بڑا کردار پروفیسر عبدالقیوم کا ہے۔ پروفیسر صاحب کی علمی و تحقیقی پختگی کی وجہ سے مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر سید عبداللہ کو اُن پر بڑا اعتماد تھا۔ اس زمانے میں ان اصحاب کا طوطی بولتا تھا۔ مولوی محمد شفیع نے پروفیسر صاحب کو ''مولوی عبدالقیوم'' کا لقب دے رکھا تھا جو اُس وقت نہایت قابل اور ثقہ عالم پر بولا جاتا تھا۔ تاریخ اورینٹل کالج میں پروفیسر صاحب کا تعارف مولوی عبدالقیوم کے نام سے کرایا گیا ہے۔

س۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی دو جلدیں (جلد۶ پھر جلد۱) مولوی شفیع مرحوم کے دور میں مدوّن ہوئیں۔ پھر ان کی وفات کے بعد ایک جلد (جلد۲) ڈاکٹر وحید مرزا کے دور میں مدوّن ہوئی۔ باقی کی ۱۸ جلدیں ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم کے دور میں مدوّن ہوئیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۹۸۶ء میں فوت ہوئے جبکہ پروفیسر عبدالقیوم ۱۹۸۹ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی وفات کے بعد جلد ۲۲ اور جلد ۲۳ پروفیسر عبدالقیومؒ کی زندگی میں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ ۲۳ جلدوں کی شکل میں اُردو دائرہ کی تکمیل ہوئی تو پروفیسر صاحب بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔[1] ان کی وفات کے بعد اشاریہ (جلد۲۴) شائع ہوا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پروفیسر صاحب کو اردو دائرہ کی اصلاح، تدوین اور صحیح اسلامی رنگ دینے کا جو موقع نصیب ہوا، وہ کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔

یہ بات بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہے کہ ۲۳ جلدوں پر مشتمل اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کی ایک جلد میں تلخیص کا منصوبہ ڈاکٹر سید عبداللہ کے دور میں منظور ہوا۔ اس مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے عنوانات کی فہرست ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیومؒ نے مل کر بنائی، تاہم اس کی تدوین و اشاعت ان بزرگوں کی وفات کے بعد عمل میں آئی۔[2]

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد۲۳، ادارۂ تحریر۔ اس صفحے کا عکس اگلے صفحے پر ملاحظہ کریں۔

[2] مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ابتدائیہ، ص: د،ہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

## ادارۂ تحریر


| | |
|---|---|
| پروفیسر سید محمد امجد الطاف ، ایم اے (پنجاب) ... ... ... ... | رئیس ادارہ |
| پروفیسر عبدالقیوم ، ایم اے (پنجاب) ... ... ... ... ... ... | سینئر ایڈیٹر ⊗ |
| پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی ، ایم اے (پنجاب) ... ... ... ... | ایڈیٹر |
| شیخ وزیر حسین ، ایم اے (پنجاب) ... ... ... ... ... ... | ایڈیٹر |
| ڈاکٹر عبدالغنی ، ایم اے ، پی ایچ ڈی (پنجاب) ... ... ... ... ... | ایڈیٹر ⊗⊗ |
| حافظ محمود الحسن عارف ، ایم اے (پنجاب) ... ... ... ... ... | ایڈیٹر |

⊗ وفات : ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء

⊗⊗ وفات : ۲۱ فروری ۱۹۸۹ء

## مجلس انتظامیہ

۱- پروفیسر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی ، ایم اے (پنجاب) ، ڈی فل (آکسن) وائس چانسلر دانش گاہ پنجاب (صدر مجلس)

۲- ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک ، ایم اے (پنجاب) پی ایچ ڈی (کیمبرج) ، پرو وائس چانسلر دانش گاہ پنجاب

۳- پروفیسر شیخ امتیاز علی، ایم اے، ایل ایل بی(علیگ) ایل ایل ایم (پنجاب) ، ایل ایل ایم(سٹنفرڈ)، سابق چیئرمین، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن و وائس چانسلر، قائد اعظم یونیورسٹی ، اسلام آباد

۴- جسٹس (ریٹائرڈ) سردار محمد اقبال ، سابق محتسب وفاق ، حکومت پاکستان ، اسلام آباد

۵- سید بابر علی شاہ ، ۔ء-ایف سی سی - گلبرگ ، لاہور

۶- معتمد مالیات ، حکومت پنجاب ، لاہور (یا نمائندہ)

۷- معتمد تعلیم ، حکومت پنجاب ، لاہور (یا نمائندہ)

۸- ڈین کلیۂ علوم اسلامیہ و ادبیات شرقیہ ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

۹- ڈین کلیۂ سائنس ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

۱۰- ڈین کلیۂ قانون ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

۱۱- رجسٹرار ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

۱۲- خازن ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

۱۳- پروفیسر سید محمد امجد الطاف ، صدر شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (معتمد)


---


طبع اول ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء طبع دوم ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

ناشر : پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال ، رجسٹرار ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور

طابع : ہارون سعد ، ناظم مطبع

مطبع : عالمین پبلیکیشنز پریس ، ۲۲/۱۰ ریٹیگن روڈ ، ہجویری پارک ، لاہور


اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد ۲۳، "ادارۂ تحریر" پر مشتمل صفحے کا عکس

یہ جلد حرف تہجی "یاء" کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی تکمیل و طبع کے ساتھ ہی پروفیسر عبدالقیوم وفات پا گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تینوں ارکان برصغیر پاک و ہند کے صف اوّل کے محقق، مفکر اور سکالر تھے۔ کئی زبانوں کی مہارت اور وسیع علمی افق کے باوجود ان تینوں مردان کار کی اپنی اپنی جداگانہ اہلیتیں بھی تھیں، وہ اپنے اپنے میدان میں ایک دوسرے سے ممتاز بھی تھے۔ اتنی بڑی قد آور ہستیوں کا ایک ہی شعبے میں اکٹھا ہونا ادارے کی خوش قسمتی تھی اور اسی سبب سے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اُردو دائرے کے دیگر مدیران جیسے سید امجد الطاف، مرزا مقبول بیگ بدخشانی، ڈاکٹر عبد الغنی اور شیخ نذیر حسین وغیرہ اپنے اپنے شعبے میں اختصاص اور کمال دسترس رکھتے تھے۔

سید امجد الطاف (م ۱۹۹۵ء لاہور) شعبہ اردو کے نامور ادیب اور شاعر تھے۔ انھوں نے بیشتر انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ کیا۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی (م ۱۹۹۳ء لاہور) اور ڈاکٹر عبد الغنی (م ۱۹۸۹ء سرگودھا) شعبہ فارسی کے محقق، ادیب اور اساتذہ تھے۔ شیخ نذیر حسین شعبہ عربی کے قابل فخر استاذ و محقق تھے۔ اس مکمل ٹیم میں عربی واسلامی علوم کی گہری مہارت پروفیسر عبد القیوم کے بعد شیخ نذیر حسین کو تھی، لیکن وہ مذکورہ بالا افراد میں سب سے آخر میں ادارہ سے وابستہ ہوئے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے اصحاب اپنی کئی خصوصیات میں سر سید، ندوی، دیوبندی، فراہی اور مودودی گھرانے سے مختلف تھے۔ بلاشبہ اِن سب گھرانوں کی مختلف چیلنجوں کے مقابلے میں قابل قدر خدمات تھیں تاہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ اِن سب سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی یگانہ خوبیوں سے مالا مال تھا۔ آیئے اصحاب اردو دائرہ کی چند بڑی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اصحاب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی دو بنیادی خصوصیات ہیں:

۱۔ لسانی مہارتیں یعنی انگریزی، عربی، اردو، ترکی وغیرہ کی مہارت

۲۔ مستند حوالہ جات کے ساتھ جمہور اہل اسلام کی نمائندگی

اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## (۱) اصحاب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی لسانی مہارتیں

اصحاب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت اَلسنہ شرقیہ (عربی، فارسی، اُردو) اور انگریزی زبان کی مہارت تھی۔ وہ دیگر زبانوں جیسے جرمن، فرنچ اور ترکی وغیرہ سے بھی شناسا تھے۔ یہ ایسی خوبی تھی جس میں دیگر گھرانے شاذ و نادر ہی کامیاب تھے۔ سر سید، شبلی، عام دیوبندی اور فراہی عربی تو اچھی طرح جانتے تھے لیکن انگریزی زبان سے بخوبی واقف نہیں تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مولوی محمد شفیع نے نامور یورپی مستشرقین کے زیرِ نگرانی ایک عرصے تک تحقیق، تدوین اور اشاریہ سازی کا کام کیا۔ اُن کی زندگی کے چار سال یورپ میں گزرے۔ انھوں نے مدت دراز تک عربی زبان کی تدریس انگریزی کے واسطے سے کی۔ پروفیسر عبدالقیوم کی متعدد کتب انگریزی زبان میں تھیں۔

اُردو انسائیکلوپیڈیا کا کام بنیادی طور پر انگریزی انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ ہی تھا جس کے لیے انگریزی، اُردو اور عربی زبان و بیان پر مہارت شرطِ لازم کی حیثیت رکھتی تھی۔ مولوی محمد شفیع نے ابن عبدربہ کی العقد الفرید پر اشاریہ مرتب کیا اور پروفیسر عبدالقیوم نے ابن منظور افریقی کی لسان العرب کا اشاریہ مرتب کیا۔ یہ عظیم کام عربی زبان پر مہارت تامہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ بھی ایم۔ اے عربی تھے اور صدر شعبہ عربی رہ چکے تھے۔ سید عبداللہ اور مولوی محمد شفیع کا اُردو اور فارسی ادب و تاریخ پر بھی اچھا خاصا کام ہے۔ گویا اورینٹل گھرانے کا اوڑھنا بچھونا اَلسنہ شرقیہ تھیں جو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تدوین کے لیے نہایت ضروری تھیں۔ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے دیگر رجال عظیم کی زندگیاں عربی، اُردو اور فارسی پڑھنے پڑھانے میں گزریں۔

اصحاب اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا امتیاز یہی ہے کہ وہ متعدد لسانی مہارتوں کے حامل تھے اور اپنے اپنے دائرہ اختصاص میں سند تسلیم کیے جاتے تھے۔

## (۲) مستند حوالہ جات کے ساتھ جمہور اہل اسلام کی نمائندگی

دائرہ معارف یا انسائیکلوپیڈیا کسی قوم کا نمایاں علمی کام ہوتا ہے۔ موجودہ الف بائی ترتیب کے ساتھ اِس کی ابتداء یورپی اقوام نے کی۔ مسلم اقوام نے ہجائی ترتیب پر اپنے اپنے دائرہ معارف مرتب کیے لیکن وہ جمہور اہل اسلام کی نمائندگی نہ کر سکے۔ اس کی ایک بڑی مثال ترکی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ ترک مسلم قوم کا نمائندہ ہے لیکن اس کے مذہبی مقالات میں جمہور اہل اسلام کی ترجمانی کرنے کے بجائے مستشرقین کا نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے۔

ترکی کے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے متعلق مولوی محمد شفیع کہتے ہیں:

> ''ترکوں نے اپنی تاریخ اور ادب کے متعلق ترکی ترجمے میں لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں قابل قدر تصحیح اور اضافہ کیا ہے مگر مذہبی مقالات میں کوئی ادل بدل نہیں کیا۔''[۱]

ترکوں نے اسلام کے بنیادی حقائق، قرآن، حدیث اور سیرت طیبہ وغیرہ سے متعلق عناوین و مباحث اور نتائج فکر کو مستشرقین کے نقطۂ نظر کے مطابق برقرار رکھا۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ سے متعلق ہر اہم سرکاری اور غیر سرکاری دستاویز میں یہ کہا گیا ہے کہ اُردو دائرہ معارف کی تدوین میں مستشرقین کا نقطۂ نظر اگر اسلام کے مخالف ہو تو اُس کو بدلنا لازمی ہے۔

[۱] استاد الاساتذہ (مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی و تحقیقی خدمات)، محمد اکرام چغتائی (مرتب)، ص ۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ترکی انسائیکلوپیڈیا سے بہتر صورت حال عربی انسائیکلوپیڈیا کی تھی۔ عربی دائرے کے عمومی نگران دکتور سمیر سرحان تھے۔ وہ عربی دائرہ معارف اسلامیہ کے مقدمے میں مستشرقین سے اپنے اختلاف کی نوعیت اِس طرح بیان کرتے ہیں:

''اِس دائرہ میں علمائے مغرب یعنی مستشرقین اور مسلمان علمائے مشرق کا اجتہاد برابر سطح پر شامل ہے۔ جن نکات میں التباس، اختلاف رائے اور متعدد زاویہ نگاہ کا فرق تھا، وہاں تشریح اور مناسب تعلیق داخل کر دی گئی ہے۔''[۱]

مولوی محمد شفیع عربی دائرہ پر اپنا تبصرہ بیان کرتے ہیں:

''جہاں تک عربی انسائیکلوپیڈیا کا تعلق ہے، عربوں نے بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے، یوں کہیں کہیں اُن سے لغزشیں اور فروگزاشتیں بھی ہوئی ہیں۔ ترکوں کے برعکس عربوں نے مذہبی مقالات پر بہت توجہ کی ہے۔ یہ مقالے انھوں نے بڑی جانچ پرکھ کے بعد لکھے ہیں اور اُن پر جو تعلیقے رقم کیے ہیں اور جن حواشی کا اضافہ کیا ہے وہ بہت مفید ہیں۔''[۲]

اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کی ابتدا یہ سوچ کر کی گئی کہ یہ انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا ترجمہ ہوگا۔ لیکن اُس کے بالتفصیل مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اِس میں اسلام اور مسلمانوں کے عام نقطۂ نظر سے اختلاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض اعلیٰ اور مثبت مقالات کو برقرار رکھا گیا اور دوسرے مواد میں ترمیم، حذف، کانٹ چھانٹ کا عمل کیا گیا۔ بعض مقالات میں قدم قدم پر نقطہ ہائے نظر کا اختلاف تھا چنانچہ اُن کے متبادل نئے مقالات لکھوائے گئے۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی مستشرقین کے مقابلے میں یہ کوشش دانستہ اور ارادی تھی جس کا ثبوت کئی تاریخی دستاویزات سے ملتا ہے لیکن سب سے اہم شہادت خود اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے بانی اور مدیر اوّل مولوی شفیع مرحوم کی ہے جس کی تفصیل پچھلے مضمون میں گزر چکی ہے۔

مولوی محمد شفیع اُردو دائرہ پر اپنے کام کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''یہ فقط ترجمہ ہی نہیں، اِس میں تصحیح بھی کی گئی ہے اور اپنی طرف سے کئی نئے مقالے بھی لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ سارا اضافہ انسائیکلوپیڈیا کی ایک جلد کے برابر ہے۔''[۳]

---

۱ مقدمہ موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، ص: ز

۲ استاد الاساتذہ (مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی و تحقیقی خدمات)، محمد اکرام چغتائی (مرتب)، ص: ۵۴

۳ حوالہ مذکور، ص: ۵۴

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مولوی صاحب نے حذف، ترمیم اور نئے مقالوں کا جو اہتمام شروع کیا، اُن کے شاگردوں سید عبداللہ اور پروفیسر صاحب وغیرہ نے اُسے عروج و کمال تک پہنچایا۔

صحیح اسلامی فکر کی نمائندگی کا یہ کام ارکانِ ثلاثہ کے حصے میں آیا۔ اُنھوں نے مستشرقین کے افکار کا جائزہ لیا، علمی بنیادوں پر حذف و ترمیم بھی کی اور نئے مقالات بھی لکھوائے۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی اِس خصوصیت کی دو وجوہ ہیں:

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تدوین ترکوں اور عربوں کے کام کے بعد ہوئی، اُردو دائرہ پر کام کرنے والوں کے سامنے دونوں نمونے موجود تھے اور انھیں حالات پر غور و فکر کا خوب موقع ملا۔

۲۔ اُردو دائرہ والوں کے دَور تک برصغیر میں نہایت بلند پایہ علماء محققین کا کام منظرِ عام پر آ چکا تھا، جن میں قاضی سلیمان منصور پوری، سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، سید سلیمان ندوی، سید مودودی، دیوبندی علماء اور دیگر روایت پسند طبقے ہیں۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی کئی خصوصیات اہم ہیں لیکن اہم خاصیت جمہور اہل اسلام کی عکاسی اور قدیم مستند مصادر پر مبنی معیاری مقالات نویسی ہے۔ یہ حضرات اسلامی علوم و معارف کے بہت بڑے استاذ اور محقق تھے۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند اور اسلامی دنیا میں اپنا لوہا منوایا۔

شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کو سرسید، ندوی، دیوبندی، فراہی اور مودودی گھرانے کی نسبت کہیں بہتر علمی اور مادی وسائل حاصل ہوئے اور برصغیر کی جدید تاریخ میں یہ کام پہلی دفعہ ہوا کہ ایک حکومت اور یونیورسٹی کی انتظامی و علمی سرپرستی کے تحت اسلام کا دائرہ معارف ترتیب دیا گیا۔ اگر یہ علمی اور مادی وسائل مہیا نہ ہوتے تو ایسا جامع و مانع دائرہ معارف مرتب کرنا ممکن نہ تھا۔ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے غیر جانب داری اور علمی ثقاہت کے اصول کے تحت اندرون و بیرون ملک کے متخصص علماء سے انواع واقسام کے مقالات لکھوائے پھر ان کو علمی اصول و قواعد کے تحت جانچا پرکھا اور قارئین کو مختصر اسلوب میں جمہور اہل اسلام کے نقطۂ نظر سے اسلام کی ہمہ گیر جہات و صفات سے آگاہ کیا۔

اصحابِ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جیسی علمی پختگی اور فنی مہارتیں نادر اور نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ انھوں نے اُس دور میں اردو دائرہ معارف جیسا عظیم علمی کام تخلیق کیا جب انٹرنیٹ اور مکتبہ شاملہ جیسی سہولیات نظر نہ آتی تھیں۔ آج علمی سہولیات بے پناہ ہیں لیکن اردو دائرہ معارف اسلامیہ جیسا بڑا علمی کام نظر نہیں آتا۔

## اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور ارکان کی مشکلات

اُردو دائرہ کی مذکورہ بالا خوبیوں کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اِس کی ترتیب و تدوین بلا تردد نہایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آسانی سے تکمیل پا گئی۔ بتوفیق الٰہی اُردو دائرہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ان کے اصحاب و رفقاء ہی کا خاصہ ہے۔

یونیورسٹی انتظامیہ کے بعض عناصر اپنی ناتجربہ کاری کے سبب اِس منصوبے کو غیر مفید سمجھ کر ختم کرنا چاہتے تھے۔ ایک خزانچی کا کہنا تھا کہ یہ سارا کام غیر منافع بخش ہے لہٰذا اِسے بند کر دینا چاہیے۔ یونیورسٹی انتظامیہ کے بعض لوگ کام کی جلد تکمیل کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ فنڈز کی بچت ہو۔

صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب میں اُردو دائرہ کی تاریخ پر چند اوراق قلم بند کیے گئے ہیں۔ یونیورسٹی کے ایک خزانہ دار نے وائس چانسلر کو خط ارسال کیا جس میں اُردو دائرہ معارف کے منصوبے پر اعتراض کیا گیا۔ خط انگریزی میں تھا، اس کا کچھ حصہ اُردو ترجمہ کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

''میں ایک سے زائد بار یہ تجویز پیش کر چکا ہوں کہ اُردو دائرہ کے معاملات پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور آمدن و اخراجات کی تفصیل کمیٹی کے سامنے رکھنی چاہیے۔ اِس قسم کی ابھی تک کوئی معلومات نہیں۔ ۶۷-۱۹۶۶ء کی رپورٹ کے مطابق کوئی بھی شخص دیکھ سکتا ہے کہ جلد نمبر ۱، ۴ مکمل ہو چکی ہیں، جلد نمبر ۲ بھی تقریباً تیار ہے۔ جلد نمبر ۶ شروع ہے۔ ہر جلد کی قیمت ۷۵ یا ۷۶ روپے ہے۔ رپورٹ میں اخراجات کا کوئی تذکرہ نہیں۔ کیا یہ منصوبہ نقصان پر بھی جاری رہے گا؟ کیا اِس سے یونیورسٹی کو کوئی فائدہ ہو رہا ہے؟''[1]

عجلت کا مطالبہ اور انتظامیہ کی ناروا مداخلت جیسی مشکلات مولوی محمد شفیع کے دور سے جاری تھیں، حتیٰ کہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے دورِ سربراہی میں انتظامیہ کو ایک زوردار یادداشت لکھی جس میں اُردو دائرہ کی مشکلات، اہمیت اور قدر و قیمت کی نہایت عمدہ عکاسی کی گئی۔ اِس یادداشت کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''مولوی محمد شفیع نے بڑی ہمت مردانہ سے ہزاروں صفحات کے ترجمے سے تھوڑے ہی عرصے میں عہدہ برآ ہو کر تین چار سال میں ڈھائی جلدیں چھاپ کر دکھا دیں۔ اور پھر اناڑیوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے رہے اور پروجیکٹ کو بند کرنے کی دھمکیاں ملتی رہیں۔ اور بڑی حد تک اسی صدمے سے اُن کی وفات واقع ہوئی۔''[2،3]

درج بالا اجتماعی مشکل سے بڑی ایک اور مشکل اُس وقت پیدا ہوئی جب پنجاب گورنمنٹ نے شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے کا خیال تھا کہ یہ نظریاتی کام لوگوں کے لیے نقصان دِہ ہوگا۔ یہ بڑا کڑا دور تھا جسے ڈاکٹر سید عبداللہ اور ارکان ادارہ نے

---

[1] صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ص: ۳۶۸

[2] صدر ادارہ کی یادداشت برائے اجلاس انتظامیہ اُردو دائرہ معارف، ۱۱/ فروری ۱۹۸۰ء

[3] دستاویزات پروفیسر عبدالقیوم مخزونہ دار المعارف لاہور، فائل نمبر ۵، اسیج نمبر ۶

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جواں مردی سے جھیلا۔ اُنھوں نے ایک طویل کشمکش کے ذریعے اِس پروجیکٹ کو بچایا۔ وہ بڑے بڑے وزیروں اور مشیروں سے ملے اور آخر کار مولانا کوثر نیازی کے ذریعے اُس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تک بات پہنچائی تب کہیں جا کر اُردو دائرہ کا پروجیکٹ بچ سکا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے ایک شاگرد کو خط میں لکھتے ہیں:

''دائرۂ معارف کا کام ہو رہا ہے۔ خدا کا کرم ہے، اُس نے ہم سے یہ کام لیا۔ ورنہ ملکی فضا سازگار نہ تھی۔'' [1]

ڈاکٹر سید عبداللہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سربراہ مقرر ہوئے تو اُنھوں نے اِس پروجیکٹ کی مشکلات کا تذکرہ کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''راقم نے جب ۱۹۶۶ء میں بطور چیئرمین اِس عظیم کام کی ذمہ داری قبول کی تو اُس کی کارکردگی سے پبلک، یونیورسٹی اور حکومت حد درجہ غیر مطمئن تھی۔ میں نے اسباب کا جائزہ لیا تو وہ اِس طرح تھے: ادارے کے کاموں میں غیر علمی دخل اندازی، بار بار نظام کی تبدیلی، صحیح معنوں میں موزوں عملے کا فقدان، ایک بڑے گروہ کی سرد مہری، پریس کی مشکلات، روپے کی کمی اور اندرونی تنظیم کی کمزوری وغیرہ'' [2]

اجتماعی مشکلات میں ایک اہم مشکل قد آور علمی شخصیت کا فقدان تھا جو اِس پروجیکٹ کو آخر تک نبھا سکے۔ شروع کے ادوار میں کئی نامور اور قابل افراد آئے لیکن اِس بھاری کام کا اندازہ کر کے واپس چلے گئے۔ کئی سال تک مولوی محمد شفیع چند در چند مشکلات کے باوجود شب و روز تنہا اِس عظیم منصوبے کی پیش رفت میں لگے رہے۔

ڈاکٹر وحید مرزا لکھنو یونیورسٹی سے تین سال کے معاہدے پر آئے لیکن خرابیٔ صحت کے باعث جلد واپس چلے گئے۔ مولوی محمد شفیع کی وفات کے بعد کئی افراد کی آمد و رفت ہوئی لیکن منصوبہ میں جان نہ آئی۔ چیئرمین کی اسامی مشتہر کی گئی مگر کوئی موزوں امیدوار دستیاب نہ ہو سکا۔ پیرس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ سے درخواست کی گئی، اُنھوں نے علمی تعاون کا یقین دلایا لیکن آنے سے معذوری ظاہر کی۔ آخر اللہ کی قدرت سے ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیومؒ کی ٹیم تیار ہوئی جس نے بیس سال تک اِس منصوبے پر بڑی ہمت سے کام کیا اور اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ [3]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا کام اتنا بڑا تھا کہ اُسے محض دفتری اوقات میں سمیٹا نہ جا سکتا تھا۔ یہ ایک بڑا

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر، ص:۳

[2] حوالہ مذکور، ص: ۱۳۰

[3] تفصیل کے لیے دیکھیں: صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، ص: ۶۷۔۳۶۶، تاریخ جامعہ پنجاب، حصہ دوم، ڈاکٹر زاہد منیر، ص: ۴۲۹،۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کام تھا جو پوری زندگی کو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے وقف کر دینے کا تقاضا کرتا تھا۔ ارکانِ ثلاثہ نے اپنی ریٹائرمنٹ کی زندگی کو اُردو دائرہ کے لیے وقف کیا، اپنے گھریلو وقت اور ذاتی کام پر دائرہ معارف کی محنت کو ترجیح دی تو بیل منڈھے چڑھی۔

مولوی محمد شفیع کی مسلسل محنت اور جانکاہی کا اندازہ لگائیں، اُن کے حالات وواقعات میں مرقوم ہے:

"مولوی صاحب کا سب سے زیادہ یادگار کارنامہ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے شعبہ کی نگرانی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں جب اُن کی عمر ۶۶ سال سے زیادہ تھی۔ یہ اس شعبہ کے صدر مقرر ہوئے۔ پندرہ برس مترجمین اور مقالہ نگاروں کو سدھانے میں لگے۔"[۱]

مولوی محمد شفیع اپنے کام سے غیر حاضری کے قائل نہ تھے۔ انھوں نے اپنی پچیس سالہ یونیورسٹی ملازمت میں شاذ ونادر ہی کوئی رخصت لی۔ تدریسی مشاغل میں اُن کی فرض شناسی اور باقاعدگی یونیورسٹی میں ضرب المثل تھی۔ کام کے علاوہ اُن کی زندگی میں کوئی اور تفریحی مشغلہ نہ تھا۔

خود ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے استاذ مولوی شفیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شفیع صاحب کی سیرت کا یہ پہلو بڑا قابل رشک ہے۔ سفر ہو یا حضر، گرمی ہو یا سردی، ہر وقت اور ہر حالت میں وہ سعی پیہم کے قائل اور کوشش مسلسل پر عامل رہے اور اِس وقت بھی ہیں (جبکہ اُن کی عمر ۷۰ ویں منزل سے گزر چکی ہے) وہ اب بھی کم از کم سولہ سترہ گھنٹے مطالعے کی میز پر صرف کرتے ہیں۔"[۲]

ڈاکٹر سید عبداللہ کی کام سے لگن کی صورت حال دیکھیں، اُن کا ایک شاگرد لکھتا ہے:

"ہم تو سید صاحب کے شاگرد تھے مگر اُن کے بعض دفتری اہل کاروں نے بھی اس نازک زمانے میں اُن کا بھرپور ساتھ دیا۔ کبھی دن اور رات میں فرق نہ کیا۔ کبھی دفتر کا وقت ختم ہونے پر گھڑیوں کی طرف نہیں دیکھا۔ بس، سید صاحب بیٹھے کام کر رہے ہیں اور وہ بھی کام میں جتے ہوئے ہیں۔ کسی مجبوری سے نہیں بلکہ آزادی سے، جذبہ رفاقت سے، لگن سے۔ حالانکہ دفتری اوقات کے بعد انھیں کہہ دیا جاتا کہ وہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔"[۳]

یہی صورت حال پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی تھی۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف اُردو دائرہ کے حوالے سے پروفیسر صاحب کی محنتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[۱] استاذ الاساتذہ (مولوی ڈاکٹر محمد شفیع کی علمی وتحقیقی خدمات)، محمد اکرام چغتائی (مرتب)، ص: ۱۳۹

[۲] حوالہ مذکور، ص: ۳۷

[۳] اورینٹل کالج میگزین، ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر، ص: ۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''شروع شروع میں آپ مختلف اداروں کے بلانے پر ان کی مختلف تقریبات میں چلے جاتے تھے۔ اسی طرح مختلف یونیورسٹیوں اور جامعات کی جانب سے آئے ہوئے پرچوں کی تیاری کی دعوت قبول کر لیتے تھے، مگر بعد ازاں آپ نے اس کو بھی مکمل طور پر ختم کر دیا اور اگر کسی جامعہ کی جانب سے دعوت آتی تو آپ اس کو قبول نہ کرتے تھے۔ یوں آپ نے ہمہ تن اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیا تھا۔'' [1]

انتظامی مشکلات یا منصوبے سے عناد کی وجہ سے شعبہ اُردو دائرہ کے افراد کی تنخواہیں سال سال بھر کے لیے بند ہو جاتیں اور ڈیڑھ دو سال بعد میں اکٹھی ملتیں اور ساتھ ہی معاہدہ (Contract) کی اگلی سالانہ توسیع و اجازت کا بوجھ بھی ارکان پر پڑ جاتا۔ ارکان دائرہ کی اپنے کام سے لگاؤ ایسا تھا کہ انھوں نے اِس تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ چونکہ یہ تمام محقق اساتذہ ریٹائرڈ تھے، اس لیے ارکانِ ثلاثہ کو پنشن کی رقم دائرہ کے وظیفے سے کاٹ کر ادا کی جاتی۔ ارکان نے اِس مسئلہ کو بھی خوش دلی سے قبول کیا۔ ارکان ادارہ کا تقرر معاہدہ (Contract) کی بنیاد پر تھا، مدت معاہدہ ختم ہونے پر اُن کی تجدید ہوتی تھی۔ بعض افراد اُردو دائرہ معارف کو اِس لیے چھوڑ کر چلے گئے کہ یہ پکی ملازمت نہیں بلکہ عارضی اور محدود مدت کے لیے ملازمت تھی۔

ارکانِ ثلاثہ اپنے اپنے بڑھاپے کی عمر میں پندرہ بیس سال تک اُردو دائرہ سے وابستہ رہے لیکن اُن کے تخلیقی کام کے حسن اعتراف پر کوئی مجلس یا تقریب منعقد ہوئی اور نہ کوئی سپاس نامہ پیش ہوا، بلکہ روڑے اٹکائے گئے اور جواب طلبی کی گئی۔ یہی لوگ اگر اتنا بڑا کام یورپ یا امریکہ میں کرتے تو کئی مقالے لکھے جاتے اور ان کی اعزازی تقاریب منعقد ہوتیں۔ ارکانِ ثلاثہ کی وفات کے بعد شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان کے متعلق کوئی زیادہ تحریری مواد بھی نہیں ملتا۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا تعارف محض چودہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں مولوی شفیع، ڈاکٹر عبداللہ اور پروفیسر صاحب کا تعارف اور خدمات کا تذکرہ محض چند سطروں پر مشتمل ہے۔ البتہ یونیورسٹی اورینٹل کالج نے ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم پر مستقل نمبر شائع کیے۔ مولوی محمد شفیع کی خدمات پر ''ارمغان علمی'' اُن کے شاگرد سید محمد عبداللہ نے ۱۹۵۵ء میں پیش کی۔

ارکانِ ثلاثہ کی وفات کے بعد اُردو دائرہ کا شعبہ قائم رہا لیکن اُس کے معیار اور رفتار کی وہ حالت برقرار نہ رہی جو ارکانِ ثلاثہ کے دور میں تھی۔ کئی سال کی محنت کے بعد محض دو تکملے (دو جلدیں) نکالے جا سکے۔ اشاریہ اور سیرت خیر الانام کوئی نیا اور تخلیقی کام نہ تھا بلکہ پچھلے کام ہی کی نئی شکل تھی۔ مختصر اُردو دائرہ کے عنوانات کی تدوین بھی ڈاکٹر عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی۔ ارکانِ ثلاثہ کا کام اتنا مضبوط تھا کہ

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر ص: ۴۵۔۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جامعہ پنجاب نے اُنھیں مرتے دَم تک ادارے سے الگ نہ ہونے دیا اور وہ تاحیات دائرہ کا کام کرتے رہے لیکن اُن کے بعد یہ صورتِ حال برقرار نہ رہی۔

لائیڈن کے انگریزی انسائیکلو پیڈیا کی اشاعت ۱۹۱۳ء سے شروع ہوئی اور پچھلے سو سال میں اس پر تین دفعہ نظرِ ثانی ہوئی اور تین نئے ایڈیشن نکالے جا چکے ہیں۔ آخری ایڈیشن آن لائن بھی دستیاب ہے۔ اس یورپی انسائیکلو پیڈیا نے اپنا سابقہ عالمی معیار قائم رکھا ہوا ہے۔ آج بھی یہ انسائیکلو پیڈیا یورپ کی تمام اقوام کے ہاں اسلام پر بنیادی معلومات کا بہترین مصدر ہے۔ یورپ کی یہ ٹیم اپنے کام سے تھکی نہیں اور سکالرز کی پے در پے وفات کے باوجود انھیں قحط الرجال کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لیکن ہمارے ہاں اکابر اہلِ علم کی وفات کے بعد اس ادارے کی ساکھ رفتہ رفتہ کمزور تو ہوئی لیکن بہتر نہ ہو سکی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جتنا وقیع اور شاندار تحقیقی کام تھا، اس کی علمی روایت کا تحفظ، بقا اور استحکام بھی اتنا ہی ضروری تھا۔ زندہ قومیں اپنے کارناموں کی حفاظت کرتی ہیں، وہ اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹتیں۔ اس شعبے کے بقا و استحکام کی واحد صورت یہ ہے کہ اس میں ایسے افراد بھرتی کیے جائیں جو وسیع علمی تحقیقی تجربے کے حامل ہوں۔ وہ اپنے شعبہ کے ریٹائرڈ بلند پایہ اساتذہ، پروفیسر اور محقق ہوں۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے ماہر ہوں اور انھیں آج کل کے لحاظ سے معقول معاوضہ دیا جائے۔

آج کل اردو دائرہ معارف اسلامیہ کمپیوٹر پر ٹائپ کیا جا رہا ہے۔ اس میں یقیناً فائدہ ہے، تاہم اغلاط ہونے کا اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے جس سے اس کی علمی حیثیت متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ ہم شعبہ اردو دائرہ کے ارباب سے گزارش کرتے ہیں کہ پروف ریڈنگ میں حتی الامکان احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ بزرگوں کی محنتیں ضائع نہ ہونے پائیں۔

## خلاصہ بحث

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اُس وقت پنجاب یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ کے رکن رہے جب مسلمانوں کی طرف سے واحد نمائندگی مولوی محمد شفیع کی تھی۔ وہ اُردو دائرہ کے مؤسس اور پہلے مدیرِ اعلیٰ تھے۔ اُنھوں نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا ایک بلند علمی معیار قائم کیا اور لگ بھگ پندرہ سال تک مترجمین و مقالہ نگاروں کی تربیت کی۔ پروفیسر عبد القیوم نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے ترجمہ و مقالات نویسی کا آغاز مولوی شفیع صاحب کے زمانے میں کیا اور اسے اوجِ کمال تک پہنچایا۔

ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عمدہ منتظم تھے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تیز رفتار اور معیاری تدوین ان کی انتظامی صلاحیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد ۱/۱۴ میں تاریخ علوم اسلامیہ پر لکھے ہوئے اُن کے مقالات اُن کی غیر معمولی علمی قابلیت کے شاہد ہیں۔ اُن کے اعلیٰ علمی ذوق کی بدولت اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تاریخ علوم اسلامیہ کی جلد، انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی متعلقہ جلد سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہیں زیادہ وسیع طریقے سے مدوّن ہوئی۔

پروفیسر عبدالقیوم شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں عربی واسلامی علوم کے سب سے بڑے سکالر اور محقق تھے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی فکری تشکیل میں ان کا خصوصی کردار ہے۔ انھیں مولوی محمد شفیع کی نسبت سے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی زیادہ ایڈیٹنگ کا موقع ملا۔ پروفیسر عبدالقیوم کے دور میں ۲۰ جلدوں کی تحقیق وتدوین ہوئی جبکہ مولوی محمد شفیع کے ہاتھوں انگریزی مقالات کے تراجم کے بعد محض ۲ جلدوں کی تحقیق وتدوین ہوسکی۔ علوم قرآن، علوم حدیث اور مقالات سیرت کی تکمیلی نظر ثانی پروفیسر صاحب نے کی جس کا حجم لگ بھگ سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ترتیب وتدوین میں پروفیسر عبدالقیوم کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ارکان ثلاثہ کے حالات وکارناموں کا تفصیلی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جیسی تحقیقی ولسانی مہارتوں اور علمی وسعت نظر کے مالک رجالِ کار کی مثالیں نہ صرف برصغیر میں کم ہیں بلکہ عالم عرب میں بھی خال خال ہیں۔

ان تین ارکان کی ایک نمایاں خوبی اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کی بیک وقت کمال مہارت تھی جو ایک طویل تدریسی اور تحقیقی تجربے سے انھیں حاصل ہوئی۔ اس طرح کے ماہر اَلسنہ علماء واساتذہ کی تعداد برصغیر میں بہت کم ہے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عالمی شہرت یافتہ علماء عربی جانتے ہیں لیکن انگریزی وفارسی نہیں جانتے۔ بے شمار نامور علماء انگریزی کے ماہر ہوتے ہیں لیکن عربی وفارسی زبان سے نابلد ہوتے ہیں۔ تینوں زبانوں کی کمال مہارت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی۔

ارکان ثلاثہ نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے معیارِ تحقیق کو اوج کمال تک پہنچایا۔ انھوں نے انگریزی میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے بے شمار مقالات کی ادارتی اصلاح کر کے نہ صرف اس کی علمی خطاؤں کی نشاندہی کی بلکہ اس کے مقابلے میں صحیح اور درست موقف نقل کر کے جمہور اہل اسلام کے منہاج اور طریق کار کی مستقل نشاندہی بھی کی۔ اس کے علاوہ ۲۳ جلدوں میں ہزاروں نئے تحقیقی مقالات کا بیش قیمت اور وسیع وعریض اضافہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مستقل کارنامہ ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی یہی خصوصیات اُس کو انگریزی، عربی، فارسی اور ترکی انسائیکلوپیڈیاؤں کے مقابلے میں ایک منفرد تحقیقی واُصولی کتاب کا مقام ومرتبہ عطا کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری جامعات کے اساتذہ ان خوبیوں سے آگاہی حاصل کریں اور اس کے بعد طلبہ وطالبات میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے تقابلی جائزہ پر پی ایچ ڈی سطح کا تحقیقی کام کرائیں تا کہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی حقیقی قدر وقیمت اجاگر ہوسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

(حصہ سوم)

# پروفیسر عبدالقیوم
## محقق و سینئر مدیر اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ

پروفیسر عبدالقیوم اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سینئر مدیر کی حیثیت سے لگ بھگ اکیس سال اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ ذیل میں ان کی خدمات کا تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بعد چند مثالوں کے ذریعے سینئر ادارت کا علمی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

### پروفیسر عبدالقیوم کا اُردو دائرہ سے اوّلین تعلق

پروفیسر صاحب اُردو دائرہ معارف اسلامیہ سے باقاعدہ منسلک ہونے سے پہلے بھی اُس کے لیے خاصی خدمات انجام دیتے رہے۔ مولوی محمد شفیع نے اُردو دائرہ کے لیے ''اہل حدیث اور ''ابن منظور افریقی'' وغیرہ کے عنوان سے پروفیسر صاحب سے مقالات لکھوائے اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب وہ ابھی شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ یہ مقالات اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد اوّل میں شائع ہوئے اور مقالات کے آخر میں مقالہ نگار کا نام ''عبدالقیوم'' درج کیا گیا۔[1]

اِس کے علاوہ انگریزی سے اردو ترجمہ اور مختلف مقالات کی تصحیح کا کام مولوی محمد شفیع اپنی نگرانی میں پروفیسر صاحب سے کراتے تھے۔ اس ضمن میں ایک اہم خط پروفیسر عبدالقیوم کی یاد میں شائع ہونے والے شمارہ اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوا۔ خط کے مندرجات اس طرح ہیں:

---

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱/۲۱/۷ (ابن منظور)، ۱/۵۷۹/۱ (اہل حدیث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



**DEPARTMENT OF URDU ENCYCLOPEDIA OF ISLAM**

Dear Prof. Abdul Qayyum,

Would you help us by translating the following articles of the Leiden Encyclopaedia of Islam into Urdu for inclusion in the Urdu Encyclopaedia of Islam ?

A copy of the instructions for translation is also sent.

Yours sincerely,
(Muhammad Shafi)

Prof. Abdul Qayyum,
Government College,
Lahore [1]

اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں، تاہم خیال ہے کہ ترجمہ کا یہ کام ۱۹۶۰ء کے آس پاس لیا گیا ہوگا۔
پروفیسر صاحب کی علمی، دینی اور عربی کی قابلیت کی وجہ سے اُنھیں اُن کے استادِ گرامی مولوی محمد شفیع نے مولوی کا لقب دیا۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان لکھتے ہیں:

''پروفیسر صاحب مولوی محمد شفیع کے شاگرد خاص تھے۔ وہ انھیں مولوی عبدالقیوم کے نام سے ہی پکارتے تھے۔'' [2]

تاریخ اورینٹل کالج میں پروفیسر صاحب کا تعارف مولوی عبدالقیوم کے نام سے کرایا گیا ہے۔ [3]
برصغیر میں مولوی کا لفظ نہایت ماہر اور ٹھوس علمی قابلیت رکھنے والے عالم کے لیے بولا جاتا رہا۔ جیسے بابائے اردو مولوی عبدالحق، مترجم قرآن مولوی نذیر احمد اور مولوی محمد شفیع تو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

پروفیسر صاحب ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچے تو اُردو دائرہ کے لیے اُن کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہ جس دن گورنمنٹ کالج شعبہ عربی سے ریٹائر ہوئے تو اگلے دن اُردو دائرہ کے دفتر میں ڈیوٹی سنبھالی۔

---

۱۔ اورینٹل کالج میگزین (پروفیسر عبدالقیوم نمبر)، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۰۱
۲۔ اورینٹل کالج میگزین (پروفیسر عبدالقیوم نمبر)، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۰ء۔ ص: ۱۷۹
۳۔ تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ڈاکٹر غلام حسین، ط ۱۹۶۲ء، ص: ۲۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں:

"لطف کی بات یہ ہے کہ ۱۴، جنوری ۱۹۶۸ء کو آپ گورنمنٹ کالج لاہور کی ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور اگلے ہی روز یعنی ۱۵، جنوری کو قبل از دوپہر آپ کی اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ملازمت کا آغاز ہوگیا۔"[1]

پروفیسر عبدالقیوم آخری دم تک مسلسل اکیس سال اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی آخری جلد (۲۳) اسی سال شائع ہوئی جس سال ان کا انتقال ہوا۔[2]

## سینئر مدیر کی حیثیت سے ترقی بر بنائے استحقاق علمی

پروفیسر صاحبؒ اپنے رفقائے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں عربی واسلامی علوم میں نمایاں قابلیت کے حامل تھے۔ وہ محض ایک سال ہی میں سینئر مدیر کے عہدے پر فائز ہوگئے، یہ حیرت انگیز ترقی ان کے علاوہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ یہ ترقی بر بنائے استحقاق علمی تھی، بر بنائے سنیارٹی نہ تھی۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

"شعبۂ ہذا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) میں ۱۹۶۸ء ہی میں سینئر مدیران کی دو اسامیاں تخلیق کی گئیں، جن میں سے ایک پر بر بنائے سنیارٹی تقرری ہونا تھی، جبکہ دوسری اسامی پر بر بنائے استحقاق علمی موزوں امیدوار تعینات کیا جانا تھا۔ اوّل الذکر آسامی پر پروفیسر امجد الطاف صاحب (موجودہ صدر شعبہ) اور دوسری پر ۱۹۶۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی تقرری عمل میں آئی۔ پروفیسر صاحب اپنی وفات ۸، ستمبر ۱۹۸۹ء تک اپنی اسی اسامی پر کام کرتے رہے۔"[3]

تمام حساس موضوعات کی ایڈیٹنگ پروفیسر عبدالقیوم کرتے تھے۔ اُردو دائرہ کے ایک مدیر خان محمد چاولہ جو پروفیسر صاحب کے شاگرد بھی ہیں، پروفیسر صاحب کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

اکثر مقالات جو ذرا حساس موضوع کے ہوا کرتے تھے، اُن کو وہی ایڈٹ کرتے تھے اور (اُردو دائرہ میں) جو خطوط وحدانی کی عبارتیں ہیں، وہ بھی اُن ہی کی ایڈٹ کی ہوئی ہیں۔[4]

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۴۳

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۳، ادارہ تحریر کا صفحہ

[3] اورینٹل کالج میگزین (پروفیسر عبدالقیوم نمبر) ص: ۴۴

[4] پروفیسر عبدالقیوم کی دینی و علمی خدمات، محمد شہزاد خان، مقالہ جی سی یونیورسٹی لاہور، ص: ۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر صاحب کی تحقیقی صلاحیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے مشہور و معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ والے سیرت کے مرکزی مقالے پر نظر ثانی کی اور اُس پر دو صد سے زائد مقامات پر علمی و تحقیقی اضافے کیے جو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں چھپے ہوئے ہیں۔[1]

شعبہ اُردو دائرہ میں پروفیسر صاحب سے زیادہ سینئر فقط دو افراد تھے، ڈاکٹر سید عبد اللہ اور سید امجد الطاف۔ یہ دونوں بڑی قابل قدر صلاحیتوں کے مالک تھے لیکن اِن کا موضوع اور دائرہ کار پروفیسر صاحب کے کام سے مختلف تھا۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ انتظامی مسائل کے حل کے ذمہ دار تھے اور علمی معاونت بھی کرتے تھے۔ اِسی طرح سید امجد الطاف انگریزی اور اُردو کے ماہر تھے، شرعی علوم کے ماہر نہ تھے۔

اُردو دائرہ کے دیرینہ رکن ڈاکٹر محمود الحسن عارف، پروفیسر صاحب کی اُردو دائرہ میں مصروفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بطور مدیر اور سینئر مدیر یہاں آپ نے جو فرائض انجام دیے، اُن کی تفصیل اِس طرح ہے:

۱۔ چیف ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے ساتھ علمی اور عملی معاونت و مشاورت۔

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے تفویض کیے گئے عنوانات پر نئے مقالات لکھنا۔

۳۔ دائرہ معارف اسلامیہ (انگریزی) سے ترجمہ اور دیگر اہل علم کے تراجم پر نظر ثانی۔

۴۔ دیگر اہل علم کے مقالات پر نظر ثانی اور ان میں حک و اضافہ۔

۵۔ فہرست عنوانات کی ترتیب۔

۶۔ زیرِ طبع مقالات کی پروف ریڈنگ وغیرہ۔"[2]

پروفیسر صاحب میں عدم تعصب، وسعتِ قلب و نظر، ہر مسلمان گروہ کا احترام، ادبِ اختلاف کا لحاظ، اعتدال و رواداری، عربی و اسلامی علوم کی مہارت...... جیسی عظیم خصوصیات موجود تھیں۔ اُن کے سامنے تفسیرِ قرآن اور شرح حدیث کا وسیع تاریخی ورثہ اور برصغیر کے اکابر اہل علم کا لٹریچر موجود تھا جو علمی ذوق اور اعتدال کو پروان چڑھاتا ہے۔

## اردو دائرہ میں پروفیسر عبد القیوم کے چند اہم تحقیقی مقالات

پروفیسر عبد القیوم نے کئی مقالات سپردِ قلم کیے جو حوالہ و استناد کے حامل تھے اور مختلف رسائل و جرائد

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/۸۹، عنوان: (حضرت) محمد ﷺ پیغمبر اسلام

[2] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبد القیوم نمبر، ص: ۴۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں شائع ہوئے، تاہم اُن کی اہم تحریریں وہ ہیں جو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں چھپی ہیں۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ان کے تحقیقی مقالات کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ بعض مقالات وہ ہیں جن کو پروفیسر صاحب نے اکیلے بلا کسی شراکت کے لکھا۔ ان کے آخر میں ''عبدالقیوم'' کا لفظ لکھا گیا ہے۔ چند اہم مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

''ابن منظور، الانصار، اہل حدیث، بحیرا راہب، البخاری (امام محدث)، جاہلیہ، سخاوی، عزیر علیہ السلام، تراجم قرآن مجید، قریش، اللات، لوط (علیہ السلام)، المحرم (اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ)، مسیلمہ کذاب، معجزہ، المہاجرون (ہجرت کرنے والے)، میمونہؓ بنت الحارث الہلالیہ ام المومنین، نافع بن الازرق، النسائی (امام محدث)، النفس والروح، وحی، ورقہ بن نوفل بن اسد القرشی، ہاروت وماروت، یونس (علیہ السلام)، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امرء القیس، بادیہ، الباقلانی، علم منطق (تعلیقہ۲)، قتادہ بن دعامہ (تابعی) معروف الرصافی، وغیرہ''

۲۔ بعض مقالات وہ ہیں جن کے آخر میں مقالہ نگار کے نام کے ساتھ عبدالقیوم لکھا ہوا ہے، یہ وہ مقالات ہیں جن میں پروفیسر صاحب کی طرف سے مواد کا اضافہ، حوالہ جات یا ترتیب کی بہتری وغیرہ ہوئی۔ ایسے چند مقالات کے عنوان یہ ہیں؛ انس بن مالکؓ (ونسنک، رابنسن وعبدالقیوم)، شاہ ولی اللہ (محمد عطاء اللہ حنیف وعبدالقیوم) وغیرہ

۳۔ بعض مقالات وہ ہیں جن کے آخر میں بریکٹ میں صرف ادارہ کا نام لکھا گیا، ساتھ کسی دوسرے کا نام نہیں لکھا گیا۔ اس طرح کے مقالے کی ایک عمدہ مثال ''حدیث'' کے مقالے کے بعد ''اصول حدیث'' کا اضافہ ہے جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی طرف سے پیش کیا گیا گیا۔ یہ لگ بھگ ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ مستشرقین کے لکھے ہوئے کئی مقالات پر اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی طرف سے اضافے کیے گئے یا حذف وترمیم کی گئی۔ اُن کے آخر میں مستشرق کے نام کے ساتھ بریکٹ میں ''ادارہ'' کا نام لکھا گیا۔ ایسے مقالات میں دیگر ارکان ادارہ کے ساتھ ساتھ پروفیسر صاحب کا بھی حصہ تھا۔ ایسے مقالات کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ چند اہم عنوانات یہ ہیں: تکبیر (Wensinck وادارہ)، جالوت (G. Vajda و ادارہ)، جلال الدین رومی (Bausani, Ritter و ادارہ)، الشافعی (W.Haffening وادارہ)، حضرت صالح علیہ السلام (F.Buhl وادارہ)، عبدالمطلب بن ہاشم (W.Montgomery وادارہ)، عیدالاضحیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



E.Mittwoch) واداره)، الغزالی ابو حامد (D.B.Macdonald واداره)، قذف (TH.W.Juynboll واداره)

اسی طرح جنازہ، جنت، جہنم، حجاب، حنابلہ، حکم، دعویٰ، ذمہ وغیرہ کے عناوین ہیں۔

بعض مقالات ایسے ہیں جن میں مسلمان مقالہ نگاروں کے کام پر کانٹ چھانٹ کرنا پڑی، اور آخر میں مقالہ نگار کے ساتھ ''ادارہ'' کا نام لکھا گیا۔ ایسے چند مقالات کے عنوان یہ ہیں:

جزیہ (ظہور احمد اظہر واداره)، حسن بن علیؓ (غلام رسول مہر واداره)، حسین بن علیؓ (مرتضیٰ حسین فاضل واداره)، خدیجہؓ ام المومنین (سعید انصاری واداره)، ذوالقرنین (عبدالماجد دریابادی واداره)، زینب بنت جحشؓ ام المومنین (محمد حمید اللہ واداره)، شیعہ اثنا عشریہ (مفتی جعفر حسین واداره)، فضائل و آداب قرآن مجید (محمد اسحاق بھٹی واداره)، اعجاز القرآن (غلام احمد حریری واداره)، مالکیہ (امین اللہ وثیر واداره)، غزوات (گلزار احمد واداره)، المعتزلہ (محمد حنیف ندوی واداره)، موسیٰ علیہ السلام (خان محمد چاولہ واداره) وغیرہ۔ ایسے مقالات کی تعداد بھی سیکڑوں میں ہے۔

پروفیسر صاحب کے مقالات کی خصوصیات وہی ہیں جو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے عام مقالات کی ہیں۔ یعنی قدیم مستند عربی مصادر کے حوالہ جات، اپنے موضوع کا مکمل علمی احاطہ، اختصار اور جامعت، سادہ علمی لیکن سہل زبان، اسلام کی حقیقی فکر کی نمائندگی، ہر مکتب فکر کا علمی احترام وغیرہ

ذیل میں بطور مثال چند اہم مقالات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

**مثال ۱ (البخاری)**

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالات کی خصوصیت عالمانہ اسلوب ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم کا مقالہ ''البخاری'' اس کی نمائندہ مثال ہے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے ''البخاری'' کے عنوان کے تحت مشہور محدث امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری کا تعارف پیش کیا۔ اُردو دائرہ کے تمام مضامین اختصار کے باوجود کسی اہم نکتہ کو نظر انداز نہیں ہونے دیتے، یوں مبتدیوں کے ساتھ ساتھ پرانے ثقہ قارئین کی ضرورت کا بھی مکمل سامان مہیا ہو جاتا ہے۔

اس مقالے میں ایک صفحہ پر مشتمل امام بخاری کے ضروری حالات اور مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالی گئی، باقی کے چار صفحات میں صحیح بخاری کی وجہ تالیف، شرائط قبول احادیث، طبقات شیوخ، تراجم ابواب کی باریکی، امام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



بخاری کا فقہی مسلک، صحیح بخاری کا درجہ ومقام، قدیم وجدید شروح وتلخیصات کا تعارف، امام بخاری کی دیگر تصانیف وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ اختصار اور جامعیت کا اچھا نمونہ ہے۔

اس مقالے کے مآخذ میں درج ذیل کبار مصنفین کا حوالہ دیا گیا ہے: حاجی خلیفہ، ابن ندیم، امام ذہبی، سخاوی، سیوطی، ابن حجر، ابن خلدون، ابن صلاح، نواب صدیق حسن، صبحی صالح وغیرہ۔[۱]

### مثال۲ (النفس والروح)

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالات کی ایک نمایاں خوبی اسلوب کی سادگی ہے۔ پروفیسر صاحب کا مقالہ ''النفس والروح'' موضوع کے اعتبار سے قدرے مشکل عنوان ہے لیکن اُس کے اسلوب کی سادگی واضح ہے۔

اس مقالہ میں نفس کے مختلف معانی بیان ہوئے، یعنی جان، روح، شخص وغیرہ۔ اس کے بعد نفس کی مختلف قسمیں بیان ہوئیں یعنی نفس الروح اور نفس العقل، نفس الارضیہ اور نفس سماویہ، صوفیہ کے نزدیک نفس کی پانچ قسمیں۔ قرآن میں نفس کے مختلف معانی اور نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ کی تشریح۔ نفس کے مقالہ نگار کے تحت ایک مستشرق کے نام کے ساتھ عبدالقیوم کا نام لکھا گیا ہے۔[۲]

الروح کے عنوان کے تحت روح کے مختلف معانی بیان ہوئے اور ارشادِ الٰہی کا حوالہ بھی دیا گیا، روح کی تین اقسام حیوانی، طبیعی اور نفسانی بیان ہوئیں۔ روح حادث ہے یا قدیم، اس پر بحث ہوئی۔ قرآن میں روح کے مختلف استعمالات اس طرح ہیں: حضرت جبریلؑ، قرآن مجید، وحی، فرشتہ، حضرت عیسیٰؑ۔ کفار نے کس روح کے متعلق سوال کیا تھا۔ یہ بحث بھی ہوئی کہ روح مجرد ہے یا مادی؟ بسیط ہے یا مرکب؟ جوہر ہے یا عرض؟

النفس والروح کے آخر میں ان مصنفین کے حوالہ جات ہیں: ابن القیم، فارابی، ابن سینا، ابن منظور، فیروز آبادی، محمد بن علی تھانوی صاحب کشاف اصطلاحات، رازی، شہرستانی، بغدادی وغیرہ۔

یہ مقالہ مکمل طور پر پروفیسر عبدالقیوم کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔[۳]

### مثال۳ (وحی)

وحی کے عنوان کے تحت متعلقہ مباحث نہایت آسان لیکن بڑے محکم لب لہجہ کے ساتھ سمجھائے گئے۔

اس مقالے میں وحی کے لغوی واصطلاحی معنی بیان ہوئے، قرآن میں لفظ وحی کے مختلف استعمالات، شریعت میں وحی کا تصور بیان ہوا۔ مسلمان فلاسفہ نے وحی کے امکان وجواز پر وارد ہونے اعتراضات کیسے ردّ کیے،

---

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۴/ ۱۲۰، عنوان: البخاری

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۲/ ۴۲۰، عنوان: النفس

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲۲/ ۴۲۳، عنوان: الروح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کے افکار کا خلاصہ بیان ہوا نیز مسلمان فلاسفہ کی نیک نیتی کے باوجود ان کے افکار پر علمائے اسلام کا نقد ذکر کیا گیا۔ اولیاء کے الہام کی حجیت، وحی کے مختلف طریقے، قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا، قرآن کی محفوظیت، وحی الٰہی کا مقصد، وحی محمدی کا آغاز و تسلسل وغیرہ پر بحث ہوئی۔

مقالہ وحی کے آخر میں ان مصنفین کی کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں: ابن منظور افریقی، راغب اصفہانی، ابن ہشام، ابن تیمیہ، الایجی، طحاوی، ابن حجر عسقلانی، رشید رضا مصری، علامہ محمد اقبال، سید سلیمان ندوی، سید مودودی وغیرہ۔ دس صفحات پر مشتمل یہ مقالہ مکمل طور پر پروفیسر عبدالقیوم کا لکھا ہوا ہے۔[1]

مثال ۴ (حضرت میمونہؓ)

ام المومنین حضرت میمونہؓ پر مقالہ ایک صفحے پر مشتمل ہے جو سوانحی مقالات کا ایک نمونہ ہے۔

اس مقالے میں ان کے نام و نسب، سابقہ شوہر، نبی ﷺ کی زوجیت میں آنے کا واقعہ، مہر، وفات اور عمر، احادیث کی تعداد جو ان سے مروی ہیں، اخلاق حسنہ اور خدمات وغیرہ کا تذکرہ ہوا۔ مقالہ حضرت میمونہؓ کے حوالہ جات میں ان مصنفین کی کتب ذکر کی گئی ہیں: ابن سعد، ابن اثیر، ابن حزم، قلقشندی، نوری، بلاذری، ابن کثیر، ابن حبیب صاحب کتاب المحبر، ابن کلبی وغیرہ۔[2]

## پروفیسر عبدالقیوم کا علوم قرآن پر تحقیقی کام

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں علوم قرآن کے بارے میں لکھے گئے تمام مقالات کی ایڈیٹنگ پروفیسر عبدالقیوم نے کی جو لگ بھگ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ یہ تمام مقالات انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ "قرآن AL-KUR'AN" کے بدل کے طور پر لکھوائے گئے۔ انگریزی مقالہ میں قرآن کے متعلق یہ بحثیں چھیڑی گئی تھیں: مادۂ اشتقاق، محمد ﷺ اور قرآن، جمع و تدوین، اندرونی ساخت (سورتیں، آیات وغیرہ)، زبان و انداز بیان، قرآن کی ادبیت، قرآن کا مسلم فکر و حیات پر اثر، قرآن کے تراجم۔ یہ کل بتیس صفحات تھے۔[3]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے "قرآن مجید" پر یہ مقالات لکھوائے: فضائل و آداب، اعجاز القرآن، قصص القرآن، علوم القرآن، قرآن مجید کے اثرات و برکات، تراجم قرآن مجید وغیرہ۔ مقالہ نگاران میں

ا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۶۱۳/۲۲، عنوان: وحی

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۹۸۰/۲۱، عنوان: (حضرت) میمونہ رضی اللہ عنہا

3. Ency. of Islam, root: al-KUR'AN, vol:5, p:400 - 432

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد اسحاق بھٹی، غلام احمد حریری اور پروفیسر عبدالقیوم تھے۔[1]

پروفیسر عبدالقیوم نے علوم قرآن کے مقالات کی ایڈیٹنگ اور قوسین میں داخل کیے گئے اضافات کے علاوہ الگ سے دو مقالے بھی لکھے جو علوم قرآن میں شامل طباعت ہیں۔ ذیل میں پروفیسر صاحب کے دونوں مضامین کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلے مقالے کا عنوان ''علوم القرآن سے متعلق تصانیف'' اور دوسرے کا عنوان ''اہتمام کتابتِ قرآن مجید'' ہے۔ پہلے مقالے کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں علوم قرآن کے بارے میں تصانیف کا تذکرہ ہے تو دوسرا مقالہ تراجم قرآن مجید کے بارے میں ہے۔

علوم قرآن کی تصانیف میں پروفیسر صاحب نے سات سو گیارہ وقیع کتب کے عنوانات درج کیے ہیں جو علوم قرآن کا علمی خزینہ ہے۔ تراجم قرآن کے حصے میں بتایا گیا ہے کہ ترجمہ قرآن کا آغاز حضرت رسول مقبول ﷺ کے عہد زریں ہی میں ہو چکا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اجازت سے اپنے ہم وطنوں کو سورت فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کر کے دیا تھا اور بنو امیہ کے دور حکومت میں متعدد زبانوں میں پورے قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے مختلف زبانوں میں کیے جانے والے تراجم کا تذکرہ کیا ہے اور آخر میں علوم قرآن کی طرح تراجم قرآن کی ایک شاندار فہرست بھی دی ہے جس میں ہر زبان میں تراجم قرآن کی تعداد بھی بتلائی ہے۔ ۴۸ زبانوں میں ۴۵۳ تراجم قرآن کا تذکرہ کیا ہے، پھر بھی آخر میں لکھتے ہیں:

> ''یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ ایک سرسری جائزہ ہے۔ اس سلسلے میں یہ کوئی حرف آخر نہیں ہے۔ کتنی ہی زبانیں ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم جیسے بھی ہیں موجود ہیں۔''[2]

علوم قرآن کا آخری اور پروفیسر عبدالقیومؒ صاحب کا دوسرا مقالہ کتابت قرآن مجید کے بارے میں ہے۔ اس میں کتابت قرآن، قرآن کی تزئین و آرائش اور رسم الخط کے بارے میں مسلمانوں کے ذوق و دل بستگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتابت قرآن ہی کی بدولت فن خطاطی کو چار چاند لگے اور اس فن نے کئی اسلوب اور متعدد انداز اختیار کیے۔ اسی کی بدولت خط نسخ، خط کوفی، خط ثلث، خط رقع اور خط نستعلیق جیسے کئی خط ایجاد ہوئے۔

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱ء ۱۶/ ۳۱۸-۴۱۸، عنوان: قرآن مجید

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۶/ ۶۱۵

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اس مقالہ کے آخر میں بطور مثال نوخطی نمونے بھی دیے گئے ہیں اور ہر ایک کے لیے تحتانی تحریر میں وضاحت بھی کی گئی ہے کہ یہ کونسا خط ہے۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ اس خط میں قرآن کی کتابت کس علاقے اور کس سن ہجری میں ہوئی اور لکھنے والا کون تھا۔[۱]

## پروفیسر عبدالقیوم کا علوم حدیث پر تحقیقی کام

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی جلد ۱/۱۴ علوم اسلامیہ کے تعارف و تاریخ پر مشتمل ہے۔ ان علوم میں سے ''علوم الحدیث'' کا مقالہ پروفیسر عبدالقیوم نے تحریر کیا۔

اس مقالے کے تحت پروفیسر صاحب نے علوم الحدیث کا دائرہ متعین کیا۔ علم روایت اور علم درایت کی دو اقسام واضح کیں۔ وہ اسماء الرجال کے علم کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انسانی تاریخ میں شخصیتوں کے بارے میں اتنی منظم، سنجیدہ اور نتیجہ خیز بحث آج تک دنیا میں کبھی اور کہیں نہیں ہوئی (اس موضوع پر کتابوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے محمد بن جعفر الکتانی: الرسالۃ المستطرفۃ)۔ ان باتوں سے نہ صرف واقعاتی صداقت تک پہنچنے کے بے مثال ذوق و شوق کا پتا چلتا ہے بلکہ ارادے اور نیت کی اس پاکیزگی کا حال بھی معلوم ہوتا ہے جس کے تحت صدہا اہل علم ایک با مقصد اور نتیجہ خیز جستجو میں سالہا سال مصروف نظر آتے ہیں، ایک ایک راوی کے حالات کے تفحص کے لیے دور دور کا سفر اختیار کرتے ہیں اور دیانت روایت کی ساکھ قائم کرنے کے لیے ایسے ایسے مجاہدات میں سے گزرتے ہیں جن کی تفصیل پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔''[۲]

پروفیسر صاحب نے طریق روایت کی آٹھ انواع ذکر کیں اور راویوں کے طبقات واضح کیے۔ علم روایت سے پیدا شدہ علوم ذکر کیے جیسے علم جرح و تعدیل، علم مختلف الحدیث، علم علل الحدیث......الخ۔

پروفیسر صاحب نے موضوع حدیث کا تفصیلی تعارف کرایا اور ضمناً مستشرقین کے اشکالات کا ردّ کیا۔ اس مقالے کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ علوم الحدیث کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لے کر اس کے سات ادوار متعین کیے گئے۔ یہ مقالہ کل آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔[۳]

---

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۶۱۵/۱۶، عنوان: قرآن مجید، ذیلی عنوان: تراجم قرآن، کتابت قرآن

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۳/۱۴،۱

۳۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۰/۱۴،۱-۲، عنوان: علوم الحدیث

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



## پروفیسر عبدالقیوم اور اردو دائرہ کے مقالاتِ سیرت

قرآن مجید کے علاوہ سیرت سے متعلق مقالات کی ایڈیٹنگ بھی پروفیسر عبدالقیوم نے کی جو لگ بھگ ۳۱۵ صفحات پر مشتمل تھے۔ یہ مقالات ان عنوانات پر مشتمل تھے: (حضرت) محمد ﷺ (مقالہ نگار: محمد حمید اللہ [وادارہ])، غزوات (گلزار احمد وادارہ)، شمائل واخلاق نبوی، معجزات (محمود الحسن عارف)، عبادات (محمد حمید اللہ)، اسلام اور مسائل نسواں (جمیلہ شوکت)، ازواج مطہرات (ادارہ آ آ آ)، وغیرہ۔ ان مقالات میں سے مرکزی مقالہ "(حضرت) محمد ﷺ" ۹۰ صفحات پر مشتمل تھا جسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا اور پروفیسر عبدالقیوم نے اس پر قوسین میں توضیحی و تکمیلی چھوٹے بڑے اضافے کیے جن کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔[۱]

پروفیسر صاحب نے دیگر مقالات سیرت کو بھی حرف بحرف پڑھا اور قوسین میں قیمتی اضافات کیے۔

انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالہ "محمد ﷺ" کل ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے جس میں درج ذیل تین بڑے مباحث بیان ہوئے:

1. The Prophet's life and career.
2. The Prophet in popular Muslim piety.
3. The Prophet's image in Europe and the West.[2]

اس کی مزید تفصیل کے لیے زیر نظر کتاب کا عنوان "پروفیسر عبدالقیوم کی نگارشات سیرت" ملاحظہ کیجیے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے دیگر مختلف مقالات بھی لکھے:

"الانصار، بحیرا راہب، جاہلیہ، قریش، اللات، مسیلمہ کذاب، معجزہ، المہاجرون، (حضرت) میمونہؓ ام المومنین، نبوت، وحی، ورقہ بن نوفل، وغیرہ"

## سینئر مدیر کی حیثیت سے علمی کام

اُردو دائرہ کے ادارہ تحریر میں ایڈیٹروں کی تعداد بالعموم سات تھی جو مختلف ادوار میں بدلتی رہی۔ مقالات زیادہ تر بیرونی ماہرین سے لکھوائے جاتے تھے اور اُن کی ہمہ جہت ادبی، فنی اور علمی و اسلامی اصلاح اُردو دائرہ کے دفتر میں ہوتی تھی۔ ایک ایک مضمون پر اُردو، عربی، فارسی اور انگریزی کے ماہر مدیران اصلاح و تصحیح کا کام کرتے تھے۔

مضامین کی فائنل ایڈیٹنگ اور حتمی نظر دو حضرات سید امجد الطاف اور پروفیسر عبدالقیوم کے ذمے تھی۔ یہ

---

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱/۱۹-۸۶، مقالہ: (حضرت) محمد ﷺ، مقالہ از: (محمد حمید اللہ [وادارہ])

2. Ency. of Islam, root: Muhammad, vol:7, p:360-387

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دونوں سینئر ایڈیٹر تھے، اِن کے علاوہ کوئی اور فرد اِس منصب پر فائز نہ تھا۔ سید امجد الطاف اُردو ادب اور عمومی تاریخ وثقافت کے ماہر تھے، وہ انگریزی سے اردو ترجمہ کرتے اور اردو نثر کی تصحیح کرتے تھے جبکہ پروفیسر عبدالقیوم عربی اور اسلامی علوم کے ماہر تھے۔ وہ علمی ونثری اور فکری وتحقیقی اصلاح کرتے۔

جب انگریزی دائرہ کے مقالات کا ترجمہ ہو گیا اور ان کی ایڈیٹنگ ہونے لگی تو تین قسم کے مباحث سامنے آئے۔

۱۔ وہ مباحث جن میں تبدیلی، ترمیم اور حذف کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ مضامین قدیم جغرافیائی مقامات سے متعلق تھے۔

۲۔ وہ مباحث جن میں معمولی ترمیم وحذف کی ضرورت پیش آئی، یہ دینی شخصیات کے بارے میں تھے۔

۳۔ وہ مباحث جن میں بہ کثرت تبدیلی، حذف، ترامیم اور اضافوں کی ضرورت تھی۔ یہ خالص اسلامی اور دینی عنوان تھے جو عقائد، قرآن وسنت اور سیرت سے متعلق تھے۔ اِن مباحث میں عربی واسلامیات کے ماہر متخصص ایڈیٹر کی ضرورت تھی۔ جس کی زیرِ نگرانی نئے مقالات لکھوائے جائیں اور اُنھیں ایڈٹ کرایا جائے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے دوسری اور تیسری ضرورت کو مستحسن طور پر پورا کیا۔ وہ سینئر ایڈیٹر تھے، تمام حساس موضوعات کی ادارت کرتے تھے۔ اُردو دائرہ کو جمہور اہل اسلام کا رنگ دینے میں اُنھی کا کردار سب سے زیادہ تھا۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سینئر مدیر کے ذمہ درج ذیل اُمور تھے:

۱۔ مقالات کی فنی وادبی اصلاح۔

۲۔ مقالات کی علمی اصلاح۔

۳۔ مکمل اُردو دائرہ میں صحیح اسلامی فکر سے وابستگی کا اہتمام

مستشرقین کی کسی بھی علمی خطا کو پہچاننا آسان نہیں، نہ اُس کا متبادل معیاری مقالہ لکھوانا سہل ہے۔ استشراقی خطاؤں کو وہی پہچان سکتا ہے جو مستشرقین کے تاریخی پس منظر، طریقہ کار اور علمی عادات واطوار کا گہرا شناور ہو اور اپنی تہذیب وتمدن، قرآن، حدیث وفقہ اور اسلامی ورثہ پر اعتراضات کی حقیقت علمی رسوخ کے ساتھ جانتا ہو۔

ایک عرصے تک عالم اسلام کے بڑے بڑے مفکرین ''اسلام'' سے گہری محبت کے باوجود کہیں نہ کہیں لغزش کا شکار ہوئے اور بعض مقامات پر اسلام کی معذرت خواہانہ تعبیر وتشریح پیش کی۔ پروفیسر عبدالقیوم نے انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی علمی خطاؤں کو پہچانا اور ان کی جگہ اہل اسلام کی نمائندگی کی۔ ضروری نہیں کہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اپنی ہر بات میں حرفِ آخر ہو یا مکمل طور پر کمزوریوں سے پاک ہو، لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اُردو دائرہ کا جہاں تہاں تنقیدی مطالعہ کریں، اِس میں کوئی مضمون کمزور اور بے دلیل نظر نہیں آئے گا۔

ذیل میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی سینئر ادارت کے متعلق چار باتوں کا جائزہ لیا جائے گا:

۱۔ صحیح اور بہتر اسلامی فکر سے وابستگی کا اہتمام

۲۔ تمام اسلامی مکاتب فکر کی علمی و تحقیقی نمائندگی

۳۔ اردو دائرہ میں قوسین والی ایڈیٹنگ

۴۔ نئے عنوانات پر معیاری مقالات نویسی

ان امور کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## ۱۔ صحیح اور بہتر اسلامی فکر سے وابستگی کا اہتمام

صحیح اور بہتر اسلامی فکر سے وابستگی کے متعلق کافی معلومات گزشتہ سے پیوستہ مضمون ''تعارف اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کے تحت گزر چکی ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی اہم خوبی یہی ہے کہ جن جن مقامات پر مستشرقین نے ٹھوکر کھائی، وہاں جمہور اہل اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق اور صحیح و مستند حوالہ جات سے اسلامی فکر کی عکاسی کی گئی۔ اس ضمن میں سب سے بڑی مثالیں دو مقالات ''قرآن مجید'' اور ''(حضرت) محمد ﷺ'' کی ہیں۔ یہ لگ بھگ تین تین سو صفحات پر مشتمل مقالات ہیں جو انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے نقطہ نظر کے مقابلے میں نئے سرے سے لکھوائے گئے۔

مستشرقین کا مقالہ ''حدیث'' بھی ان کے مخصوص نقطہ نظر کا عکاس تھا جو جمہور اہل اسلام کی نمائندگی نہ کرتا تھا، تاہم ادارے کی مقرر کردہ پالیسی کے مطابق قوسین کے ذریعے اس کی داخلی ایڈیٹنگ کی گئی اور نئے سرے سے مقالہ نہ لکھوایا گیا۔ اس مقالے میں کئی باتیں چھوٹ گئی تھیں جن کی کمی کو ''اصول حدیث'' کے عنوان سے نئے مقالے کی صورت میں پورا کیا گیا۔

تاریخ اسلام کی نمائندہ مذہبی شخصیات جیسے امہات المومنین، صحابہ کرام وغیرہ کے متعلق بھی کئی باتیں جمہور اہل اسلام کے نقطہ نظر کی عکاس نہ تھیں، ان کو بھی حذف و ترمیم اور نئی مقالہ نویسی کے ذریعے بہتر کیا گیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام لائیڈن کے مستشرقین اور اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے بیانات، رجحانات اور اسالیب کے تقابل کے لیے درج ذیل عنوانات ملاحظہ کریں:

اسلام، جہاد، رجم، غلامی، تصویر، حجاب، مرتد، جزیہ، ذمہ، آرٹ، ربٰو، ریاست، شرک، صحابہ، قانون اساسی، (امام) الزہری، رہبانیت، سبحان اللہ، السّنۃ، شہید، صلوۃ، طواف، (حضرت)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آمنہ، (حضرت) اسحاقؑ، وغیرہ

اس کے علاوہ علوم و فنون کی تاریخ سے متعلق مکمل جلد (۱۴،۱۶ و ۱۵) مستشرقین کے افکار کے تناظر میں مدوّن کی گئی اور ان کی آراء کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی اس خاصیت میں تائید ربانی کے بعد جہاں ارکان کی محنتیں شامل ہیں، وہاں پروفیسر عبدالقیوم کا حصہ کمیت میں سب سے زیادہ اور کیفیت میں سب سے بہتر ہے۔

## ۲۔ تمام اسلامی مکاتب فکر کی علمی و تحقیقی نمائندگی

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں علمی و تحقیقی سطح پر تمام اسلامی مکاتب فکر کو نمائندگی دی گئی ہے۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالات کئی مکاتب فکر کے علماء نے لکھے۔ ہر مکتب فکر کو اپنی بات سنانے کا حق دینا لیکن علمی دیانت، صحیح مستند معلومات، شائستہ لہجہ اور باہمی اَدب و احترام کا التزام، یہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے رفقاء کا خاصہ تھا۔

عالم اسلام میں دو بڑے گروہ اہل سنت اور شیعہ ہیں، مختلف عناوین میں ان کا نقطہ نظر صحت مند علمی اسلوب کے ساتھ پورے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ایک مثال پیش کی جاتی ہیں:

مثال ا

اُردو دائرہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

> ”مصلحین امت نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کو افتراق سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ ایسی ہی ایک کوشش اہل السنۃ والجماعۃ کی جامع اصطلاح ہے، جس کے دائرے میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو لانے کی کوشش کی گئی۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی اصطلاح لفظی اعتبار سے اگرچہ دیر کے بعد ظہور میں آئی مگر عملی طور پر ملت کی غالب اکثریت آغاز ہی سے اِس پر کاربند تھی اور ایسے مصلحین کی بھی کمی نہیں رہی جو ملت کی وحدت کے لیے ہمہ تن سرگرم رہے۔“ [۱]

اس کے مقابلے میں ”شیعہ“ کا تعارف بھی علمی و تحقیقی اسلوب میں کرایا گیا۔ اُردو دائرہ میں شیعہ کے متعلق چند مندرجات اس طرح ہیں:

اگرچہ شیعہ امامت کو اپنے مذہبی اصولوں میں جگہ دیتے ہیں، مگر ائمہ اثنا عشریہ کی امامت کے عدم اعتراف کو کفر سے تعبیر نہیں کرتے اور نہ اُن کے نزدیک جو اُن کی امامت کا قائل نہ ہو دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ جمہور شیعہ کا عقیدہ یہی ہے کہ موجودہ قرآن مجید تغیر و تبدل اور کمی و زیادتی سے پاک ہے۔ شیعہ کے

---

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۵۹۰/۳، عنوان: اہل السنۃ والجماعۃ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



نزدیک غیر شیعہ ثقہ کی روایت صحیح ہے اور غیر ثقہ شیعہ کی روایت ضعیف ہے۔ شیعوں کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی توہین وتنقیص کرتے ہیں، البتہ وہ سب کو یکساں درجہ عدالت پر فائز اور جرح ونقد سے بالاتر نہیں سمجھتے۔ سعودی عرب میں مدینے کے محلّہ نخاولہ اور قریب کی بستی عوالی میں شیعوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ غرض دنیا کے ہر مسلمان خطے میں شیعہ ایک اسلامی فرقے کی حیثیت سے موجود ہیں۔[1]

شیعہ کے متعلق یہ مقالہ مفتی جعفر حسین اور ادارہ اردو دائرہ کا تحریر کردہ ہے جو نہایت معتدل، مستند اور بنیادی معلومات کا حامل ہے۔

''اہل بیت'' کے مقالے میں شیعی وسنی دونوں موقفوں کو علمی لہجے میں نمائندگی دی گئی۔ اسی طرح بطور مثال ''معتزلہ، تصوف، اہل حدیث، حدیث، ولی، بوصیری وغیرہ'' کے عناوین ملاحظہ کریں، ان میں تمام اسلامی مکاتب فکر کو علمی بنیادوں پر باحوالہ اور مستند نمائندگی دی گئی۔

اصولی طور پر اُردو دائرے کا کام کسی بھی مسلمان فرقے کی حمایت یا مخالفت نہیں، وہ ہر کسی کے متعلق علمی انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے اور تقابلی انداز میں فریق مخالف کے دلائل کا بھی ذکر کرتا ہے۔ لیکن وہ کسی کی مخالفت میں روایتی مناظرہ یا پرتشدد تبلیغ کا فریضہ انجام نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو دائرہ علمی بنیادوں پر ہر طبقے میں مقبول اور مستند ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی اس خاصیت میں جہاں تمام ارکان کی محنت ہے وہاں پروفیسر عبدالقیوم کی انتہائی محنت، علمیت اور فنِ تحقیق نمایاں ہوتی ہے۔

## ۳۔ اُردو دائرہ میں قوسین والی ایڈیٹنگ

پروفیسر صاحب کی ایڈیٹنگ کی ایک صورت قوسین یعنی بریکٹوں کے ذریعے افادات اور اصلاح کی ہے، ایسی مختصر اور جامع ایڈیٹنگ نہایت مہارت کا کام ہے۔ عربی دائرہ معارف اسلامیہ میں اِس کی مثال نہیں ملتی، عربی دائرہ والوں نے حواشی لکھے لیکن قوسین یا بریکٹوں میں کوئی توضیح یا تلخیص نہیں لکھی۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اِس طریقہ کار کو بروئے کار لایا گیا۔

پروفیسر صاحب کی قوسین والی ایڈیٹنگ دو طرح کی تھی، بعض قوسین محض ایک دو جملوں پر مشتمل ہوتی تھیں جبکہ بعض ایک دو پیروں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مؤخر الذکر قسم کی ایڈیٹنگ دیکھنی ہو تو سیرت کا مرکزی مقالہ دیکھیں جو ڈاکٹر حمید اللہ کا لکھا ہوا تھا۔ اِس مضمون میں جگہ جگہ پروفیسر صاحب کے اضافے ہیں جو نہایت معیاری اور بیش قیمت ہیں۔

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۱/ ۸۹۸، مادہ: شیعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر عبدالقیوم کی قوسین والی ایڈیٹنگ تین قسم کی ہے: ا۔توضیحی، ۲۔تکمیلی، ۳۔استدراکی

توضیحی اضافات محض سابقہ بات کی وضاحت اور قارئین کی سہولت کے لیے ہوتے ہیں، ان میں کوئی نئی بات نہیں ہوتی۔ تکمیلی اضافات میں نئی بات پیش کی جاتی ہے جو سابقہ بات کی تکمیل کرتی ہے، جبکہ استدراکی اضافات میں مستشرقین یا معترضین کے شبہات واشکالات کا جواب ہوتا ہے۔

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

''حدیث'' کے عنوان کے تحت لائیڈن انسائیکلوپیڈیا نے ''عہد نبوی میں کتابت حدیث'' کے متعلق تفصیل پیش نہ کی تھی اور نہ ہی اولین صحیفوں کے متعلق کچھ لکھا تھا۔(1)

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے قوسین کے اندر درج ذیل معلومات کا اضافہ کیا:

تدوین حدیث: [یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حدیث کی کتابت عہد نبوی میں شروع ہو چکی تھی اور عہد صحابہ کرام ﷺ اور عہد تابعین و تبع تابعین میں مسلسل جاری رہی۔ پہلی صدی ہجری گزر جانے کے بعد تدوین اور تالیف وتصنیف حدیث کی ضرورت محسوس کی گئی۔](۲)

لائیڈن انسائیکلوپیڈیا نے حدیث کی تاریخ بیان کرتے ہوئے، وضع حدیث کے محرکات اور ارتقاء وعروج کو بہت تفصیل سے بیان کیا لیکن موضوعات کے مقابلے میں محدثین کی کدّ وکاوش کو بالکل نظر انداز کر دیا۔(3)

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے محدثین کی محنتوں کی بجا طور پر نمائندگی کی، انھوں نے قوسین میں لکھا:

''جوں جوں زمانہ گزرتا گیا رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کے متعلق روایات تعداد اور ضخامت کے لحاظ سے برابر بڑھتی گئیں۔ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ملت اسلامیہ میں مختلف نوعیت کے متعدد مسائل پر تھوڑا بہت اختلاف رائے بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے [قدرتی طور سے ہر مکتب فکر کا مخصوص زاویہ نظر بھی حدیث کی روایتوں پر اثر انداز ہوا۔ اسی طرح سیاسی گروہ بندی بھی، لیکن اس سلسلے میں پیدا شدہ تضادات کی چھان بین اور کھرے کھوٹے کی پہچان کے لیے محکم اصول بھی مدون ہوتے گئے اور فن تطبیق، قیاس اور عقلی تجزیے کی مدد سے جرح وتعدیل کے ائمہ نے تفحص کا حق ادا کر دیا۔](۴)

1. Ency. of Islam, root:Hadith,Collection of Hadith. vol:3, p:23

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۹۶۲/۷، عنوان: حدیث، مقالہ از: (Thomas W. Juynsoll[وادارہ])

3. Ency. of Islam, root:Hadith,Criticism of Hadith. vol:3, p:24

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۹۶۴/۷، عنوان: حدیث، مقالہ از: (Thomas W. Juynsoll[وادارہ])

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''قومیت'' کے عنوان کے تحت لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں ''برصغیر کے مسلمانان کی جدوجہد آزادی'' سے متعلق چند مقامات پر تشنگی تھی۔ اس تشنگی کو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے توسین کی ایڈیٹنگ کے ذریعے اس طرح دور کیا:

''یہ درست ہے کہ مسلمان ایک مشترکہ مذہبی جذبہ رکھتے تھے اور اسی سبب سے مسلمانوں نے اپنی علیحدہ سیاسی تنظیم قائم کی، لیکن صرف یہی ایک وجہ ان کی علیحدگی پسندی کی دلیل نہیں بن سکتی۔ [ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت] انگریزوں نے تعلیم، سرکاری ملازمتوں اور سیلف گورنمنٹ کے محکموں میں جو حکمت عملی اختیار کی تھی، اس سے مسلمان متاثر ہوئے۔ [برطانوی سیاست کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کو جو اس برصغیر پر حکمران رہ چکے ہیں، ابھرنے اور پنپنے کے کم سے کم مواقع مہیا کیے جائیں اور مسلمانوں کو بجا طور پر] یہ خوف دامن گیر تھا کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں (اپنے ہم وطنوں سے) پیچھے رہ جائیں گے۔ اسی اندیشے کے تحت انھوں نے علی گڑھ کالج اور مسلم لیگ کو قائم کیا تھا۔''[1]

''غلامی'' کے عنوان کے تحت لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں تشنگی تھی جسے اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اپنی توسین کی ایڈیٹنگ کے ذریعے دور کیا، ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''اگرچہ اسلام تعلیماً وعملاً آزادیٔ غلامان کا حامی رہا، لیکن اسے دیگر اقوام کے زبردست اثر [اور بعض اندرونی مشکلات کی وجہ سے اپنا مقصد انجام دینے میں مسلسل مشکلات پیش آتی رہیں، لیکن جب دیگر اقوام بھی آمادہ ہوگئیں تو] آج سے ایک سو سال پہلے اسلام نے غلامی کو عملاً وقانوناً ختم کرنے کا تہیہ کرلیا [اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کا خاطر خواہ نتیجہ غلامی کے انسداد کلی کی صورت میں نمودار ہوا]''[2]

''عبادات'' کے عنوان کے تحت لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں نہایت مفید معلومات تھی لیکن عبادات کے داخلی وقلبی رُخ کو نمائندگی نہ دی گئی تھی۔ چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اس بارے میں دس لائنوں پر مشتمل توسین میں ایک اقتباس داخل کیا۔[3]

''عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ'' کے تاریخی احوال لائیڈن انسائیکلوپیڈیا میں عمدہ طریقے سے بیان ہوئے، تاہم ان کے مناقب کے متعلق کوئی حدیث یا آثار کو نمائندگی نہ دی گئی۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ نے دس لائنوں

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲/۱۶، ۴۷۸، عنوان: قومیۃ، مقالہ از: (F. Robinson[وادارہ])

[2] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲/۱۴، ۵۶۳، عنوان: غلامی

[3] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۲/۱۴، ۷۱۸، عنوان: عبادات، مقالہ از: (HEFFENING [وادارہ])

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



پر مشتمل ایک اقتباس قوسین کے ساتھ داخل کیا۔[1]

اس کے علاوہ دیگر کئی مقامات ہیں جہاں لائیڈن کی عبارتوں میں قوسین سے اضافے کیے گئے۔ چند دیگر مثالیں درج ذیل ہیں:

ترمذی، باطنیہ، اجتہاد، اجماع، احرام، اثنا عشریہ، ابولہب، القدس وغیرہ

## ۴۔ اُردو دائرہ کے لیے نئے مقالات لکھوانے کی مشقت

اُردو دائرہ کے متعین معیار پر نیا مقالہ لکھوانا بھی ایک پر مشقت کام تھا۔ اکثر مقالہ نگار مختصر بات لکھنے کے عادی نہیں ہوتے۔ وہ چند صفحات کے مقالے کو پورے ایک رجسٹر میں لکھ کر لے آتے تھے۔ پروفیسر صاحب کو اس طرح کے مضامین کو مختصر کرنے میں بڑی دقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ اسی طرح بہت سے بیرونی مقالہ نگار آسان زبان میں لکھنے کے عادی نہ تھے۔ کچھ لوگ مقالات کی بار بار تصحیح پر ناراضی کا اظہار بھی کرتے تھے۔ بعض کے مقالات پر بہت محنت کرنا پڑتی تھی اور بعض مقالات دوبارہ سہ بارہ لکھوائے جاتے۔ تمام بیرونی مقالہ نگاروں کی تحریروں کو بڑی محنت سے سادہ ترین اسلوب میں ڈھالا گیا۔ اس کام میں پروفیسر صاحب اور ان کے رفقاء کا بڑا حصہ ہے۔ اُردو دائرہ کی ۲۶ جلدوں میں اسلوبِ بیان شروع سے آخر تک ایک ہی جیسا سادہ اور آسان ہے۔

اُردو دائرہ کے نئے مقالات کے لیے گائیڈ لائن بنانا سب سے مشکل اور بھاری کام تھا، اگر یہ رہنمائی مہیا نہ کی جائے تو اُن کی حیثیت مقالہ برائے مقالہ کی رہ جاتی ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم اور ان کے رفقاء نے مضامین کے صحیح اور جامع خطے (Synopsis) مہیا کر کے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے معیار کو فنی اعتبار سے نہایت مضبوط اور پختہ کر دیا۔

اِس کی مثالیں دیکھنی ہوں تو اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے نئے مقالات کا موازنہ عربی دائرہ معارف اسلامیہ سے کریں۔ عربی دائرہ والوں نے شاذ ونادر ہی نئے مقالات لکھوائے، بلکہ زیادہ تر مختصر تعلیقات سے کام چلایا۔ پروفیسر صاحب نے نہ صرف نئے مقالات لکھوائے بلکہ اُن کا شاندار علمی معیار بھی قائم رکھا۔ اس کام میں ڈاکٹر سید عبداللہ کی علمی بصیرت اور راہنمائی بھی کمال درجے کی تھی جس کا مشاہدہ اُردو دائرہ کی تاریخ علوم والی جلد (۱۴ء۱) میں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ چند اہم عنوانات یہ ہیں جن کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے مسلم سکالرز سے لکھوایا اور اپنے دائرہ معارف میں شامل کیا، قوسین میں صفحات کی تعداد ظاہر کی گئی ہے:

اُردو (۳۸)، اسلام (۳۴)، توحید (۲۰)، صلوۃ (۲۵)، علم (۶۰۰)، فن (۴۲۹)، فقہ واصول (۴۷)، لاہور (۶۲)، مادیت (۵۰)، حضرت محمد ﷺ (۳۱۳)، محمد علی جناح (۳۱)، پاکستان (۲۱۰)، قرآنِ مجید (۳۳۲)، وغیرہ

[1] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۴/۲ء۲۵۷، عنوان: عمرو بن العاصؓ، مقالہ از: (A.J.Wensick [وادارہ])

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اُردو دائرہ کے مقالات اور اُن کی ایڈیٹنگ کی مشکلات پروفیسر صاحب نے خود بھی بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''علمی اور فنی مقالات کا ترجمہ بذات خود ایک مستقل مسئلہ اور مشکل مرحلہ ہے اور یہ مسئلہ اور مشکل بن جاتا ہے جب دائرہ معارف کے ایسے مقالات کی زبان کو اردو میں منتقل کرنا پڑے جہاں کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی مطلوب ہوں۔ ایسے علمی وفنی مقالات کے ترجمے کے لیے بھی معیاری فضلا کی ضرورت تھی......

ترجمے کے بعد نظرثانی کا کام بھی ازبس ضروری تھا۔ نظرثانی کے لیے ایسے فاضل حضرات کی ضرورت تھی جو ایک طرف تو انگریزی اور اردو زبانوں میں مہارت رکھتے ہوں اور دوسری طرف دین و مذہب، تہذیب و ثقافت اور تاریخ و تمدن اسلامی سے بھی واقف اور باخبر ہوں تاکہ مستشرقین یورپ کے ذاتی خیالات اور مذہبی تعصبات کی ٹوہ لگا کر علمی مقالات کو اسلامی نظریات سے ہم آہنگ کر سکیں۔''[1]

## پروفیسر عبدالقیوم کا اسلوب نگارش

پروفیسر صاحب کا اسلوبِ نگارش علمی و تحقیقی ہے۔ سادہ الفاظ کو ترجیح دینا، بات کو نہایت مختصر اور متوازن انداز میں بیان کرنا، گفتگو میں ایسی صفائی ستھرائی کہ قاری کو کسی قسم کی تھکان محسوس نہ ہو۔ الفاظ و خیالات میں ابہام و انتشار سے بچنا، تصورات کو نکھارنا اور واضح کرنا...... یہ پروفیسر صاحب کا اسلوبِ نگارش ہے۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف پروفیسر صاحب کے اسلوبِ نگارش کے متعلق لکھتے ہیں:

''پھر جہاں تک اسلوب و اندازِ تحریر کا تعلق ہے، پروفیسر صاحب کا اسلوب مکمل طور پر اپنا ایک منفرد اسلوب ہے۔ تاہم اس پر مولانا شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، بالخصوص ڈاکٹر محمد شفیع کے اسلوبِ تحریر کا ہلکا سا پرتو بھی نظر آتا ہے۔ یہ اسلوب تحریر ایک طرف تو محققانہ اور عالمانہ ہے اور دوسری طرف توضیحی انداز و اسلوب لیے ہوئے ہے۔ آپ کی تحریر میں قاری کے سامنے، ایک ایسی شخصیت جلوہ فرما نظر آتی ہے۔ جو اپنے موضوع کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ جس کی معلومات کا میدان بے حد وسیع ہے اور وہ اس میں سے ایک ایک کر کے معلومات قارئین کی طرف بہاتی چلی جاتی ہے۔ تاآنکہ قاری کا ظرف پُر ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ موضوع اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔''[2]

پروفیسر صاحب کی تحریروں کے نہایت عمدہ اور خوب صورت نمونے ملاحظہ کرنے کے لیے ''پروفیسر صاحب کی

[1] دستاویزات عبدالقیوم مخزونہ دار المعارف لاہور، بنڈل:۱، فائل:۳

[2] مقالات پروفیسر عبدالقیوم، مقدمہ:۱/ ۲۵

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



چند اہم تحریریں" ملاحظہ کیجیے۔

## اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی خاطر پروفیسر صاحب کی محنت و استقلال

پروفیسر صاحب ادارے کے اوقات میں ادارے کا کام مکمل یک سوئی سے انجام دیتے تھے۔ وہ کسی بھی طرح ادارے کا وقت ضائع نہ کرتے۔ ڈاکٹر فضل کریم اُن کے متعلق لکھتے ہیں:

"دفتری اوقات میں ماسوائے چائے کے وقفہ کے کبھی کتاب کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ کبھی فارغ نہ بیٹھتے۔ ہمیشہ کسی نہ کسی مسودہ یا کتاب کی ورق گردانی میں مصروف رہتے۔"[1]

اُنھیں اُردو دائرہ سے باہر کئی ایسی پیش کشیں ہوئیں جنھیں قبول کر کے وہ پُر آسائش زندگی گزار سکتے تھے لیکن اُنھوں نے اپنا مشن اور علمی کام ترک کرنا پسند نہ کیا۔ انھیں "نقوش سیرت نمبر" فائنل کرنے کی پیش کش ہوئی، طفیل صاحب بذات خود گھر آ کر خدمت میں حاضر ہوئے، اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد کے چیئر مین کے عہدے کے لیے خود مولانا کوثر نیازی[2] نے فون کر کے دعوت دی، ڈاکٹر افضل الرحمٰن کی طرف سے سیرت انسائیکلوپیڈیا (انگریزی) کی تحقیق و تدوین اور لندن میں رہائش کی پیش کش کی گئی...... اِن مناصب کو حاصل کر کے وہ دولت و شہرت کے مزے لوٹ سکتے تھے لیکن انھوں نے ہر قسم کے مادی اور دُنیوی لالچ کو ٹھکرا کر یک سوئی سے اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کو ایک مشن سمجھ کر اپنی ذمہ داری پوری کی۔ جس سال دائرہ کی آخری جلد چھپی اُسی سال وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں کہ اردو دائرہ کے علمی کام کے دباؤ کی وجہ سے وہ دوسرے کسی کام کی حامی نہ بھرتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا کام خود اتنا ہوتا ہے کہ کسی اور کام کے لیے فرصت ہی نہیں ملتی اور یہ کہ ان کی خواہش ہے کہ ان کی زندگی میں یہ کام مکمل ہو جائے۔[3]

ڈاکٹر محمود الحسن عارف مزید لکھتے ہیں:

"پروفیسر صاحب ادارے کے مقرر وقت سے خارج جو بھی خدمت انجام دیتے، اُس کا معاوضہ نہ لیتے، حالانکہ اِس کی باقاعدہ اجازت تھی اور دیگر محققین اضافی کام کا معاوضہ لیا کرتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے ذاتی وقت میں جتنے تحقیقی مقالے لکھے، اُن کا بھی کوئی معاوضہ نہ لیا۔ یہ اُن کی اپنے کام اور اپنے دین سے لگن کی علامت تھی۔"[4]

---

[1] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، جلد ۶۴، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۰ء۔ ص: ۱۳

[2] وفاقی وزیر برائے مذہبی امور حج اور اوقاف (۷۷۔۱۹۷۳ء)

[3] اورینٹل کالج میگزین پروفیسر عبدالقیوم نمبر ص: ۴۵۔۴۴

[4] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اور پروفیسر عبدالقیوم کی خدمات، اہل علم کی نظر میں

ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے حوالے سے پروفیسر عبدالقیوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرحوم نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی ترتیب وتصنیف سے لے کر اس کی طباعت تک بہت ذمہ داری اور محنت کے ساتھ کام کیا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم (سابق صدر شعبہ) مرحوم پر بہت اعتماد کرتے تھے، انھوں نے صدر شعبہ کے ساتھ مل کر صرف کام کی رفتار ہی میں گرانقدر اضافہ نہ کیا بلکہ اس کے معیار کو بھی اوج کمال پر پہنچایا۔ اس میں بے شمار نئے مقالات کا اضافہ کیا اور قدیم مقالات کی حسب ضرورت اصلاح وترمیم کی۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تکمیل میں پروفیسر صاحب کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔''[۱]

اس بارے میں ڈاکٹر شیر محمد زمان لکھتے ہیں:

''ریٹائرمنٹ سے پہلے بھی اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے مقالات لکھے، مگر ریٹائرمنٹ کے بعد شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا رکن بننے پر تو اس وقیع سلسلے کا شاید ہی کوئی حصہ رہا ہوگا جس پر ان کی چھاپ نہ ہو۔ ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کے حسن انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے، اس کام کے لیے پروفیسر صاحب سے بہتر رفیق کار انھیں کہیں میسر نہ آسکتا تھا۔''[۲]

اورینٹل کالج میگزین میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے حوالے سے پروفیسر عبدالقیوم کی خدمات کو کئی اہل علم نے سراہا ہے۔ تاہم سب سے زیادہ تفصیل ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے پیش کی ہے اور اس کے بعد شیخ نذیر حسین نے۔ یہ دونوں اصحاب لمبی مدت ان کے ساتھ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں کام کرتے رہے۔

انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اہل استشراق کی ایک عظیم کتاب ہے۔ تاہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ عظیم تر کتاب ہے۔ اردو دائرہ معارف اپنے علمی وتحقیقی کمالات اور بہتر فکری تشکیل کے سبب عربی اور ترکی دائرہ معارف پر بھی درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی یہ فضیلت حکومت پاکستان اور پنجاب یونیورسٹی کی مرہون منت ہے۔ شعبہ اردو دائرہ معارف میں اس کے ذمہ دار ادارہ تحریر کے تمام ارکان شامل ہیں۔ رؤسائے ادارہ میں مولوی محمد شفیع اور ڈاکٹر سید عبداللہ بہت قابل قدر ہیں۔ اردو دائرہ کی بہتر اسلامی شناخت میں سب سے زیادہ حصہ پروفیسر عبدالقیوم کا ہے۔

---

۱۔ اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم، ص: ۱۷۰

۲۔ اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم، ص: ۱۷۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اُردو دائرہ معارف اسلامیہ پر تحقیقی کام کی ضرورت

"اُردو دائرہ معارف اسلامیہ" اسلام کی دینی وعلمی، تہذیبی وتمدنی، تاریخی وسیاسی حیثیتوں پر جامع اور بلند پایہ تصنیف ہے جو کہنے کو لائیڈن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا ترجمہ ہے، تاہم لائیڈن کے کام میں کافی مقامات پر اسلامی نقطہ نظر کی صحیح عکاسی اور جمہور اہل اسلام کی نمائندگی نہیں تھی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے اسے صحیح اسلامی نقطہ نظر اور جمہور اہل اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے پیش کیا اور اس کی وقعت میں بیش قیمت اضافہ کیا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جیسا مستند، وسیع وعریض اور کثیر الاستعمال اسلامی تحقیقی منصوبہ بہت کم نظر آتا ہے۔

"اردو دائرۂ معارف اسلامیہ" نے انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی علمی خطاؤں پر اپنی ادارتی اصلاحات داخل کر کے خود کو ایک اہم اور منفرد کتاب کا درجہ عطا کیا ہے۔ یہ اصلاحات تین قسم کی ہیں:

۱۔ مستشرقین کے مقالات میں قوسین کے ذریعے بے شمار مقامات پر اصلاحات داخل کی گئیں۔

۲۔ مستشرقین کے مقالات کے آخر میں "تعلیقہ" کے عنوان کے تحت بیش قیمت اضافات کیے گئے۔ یا مستشرقین کے مقالات کے بعد اُسی عنوان پر (ب) مقالہ کے تحت نہایت اہم اضافی معلومات درج کی گئیں جو مستشرقین سے رہ گئی تھیں۔

۳۔ مستشرقین کے مقالات حذف کر کے نئے مستقل تحقیقی مقالات کی تدوین کی گئی جو مستشرقین کے افکار ومنہاج کے مقابلے میں جمہور اہل اسلام کے موقف اور منہاج کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ اپنی مذکورہ بالا تین خوبیوں کی وجہ سے انگریزی، عربی، فارسی اور ترکی انسائیکلوپیڈیاؤں پر خاص درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ خوبیاں علمی وتحقیقی اصلاح کے ساتھ ساتھ منہج وطریق کار سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اشد ضرورت ہے کہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے اس پہلو پر پی ایچ ڈی سطح کا تحقیقی کام کرایا جائے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی امتیازی خصوصیات میں اہم اور نمایاں کردار ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر عبدالقیوم کا ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقام ومرتبہ متعین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ارکان خصوصاً ارکان ثلاثہ کی خدمات کا بھی بھرپور جائزہ لیا جائے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عرب دُنیا کے لیے اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کا تعارف

(بقلم پروفیسر عبدالقیومؒ)[1]

السلام علیکم ورحمة الله ......وبعد!

فانه يطيب لی أن أعرفكم بقسم دائرة المعارف الاسلامية الأردوية لجامعة بنجاب لاهور۔

لعل هذا فی علمكم أن هذه الجامعة هی أقدم الجامعات فی شبه القارة الهندية الباكستانية و أكبرها وقدمضى قرن عن الزمان منذ إنشاء ها والقسم العربی بها هو أيضاً أكبر أقسام اللغة العربية لا فی باكستان فحسب بل فی شبه القارة كلها۔

وفي سنة ١٩٥٠م اقترح الدكتور عبدالله السيد عميد الكلية الشرقية سابقا ورئيس دائرة المعارف الاسلامية حاليا بانشاء هذا القسم و نقل دائرة المعارف الاسلامية من الانجليزية الى اللغة الاردوية (اللغة الرسمية لغرب باكستان) مع اضافات جديدة وتنقيح المواد المكتوبة بالانجليزية بأقلام المستشرقين ومن حذا حذوهم من العلماء۔

و الحق ان هذا كان مشروعا عظيما جدا و كان لابد من المبلغ الضخم للعمل عليه وتكميله وقد خصّت الجامعة هذا المبلغ للمشروع بمساعدة مالية من حكومة غرب باكستان و بدا العمل عليه فی سنة ١٩٥٠م والى الان قد نشر أربع مجلدات كبيرة[2] من دائرة المعارف إلى جانب ترجمة جميع مقالات وموادها إلى الأردوية وقد التزمنا فی الترجمة و اعداد المواد للنشر و الطبع الأمور التالية۔

١۔ أضفنا مقالات جديدة عن الموضوعات الهامة (عن ناحية الدين والتاريخ و الثقافة والأدب وغير ذالك) التی أهملها المستشرقون فی دائرة المعارف الاسلامية

---

[1] یہ خط ۱۹۶۶ء کے آس پاس کے ایام میں عربی دائرہ سے وابستہ ذمہ دار شخصیتوں کو ارسال کیا گیا۔

[2] کل ۲۳ مجلدات پر مشتمل یہ منصوبہ سن ۱۹۸۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم کی وفات کے موقع پر مکمل ہوا۔ البتہ اشاریہ اور مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ بعد میں شائع ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الانجليزية۔

۲۔ ألغينا المقالات التى كتبت تشويهاً للعقائد الاسلامية أو افتراء على الاسلام وزعمائه و كتبنا المقالات االجديدة مكانها۔

۳۔ وألغينا كذلك المقالات عن الموضوعات الفنية التى لم تفهم المستشرقون حقيقتها وركبوا االمطايا العمياء فى كتابتها و دعونا العلماء فى العالم الاسلامى لكتابة هذه المقالات من جديد۔

٤۔ وقد اعتنينا اعتناء خاصا لصحة المواد فأخرجنا الفاسد والغلط منا ووضعناالمواد والمعلومات الصحيحة مكانها من القوسين فى المقالة اشارة إلى أن هذه المعلومات ليست لكاتب المقال وانما وضعناها عند الترجمة له۔

٥۔ وقد أضفنا المصادر والمراجع فى نهاية كل مقالة التى نشرت حديثا أو أهملها أنظار المستشرقين۔

وقد سَمِعْنَا عن بعض المصادر أنكم تقومون كذلك باتمام مشروع و تكميلهٖ من هذا النوع ممّا يزيدنا غبطة وسرورا الا أننا نرى عن الضرورى المفيد أن نتبادل المعلومات والمطبوعات ونتعاون فى هذا الميدان من البرو الخير و قد أمرنا بالتعاون على البر والتقوى۔

فالرجاء من فضيلتكم إعلامنا بتفا صيل مشروعكم وأن نكون على صلة مستمرة من تبادل المعلومات والمطبوعات۔

و تفضلوا بقبول فائق الاحترام ودُمتم

المخلص

**عبدالقيوم**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# مختصر موضوعاتی فہرست

## اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ

### اسلام۔ اُصولی تعلیمات

| [illegible] | [illegible] |
|---|---|
| عمومی تعارف | اسلام |
| مصادر اسلام ومتعلقات | قرآن، حدیث، محمد ﷺ، تفسیر |
| عقائد | توحید، شرک، اللہ، نبوت، ملائکہ، آخرت، کتب سماویہ، تقدیر |
| عبادات | ارکان اسلام، توحید، صلوٰۃ، صوم، حج، زکوٰۃ، تراویح |
| اخلاقیات | اخلاق، زہد، توکل، حلم |
| معاشرت | لباس، حجاب، نکاح، طلاق، مہر، متعہ |
| فقہ وتعلیمات | نکاح، حد، جہاد، مرتد، قصاص، قسم، نذر وغیرہ |
| سیاست | جمہوریت، ریاست، جزیہ، حریت، ذمہ |
| [illegible] | |
| تعلیم | المتعلم و المعلم (اسلام کا نظام تعلیم)، جامعہ، مدارس |
| دعوت | المبلغ (اسلام کا نظام دعوت اور اس کی تاریخ) |
| اقتصادیات | ربوٰ، مال، ضریبہ (ایک قسم کا ٹیکس)، تجارت |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| تاریخ، شعبہ ہائے زندگی | بلدیہ، جریدہ (مسلم ملکوں کی صحافت)، حسبہ (اسلام کا نظام امر بالمعروف ونہی عن المنکر)، ادویہ، طب، مسجد، بیمارستان (ہسپتال) |
| متفرق تحریکیں | جمعیت (مختلف تحریکیں)، محمد بن عبدالوہاب، اخوان المسلمون، وہابیۃ |
| تصنیف | دارالمصنفین |
| جنگ و جدل | حرب، بارود، جہاد |
| [illegible] | |
| ادیان | رہبانیت، دین، تثلیث، سکھ، یہود، نصاریٰ |
| [illegible] | |
| امت کے دو بڑے گروہ | اہل السنۃ والجماعۃ، شیعہ |
| اہل سنت کے فقہی مکاتب | حنفیہ، حنابلہ، شوافع، مالکیہ |
| شیعہ گروہ | اسماعیلیہ، اثناعشریہ، آغاخانیہ |
| علم کلام | اشعری، ماتریدی، معتزلہ |
| قدیم اہل بدعت فرقے | مرجئہ، ظاہریہ، جہمیہ، باطنیہ، قرامطہ |
| تصوف | تصوف، ولی، چشتیہ، حلاج، ابن العربی، چشتیہ، قادریہ |
| [illegible] | |
| علوم | علم، جغرافیہ، تاریخ، تجوید، سیرت، عروض، قانون |
| فنون و آداب | آرٹ، فن، ادب، موسیقی (دف، رباب، مزمار) |
| اصناف ادب | قصہ، مثنوی، قصیدہ، مزاح، مرثیہ |
| متفرق | دارالعلوم، دارالحدیث، دارالترجمہ، مکتبہ |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| [illegible] | |
| فلسفہ یونان | ارسطو، افلاطون، بقراط |
| مستشرقین | براکلمان، ولیم میور |
| جدید افکار | دنیویت، مادیت، وجودیت، جمہوریت، قومیت |
| فلاسفہ (مسلمان) | کندی، فارابی، ابن سینا، البیرونی، فلسفہ (اسلامی) |
| [illegible] | |
| دینی شخصیات | انبیاء، ازواج مطہرات، صحابہ، محدثین، (ہر ایک پر الگ الگ ذیلی شخصیات) |
| ائمہ | مالک، بخاری، ترمذی، شافعی، جعفر صادق |
| قدیم علماء | ابن کثیر، ابن القیم، ابن خلدون، نووی، ابن تیمیہ، باقلانی |
| [illegible] | |
| علوم دینیہ | علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم الفقہ، علم المیراث، علم العقائد، علم کلام، علم تصوف، علم الاخلاق، علم النفس (۱۷۳ صفحات) |
| سوانحی ادب | علم سیرۃ، علم رجال، علم طبقات |
| غیر سوانحی ادب | معجمات، وفیات، اخبار، تذکرہ، سوانح عمری |
| تاریخی ادب | بدائع وقائع، تاریخی قصص و حکایات (حکایۃ، قصہ) |
| جغرافیہ | علم جغرافیہ، علم العجائب |
| علوم الادب واللسان | الصرف، نحو، الاشتقاق، اللغۃ، انشا، بلاغت، معانی و بیان، فنون شعر، جدید نظم، جدید نثر (انشا) |
| علوم حکمیہ | علم الٰہیات، علم منطق |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| علوم ریاضیات | الحساب، الہندسہ، المساحۃ، الجبر والمقابلہ، ہیئت، زیج و تقویم، جمل، موسیقی، وغیرہ |
| [illegible] | |
| علوم طبعیہ | طبیعیات، الکیمیا، المعادن |
| علوم عملی طبعیات | طب، فلاحت |
| علوم حکمت عملی | علم سیاسیات، علم معاشیات، علم عمرانیات |
| قصص و حکایات | حکایۃ، قصہ، مقامہ، علم محاضرات |
| [illegible] | |
| فن | شعر و شاعری، موسیقی، مصوری، تعمیر، تجلید، تذہیب، تکفیت، فخار، فلز کاری، پارچہ بافی، قالین بانی، طراز، خطاطی |
| [illegible] | |
| حکومتیں | حکومت، فاطمین، مغل |
| بادشاہ و حکمران | بابر، شاہ عالم، شاہ جہان، اتاترک |
| قدیم شہر | بلخ، بغداد، ٹمبکٹو، لکھنؤ، دمشق، مکہ، مدینہ |
| اسلامی ممالک | افغانستان، برونائی، بوسنیا، تونس، لیبیا، فلسطین، مراکش، ایران، انڈونیشیا، اندلس، مصر، بحرین |
| جدید شہر | تہران، کشمیر، دہلی، ڈھاکہ |
| عربی زبان و لوگ | العربیہ، عرب |
| [illegible] | |
| شخصیات (قبل از برطانوی دور) | مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، ٹیپو سلطان، معین الدین چشتی، نظیر اکبر آبادی |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| شخصیات (برطانوی دور) | احمد خان (سرسید)، شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، اشرف علی تھانوی، اقبال، حالی، مودودی |
| پاکستان اور متعلقہ عنادین | پاکستان، مسلم لیگ، محمد علی جناح (قائد اعظم)، لیاقت علی خان |
| صوبہ جات | پنجاب، بلوچستان، سندھ، سرحد، کشمیر |
| پاکستان کے اہم شہر | لاہور، کراچی، ملتان، راولپنڈی، اسلام آباد |
| اہم زبانیں | سرائیکی، سندھی، پنجابی، پشتو، بنگالی، بلوچی، کشمیری، سنسکرت |
| قومی زبان | اردو |
| [illegible] | |
| غیر مسلم ممالک | انڈیا، فرانس، فلپائن، صین (چین) |
| غیر مسلم شہر | بوداپسٹ، رنگون، کلکتہ |

## اہم مراجع


١۔ فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر ونفوذ۔
ڈاکٹر محمد شہباز منج، شعبہ علوم اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی، القمر پبلی کیشنز لاہور، ٢٠١٦ء

٢۔ اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین کا انداز فکر۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، بیت الحکمۃ لاہور، ٢٠٠٥ء۔

٣۔ الاستشراق بین الحقیقۃ والتضلیل۔ دکتور اسماعیل علی محمد۔ ٢٠٠٠ء

٤۔ الاستشراق، تعریفہ، مدارسہ، آثارہ۔ دکتور محمد فاروق نبہان۔ رباط

٥۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ الاستشراقیہ، اضالیل واباطیل، دکتور ابراہیم عوض، قاہرہ ١٩٩٨ء

٦۔ استاد الاساتذہ مولوی ڈاکٹر محمد شفیع، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، نشریات لاہور۔ ٢٠١٣ء


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۷۔ اورینٹل کالج میگزین، (ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر)۔ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔۱۹۸۷ء

۸۔ اورینٹل کالج میگزین، (پروفیسر عبدالقیوم نمبر)۔ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔۱۹۹۰ء

۹۔ موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ۔مرکز الشارقۃ للابداع الفکری۔طبع اوّل ۱۹۹۸ء

10. The Encyclopaedia of Islam, second edition, Leiden.

۱۱۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور۔طبع اوّل

۱۲۔ کچھ اہم مضامین پروفیسر صاحب کی قیمتی دستاویزات سے حاصل ہوئے جو دار المعارف لاہور میں محفوظ ہیں۔

۱۳۔ بعض مآخذ کا تذکرہ مضمون کے متن میں آ گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# حصہ پنجم

# آثارِ خیر

پروفیسر عبدالقیوم کی یاد میں دو اہم ادارے قائم کیے گئے۔

۱۔ عربی وشرعی علوم کی عظیم الشان لائبریری موسوم بہ "پروفیسر عبدالقیوم لائبریری"

۲۔ اسلامی تحقیقی ادارہ "دار المعارف"

یہ دونوں ادارے پروفیسر صاحب کی قدیم آبائی مسجد "الجامع المبارک" سے منسلک ہیں۔
ذیل میں ان دونوں اداروں اور الجامع المبارک کا تفصیلی تعارف کرایا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# پروفیسر عبدالقیوم لائبریری
## (ایک تعارفی جائزہ)

### پروفیسر عبدالقیوم کا ذاتی کتب خانہ

پروفیسر صاحب کا نجی کتب خانہ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی وقیع اور بیش قدر کتابوں کے معتد بہ ذخیرہ پر مشتمل تھا۔ پروفیسر صاحب کا یہ ذخیرہ اُن کے ورثاء نے اورینٹل کالج لاہور کو وقف کر دیا جو بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری میں شامل کر دیا گیا۔ اُن کے زیر استعمال تمام ذاتی کتب اُن کے نام سے مختص گوشے میں محفوظ ہیں۔ یونیورسٹی لائبریری کی انتظامیہ نے اُن کی کتب کا اشاریہ بھی مرتب کیا جو دار المعارف اور یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس ذخیرے میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں کی ادبی تاریخ، لغات، صرف ونحو وانشاء اور ادبی تنقیدی کتب پر گراں قدر مواد موجود ہے۔

پروفیسر صاحب کے کتب خانے میں صابونی کی صفوۃ التفاسیر، زمخشری کی کشاف، نواب صدیق حسن کی الروضۃ الندیۃ اور ابن القیم کی زاد المعاد جیسی کتب موجود ہیں۔ اسی طرح محمدیہ پاکٹ بک بھی قابل ذکر ہے۔ تصوف پر بھی چند نہایت قیمتی اور فنی کتب موجود ہیں جیسے رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب اور التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف۔ مؤخر الذکر کتاب تصوف کے موضوع پر احادیث کے دلائل سے مزین ہے جسے مولانا اشرف علی تھانوی نے ترتیب دیا ہے۔ علاوہ ازیں تصوف ہی کے موضوع پر علامہ احسان الٰہی ظہیر اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی وغیرہ کی تنقیدی کتب بھی موجود ہیں۔

پروفیسر صاحب کے مکتبہ میں تاریخ و سیر پر بھی کافی مواد موجود ہے۔ تاریخ علوم پر فہرست ابن ندیم، حاجی خلیفہ کی کشف الظنون اور عبدالحی الحسنی کی الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند نہایت اہم ہیں۔ قدیم علماء اور معاصر تحریکوں کے موضوع پر بھی اہم تحریریں موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری کا قیام

پروفیسر صاحب کی کتابوں سے گہری محبت اور وابستگی کی بنا پر اُن کے ورثاء نے ۲۰۰۸ء میں ایک عظیم الشان لائبریری کی بنیاد رکھی جو اس وقت الجامع المبارک کے قریب پانچ منزلہ نئی تعمیر شدہ عمارت میں واقع ہے۔ یہ لائبریری بنیادی طور پر مشرقی علوم یعنی عربی و اسلامیات کی حوالہ جاتی کتب کے ذخیرے پر مشتمل ہے۔ کتب کا انتخاب اعلیٰ تحقیقی معیار پر کیا جاتا ہے۔ لائبریری میں قدیم مصادر کے ساتھ جدید بلند پایہ کتب موجود ہیں۔ کتب میں اضافے کے لیے مسلسل کاوش جاری رہتی ہے۔ لائبریری میں زیادہ تر عربی کتب ہیں تاہم اُردو کا ذخیرہ بھی معقول مقدار میں موجود ہے۔ اس کا شمار لاہور کی اہم لائبریریوں میں ہوتا ہے۔

## لائبریری کے شعبوں کی فہرست

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | علوم قرآن | حفظ و تجوید، قراءات، اعجاز، الموسوعۃ، علوم القرآن، قرآن کی نحوی صرفی بلاغی تشریح، اصول تفسیر، تاریخ التفسیر، تعارف تفاسیر |
| ۲۔ | تفاسیر | قدیم تفاسیر، جدید تفاسیر، فِرَق کی تفسیر، احکام القرآن |
| ۳۔ | علوم حدیث | غریب، اطراف، مشکل، علل، تخریج، زوائد و جوامع، انکارِ حدیث و حجیت |
| ۴۔ | متون حدیث | متون صحاح ستہ و غیر صحاح ستہ، شروح صحاح ستہ (قدیم و جدید) شروح غیر صحاح ستہ، شرح مجموعات کتب حدیث (بلوغ المرام، مشکوۃ وغیرہ) |
| ۵۔ | اصول فقہ | متون اصول فقہ مع شروح، مبسوط کتب اصول فقہ، مذاہب اربعہ کی تقابلی اصول فقہ، اصول فقہ و تاریخ فقہ پر جدید تحقیقی کام |
| ۶۔ | فقہ | فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی، تقابل مذاہب اربعہ |
| ۷۔ | جدید سلفی مکتب فکر | جدید سلفی فقہ |
| ۸۔ | فقہ عام | عبادات، نکاح و طلاق، بیوع و عقود، امارت و قضاء، جدید فقہی مسائل اور نوازل |
| ۹۔ | کتب شیعہ | کتب اربعہ، رجال، فقہ، تعارف ائمہ اطہار، اخبار و شرح، عقیدہ و سیاست |
| ۱۰۔ | فتاویٰ | فتاویٰ قدیم علماء، فتاویٰ علماء معاصر، فتاویٰ موضوعاتی |
| ۱۱۔ | عقیدہ و کلام | قدیم علمائے عقیدہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کی کتب، مطولات علماء معاصر، اشاعرۃ و ماتریدیۃ، جدید علمائے عقیدہ کا تحقیقی کام |
| ۱۲۔ | فِرَق و مِلَل و ادیان | قدیم گمراہ فرقے، کتب فِرَق و مِلَل، الادیان |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | | |
|---|---|---|
| ۱۳۔ | تصوف وتربیت | قدیم مطولات، قدیم کتب تصوف، رجال تصوف، تنقید، نظام تربیت نفس (سلفی معاصر علماء) |
| ۱۴۔ | تزکیہ واخلاق | آخرت، فضائل ورذائل (عقیدہ، علم، عبادات، معاملات،......الخ)، حکم ومواعظ، اذکارودعائیں، جادو ودم، نجاح وتعمیر شخصیت |
| ۱۵۔ | دعوت وجہاد | نصرت وتمکین، رفاہ عامہ، تربیت وسلوک، دعوت وتبلیغ، جہاد وقتال |
| ۱۶۔ | عربی ادب | نثر، قصص وروایات، نظم، تاریخ ادب عربی، بلاغت |
| ۱۷۔ | عربی لغات ومعاجم | قدیم وجدید لغات، متفرق علوم سے متعلق لغات |
| ۱۸۔ | صرف ونحو | قدیم وجدید، آسان صرف ونحو، عربی انگریزی صرف ونحو |
| ۱۹۔ | سیرت النبی ﷺ | دلائل، شمائل، فضائل، مدح، منظوم سیرت، فقه السيرة، معالم المدينة |
| ۲۰۔ | تاریخ اسلام | تاریخ ۳۰۰ھ تک، تاریخ ۵۰۰ھ تک، تاریخ ۱۰۰۰ھ تک، تاریخ اسلامی چودہ صدیاں، تاریخ اسلام (جدید اسلوب)، بلدان، تاریخ مکہ ومدینہ (قدیم وجدید اسلوب)، حاضر العالم الاسلامی |
| ۲۱۔ | اسماء الرجال | قدیم ترین کتب اسماء الرجال، رجال صحاح ستہ، متفرق رُواۃ، الانساب، الثقات والضعفاء، تراجم وشیوخ، |
| ۲۲۔ | انبیاء، صحابہ وتابعین | انبیاء، صحابہ کرام (قدیم اسلوب)، صحابہ کرام (جدید اسلوب)، صحابیات، تابعین وتابعات |
| ۲۳۔ | شخصیات ومشاہیر | سیر اعلام، معجم الادباء، اعیان القرون، وفیات، مفرد شخصیات پر تحقیقی کام |
| ۲۴۔ | طبقات وتراجم | طبقات (صحابہ، مفسرین، فقہاء،۔۔الخ)، تراجم (شعراء، لغویین،۔۔الخ) |
| ۲۵۔ | تعارف علوم اسلامیہ | تعارف علوم ومصنفین (قدیم اسلوب)، تعارف علوم ومصنفین (جدید اسلوب)، جدید دور کے اعلام نگار، فہارس ومخطوطات |
| ۲۶۔ | متفرق عربی علوم | طب، حیوانیات، فلکیات، ریاضیات |
| ۲۷۔ | جدید موضوعات | جدید تہذیبی وعلمی مباحث، جدید علوم، العلمانية |
| ۲۸۔ | نمایاں علماء ومحققین | الاعمال الكاملة (نمایاں علماء کے تمام کام کا مجموعہ)، ابن تیمیہ، |
| ۲۹۔ | مجلات ورسائل | عربی مجلات ورسائل، اوراق المؤتمرات والملتقيات العلمية، |
| ۳۰۔ | دائرۃ المعارف | (انسائیکلوپیڈیا) دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، الموسوعۃ العربیۃ العالمیہ |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۳۱۔ الیکٹرونک کتب و پروگرام (سوفٹ لائبریری) عربی، اردو، انگریزی

## ذخیرہ کتب کا ایک جائزہ

لائبریری میں موجود کتب کی کل تعداد پینتیس (۳۵) ہزار کے لگ بھگ ہے، اور ہر ماہ نہایت اہم کتابوں کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ جدید مطالعات پر کئی اہم سلسلہ ہائے مطبوعات موجود ہیں۔ عالمی سطح پر نمایاں ممتاز علماء و محققین کی مکمل تالیفات کی سیریز دستیاب ہے۔ عربی مجلات و رسائل کی فائلوں کا وسیع ذخیرہ بھی لائبریری کی زینت ہے۔ متعدد اہم دائرات المعارف (Encyclopedias) کے علاوہ عربی، اردو اور انگریزی کی مکمل سوفٹ لائبریریز بھی موجود ہیں جن میں پی ڈی ایف کتب کی تعداد ۴۵،۰۰۰ کے لگ بھگ ہے جن کی مفت سوفٹ کاپی کی اجازت ہے۔ محققین کے لیے مکتبہ شاملہ کا جدید ترین ایڈیشن اپنے بہترین سوفٹ ٹیوٹر کے ساتھ موجود ہے۔ عصرِ حاضر کے اسلوب میں دین کی تفہیم اور عقیدہ، عبادت، قانون، عمرانیات، اقتصادیات، سیاسیات اور اسلامی تحریکات پر تازہ علمی لٹریچر بھی دستیاب ہے۔

## لائبریری کا نظم و نسق

لائبریری کا تمام کتابی ذخیرہ اہم شعبوں میں مرتب و منظم ہے، کیٹلاگ کی سہولت کمپیوٹر کی ایکسل فائل کی شکل میں ترتیب دی گئی ہے۔ لائبریری میں ڈیوی کی تقسیم کے مطابق طلب نمبر لگا دیے گئے ہیں اور ایک معاون لائبریرین زائرین کے ساتھ تعاون کے لیے موجود ہوتا ہے۔ لائبریری میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے اہتمام کے علاوہ مطالعہ کا نہایت پرسکون ماحول میسر ہے تاہم کتب کی ترسیل اور مستعار لینے کی اجازت نہیں۔

لائبریری میں تجربہ کار محققین بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں جو تحقیق کا کام کر رہے ہیں اور بوقت ضرورت طلباء اور بیرونی محققین کے لیے مقدور بھر علمی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری دیگر لائبریریوں سے رابطہ میں رہتی ہے۔ یہ ہر خاص و عام کے افادے کے لیے صبح ۹ سے شام ۵ بجے تک بلاناغہ باقاعدگی سے کھلتی ہے اور سرکاری چھٹیوں کے علاوہ کوئی چھٹی نہیں ہوتی۔

پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری میں ۲۰۰۸ء سے اب تک کتب کا مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کی لائبریری کا قیام عام طور پر حکومتوں، فلاحی اداروں کے ذمے ہوتا ہے، لیکن پروفیسر عبدالقیومؒ کے ورثاء نے ذاتی وسائل سے اس لائبریری کو نہایت ذوق و شوق اور خوش اسلوبی کے ساتھ قائم کیا اور وہ اس میں مسلسل اضافہ بھی کر رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب اور اُن کے مشن پر چلنے والے تمام علم دوست احباب شکر و سپاس کے ہمیشہ مستحق رہیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ادارہ

# دار المعارف لاہور

## (مرکز اسلامی تحقیق وتالیف)

''دار المعارف'' ایک تحقیقی وتالیفی ادارہ ہے جو الجامع المبارک، متصل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے بالکل قریب واقع ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

**دار المعارف قیام کا پس منظر**

پروفیسر عبد القیومؒ کی ساری زندگی علوم اسلامیہ وعربیہ کی تعلیم وتحقیق میں بسر ہوئی۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تدوین کے دوران میں انھیں اِس امر سے گہری دلچسپی تھی کہ سیرت النبی ﷺ اور تاریخ علوم اسلامیہ جیسے عظیم موضوعات پر بڑے تحقیقی منصوبے ترتیب دیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے تحقیقی خاکے تیار کیے، تاہم وہ اپنی زندگی میں ان خاکوں میں رنگ نہ بھر سکے۔

۲۰۰۸ء میں اُن کے فرزند میجر زبیر قیوم نے اپنے والد گرامی کے تیار کردہ خاکوں میں رنگ بھرنے کا سوچا۔ اسی نیک ارادے کے پیش نظر دار المعارف ریسرچ سنٹر کی بنیاد ڈالی گئی اور پروفیسر عبد القیوم لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ دار المعارف اور لائبریری کے لیے ایک علیحدہ پانچ منزلہ خوب صورت بلڈنگ تعمیر کی گئی جس کی زمینی منزل کو خواتین کی نماز اور ان کے تعلیمی کورسز کے لیے مختص کیا گیا، اوپر کی تین منزلیں پروفیسر عبد القیوم لائبریری کیلئے مختص کردی گئیں، پانچویں منزل پر ارکان دار المعارف کے لیے رہائش گاہیں بنائی گئی ہیں۔ ۲۰۱۴ء کے آغاز میں ادارہ اپنی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ اس سے پہلے یہ ادارہ مسجد مبارک کی بالائی منزل پر تھا۔

**دار المعارف کا فکری منہج**

دار المعارف کا مقصد وحید قرآن وسنت اور صحابہ وسلف صالحین کے منہج کے مطابق دین کی تعلیم، تبلیغ اور نشر واشاعت ہے۔ اسی مقصد کے لیے اس مرکز کی لائبریری قائم کی گئی اور اسی مقصد کے لیے اس میں محققین کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ایک جماعت صبح وشام مصروفِ کار رہتی ہے۔ دار المعارف لاہور کا فکری منہج سمجھنے کے لیے سب سے مفید علمی کتابچہ سید سلیمان ندوی کا ''رسالہ اہل سنت والجماعت'' ہے۔[1]

دار المعارف لاہور اپنے تحقیقی کام کے لیے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کو ایک عظیم نمونہ قرار دیتا ہے۔ دار المعارف میں جاری علمی پروجیکٹ اپنے مقصد، طریق کار اور اسلوب میں اُردو دائرہ ہی کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں۔

## دار المعارف کے تحقیقی منصوبے

دار المعارف میں دو شعبوں، شعبہ سیرت النبی ﷺ اور شعبہ تاریخ علوم اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دونوں شعبوں کی براہ راست نگرانی جناب پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری حفظہ اللہ فرما رہے ہیں۔

ان منصوبوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

### ا۔ سیرت النبی ﷺ پروجیکٹ

پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے سیرت النبی ﷺ کا خاکہ ترتیب دیا۔ اس خاکے کے متعلق امکان ہے کہ یہ انھوں نے اردو دائرہ معارفِ سیرت کے مرکزی مقالۂ سیرت کے لیے لکھا یا پنجاب یونیورسٹی کے متوقع منصوبہ ''سیرت انسائیکلوپیڈیا'' کے لیے لکھا۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ یہ انھوں نے کسی مستقل کتاب کی تالیف کے لیے لکھا ہو۔ اس وقت تک اردو میں سیرت النبی ﷺ پر اس طرح کوئی بڑی تدوین نہیں ہوئی تھی جس طرح وہ مرتب کرنا چاہتے تھے۔ وہ سیرت النبی ﷺ کو بڑے بڑے عنوانات میں تقسیم کر کے سیرتِ مقدسہ کو نہایت گہری تحقیق اور جزرسی کے ساتھ مدوّن کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے پوری سیرت کو تین سو ساٹھ بڑے عنوانات میں تقسیم کیا جو سیرت کے ابواب شمار کیے جا سکتے ہیں۔ یہ خاکہ اورینٹل کالج میگزین (سال ۱۹۹۲ء) میں چھپا۔ اس خاکے کے مطابق دو عظیم علمی منصوبے دار السلام اور دار المعارف کے زیر اہتمام پایہ تکمیل کو پہنچے۔

دار السلام لاہور کا کام مطبوع ہے۔ جس کی پہلی جلد کے مقدمے میں نگران اعلیٰ عبدالمالک مجاہد نے پروفیسر عبدالقیوم کے خاکے پر اپنے انسائیکلوپیڈیا کے استوار ہونے کا ذکر کیا ہے۔[2]

دار المعارف کا علمی کام بعنوان ''دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ'' عن قریب گیارہ جلدوں

---

[1] رسالہ اہل سنت والجماعت، سید سلیمان ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع اوّل ۱۹۱۷ء

[2] اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام لاہور، ۱۱ جلدیں، طبع ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں منظرِ عام پر آنے والا ہے، ان شاء اللہ۔ یہ دونوں علمی منصوبے منفرد اور جداگانہ خصوصیات کے حامل ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے اس تحقیقی کام کا منہج تدوین اِس طرح ہے:

(١) یہ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کے تیار کردہ خاکے کے عین مطابق ہے۔ بنیادی ابواب وہی ہیں لیکن ضمنی اور ذیلی مباحث میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے۔

(٢) مواد بنیادی مآخذ سے بڑی تحقیق اور چھان بین کر کے لیا گیا ہے، جبکہ ثانوی مآخذ سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے۔

(٣) سیرت کا اسلوب بیان مثبت ہے، بحوث کی بنیاد کسی کی تردید، تنقیص اور مناظرہ پر نہیں رکھی گئی۔

(٤) اختلافی مباحث میں علمی وقار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ فرقہ واریت، مسلک پرستی اور اکابر برصغیر کے استخفاف سے پرہیز کیا گیا ہے۔

(٥) دار المعارف کے پیش نظر سیرت کا تازہ ترین عربی اور اُردو لٹریچر بھی ہے، حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ دار المعارف کی یہ علمی و تحقیقی دستاویز اب تک کے کام پر ایک جامع، مفید اور وقیع و رفیع اضافہ ہو۔

(٦) فضائل و مسائل دونوں میں ضعیف حدیث لینے سے گریز کیا گیا ہے، البتہ بعض تاریخی واقعات کی وضاحت کے لیے ضعیف احادیث سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس کا ضعف بھی واضح کیا گیا۔

(٧) سیرت کی روایات میں تعارض و اختلاف کی صورت میں حتی الوسع تطبیق اور ترجیح کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

(٨) سیرت کے بیش تر ابواب کسی نہ کسی صورت میں عقلیت پسندوں، منکرین حدیث اور مستشرقین کے ردّ کو ضرور مَس کرتے ہیں۔

(٩) ہر باب کے آخر میں باب کا خلاصہ اور فقہ السیرۃ کے عنوان کے تحت سیرت سے اخذ شدہ علمی، اخلاقی، فکری، تبلیغی اور دعوتی نکات بیان کیے گئے ہیں۔ فقہ السیرۃ محض علمی بحث نہیں بلکہ یہ بجائے خود موجودہ دور کے معاشرتی و سیاسی حالات کا آئینہ بھی ہے۔

(١٠) فقہ السیرۃ میں قدیم اور معاصر تمام عربی اور اردو سیرت نگاروں کے علمی شہ پاروں سے استفادہ کیا گیا، حتی کہ بعض بحوث تو کتب سیرت سے ہٹ کر متعلقہ فن کی بلند پایہ کتب سے لی گئی ہیں۔ لیکن کوئی بھی بحث ثانوی حوالہ جات کی حامل نہیں۔ ہر بحث کو بنیادی حوالہ جاتی کتب کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔

(١١) فقہ السیرۃ میں دقیق علمی تحقیقی نکات کے بجائے حکمت سیرت پر مبنی تذکیر و تلقین کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۱۲) فقہ السیرہ میں بالعموم وہ مباحث شامل کیے گئے ہیں جن کا تعلق عبادات و معاملات کے عام فقہی مسائل سے زیادہ سیرت کے ارتقائی مراحل کی تفہیم سے ہے۔

(۱۳) نقشہ جات اور جغرافیہ کی معلومات وتصحیح کے لیے ماہرین سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱۴) نبی اکرم ﷺ کے ننھیال، ددھیال اور اعلیٰ نسب کے جداول بھی پیش کیے گئے ہیں۔

(۱۵) رموزِ اوقاف اور فنی مراحل معاصر اسلوب کے مطابق ہیں۔

(۱۶) دار المعارف کی علمی مجلس کے مطابق زیرِ نظر علمی منصوبہ میں مخصوص ابواب بندی، علمی اسلوب اور فقہ السیرہ، اس کے نمایاں پہلو ہیں۔ ہر باب میں مباحث کی جامعیت بھی ایک اہم وصف ہے۔

(۱۷) مواد کو زیادہ سے زیادہ مکمل، واضح، سلیس اور اسلوبِ حاضر سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس شعبہ میں درج ذیل اصحاب علم کام کر رہے ہیں:

۱۔ محمد زکریا رفیق (محقق)

۲۔ محمد نعمان فاروقی (محقق)

۳۔ حافظ محمد فیاض الیاس (محقق)

۴۔ قاری کاشف الرحمٰن (معاون محقق)

مقام شکر ہے کہ دار المعارف کا یہ سیرت پروجیکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ ۲۰۲۲ء میں اس کی اشاعت متوقع ہے۔ ان شاء اللہ

## ۲۔ حیات طیبہ ایک نظر میں

اس عنوان کے تحت پروفیسر صاحب نے ایک جامع لیکن مختصر تالیف کا منصوبہ بنایا جو ان کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکا۔ دار المعارف کے رکن حافظ محمد فیاض الیاس اس خاکے پر کام کر رہے ہیں۔ آدھا کام ہو چکا ہے۔ یہ خاکہ اورینٹل کالج میگزین (شمارہ ۱۹۹۲ء) اور ''مقالات پروفیسر عبدالقیوم'' میں چھپ چکا ہے۔

### حیات طیبہ ایک نظر میں

#### ولادت تا غارِ حرا

| | | |
|---|---|---|
| ولادت | رضاعت | آغوش مادر |
| والدہ کا انتقال | دادا کی وفات | شام کا پہلا تجارتی سفر |
| حرب فجار | حِلفُ الفُضُول | شام کا دوسرا تجارتی سفر |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح　　نصب حجر اسود　　خلوت و تفکر

## بعثت و نبوت

نزول وحی　　فرضیت نماز فجر و عصر　　آغاز نزول قرآن

تبلیغ اسلام کا آغاز　　پوشیدہ تبلیغ کا دور ۱ تا ۳ نبوی　　اعلانیہ تبلیغ کا دور ۴ نبوی

کفار کی مخالفت　　کفار کی شدید مخالفت　　ہجرت حبشہ ۵ نبوی

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام　　شعب ابی طالب میں محصوری

دوسری ہجرت حبشہ، ۶۔۷　　محصوری و مقاطعہ کا اختتام　　چچا ابو طالب کا انتقال

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات　　طائف کا تبلیغی سفر، ۱۰ نبوی　　حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

واقعہ معراج　　فرضیت نماز پنج گانہ　　مدینہ میں آغاز اسلام

آمد وفد مدینہ　　بیعت عَقَبہ اولیٰ　　بیعت عَقَبہ ثانیہ

ہجرت مدینہ

## ہجرت تا رحلت

(۱ ہجری) مدینے میں ورود نبوی، تاسیس مسجد نبوی۔ مؤاخات، نظام دفاع کا آغاز، مدینے کا نظم و نسق، میثاق مدینہ

(۲ ہجری) جہاد کی اجازت، اذان کا آغاز، فرضیت زکوٰۃ، تحویل قبلہ، فرضیتِ ماہِ رمضان، معرکۂ بدر، نماز عید الفطر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہؓ سے نکاح

(۳ ہجری) بنو قینقاع کی جلاوطنی، نبی اکرمؐ کا حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح، امتناع شراب کا حکم، غزوۂ احد، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح،

(۴ ہجری) حادثہ رجیع، حادثہ بئر معونہ، حکم حجاب، حرمت شراب کے قانون کا نفاذ، ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، غزوۂ بنو نضیر، حکم تیمم

(۵ ہجری) حضرت جویریہ سے نکاح، پردہ اور زنا سے متعلق قوانین، غزوۂ خندق/ احزاب، حضرت زینب بنت جحش سے نکاح، زنا، قذف اور لعان کے احکام کا نزول، غزوۂ بنو قریظہ

(۶ ہجری) صلح حدیبیہ، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام، تبلیغ اسلام کے سلسلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں بین الاقوامی سطح پر دعوت نامے

(۷ ہجری) غزوۂ خیبر، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، نکاح و طلاق کے تفصیلی قوانین، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

(۸ ہجری) غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ طائف، سود کی قطعی حرمت، صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال

(۹ ہجری) غزوۂ حنین، غزوہ تبوک، جزیہ کا حکم، فرضیت حج، وفود کی آمد

(۱۰ ہجری) حجۃ الوداع، آخری خطبہ

(۱۱ ہجری) وصال (۱۲ ربیع الاول) ۱۱ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں[۱]

اس خاکے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ سنین ہجری کے اعتبار سے مرتب ہے اور ایک منفرد کاوش ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں مدوّن کی جائے گی، ان شاء اللہ۔ دار المعارف میں اس پر کام شروع ہو گیا ہے۔

## ۳۔ تاریخ علوم اسلامیہ

پروفیسر عبدالقیوم نے تاریخ علوم اسلامیہ پر بھی ایک خاکہ بنایا تھا جس میں علوم اسلامیہ کا تعارف اور کسی قدر مفصل تاریخ مقصود تھی۔ علومِ اسلامیہ سے مراد قرآن، حدیث، فقہ، لغت، ادب، جغرافیہ، طب، بلاغت، انساب وغیرہ کے علوم ہیں۔ دار المعارف میں اس پروجیکٹ پر بھی کام جاری ہے۔

تاریخ علوم پر جدید تصانیف میں ایک اہم کام اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا ہے جو نہایت اختصار اور فنی تنقید کے ساتھ علوم دینیہ، ادبیہ اور حکمیہ کی انواع کا ارتقاء بیان کرتا ہے۔ مسلمانوں کی ایسی شان دار علمی تاریخ اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی یگانہ مثال ہے۔[۲]

پروفیسر صاحب تاریخ علوم اسلامیہ کے موضوع کو مختلف مقامات پر پڑھاتے رہے۔ انھیں محکمۂ اوقاف کی علماء اکیڈمی میں تاریخ علوم اسلامیہ پڑھانے کا موقع ملا۔ انھوں نے برصغیر کے دورِ جدید کی علمی تاریخ بھی لکھی جو پنجاب یونیورسٹی کے تحت مطبوع ہوئی۔[۳]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالات کی اصلاح و تنقید کے دوران انھیں بے شمار موضوعات کے بنیادی مصادر سے واسطہ پڑا۔ انھیں بجا طور پر چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی انگریزی

۱۔ مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ، ۱/۸۳

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱/۱۴، عنوان: علم، کل صفحات ۵۲۰

۳۔ مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ، ۲/۱۲۱، عنوان: برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۸ء سے ۱۹۷۲ء تک کا دور، علمی و فکری سرگرمیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کتاب ''اسلامی تاریخ اور عربی ادب پر چند نوٹس'' میں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی لغات، سیرت و تاریخ وغیرہ پر بیسیوں قدیم مصادر کا تعارف بھی کرایا ہے۔ یہ کتاب نوٹس کی شکل میں تھی، جسے پروفیسر صاحب کے نامور شاگرد ڈاکٹر شیر محمد زمان نے مرتب کیا۔

اردو دائرہ معارف میں تاریخ علوم والی جلد کو غیر معمولی مقبولیت اور شہرت نصیب ہوئی۔ اُن مقالات میں اسلامی معاشرت، اقتصاد اور سیاست وغیرہ پر کافی مواد تھا لیکن علوم قرآن، علوم حدیث اور علوم فقہ وغیرہ کا حصہ نہایت مختصر تھا۔ پروفیسر صاحب نے اس کی اہمیت و افادیت کو دیکھتے ہوئے اُس کو وسعت دینے کا ارادہ کیا، اس طرح اُن کے ہاتھوں تاریخ علوم اسلامیہ پر ایک اہم تحقیقی خاکہ ترتیب پایا۔ دار المعارف لاہور کے قیام کی ایک غرض یہی ہے کہ اس تاریخ کو تفصیل سے مرتب کیا جائے۔

یہ علمی منصوبہ اسلامی علوم اور ان کی ذیلی تقسیمات پر چودہ صدیوں کی اہم منتخب تصانیف کے نسبتاً تفصیلی تذکرہ پر مشتمل ہوگا۔ اردو زبان میں اس اسلوب کی کوئی تفصیلی کتاب دستیاب نہیں ہے، اس لیے متعدد جلدوں پر مشتمل یہ علمی کام بھی ایک خاص انفرادی حیثیت کا حامل ہوگا۔

اس پروجیکٹ کے تحت اب تک علوم القرآن پر خاصا کام ہو چکا ہے، علوم القرآن کے بعد دیگر موضوعات پر کام ہوگا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے پروفیسر عبدالقیوم کا خاکہ مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

**۱۔ علوم القرآن**

علوم القرآن ایک وسیع اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح کے تحت حسب ذیل عنوانات پر بحث کی جائے گی:

(۱) نزول قرآن مجید: جمع و کتابت قرآن، آیات و سور کی ترتیب توقیفی ہے۔
(۲) الاحرف السبعہ کا مفہوم
(۳) سور مکی و مدنی
(۴) علم الناسخ والمنسوخ
(۵) علم احکام القرآن
(۶) علم المحکم والمتشابہ
(۷) علم اقسام القرآن (قرآن میں مذکور قسمیں)
(۸) اعجاز القرآن
(۹) علم القراءات

**۲۔ علم التفسیر**

اس عنوان کے تحت حسب ذیل علوم پر بحث کی جائے گی:

التفسیر بالماثور
التفسیر بالرای، (الرأی الجائز، والرأی المذموم)

مثلاً ابن جریر الطبری، ابن کثیر، السیوطی، الشوکانی، الرازی، البیضاوی، ابو السعود، النسفی، الخازن،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الزمخشری، القرطبی، الآلوسی، ابوحیان الاندلسی اور علی المہائی (الہندی) اور دیگر نامور مفسرین اور ان کی فارسی اور اردو تفاسیر۔ نواب صدیق حسن خاں اور ان کی ترجمان القرآن، تفسیر مواہب الرحمٰن مؤلفہ سید امیر علی علاوہ ازیں ہر مکتب فکر کے علماء نے جو تفاسیر لکھی ہیں ان کا مختصر جائزہ۔

جدید مفسرین مثلاً مفتی عبدہ وسید رشید رضا، جمال الدین القاسمی، المراغی، سید قطب وغیرہ۔

۳۔ علوم الحدیث

(۱) حدیث وسنت کا معنی ومفہوم اور اس کا پس منظر
(۲) کتابت حدیث عہد نبوی میں
(۳) عہد صحابہ میں
(۴) عہد تابعین میں
(۵) کتب مسانید
(۶) الصحاح ستہ اور دیگر اہم مجموعے
(۷) مکانۃ الحدیث فی التشریع
(۸) علم الجرح والتعدیل
(۹) علم رجال الحدیث
(۱۰) علم مختلف الحدیث
(۱۱) علم علل الحدیث
(۱۲) علم غریب الحدیث
(۱۳) علم الناسخ والمنسوخ

۴۔ علم الفقہ

(۱) مآخذ اصلی: ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ اجماع اور ۴۔ قیاس
(۲) فقہی مذاہب: ۱۔ احناف، ۲۔ شوافع ۳۔ مالکی ۔ ۴۔ حنبلی
(۳) مشہور فقہاء اور کتب فقہ

۵۔ تاریخ نگاری

کتب فتوحات
کتب تاریخ
اقسام کتب تاریخ

۶۔ سیرت وتراجم نویسی

(۱) سیرت النبی اور اس کا تاریخی پس منظر اور عہد بہ عہد اس کا ارتقا
(۲) سیر الصحابہ
(۳) سیر اور عام کتب تراجم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۴) کتب تراجم کے طبقات (۵) عمومی کتب تراجم

(۶) صدی وار کتب تراجم

۷۔ علم جغرافیہ

مشہور مسلم جغرافیہ دان اور ان کی تصانیف

۸۔ لغت نویسی

مشہور لغت نویس اور ان کے علمی کارنامے

۹۔ علم اللغہ

علم النحو، علم الشعر، فقہ اللغہ۔

۱۰۔ علم الطب

مشہور اطباء اور ان کی طبی خدمات

۱۱۔ علم البلاغۃ

عبدالقاہر جرجانی، جاراللہ الزمخشری اور دیگر علماء کی تصانیف

۱۲۔ علم الفلسفہ

قدیم فلسفے کا تعارف، فلسفی کتابوں کے تراجم، اہم فلاسفہ اور ان کے کارنامے

۱۳۔ علم الانساب

علم الانساب کی ابتداء

(۱) عہد نبوی میں اور (۲) عہد صحابہ میں

کتب تاریخ اور علم الانساب پر اہم کتب کا تذکرہ

۱۴۔ علم الاحتساب

آغاز وارتقاء، اس کے فوائد

۱۵۔ دیگر مروجہ علوم وفنون

مثلاً علم الصرف، علم النحو، علم الاشتقاق، علم بدیع ومعانی، علم عروض وقوافی وغیرہ پر صدی وار بحث۔[1]

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ، ۱/۷۵، عنوان: خاکہ برائے کتاب ''تاریخ علوم اسلامیہ''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



دارالمعارف کی انتظامیہ کے تعاون سے شائع شدہ تصانیف میں درج ذیل کتب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

1- مقالات پروفیسر عبدالقیومؒ (دو جلدیں)، المکتبۃ السلفیہ لاہور، ۱۹۹۷ء
2- فہارس لسان العرب (۴ جلدیں)، المکتبۃ القدوسیہ لاہور، ۲۰۰۷ء
3- نوادر الاخبار وظرائف الاشعار، دارالمعارف لاہور
4- تاریخ اسلام۔ بزم اقبال لاہور، ۲۰۲۲ء
5- سیرت رحمت عالم ﷺ۔ بزم اقبال لاہور، ۲۰۲۱ء
6- آئینہ اسلام۔ بزم اقبال لاہور، ۲۰۲۱ء
7- ہمارے رسول ﷺ۔ بزم اقبال لاہور، ۲۰۲۱ء
8- پروفیسر عبدالقیومؒ کی کتب بزبان انگریزی

9- Glimpses of Arabic Literature, Dar-ul-Ma'arif, 2013
10- The Study of Early Arabic Literature, Dar-ul-Ma'arif, 2013
11- Aid to the Study of Simt-ud-Durar, Dar-ul-Ma'arif, 2014
12- Some notes on Islamic History and Arabic Literature, Dar-ul-Ma'arif, 2012

پروفیسر عبدالقیوم کی درج ذیل کتب کی تیاری ہو رہی ہے جن کی اشاعت مستقبل میں ہوگی:

عربی گرامر وزبان: مرقاۃ القواعد، مدارج الادب (۳ حصے)، مرقاۃ الادب (۲ حصے)

English Arabic Translation Exercises

تاریخ: خلافت راشدہ

عمومی مطالعہ: مجموعہ تفسیر قرآن (۲۴ منتخب سورتوں کی تفسیر)، شرح اربعین نووی، اربعین پروفیسر عبدالقیوم، مبادیات مطالعہ قرآن، حدیث وفقہ

اس کے علاوہ ''نوادر الاخبار'' کا ترجمہ وتعلیق اور تعارف رجال کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ ''مقالات پروفیسر عبدالقیوم'' کی بہتر پیش کش کے لیے اس پر تحقیق وتخریج کا کام بھی جاری ہے۔

پروفیسر عبدالقیوم کی پوتی فاطمہ زبیر نے ''ہمارے رسول ﷺ'' کو سلیس انگریزی زبان میں ڈھالا ہے۔ وہ بھی عنقریب شائع ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ادارہ

# الجامع المبارک لاہور

## (تعارف وخدمات)

بیسویں صدی کا آغاز تھا کہ لاہور موچی گیٹ کے دو سرکردہ حضرات مولوی سلطان احمدؒ اور میاں فضل دین مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں اپنے گھر پر چیدہ چیدہ افراد کو جمع کیا اور باہم مشورہ کر کے ''حلقہ احباب اہل حدیث'' کے نام سے ایک فورم کی بنیاد ڈالی، بعد ازاں یہی حلقہ مجلس اہل حدیث کے نام سے موسوم ہوا۔ اس مجلس کے روحِ رواں مولوی سلطان احمد مرحوم پروفیسر عبدالقیومؒ کے نانا اور میاں فضل دین پروفیسر صاحب کے والد گرامی تھے۔

مجلس کے بزرگوں نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ یہ مجلس پورے پنجاب کے علماء کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ آخر ۱۰/ اپریل ۱۹۰۹ء کو مولوی سلطان احمدؒ کے مکان واقع اندرون موچی گیٹ لاہور میں پورے پنجاب کے علماء جمع ہوئے جن میں شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق ملتانی اور مولانا محمد حسین لکھوی جیسے جلیل القدر اکابر جماعت شامل تھے۔ بزرگان اہل حدیث کے اس نمائندہ اجتماع میں مجلس کو مزید توسیع دینے کے لیے اس کا نام انجمن اہل حدیث تجویز ہوا۔ اس کے پہلے صدر مولوی سلطان احمد مرحوم اور سیکرٹری جنرل میاں فضل دین قرار پائے۔ اس بابرکت فیصلے کو باقاعدہ معرضِ تحریر میں لایا گیا، مقاصد طے ہوئے اور ان تمام علمائے کرام نے اس تحریر پر اپنے دستخط ثبت فرمائے۔

اِسی انجمن اہل حدیث لاہور اور مسجد مبارک کی بدولت انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا اور موقع بموقع اس کی صدارت حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا محمد سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمینؐ کے حصے میں آئی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی اس انجمن کے سیکرٹری رہے۔

پروفیسر عبدالقیومؒ لکھتے ہیں:

''مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کا تعاون اور سرپرستی انجمن اہل حدیث لاہور کو ہمیشہ میسر رہی۔''[1]

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/ ۲۷۳

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اسی مسجد مبارک سے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں آیا، سید محمد داؤد غزنوی اس کے پہلے صدر اور پروفیسر عبدالقیومؒ پہلے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ سید داؤد غزنویؒ صدارت کی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار نہ تھے، آخر انھوں نے صدارت کی ذمہ داری اس شرط پر قبول کی تھی کہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ ہوں گے۔ علمائے اہل حدیث کی جماعت نے بڑی مسرت سے پروفیسر صاحب کا یہ عہدہ قبول کیا کیونکہ وہ عربی واسلامیات کے بلند پایہ عالم اور محقق تھے، تاہم وہ ایک سال بعد ذاتی اسباب وعوامل سے مستعفی ہوگئے۔

پروفیسر عبدالقیومؒ لکھتے ہیں:

> ''اسی مسجد مبارک سے پروفیسر عبد القیوم کی تحریک، تجویز اور کوششوں سے مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ) اور مولانا محمد داؤد غزنوی مرحوم کے تعاون اور اشتراک سے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ آغاز کار میں یہ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کہلاتی تھی۔''[۱]

انجمن اہل حدیث لاہور کے پہلے صدر مولوی سلطان احمد ۱۹۳۴ء تک اپنی ذمہ داری پر فائز رہے جبکہ میاں فضل دین اس انجمن کے سیکرٹری جنرل تھے۔ اس کے بعد شیخ عظیم اللہ ایڈووکیٹ جن کے نام پر عظیم الیکٹرک مارکیٹ ہے ۱۹۳۴ء تا ۱۹۵۳ء، پھر میاں عبد المجید مالواڈہ ولد میاں عبدالعزیز مالواڈہ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۸۳ء انجمن کے صدر بنے۔ میاں صاحب کی علالت اور ناسازی طبع کے باعث پروفیسر عبدالقیوم کے حکم سے مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری اس انجمن کے پہلے قائم مقام اور پھر مستقل صدر بنائے گئے، موصوف ۲۰۰۸ء تک اس ذمہ داری پر برقرار رہے۔

میاں فضل دین کے پوتے جناب میجر زبیر قیوم بٹ (ر) ۲۰۰۸ء سے انجمن اہل حدیث کے منصب صدارت پر فائز ہوئے اور تا حال اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں۔ وہ مسجد مبارک کے خدمت گزار کی حیثیت سے اپنے بزرگوں کی اعلیٰ روایت کے امین ہیں۔ پروفیسر محمد یحییٰ جلال پوری اُن کے شانہ بشانہ سیکرٹری جنرل کی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

## الجامع المبارک کی تاسیس

انجمن اہل حدیث لاہور کے بزرگوں نے ۱۹۲۰ء میں ایک جامع مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ یہ نیک منصوبہ بہت جلد تکمیل کو پہنچا اور ریلوے روڈ پر ایک شان دار مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ مسجد کا نام صحیح عربی

[۱] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۴۔ نیز دیکھیے: اورینٹل کالج میگزین، ص: ۲۶۔۱۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مفہوم کے مطابق ''الجامع المبارک'' رکھا گیا۔ مسجد کے لیے ضروری اُمورِ خرید وتعمیر میں دیگر بزرگوں کے ساتھ ساتھ فضل دین مرحوم کا حصہ نمایاں تھا۔

پروفیسر صاحب اپنے والد گرامی فضل دین مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں:

''والد صاحب مرحوم نے بالخصوص زمین کی خرید اور پھر عمارتِ مسجد کی تعمیر میں بڑی ہی سرگرمی کا اظہار کیا اور رات دن کوشش کر کے، بڑی محنت اور محبت سے اس منصوبہ تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔''[1]

## الجامع المبارک کے خطبائے کرام

الجامع المبارک کے خطباء کے اسمائے گرامی مع عرصہ خطابت درج ذیل ہیں:

۱۔ مولوی سلطان احمد (از تعمیر مسجد تا ۱۹۲۹ء)

۲۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی (۱۹۲۹۔۳۰ء)

مولانا عبدالمجید مشہور عالم دین حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی کے نواسے تھے۔ ہفت روزہ اخبار ''مسلمان'' کے بانی تھے۔ موصوف نے تقریباً ایک سو دینی اور طبی کتب تالیف کیں۔

۳۔ مولانا محمد حنیف ندوی (۱۹۳۰۔۴۹ء)

مولانا حنیف ندویؒ کا دورِ خطابت اس مسجد کا اہم یادگار عرصہ ہے۔ موصوف ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے وابستہ رہے۔ کئی بے مثال علمی و تاریخی کتب تحریر کیں۔ پروفیسر عبدالقیومؒ نے اُن کے متعلق ایک مضمون بعنوان ''مسجد مبارک میں مولانا حنیف ندوی کا عہد مبارک'' لکھا اور انھیں خوب خراج تحسین پیش کیا۔

۴۔ مولانا محمد علی قصوری (۱۹۴۹۔۵۶ء)

وہ مشہور قصوری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تقسیم سے قبل مجاہدین کے دست و بازو بنے۔ تقسیم کے بعد مذہبی تحریکات کی دینی جدوجہد میں حصہ لیا۔

۵۔ علامہ حسین میر کشمیری (۱۹۵۶۔۶۰ء)

وہ مشہور اخبار ''زمیندار'' کے ایڈیٹر رہے۔ عظیم صحافی اور توحید و سنت کے ممتاز مبلغ تھے۔

۶۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۶۰۔۷۳ء)

مولانا عطاء اللہ سنن نسائی کی عربی شرح ''التعلیقات السلفیۃ'' کے مصنف تھے جو پاکستان کے علاوہ عرب ممالک میں بھی بے حد مقبول ہے۔ مرحوم کا اسلوب بیان بڑا سادہ مگر عالمانہ تھا۔

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۷۔ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد (۲۰۰۸ء-۱۹۷۳ء)

جوانی میں پاکستان کرکٹ ٹیم میں نمائندگی کی۔ لاہور میں تجارت کرتے ہیں اور تفسیر قرآن اور کئی اردو کتب کے مصنف ہیں۔ انھوں نے الجامع المبارک میں طویل عرصہ تک خطابت کا فریضہ انجام دیا۔

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی[۱] (۲۰۰۸ء تا حال)

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی نے جب سے منصب خطابت سنبھالا ہے، اُن کی مؤثر خطابت کی بدولت ماشاء اللہ حاضرین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور مسجد مبارک اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا منظر پیش کرتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں مختلف اوقات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے بھی خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔

## الجامع المبارک کا مذہبی وسیاسی نقطۂ نظر

الجامع المبارک کے بانیوں، میاں فضل دین اور ان کی اولاد نے اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی۔ اسلام کی صحیح اور مخلصانہ خدمت ہی ان کا اصل نصب العین تھا۔ مسجد کے ارکان اور علمائے کرام اسی مقصد پر گامزن رہے حتیٰ کہ تحریک پاکستان کا دور آیا تو اس مسجد سے تحریک پاکستان کی حمایت کی بلند آہنگ آواز اُٹھی۔ نظریہ پاکستان اور دوقومی نظریہ پر یقین اور اس کی تائید کا زبردست پرچار کیا گیا، قیام پاکستان کے بعد بھی ہمیشہ محب وطن قوتوں اور دینی تحریکوں کی مدد کی گئی، اس مسجد کے دروازے ہر مسلمان کے لیے کھلے ہیں۔ یہاں بلا امتیاز ہر مسلک کے لوگ روز اول ہی سے نماز پڑھتے آئے ہیں اور اب بھی پڑھتے ہیں، اس مسجد کی انتظامیہ اور علمائے کرام میں سلفی العقیدہ ہونے کے باوجود مسلکی تنگ نظری اور تعصب سرے سے موجود نہیں ہے۔

پروفیسر عبدالقیومؒ الجامع المبارک کی میانہ روی، اعتدال اور تمام مسالک کے احترام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''انجمن اہل حدیث لاہور دیگر اسلامی انجمنوں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور، انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور اور اہل حدیث کانفرنس دہلی سے ملی، قومی اور دینی معاملات میں تعاون کرتی رہی۔''[۲]

---

۱۔ شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے ممتاز استاذ اور کلیہ علوم اسلامیہ کے ڈین۔ وہ مولانا محی الدین لکھوی (MLA) کے بیٹے اور مولانا معین الدین لکھوی (ایم این اے) کے داماد ہیں۔ مولانا محی الدین لکھویؒ اپنے علم وعمل، تدین وتقویٰ اور احیاء توحید وسنن میں ائمہ سلف کی یادگار تھے۔ ان کی دینی تربیت کا اُن کے بیٹے پر واضح اثر ہے۔

۲۔ مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۳

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اس مسجد کے منتظمین اور علماء کرام ہر کلمہ گو کو مسلمان تصور کرتے ہیں، کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے، شدت پسندی کی سختی سے تردید کرتے ہیں، فقہی فروعی مسائل پر اختلافی اور سطحی بات چیت سے کامل پرہیز اور گریز کرتے ہیں تاکہ کسی طرح کی فرقہ واریت پہنچنے نہ پائے۔ یہاں فرقہ واریت کی پوری حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ یہاں دین حنیف کی تبلیغ ودعوت کی اساس اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے۔

الجامع المبارک میں بزرگ علمائے اہل حدیث کی ہمیشہ آمد ورفت رہی جن میں سے کئی مشاہیر کی خدمات صرف ایک گروہ یا مسلک کے لیے مخصوص نہیں بلکہ پوری امت کے لیے وقف تھیں۔ پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''یہ اعزاز وشرف قیام صرف مولانا (ثناء اللہ امرتسریؒ) تک محدود نہ تھا بلکہ ملک بھر کے اہل حدیث علماء جب بھی لاہور آتے تو اپنے قیام کا شرف ہمیں بخشتے۔''[1]

اس مسجد کا تعلق ہمیشہ سے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ساتھ رہا ہے جس کے موجودہ امیر پروفیسر حافظ ساجد میر (سینیٹر) اور ناظم اعلیٰ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم (سینیٹر) ہیں۔ مسجد اور اس سے ملحق ادارہ دارالمعارف کی انتظامیہ اور اُن کے اغراض ومقاصد حکومتِ پاکستان سے باقاعدہ منظور شدہ اور رجسٹرڈ ہیں۔ قانونی تقاضے کے مطابق ان دونوں کی ہر سال تجدید کرائی جاتی ہے۔

الجامع المبارک کی تعمیر کے بعد اُس کی نگہداشت کا سب سے طویل دور پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کا ہے۔ پروفیسر عبدالقیومؒ کی زندگی گورنمنٹ کالج اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں تدریس کرتے ہوئے گزری۔ اس کے علاوہ وہ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لگ بھگ اکیس سال تک سینئر مدیر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے مگر اس ادارے سے پروفیسر صاحب کا تعلق روزِ اول ہی سے رہا۔ مولوی محمد شفیع صاحب ان کو اپنے پاس بلوا کر انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ کرواتے۔ نیز ترجمہ شدہ مقالات کی نظر ثانی وتصحیح کا کام ذمے لگاتے۔ وہ نہایت معتدل فکر کے راسخ العقیدہ عالم دین تھے۔

پروفیسر عبدالقیومؒ کے بارے میں مولانا فضل الرحمٰن لکھتے ہیں:

> ''یاد رہے کہ مسجد مبارک کے لیے ۱۹۲۰ء میں جب زمین خریدی گئی تو اُن کے والد منشی فضل الدین نے اس کے بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا، پھر اُن کے بیٹوں میں سب سے زیادہ مسجد کی دیکھ بھال کرنے کا شرف پروفیسر عبدالقیومؒ کو حاصل ہوا۔''[2]

پروفیسر عبدالقیومؒ کے چار بیٹے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ مسجد کی دیکھ بھال کا شرف اُن کے بیٹے

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۵۸

[2] اورینٹل کالج میگزین، پروفیسر عبدالقیوم نمبر، ص: ۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میجر زبیر قیوم کے حصے میں آیا۔ان کے خاندان کا افواج پاکستان اور سرکاری اداروں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔میجر زبیر قیوم علم دوستی، راست فکری اور دینی جذبات میں اپنے والد گرامی کی بہترین تعلیم وتربیت کا مرقع ہیں۔امید ہے میجر صاحب کے بعد اُن کے بیٹے احمد زبیر صاحب مسجد کی خدمت کی اعلیٰ ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں گے، پھر ان کے پوتے دایان احمد کو اللہ توفیق دے گا، اور وہ بھی نیکی کے کاموں میں بازی لیں گے۔یوں یہ مسجد ہمیشہ نیکی اور تقویٰ کی شمع بن کر روشن رہے گی۔ان شاء اللہ العزیز

منشی فضل دین اور پروفیسر عبدالقیوم کی تمام اولاد کا تعارف حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر محمود الحسن عارف کا مضمون ''پیکر علم وعمل پروفیسر عبدالقیومؒ'' ملاحظہ کریں۔[1]

## دروس الجامع المبارک

الجامع المبارک میں دروس کی بھی ایک تاریخ ہے،اس مسجد کے خطباء خطبۂ جمعہ کے علاوہ درس قرآن وحدیث کی ذمہ داری بھی ادا فرماتے رہے۔خطباء کے علاوہ بعض دیگر علمائے کرام کو بھی اس مسجد میں درس کی ذمہ داری سونپی گئی جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔مولوی سلطان احمد مرحوم
۲۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (امیر جماعت اسلامی)
۳۔مولانا محمد حنیف ندوی
۴۔مولانا محمد اسحاق علوی
۵۔پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں
۶۔مولانا فاروق اصغر صارم
۷۔پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد
۸۔قاری محمد بشیر
۹۔پروفیسر حافظ محمد سعید

اس کے علاوہ یہاں درس وخطبہ دینے والوں میں مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، پروفیسر عبدالقیوم، حافظ یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا محمد یحییٰ شرقپوری، علامہ احسان الٰہی ظہیر، پروفیسر ساجد میر (سینیٹر)، ڈاکٹر حافظ عبدالکریم (سینیٹر) اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔

۲۰۰۸ء سے دروس کا سلسلہ ایک نئی شان سے شروع ہوا۔اس وقت تین نمازوں کے بعد دروس ہو رہے ہیں جو شاید الجامع المبارک ہی کی انفرادیت ہے۔

پہلا درس بعد از نمازِ فجر ہوتا ہے جس میں ترتیب سے قرآن مجید کی چند آیات کا ترجمہ وتشریح پیش کی جاتی ہے اور وعظ ونصیحت کی جاتی ہے۔اس مبارک درس میں کئی دفعہ قرآن مجید کا ختم کیا جا چکا ہے۔

[1] زیر نظر کتاب کا حصہ اوّل اورینٹل کالج میگزین ص:۵۲۔ نیز یہ مضمون ملاحظہ کریں: پروفیسر عبدالقیوم کے والد گرامی میاں فضل دین، ص:۳۲۷

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



دوسرا درس بعد از نمازِ عصر ہوتا ہے۔ اس درس میں ترتیب سے حدیث کی ایک مستقل کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ یومیہ ایک حدیث کی بھرپور تشریح کی جاتی ہے جو علم نکھارنے کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی اصلاح کا بھی سبب بنتی ہے۔ اس درس میں امام نووی کی ''ریاض الصالحین''، امام بخاری کی ''الادب المفرد'' اور ابن حجر عسقلانی کی ''بلوغ المرام'' پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ آج کل امام منذری کی ''الترغیب والترہیب'' کا درس ہو رہا ہے۔

تیسرا درس بعد از نمازِ عشاء درسِ بخاری شریف ہوتا ہے۔ اس درس میں بھی ترتیب سے ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح پیش کی جاتی ہے جو بھرپور علم و نصیحت پر مبنی ہوتی ہے۔ اس درس میں بخاری شریف دو مرتبہ مکمل ہو چکی ہے۔

مولانا حنیف ندوی (دورانیہ: ۴۹۔۱۹۳۰ء)، مولانا فاروق اصغر صارم (دورانیہ: ۸۰۔۱۹۷۷ء)، قاری محمد بشیر (دورانیہ: ۲۰۰۷۔۱۹۸۵ء)، مولانا محمد اسلم گھلوی (۲۰۱۴۔۲۰۰۸ء) اور مولانا محمد اسلم (۱۷۔۲۰۰۸ء) کے دروس سے لوگ بہت مستفید ہوئے۔ اس وقت مولانا محمد زکریا رفیق اور مولانا کاشف الرحمٰن اپنی اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ ان دروس میں کسی طرح کی کوئی سیاسی یا فرقہ وارانہ گفتگو نہیں ہوتی، صرف قرآن و حدیث کی تعلیمات نہایت مثبت انداز میں بیان کی جاتی ہیں۔

## الجامع المبارک کی تعلیمی و تبلیغی خدمات

الجامع المبارک نے دینِ حنیف کی تعلیم، تدریس اور تبلیغ کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

ماضی میں اسی مسجد سے مشہور تالیف محمدیہ پاکٹ بک شائع ہوئی جس نے قادیانیت کے اثرات زائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں:

> ''انجمن اہلِ حدیث مسجد مبارک کے شاندار کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مرزائیت کی تردید اور ختمِ نبوت کی تائید میں ''محمدیہ پاکٹ بک'' شائع کر کے دنیائے اسلام سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔''[1]

تبلیغی لٹریچر میں پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں، رمضان کے مسائل اور شاہ اسماعیل شہید کی بے مثل کتاب تقویۃ الایمان ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہوتی رہی۔ اس کے علاوہ سالانہ تبلیغی جلسے، رمضان کے اتوار پروگرام اور طاق راتوں کے پروگرام بہت کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے۔ پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں:

> ''انجمن اہلِ حدیث لاہور نے توحید و سنت اور تردید شرک و بدعت سے متعلق بیسیوں رسائل اور

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۴۷۴

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



پمفلٹ ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کیے۔[1]

اس وقت الجامع المبارک سے ملحق ادارہ دار المعارف علمی وتحقیقی سرگرمیوں میں ۲۰۰۸ء سے مسلسل مصروف عمل ہے جو سیرت النبی ﷺ اور تاریخ علوم اسلامیہ کے موضوع پر کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل بلند پایہ تصانیف ترتیب دے رہا ہے۔

مدرسۃ القرآن والحدیث

انجمن اہل حدیث نے ''مدرسۃ القرآن والحدیث'' کے نام سے ۱۹۱۳ء میں ایک دینی تعلیمی سلسلہ شروع کیا جس میں متحدہ ہندوستان اور چین کے علاقوں تک سے طلبہ حصولِ علم کے لیے آئے، یہ مدرسہ پہلے مسجد چینیاں والی اندرون کوچہ چابک سواراں رنگ محل اور پھر مسجد لسوڑھیاں والی اندرون شیرانوالہ گیٹ میں جاری رہا۔

جب مسجد مبارک کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس ادارے کو یہاں منتقل کر دیا گیا۔ جب پروفیسر صاحب اور ان کی بیگم اپنے بچوں کی تعلیم اور شادیوں سے فارغ ہوئے تو گھر میں دونوں اکیلے ہو گئے۔ ساتھ ہی محترم پروفیسر عبدالقیوم اور ان کی اہلیہ محترمہ کے زیرِ نگرانی بچیوں کی دینی تربیت کا ادارہ مسجد سے متصل ان کے مکان میں کھولا گیا۔ پروفیسر صاحب کی وفات کے بعد یہ مدرسہ کچھ عرصہ کے لیے بند بھی رہا۔ ۲۰۰۹ء میں دوبارہ اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی جہاں تعلیم قرآن اور ناظرہ کے شعبے کام کر رہے ہیں۔

مدرسہ کے ضمن میں گزشتہ برسوں سے یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ یہاں خواتین کی تعلیم وتربیت کے معروف ادارے الہدیٰ انٹرنیشنل کے زیر اہتمام ''تذکیر القرآن اور معارف القرآن کورس'' کرائے گئے جو اب بھی جاری ہیں۔ مرد حضرات کے لیے بھی مختلف تعلیمی وتربیتی کورسز کا اہتمام ہوتا رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

الجامع المبارک اور اسلامیہ کالج

کالج کی گراؤنڈ سے مغربی جانب اور ریواز ہاسٹل کی شمالی دیوار سے متصل مسجد مبارک کی پرشکوہ عمارت قائم ہے۔ مسجد کا کالج کے ساتھ تعلق سو سال سے زیادہ قدیم ہے۔

کالج کے طلبہ اور اساتذہ کرام ہمیشہ نماز اور درس قرآن سننے کے لیے مسجد مبارک میں حاضر ہوتے رہے۔ کالج کے معروف استاذ مولانا اصغر علی روحی (۱۸۷۳۔۱۹۵۴ء) نماز چاشت اسی مسجد میں ادا فرماتے تھے، وہ مسجد کے بانی منشی فضل دین کی رہائش گاہ میں جو مسجد سے شمالی جانب متصل تھی، گھنٹوں بیٹھتے اور اُن سے

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/۲۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔

۱۹۳۹ء میں کچھ عرصہ کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کالج میں ناظم دینیات مقرر ہوئے، وہ اسلامیات پر لیکچر دیتے تھے اور مسجد مبارک میں بھی باقاعدہ درس دیتے رہے۔

بانیٔ مسجد مبارک منشی فضل دین کے بڑے بیٹے پروفیسر خواجہ عبدالحی ۱۹۷۳ء تک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے استاد اور پرنسپل رہے، جبکہ اُن کی رہائش مسجد سے متصل مکان ہی میں تھی۔ اُن کا یہ عرصہ کالج کا بہترین عرصہ شمار کیا جاتا ہے۔ پرنسپل پروفیسر خواجہ عبدالحی کے بھائی عبداللہ بٹ کالج کے نمایاں طالب علم اور طلبہ تنظیم کے عہدیدار بھی رہے، بعد ازاں موصوف کا شمار ملک کے مشہور صحافیوں میں ہوا۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ان کے مخلصانہ تعلقات تھے۔ پروفیسر عبدالقیومؒ نے ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۲ء کے دوران اسی کالج سے ایف اے اور بی اے آنرز کیا۔ اس خاندان کے اکثر افراد نے اسلامیہ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور سے اکتسابِ فیض کیا۔

مسجد اور کالج کے ذمہ دار حضرات اور متعلقین کے آپس میں ہمیشہ مثالی تعلقات رہے۔ کالج کی تاریخی درسگاہ سے متصل ہونے کی وجہ ہے کہ اس مسجد میں ہمیشہ ممتاز اہل علم وعمل ہی امام، خطیب اور مدرس مقرر ہوتے رہے۔ مسجد کی انتظامیہ نے ہمیشہ اہل علم خطباء ہی کو ترجیح دی اور معیارِ علم وتقویٰ پر کبھی کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ مسجد کی انتظامیہ ہر دور میں علمائے کرام کی قدردان رہی ہے اور غیر عالم خطباء سے پرہیز کیا گیا ہے۔

## الجامع المبارک کی تعمیر جدید

پروفیسر عبدالقیوم کا گھر الجامع المبارک کے پڑوس میں تھا۔ ۱۹۸۹ء میں جب وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اُن کی وفات کے دس سال بعد، یعنی ۱۹۹۸ء میں، الجامع المبارک کی تعمیر جدید کا مرحلہ پیش آیا تو اُن کے ورثاء نے اپنا آبائی گھر مسجد میں شامل کر دیا، اس طرح مسجد کا رقبہ پہلے سے دوگنا ہوگیا۔ الجامع المبارک اپنی تعمیر جدید کے بعد حسن، سادگی اور نفاست میں لاہور کی خوب صورت ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔

موجودہ صدر الجامع المبارک نے قریبی مارکیٹ کا کچھ حصہ خرید کر مسجد کے لیے وقف کیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والا کرایہ مسجد اور اس سے ملحق ادارہ پر خرچ ہوتا ہے۔

## الجامع المبارک کی تاریخی خدمات

الجامع المبارک کی خدمات کے حوالے سے پروفیسر صاحب کا بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اس عرصے میں (یعنی تعمیر مسجد کے بعد ابتدائی دور میں) مسجد مبارک کی اہمیت اور مرکزیت خاصی ہو گئی تھی۔ ہر سال سالانہ کانفرنس اور بے شمار ہنگامی جلسے منعقد ہوتے رہے۔ توحید وسنت کے بارے میں بے شمار رسائل شائع کیے جاتے رہے۔ درس و تدریس بالخصوص نمازِ فجر کے بعد درس قرآن کا بھی اہتمام ہوتا رہا اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو نمازِ فجر کے بعد درس قرآن مجید ضرور دیتے تھے...... اس دور کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزائیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں سے انجمن اہل حدیث کے مناظرے بھی بکثرت اور بالالتزام ہوتے رہے۔''[1]

مزید لکھتے ہیں:

''مسجد مبارک کی تعمیر سے بڑے فوائد اور مقاصد حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ یہ مسجد لاہوری مرزائیوں کے مرکز کے بالکل قریب تھی۔ اور وہ آزاد خیال مسلمان جو انجانے میں مرزائیوں کی عبادت گاہ کی رونق بنتے تھے ان کے لیے مسجد مبارک باعث رحمت اور بڑی غنیمت ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ مسجد مبارک اسلامیہ کالج لاہور جیسی عظیم الشان درس گاہ میں تحصیل علم کے لیے آنے والے نوجوانوں کے لیے بھی باعث رحمت ثابت ہوئی۔ تیسرے یہ کہ لاہور پھلنے اور پھولنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جو اندورن شہر کو چھوڑ کر باہر رہنے لگے ان کے لیے بھی مسجد مبارک نے مرکز کا کام دیا۔ اور اس ذریعے سے توحید وسنت کی اشاعت اور تبلیغ کا کام خاموشی اور محنت سے بڑھتا چلا گیا۔''[2]

---

[1] مقالات پروفیسر عبدالقیوم: ۲/ ۷۸، ۲۷۷

[2] حوالہ مذکور: ۲/ ۲۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# پروفیسر صاحبؒ کی زندگی ایک نظر میں

## (سن وار جائزہ۔۱۹۰۹ء۔۱۹۸۹ء)

| | |
|---|---|
| ۱۹۰۹ء | ۱۵ جنوری، لاہور پیدائش، اندرون موچی دروازہ، کشمیری گھرانہ |
| ۱۹۲۰ء | پروفیسر صاحب کی عمر گیارہ سال، مسجد مبارک کے لیے جگہ کی خریداری، منشی فضل دین والد گرامی پروفیسر صاحب کی خصوصی محنت، آخری دم تک اسی مسجد کا انتظام وانصرام کرتے رہے۔ |
| ۱۹۲۶ء | منشی عالم /عالم فارسی کی سند پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ اس کے بعد میٹرک کیا۔ |
| ۱۹۲۷ء | اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے میں داخلہ لیا۔ اس دور میں پنجاب یونیورسٹی امتحان لیا کرتی تھی |
| ۱۹۳۰ء | مولانا حنیف ندویؒ مسجد مبارک کے خطیب مقرر ہوئے۔۱۹۴۹ء تک اسی منصب پر برقرار رہے۔ پروفیسر صاحبؒ نے مولانا حنیف ندویؒ سے ترجمۂ قرآن پڑھا۔ |
| ۱۹۳۰ء | لاہور میں علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کا تصور پیش کیا۔ اس وقت پروفیسر صاحب کی عمر ۲۱ سال تھی۔ |
| ۱۹۲۹ء۔۳۲ | اسلامیہ کالج سے بی۔اے آنرز کی ڈگری لی۔ مولانا اصغر علی روحی اور مولوی شفیع کی شاگردی |
| ۱۹۳۴ء | ایم۔اے عربی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، مولوی شفیع سے خصوصی اکتسابِ علم |
| ۱۹۳۵ء | پروفیسر صاحب کے نانا مولوی سلطان احمد کی وفات |
| ۱۹۳۵ء۔۳۸ | میکلوڈ سکالرشپ، مولوی شفیع صاحب کی رہنمائی میں چار سال کے عرصے میں دو تحقیقی کام: ''نوادر الاخبار'' قلمی نسخے کی تحقیق۔ فہارس لسان العرب کی ترتیب۔ فہارس کے کام کی عالمی پذیرائی۔ پنجاب یونیورسٹی عربیک اینڈ پرشین سوسائٹی کی نظامت کے دو عہد۔ (۱۹۳۶ء۔۱۹۳۹ء) پھر (۱۹۴۷ء۔۱۹۵۸ء) |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۹۳۴ء سمط الدرر (عربی سے انگریزی ترجمہ) ماڈرن بک ڈپو ۱۹۳۴ء کی اشاعت شہاب حجازی کا بلند پایہ مقالہ اورینٹل کالج میگزین میں چھپا (۱۹۳۶ء)۔ علمی مقالات کا یہ سلسلہ کئی عشروں تک جاری رہا۔

۱۹۳۳ سے ۱۹۳۶ کے دوران پروفیسر صاحبؒ کی درج ذیل انگریزی کتب شائع ہوئیں۔

1. The poems of the desert by several authors.Lahore:1933
2. Aid to the study of *Simtud-Durar*.Lahore:1934
3. English Arabic Translation Exercises.Lahore:1935
4. Specimens of Arabic Literature (poetry and prose) for English reader.Lahore:1936

۱۹۳۹ء لیکچرار عربی، زمیندار کالج گجرات (۱۹۴۴ء تک)۔ لسان العرب کے مؤلف ابن منظور کا بلند پایہ سوانحی مقالہ مجلّہ معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔

۱۹۴۲ء ۲۳ دسمبر، شادی خانہ آبادی، عمر ۳۴ سال، اللہ نے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔

۴۶-۱۹۴۵ء لیکچرار عربی، گورنمنٹ کالج ہوشیار پور

۴۷-۱۹۴۶ء لیکچرار عربی، گورنمنٹ کالج لدھیانہ مشرقی پنجاب

۱۹۴۷ء لیکچرار پروفیسر عربی، گورنمنٹ کالج لاہور، (۱۹۶۸ء تک ۲۱ اکیس سال) نیز اسی دوران اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں بھی اکیس سالہ اعزازی تدریس

۱۹۴۸ء سخاوی پر بلند پایہ سوانحی مقالہ، اورینٹل کالج میگزین میں چھپا۔

۱۹۵۰ء شعبہ اُردو دائرۂ معارف قائم ہوا۔ مولوی محمد شفیع پہلے مدیر مقرر ہوئے۔ وہ پروفیسر صاحب سے اپنی وفات ۱۹۶۳ء تک اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے انگریزی مقالات کا ترجمہ، نئے مقالات کی تدوین اور مختلف نوعیت کا کام کرواتے تھے۔

۱۹۵۳ء عربی اسلامیات پر پرائمری تا ایم۔ اے مختلف نصابی کتب کی اشاعت۔ یہ سلسلہ پروفیسر صاحب کی پچیس سالہ عمر سے شروع ہوا اور کئی عشروں تک جاری رہا۔

۱۹۵۸ء پروفیسر صاحب کے والد گرامی منشی فضل دین وفات پا گئے۔

۱۹۶۱ء جامعہ پنجاب کی طرف سے کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے منتخب ہوئے لیکن بوجوہ نہ جا سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| ۱۹۶۳ء | پروفیسر صاحب کے استاذ مولوی شفیع وفات پا گئے۔ |
| ۱۹۶۵ء | تاریخ اسلام مرتبہ پروفیسر صاحب کی اشاعت، اسی دور میں ایم۔اے کے مقالات کے نگران ورہنما بنے۔ یہ سلسلہ کئی عشروں تک جاری رہا۔ |
| ۱۹۶۸ء | ۱۴ جنوری ریٹائرمنٹ، متصل ایک دن بعد اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں تقرر، ایک سال بحیثیت مدیر کام کیا۔ ایک سال بعد سینئر مدیر بنے اور تادم حیات (۸ ستمبر ۱۹۸۹ء) اسی منصب پر فائز رہے۔ ۲۵ جلدوں میں سے ۲۱ جلدوں کی ایڈیٹنگ کی اور نئے مقالات لکھے۔ |
| ۱۹۸۳ء | سفر یورپ، زیارت حرمین، سعادت عمرہ۔ ۱۹ اکتوبر کو روانگی، ۲۶ نومبر کو پاکستان واپسی |
| ۱۹۸۴ء | مختصر اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تجویز پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ سے منظور ہوئی، ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر صاحب نے اُس کے عنوانات کی فہرست بنائی۔ |
| ۱۹۸۶ء | پروفیسر صاحب کے دیرینہ رفیق ڈاکٹر سید عبداللہ سربراہ اُردو دائرہ وفات پا گئے۔ |
| ۱۹۸۸ء | حج کی سعادت (۱۴۰۸ھ) |
| ۱۹۸۹ء | ۸ ستمبر، چھ ماہ کی علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ |

پروفیسر عبدالقیومؒ کی تعلیمی و تحقیقی زندگی کے کل پچپن سال بنتے ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

| | | |
|---|---|---|
| ۳۸۔۱۹۳۵ء | ۴ سال | تحقیق، میکلوڈ سکالرشپ |
| ۶۸۔۱۹۳۹ء | ۳۰ سال | تعلیم و تحقیق |
| ۸۹۔۱۹۶۸ء | ۲۱ سال | تحقیق، اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ |

## پروفیسر صاحب کی وفات کے بعد اُن سے متعلق چند اہم تصانیف اور واقعات

1. پروفیسر صاحب کی یاد میں اورینٹل کالج میگزین کا خصوصی نمبر شائع ہوا، ۱۹۹۰ء
2. رابطہ الادب الاسلامی کے زیر اہتمام پروفیسر عبدالقیومؒ کی یاد میں ایک علمی مذاکرہ، ۱۹۹۷ء
3. پروفیسر صاحب کے بلند پایہ تاریخی ادبی اور علمی مقالات کی مکتبہ سلفیہ سے تدوین واشاعت، ۱۹۹۷ء
4. تعمیر جدید الجامع المبارک۔ ۱۹۹۸ء
5. فہارس لسان العرب مرتبہ پروفیسر صاحبؒ کی مکتبہ قدوسیہ سے اشاعت، ۲۰۰۷ء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



6. الجامع المبارک کے زیر اہتمام پروفیسر عبدالقیومؒ لائبریری اور دار المعارف لاہور کی تاسیس، دسمبر ۲۰۰۹ء

7. دار المعارف کے تعاون سے پروفیسر صاحب کی چار انگریزی اور چار اُردو کتب شائع ہوئیں۔[1]

8. ۲۰۲۲ء میں دار المعارف کا گیارہ جلدوں پر مشتمل سیرت النبی ﷺ پروجیکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اسے دائرۂ معارفِ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دیا گیا۔ یہ پروجیکٹ پروفیسر عبدالقیوم کے خاکے اور تبویب کے مطابق تیار ہوا۔[2]

---

[1] تفصیل ص: ۶۵۴ پر دیکھیں۔

[2] مزید تفصیل ص: ۶۴۶ پر دیکھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد زکریا رفیق

# احوال و سوانح، پروفیسر صاحب

## (مختصر اشاریہ)

### شخصی احوال و آثار


خاندان و آباء ---------------- ۵۲
ابتدائی حالات ---------------- ۵۷
ابتدائی تعلیم، میٹرک ---------- ۵۷
منشی عالم/عالم فارسی ---------- ۵۷
والد گرامی (منشی فضل دین کے احوال و آثار) ۵۵، ۱۷۰
منشی فضل دین کے بھائی ---------- ۱۷۵
منشی فضل دین کی اولاد ---------- ۵۵، ۵۶
علماء کا قدردان گھرانہ ---------- ۳۳، ۴۱، ۱۴۹
ایف۔اے، بی۔اے آنرز ---------- ۵۷-۶۰
۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج کے اساتذہ -- ۵۹
ایم۔اے -------------------- ۶۲-۶۴
میکلوڈ سکالرشپ ---------------- ۶۴
"نوادر الاخبار" کی ایڈیٹنگ -------- ۶۶
پی ایچ ڈی کے لیے نامزدگی -------- ۶۸
بی۔ٹی کی ڈگری ---------------- ۶۷
شادی خانہ آبادی ---------------- ۷۶
سفر یورپ -------------------- ۸۰
عمرہ و زیارت حرمین ------------ ۸۸
سفر حج ---------------------- ۹۰
آخری علالت ------------------ ۱۰۷
ارتحال ---------------------- ۱۱۱
مقام تدفین ------------------ ۱۱۳
جامع مسجد مبارک کا تفصیلی تعارف --- ۵۳، ۱۵۸
اولاد کا تذکرہ ---------------- ۱۱۶، ۲۸۷
پروفیسر عبدالقیوم کے خطوط بنام فرزند میجر زبیر
قیوم ------------------------ ۴۶۴


### علمی مشاغل


عربی زبان کی مہارت ------ ۱۷۳
دیگر زبانوں کی مہارت -------- ۳۶، ۱۷۳
عربی اشعار کے حافظ ---------- ۱۷۳
قرآن و حدیث سے شغف -------- ۳۶، ۱۰۶
مصادر و کتابیات پر گہری نظر ------ ۱۷۴
اہل علم کی رہنمائی -------------- ۷۹
علمائے کرام سے محبت ------------ ۴۰
کتابیں جمع کرنے کا شوق --------- ۱۹۵
کتابیں ادھار دینا --------------- ۱۹۵
اہل علم کا پروفیسر صاحب کو خراج تحسین
(۱) مولوی محمد شفیع ------------ ۶۲
(۲) برکت علی قریشی ------------ ۶۳
(۳) پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ ۷۲
(۴) مولانا عبدالعزیز میمنی ------ ۷۳
(۵) پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللہ ----- ۷۱
نامور اساتذہ کرام اسلامیہ کالج ----- ۳۴، ۵۳
تذکرہ اساتذہ اورینٹل کالج --------- ۱۴۱، ۱۴۲
-------------------------- ۱۸۳، ۲۰۰، ۲۷۷
تذکرہ اساتذہ گورنمنٹ کالج لاہور - - - ۷۲، ۲۰۳


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




| | |
|---|---|
| ہم عصر علماء ------------------- | ۱۹۲،۱۴۸ |
| ---------------------- | ۱۷۵،۱۷۳،۱۶۶ |
| رفقاء اردو دائرہ معارف اسلامیہ --- | ۴۶،۳۶ |
| ---------------------- | ۵۱،۳۳،۴۷ |
| نامور اہل علم شاگرد ------------- | ۷۵،۷۴ |
| مختلف اداروں رکمیٹیوں کی رکنیت ---- | ۹۷ |
| کچھ عرصہ پنجاب یونیورسٹی سینیٹ کی رکنیت - | ۹۷ |
| یونیورسٹیوں کے خصوصی مشیر (عربی واسلامی علوم) | ۱۵۳،۱۰۳ |
| ادبی وثقافتی سرگرمیوں میں حصہ ------- | ۶۸ |
| پنجاب یونیورسٹی عربیک اینڈ پرشین سوسائٹی کی نظامت ------------------- | ۶۸ |
| ریڈیو رٹیلی ویژن کے دینی پروگراموں میں عوام کی رہنمائی ----------------- | ۱۷۸ |
| شعبہ اردو دائرہ معارف کا ماحول (۱۹۷۳ء) - | ۹۴ |
| شعبہ اردو دائرہ میں ادبی وعلمی چہل پہل ---- | ۹۴ |
| شعبہ اردو دائرہ میں سینئر ادارت --------- | ۷۷ |
| شعبہ اردو دائرہ میں سینئر مدیر کی ذمہ داریاں -- | ۷۷ |
| مستشرقین کے ہاں پروفیسر صاحب کی علمی خدمات کا تذکرہ -------------------- | ۱۹۵،۱۰۲ |
| چند مقالات ومضامین جو رسائل میں چھپے | ۱۷۷ |
| طلبہ کی رہنمائی کے لیے لکھی گئی تصانیف | ۹۷ |
| علمی وتحقیقی تالیفات ------------ | ۹۷،۷۵ |
| محمدیہ پاکٹ بک کی تدوین میں حصہ --- | ۳۸ |
| جواہر اللسان فی لغات القرآن کی ترتیب | ۳۸ |
| پروفیسر عبدالقیوم کے لیے مولوی کا لقب | ۱۳۹،۶۵ |
| ---------------------- | ۲۰۶،۱۷۴،۱۵۱ |


## اخلاق وکردار


| | |
|---|---|
| حلیہ، شکل وصورت- - - - - - - | ۲۰۲،۱۸۱،۱۶۳ |
| داڑھی ---------------------- | ۱۶۱ |
| ---------------------------- | ۱۷۲ |
| خوش خوراکی - ----------------- | ۹۵ |
| صحت کا خیال ---------------- | ۴۹ |
| خوش لباسی ------------------ | ۹۵ |
| صفائی کا اہتمام --------------- | ۱۱۶ |
| یومیہ امور کی پابندی ------------ | ۱۱۵ |
| کم گوئی لیکن خوش مزاجی ---------- | ۱۱۳ |
| اخلاق عالیہ پر جامع نظر --------- | ۴۸،۳۷ |
| ---------------------------- | ۲۸۱،۱۴۱ |
| مزاج وطبیعت پر جامع نظر - ------- | ۱۱۳ |
| تحمل وبردباری ---------------- | ۱۶۹،۱۱۴ |
| متواضع اور منکسر المزاج عالم -------- | ۱۷۴ |
| مہمان نوازی ------------------ | ۱۱۶ |
| دین اور مذہب سے گہرا لگاؤ--------- | ۹۱ |
| صلوۃ وصوم کی مکمل پابندی --------- | ۹۱ |
| رمضان المبارک کے معمولات------ | ۹۱ |
| دعائیں ومناجات -------------- | ۹۱ |
| صبح کا درس اہتمام سے سننا--------- | ۱۱۵ |
| اکیس برس بلامعاوضہ تدریس ------- | ۲۷ |
| اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ----------- | ۱۱۶ |
| نمائش سے نفرت---------------- | ۱۶۸ |
| مسلک وعقیدہ------------------ | ۱۵۵،۹۲ |
| تمام مکاتب فکر کا احترام ---------- | ۹۲ |
| مسجد سے محبت ---------------- | ۴۲ |
| مسجد میں خادموں والے کام بجالانا--- | ۱۶۸ |
| سادہ زندگی------------------- | ۴۸ |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




صبر وہمت ---------- ۹۶
علمی محنت کوشی ---------- ۴۸
رفقاء سے تعلق ---------- ۹۳
رفقاء کی علمی راہنمائی ---------- ۹۶
معاصرین پر منفی رائے سے پرہیز ---- ۱۶۸
ماتحتوں سے محبت وتعلق ---------- ۹۶
وسیع معاشرتی تعلقات ---------- ۱۱۶
والدین کی خدمت ---------- ۱۱۳
اہلیہ سے حسن معاشرت ---------- ۱۱۴
اولاد سے محبت واخلاقی تربیت ------ ۱۱۵


## تعلیم وتدریس


پروفیسر صاحب بحیثیت مثالی استاذ (ایک اجمالی نظر) ۱۰۲
فن تدریس کی ڈگری (بی ٹی) ------- ۲۰۶
مقامات تدریس ---------- ۶۹
مضامین تدریس ---------- ۱۹۳،۷۰
پی ایچ ڈی کے طلبہ کی رہنمائی - - ۲۸۰،۱۹۵،۱۹۴
طلباء سے مربیانہ تعلق ---------- ۱۰۲
انداز تدریس، ایک جامع نظر ------ ۱۹۳،۱۸۴،۱۰۲
طلباء سے متن پڑھوانے کا اسلوب --- ۲۰۶،۱۴۲
تدریس سے لطف اندوزی ---------- ۱۸۸
معلم کے منصب سے محبت ---------- ۱۸۸
طلباء سے شفقت ---------- ۱۷۴
طلباء کو وسعت مطالعہ کی ترغیب دینا -- ۲۶۸،۱۴۴
مثالی استاذ کی تین خوبیاں - - - - - - ۴۵
اپنے مضمون پر عبور - - - - - - - - ۱۰۲
تیاری کر کے کلاس میں جانا - - - - - ۱۰۲
اسباق کی عالمانہ تشریح ---------- ۱۰۲
طلباء کی اخلاقی تربیت ---------- ۱۰۲
محنتی اور مخلص استاذ ---------- ۱۴۷
شاگردوں سے مستقل تعلق ---------- ۲۷۳،۱۸۷
اورینٹل کالج کا ماحول، ایک تفصیلی نظر (۱۹۵۲ـ۵۴ء) ---------- ۱۹۹
گورنمنٹ کالج لاہور کا تذکرہ (۱۹۵۰ء کے لگ بھگ) ---------- ۲۹۹،۱۰۲
---------- ۲۰۳،۲۰۱
طلباء کی ملازمت میں اخلاقی امداد ---- ۲۷۸،۲۰۲
تمام مکاتب کے طلباء سے مساوی سلوک ۲۰۴
طالبات کے لیے پدرانہ فکرمندی ---- ۲۰۴
شاگردوں کی مہمان نوازی ---------- ۲۰۵


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# فہرست حواشی (تعارف شخصیات)


الف

آرزو، سراج الدین ---------------- ۵۹
آذر، سراج الدین ---------------- ۲۱۰
آزاد، ابوالکلام، مولانا ---------------- ۱۵۰
ابن حجر، العسقلانی ---------------- ۳۶
ابن زیدون المخزومی ---------------- ۱۴۳
ابن عساکر ---------------- ۲۱۳
ابن منظور الافریقی ---------------- ۳۵
ابوالفرج اصفہانی ---------------- ۱۵۱
احسان الٰہی ظہیر، علامہ ---------------- ۸۰
احمد بن سہل بلخی، ابوزید ---------------- ۲۱۱
احمد بن محمد المرزوقی ---------------- ۶۱
احمد علی لاہوری، مولانا ---------------- ۱۵۰
الاسکندری، احمد عمر ---------------- ۳۷
امجد الطاف، سیّد ---------------- ۲۹

ب

باقر، محمد، پروفیسر، ڈاکٹر ---------------- ۱۸۲
بٹالوی، محمد حسین، مولانا ---------------- ۴۳
بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، پروفیسر - ۴۷
بشیر، ایم، میاں ---------------- ۶۸
بلیون، پروفیسر، ڈاکٹر ---------------- ۸۴
بھٹی، اسحاق، محمد، مولانا ---------------- ۱۵۵
بھٹی، اسماعیل، محمد، پروفیسر ---------------- ۹۴
بی بی جان، اہلیہ پروفیسر عبدالقیوم --- ۱۱۷

ت

تاثیر، محمد دین ---------------- ۳۴
تبریزی، یحییٰ بن علی ---------------- ۶۱
تھیچر، مارگریٹ ---------------- ۸۷

ث

ثناء اللہ امرتسری، مولانا ---------------- ۳۳

ج

جمیلہ شوکت، پروفیسر، ڈاکٹر ---------------- ۲۷۵
جہانگیر خان، محمد، ڈاکٹر ---------------- ۶۹

چ

چغتائی، عبدالرحمٰن ---------------- ۶۰
چغتائی، عبداللہ، ڈاکٹر ---------------- ۶۰

ح

حامد مجید (صحافی) ---------------- ۱۴۹
حریری، عبدالمجید، مولانا ---------------- ۴۲
حسن علی جامعی ممتاز، ملک ---------------- ۱۹۲
حمید احمد خان، پروفیسر ---------------- ۱۵۳
حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر ---------------- ۵۶۰

خ

خالد بزمی، محمد یونس، پروفیسر ---------------- ۲۰۱
خدیجہ سرفراز، مسز ---------------- ۷۳
خطیب بغدادی، ابوبکر ---------------- ۲۱۳
الخطیب محمد العجاج ---------------- ۱۳۴
خلیل الرحمٰن جسٹس ---------------- ۴۳
خورشید رضوی، پروفیسر، ڈاکٹر ---------------- ۲۷۷

ذ

ذوالفقار علی ملک، پروفیسر، ڈاکٹر --- ۲۸

ر

رامہرمزی، حسن بن خلاد، ابومحمد ---- ۱۳۴
رسول خان، محمد، مولانا ---------------- ۱۴۱
روپڑی، عبدالقادر، حافظ ---------------- ۱۰۴
روحی، اصغر علی مولانا ---------------- ۳۴


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ریاض قدیر، ڈاکٹر ---- ۱۶۰

ز

زبیر قیوم، (ر)، میجر ---- ۱۰۷
زکریا رفیق، محمد ---- ۳۰۹

س

سالک، علم الدین، پروفیسر ---- ۱۸۷
سعید، محمد، حافظ، پروفیسر ---- ۲۸۳
سکندر علی مرزا ---- ۱۹۵
سلفی، اسماعیل، محمد، مولانا ---- ۱۶۲
سلیمان منصور پوری، محمد، قاضی ---- ۵۵
سیالکوٹی، ابراہیم میر، مولانا ---- ۳۳

ش

شاداں، اولاد حسین، بلگرامی، سید، پروفیسر، ہلاوی - ۳۵
شہزاد خان، محمد ---- ۲۹۳
شیرانی، محمود خان، پروفیسر ---- ۳۵
شیر محمد زمان، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۱۹۹
شیر محمد گریوال، پروفیسر ---- ۱۰۱

ص

صارم، عبدالصمد، الازہری، پروفیسر ---- ۱۴۲
صدیقی، بشیر احمد، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۱۵۳
صلاح الدین، خواجہ، ڈاکٹر ---- ۱۸۷

ض

ضیاء الحق، صوفی، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۱۴۷

ظ

ظفر اقبال، پروفیسر، مولانا ---- ۲۰۰
ظہور احمد اظہر، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۳۰۱

ع

عابد علی عابد، سید ---- ۱۸۷
عابدی، وزیر الحسن ---- ۲۷۷
عبادت بریلوی، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۲۷۷
عبدالرب نشتر، سردار ---- ۱۸۲
عبدالحکیم سیالکوٹی، ملاّ ---- ۱۴۵
عبدالحکیم (لاہور)، میاں ---- ۶۰
عبدالحی الحسنی، علامہ ---- ۱۳۲
عبدالخالق جامعی، مولانا ---- ۱۶۱
عبدالغنی، ڈاکٹر ---- ۴۷
عبدالقادر، سید، پروفیسر ---- ۵۹
عبدالقدوس، مولانا ---- ۱۳۰
عبداللہ، سید، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۳۶
عبداللہ الکافی، مولانا ---- ۱۶۳
عبداللہ گورداسپوری، محمد، مولانا ---- ۱۶۱
عبداللہ یوسف علی، علامہ ---- ۳۴
عبدالمنان، حافظ، وزیر آبادی ---- ۱۷۱
عبدالواحد، مولانا، (فیصل آباد) ---- ۱۲۰
عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا ---- ۸۰
علوی، خالد، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۷۵
عمر خان، محمد، مولانا ---- ۵۹
عمر فاروق غازی (ر۔ کرنل) ---- ۱۴۷
عنایت اللہ، شیخ، پروفیسر، ڈاکٹر ---- ۷۲

غ

غزالہ حامد ---- ۲۸۵
غزنوی، ابوبکر، سید، پروفیسر ---- ۱۹۲
غزنوی، داؤد، محمد، سید، مولانا ---- ۱۵۵
غزنوی، عبدالواحد، مولانا ---- ۱۷۱
غلام جیلانی، لیفٹیننٹ جنرل ---- ۱۹۷
غلام حسین، پروفیسر ---- ۵۹
غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر ---- ۹۴
غلام رسول ازہر ---- ۲۰۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




غنی، ایم اے، سید، پروفیسر ---------- ۳۴

ف

فضل الرحمٰن بن میاں محمد، مولانا ---- ۳۹
فضل الدین میاں (منشی) ---------- ۵۶
فضل کریم، پروفیسر، ڈاکٹر -------- ۴۵
الفلاح، عبدہٗ، محمد، مولانا ----------- ۱۴۸
فیاض محمود، سید، گروپ کیپٹن --------- ۱۳۰
فیض الحسن سہارنپوری ------------- ۱۲۷
فیاض، محمد، الیاس، حافظ ----------- ۵۵۳

ق

قاضی ظہیر الدین ------------- ۱۴۳
قریشی، برکت علی، پروفیسر، ڈاکٹر --- ۶۰
قیوم نظر -- --------------- ۹۴

ک

کرامت اللہ، پروفیسر ----------- ۵۹
کرنکو، الیف، پروفیسر، ڈاکٹر ------- ۶۵
کندی، یعقوب بن اسحاق --------- ۲۱۱

گ

گب، ہملٹن، لندن ------------- ۱۲۷

ل

لکھوی، معین الدین، مولانا ------- ۱۶۱
لکھوی، محمد حماد، پروفیسر، ڈاکٹر ----- ۶۵۸

م

مالواڈہ، عبدالعزیز، میاں ----------- ۱۶۰
مالواڈہ، عبدالمجید، میاں ----------- ۱۶۰
المبرد، محمد بن یزید ------------- ۱۹۶
محمد اشرف، شیخ ------------- ۱۲۸
محمد شفیع، ڈاکٹر، مولوی ------------ ۳۴
محمد عبدہٗ، مفتی، مصری ------------ ۱۶۷
محی الدین العیدروس ------------- ۱۳۲
منور مرزا، محمد، پروفیسر ------------ ۱۵۳
موسیٰ جار اللہ ------------------ ۴۲
محمود الحسن عارف، ڈاکٹر --------- ۵۱
معمر بن مثنیٰ، ابوعبیدہ، تیمی بصری ---- ۲۱۴
مہر، غلام رسول، مولانا ------------ ۱۷۵
میر ولی خان، پروفیسر، ڈاکٹر ------ ۱۵۳
میمنی، عبدالعزیز، مولانا ---------- ۳۴

ن

نجم الدین محمد العزی ------------- ۱۳۲
ندوی، ابوالحسن علی، سید --------- ۳۶
ندوی، حنیف، محمد، مولانا --------- ۵۵
ندوی، سلیمان، سید، مولانا -------- ۶۵
نذیر احمد، سید، ڈاکٹر ----------- ۶۸
نذیر حسین، شیخ --------------- ۳۳
نذیر نیازی، سید --------------- ۹۴
نسیم، اللہ دتہ، ڈاکٹر ------------- ۹۴
نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر ------------ ۹۴
نعمانی، عبدالرشید -------------- ۱۲۷
نعیمی، محمد حسین، مفتی ----------- ۹۳
نور الحسن خان، حافظ، مولانا ------- ۱۴۱
نور الدین، لائل پوری، حکیم ------- ۵۵
نیازی، غلام یٰسین خان، پروفیسر --- ۹۴

و

وشیر، امین اللہ، پروفیسر، ڈاکٹر ----- ۱۴۱
وقار عظیم، سید، پروفیسر --------- ۱۸۸
ولسن، الیگزنڈر، سر ------------ ۵۹
وولنر، اے سی، ڈاکٹر ----------- ۵۸

ی

یحییٰ جلال پوری، محمد، پروفیسر ----- ۲۶۷
یحییٰ گوہڑوی، محمد، پروفیسر ------- ۱۸۰


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اہم مصادر و مراجع

## پروفیسر عبدالقیوم کتب، طبعات جدیدہ

پروفیسر عبدالقیومؒ کی تالیف شدہ کتب (قدیم طبعات) کی فہرست کے لیے زیرِ نظر کتاب کا یہ مضمون ملاحظہ کریں: پیکرِ علم وعمل پروفیسر عبدالقیوم از ڈاکٹر محمود الحسن عارف، (آپ کی تصانیف، ص:۹۸)۔

تاہم جدید طبعات کی تفصیل، ص:۶۵۴ پر ملاحظہ کریں۔

پروفیسر صاحب کی کتابوں کے قدیم نسخے فوٹو کاپی کی شکل میں اور جدید طبعات والی کتب دار المعارف کی لائبریری میں موجود ہیں۔

## تالیفات جن میں پروفیسر عبدالقیوم کے مقالات شائع ہوئے

۱۔ تاریخ ادبیاتِ مسلمانان پاکستان وہند، عربی ادب، ۱۲۔۱۹۷۲ء، جلد دوم، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ط۱۹۷۲ء۔

۲۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (۲۴ جلدیں)، دانش گاہ پنجاب لاہور (عناوین کے لیے دیکھیے: ص۶۱۳)

۳۔ اردو جامع انسائیکلو پیڈیا (۳ جلدیں)، مدیر اعلیٰ: مولانا حامد علی خان، نشر واشاعت: شیخ نیاز احمد، ۱۹۸۷ء

۴۔ اقبالیات کے سو سال، اکادمی ادبیات اسلام آباد، اقبال اکادمی لاہور، ط۲/۲۰۰۷ء

## وہ کتب جن میں پروفیسر صاحب کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۔ صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب (۱۸۸۲۔۱۹۸۲ء)، تالیف پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذو الفقار، جامعہ پنجاب لاہور، ط۱۹۸۲ء قابلِ ملاحظہ صفحات: ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۵۶، ۳۶۶، ۳۶۹، ۴۶۸

۲۔ تاریخ جامعہ پنجاب (۱۹۸۲۔۲۰۰۲ء)، حصہ دوم، ڈاکٹر زاہد منیر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ط۲۰۰۴ء، ص:۴۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




۳۔ تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ڈاکٹر غلام حسین، ط۱۹۶۲ء۔ص: ۲۱۵، ۲۳۶، ۲۴۴

۴۔ استاد الاساتذہ مولوی ڈاکٹر محمد شفیع، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، نشریات لاہور، ۲۰۱۳ء

۵۔ مولانا اصغر علی روحی، احوال و آثار، مقالہ پی ایچ ڈی، محمد ذوالفقار علی رانا۔ گورنمنٹ کالج لاہور، ۱۹۸۵ء

۶۔ اورینٹل کالج میگزین (ڈاکٹر سید عبداللہ نمبر)، شمارہ مسلسل: ۲۳۸-۲۴۱۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ۱۹۸۷ء

۷۔ اورینٹل کالج میگزین (پروفیسر عبدالقیوم نمبر)، شمارہ مسلسل: ۲۵۱، ۲۵۲۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ۱۹۹۰ء

۸۔ تذکار خصوصی، مجموعہ مقالات قومی سیمینار (۱۹۹۷ء) بیادگار پروفیسر عبدالقیومؒ، عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان، ۱۹۹۷ء

۹۔ پروفیسر عبدالقیومؒ کی دینی و علمی خدمات، محمد شہزاد خان، مقالہ برائے بی۔اے آنرز، جی سی یونیورسٹی لاہور، سیشن ۱۱-۲۰۰۷ء

۱۰۔ اشاریہ ذخیرہ کتب پروفیسر عبدالقیوم، مرتبہ سید بدر الحق، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۴ء

۱۱۔ وفیات پاکستانی اہل قلم علماء (۱۹۴۷-۲۰۱۸) خالد مصطفیٰ اردو اصناف پبلی کیشنز، اسلام آباد


## اہم مجلات و رسائل

پروفیسر عبدالقیومؒ کے چند اہم مضامین جو مختلف نامور رسائل میں چھپے:

۱۔ معارف (ستمبر ۱۹۳۹ء)، سید سلیمان ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ (تعارف فہارس لسان العرب)

۲۔ اورینٹل کالج میگزین (مئی ۱۹۴۹ء)، پنجاب یونیورسٹی لاہور، مضمون: جواہر اللسان فی لغات القرآن

۳۔ اورینٹل کالج میگزین (۱۹۹۰ء)، پنجاب یونیورسٹی لاہور، مضمون:

A survey of Arabic lexicography

۴۔ مجله الکلیة الشرقیة (۱۹۹۲ء)، اورینٹل کالج میگزین پنجاب یونیورسٹی لاہور، مضمون: سیرت طیبہ پر ایک جامع تصنیف کا خاکہ (یہ رسائل دار المعارف لاہور میں محفوظ ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۵۔ اسلامک کلچر۔ حیدر آباد دکن۔ جولائی ۱۹۴۴ء (انگریزی میں ''الحجازی'' کا سوانحی و تحقیقی مضمون شائع ہوا)

پروفیسر صاحب کے مقالات جن رسائل و جرائد میں چھپتے رہے، ان کے جائزے کے لیے زیرِ نظر کتاب کا مضمون ملاحظہ کریں:

پروفیسر عبدالقیوم، قدیم وجدید کے درمیان حسین ترین نقطۂ اتصال، از محمد اسحاق بھٹی (ص:۱۷۷)

---

پروفیسر عبدالقیوم کے ''لسان العرب'' والے تحقیقی کام کو ان کے دور کے مستشرقین نے سراہا اور اپنی کتابوں اور مجلّات میں کلماتِ تحسین ادا کیے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(i) **Dr. Brockelmannu** in his famous history of Arabic Literature *"Geschichte der Arabischen Literature"* Supplement Vol. III

اس کتاب کے عربی ترجمہ میں پروفیسر صاحب کا تذکرہ موجود ہے:

تاریخ الأدب العربی، کارل بروکلمان، مشرف ترجمہ محمود فہمی حجازی، مؤسسہ دارالکتاب الاسلام، قم ۲۰۰۸ء، جلد: ۱۰-۱۱، ص: ۶۵۔

(ii) **Dr. Krenkow** of the University of Cambridge in the *"Islamic Culture"* (Vol.XIII)

(iii) **Prof. Dr. Spuler** of the Hamburg University in his "*Bibliography of the Recent Research in Oriental Studies*, published in 1954.

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# Prof. Abdul Qayyum

(1909 - 1989)

## Life & Achievements

Compiled & Edited by

Muhammad Zakariyya Rafique
(M.A Arabic & Islamic Studies)

Revised by

Prof. Dr. Sher Muhammad Zaman Chishti
(Ph.D. Harvard)

BAZM-E-IQBAL.
2-Club Road Lahore
042-99200851

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

# Prof. Abdul Qayyum

## Life & Achievements


Compiled & Edited by ' Muhammad Zakariyya Rafique

Revised by .................. Prof. Dr. Sher Muhammad Zaman Chishti

Edition .................. 2022

Copies .................. 1000

Pages .................. 762

Composing .................. Abdul Quddoos & Muhammad Imran

Publisher .................. Bazm-e-Iqbal, Lahore

Under the auspices......... **Dar-ul-Ma'arif**, Lahore

Price .................. 2000



ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ

اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 32212991-32629724

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، خیرین کتب خانہ جات

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884

ای میل:


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# Contents


1. Prof. Abdul Qayyum's Life & Works (A Bird's Eye View) ....
   Prof. Dr. S.M.Zaman ........................................................ 5

2. A Survery of Arabic Lexicography ....................................
   Prof. Abdul Qayyum........................................................ 11

3. AL-Hijazi:The Author of Nawadir al-Akhbar. ......................
   Prof. Abdul Qayyum........................................................ 31

4- Some Notes on Islamic History and Arabic Literature..
   Prof. Dr.S.M.Zaman ........................................................ 53

5- The Study of Early Arabic Literature .................................
   M. Ikram Chughatai........................................................ 57

6- Glimpses of Arabic Literature ...........................................
   M. Ikram Chughatai........................................................ 61

7- Letters written to Prof. Abdul Qayyum ...............................
   (Published in Oriental College Magazine 1990) .................. 63


المكتبة الرحمانية
34968
نمبر ....................

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



The ensuing section comprises a brief life-sketch of the late Prof.Abdul Qayyum, a very scholarly and informative article by him captioned "A Survey of Arabic Lexicography" and concinnous reviews of his published works, as introduced to his learned contributions.

Editor

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Dr. S.M.Zaman

# Prof. Abdul Qayyum's Life & Works

(A Bird's Eye View.)

Prof. Abdul Qayyum was born at Lahore in a middle class Kashmiri Butt family on 15th January, 1909. His ancestors had migrated from Shopian which has in our times carved out a niche for itself in the contemporary history of Kashmir's freedom movement. He was brought up in religious environment, his father Mian Fazal Din being the founder of Anjuman-e-Ahl-e-Ḥadith, Lahore (of which Prof. Abdul Qayyum became the Secretary. His maternal grandfather Maulavi Sultan Aḥmad (industrialist), himself a scholar of some standing, enjoyed a close relationship with such eminent 'Ulama' as Qazi Sulayman Salman Mansurpuri and Maulana Sayyid Sulayman Nadvi, both of whom were immortalized by their respective works on the *Sīrah* (life-history) of the Prophet (S.A.W),viz. *The Raḥmatun lil 'Alamīn* and *Sīrat al-Nabī*.

Having learnt the Qur'an in his early childhood, he passed the Munshi Fazil (Fazil-e-Farsi) examination of the Punjab University from the University Oriental College, Lahore in 1926, and obtained the B.A. (Hons.) degree of the same University in 1932 from the famous Muslim institution of Lahore, the Islamia College which also happened to be his physical neighbour, situated as it was in the rear of his ancestral

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



residence. He went on to secure his Master's degree in Arabic from his earlier *alma mater*, the Oriental College of the University of Punjab. In recognition of his distinction as a student of Arabic, he won the McLeod Scholarship and worked as a research scholar under the well-known Arabist Prof. Maulavi Muhammad Shafī' (d. 1963), Principal of the College and later Chairman of the Department of Urdu Encylopaedia of Islam for several years, an invaluable opportunity for any Arabic scholar at that time.

Following the tradition of the contemporary educationists, he had also secured the degree of B.T. (Bachelor of Teaching), and joined a premier Muslim College of Punjab, the Zamindarah College, Gujrat as a lecturer in Arabic in 1939. Government jobs were hard to come by in the difficult years of the Word War II, but he finally succeeded in joining the provincial education department and taught Arabic at the Government Colleges, Hoshiarpur (1945-46) and Ludhiana (1946-47). After the emergence of Pakistan, he was transferred to the Government College Lahore, the most prestigious seat of learning in the country at that time, and arguably even now. There he taught Arabic to generations of students in the following two decades. From 1952 under the prevailing participatory collaboration system of the Punjab University, he joined his senior colleague and learned friend Prof. Dr. Shaykh Inayatullah, to teach the Masters classes at the Oriental College, on an honorary basis. After the departure of Prof. Dr. B.A. Qureshi in 1954, Dr. Inayatuallah also functioned as the Head of the Department till 1956, when he retired from the Government College on attaining the age of 55 (the age of superannuation at that time), and was formally appointed by the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



University as Professor and Head of the Department of Arabic for the subsequent three years. He was succeeded by the famous Arabist of world renown Prof. Abdul Aziz al-Maymani, who also held Prof. Abdul Qayyum in great esteem. On retirement from the Government College in 1968, Prof. Abdul Qayyum was invited by Dr. S.M.Abdullah, Chairman, Department of Dā'irat al-Ma'ārif (Urdu Encyclopaedia of Islam) as Senior Editor. He had remained associated with this institution since its inception in 1950 under the stewardship of his teacher, the reputed Prof. Maulavi Muhammad Shafī', as a translator and reviewer, and his joining immensely enriched the scholarly resource of the Department, where the distinguished Professor contributed scores of new articles and proved to be the virtual kingpin of the vital review and revision work, assisting and guiding his colleagues with his erudite learning and ripe experience of research for an extended span of over twenty years, till he embarked on his final journey on 8 September 1989, leaving a devoted family and a host of admirers and spiritual descendants spread over three generations. He never aspired to a formal university degree of Ph.D, but inspired, supervised and guided a vast number of scholars from Pakistan and abroad to acquire this qualification. He will be remembered by all who had the privilege of knowing him as a profound scholar of Arabic language and literature, particularly for his exceptional proficiency in editing of manuscripts, literary criticism and deep understanding of the history of Islam.

His scholarly attainments were surpassed only by his humanity and nobility of character. Deeply religious, he was genuinely modest and far above all kinds of biases. His true affection for his students and friends

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



was of such proportions that he would never flinch from making any personal sacrifice for their sake. May his soul lie in eternal peace and Divine Bliss!

As a professional teacher, he produced a number of texbooks and guidebooks in Arabic and Islamic Studies for the school, college and university levels. Here it may suffice to mention some examples of his scholarly research work.

Indices of *Lisān al-'Arab*, Ibn Manẓūr's famous dictionary of Arabic, may be regarded as his *magnum opus*. The first part enlisting the poets quoted by this great lexicographer in this celebrated work was first published by instalments in the Punjab University's *Oriental College Magazine* (1934-38). The second part comprised an index of the *Qawafi* (rhymes), whereas the third part encompassed the *abyāt* interspersed throughout the *Lisān*. The laborious work immediately drew universal applause of the Arabic scholars including Sayyid Sulayman Nadvi and the famous Orientalist Dr. F.Krenkow. An extract from the latter's critique which appeared in the prestigious *Islamic Culture* of Hyderabad, Deccan (April 1939) graphically portrays the immense value of this work for the world of Arabic scholarship, and may be reproduced here:

> "When I acquired my copy of the *Lisān al-'Arab* in 1901, I was at once convinced that the *shawāhid* cited in this best of all Arabic dictionaries formed the most exhaustive anthology of ancient poetry, and I made for my own use an alphabetical index which has helped not only me but also a number of other students of classical Arabic poetry in easily tracing verses attributed to the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



poets we were studying. In the lapse of years I have been able to find the authors of many lines which are, after the manner of the oldest works of Arabic philology, cited anonymously, also to correct names given wrongly and discovered verses attributed erroneously to the wrong authors.

It is therefore, that I welcome the work of Mr.Abdul Qayyum, which makes this vast repertory of ancient Arabic literature accessible to all."

All the three volumes have now been published through the initiative of Major Zubair Qayyum Butt (R), (the late Professor's son) which he undertook as a matter of filial duty. May Allah bless and reward him!

Shahāb al-Dīn Ahmed al-Ḥijāzī (1388 - 1471) was a well known literary figure of Egypt in his time. A critical and annotated edition of one of his rare works, *Nawādir al-Akhbār wa Ẓarā'if al-Ash'ār* a manuscript of which was preserved in the Punjab University's library, was prepared by our learned Professor. It was recently published by *Dār al-Ma'ārif* established by Maj. Zubair Qayyum .

A collection of his Urdu articles (2 Vols.) has also seen the light of day,(1) whereas a selection of some of his English articles appeared later.(2) All this is in addition to the immense and invaluable contribution he made to all the 21 vols. of *Dā'irat al-Ma'ārif* (Punjab University) as a translator and reviewer of numerous articles of the Original English

۱- مقالات پروفیسر عبدالقیوم، ترتیب ڈاکٹر محمود الحسن عارف، میجر زبیر قیوم (ر) جلداوّل ودوم، المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء

2. *Some Notes on Islamic History and Arabic Literature*. Lahore. Dar-ul-Ma'arif. 1st edition 2012. p;xi

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Encyclopaedia of Islam, as contributor of a large number of original articles, and on the whole as its Senior Editor. Besides, he also edited Vol. II of the *Tārīkh-e-Adabiyyāt-e-Musalmānān-e-Pakistan wa Hind* (Punjab University, 1972) dealing with the Arabic literature produced in the sub-continent, and also contributed the article on modern Arabic literature (1858-1972).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Professor Abdul Qayyum

# A Survery of Arabic Lexicography

Arabic lexicons are numerous and greatly vary in the nature and treatment of their subjects. I shall concentrate my attention on the word lexicon only.

## Definition

Lexicography means writing of a lexicon, a word of Greek origin corresponding to dictionary.

There are several characteristics that may rightly be attached to a lexicon. But for the sake of preciseness and exactitude a lexicon may, in its strict sense, be defined as a book containing a collection of the words of a language arranged in alphabetical or in some other specified order, with explanations in the same or some other language.

## Essentials

The best and most useful lexicon of a literary language and a living tongue is that which "contains all the words which may be reasonably looked in it, so arranged as to be readily and surely found, and so explained as to make their meaning, and if possible their use, clear to those who have a competent knowledge. of the language or languages in which the explanations are given."(1) It should include all the words of the language. The foremost duty of a lexicographer is to record all the words whether obsolete, vulgar, local, provincial or new, without exercising any personal choice in the selection of words. Accuracy and clearness ought to be the first objective in lexicography so that the general reader may draw benefit. Even technical definitions or scientific terms should be explained in such a way as may meet the needs of both

1. *Encyclopaedia Britannica*, ed.IX,Vol. 7, P. 180

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


general and scientific readers.

## Arrangement

Almost all the Arabic lexicons are etymologically arranged. That is, all words of the same arigin are placed together so that they may at once be seen. This system is often very useful and important and greatly helps in learning the language, as it assists memory. But it requires a thorough knowledge of the language and of the formation of words. Because a word cannot be found unless its root is known. Otherwise it must be searched by guess-work. In the matter of arrangement we find three chief schools:

(i) Khalīl arranged his *Kitāb al-'Ayn* in the order of utterance of letters (sounds) and his method was adopted by the authors of the *Muḥkām* and the *Tahdhīb*.

(ii) Ibn Durayd introduced in his "*Jamharat al-Lughah*" an alphabetical arrangement in the natural order, beginning with the first letter. The authors of *Mujmal, Muḥīṭ* and *Asās al-Balāghah* followed his footsteps in their arrangement.

(iii) Al-Jawharī is the *Imām* of the third school. He introduced a new order of arrangement in his *Ṣiḥāḥ**. He mentioned each word according to the last letter of the root, then the first and second in the usual order of alphabet. His method was later on adopted in the *Lisān al-'Arab, Qāmūs* and *Tāj al-'Arūs*.

## Richness of the Arabic Language

"The Arabic language which has brought out the potentialities of the Semitic family of speech in the richest, yet often one sided development, commands an extraordinarily copious vocabulary; the men who created it, were forced to give a separate name to each object in the phenomenal

* Both *Ṣaḥāḥ* and *Ṣiḥāḥ* are correct.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



world, owing to the fact that general concepts, though not unknown to them, had not yet become the basis of their mental processes. From this follows the chief charm and the chief defect of their literary art: it is restricted to the particular, but for this very reason it is able to work it out with greater precision."[1]

Lexicography develops with the growth of time. As our needs arise, new words are introduced in the language; hence the development of lexicography. Besides ever arising linguistic and scientific needs there are certain factors in the language itself that greatly contribute to the richness of the language and help the development of lexicography. In this respect Arabic language has a special advantage. It would not be out of place here to count some of the factors.

(i) *Firstly* transposition of letters. It is called in Arabic "الـقَـلْـب" *(al-qalb)*. That is, the language is capable of retaining the same meanings when the letters of a certain word are put in the reverse order as جَذَبَ and جَبَذَ (to draw, extract), لَطَمَ and لَمَطَ (to slap, to fret), سَلَبَ and سَبَكَ (to pour forth: water: to mould, to cast: metal), بَكَلَ and لَبَكَ (to mix anything), بَسْبَسَ and سَبْسَبَ (to say "enough") etc. ,or as certain modern Egyptians say جَوْز instead of زَوْج and اَجَا instead of جَاءَ. I may add that the range of such changes is, comparatively speaking, limited.

(ii) *Secondly*, changing a letter of a word with another letter of the same or the nearest sound. It is called by the Arabs اِلابْدَال , as الحِسَالَة (refuse, rubble) الحُثَالَة (rubbish of grain) and الحُفَالَه (refuse of dates.) This change of a letter in a word plays greater part in the development of lexicography.

There is another method of اِلابْدَال. We have a word of two letters. By the addition of a third letter at the end we may

1. C.Brockelmann in *Encyclopaedia of Islam*, Vol. Pt. I, page 402.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



get a large number of words which convey the same sense. For example قط gives us the following words: قَطَمَ ، قَطَبَ ، قَطَفَ،قَطَعَ etc. Similarly قص gives us قَصَا، قَصَفَ، قَصَرَ، قَصَبَ، قَصَلَ، قَصَمَ etc. All these words are used to convey a sense of "cutting."

(iii) *Thirdly*, capability of moulding or expressing a sentence of two or more words into a single word, as حَمْدَلَ when a person says اَلْحَمْدُ لله ، بَسْمَلَ for بسم الله ، حَوْقَلَ for لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ، حَسْبَلَ for حَسْبُنَا اللهُ and so forth. Similarly عَبْشَمِى for one belonging to عَبْدُ شَمْسٍ and عَبْقَس to عَبْدُ الْقَيْسِ. Such abbreviations save time, facilitate speech and help the growth of language.

(iv) *Fourthly*, figurative language (الْمُجَازُ) . Thus words and phrases are not used in their ordinary or literal sense, but used in a non-literal or abnormal sense.

(v) *Fifthly*, derivation or etymology (اِلاشْتِقَاق) ,i.e. deriving many words conveying different senses from one word. For instance فَرَسٌ (horse), فَارِسٌ (rider, lion), فَرِيْسَة (prey seized by a wild beast), فَرَاسَةٌ (horse- manship), فِراسة (insight) , فَرُسَةٌ (cold wind), اِفْتَرَسَ (to kill a prey: wild beast), فَرَّسَ (to train a rider), تَفَرَّسَ (to look steadfastly)، اَفْرَسَ (to let a wild beast seize an animal), etc. All these words have the same root (ف-ر-س) but convey more than ten different meanings.

(vi) *Sixthly*, richness of the language consists in possessing a separate word for different shades of a thing and its parts. For example Arabic tongue possesses at least twelve different names for various parts of the day. They are

البُكُور، فالشُّرُوق، فَالإِشرَاق، فَالرَّاد، فَالضُّحى، فَالمُتُوع، فَالهَاجِرَة ، فَالاَصِيل،
فَالعَصر، فَالطِّفل، فَالحُدُور، فالغُرُوب.

(vii) *Seventhly*, synonymous and antitheses (التـرادف والتضاد). There are certain things which have several names, varying from

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


twenty to three hundred, and even more. For example, 13 for milk and honey, 21 for light, 24 for year, 29 for sun, 50 for cloud, 64 for rain, 88 for well, 170 for water, 100 for wine and snake*, 70 for stone, 225 for she-camel, 350 for lion, and so on. Different views are held by the scholars for so many names of a thing. Some say that each of these various names expresses a special condition or position differentiating it from the other. There are others who hold that these names were used by different tribes, but in the course of time tribal dialects sank into oblivion leaving behind them only these names which were later on placed under one dialect. Whatever the case may be, it must be admitted that this factor greatly increased the scope of lexicography by thus enriching the language.

Similarly a word giving two opposite meanings also contributed to the copiousness and richness of Arabic lexicon. For instance جلل is used for a great thing as well as for an insignificant one, قَعَدَ for sitting and standing, نَضَخَ for thirst and allaying it, ذَابَ for melting and freezing, قوى for poverty and richness, and so forth.

(viii) There remains another factor yet to be mentioned. It is called: الاشتراک اللفظی i.e. a word of many meanings. For example the word عَيْن is used to indicate 35 different meanings (eye, look, hole, sun, water-spring, defect, bud of a tree, aspect, spy or scout, stroke of the evil eye, direction, substance, one of the two saddle-bags, one scale of a balance, middle letter of a triliteral word, money etc), عجوز for 60, and similarly other words.

* 200 and 500 respectively according to Ibn Faris.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


These are some important factors that contribute to the richness of the language and the development of lexicography.

## Scientific Treatment

To a modern student of Arabic lexicography one thing must seem appalling. Unlike modern European lexicon writers, Arabic lexicographers generally cared little to indicate the foreign words used in Arabic language. Every word used in the Arabic tongue was regarded of pure Arabian origin. But this is, however, not the fact.

Professor Noldeke, while discussing Arabian philology, rightly calls it a "brilliant achievement" and at the same time remarks, "It evinces an exceedingly keen observation of the phenomena of language, and though breadth of view and genuine systematic method are frequently wanting, and the wisdom of the school seeks to improve upon the facts, the Arabic language (of course the Arabic only) is examined from all sides with a subtlety worthy of all admiration" (1)!

Judging from this view-point, the Arab lexicographers are to be excused. Because it required a thorough knowledge of Semitic languages, specially Hebrew and Syriac, to find out words of foreign origin. But our writers of the lexicon did not seem to be acquainted with these tongues. Moreover, the standards then prevailing did not demand such highly scientific treatment of the subject.

## Sources of Arabic Lexicography

Arabic lexicons were composed from oral traditions on the authority of the desert-Arabs in different periods. The scholars of Basrah and Kufa travelled far and wide among the Bedouins, visiting their abodes in different quarters, to get acquaintance with cretain words and to collect material for their lexicons. A *rāwī* while explaining any word had to cite

1. *Noldeke's Sketches from Eastern History*, ed.1892, p.17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



a pre-Islamic verse in support of his explanation. The reason for citation from pre-Islamic poetry is embodied in a saying of Ibn 'Abbas which Ibn Rashiq has preserved in Al- 'Umdah:

إِذَا قَرَأْتُمْ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَمْ تَعْرِفُوْهُ فَاطْلُبُوْهُ فِي أَشْعَارِ الْعَرَبِ ، فَإِنَّ الشِّعْرَ
دِيْوَانُ الْعَرَبِ وَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَنْشَدَ فِيْهِ شِعْرًا [1]

Thus Arab poetry and history, their proverbs and orations formed the early sources of lexicon. Later lexicographers also included the Qur'an and *Ḥadith*.

## Development

When the Arabs came into close contact with non-Arab races as a result of their vast conquests and rapid expansion of their empire, the Arab intelligentsia realised some corruption of the language owing to frequent inter-course with non-Arab races. They felt an urgent need for lexicography to preserve the purity of their tongue and to guard against misunderstanding the details and injunctions of the Holy Qur'an and the *sunnah* of the Prophet (ﷺ), because both these formed the sources of their religious, moral, civil, criminal and political code.[2]

The ingredients of Arabic lexicography were contained in the Qur'an and *Ḥadith*. Whenever any companion of the Holy Prophet (ﷺ) failed to understand a word occurring in the Qur'an or *Ḥadith* he would ask the Prophet (ﷺ) who explained it to the man.

Later, when any scholar experienced a certain difficulty in understanding a word or phrase he would resort to the sons of the desert and ask a desert-dweller. These scholars collected the fruits of their labours in the from of books. But these books dealt with one subject only

1. *Al- 'Umadh*, Vol,I p.17 (ed.1934).
2. *Muqaddimah of Ibn Khaldun*, article on the *Lughah*, p. 283, (Paris edition).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



such as:

كِتَابُ النَّوَادِر، كِتَابُ مَعَانِي الْقُرْآن، كِتَابُ الأَمْثَال ، كِتَابُ الْخَيْل، كِتَابُ خَلْقِ الإِنْسَان ، كِتَابُ النَّخْلِ ، كِتَابُ الْكُرُوْمِ ، كِتَابُ الإِبِلِ ، كِتَابُ اللُّغَات etc [1]

It continued till Khalil ibn Ahmed came and paved the way for Arabic lexicography.[2]

## Some Important Lexicons

Arabic lexicons are numerous, copious and voluminous. Among the Semitic and Asiatic Languages Arabic is the richest language as regards lexicography. Here I shall mention only some important lexicons.

### I. Khalil's *Kitab al- 'Ayn*

According to Ibn *Khuldun*,[3] Khalil ibn Aḥmad (d. 175 A.H 791 C.E)[4] was the first scholar to start with lexicography. He flourished in the second century of Hijrah. His work is entitled *Kitab al- 'Ayn*. Its arrangement is in the order of alphabet but the letters are arranged in the order of their utterance. On the authority of Ibn Nadim,[5] We learn that the order of letters was:

---

1. For details see Ibn Nadim, *Fihrist* (Ed. Flugel, pp. 42 seq.). According to Ibn Nadim, the first writer on کتاب خلق الانسان and کتاب الخیل was ابومالك عمر بن کرکرة (p.44). Yunus ibn Habib (80 -183 A.H.) was the author of کتاب النوادر الکبیر، کتاب النوادر الصغیر، کتاب معانی القرآن، کتاب اللغات، کتاب الأمثال، (p.42).
2. *Kashf al- Ẓunun*, V:121. But according to Tashkubrizadah, the first to compile a lexicon was 'Abu Ubaidh Ma'mar al-Muthanna (112-211 A.H.) (*Miftah al-Sa'adah*, I:93).
3. *Muqaddimah*, p. 284.
4. According to Nawab siddiq Ḥasan Khan, Khalil died in 175 A.H (*Al-Bulgah fi Usul al-Lughah*, Constantinople, 1296 A.H., p. 157).
5. *Fihrist*, p.43 (Flugel, Vol.I).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ع، ح، ہ، خ، غ، ق، ک، ج، ش، ص، ض، س، ز، ط، د، ت، ظ، ذ، ث، ر،
ل، ن، ف، م، و، ا، ی

I may draw attention to the fact that this list does not include the letter ب. But Ibn Manẓūr[1], Lane[2], Haji Khalīfah and Zaydān[3] have however, retained ب after ف. The copy of the *Fihrist* used by me is that edited by the German Orientalist Flugel. I cannot say how ب disappeared from Flugel's edition. We must admit that there was ب between ف and م in the 'Ayn. Haji Khalifa gives a slightly different arrangement of the alphabet (V:124). "Under each of these letters, in the foregoing order, except the last three which are necessarily classed together, are mentioned all the words of which the roots contain that letter without any letter of those preceding it in this arrangement." [4]

I must refer to the controversy about authorship of the *Kitāb al-'Ayn*. Sūyūṭī has also exhaustively dealt with it in Muzhir[5] where he has recorded different views held by the scholars. That al-Khalīl wrote it and assigned it to al-Layth; that he wrote it only to the letter ع and the rest was composed by al-Layth, the difference being marked by al-Khalīl ibn Aḥmad, representing Khalīl the Grammarian, and Al-Khalīl (i.e. friend) representing al-Layth; and that al-Layth ibn Naṣr of Khurasan is the real author of this lexicon.

Whatever the case may be, this is the first book of Arabic lexicon. It got its name from the first letter *'Ayn* ع with which the author opened his lexicon.[6] This work has served to a great extent as the basis of many

1. *Lisān al- 'Arab*, Vol. 2, p 84.
2. *Arabic Lexicon*, Vol. I, p. xiii.
3. *T.A.L.A.* by j. Zaydān, Vol.2, p. 122. (ed.1912)
4. *Arabic Lexicon*, Ibid.
5. Vol.I, p.47 seq.
6. *Muqaddima of Ibn Khaldūn*, p. 284.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



other lexicons.[1]

## II. *Kitab al-Jamharah fi'l Lughah*

*Kitab al-Jamharah* fi'l *Lughah* of ibn Durayd (223-321 A.H) is the second important lexicon after the *Kitab al-'Ayn*. The celebrated *Jamharah* is regarded as the best lexicon composed after the model of *al-'Ayn*. Its arrangement differs from that of the *'Ayn* only in point of initial letters which are in the usual order of the alphabet. It is said that Ibn Durayd left Basrah for 'Oman during the years of turmoil and disturbance and stayed there among the desert Arabs for twelve years acquiring their language and learning their poetry. Then he came to Fars where the sons of Mikal 'Abd Allah b. Muhammad b. Mikal, and his son Ismail were governors. Ibn Durayd compiled this famous lexicon for this ruling family and collected in it all that he learnt during his long stay in 'Oman. *Kitab al-Jamharah* was published in Hyderabad (Deccan) in four volumes during the years 1926-1932. Ibn Durayd's work is a store-house of linguistic information and preserves many foreign works correctly.

## III. *Al-Bari'*

*Al-Bari'* by Abu Ali Isma'il Ibn-al-Qasim al-Qali of Baghdad (228-356 A.H/ 901-969 C.E.) is one of the most comprehensive

1. At Present no complete copy of the *'Ayn* seems to be extant. It exist in fragments only. A printed portion is also extant. The spanish author Abu Bakr Muhammad ibn Hasan al-Zubaydi [926-989 C.E./379 A.H.] abridged it under the title *Mukhtasar K. al-'Ayn* (*Kashf al Zanun*, V: 122), (يتيمة الدهر، ١٢ : ٦١ للثعالبي), أنستاس مارى الكرملى, an Iraqi monk, discovered one copy each of K. *al-'Ayn* in Karbala and Kazimiyyah. Two copies are known to exist in Cairo, in Dār al-Kutub al-Misriyyah, and Majma 'al-Lughat al-'Arabiyyah respectively, one copy in the Baghdad Museum and another in the Library of Tubingen University (Germany). (*K. Al-'yan* has been printed and published in Baghdad).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


voluminous lexicons of early period. Ibn Khallikān,[1] Yāqut,[2] Suyūṭī[3] and several others had mentioned,[a] *Al-Bārī*, Al-Qali, being a pupil of ibn Durayd, the author of the *jamharah*, seems to have naturally derived much from his teacher's great experience and vast knowledge.

## IV. The *Tahdhīb*

The *Tahdhīb* of Abū Manṣūr Muhammad ibn Aḥmad al-Azhari (282-371 A.H) another pupil of ibn Durayd, is an excellent lexicon. The author had lived a greater part of his life among the Bedouins and collected all his first hand information in the *Tahdhib*. It is arranged after the model of the *'Ayn*, letters being put in the order of their utterance.

The later lexicographers greatly derived from *al-Tahdhib*. Ibn Manẓūr highly appreciated this work of Al-Azhari and called it the best of the lexicon.[4]

## V. *Al-Muḥīṭ* *

*Al-Muḥīṭ* of Al-Ṣāḥib ibn 'Abbād (326-385 A.H.) is another important lexicon. It is alphabetically arranged after *al-'Ayn* and according to Ibn Khallikān,[5] consists of seven volumes. The author paid greater attention to the collection of words than the citation of illustrations.[6]

## VI. *Al-Mujmal*

Al-Mujmal of Abul Ḥusayn Aḥmad ibn Faris (d: 390 or 395 A.H.) is

1. *Wafayāt*, 1:74
2. *Mu'jam al-Udaba* Vol.2,p.352.
3. *Muzhir*. 1:55.

a. Mss in British Museum and Bibliotheque Nationale, Paris.

4. *Lisan al-'Arab*, Vol. I, p. 2.

* MSS: a portion in Dar al-Kutub al-Misriyyah complete ms. in 2 vols. in Iraqi Museum (Baghdad).

5. *Wafayāt*, Vol.I, p.75.
6. Mu'jam al-Udaba, Vol.2, p.6.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



an abridged and concise lexicon. Ibn Faris has collected in it important genuine words only and ignored the obsolete ones.[1] Most of the collection is based on oral authority.[2] The book is alphabetically arranged and is one of the highly esteemed works.

### VII. The Ṣaḥāḥ (or Ṣiḥāḥ)

The Ṣaḥāḥ[3] of abū Naṣr Isma'il ibn Ḥammad الفارابی al-Jawharī (d:398 A.H/1007 C.E.) is regarded as the last lexicon. Its full name is تاج اللغة وصحاح العربيه. The author, like his contemporary ibn Faris, included only genuine words in his lexicon. But it is far more comprehensive and excellent than that of ibn Faris. In order of rank and celebrity al-Jawhari's Ṣiḥāḥ occupies among the Arabic lexicons a position that of Al-Bukhari's Ṣaḥiḥ among the books of Tradition.[4] It is an admitted fact that a book is relied upon for its correctness and not for its copiousness. The Value of the Ṣiḥāḥ is enhanced by "its presenting a very judicious collection of most chaste words, with critical illustrations from the best of lexicologists, and gives examples from the best of the classical poets."[5]

Al-Jawharī observed in his preface to the Ṣiḥāḥ that, unlike his predecessors in lexicography, he followed a new order in its arrangement. He mentioned each and every word according to the last letter of the root, then the first and second letters in the usual order. For example اَبَش would be found under ش and not under الف . Then the rest of the words are in the usual order. Similarly اَجَصَ وأبَصَ etc. come under the letter ص.

1. Ibid, Vol.2, p.6.
2. *Wafayat*, I, p.35.
3. Also Ṣiḥāḥ
4. *Tāj al-'Arus*, Vol.I. p.13.
5. *Lane's Arabic Lexicon, preface.*

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



This arrangement was especially useful for the poets, because it facilitated the task of finding out the desired rhymes. The authors of the *Lisān al-'Arab* and *Tāj al-'Arūs* followed in his footsteps in the arrangement of their lexicons.

The contents of the Ṣiḥāḥ were collected by the author in Iraq and revised orally before certain desert Arabs in their abodes.

There are certain mistakes[1] which have, however, crept in the Ṣiḥāḥ. The author of the Mu'jam al-Udaba[2] explaining for the mistakes remarked that Al-Jawharī had only revised uptil the letter ض when death overtook him. The rest of the book was revised by his pupil Abū Isḥaq Ibrahim ibn Saliḥ al-Warraq, and hence the mistakes.

## VIII. The *Mu'ab*

The *Mu'ab* of Abū Ghālib Timān Ibn Ghālib of Cordova (d. 436 A.H.) is according to Lane[3] and J. Zaydan[4] a work of great utility, consisting of what is correct of the contents of the *'Ayn*. The author also retained the confirmatory examples from the Qur'an, *Ḥadīth* and the genuine poems of the Arabs.

## IX. *Al-Muḥkām wal-Muḥītul A'zam*

*Al-Muḥkām wal-Muḥītul* A'zam of Ibn Sīdaḥ (d.458 A.H.) the blind lexicographer of Spain, is a classical work arranged after the model of *'Ayn*. This lexicon is highly esteemed for its accuracy, copiousness, critical remarks and numerous examples from classical poets. It is superior to al- Ṣiḥāḥ in point of copiousness.

1. Mistakes of the sort of vowel-marks and diacritical points.
2. Vol. 2, p. 269.
3. *Lane's lexicon*, preface.
4. *T.A.L.A.*, Vol.2 p.311, ed.1912

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## X. The *Asās al-Balāghah*

The *Asās al-Balāghah* of Abu'l-Qāsim Maḥmūd ibn 'Umar al-Zamakhsharī (467-538 A.H) is a "very excellent lexicon of choice and chaste words and phrases." Special Value is attached to this work for giving the history of each word and phrase stating the first sense and form found in the language with ample illustrations. It is arranged in the usual order of the alphabet.

## XI. The *Mughrib*

The *Mughrib* of Abu'l-Fatḥ Nāṣr Al- Muṭarrizī (536-610 A.H) is a lexicon of selected words and phrases particularly such as occur in the books of Tradition and Jurisprudence. It is arranged in the order of alphabet.

## XII. *The 'Ubāb*

*The 'Ubāb* of Abu'l Faḍā'il al-Hasan ibn Muḥammad al-Ṣaghānī (577- 655 or 660 A.H) is, according to the author of *Tāj al-'Arūs*[1], one of the greatest lexicons compiled after the *Muḥkam*. It was composed for Musta'sim's vizier Ibnul Alqami[2] and was completed only up to بَـــكَـمَ when the author died leaving the work unfinished.

An interesting thing about al-Ṣaghānī is that Aḥmad Fāris,[3] the author of *al-Jāsūs 'ala l-Qāmūs*, found it written in a copy of the *'Ubāb* that he was born in Lahore. The author of the *Tāj al-'Arūs* describes this work as of twenty volumes.[4] It must be noted that this work forms a great contribution to Arabic lexicography by a scholar born in Lahore.

1. *Tāj*, Vol. I, p.2.
2. *Zaydan's T.A.L.A*, Vol.3, p. 49.
3. *The Jāsūs*, p. 78.
4. *Tāj*. Vol. I, P.21.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Its copies were extant till the time of the author of the *Taj*, but Lane failed to find any copy. Now again we are told that a copy does exist in constantinople.*

## XIII. *Lisan al- ʿArab*

Now I come to a very valuable and useful work of great importance. It is the *Lisan al-ʿArab* of Abul Faḍl Muhammad ibn Mukarram (630-711 A.H). This lexicon is the most the comprehensive both in the size of vocabulary and the fullness of treatment. It is a work of great Labour, patience, knowledge and skill employed for many years. The author of the *Lisan* does not claim any originality. He frankly admits that he only re-arranged the materials collected by his predecessors in lexicography.(1) His life-long devotion to and study of Arabic lexicons revealed to him that the Arabic lexicographers were of two kinds. Those who collected fairly good material but their arrangment was bad, and those who arranged in a good manner but did not present a satisfactory material.(2) Therefore, Ibn Manẓur undertook the compilation of a lexicon. Availing himself of almost all the previous materials he enriched his lexicon by citations from Arab poetry, proverbs, orations, the Qur'an and the Aḥadith. All this he presented in a desirable form. He had no hesitation in admitting that he had not travelled far and wide in the

* [Completely edited by the late Pir Muḥammad Ḥasan, this great work is being published by the Islamic Reserach Institute, Islamabad, and some volumes have already appeared. (S.M.Z)].

1. *Lisan al- ʿArab*, Vol. I, p. 3.
2. *Lisan* , p.2. [ The laborious research undertaken by Professor Abdul Qayyum as Mcleod Research Scholar 1934-38 at the Panjab University under the able guidance of Maulvi Muhammed Shafiʿ for the preparation of voluminious indices to the *Lisan* has recently been published as a memento of Major Zubair Qayyum's filail devotion to his learned father. (S.M.Z)]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



deserts to ascertain or acquire the meanings of words and their application.

It is alphabetically arranged in the usual order, placing the words under their roots. It is very strange to learn that Suyuṭi does not mention the *Lisan* in his famous work al-Muzhir. The author took notice of 60,000[(1)] root-words and about 1700 poets' names had been preserved in the *Lisan* .

## XIV. The Qamus

The *Qamus* of Abu Ṭahir Majd al-Din al-Firozabadi (729-817 A.H) is a collection of words and significations from preceding lexicons. The author made very few critical observations and hardly cited any illustration from poetry. Therefore it may rightly be called an abridgement of other lexicons. At some places he so much abridged as to rendered it unintelligible to the reader.[(2)]

It contains 60,000 root-words. Sayyid Murtaḍa is of the opinion that the author of the *Qamus* did not know the total number of the words contained in the *Lisan*. He only knew that Al-Jawhahiri Ṣaḥaḥ Contained 40,000 words. If it had been known to al-Firozabadi that the *Lisan* also contained 60,000 words, he would have certainly increased the number of words in the *Qamus*.[(3)]

## XV.The *Taj al-'Arus*

The *Taj al-'Arus* of Sayyid Murtaḍa al-Zabidi (1145-1205 A.H) is

1. *Taj* , Vol.I.p.23.
2. The following works bear ample witness:
   (a) الدراللقيط فی اغلاط القاموس المحيط by Muhammad ibn Mustafa(d.1071 A.H.)
   (b) الجاسوس علی القاموس by Sh. Ahmad Faris (d. 1886 C.E.)
   (c) اضاعة الأدموس ورياضة الشموس من اصطلاح صاحب القاموس by Abdul Aziz.
3. *Taj al-'Arus*, Vol.I, p.23.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



a work of great labour, vast knowledge and long patience. Its full name is تَاجُ الْعُرُوْسِ فِي شَرْحِ جَوَاهِرِ الْقَامُوْسِ. Originally it was designed to serve as a commentary on the *Qamus* of al-Firozabadi. But its usefulness and value assigned to it an independent place. It was commenced in Cairo about the year 1753 C.E and was completed in 1768. Thus the author worked upon this important lexicon for about 15 years. Sayyid Murtaḍa compiled the *Taj al-'Arus* from the best and most copious lexicons of his predecessors. With the help of the original sources the author was in a position to record innumerable explanations which were abridged in the *Qamus*. He also added ample illustrations of meanings, corrected the mistakes in the *Qamus* and other lexicons, and supplied various examples in prose and verse with a very large collection of additional words.

Its arrangement, as already referred to, is in the order of the alphabets, each word being mentioned according to the last letter of the root.

Sayyid Murtaḍa has mentioned in his preface that he compiled this famous and most important lexicon from more than a hundred works. But lane was of opinion that the author of the *Taj* had mainly used the *Lisan al 'Arab* of Ibn Manẓur. A careful examination and close comparison of the *Lisan* and the *Taj* would assure the reader that there is a slight difference between the two books. During my research work I had occasional resort to the *Taj* and realized Sayyid Murtaḍa had taken great pains in establishing the text of the *Qamus* with the help of several authoritative works. I must admit that at certain places the *Taj* differs from the *Lisan* . Here I can give you three different instances:

(i) Difference of explanation: for example the author of the *Lisan* says: وعُنَيِّس اِسْمُ رَمْلٍ مَعْرُوْفٍ[1] But the author of the *Taj* after

1. *Lisan* , Vol. 8, p. 28.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



quoting the above words remarked:

[1] هٰكَذَا فِى سَائِرِ النُّسَخِ وَ مِثْلُهُ فِى الْعُبَابِ وَ هُوَ غَلَطٌ وَ صَوَابُهُ اِسْمُ رَجُلٍ مَعْرُوْفٍ

(ii) The author of the *Taj* gives the name of the poet whose verse he cites, whereas the author of the *Lisan* merely says: قَالَ الشَّاعِر .For instance, both the lexicons give the following verse under the word اَلْكَ

اَبْلِغْ أَبادَ خُتنوس مَالُكَةً......عن الذى قد يقال بالكذِب

The author of the *Lisan* cited this verse by saying قال الشاعر : while the author of the *Taj* ascribed it to the poet مَهربن كعب.

(iii) Some times Ibn Manzur cites only a part of a hemistich or an incomplete verse, as سَاحُلُب عَيْسًا صحن سُمٍّ.[2] But the author of *Taj* supplied the complete verse under the word عَيْس .[3]

Now it is clear that the *Taj al-'Arus* is a great improvement upon the various lexicons, and the author had shown great skill, patience, knowledge and labour in the compilation of such a comprehensive lexicon. [A critical edition of *Taj* is being published under the patronage of Kuwait Government.]

Among the modern works, perhaps two stand out more prominently, namely the *Muhit Al-Muhit of Butrus al-Bustani* and the *Aqrab al-Mawarid* of Sa'id al-Shurtuni.)

Lexicography was an important and a very highly-esteemed branch of Arabic scholarship in the medieval period. Not only did it play a large part in the cultrual life of the Arabs themselves, it also influenced the lexicography of other Islamic peoples such as the Persians, Turks and the people of the Indo-Pakistan sub-continent. Again it was the basis for the

1. *Taj*, Vol 4, p. 199, line 2 (from the bottom).
2. *Lisan*, Vol. 8, p. 30.
3. *Taj*.Vol.4 p. 199.line 2.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Arabic lexicography of European orientalists like Freytag, Dozy and Lane. And though it may not have directly influenced the development of modern European lexicography, it was part of the lexicographical background of Renaissance.

Comparing Arabic lexicography with what the other nations have done in this field, Prof. Haywood remarks: "We are bound to salute it as a monument of thought and industry deserving of the highest praise. Only a people with very high standard of culture and an extensive literature could require a "*Lisān*" and a "*Qāmūs*", only truly outstanding scholars could provide them. Without them much Arabic literature would have remained imperfectly understood ..... Without them many facts concerning Islam would have been hard to understand."

## Arabic Lexicography in European Languages

My survey of Arabic lexicography will remain incomplete, if I do not mention some inportant works in the European languages.

More than twenty Arabic lexicons have appeared in different European tongues. Most famous of them are the following:

*I.* In 1634 C.E. Giggeius published his *Arabic-Latin Lexicon* in four volumes.

*II.* In 1830-37 Fretag's *Arabic-Latin Lexicon* appeared in 4 volumes.

*III.* Biberstein Kasimirishi's *Arabic-French Lexicon* was published in 1860 in 2 volumes.

*IV.* Wahemund's *Arabic-German Lexicon* was published in 1870-75 in 4 volumes.

*V.* Dozy's Supplement to Arabic Lexicon appeared in 1881 in two big volumes.

*VI.* The most important and valuable work is the *Maddul Qāmūs* by Edward William Lane (1801-1876 A.D.). It is the most monumental work, undertaken by any European orientalist, in the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



history of Arabic lexicography. Lane devoted 34 years (1842-76) of great labour and hard work to compile this most scholarly and stupendous lexicon. He utilized almost all the extant work of the Arabic lexicographers.

Lane was in reality the first European who introduced European students to the vastness and richness of Arabic lexicon by the compilation of the *Maddul Qamus*.

Though he worked day and night for 34 years to complete this great lexicon, it is regrettable to know that he had only completed up to the letter ف, when the hand of death snatched away this eminent scholar in 1876. The remaining portion was somehow, completed by his nephew, Stanly Lane-Poole.[(1)]

This survey of Arabic lexicography would have demonstrated to the readers that the Arabs employed utmost care and resreach to embody everything that could be preserved or recorded of the classical language, the result being a collection of such authority, such exactness and such copiousness, to quote Mr. Lane, "as we do not find to have been approached in the case of any other language". [(2)]

1. From the live of E.W. Lane by S.Lane-Poole in the 6th volume of the Lexicon.
2. Preface to the Lexicon.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Professor Abdul Qayyum

# *AL-ḤIJAZĪ:

## THE AUTHOR OF *NAWĀDIR AL-AKHBĀR*

### I. THE AUTHOR

Abū aṭ-Ṭayyib Shihāb al-Dīn Aḥmad b. Muḥammad b. Ḥasan b. Ibrāhīm, author of *Nawādir al-Akhbār*, drew his origin from the Khazrajites of Madinah, who embraced Islam and were called the Anṣār. All of his biographers say that al-Ḥijāzī's great-grandfather was '*Ḥasan*'. But al-Suyūṭī, though he mentions '*Ḥasan*' in the *Ḥusn al-Muḥāḍarah* writes 'Ḥusayn' in the *Naẓm al-'Iqyān*.(1)

Through al-Sakhāwī (2) we learn that another name of honour given to al-Ḥijāzī was Abu'l 'Abbās Zakiyy al-Dīn, but all his biographers agree that he was known to the public by the appellation of al-Shihāb al-Ḥijāzī.

Although al-Ḥijāzī studied under professors belonging to different schools of law, he was a leading member of the Shāfi'ite school.(3)

Shihāb ad-Dīn Aḥmad al-Ḥijāzī was born in Cairo on the 27th of Sha'bān,(4) 790 A.H. (August, 1388 C.E.). From his very childhood he showed a literary trend of mind. He studied different sciences under different teachers. Among the professors of al-Ḥijāzī we find:

---

* Published in *Islamic Culture*, Hyd., Dn., July, 1944.

1. P. 63.
2. *Aḍ-Ḍawa al-Lāmi'*, Vol. 11, p. 147.
3. *Naẓm al-'Iqyān*, p. 63.
4. *Aḍ-Ḍawa al-Lāmi'*, Vol. 11, p. 148.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



1. The great traditionist Ḥafiz Ẓayn al-Din Abu'l-Faḍl 'Abd al-Rahim al-'Iraqi (725-806 A.H.), about whom Ibn Taghribardi[5] (874 A.H.) remarks: "شيخ الحديث بالديار المصرية"
2. The eminent scholar al-Majd al-Ḥanafi;
3. The great genealogist Badr (767-866 A.H.);
4. Al-Burhan al-'Abbasi (725-802 A.H.), about whom al-Suyuṭi[6] says: "شيخ الشيوخ بالديار المصرية"
5. The great littérateur and traditionist al-Kamal al-Damiri (d. 808 A.H.), from whom al-Ḥijazi heard his commentary on Ibn Majah.
6. Shaykh 'Izz-al-Din b. Jama'ah (759-819 A.H.), who was highly renowned in metaphysics, and about whom al-Suyuṭi[7] observes:

   "ومَالَ إلى فنونِ المعقولِ فاتقنها إتقانًا بالغًا إلى أن صار هو المشارُ اليه فى الديارِ المصريةِ"
7. Waliy al-Din al-'Iraqi (762-826 A.H.), who is called by the biographers: "الإمام العلامة الحافظ الفقيه الأصولى"
8. Al-Basati, the Qaḍi (756-842 A.H.);
9. Ibn Abi'l-Majd;
10. The great scholar, critic and traditionist, Imam al-Ḥuffaẓ,[8] Ibn Ḥajar al-'Asqalani (773-852 A.H.), about whom Ibn-Taghribardi[9] says:

"شيخ الإسلام حافظ المشرق والمغرب امير المومنين فى الحديث شهاب الدين قاضى قضاة الديار المصرية و عالمها و حافظها وشاعرها"

5. *An-Nujūm al-Ẓāhirah*, Vol VI, p. 160.
6. *Ḥusn al-Muḥāḍarah*, Vol. I.
7. *Naẓm al-'Iqyān*.
8. *Al-Suyūṭī, Ḥusn al-Muḥāḍarah*,
9. *An-Nujūm al-Ẓāhirah*, Vol. VII, p. 326.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



An important fact to which the list of al-Ḥijazi's teachers bears witness is that he was sent to school at a very early age. It has been noticed above that one of his professors died when al-Ḥijazi was hardly twelve years old. The most astonishing thing, however, is that though the great traditionist Ḥafiẓ, Zayn al-Din al-'Iraqi, a professor of al-Hijazi, died in 806 A.H., when his pupil was only sixteen, yet the latter had duly qualified himself in tradition and had received from his teacher the authority *(al-Ijazah)* for the instruction of others therein. This list also points to the fact that al-Ḥijazi acquired learning from the most distinguished professors with world-wide fame in their special subjects.

Having well-qualified himself in different branches of Arabic literature, al-Ḥijazi devoted himself to legal studies, Ḥadith and Jurisprudence. But after a certain period, most probably after 816 A.H.,[10] he gave up his religious studies and confined himself to literature. In the words of C. Huart, "His over-indulgence in the use of the marshnut or anacardium ruined his health and obliged him to give up his legal studies and confine himself to literature."[11]

Al-Ḥijazi's prose and poetry gave him the right to a very high place in the Arabic literature of the ninth century of the Hijrah. He was an illustrious poet and elegant prose-writer with immense literary acquirements. Some writers call him a poet, others a littérateur. But as a matter of fact, al-Ḥijazi was as good a poet as a prose-writer. He was richly endowed by nature with the poetical faculty, and his poems bear testimony to his originality and power. Al-Suyuṭi[12] calls him "excellent and distinguished poet."[13] In the *Mu'jam al-Maṭbu'at*[14] Sarkis

10. *Aḍ-Ḍawa al-Lāmi'*, Vol. II, p. 148.
11. *History of Arabic Literature*, p. 356.
12. *Ḥusn al-Muḥāḍarah*, Vol. I, p. 246. (الشاعر البارع)
13. *Shadharāt*, Vol. VII, p. 319. (شاعر المشرق)
14. P. 1151.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


declares him to be "the poet of Egypt." Jurjī Zaydān's[15] makes mention of him among the poets of Egypt, and not among the littérateurs. In his opinion al-Ḥijāzī is more a poet than a man of letters.

It would be doing great injustice to al-Ḥijāzī's literary achievements to call him a mere poet and ignore all his other merits. No doubt he was an excellent poet, but all the same his numerous works on various topics show the fertility of his pen, and single him out as a versatile writer and an eminent littérateur. Al-Suyūṭī rightly assigns to him a place among the poets and men of letters of Egypt. The fact that he excelled and distinguished himself in the domain of literature is borne out by the following citation from his biographers.

1. "وقد رثاه (إبن حجر) جماعة من الفضلاء والادباء النبلاء منهم الأديب شهاب الدين ابو الطيب احمد"[16]
2. "وعنى بالأدب كثيرا حتى صار أحد اعيانه"[17]
3. "وعنى بالادب كثيرا الى ان تقدم فيه"[18]
4. "كان عالما فاضلا بارعا فى الادب"[19]
5. "وعنى بالأدب كثيرًا حتى صار أوحد أهل زمانه... و تميّز فى فنون لكنّه هجر ماعدا الأدب منها"[20]
6. يـا واحـد الـعـصـر و من فضله — كـالـصبح فـى شـرق و فى مغرب
ويـاشهـابـا فـاق شـمس الضحى — فـى كـل معـنـى قـد سـمـى مغرب

15. *Tārīkh Ādāb al-Lughat al-ʿArabiyyah*, Vol. III, p. 196.
16. *Laḥẓ al-Alḥāẓ* by Ibn Fahd, p. 339.
17. *Ḥusn al-Muḥāḍarah*.
18. *Naẓm al-ʿIqyān*.
19. *Ibn-Iyās: Tārīkh al-Miṣr*, Vol. II, p. 125.
20. Qāḍī al-ʿAsqalānī (d. 876 A.H.) pays a glowing tribute to al-Ḥijāzī's Literary excellence in a poem which he wrote in the lifetime of al-Ḥijāzī. See *Naẓm al-ʿIqyān*, p. 33.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



7. "واقبل على فن الأدب وهجر ماعدا حتى غلب عليه و فاق فيه"

8. "وطار صيت فى فن الادب"[21]

9. "وصفه (ابن حجر) بالشيخ بالفاضل العلامة فخر المدرسين عمدة البلغاء"[22]

10. "والعلامة فريد الأدباء الشهاب الحجازى"[23]

Al-Ḥijazi was born in a literary age which was extraordinarily active and productive. Such authors and writers as Ibn-Khaldun (732-808 A.H.), al-Maḳrizi (766-845 A.H.), Ibn-Ḥajar (773-852 A.H.), Ibn Taghribardi (813-874 A.H.), al-Ḳalḳashandi (d. 821 A.H.) and al-Suyuṭi (849-911 A.H.), to some of whom the authorship of hundreds of works is ascribed, flourished in that period. This is not the proper place to mention the works of the encyclopaedic writers of this age. Nevertheless, Al-Ḥijazi's devotion to literature and his scholarly works give him a high place among the illustrious poets and notable men of letters of his time.

Al-Ḥijazi was conscious of his high merits, poetical talents and literary eminence. At the same time he was sure of his reward, that he would not be forgotten by the coming generations. He says:

قالوا اذا لم يخلف ميت ذكرا يُنسى فقلتُ لهم فى بعض اشعارى
بعد الممات اصيحابى ستذكُرنى بما اخلف من اولاد اَفكارى [24]

Al-Ḥijazi was very fond of puzzles and enigmas. His two letters to al-Shihab al-Ta'ib show that enigmatical writings were liked in literary circles in those days. A book of al-Ḥijazi on this subject shows how skilful in this art he was.

In addition to his educational and literary achievements, his constant

21. *Shadharāt*, Vol.VII, p. 319.

22. *Al-Ḍaw'al-Lāmi'*, Vol. II, p. 148.

23. Ibid., Vol, IX, p.23

24. Ibid., Vol. II, p. 148.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



study, writing, and good hand, al-Ḥijāzī held a high position in society. His agreeable conversation and pleasing manners won for him a wide circle of friends and associates. He was never sad and morose, nor depressed or unsociable. But on the other hand, he was witty and sociable with a vast knowledge of *Nawādir*.(25) He was known for his simple habits; he disliked affectation and possessed many other good qualities.(26) His letters and poems tell us of his friendly relations with the authorities and scholars.

In the month of Ramaḍān, 815 A.H., al-Ḥijāzī wrote a letter to al-Sharīf Ṣalāḥ-Dīn al-Suyūṭī (783-859 A.H.), in which he complains of imposthumes and boils from which he suffered so badly that he spent ten restless days and sleepless nights.(27)

In 826 A.H. he completed his literary work the *Rawḍ al-Ādāb*, an anthology containing the poems of the ancients as well as of the moderns, including some of his own composition, and prose passages in a most polished and elegant style.

In 840 A.H., al-Ḥijāzī transcribed a copy of التبصرة والتذكرة فى علم الحديث الشريف known as a work of his teacher Abu'l-Faḍl al-'Irāqī, which is preserved in Berlin.

In 843 A.H. he made his pilgrimage to Makkah.

In 850 A.H. he wrote the *Ḥāshiyat al-Shifā* in which he explained the obscure words occurring in the book *al-Shifā fī Ḥuqūq al-Muṣṭafā*, by Qāḍī 'Iyāḍ.

25. *Tārīkh al-Miṣr*, Vol. II, p. 125, *Al-Ḍaw'al-Lāmi'*, Vol. II, p. 148.

26. *Shadharāt*, Vol VII, p. 319.

27. *Naẓm al-'Iqyān*, p. 66.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



In 852 A.H. he composed an elegy on the death of his teacher, the great critic and historian Ibn Ḥajar, in which al-Ḥijāzī pays homage to the memory of the encyclopaedic writer of the age. The elegy, with all its beauty of style and exquisite and polished language is, in its subject and the essential quality of treatment, kindled by love for his learned professor and high regard for the vast erudition of the deceased.

In his turn, al-Ḥijāzī taught traditions and delivered lectures. He won great reputation, and notable men of his time spoke of him in high terms. (Ibn al-'Imād: "واثنى عليه الأكابر")[28]

Al-Suyūṭī, while producing al-Ḥijāzī's elegy on the death of Ibn-Ḥajar, calls him "شيخنا الأديب" in *Ḥusn al-Muḥāḍarah*, and in the second volume of the same book while discussing the Nile, he says:[(29)] "أخبرني أبو الطيب الأنصاري إجازةً عن الحافظ أبي الفضل عبدالرحيم العراقي" and again in his book *Bughyāt al-Wu'āt*[30] Al-Suyūṭī writes:

"أخبرني الشهاب أبو الطيب احمد بن محمد الانصاري المعروف بالحجازي بقراء تي عليه"

These passages clearly indicate that Al-Suyūṭī was a pupil of al-Ḥijāzī; he attended his lectures and studied under his direction.

Shihāb al-Dīn Aḥmad al-Ḥijāzī died in his native town, on Wednesday,[(31)] the 7th of Ramaḍān, 875 A.H.[(32)] (February Or March, 1471 C.E.). But Brockelmann and Jurjī Zaydān mention 874 A.H. as the year of his death, which is incorrect.

---

28. *Shadharāt*, Vol. VIII, p. 319.
29. P. 18.
30. P. 449.
31. Tuesday, the 8th Ramaḍān (see Bankipore Library Catalogue, Vol.XV, p. 151).
32. *Al-Sakhāwī*, al-Suyūṭī, Ibn Iyās, Ibn al-'Imād, Hājī Khalīfah, Ahlwardt, Flügel and Sarkīs.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## His Works

No complete and exhaustive list of his works has come down to us. In the following lines I give a list of al-Ḥijazi's Books compiled from different sources:

1. التذكرة فى الأديب: The author of *Kashf al-Ẓunun*[33] says that it was written in more than fifty volumes. But al-Suyuṭi's[34] version fills about seventy volumes.
2. روض الآداب[35]: A literary anthology of poetry and prose, divided into five chapters. Only a small portion of this has been published and printed at Bombay, bearing the name of the *Rawḍa tul-Adab*, and is very defective. Copies are found in (a) the British Museum, London, (b) the Bankipore Library, and (c) Leyden.
3. كتاب النيل
4. حبيب الحبيب و نديم الكئيب. But Ḥaji Khalifah mentions نديم الكئيب و حبيب الحبيب, and at the same place gives the former name of the authority of al-Sakhawi.[36]
5. القواعد المقامات من شرح المقامات. Ḥaji Khalifah says[37] قواعد المقامات، and Ibn al-'Imad writes القواعد و المقامات.
6. قلائد النحور فى جواهر البحور Ḥaji Khalifah[38] quotes al-Ḥijazi: و بعد فانه قد عنّ لى ان استخرج من الكتاب العزيز ماجاء لى أوزان الأبحر اتفاقاً، ثم بدا لى أن أُبنِيَ على كل بحر من البحور بيتاً. على ما عندى من القصور.

33. Vol. 2, p. 263.
34. *Naẓm al-'Iqyān.*
35. Principal Muhammad Shafi', formerly of the Punjab University, also possesses a copy of this work, which he was kind enough to lend me.
36. *Kashf al-Ẓunūn*, Vol. VI, p. 318.
37. Vol. IV, p. 578.
38. Vol. IV, p. 568.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



A copy of it is preserved in Berlin.[39]

7. اللمع الشهابية من البروق الحجازية Poetical collection of al-Ḥijazi.
8. مصنف ادعية يُدعى عقب قراءة الختمات بحسب الوقائع والمقامات
9. مصنف فى الألغاز والأحاجى Ḥaji Khalifah[40] names it كتاب الغاز
10. أجوبة إعتراضات ابن الشهاب على الحريرى A copy of this work preserved in the Royal Library of Vienna.[41]
11. الدرر المنظومة من النكت المفهومة. A commentary on the *Maqamat* of al-Ḥariri.
12. كنس الحوارى فى الحسان الجوارى. Jurji Zaydan, while mentioning this book, writes al-Kinas instead of Kans.[42]
13. النبل الرائد من النيل الزائد
14. مختصر شرح المقامات للشريشى
15. جنه الوالدن فى الحسان من الغلمان
16. كتاب فى العروض
17. الزنجبيل القاطع فى طى ذات البراقع It is also called دالية الحجازى an encomium in poetry addrssed to the Holy Prophet(A). A copy is preserved in Berlin.
18. كتاب الصوت
19. حاشية الشفاء
20. مفاخرة السماء والارض :A copy is preserved in Berlin.
21. مفاخرة النيل والبحر :A poetical composition preserved in Berlin.
22. النيل الرائد من النيل الزائد. A record of the ebb and flow of the Nile from the beginning of the Muslim era up to al-Ḥijazi's time. Copies are preserved in London, Paris, Aya Sufiya and Bankipore. Books No. 3 and 13 seem to be identical with it.

39. Ahlwardt, Vol. VI.
40. Vol. V, p. 49.
41. Flügel, Vol. I, p. 380
42. Vol. III, p. 126.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



23. تخميس البردة

24. كتاب نوادر الأخبار و ظرائف الأشعار

25. كتاب الحمقاء والمغفلين لإبن الجوزى was alphabetically Arranged by al-Ḥijāzī.

## II. *NAWĀDIR AL-AKHBĀR*

### The Manuscript

Now we turn to the unique MS. of the *Nawādir al-Akhbār,* preserved in the Punjab University Library.

The work has not been mentioned by the authors consulted by me. Al-Sakhāwī (831-902 A.H.), a contemporary of al- Ḥijāzī gives the latter's biography in *al-Ḍaw'al-Lāmi'*,[43] and mentions some of his works, but takes no notice of this work.

Al-Suyūṭī's (1445-1505 A.D.), also a contemporary of our author, takes notice of al-Ḥijāzī in *Ḥusn al-Muḥaḍarah*[44] and *Naẓm al-'Iqyān,* and gives a long list of his works, but unfortunately the present work escapes his notice.[45]

Ibn Iyās[46] (D. 930 A.H.) and Ibn al-'Imād[47] (d. 1089 A.M.) two well-known historians, mention some of his works, but ignore this book.

The great biographer Ḥājī Khalīfah (d. 1657 C.E.) too, who flourished about two hundred years later, seems to be unaware of its existence. In his great work, Hājī Khalīfah mentions more than a dozen books on varied subjects by al-Ḥijāzī, but the list does not include the book before us.

43. Vol. II, pp. 147-8.
44. Vol 1, p. 246.
45. Pp. 63-77.
46. *Tārīkh Miṣr,* Vol. II, p. 125.
47. *Shadharāt,* Vol. VII, p. 319.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



The Imperial Library, Berlin, the Vienna Library, the Bibliothèque Nationale (Paris) also do not seem to possess it, though they preserve other works of al-Ḥijāzī.

Brockelmann,[48] C. Huart,[49] "Jurjī Zaydān,[50] and Sarkīs[51] also seem to possess no knowledge of the existence of this manuscript. They mention al-Ḥijāzī's works but say nothing of *Nawādir al-Akhbār.*

The unique manuscript in the Punjab University Library is entitled نوادر الأخبار و ظرائف الاشعار. It is neatly written, though at some places incorrect, and is dated Muḥarram, 1031 A.H., i.e. a century and a half after the death of al-Ḥijāzī. The name of the scribe is Muhammad b. 'Umar b. Nūr al-Dīn al-Aḥdab.

As to the genuineness of the present manuscript, fortunately the title-page, which very distinctly bears the name of the author, Shihāb al-Dīn Aḥmad al-Ḥijāzī, and the name of the copyist at the end, leaves no doubt as to its authenticity. Why should some one else ascribe his own work to al-Ḥijāzī?

Moreover it was very common to write on *Nawādir* from the earliest times, and al-Ḥijāzī's contemporaries too have left their works on *Nawādir.* He was also noted for *Nawādir,* as Ibn Iyās[52] remarks: وكان ظريفًا، لطيف الذات، كثير النوادر

The MS. is in a good state of preservation and the text may almost everywhere be established without any great difficulty, with the exception of a few passages which could not be established without

48. *Geschichte der arabischen Literatur,* Vol II, p. 18.
49. *A History of Arabic Literature,* p. 356.
50. *Tārīkh Adāb Lughat al-'Arabiyyah,* Vol. III, p. 126.
51. *Mu'jam al-Maṭbu'āt.*
52. *Tārīkh al-Miṣr,* Vol. 11, p. 125.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



recourse to parallel texts in other works.

The whole text of the MS. is written continuously but verses are distinguished from prose. I have divided the text into paragraphs.

Though the MS. is in general written with care, yet at places, I have been obliged for reasons to depart from the reading, adopted in the MS. There are errors arising from misplacing of diacritical marks. At some places erroneous forms of words are likewise to be found in the MS. There are also some instances greater deformation of words, particularly of proper names.

But for the existence of a relatively large number of parallel texts the task of editing the work from a unique copy of the MS. would have posed great difficulties. References to most of these texts have been given in the foot notes.

## The Subject

The *Kitāb Nawādir al-Akhbār wa Ẓarā'if al-Ash'ār* deals with various subjects, as the author himself states:[53]

"وبعده فهذه نوادر و ظرف، و محاسن و تحف، مختلفة الترتيب، يسرح في رياضها كل ماهر أديب"

At the time of compilation the author seems to have kept in view books like *'Uyūn al-Akhbār* of Ibn Qutaybah and the *'Iqd* of Ibn 'Abd-i Rabbihī.

It is a very useful work for the student of Arabic literature. In so small a work the author has condensed much useful matter. The work introduces the student to the beauty of the Arabic language and anecdotal writing, and at the same time creates in him a love for Arabic literature. The main point is that this book keeps the reader fresh and untired

53. MS, ff. ib, 2 a.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



because of the variety of its subject. A glance at the table of contents which I have prepared and given below, will show the reader that the maxim 'variety is the essence of life' has not been ignored at any stage by the author:

| I | II | III |
|---|---|---|
| النعمة | عقوبة مبغض الصاحبين | من آداب افلاطون |
| المشاورة والرأى | فضلهما | من آداب ارسطا طاليس |
| الهوى والعقل | العلم | من آداب ديو جانس الحكيم |
| اوقات الحرب | ما على العُمال | من آداب جالينوس |
| صحبة السلطان وآدابها | اخلاق الملك | من آداب بطليموس |
| الحاجب | صفة على | من حِكم حكماء اليونانيين |
| تعليم الأولاد | أولاده | الزهد |
| المحبّة والمودّة | الولد الحكيم | قصّة انس بن مالك مع الحجّاج |
| المعاتبة | الغناء والفقر | |
| الزيارة والتلافى | الصبر والتسليم والقناعة | قصّة خالد بن صفوان مع ابى |
| السر: كتمانه واعلانه | من آداب هرمس الحكيم | العباس السفّاح |

## Characteristics of the Book

www.kitabosunnat.com

Here it will not be out of place to give translation of some passages from the book which may help the reader to understand its nature.

First of all the author quotes a saying of Khuraym about the state of a blissful life. The first essential of a blissful life, he says, is: peace and tranquillity, for a fearful and timid person seldom enjoys life. The second thing is: health, because, according to him there is no interest in life for the sick. The third and the last component of the blissful life, in his opinion, is: youth, for an old man becomes disgusted with life.[54]

54. Ms. (f. 2a). Compare *al-Kāmil*, Vol. I, p. 328; *Kitāb al-Adab* by Ja'far, pp. 19,59; *Tadhkirah* of Ibn Ḥamdun, p. 9, and al-Mas'udi's Muruj, V: 3298.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## A Word to Kings

Al-Ḥijāzī says that the most essential things for a king are:

a. Counsel

He deduces his argument from the fact that the last of the Prophets (may God bless them all!) being the most superior man in intellect and wisdom, always receiving guidance from the Almighty, took counsel in order to bring home to the world the advantages of counsel and consulation.(55) Our author concludes that the greatest advantage, besides having the confidence of the people, is that it is not only the king who is to blame if the result is unexpected, but that the responsibility becomes divided. He further illustrates this point by quoting the saying of a sage.

"A man cannot do without counsel, no matter how great be his wisdom, just as a lady cannot do without a husband, no matter how pious and chaste she be."

b. Prudence

For this quality he explains that it is the slow and ready who win the race.(56)

c. Reward and Punishment

A king must adopt a policy of reward and punishment. Both these must go hand in hand, if either of the two is disregarded, the State is likely to suffer evil consequences.(57)

d. Forbearance

At the same time, he says, the most thing in the sight of God is a

55. (f. 2b). Compare Nuwairi's *Nihāya*, Vol. VI: 69, and *Taḥrīr al-Aḥkām fi Tadbīr Ahl al-Islām* by Badr al-Dīn in: Islamica, Vol 6, No 4, p. 406.

56. (ff. 2b, 3a). Compare Khalīfah, p. 249 (ed. Egypt, 1927)

57. (f, 3a) (f. 3b).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



king's forbearance and kindness,[58]

Al-Ḥijāzī tells us what persons should have immediate access to a king.

Says a Governor: Four persons must have immediate access to a ruler:

1. The man who comes at night; for the business must be of great importance which urged him to visit a king at night.
2. The messenger from the frontier region; for a Minute's delay can upset the whole state of affairs.
3. The man who calls for prayer.
4. The bearer.[59]

According to al-Ḥijāzī these qualities are as dispensable for a king as husband for a lady, a father for a child, a teacher for a student, and a commander for the army.

After dropping some more hints about the policy of rulers, our author advises the people and gives certain suggestions as to how one is to behave towards a ruler. He says nothing can be had from a king or a woman by severity; it is only by humility and gentleness that one can win the favour of a king.[60]

## Education and Learning

This book also throws light on the things to which the Umayyads attached greater importance in connection with the education of their children, and what their tendencies were.

1. The general saying was: All that is incumbent upon fathers in connection with the education of their sons i.e. is to teach them

58. (f, 5a).
59. (f, 5b). Compare *al-'Iqd*, Vol. I, p. 23, *al-Kāmil*, I 170.
60. (f. 4b) (if, 4b, 5a). Cf. *'Uyūn al-Akhbār*, I: 19.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


writing, swimming, and mathematics.(61)

2. Ḥajjaj, the famous Governor under the Umayyads, said to his sons' tutor: Teach swimming to my sons before you teach them writing; for they may find writers for them, but they cannot find swimmers in their stead.(62)
3. Sulayman, son of 'Abdul-Malik, the renowned Umayyad caliph, said to the tutor of his sons: "Teach poetry to my sons, for it is a sort of soundness for their wisdom, intelligence for their brains, liberality in their hands, and an addition to their glory. Keep them at a distance from the low, because they are the worst of mankind as regards etiquette, and bring them in close contact with the nobles that they may acquire their habits."(63)
4. It was said: The only thing that a son owes to his father is not to cut off the ties of relationship with those with whom his father had been on good terms."(64)
5. It was said to Alexander: Why do you respect your teacher more than your father. He replied: My father is the cause of my death, while my teacher is the source of my life.(65)
6. It was asked of a Persian sage: Does it behove an old man to learn? He said: If it behoves him to live, it behoves him to learn." (66)
7. It is said that there is no phrase with greater incentive to learning than that of 'Ali: 'The predecessors have left nothing for their successors.' (67)

---

61. (f. 5b) Cf. *'Uyūn*, II: 166.
62. (f. 5b, ba). Cf. *Lubāb al-Adāb*, p. 230.
63. (f. 5b, ba). Cf. *Lubāb al-Adāb*, p. 230.
64. (1.6a)
65. (f. 15b)
66. (f. 166). Cf. *Al-'Iqd*, I: 141.
67. (f. 17a). Cf. *Al-'Iqd*, I: 141.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



8. The common saying is: 'He who wants to command respect must learn grammar.'[68]
9. Christ was asked: 'How far should one study?' He replied: 'As long as one lives.'
10. A certain sage said: Everything has life and death. The life of learning is discussion and its death is forgetfulness.
11. 'Alī remarked: Knowledge is better than wealth, for you guard wealth while knowledge guards you. Spending diminishes wealth but increases knowledge. Masters of treasures are no more, but the learned men are alive as long as the world lasts.[69]
12. A man advised his son saying: Acquire learning, for the first fruit will be that you will never feel lonely.[70]
13. An old man wanted to study philosophy but felt ashamed. A wise man said to him: 'Do you feel ashamed that you would become better in old age than you were in youth.[71]

## Friendship

As to friendship, al-Ḥijāzī produces different views of scholars and sages. He quotes the saying of a certain wise man:

1. He who always expects sincerity from a friend is never pleased, and he who seeks a flawless friend finds none; and he who reproaches his friends at every fault increases his foes.[72]

Then al-Ḥijāzī quotes many authorities in support of this theory and concludes:-

---

68. (f. 17b)
69. (f 8a, 18b). Cf. *'Uyūn al-Akhbār*, II: 120. *Al-'Iqd*, I:142, *Nahj al-Balāghah*, II: 93, 94.
70. (f. 18b).
71. (f. 18b).
72. (f. 7a) Cf. *Wafayāt*, I : 187.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



2. 'You want a flawless friend; but let me know, if you have ever seen a stick burning without smoke.'(73)

After this al-Ḥijāzī produces the arguments of a party that believed in no friendship. Their formula is: Friendship and alchemy never existed.(74)

Discussing the obligations and duties of friends, our author quotes certain verses stating:

3. 'When true friendship is established, nothing of the Nature of distance or other hindrances should debar a friend from visiting the other'.(75)

## Miscellaneous

1. 'Alī said: 'Have patience! for it is the resort of the student and the grieved.'(76)
2. It is said: 'Forbearance brings in its wake reward and praise, while rudeness brings sin and dispraise.'(77)

   It is said to be written in the Old Testament:He who has an impious neighbour and does not enjoin upon him good, is his partner.(78)
3. It was asked of a person: 'What is the incurable decease? He replied: 'A bad neighbour;' whereupon he was asked: 'What is the remedy'? He said: 'Either dispose of the house and change the neighbourhood, or have patience and lead a dog's life'.(79)

73. (f. 7a) Cf. Tughrāi's *Dīwān*, p. 68, *Lāmiyat al-'Ajam'* Vol. I, p. 203.
74. (f. 7b). Cf. Ibn Iyās's *Tārīkh al-Miṣr*, 11:30, *Nafaḥat al-Yaman*, p. 162.
75. (f. 10a)
76. (f.21b)
77. (f. 22a)
78. (f. 16a)
79. (f. 22a)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



4. Plato was asked: 'In what way should a man lead his life so that he may fear no hunger'? He replied: 'If the man is well-to-do person, he should curtail his expenditures, and if he is poor, he should practise some craft.'(80)
5. Socrates said: 'A wise man ought not to be too happy because of his wealth, nor should he feel any grief for want of it. But his real wealth, which is a source of permanent pleasure to him, is his wisdom and good deeds, for he is sure that his deeds will not go unrewarded, nor will he be punished for any other's deeds.' (81)
6. A certain wise man remarked: Oppression and prosperity cannot exist together.'(82)
7. Socrates said: 'It is better to reform the subjects than to reform the army.'(83)
8. It is said: 'An act of generosity can win over an enemy, while oppression may turn a friend into a foe.' (84)
9. 'Keep a secret hidden from your friend, which you dislike to disclose to your enemy. Perchance, he may become your enemy some day.' (85)
10. 'A noble man, when called upon, shows gentleness, while a base fellow, when called upon, shows rudeness.'

It is a truism that the proverbs and anecdotes of a people or a country expose their innermost mentality and attitude towards certain things. Our

80. (f. 23a)
81. (f. 24a)
82. (f. 39b)
83. (f.40a)
84. (f. 40b)
85. (f. 40b)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



author quotes certain Greek philosophers and their sayings. Their sayings help us to a great extent to understand their angle of vision about certain matters.

11. A philosopher says: 'Prosperity is the motherland, poverty a foreign country, greediness, slavery, and contentment freedom.[(86)]
12. A certian philosopher, observing one of his pupils staring at a beautiful lady said, "Why are you looking at her?" The pupil replied "I ponder over her beauty." The philosopher answered, "Most harmful ignorance and most injurious a woman."[(87)]
13. A philosopher seeing a lady perfuming herself remarked: "She is adding fuel to fire."[(88)]
14. Aristotle says: "Forbearance is a guard against a fool, a defence against the plots of the enemy, and a shield against the rancours of a malignant person."[(89)]
15. A Greek philosopher observing a beautiful lady remarked: "Little of good, and much of evil."[(90)]
16. He saw a man teaching a girl and said: "O teacher! do not increase evil in evil."[(91)]
17. A philosopher noticed a lad resembling his father, and remarked: "You bear witness to the chastity of your mother."[(92)]
18. Another Greek sage observed: "Wisdom is a tree which grows in the heart and bears fruit on the tongue."[(93)]

86. (f. 41b)
87. (F. 41b)
88. (F. 41b)
89. (f. 43a)
90. (f. 44b)
91. (f. 44b)
92. (f. 44b)
93 (f. 45b)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



19. A man advised his son and said: "O my beloved son! It is better for to be in good company even if you have to lead a hard life than in bad company which affords you an easy life." (94)

20. A Greek philosopher says: "Three things, if you do not control them, will oppress you. They are: your son, your wife, and your slave."(95)

Another important feature of this work lies in the fact that in it al-Ḥijāzī has tried to bring about a reconciliation between the two sects of Islam, *viz.*, the Shī'ahs and the Sunnīs. Whether there was any controversy or not between these two sects, al-Ḥijāzī wanted to bridge the ever-widening gulf of difference between them.

The method adopted by al-Ḥijāzī is excellent. It seems that to him this difference was only a line of demarcation between Abū Bakr and 'Umar on the one side and 'Alī and his house on the other. Without giving a hint about his aim and without mentioning any argument in favour of or against any party, he proceeds with anecdotes relating to the position of 'Alī and his house in Islam, and at the same time tells from the mouth of 'Alī how great were the services which Abū Bakr and 'Umar rendered to the cause of Islam. Al-Ḥijāzī also relates that certain people were severely punished by the lord of justice for speaking ill of Abū Bakr and 'Umar. He further illustrates how great was the love which 'Alī bore for Abū Bakr and 'Umar. On hearing certian persons speaking ill of Abū Bakr and 'Umar, 'Alī punished them severely and some of them he banished, declaring:

94. (f. 46a)
95. (ff. 47b, 48a).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Abū Bakr and 'Umar are the leaders of righteousness, following in whose footprints is essential after the Prophet (pbuh).

*Nawādir al-Akhbār* contains some historical references. Here I shall not discuss their authenticity. I shall select only one passage which refers to an incident in the reign of 'Abdal Malik, son of Marwān, the father-caliph of the Umayyads. Anas, son of Malik, the servant of the Prophet Muḥammad (pbuh), complained to the caliph of the ill treatment which he had received at the hands of Ḥajjāj. Those who are aware of the services of Ḥajjāj to the Umayyad House will be surprised to know that no sooner did the caliph hear of it than he lost his temper and at once wrote to Ḥajjāj rebuking him as if he was a child, and threatening him in very harsh terms if he did not ask Anas's pardon.

This passage corrects a false impression of the Umayyads, who are supposed to have had little regard for religion.

[The foregoing description of the contents, by the Editor, should suffice to give to the readers some idea of the nature of the book, and its place in the literature of this genre.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Dr. S.M.Zaman

# *Some Notes on Islamic History & Arabic Literature

by Prof. Abdul Qayyum ——— A prefatory note.

The book (Lahore,Dar-ul-Maʿārif,2012) comprises a selection from lecture-notes, presumably written by the author some sixty years ago on various occasions, as the class requirements dictated. The scholarship in Islamic History and Arabic literature has made great strides during this period both in the occident as well as the Muslim East. Secondly the learned author, now recognized as a father-figure among the present generation of scholars and teachers of this discipline, was himself a comparatively young scholar. These notes, therefore, may not reflect the maturity of thought and expression easily discernible in the author's later writings. The author could not find an opprortunity to review and revise these articles, or if I may venture to guess, consciously ignored the material for editing it into a consolidated publication. It would explain some occasional disharmony between statements or assertions made in one essay and another.

Nevertheless, it was the ardent desire of his worthy son, Major Zubair Qayyum Butt (R) to repay the debt he owed to his illustrious father, however, modestly, by publishing his works, which had not yet

* Some Notes on Islamic History and Arabic Literature. Preface. Dar-ul-Maʿārif. Lahore. 1st edition 2012. p.vii

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



seen the light of day. At any rate, a large section of students desirous of getting an authentic introduction to some subjects of importance in this area in the medium of English stand to benefit by this short collection.

Despite what has been cautiously stated above, the contents of this short volume offer some rare insights. For example, the disaffection of the tribes living along the fringes of the traditional trade route from Makkah northwards, on account of change of course by the Quraysh is not generally noticed. In scholarly discourses on the origin of *Tafsīr* literature, exegetic material in al-Kalbi, Ibn Ishaq, al-Waqidi, Ibn Sa'd, Ibn Hishām etc., is usually overlooked. When were the Aḥādīth committed to writing? Here it certainly goes to the credit of the Late Professor that the position formulated by him decades earlier, on a question which had been at the centre of considerable controversy among academics in the West and the East, has now been forcefully vindicated by the latest researches of scholars like Prof. A'ẓamī. The article on the development of Arabic lexicography is quite comprehensive and rich in information on the subject. Prof. Abdul Qayyum's study of Ibn Khaldūn's ideas on 'Education' should also capture the attention of our Educationists and intellectuals. Quite a bit of Ibn Khaldun's counsel for teachers would sound fresh and contemporary. While most educated people would have heard of al-Mashriqī's *Tadhkirah*, few would be conversant with the Allamah's dynamic and forceful message as encapsulated by Prof. Abdul Qayyum. Although a comitted follower of the *Ahl-e-Ḥadīth* school, by profession and practice, the learned Professor was out and out an open minded and objective scholar. Just to

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



cite a case, he makes no secret of his esteem for Imām Abū Ḥanīfah whom he describes as 'the greatest jurist of Islam' and extols him for ' his extremely tolerant attitude to other faiths.'

As pointed out above, the essays were not found arranged in the order in which they appear, or in any order for that matter. Once the articles were selected from the jumble of papers, and typed out to facilitate perusal, they were classified into three major parts, as set out below:

Part I : Early Islamic History

Part II: Development of Arabic Literature and Islamic Sciences

Part III: Some Modern Movements in the Subcontinent.

Topics of articles in each broad division may be seen on the Contents page.

The material in this volume appears in its original form with minimal editing where it seemed inevitable. Footnotes are also by the author, except where marked by an asterisk.

While editing this volume for the press, some notes at a few places were added to give the latest position regarding some works mentioned by the learned outhor. For example in the chapter on Arabic lexicography a footnote under *al-'Ubāb al-Zākhir* of al-Ṣaghānī apprises the reader that a complete manuscript edited by the late Pir Muhammad Ḥassān is being published by the Islamic Research Institute, Islamabad. Similarly, Prof. Abdul Qayyum's laborious contribution in the form of Indices of the *Lisān al 'Arab* modestly left unmentioned by him, has been noted at the appropriate place.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



Every possible care was taken to ensure that names of persons and titles of books (in Italics) appear with correct transliteration.

I certainly my revered teacher and guide, the late Prof. Abdul Qayyum, a thorough perfectionist as he was, would not have been happy with sending the work to the press in its present form. Nevertheless it is equally certain that the short volume would be a great help and of considerable benefit to a diverse group of readers including those preparing for the C.S.S. examination, as an introduction to some important areas in the vast field of Arabic Literature and Islamic history.

---

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



M. Ikram Chughatai

# *The Study of Early Arabic Literature

by Prof. Abdul Qayyum

Early Arabic literature is very rich and its distinctive artistic production is *Qasidah*, which is basically an art-form. Its main theme is boasting, led up to by a journey theme. The latter is elaborated: (i) by an elegiac-erotic preclude (*nasīb*), recalling a former attachment to a woman of another tribe, leading to or connected with the journey-theme, (ii) by description and praise of the poet's camel or horse, more especially (iii) by comparing it with a beast of the chase, developed into a finally-executed tableau of animal life in the desert.

Except the English translation of *Sūrah al-'Imrān* of 'the Qur'an, the present book comprises the Arabic text with English translation and explanatory notes of the selective poems of the following four prominent poets of the early period of Arabic literature.

i) Ḥassan b. Thābit of the Khazraj tribe of Yathrib (later Medina), traditionally known as the "poet laureate" of the Holy Prophet (pbuh), is more correctly the most prominent of several poets who were associated with the rise of Islam, and one who already had an established reputation in the *jahiliyyah*. When the Holy Prophet (pbuh) arrived at Madina, Ḥassān was of mature age (52 or 53) and had written panegyrics on the Ghassanid and Lakhmid princes. His date of death is around 40/659.

Ḥassān embraced Islam but the exact date of his conversion is uncertain. Then he employed his talents on behalf of Islam, though he took no part in fighting, probably because of advanced age. Before Islam, Ḥassān's role as a poet predominates.

* Preface to the book. It was published byDar-ul-Ma'ārif, Lahore 2013

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


In 9/630, the "Year of Delegations", Ḥassān is said to have had occasion to recite poetry on behalf of the Holy Prophet (pbuh) in the presence of the important Tamim delegation.

Ḥassān's *Diwan* in the recension of Ibn Ḥabib contains 228 poems on different subjects, the Sirah 29 more, other poems and single lines are found elsewhere ascribed to him. Nevertheless the doubts were cast on the authenticity of his poetry.

ii) *Ḥamasah* (verses on bravery in war) is the title of the first and the longest chapter in the oldest and most celebrated anthology of Abu Tammam (d. 231/849). His *Ḥamasah* marks a new orientation in comparison with earlier anthologies which contained complete poems or the whole available work of a poet, or even of a tribe.

This *Ḥamasah* is divided into the chapters of unequal length containing respectively in no apparent order, lines on bravery in warfare, death, morality (*adab*), love, the faults of the adversary, hospitality, various qualities, sleep enjoyed by travelers, witticism and women's fallings. The majority of the poets quoted are ancient ones going back to the pre-Islamic period or to the beginnings of Islam, but some are more recent. Abu Tammam's *Ḥamasah* has largely contributed to the maintenance of the prestige of archaic poetry, considered as a model for imitation, and has at the same time constituted a sort of manual of ethics.

iii) Al-Ṭirimmaḥ b. Ḥakim al-Ṭā'ī stemmed from a well-known family, the Thu'al, of the Yemen tribe of Ṭayyi', and his forebear Qays was a maternal cousin of the reputed Ḥatim of Ṭayyi', said also to have come to the Holy Prophet (pbuh) at Mecca in 9/630-31 to render homage, hence counted amongst the Companions.

His date of birth is not sure, but it must have been ca. 45/660 in Syria. He studied in Kufa, where he became a noted poet and orator. According to some of his biographers, he became affected by Kharijism ca. 65/684. He worked at Kirman and Rayy in Iran, reportedly in the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



latter place as a school master.

Like most of the great Umayyad poets, al-Ṭirimmāḥ frequented certain of the Umayyad governors. Most of his connections with the authoritative personalities confirm that he can hardly have been himself a Kharijite, but was, rather, a tribal poet.

His last years and date of death are not certain. Some scholars thought that a probable date was 126/743. The editor of his Dīwān wrote, without supporting reference, that he died at Kūfa.

Al-Ṭirimmāḥ's rather Bedouin style of poetry has often been remarked upon, whilst his use of rare words and difficult terms of phrase explain the pedantic allure of his verses, but a careful reading of his work shows a certain heterogeneity in style and language which are, taking everything into account, traditional.

In his poetry, Kharijite touches are very few, only in one poem and two short fragments. The second genre to be discerned is personal and tribal satire, above all against al-Farazdaq and Tamīm. Then there is panegyric poetry, again personal and tribal. *Fakhr* poetry is naturally frequent.

In his *Dīwān*, al-Ṭirimmāḥ shows himself as a tribal poet, but the tradition is ancient and firmly stated, that many authors, fairly old ones and also modern and contemporary ones, classify him amongst the great poets of Khārijism.

His *Dīwān* is said to have had several recensions. Fritz Krenkow (1872-1953) was the first to publish it (London 1927), with an English translation. Using this and a Turkish ms. of the 7th - 8th /13th - 14th century ʿIzzat Ḥasan republished it at Damascus in 1968 and then in Beirut-Aleppo in 1994.

iv) Ṭufayl b. ʿAwf al-Ghanawī (Ghani being a clan of ʿAylān), was a pre-Islamic poet, apparently of a middle *Jahili* floruit, and of an age with Aws b. Ḥajar. He often vies with this letter for status of the "inter-tribal

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



chain of *ruwāt*", which stretched in an unbroken line of succession to at least Kuthayyir ʿAzza, if not Farazdaq. His death is to be dated to after ca. 608 A.D.F. Krenkow (*op, cit.*) established a connection between a *bāʾiyyah* by the mukhadram Zayd al-Khayl (Chieftain of a clan of Ṭayyiʾ) in celebration of a victorious and raid inflicted upon the ʿAmir, whose confederates the Ghani were, and the splendid *baʾiyyah* of 77 verses which Ṭufayl dedicated to a punitive raid on the Ṭayyiʾ.

Ṭufayl's surviving works are occasional, predominantly celebrating the bellicose achievements of his tribe, especially those inflicted on the Ṭayyiʾ. Their occasional nature attests to the perseverance, in his poems and those of al-Nābighah al-Jaʿdī, of a tradition in contradistinction to the camel cult which dominates much of late *Jāhilī* verse, a tradition persisting in the celebration of the horse as aristocratic and cultural emblem.

Prof. ʿAbdul Qayyūm was one of our reputed Arabic scholars, whose brilliance has shed lustre on the Punjab University. As a McLeod Scholar, he prepared the index of *Lisān al-ʿArab* (1934-1938). Then he joined the Education Department as an Arabic teacher (1938-47). During this time, he edited the Arabic text of *Nawādir al-Akhbār*, a unique manuscript, for the first time. After partition, he was appointed in the Government College and served there upto his retirement (1968). He was one of the eminent students of Mawlavi Muhammad Shafīʿ (d. 1963), Principal of the University Oriental College, who infused a true spirit of scholarship among his pupils. He encouraged and supervised some of Prof. ʿAbdul Qayyūm's scholarly pursuits. Besides, he has expressly written and satisfied the genuine requirements of the students.

The present book is an example of Prof. ʿAbdul Qayyūm's undertaking which aimed at facilitating the Arabic students to understand the poetic intricacies of the textbook.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



M. Ikram Chughatai

# *Glimpses of Arabic Literature

by Prof. Abdul Qayyum

Prof. Abdul Qayyum (1909-1989) was one of our leading Arabic scholars who devoted his whole life for promoting Arabic language and literature. He was one of the brilliant students of Prof. Mawlavi Muhammad Shafīʿ, whose influence, as a teacher, had been persistent and profound. During the 23 years of Prof. Shafīʿs professorship (1919-1942), hundreds of students had passed through his lecture-room. According to Fritz Krenkow, a well-known authority in Arabic classical poetry, once remarked in the Islamic Culture, a quarterly-journal of Hyderabad Deccan, that it was to the credit of Prof. Shafīʿ that he had trained in scientific research methods a new generation of Arabists who were worthy to rank with the best in Egypt and Europe. This high tribute was paid with particular reference to the research work of Prof. Abdul Qayyum, in the course of the review of the Indices of poets cited in that great Arabic lexicon, the *Lisān al-ʿArab*, which Prof. Abdul Qayyum had prepared and published in the Oriental College Magazine (in 4 vols.). These Indices are a valuable aid to the study of classical Arabic poetry and have not only been applauded by F. Krenkow but have been mentioned by Carl Brockelmann in his monumental History of Arabic Literature (in German.)

Besides these Indices, Prof. Abdul Qayyum has contributed large number of valuable papers and eassays in such learned journals as the Oriental College Magazine, The Punjab Educational Journal, Islamic Culture and the Maʿarif (Azamgarh). It is heartening to find that the work

* Preface to the book. It was published by Dar-ul-Maʿārif, Lahore 2013

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



of Prof. Abdul Qayyum has been duly noticed and deservedly recognized in international circles. For example, his study of Shihab-ud-Din Aḥmad al-Ḥijazi has been deemed of sufficient high merit to receive mention in the Bibliography of Oriental Research which Prof. B. Spuler of the Hamburg University compiled and published in 1954. Most of his work had been done under the auspices of the Punjab University and the Government College University, Lahore.

As mentioned above, Prof. Abdul Qayyum authored several research articles on different topics of Arabic literature, lexicography, religion and Islamic history which mostly appeared in the *Oriental College Magazine* and the *Ma'arif* and have been published in two volumes. These articles cover a vast range of subjects and explicitly show the interest, deep insight, thoroughness and high standards of scholarship. As a favourite student of Mawlavi Dr. Muhammad Shafī', a doyen of Oriental learning, some of his studies are reminiscent of his distinguished teacher's influence, particularly in preparing the indices of *Lisan al-'Arab*. After his retirement from the Government service, Prof. Abdul Qayyum was appointed as one of the editors of the Urdu Encyclopaedia of Islam-a voluminous project started under the chairmanship of Prof. Muhammad Shafī'. During his editorship, Prof. Abdul Qayyum contributed many articles relating to Islmaic history, religion and literature to this research methodology, founded by his reputed teacher.

Like his learned contemporary scholars, Prof. Abdul Qayyum was well conversant in English and he penned many articles in this language which were published in the *Islamic culture* and The *Punjab Educational Journal*. His other two English books entitled *Some Notes on Islamic History and Arabic Literature* (2012) and *The Study of Early Arabic Literature* (2013) have recently been published. Some of his English articles have been collected in the present volume. Though a meager presentation, but it is hoped that the learned readers, particularly our Arabists, will certainly take interest and find them useful.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# Letters written to Prof. Abdul Qayyum

*(Published in Oriental College Magazine 1990)*

## (1) The Letter of Muhammad Shafī‘

University of the Punjab

**DEPARTMENT OF URDU ENCYCLOPEDIA OF ISLAM**

Dear Prof. Abdul Qayyum,

Would you help us by translating the following articles* of the Leiden Encyclopaedia of Islam into Urdu for inclusion in the Urdu Encyclopaedia of Islam ?

A copy of the instructions for translation is also sent.

Yours sincerely,
(Muhammad Shafī‘)

Prof. Abdul Qayyum,
Government College,
Lahore

* ان آرٹیکلز کی فہرست یقیناً اس خط کے ساتھ منسلک ہوگی، لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکی اور نہ اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوئی۔(ادارہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## (2) The Letters of Dr. Krenkow

**Letter. 1**

57 De Freville Avenue
Cambridge
9 May 1939

My dear Mr. Abdul Qayyum

Please accept my best thanks for your letter of the 11 of last month and the first installment of your index of rhymes which-arrived yesterday. This letter will be a very great help in tracing many of the anonymous verses to their authors especially if the rhymes are unusual. I made a test with those rhymes and find that there are only two poets who used this rhyme: Ibn Harmah and Hafs-ul-Umawi and from the contents of the anonymous verse it is finally certain to assign these to one or the other. Also for the rhyme we can ascertain that all are by Abu Hizan-ul-ʿUkli. (Some more are in the *Taj* and the poem was published by Ahlwardt). I am looking forward to the remaining portions.

You ask me about a Russian scholar Musa Jarullah. I do not know him and have written to the Russian friends and asked them for information. If I get such information I shall let you know. If he has fled the country there will be little hope from that quarter.

With kindest regards.

Your Sincerely,
(F. KRENKOW)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



**Letter. 2**

57 De Freville Avenue
Cambridge
10 January 1959

Dear Abdul Qayyum,

I received yesterday your index to the poets cited in the *Lisan al-ʿArab* and congratulate you upon this very useful work. I am the more interested in it as I made, perhaps thirty years ago, a complete index of all poets and I had known that you were engaged upon this work. I should have gladly lent you my index as it is still fuller. I added during all these years to it and have been able to identify many authors of anonymously cited lines and also corrected many which are attributed incorrectly to the wrong poets. I am now looking forword to the index of rhymes which I had not made and which will aid in the search for verses which are recorded repeatedly.

With repeated thanks and best wishes,

Yours sincerely,
(F. KRENKOW)

**Letter. 3**

57 De Freville Avenue
Cambridge
22 February 1959

Dear Mr. Abdul Qayyum,

I was pleased to receive your letter of the 8th of this month and would gladly lend you my index of poets made over thirty years ago.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


Unfortunately it is in huge folio volume and includes indexes to the works of Jāḥiẓ and many others and at present I am engaged in work for which I must refer to it every day.

I am sending you by book-post the beginning of my index made some years ago, certainly before 1935, when I hoped to publish it. The figures in brackets refer to the anonymous citations.

Though the *Lisan* is by far the best Arabic dictionary we have, it contains many errors, mainly due to the author himself or to his authorities. Among these are erroneous attributions to the wrong poets, but also misreadings (*Tashifs* and *Tahrifs*) some of which are caused by the *Maghribi* script of the copies of the *Muḥkam* of Ibn *Sīdah* which Ibn Manẓūr used.

Now as regards the verse of *ʻAbīd* which you cite, you must not attribute the errors in the metre to the author of the *Lisān*. Some of the earliest Arabic poets did not use the metre in accordance with the rules of the *ʻArūḍ* as laid down by al-Khalīl. In Lyall's edition of the poems of *ʻAbīd* is a long note (in German) by the late Prof. Noldeke which explains the anomalies which exist in several lines of the same poem. Another instance is in *Dīwān* of Ẓuhair where we find a line which is two feet too long and no critic could correct it without making the verse unintelligible.

As regards anonymous citations I have just opened the ninth volume of the *Lisan* and enclosed a list as far as the two sheets enclose. Your rhyme-index should enable students to trace many a verse which is cited without name of the poet, especially if the rhyme is uncommon. In what way are you arranging them I hope in rotation of meters, not like the index by Fischer of the *Shawāhid* in grammatical works.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


I am looking forward to this rhyme-index and shall be grateful to receive it in whatever form it is most convenient to you. You are doing a great service to the studies of Ancient Arabic literature and very many scholars will be grateful to you.

Yours sincerely,
(KRENKOW)

## (3) The Letters of Dr. U. M. Daudpota

**Letter. 1**

Dear Prof. Abdul Qayyum,

السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ

I am in receipt of your registered letter, enclosing your draft COPY of paper III for M. A. (Previous), for which many thanks. I had informed the Deputy Registrar that as I did not possess the prescribed textbooks he should send me their library copies; but he has not so far acceded to my request. Would you kindly remind him or send me your own copies, which will be returned as soon as done with? Your questions are excellent in themselves. In case I do not receive the books, may I say that I agree to the paper drawn by you?

With all good wishes.

Yours sincerely,
(Daudpota)

**Letter. 2**

My dear Professor Abdul Qayyum,

السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ

I am sending you herewith the award list. The candidates, having the

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



option to answer in Urdu, have done well on the whole. I have been lenient in the assessment. Still two candidates fail and cannot be helped.

Trust this finds you well.

Yours sincerely,

(U.M. Daudpota)

This is to authorize Professor Abdul Qayyum to alter the marks where as he deems necessary.

(U.M. Daudpota)

28-6-59

## (4) The Letter of John Haywood

School of Oriental Studies
University of Durham,
Elvet Hill
Durham,
England
30th June, 1968.

Prof. Abdul Qayyum,
Dept. of Urdu Encyclopedia of Islam
Punjab University,
Lahore, West Pakistan.

Dear Professor Abdul Qayyum,

I was delighted to hear from you. In fact I had been on the point of writing to you to ask how the Urdu Encyclopedia of Islam was proceeding. You may remember I wrote one or two articles for it some years ago. Unfortunately, I only possess the first five fascicules published, which my old friend Professor Inayatullah supplied. I should be pleased to hear what volumes are now published and how they can be obtained.

With regard to Mr. Mir Wali Khan's thesis : A Critical Edition of the

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


*Maqṣūd al-Mu'minīn* of Bayazīd Anṣārī. I should, of course, be most willing to act as external examiner. I have certainly not yet received a formal invitation to act as examiner from the Registrar of your university, but when I do, I shall accept. He may have written to me by surface mail, which takes a long time. A further point is that I may be out of England during the month of September, or at least the first two weeks of that month. Your university might be advised to send the thesis also by air mail, if they want the work examined speedily. It is more expensive-but I find these days that surface mail from Asiatic countries is very slow.

A Pakistani student of mine, Miss Riffat Ḥassān, has just been awarded her Ph. D. for a thesis on "The Main Philosophical Ideas in the Works of Muhammad Iqbal", I believe she is being offered a post in philosophy department of your university.

Very best wishes.

Yours sincerely,
(John Haywood)

## (5) The Letter of J. M. S. Baljon

Leyden,
29-3-85

My dear Prof. Abdul Qayyum,

Certainly, I remember very well the pleasant meeting I had with you here in my house and the next day in my department. Last year I had to retire because of having reached the age of 65, but I enjoy the favourable condition of being enabled to spend all my time on research (my new

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


subject is the *fatwās* published in this century on the Indo-Pakistan subcontinent which appears very interesting as they reflect the emotional disputes between Deobandis, Ahl al-Ḥadīth, Barelwis etc.)

Thank you very much for conveying my greetings and giving my compliments to my dear friends Dr. A J Halepota and Prof. Abdul Quddus.

My congratulations for having nearly finished the enormous task of the edition of the complete Encyclopaedia of Islam in Urdu. It must be a matter of much satisfaction to you!

(a) My articles on Shāh Walī Allāh :

"Prophetology of Shāh Walī Allāh" in Islamic Studies IX, I (March, 1970).

"Psychology as Apprehended and Applied by Shāh Walī Allāh Dihlawī" in *Acta Ortentalia Neerlandica*, Leyden 1971.

"Shāh Walī Allāh Dihlawī's Philosophy of History" in *Oriental College Magazine*, vol. 49 ; 1, 2 (Lahore 1973).

"The Ethics of Shāh Walī Allāh Dihlawī (1703-62)" in Akten *des VII.Kongrcsses fur Arabistik und Islamwissenschaft,* Gottingen 1974.

"Shāh Walī Allāh's Terminology of Creation" in *Actes due 8me Congress de l'Union Europeenne des Arabisants etc Islomisants,* Aix-en-Provence 1976.

"A Comparison between the Quranic Views of ʿUbayd Allāh Sindhi and Shāh Walī Allāh" in *Islamic Studies* XVI, 3 (Autumn 1977).

"Shāh Walī Allāh's Views on Sharī'a" in Iqbal (date about 1979?)

(b) My book on Shāh Walī Allāh:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*Religion and Thought of Shāh Wālī Allāh Dehlawi* (1703-62), Leyden 1985.

(c) My translations of Works of S.W.A. :

A Mystical Interpretation of Prophetic Tales by an Indian Muslim: Shāh Wālī Allāh's *Ta'wīl al ahādīth*, Leyden 1973.

Since three years my translation of *al-Budūr al-bāzigha*, made at the request of Shaikh Muhammad Ashraf, in the hands of his grandson and successor Shahzad Riaz, 7-Aibak Road (New Anarkali), Lahore. Will you be so kind to ask him personally when it will be published and whether it can be included in your bibliography?

Translations of books of S. W. A. made by Prof. G. N. Jalbani:

Saṭa'āt, Lahore 1970

*Lamaḥāt*, Lahore 1970

*Tawīl al-aḥādīth*, Lahore 1973

*Al-Khair al-kathīr*, Lahore 1974

*Altāf al-Quds*, London 1982.

In the end of your kind letter you wrote : I am sure you will be hale and hearty in this fine and lovely weather: thank God, the first part of this sentence is in agreement of my reality, but not the second part : the weather is awfully bad ; cold and rainy, and I am longing for my holiday trip to Turkey from April the 16th to May the 7th.

With kindest regards to you and my other Pakistani friends (including Mr. Shahzad Riaz, though he puts a great strain upon my patience).

Yours sincerely,

(C. J. M. S. BALJON)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



subject is the *fatwās* published in this century on the Indo-Pakistan subcontinent which appears very interesting as they reflect the emotional disputes between Deobandis, Ahl al-Ḥadīth, Barelwis etc.)

Thank you very much for conveying my greetings and giving my compliments to my dear friends Dr. A J Halepota and Prof. Abdul Quddus.

My congratulations for having nearly finished the enormous task of the edition of the complete Encyclopaedia of Islam in Urdu. It must be a matter of much satisfaction to you!

(a) My articles on Shāh Walī Allāh :

"Prophetology of Shāh Walī Allāh" in Islamic Studies IX, I (March, 1970).

"Psychology as Apprehended and Applied by Shāh Walī Allāh Dihlawī" in *Acta Ortentalia Neerlandica*, Leyden 1971.

"Shāh Walī Allāh Dihlawī's Philosophy of History" in *Oriental College Magazine*, vol. 49 ; 1, 2 (Lahore 1973).

"The Ethics of Shāh Walī Allāh Dihlawī (1703-62)" in Akten *des VII.Kongrcsses fur Arabistik und Islamwissenschaft*, Gottingen 1974.

"Shāh Walī Allāh's Terminology of Creation" in *Actes due 8me Congress de l'Union Europeenne des Arabisants etc Islomisants*, Aix-en-Provence 1976.

"A Comparison between the Quranic Views of ʿUbayd Allāh Sindhī and Shāh Walī Allāh" in *Islamic Studies* XVI, 3 (Autumn 1977).

"Shāh Walī Allāh's Views on Sharī'a" in Iqbal (date about 1979?)

(b) My book on Shāh Walī Allāh:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



*Religion and Thought of Shāh Wālī Allāh Dehlawi* (1703-62), Leyden 1985.

(c) My translations of Works of S.W.A. :

A Mystical Interpretation of Prophetic Tales by an Indian Muslim: Shāh Wālī Allāh's *Ta'wīl al ahādīth*, Leyden 1973.

Since three years my translation of *al-Budūr al-bāzigha*, made at the request of Shaikh Muhammad Ashraf, in the hands of his grandson and successor Shahzad Riaz, 7-Aibak Road (New Anarkali), Lahore. Will you be so kind to ask him personally when it will be published and whether it can be included in your bibliography?

Translations of books of S. W. A. made by Prof. G. N. Jalbani:

Saṭa'āt, Lahore 1970

*Lamaḥāt*, Lahore 1970

*Ta wī l al-aḥādīth*, Lahore 1973

*Al-Khair al-kathīr*, Lahore 1974

*Altāf al-Quds,* London 1982.

In the end of your kind letter you wrote : I am sure you will be hale and hearty in this fine and lovely weather: thank God, the first part of this sentence is in agreement of my reality, but not the second part : the weather is awfully bad ; cold and rainy, and I am longing for my holiday trip to Turkey from April the 16th to May the 7th.

With kindest regards to you and my other Pakistani friends (including Mr. Shahzad Riaz, though he puts a great strain upon my patience).

Yours sincerely,

(C. J. M. S. BALJON)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

# Prof. Abdul Qayyum

(1909 - 1989)

## Life & Achievements

Compiled & Edited by

*Muhammad Zakariyya Rafique*

M.A Arabic & Islamic Studies

Revised by

*Prof. Dr. Sher Muhammad Zaman Chishti*

Ph.D Harvard

بزمِ اقبال

کلب روڈ، لاہور

فون 042-99200851